ماہنامہ

جاسوسی ڈائجسٹ کراچی

صدیوں کا بیٹا

صدیوں پر محیط ایک ناقابل فراموش داستان

صدیوں کا بیٹا

(چوتھا حصّہ)

ایم۔اے راحت

پیش لفظ

دوستوں کی دیرینہ فرمائش تھی کہ "صدیوں کا بیٹا" کتابی شکل میں شائع ہو۔ جاسوسی ڈائجسٹ میں شائع ہونے والی اس سلسلے وار کہانی کی اپنی تاریخ بھی بہت دلچسپ ہے۔ اس کی زندگی میں خود بھی بہت انوکھے ادوار آئے ہیں۔ اس داستان کا بنیادی مقصد تاریخ انسانی جیسے خشک موضوع کو دلچسپ پیرائے میں بیان کرنا تھا اور اس داستان کا دور ہماری کامیابی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آج بھی ایم اے راحت کا نام سن کر لوگ پوچھتے ہیں کہ "صدیوں کا بیٹا"۔ وسیع وعریض ہندوستان کے طول وعرض میں اس کہانی کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ وہاں کے ڈائجسٹ نے اسے کسی غیر ملکی زبان کی کتاب کی حیثیت سے چھاپنا شروع کردیا۔ وہ لکھتے تھے۔ تحریر ایم اے آر ترجمہ نور احمد۔ اب ان نور احمد کو کیا کہا جائے۔ خدا کے فضل سے یہ ایک طبع زاد تحریر تھی۔ پاکستان میں بھی ایک بوجھ بجھکر دور کی کوڑی لائے اور انہوں نے چند صفحات کی ایک کتاب تلاش کر کے دعویٰ کیا کہ صدیوں کا بیٹا اس سے ماخوذ ہے لیکن افسوس۔ تین قسطوں میں دو کتاب شائع کر کے وہ بھی بیٹھ گئے اور اس کے بعد صدیوں کا بیٹا مزید پانچ سال تک لکھی جاتی رہی۔ ایک اور پاکستانی ڈائجسٹ نے اس کہانی کے اختتام پر عوام کی پسند سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کسی سے یہ داستان لکھوائی اور اس انداز میں لکھوائی کہ صدیوں کا بیٹا کی پرانی قسطوں سے جو کچھ لے سکے اسے نیا کر کے پیش کرنے کی کوشش کی۔ یہی نہیں انہوں نے اس نقلی بیٹے کو کتابی شکل میں بھی شائع کردیا۔ میرے بہت سے دوستوں نے اس بات پر مجھ سے استفسار کیا۔ غرض ہے کہ میرا اس نقلی کتاب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس سلسلے کا سارا حساب کتاب ان حضرات کے سر ہے۔ ان کا پتا آپ کو معلوم ہوگا۔ بہرحال "صدیوں کا بیٹا" کتابی شکل میں پیش خدمت ہے آپ کے لئے۔

ایم اے راحت

☆☆..........☆☆...........☆☆

شکایا کے جہازوں کی آمد تشویشناک تھی۔ اس وقت ہم اس پوزیشن میں نہ تھے کہ شکایا والوں سے جنگ کریں۔ ابھی نہ تو ہمارے پاس زیادہ افراد تھے اور نہ ہی ضروری انتظامات کئے گئے تھے۔ آٹھ جہازوں کا بیڑہ تھا جن کے پاس پورے جنگی ہتھیار بھی نہیں تھے۔ لڑنے والے افراد بھی زیادہ نہ تھے اور سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ سکائی میں رہنے والے زرزر دا بھی ہمارے قبضے میں نہیں آئے تھے۔ اگر ہم ان لوگوں پر قابو پا چکے ہوتے تو شاید اتنی تشویش نہ ہوتی لیکن اب دوطرفہ خطرہ تھا۔ اگر سامنے جہازوں سے جنگ کی جاتی تو عقب سے حملے کا خطرہ تھا۔

دوسری طرف شکایا کے جہاز جس تیزی سے آ رہے تھے اس سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ جلد سے جلد ساحل تک پہنچ جائیں گے اور اتنی دیر میں کئی ایسا کام کر لینا نہایت مشکل بات تھی جس سے ہم ان سے موثر مقابلہ کر سکتے۔ میری بات دوسری تھی۔

لیکن فوما اور زدما کے چہرے پریشانی کی تصویریں بن گئی تھیں۔ حلیم ہاکو، فوما اور چند دوسرے افراد لکڑی کے مینار سے شکایا کے جہازوں کو دیکھ رہے تھے جو تیزی سے آ رہے تھے۔ وہ سب جہازوں کی اس تیز رفتاری پر ششدر تھے۔

میں بھی ان کے ساتھ مینار پر موجود تھا لیکن اس وقت وہ شاید مجھے بھول گئے تھے اور پھر فوما کو ہی میرا خیال آیا اور اس نے بے ساختہ کہا۔

''اوہ سبوتا۔''

''کیا بات ہے فوما؟'' میں نے پوچھا۔

''تو کیوں خاموش ہے سبوتا۔؟''

''اس لئے فوما کہ میرے بولنے کا وقت نہیں آیا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں سبوتا۔ تیرا بولنا ضروری ہے۔ تیری رہنمائی کی ضرورت ہے۔ تو ان حالات کو بہتر طور پر سمجھتا ہوگا۔ ہم ابھی کسی بھی جنگ کے لئے تیار نہیں ہیں۔ شکایا کے جہازوں کی آمد کا مقصد تیری سمجھ میں نہیں آیا۔ ممکن ہے سکائی کے ان زرزر دلوگوں نے وہاں یہ اطلاع دے دی ہو کہ سکائی میں پراسرار سرگرمیاں جاری ہیں اور شیالا نے اپنے جہاز ان سرگرمیوں کی روک تھام یا ان کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجے ہوں۔ یقیناً ان جہازوں میں جنگجو ہوں گے جو سکائی آ کر یہاں پر اپنا قبضہ جمائیں گے اور اس کے بعد اس سلسلے میں چھان بین کریں گے کہ مختلف علاقوں کے سردار سکائی کیوں آئے ہیں۔ یہ آٹھ جہاز جن کا ہم نے بیڑہ تیار کیا ہے، ان کے لئے اور بھی تشویشناک ہوں گے چنانچہ وہ یہاں سے پوری پوری معلومات حاصل کئے بغیر نہیں جائیں گے اور بہرحال نہ تو ابھی ہم لوگ اور نہ ہی سکائی کے باشندے اس بات پر تیار ہیں کہ کوئی بھاری جنگ لڑی جائے۔

مجھے اندازہ ہے سبوتا ابھی ہم خطرے سے دوچار ہیں اور فی الوقت ہم ان سے بہ آسانی جنگ نہیں کر سکتے کیونکہ دوطرفہ خطرہ موجود ہے اور یہ بات میں بخوبی جانتا ہوں کہ تو نے اس بات کا کوئی حل ضرور سوچا ہوگا۔ کیا اس وقت ہماری رہنمائی نہیں کرے گا؟''

''اوہ فوما۔ میرے دوست۔ اگر تجھے میری رہنمائی کی ضرورت ہے تو مجھے کب انکار ہے۔'' میں نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''ضرورت۔'' حکیم ہاکو بولا۔ ''تو یقین کر سبوتا ہم تجھے خوش کرنے کے لئے یہ بات نہیں کہہ رہے، تیرا موجود ہونا ہمارے لئے تقویت کا باعث ہے۔ ہم سب اس بات کا اعتراف کر چکے ہیں کہ تو آسمانی قوتوں کا مالک ہے۔ تو اگر اسے تسلیم نہ کرے تو تیری مرضی، ہم ایسا کہنے کے لئے تجھے مجبور نہیں کر سکتے۔ بہرصورت تیری رائے ہمارے لئے اطمینان کا باعث ہوتی ہے۔ ہماری رہنمائی کر سبوتا۔ ہمیں تیری ذہنی قوتوں پر مکمل اعتماد ہے۔ ہم تیری مدد چاہتے ہیں اور اس یقین کے ساتھ کہ تو جو کچھ کہے گا وہ ہمارے لئے مکمل اطمینان کا باعث ہوگا۔''

''تو میرے دوست فوما، حکیم ہاکو اور دوسرے تمام لوگوں۔ اگر تم لوگ میری رائے کو اس قدر اہمیت دے رہے ہو تو پھر شکایا کے جہازوں کو آنے دو۔''

''لیکن سبوتا جس رفتار سے وہ ساحل کی طرف بڑھ رہے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہماری کسی کوشش سے پہلے ہی وہ ساحل تک پہنچ جائیں گے اور ہم کسی بھی مقابلے میں ناکام رہیں گے۔''

''ظاہر ہے دوستوں۔ وہ شکایا سے اس مقصد کے تحت آئے ہیں کہ سکائی کے بارے میں چھان بین کریں اور آنے والے کبھی کمزور نہیں ہوا کرتے۔'' حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

''بالکل ٹھیک ہے میرے دوست لیکن بہرحال اب جبکہ بات ہم لوگ سبوتا پر چھوڑ چکے ہیں تو اس کا فیصلہ سبوتا ہی کو کرنا چاہئے۔'' فوما مسکرا کر بولا۔

''شکریہ فوما۔ اب جبکہ بات تم میرے اوپر چھوڑ چکے ہو تو میرے فیصلے کے مطابق انہیں آنے دو اور ہاں سنو، اس بات کو غور سے سنو کہ جو کچھ میں کہوں اور کروں، اگر تمہیں پسند نہ آئے اور تمہارے خیال میں وہ مناسب نہ ہو تب بھی براہ کرم خاموشی اختیار کرنا، مجھے میری مرضی کے مطابق عمل کرنے کی اجازت ہونی چاہیے۔''

''سبوتا۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تیرے کسی مسئلے میں دخل نہ دیں گے۔'' فوما نے اپنے دوسرے ساتھیوں کی تائیدی نگاہوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

''حکیم ہاکو، ممکن ہے میرے کسی اقدام سے تم سوچو کہ میں نادانی کر گیا ہوں لیکن براہ کرم تم مجھے وہی کچھ کرنے دینا جو میں کروں۔ کوئی شخص پرجوش نہ ہو اور اس سلسلے میں کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا جائے۔''

''ایسا ہی ہوگا سبوتا...... لیکن جو کچھ تو کرنے والا ہے کیا ہمیں اس سے لاعلم ہی رکھے گا؟'' حکیم ہاکو نے پوچھا۔

''ہاں۔''

''کیوں سبوتا؟''

''اس لئے کہ ابھی خود میرے ذہن میں یہ بات واضح نہیں ہے کہ مجھے ان کے خلاف کیا کارروائی کرنی چاہئے۔ اس کے علاوہ جب وہ آ جائیں گے تب ہم انہیں دیکھیں گے۔ ان سے معلوم کریں گے کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ اگر ان کے ارادے جارحانہ ہوئے تو پھر ہم ان سے نبٹ لیں گے۔'' میں نے کہا اور فوما اور حکیم گردن ہلانے لگے۔

پھر فوما آہستہ سے بولا۔

''بہر صورت کچھ بھی ہو مجھے تیرے اوپر اعتماد ہے۔ یوں بھی ہم اس بات کو صرف تیرے اوپر نہیں چھوڑیں گے ہمیں خود بھی اس بات کا احساس ہے کہ ہم شکایا کے ان جہازوں کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ہماری ہر کوشش ناکام ہوگی۔ ہم اس ناکامی کا ذمہ دار تجھے نہیں ٹھہرائیں گے سیوتا لیکن ہم خود بھی اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ حالات اس قدر عجیب طور سے رونما ہوئے ہیں کہ اس سے قبل ہم سنبھلتے، شکایا کے جہاز یہاں تک آ پہنچے ہیں۔'' فوما نے سنجیدگی و پریشانی سے کہا۔

''میں تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں فوما کہ اس سلسلے میں کوئی فکر نہ کرو اور حکیم ہاکو۔'' میں نے حکیم ہاکو کو پکارا جو کسی گہری سوچ میں مستغرق تھا۔

حکیم ہاکو ہڑبڑا کر سیدھا ہو گیا اور بولا۔ ''کیا کہہ رہے تھے سیوتا؟''

''مجھے تمہاری اس سنجیدگی پر ہنسی آرہی ہے حکیم ہاکو۔ مسائل یوں حل نہیں ہوا کرتے۔ خود کو پریشان کرنے کی بجائے بہتر ہوگا کہ تم تدبیر سے کام لو، اپنی ذہنی قوتوں کو استعمال میں لاؤ۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو سیوتا۔ میں اب ہوش میں رہوں گا۔'' حکیم ہاکو نے کہا۔

''تو میں کہہ رہا تھا حکیم ہاکو، فوما ابھی سکائی بستی پر ظاہر نہیں ہوا ہے۔ لوگوں کو بھی اس کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ہیں اس لئے میں تمہیں یہ بتا رہا ہوں کہ تم بھی ہر ممکن کوشش کرنا کہ یہ بات جب تک ہم نہ چاہیں، راز ہی رہے۔ جن چند لوگوں تک یہ ساری باتیں محدود ہیں انہی تک اس راز کو محدود رہنا چاہئے اور اب سختی سے اس راز کی حفاظت ہونی چاہئے۔''

''بہتر سیوتا۔ میں اس راز کی حفاظت کروں گا۔''

''اور ہاں۔ ان تمام ہدایتوں پر عمل کرنے کے بعد، وہ لوگ جو اس راز کو جانتے ہیں وہ اس مسئلے پر خاموشی اختیار کر لیں اور ان لوگوں کی آمد کا انتظار کریں اور ہاں یہاں چند لوگوں کو تعینات کر دیا جائے تاکہ وہ شکایا کے لوگوں کی نقل و حرکت پر پوری نگاہ رکھ سکیں۔'' میں نے کہا۔

''بہت بہتر۔'' حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

''اور ہاں جہازوں کے بارے میں کیا حکم ہے سیوتا؟'' فوما نے سوال کیا۔

''جہازوں کو ساحل پر اس طرح سے لنگر انداز کرادو کہ ان لوگوں کو دور سے یہ اندازہ ہو جائے کہ یہ جہاز مقابلے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ ہم چاہتے ہیں ان جہازوں کی بھرپور حفاظت ہو اور اس کے علاوہ حکیم ہاکو، اگر تم نے میری ہدایات پر مکمل طور سے عمل کیا تو میں تمہیں بہت کچھ دوں گا۔'' میں نے حکیم ہاکو کو مخاطب کیا۔

''تیری ہدایات پر لفظ بہ لفظ عمل کیا جائے گا سیوتا۔ ہم نے سارے معاملات تیرے اوپر چھوڑ دیئے ہیں۔ اب تو جانے تیرا کام جانے۔ ہم تو صرف تیرے احکامات کی پابندی کریں گے اور درحقیقت فوما کی حیثیت اس وقت وہ نہیں ہے جو ہونی چاہئے۔'' حکیم ہاکو نے کہا اور فوما خوش دلی سے مسکرا پڑا۔

''سیوتا۔ میں خوش دلی سے تجھے اس کی اجازت دیتا ہوں کہ تو میری جگہ کام کر۔'' فوما مسکراتے ہوئے بولا۔

''اوہ نہیں فوما میرے دوست۔ یہ کہنے کا شکریہ لیکن تو جانتا ہے کہ میں ان تمام چیزوں سے مبرا ہوں۔ میں کسی بھی قسم کی رعایت نہیں چاہتا۔ بس یہ بھی تیری ضرورت ہے اس لئے میں اسے پورا کرنے کو تیار ہوں۔'' میں نے کہا۔

اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ لکڑی کے اس بلند مینار سے نیچے اتر آئے۔ چند افراد کو مینار پر تعینات کر دیا گیا تھا اور انہیں ہدایات جاری کر دی گئی تھیں کہ انہیں مختلف حالات میں کیا کرنا ہے۔

اس سلسلے میں سمندر کے کنارے بنا ہوا مکان بھی خالی کرا دیا گیا تھا اور اب فوما وہاں موجود نہیں تھا۔

کیونکہ وہ مکان خاصی حد تک غیر محفوظ تھا البتہ اس کے لئے حکیم ہاکو کا مکان ہی بہترین تھا چنانچہ فوما کو حکیم ہاکو کے مکان میں منتقل کر دیا گیا اور اس کے بعد ہم سب نہایت بے چینی سے شکایا کے جہازوں کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔

ہمارا خیال درست ہی نکلا۔ شکایا کے جہاز اس قدر تیزی سے ساحل کے قریب آ رہے تھے کہ آن کی آن میں وہ نزدیک پہنچ رہے تھے۔ غالباً ان کے ذہن میں یہ خیال تھا کہ جب سکائی والے انہیں دیکھیں تو ان سے مقابلے کی کوئی تیاری نہ کر سکیں اور وہ ساحل پر پہنچ جائیں۔

سکائی کے ساحل پر بہت سے لوگ شکایا کے جہازوں کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ ان میں زیادہ تر عوام ہی تھے۔

جہاز آن کی آن میں ساحل تک پہنچ گئے۔ اس وقت سورج ڈھل چکا تھا اور چاروں طرف ایک خوشگوار سی ٹھنڈک پھیلی ہوئی تھی۔ تب جہاز گہرے سمندر میں ایک جگہ رک گئے۔ اس جگہ پر جہاں پر وہ آ سکتے تھے۔ اس کے بعد چند کشتیاں جہازوں سے اتریں۔ کشتیوں پر مسلح زرہ پوش موجود تھے۔ ان زرہ پوشوں میں کہیں کہیں مقامی بھی نظر آ رہے تھے لیکن ان کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔

حکیم ہاکو اور میں ایک ایسی جگہ کھڑے ہوئے تھے جہاں سے وہ لوگ ہمیں براہ راست نہ دیکھ سکتے تھے۔ البتہ ہم انہیں دیکھ سکتے تھے۔ سو میں اور حکیم ہاکو جہازوں کو دیکھنے کے ساتھ ساتھ اس پر تبصرہ بھی کر رہے تھے۔

''تم کشتی کے لوگوں کو دیکھ رہے ہو سیوتا؟'' حکیم ہاکو نے کہا۔

''ہاں۔ کیا تم مجھے کسی خاص بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہو؟'' میں نے بغور کشتی کو دیکھا۔

''ہاں۔ تم دیکھ رہے ہو کہ آنے والوں میں زرہ پوشوں کی تعداد کتنی ہے اور ان میں مقامی لوگ کس قدر کم نظر آ رہے ہیں؟''

''ہاں۔ نہ ہونے کے برابر ہیں۔'' میں نے کہا۔

''کیا اس بات سے تم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ آنے والوں کے ارادے بہتر نہیں ہیں؟'' حکیم ہاکو نے مجھ سے سوال کیا۔

''ہاں حکیم ہاکو۔ یقیناً'' میں نے جواب دیا۔

''جتنی تعداد ان کی یہاں آ رہی ہے وہ بہت کافی ہے اور تم دیکھ رہے ہو کہ وہ مسلح بھی ہیں۔''

''یقیناً۔ میں نے محسوس کیا ہے حکیم ہاکو۔''

''اگر انہوں نے سکائی کے ساحل پر آتے ہی جنگ شروع کر دی تو کیا ہوگا؟''

''میرا خیال ہے وہ جنگ کے ارادے سے نہیں آئے ہوں گے۔ پہلے ان کا مافی الضمیر معلوم ہونا چاہیے۔'' میں نے کہا۔

اور حکیم ہا کو گردن ہلانے لگا۔ تب میرے ہی ذہن میں ایک بات آئی اور میں نے حکیم ہا کو سے کہا۔

''ایک بات میری سمجھ میں آ رہی ہے حکیم ہا کو۔''

''وہ کیا؟''

''میرے خیال میں ممکن ہے یہ وہ لوگ ہوں جو میری تلاش میں سرگرداں ہیں۔ میرا مقصد ما نگا جزیرے کے لوگ جوشکایا سے مدد لے کر آئے ہیں۔''

''اوہ۔ یہ بھی ممکن ہے سوتا لیکن ایسی صورت میں...''

''میں نے کہا نا حکیم ہا کو، تم صرف وہ کرو گے جو میں چاہتا ہوں۔ جو بھی صورتحال ہوگی میں اس کے بارے میں تمہیں ہدایات جاری کر دوں گا۔ ہاں میرا خیال ہے میرے لئے بہتر یہ بات ہے کہ میں لکڑی کی اس عمارت پر سے ان کا جائزہ لوں۔''

''ٹھیک ہے۔'' حکیم ہا کو نے کہا۔

''ہاں حکیم ہا کو۔ تم ان لوگوں سے جو بھی گفتگو کرو گے، اس عمارت کے قریب رہ کر کرو گے تاکہ میں تمہاری گفتگو سن سکوں۔''

''مناسب۔ اگر ان لوگوں نے گفتگو کی کوشش کی تو میں یہیں آ کر کروں گا۔''

''تو اب مجھے اجازت دو حکیم ہا کو۔'' اور حکیم ہا کو نے گردن ہلا دی۔ میں لکڑی کی عمارت پر پہنچ گیا اور اس کی بلند جگہ پر جہاں اور بھی دوسرے لوگ موجود تھے، کھڑے ہو کر جائزہ لینے لگا۔ میں نے جہازوں پر بھی نگاہ دوڑائی تھی۔ بلاشبہ یہ جنگی جہاز تھے اور اچھی نیت سے نہیں آئے تھے۔ ان جہازوں پر موجود افراد کا میں نے جائزہ لیا اور تجزیہ کیا کہ ہر صورت وہ سکائی کے لئے بہت زیادہ خطرناک ثابت ہو سکتے تھے۔

جہازوں پر موجود افراد کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ سب کے سب مسلح تھے اور جہازوں پر گشت کر رہے تھے۔ جتنے لوگ کشتیوں کے ذریعے ساحل تک آئے تھے ان کی تعداد بھی بہت کافی تھی۔ اگر یہ لوگ ساحل پر پہنچ کر جنگ شروع کر دیتے تو بہر صورت خود کو اتنی دیر تک سنبھال سکتے تھے کہ ساحل پر جہازوں سے اتر کر دوسرے لوگ بھی آ جاتے۔

صورتحال خاصی نازک تھی۔ بہر صورت میں اس صورتحال کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔

ساحل پر کھڑے ہوئے لوگ کشتیوں کا انتظار کرتے رہے اور تھوڑی دیر کے بعد کشتیاں ساحل سے آ لگیں۔ نیچے اترنے والے پورے طور پہ ہتھیاروں سے لیس تھے اور ان کے ارادے اچھے نہیں معلوم ہوتے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے ساحل پر ذرا بھی مداخلت کی گئی تو پہلے وہ مداخلت کرنے والوں کو ختم کریں گے اور اس کے بعد جو ان کے ذہن میں ہے، اس پر عمل کریں گے۔

ایک بھاری جسامت کا آدمی جو شاید اس مہم کا سربراہ تھا، چند افراد کے ساتھ آگے بڑھا اور چیخ کر بولا۔

''سکائی کے رہنے والو، میرا نام داریکا ہے اور میں شکایا سے آیا ہوں۔ سردار شبالا نے مجھے اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے اور مجھ سے کہا ہے کہ جو کچھ میں کہوں وہ سکائی والوں کو تسلیم کر لینا چاہئے۔ اس نے کہا ہے کہ میں سکائی کے لوگوں کو بتادوں کہ میں شبالا کا نائب ہوں اور شبالا کے نائب کی بات نہ ماننا موت کے مترادف ہے۔ میں ہر اس شخص کو قتل کر دوں گا جو مجھ سے نافرمانی کی کوشش کرے گا۔

لیکن اس کے ساتھ ہی میں تمہیں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ میں یہاں ایسا کوئی ارادہ لے کر نہیں آیا جو کسی بھی صورت کسی کے لئے تکلیف دہ ہو۔ میں صرف ایک پیغام لے کر آیا ہوں اور اس پیغام کو جگہ جگہ پھیلاؤں گا۔ اب یہ تمہارا فرض ہے کہ مجھ سے تعاون کرو۔'' وہ چند ساعت کے لئے خاموش ہوا اور پھر بولا۔

''سکائی کے باشندو، میں چاہتا ہوں کہ وہ شخص جو یہاں تمہاری نمائندگی کر سکتا ہے یا جسے تم بزرگ سمجھتے ہو، اسے کہو کہ وہ یہاں تک آئے اور مجھ سے بات کرے۔ میں اس کا مہمان بننا پسند نہیں کروں گا۔ ہاں ہم لوگ اپنا کام انجام دیں گے اور واپس جہازوں پر چلے جائیں گے لیکن اگر ہم سے تعاون نہ کیا گیا تو.... تو سکائی والو، اس کا اندازہ کر لو کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہر حالت میں تم لوگوں سے اپنے احکامات منوائیں۔ اب تم اس شخص کو بھیجو جو مجھ سے گفتگو کا خواہشمند ہو اور جسے تم لوگ اپنے لئے بہتر سمجھتے ہو۔''

سکائی کے باشندے ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے اور پھر ان سب کی نگاہیں حکیم ہاکو کی طرف اٹھ گئیں۔

تین چار افراد حکیم ہاکو کے پاس پہنچے اور انہوں نے اس سے کہا۔

''بزرگ و برتر شخص، قابل احترام انسان بلاشبہ سکائی کے لوگ تیری فراست کے قائل ہیں۔ تیری ذہانت کو تسلیم کرتے ہیں۔ تجھے مانتے ہیں، تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں چنانچہ آنے والوں سے ہماری جانب سے گفتگو کر لو۔ ہم سب مشترکہ طور پر تجھے اپنا نمائندہ قرار دیتے ہیں۔ تو ان سے پوچھ کہ یہاں کیوں آئے ہیں اور کس لئے آئے ہیں؟ ان کا مقصد کیا ہے اور انہوں نے جو دھمکی آمیز الفاظ کہے ہیں ان کا مقصد کیا ہے؟ شبالا وقتی طور پر اس علاقے کا سردار بن گیا ہے لیکن اس کے یہ احکامات ہم لوگوں کے لئے بہت سخت ہیں۔ سکائی کے لوگ مرنا جانتے ہیں اور وہ موت سے کبھی نہیں گھبرائے۔ چنانچہ اے بزرگ تو اس شخص کو بتادے کہ اگر وہ سکائی کے خلاف کچھ برے ارادے لے کر آیا ہے، یہاں سکائی والوں کے خلاف کوئی ایسی حرکت کرنا چاہتا ہے جو ہمارے خلاف ہو..... تو بہر صورت انہیں اس کی بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی۔'' ایک نوجوان نے کہا۔

حکیم ہاکو نے سکائی کے پرجوش نوجوانوں کو دیکھا۔ ان کا عزم، ان کا حوصلہ ان کے دمکتے چہروں سے مترشح تھا۔ حکیم ہاکو کا سینہ فخر سے پھول گیا۔ یہ جھکنے والے لوگ نہیں تھے۔

خوش نصیب فوما کو ایسے بہادر ساتھیوں کا قرب حاصل تھا جو بہر صورت مرنا جانتے تھے۔

حکیم ہاکو پر ان لوگوں کے الفاظ کا اتنا اثر ہوا کہ وہ خوشی سے تمتما اٹھا اور پھر وہ پروقار انداز میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور بھاری لہجے میں بولا'' آنے والے سردار، اگر تو سکائی والوں کے خلاف برے ارادے لے کر نہیں آیا تو ہم تجھے خوش آمدید کہتے ہیں۔ بے شک شبالا نے جس شخص کو اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے وہ اس صورت میں ہمارے لئے قابل احترام ہے کہ ان کی بستیوں کا انتظام حالات نے شبالا کے ہاتھوں میں دے دیا ہے اور

اس وقت تک جب تک کہ شبالا کی حیثیت کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ شبالا کے احکامات کی پابندی کی جانی چاہئے چنانچہ ہم تجھے شبالا کے قاصد کی حیثیت سے خوش آمدید کہتے ہیں۔ اگر تو چاہے تو ہم تیری مہمانداری بھی کریں گے لیکن شبالا کے مغرور نائب کیا تجھے معلوم ہے کہ ان علاقے کے لوگوں کو کسی سخت بات سے جھکایا نہیں جا سکتا۔ شبالا کے نائب اگر تو نے ان پر اپنی کوئی حیثیت مسلط کرنے کی کوشش کی تو تجھے اس میں بہت دقتیں پیش آئیں گی۔ ہم نہیں چاہتے کہ سکائی روایت کے خلاف آنے والوں کے ساتھ کوئی ایسا سلوک کیا جائے جو تاریخ میں ایک بدنما حیثیت سے سامنے آئے۔ چنانچہ اگر تو دوست کی حیثیت سے گفتگو کرنا چاہتا ہے تو میں سکائی کے قاصد کی حیثیت سے تجھ سے بات کرنے کو تیار ہوں لیکن اگر اس کے برعکس تو سکائی کے نوجوانوں کو دھمکیاں دیتا ہے تو سن ہم سب مرنا جانتے ہیں اور ہر لمحے مرنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ تجھے اپنے ان الفاظ کی اور اپنی کسی بھی کوشش کی بھاری قیمت ادا کرنا ہوگی۔''

سردار داریکا کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ وہ چند ساعت حکیم ہاکو کو دیکھتا رہا اور پھر دانت پیس کر بولا۔

''بوڑھے شخص، میں ان الفاظ کو برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ تیری کمزور شخصیت کو دیکھ کر مجھے رحم بھی آتا ہے لیکن تیرے الفاظ سن کر خیال آتا ہے کہ تیری گردن اپنی تلوار کی نوک پر ٹانگ دوں۔ کاش مجھے اس کی اجازت ہوتی لیکن سردار شبالا نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنا مقصد لے کر وہاں جاؤں اور اسے پورا کروں۔ اور اگر اس مقصد میں کوئی مداخلت کی جائے تب میں اپنی تلوار کا استعمال کروں۔ میں تیری ان ساری باتوں کو نظر انداز کر کے تجھے اپنی آمد کا مقصد بتانا چاہتا ہوں اور بوڑھے آدمی اس بات کو ذہن میں رکھ کہ اگر میری مقصد براری نہ ہوئی تو سکائی کے لوگوں کو بہت بھاری معاوضہ ادا کرنا ہوگا۔'' سردار داریکا ریچھ کے شیر کی طرح غرا رہا تھا۔

''میں صرف تیرا مقصد جاننا چاہتا ہوں سردار داریکا۔'' حکیم ہاکو نے سخت لہجے میں کہا۔

''اب سے کچھ عرصہ پہلے یہاں زیوراس آیا تھا۔ شکایا کا سردار زیوراس۔ جسے باغی سردار کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ وہ آج تک فوما کے نام کی زنجیر ہلا رہا ہے حالانکہ اس زنجیر کی کڑیاں چاروں طرف بکھر چکی ہیں۔ تو جانتا ہے کہ فوما کا وجود نہیں ہے چنانچہ سردار شبالا سے بغاوت کا خواب دیکھنے والا زیوراس یہاں کس مقصد کے تحت آیا۔ اس بات کا نہ ہمیں علم ہے اور نہ ہم اس بات کو جاننا چاہتے ہیں۔ ہمیں اس علاقے میں ہونے والی تمام سازشوں کی کوئی پرواہ کوئی فکر نہیں ہے کیونکہ جب ہم ان سروں کو ابھرتے دیکھیں گے تو ان سروں کو سطح سمندر کے اندر ڈبو دینا ہمارے لئے بہت آسان ہوگا۔ یہ الفاظ شبالا کے نائب کی حیثیت سے کہہ رہا ہوں اور ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن اس وقت میں جس مقصد سے آیا ہوں وہ تجھے بتانا چاہتا ہوں۔'' شبالا کا نائب داریکا بولا۔

''وقت کیوں ضائع کر رہا ہے داریکا۔ جو بولنا ہے جلدی بول، جو کہنا چاہ رہا ہے صاف کہہ۔'' حکیم ہاکو نے کہا۔

''زیوراس کا جہاز یہاں آیا، یہاں سے واپس پلٹا، ہم نے اس کی مکمل معلومات حاصل کیں۔ زیوراس خود کہاں ہے، کس مقصد کے تحت یہاں آیا یا یہاں سے کہیں چلا گیا، اس کے بارے میں ہمیں کوئی معلومات حاصل نہیں ہیں، البتہ یہاں سے جاتے وقت زیوراس کا جہاز ماتگا جزیرے تک پہنچ گیا تھا۔ وہاں شاید اسے ضروریات کی چیزیں حاصل کرنی تھیں لیکن وہاں پہنچ کر زیوراس کے جہاز پر موجود لوگوں نے لوٹ مار اور قتل و غارت

گری کا بازار گرم کر دیا۔ انہوں نے مانگا بستی کے سردار تارس کو قتل کر دیا اور ساحل کے نزدیک بہت سے مکانوں کو آگ لگائی پھر وہاں سے چل دیئے۔ زیوراس کے جہاز کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ مانگا بستی میں لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کرنے کے بعد شکایا پہنچا اور شکایا پہنچنے کے بعد وہ پھر وہاں سے چل پڑا اور ہم خود دیکھ رہے تھے کہ زیوراس کا جہاز ساحل پر موجود ہے۔

ہم یہ بھی جاننا نہیں چاہتے کہ مختلف علاقوں سے آنے والے یہ جہاز جو سکائی کے ساحل پر لگے ہوئے ہیں، کس مقصد کے تحت یہاں آئے ہیں اور کیا کرنا چاہتے ہیں؟ ہم ان کی کوئی پرواہ نہیں کرتے کیونکہ سردار شبالا اتنی چھوٹی موٹی چیزوں کو کوئی حیثیت دینے کا قائل نہیں ہے۔ وہ خود دلیر انسان ہے اسے اپنی حیثیت برقرار رکھنے کے لئے بہت بڑا تعاون حاصل ہے اور وہ کسی بھی سازش سے خوفزدہ نہیں ہے۔ بہر صورت میں جس مقصد کے تحت آیا ہوں، وہ یہ ہے کہ سردار زیوراس اور اس اجنبی شخص کو اس عورت کے ساتھ اور جہاز کے پورے عملے کو جو ہمارے علاقے میں تباہی مچانے کا ذمہ دار ہے اسے ہمارے سپرد کر دیا جائے۔ ہم انہیں تارس کا قاتل اور شبالا کا قیدی بنا کر یہاں سے لے جائیں گے۔ ہم ان لوگوں کو لے کر شکایا جائیں گے۔ راستے میں ہم ان کی حفاظت کی ذمہ داری لیتے ہیں۔ انہیں اس وقت تک کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا جب تک کہ ان کا فیصلہ شبالا نہ کر دے۔ چنانچہ قیدیوں کو ہمارے حوالے کر کے شبالا کی اطاعت کا اعلان کیا جائے۔ ہم صرف اسی مقصد کے تحت آئے ہیں۔''

''ہوں۔'' حکیم ہاکو نے گردن ہلائی پھر وہ آہستہ سے بولا۔ ''سردار داریکا۔ بے شک زیوراس کا جہاز یہاں سے گیا تھا اور واپس بھی آ چکا ہے۔ اس میں موجود لوگ بھی یہاں تک پہنچ چکے ہیں لیکن ہمیں نہیں معلوم کہ راستے میں انہوں نے کیا کیا اور نہ ہی ہمیں انہوں نے اس بات کا کوئی جواب دیا۔ رہی ان کے یہاں آنے کی بات تو علاقے کے جہاز آسانی سے ہر جگہ آ اور جا سکتے ہیں۔ تم لوگوں نے جو پابندیاں لگائی ہیں وہ انتہائی احمقانہ ہیں کیونکہ علاقے کے باشندے ایک دوسرے سے روابط رکھنے کے خواہشمند ہوتے ہیں۔

رہی زیوراس اور جہاز کے عملے کی گرفتاری کی بات تو اس سلسلے میں، میں چاہتا ہوں کہ تو مجھے مہلت دے۔ میں اپنی بستی کے چند سر کردہ افراد سے گفتگو کر لوں۔ انہیں تیرے آنے کا مقصد بتاؤں...... اور ان لوگوں سے جنہیں تو نے طلب کیا ہے، اس بارے میں معلوم کروں کہ آیا مانگا بستی میں انہوں نے وہی سب کچھ کیا جو ان پر الزام لگایا گیا ہے یا صرف الزام ہے، یا شبالا صرف زیوراس کی مقبولیت سے خوفزدہ ہو کر کوئی ایسی کارروائی کرنا چاہتا ہے جس کا تو نے ذکر کیا ہے اور جہاز کے دوسرے عملے کو تیرے حوالے کر دوں گا لیکن اگر بستی والوں نے اس کو نہ مانا تو پہلے میں تجھے اس کی اطلاع دوں گا اس کے بعد تو جو کارروائی بھی مناسب سمجھے کر سکتا ہے۔''

سردار داریکا جو حکیم ہاکو کی باتیں سن کر اور زیادہ برہم ہو گیا تھا۔ شاید طیش میں کچھ اور کہتا لیکن اس کے نزدیک کھڑے ہوئے ایک بوڑھے شخص نے جو خود بھی زرد رو تھا، اس کے شانے پر ہاتھ رکھا۔

اور داریکا مڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر وہ دونوں آہستہ آہستہ سرگوشیوں میں کچھ باتیں کرتے رہے۔ تب حکیم ہاکو نے محسوس کیا کہ داریکا کے چہرے پر نرمی کے آثار ہیں۔ تب اس نے آہستہ سے گردن ہلائی اور کہنے لگا۔

''ہوں۔ سکائی بستی کے مالک، سکائی کے نمائندے تیرا نام کیا ہے؟'' داریکا نرم لہجے میں بولا۔

''میں حکیم ہاکو ہوں۔''

''تو سن حکیم ہاکو۔لگتا یوں ہے کہ تو یہاں کا دانا شخص ہے اور شاید زیوراس کی طرح شبالا کا باغی بھی، جس کا اندازہ تیرے الفاظ سے ہوتا ہے۔''

''ہاں۔اس میں شک نہیں ہے داریکا۔ میں نہ صرف شبالا کا باغی ہوں بلکہ زیوراس کے حامیوں میں سے ہوں۔''

''بہرصورت حکیم ہاکو یہ تیرا اپنا فعل ہے۔ بہر حال شبالا نے اس سلسلے میں کوئی حکم نہیں دیا ورنہ میں تجھے بھی گرفتار کر کے شبالا کی خدمت میں لے جاتا اور اسے تیرے گستاخانہ الفاظ کے بارے میں بتاتا۔ میں اس بات پر توجہ نہ دوں گا..... لیکن آخری بار یہ الفاظ کہہ رہا ہوں کہ سکائی کے باشندوں کو میرا پیغام پہنچا دے کہ اگر وہ شبالا سے بغاوت کریں گے تو زندگی نہیں پاسکیں گے۔ ہمیں ہر قیمت پر زیوراس چاہیے۔ ہم اسے یہاں سے لے کر جائیں گے کہ ہمیں اسی لئے یہاں بھیجا گیا ہے۔ رہی مشورے کی بات تو میرا خیال ہے اس کے لئے ایک رات کافی ہوگی۔ ساری رات میں تو سکائی بستی کے لوگوں کو جمع کر لے اور ان سے پوچھ کہ وہ کیا چاہتے ہیں؟ سورج نکلنے کے بعد ہم اسی ساحل پر تیرا انتظار کریں گے اس کے بعد دوسری کارروائی کا آغاز۔''

''ٹھیک ہے۔ میں پھر پیش کش کرتا ہوں کہ اگر تم چاہو تو سکائی کے مہمانوں کی حیثیت سے رات بسر کرو۔''

''نہیں۔ ہم تمہارے دوست نہیں ہیں حکیم ہاکو۔ اس لئے مہمان بن کر نہیں رہ سکتے اور نہ ہی تیری پیش کش قبول کریں گے۔ ہم جارہے ہیں۔'' اس شخص نے کہا اور پھر اپنے ساتھیوں کو دونوں ہاتھوں سے اشارہ کر کے واپس پلٹ پڑا۔ ان کا رخ ساحل پر لنگر انداز جہاز کی طرف تھا۔

حکیم ہاکو اور دوسرے لوگ جانے والوں کو دیکھ رہے تھے۔ میں لکڑی کے مینار سے ان لوگوں کی گفتگو بہ آسانی سن رہا تھا اور ہاکو کی گفتگو سے کافی حد تک مطمئن بھی تھا۔ بہرصورت میں اندازہ لگا چکا تھا کہ ایک خطرناک صورتحال پیدا ہو چکی ہے اور اس کے لئے میرے ذہن نے تیزی سے کام کرنا بھی شروع کر دیا تھا۔

میں سکائی والوں کو بہترین موقع فراہم کرنا چاہتا تھا اور اس کے لئے میں نے اپنے ذہن میں ایک بہترین منصوبہ ترتیب دے لیا تھا۔

چنانچہ جب کشتیاں واپس جہازوں تک پہنچ گئیں تو میں نیچے اتر آیا۔ سکائی کے لوگ منتشر ہو چکے تھے۔ لیکن لکڑی کے مینار پر پہرا اور سخت کر دیا گیا تھا۔ میں نے انہیں ہدایت کی تھی کہ وہ رات کی تاریکی میں بھی ان لوگوں پر پورے ہوش وحواس کے ساتھ نگاہ رکھیں۔ میں حکیم ہاکو کے پاس چل دیا۔ ہاکو نے زیوراس اور میری موجودگی تسلیم کر کے عقل مندی کا ثبوت دیا تھا۔ ظاہر ہے اس بات سے انحراف کوئی عقل کی بات نہ تھی جبکہ جہاز کو ساحل پر صاف دیکھا جا سکتا تھا۔

تب ہم سب حکیم ہاکو کے مکان پر پہنچ گئے۔ سکائی کے پرجوش نوجوان میرے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور مجھ سے سوالات کر رہے تھے۔

میں نے حکیم ہاکو کو کچھ مشورے دیئے اور حکیم ہاکو رک گیا۔ تب اس نے چند نوجوانوں کو طلب کیا اور آہستہ سے بولا۔

''نوجوانو! تم نے دیکھا کہ زردرو ہمارے بارے میں کیا ارادہ لے کر آئے ہیں؟''

''ہاں۔ ہم نے دیکھا بھی ہے اور محسوس بھی کیا ہے۔''

''تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟ کیا ہم شالا کی برتری تسلیم کر کے فوما کو نظرانداز کر دیں؟'' حکیم ہاکو نے پوچھا۔

''ہرگز نہیں۔'' نوجوان پرجوش لہجے میں چلائے۔

''تو پھر تم ان لوگوں سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو؟''

''ہاں۔ ہم سب اپنا خون بہانے کے لئے تیار ہیں۔''

''لیکن میں نہیں چاہتا کہ تم لوگ صرف خون بہاؤ۔ تم صرف اپنا خون نہیں بہاؤ گے بلکہ آنے والوں کو ان کے خون میں نہلاؤ گے۔''

''ہاں۔ ہم عہد کرتے ہیں۔'' نوجوان پرجوش لہجے میں بولے۔

''تو پھر نوجوانو! حکیم ہاکو اعلان کرتا ہے کہ اپنے اپنے گھروں میں جاؤ اور اپنے اپنے ہتھیار لے کر واپس آؤ۔ ہم جنگ کریں گے۔''

''ہاں ہم جنگ کریں گے۔'' نوجوان چلائے۔

''آج اگر ہم نے زیوراس کو ان کے حوالے کر دیا تو وہ دوبارہ کسی بھی شخص کو طلب کر کے ہماری بے عزتی کر سکتے ہیں۔'' حکیم ہاکو نے کہا۔

''حکیم ہاکو ہم تیرے احکامات کی پابندی کریں گے۔ ہم تیرا پیغام بستی بستی کے گھر گھر میں پہنچائیں گے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تیرے سامنے ایک بہترین فوج بن کر آئیں گے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ دشمنوں کے لئے ہم خوفناک فوج ثابت ہوں گے اور کل صبح ہم ان لوگوں کو ان کے سخت الفاظ کا مزہ چکھائیں گے۔''

''تو ٹھیک ہے نوجوانو۔ تم ساری رات مصروف رہو کل صبح تمہیں ایک بہترین فوج کی طرح تیار رہنا چاہئے۔''

''ایسا ہی ہوگا حکیم ہاکو، ایسا ہی ہوگا۔'' جوانوں نے کہا اور پھر وہ واپس چل پڑے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم چند باعزت لوگوں کے ساتھ فوما کے پاس موجود تھے۔

فوما تشویشناک نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سنجیدگی سے مجھے دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

''کیا رہا سہوتا؟''

''خطرناک بات ہے فوما۔''

''معلوم ہوا کہ وہ لوگ کیوں آئے ہیں؟ ان کا مقصد کیا ہے؟''

''ہاں۔ ان کا مقصد زیوراس اور مجھے گرفتار کر کے شکایا لے جانا ہے۔'' میں نے کہا۔

''اوہ۔'' فوما کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے میری طرف گہری نگاہوں سے دیکھا اور بولا۔

''کیا خیال ہے سہوتا؟ اب تیرا ذہن کیا کہتا ہے؟''

''میں نے کہا تھا نا فوما کہ اگر تم معاملات کو صرف میرے اوپر چھوڑ دو گے تو میں خود ان لوگوں سے نمٹ لوں گا۔ باقی اگر کسی اور کے ذہن میں کوئی بہتر تجویز ہو اور وہ کوئی مناسب رائے دے سکے تو میں اس کا خوش دلی کے ساتھ خیر مقدم کروں گا۔''

''اوہ سبوتا۔ ایسی بات نہیں ہے۔ میرا اپنا خیال ہے کہ میں مکمل طور پر تیرے اوپر بھروسہ کرتا ہوں۔ اگر تو کسی مسئلے کو حل کرنے کے لئے اپنی خدمات پیش کر دیتا ہے تو میرا خیال ہے اس کے بعد اس سے بہتر صورت حال کوئی اور نہیں..... کہ ہم سب تجھ پر بھروسہ کریں۔ میں ایک بار پھر تجھ پر اختیار کرتے ہوئے یہ بات کہتا ہوں کہ تو اس مسئلے کو جس طرح چاہے نمٹا۔ ہم سب تیرے معاون تو ہوں گے لیکن کسی بھی سلسلے میں تیرے کام میں مداخلت نہیں کریں گے۔ تیرے منصوبوں میں رکاوٹ نہیں ڈالیں گے۔'' فوما نے کہا۔

''شکریہ فوما۔'' میں نے فوما کے اس بھروسے کا احترام کیا۔ حالانکہ اس میں میرا ذاتی مفاد کچھ نہ تھا لیکن بہرصورت میں جو کچھ بھی کر رہا تھا فوما کے لئے کر رہا تھا۔ اور پروفیسر، جب فوما نے کوئی بات کہہ دی تو کس کی مجال تھی کہ کوئی فوما کی بات پر اپنی بات حاوی کرنے کی کوشش کرتا۔

میں نے جو کچھ سوچا تھا اس کا اظہار کرنا مناسب ہی کیا تھا۔ یہ سوچ کر میں نے حکیم ہاکو کو مخاطب کیا۔

''کہو سبوتا۔ کیا کہنا چاہتے ہو تم؟'' حکیم ہاکو نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''حکیم ہاکو وہ لوگ مجھے، زیوراس اور اس جہاز کے عملے کو ہی طلب کر رہے ہیں نا؟''

''ہاں۔'' حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

''زیوراس کا جہاز ہمارے پاس موجود ہے۔''

''ہاں ہے۔''

''لیکن جتنے لوگ واپس جا چکے ہیں ان کے بارے میں ہمیں اس شخص کو بتانا ہوگا جس کا نام واریکا ہے۔ ہم اسے کھلی چھٹی دیں گے کہ وہ اگر چاہے تو بستی میں ان لوگوں کو تلاش کرے، اس کے ساتھ غلط بیانی سے کام نہ لیا جائے گا اور پھر حکیم ہاکو ہمیں ان لوگوں کے حوالے کر دیا جائے۔''

''کیا مطلب سبوتا؟'' حکیم ہاکو مضطربانہ انداز میں اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ لوگوں کے منہ تعجب سے کھل گئے تھے۔ خود فوما کی حالت عجیب سی ہو گئی تھی۔ تب اس نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

''افسوس، افسوس، ہم وعدہ کر چکے ہیں سبوتا کہ تیرے کسی معاملے میں دخل نہ دیں گے لیکن ہمیں یہ تو بتا کہ یہ کیسی تیرے ہے۔ اس سے کیا ہوگا اور کیا یہ ہمارے لئے ایک انتہائی صبر آزما امتحان نہیں ہے؟ ہم اپنے محسن کو اپنے دشمن کے حوالے کر دیں۔ سبوتا تو ہمیں بتا یہ کیسی آزمائش میں ہمیں ڈال رہا ہے۔''

''فوما۔ میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ اگر تو میرے معاملات میں مداخلت نہیں کرو گے تو فائدے میں رہو گے۔ میں اس سلسلے میں تمہیں کوئی بات بتانے سے قاصر ہوں لیکن میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اس پر اسی انداز سے عمل کیا جائے جس طرح میں کہہ رہا ہوں۔ میں تمہیں اس بات کا یقین دلاتا ہوں کہ ان لوگوں کو عبرتناک شکست دی جائے گی اور ممکن ہے ہماری جنگ کی ابتدا اسی طریقے سے ہو۔'' میں نے کہا اور ان کے چہرے چمک اٹھے۔

''اوہ۔ اس کا مطلب ہے تیرے ذہن میں کوئی خاص منصوبہ ہے؟'' فوما نے کسی قدر پرامید لہجے میں کہا۔

''ہاں فوما۔ ظاہر ہے میں خود کو دشمنوں کے رحم و کرم پر چھوڑ کر تم لوگوں کی جاں بخشی نہیں چاہتا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ سب

ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔ تب فومانے کہا۔

''ٹھیک ہے حکیم ہاکو۔ سیوتا کے احکامات کی تعمیل کی جائے۔''

''صبح کو۔'' میں نے کہا۔

حکیم ہاکو گردن ہلانے لگا تھا پھر میں نے کہا۔

''صبح کو تم داریکا سے ملاقات کرو گے حکیم ہاکو اور اسے بتاؤ گے کہ تم اس کی شرائط ماننے کو تیار ہو۔ دوسری طرف رات بھر کے جاگے ہوئے اور جوش میں ڈوبے ہوئے سکائی کے باشندوں کو ٹھنڈا کرنا مقصود ہے۔ ان سے کہا جائے کہ جنگ ضرور ہوگی لیکن اس کے لئے انہیں چند ساعت انتظار کرنا ہوگا۔ انہیں قابو میں کرنا بہت ضروری ہے حکیم ہاکو ورنہ صورت حال بگڑ بھی سکتی ہے۔'' میں نے حکیم ہاکو کو ہدایت کی۔

''ہاں بے شک یہ مشکل کام ہے۔ وہ لوگ جس انداز میں بپھرے ہوئے نظر آرہے تھے اس سے احساس ہوتا تھا کہ وہ ہر قیمت پر جنگ چاہتے ہیں لیکن بہرصورت میرا خیال ہے میں انہیں سنبھال لوں گا۔ اس کے لئے ہمیں چند لوگوں سے کام لینا ہوگا۔''

''چند لوگوں سے تمہاری مراد کیا ہے حکیم ہاکو؟'' میں نے پوچھا۔

''میں تمہیں بتا رہا تھا سیوتا، مقصد میرا یہ تھا کہ اگر داریکا تیار ہو جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر وہ تم لوگوں کو گرفتار کرے تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے سیوتا؟'' حکیم ہاکو نے پوچھا۔

''جتنے لوگ یہاں موجود ہیں حکیم ہاکو، بشک کی شمولیت کے ساتھ، میرا مقصد ان افراد سے ہے جو یہاں موجود ہیں ان میں بشک بھی شامل ہے۔ تو ان لوگوں کو اور مجھے داریکا کے حوالے کر دیا جائے۔''

''او ہ ٹھیک ہے۔ بشک کی بیوی کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''ہرگز نہیں۔ دولابہ کو بہرصورت محفوظ رکھا جائے۔''

''ثمانہ۔ وہ اس لڑکی کا بھی مطالبہ کر رہے ہیں۔''

''ثمانہ۔ ہاں وہ میرے ساتھ جائے گی۔'' میں نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی لیکن ہم انتہائی تشویش میں مبتلا رہیں گے۔'' حکیم ہاکو نے کہا۔

''میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا حکیم ہاکو۔'' میں نے کسی قدر درشت لہجے میں کہا۔

بلاوجہ یہ لوگ فضول باتیں کر کے میرا ذہن بھی پراگندہ کر رہے تھے۔ بہرصورت فومانے دوسرے لوگوں کو اشارہ کیا اور سب خاموش ہو گئے۔ تب ہم اپنی رہائش گاہ کی طرف چل پڑے۔ رات کو ثمانہ نے مجھ سے اس بارے میں سوال کیا۔ وہ خود بھی خاصی تشویش زدہ نظر آرہی تھی۔ اس نے مجھے بتایا۔

''بستی کا گشت کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ نوجوان بری طرح جوش وخروش میں مبتلا ہیں۔ وہ سب کے سب اپنے ہتھیار تیار کر رہے ہیں اور

آنے والوں سے مقابلہ کرنے کے لئے پورے طور سے تیار ہیں۔"

''ہاں شانہ ان لوگوں کو جنگ کرنا ہے۔''

''لیکن تم نے کیا طے کیا؟ صبح کو داریکا سے کیا بات طے کی جائیگی؟''

''ہم لوگوں کو داریکا کے حوالے کر دیا جائے گا'' میں نے کہا۔

''کیا مطلب؟'' شانہ تعجب سے بولی۔

''ہاں شانہ۔ ہم سب خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر رہے ہیں جس میں تو بھی شامل ہوگی۔''

''اوہ سبوتا۔ تو جو بات کہے اس کے بارے میں بات کرنے کا مجھے کوئی حق نہیں اور نہ ہی کوئی سوال کرنا چاہتی ہوں کیونکہ مجھے اس سلسلے میں کوئی تشویش نہیں لیکن اگر میں تجھ سے یہ پوچھوں کہ کیا اس بارے میں تیرا کوئی خاص منصوبہ ہے تو کیا مجھے اس بات کو پوچھنے کا حق ہے؟'' شانہ ہنستے ہوئے پر وقار لہجے میں بولی۔

''ہاں کیوں نہیں شانہ۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''تو پھر مجھے بتا۔''

''کس بارے میں شانہ؟ کیا تیرا مقصد داریکا کی گفتگو کی غیر ضروری باتوں سے ہے یا گرفتاری سے؟''

''میرا مقصد گرفتاری کے بارے میں ہے سبوتا۔ ہم خود کو گرفتاری کے لئے کیوں پیش کر رہے ہیں؟''

''شانہ۔ ہمیں انتہائی ذہانت سے یہ سب کچھ کرنا ہے۔ اگر ہم ساحل پر کھڑے ہوئے جہازوں سے یہ مخاصمت مول لے لیتے ہیں تو سکائی کے معصوم باشندوں کو کافی تکالیف سے دوچار ہونا ہوگا۔ انہیں کافی نقصانات اٹھانا پڑیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان لوگوں پر کوئی ایسی ضرب لگاؤں جوان کی توقع کے خلاف ہو اور اس کے لئے میں سکائی والوں کو تیار ہونے کا پورا پورا موقع دینا چاہتا ہوں۔ ایک رات ان لوگوں کی تیاری کے لئے کافی نہیں ہے۔''

''ہاں سبوتا۔ ایک رات میں جنگی فوجوں کو تیار کرنا بڑا مشکل کام ہے۔''

''اسی لئے شانہ میں چاہتا ہوں کہ انہیں اچھا خاصا وقت مل جائے تاکہ وہ اپنا قیمتی وقت تیاریوں میں صرف کر سکیں۔ اس کے بعد ہم ان لوگوں سے جنگ کریں گے۔ میں جنگ میں ذرا سی تبدیلی چاہتا ہوں اور یہ کھیل اسی لئے چاہتا ہوں۔''

''تو بہت ذہین ہے سبوتا'' شانہ خوشی سے بولی اور پھر اس نے آگے بڑھ کر اپنے نرم اور خون کی طرح سرخ اور گرم ہونٹ میرے ماتھے پر رکھ دیئے اور میں ہونٹوں کی اس لذت کو محسوس کرنے لگا۔ ''لیکن یہ سب کچھ ہوگا کیسے؟'' وہ پیار سے میرے شانے پر اپنا سارا بوجھ ڈالتی ہوئی بولی۔

''تم دیکھتی رہو شانہ یہ سب کچھ کیسے ہوگا۔''

''ویسے تو مجھے یقین ہے سبوتا کہ تو جو کچھ سوچے گا بہترین سوچے گا۔ جو کچھ کرے گا نہایت ذہانت سے کرے گا بس یونہی ذہن میں

تشویش تھی۔ تاہم مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے میں خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرنے کو تیار ہوں۔''

''مجھے یقین ہے ثمانہ۔ ایسی بھی کیا بات ہے۔ میں نے تمہاری موجودگی کے بغیر حکیم ہاکو سے کہہ دیا تھا کہ میرے ساتھ ثمانہ بھی خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرے گی۔ ہاں ایک بات میں تم سے کہوں گا۔''

''کیا سیوتا؟''

''کیا تو خود کو جنگ کے لئے تیار پاتی ہے؟''

''اوہ۔ سیوتا۔ اگر تو ساتھ ہوگا تو میں دشمنوں کو قتل کرنے میں کتنی پھرتی اور مہارت کا ثبوت دیتی ہوں۔''

''مجھے یقین ہے ثمانہ۔ جب میں تیرا دشمن تھا تو تُو نے میرے سلسلے میں بھی بہت کچھ دکھایا تھا۔ وہ تو میری خوش قسمتی تھی کہ میں بچ گیا۔'' میں نے کہا اور ثمانہ نے اپنا سر میرے سینے پر رکھ دیا۔ میرے دونوں ہاتھوں نے اس کی کمر کے گرد ہالہ بنا لیا تھا۔

''مجھے بار بار وہ منحوس لمحات یاد نہ دلایا کرو سیوتا۔ مجھے شرم آتی ہے اور افسوس بھی ہوتا ہے۔''

''اس میں افسوس کی کیا بات ہے ثمانہ۔ جب تک میں تمہارا دشمن تھا تمہاری کارروائیاں درست تھیں۔'' میں نے ثمانہ کو چڑایا۔

''نہیں سیوتا نہیں۔ ایسی بات نہیں ہے۔ تمہیں پتہ ہے میں نہایت دکھ بھرے انداز میں سوچتی ہوں۔ اگر میرا خنجر تمہیں خراش بھی پہنچا دیتا تو میں شاید یہ احساس ہونے کے بعد زندگی بھر خود کو معاف نہ کر سکتی۔''

دوسری صبح سورج نکلا ہی تھا کہ جہازوں سے کشتیاں چل پڑیں۔ ہم سب جاگ رہے تھے۔ میں نے حکیم ہاکو کو قریب بلایا۔ فوما سے میں رخصت ہو کر آیا تھا۔ فوما کو اس بارے میں کوئی تفصیل نہیں بتائی گئی تھی۔ تب حکیم ہاکو سے میں نے کہا۔

''حکیم ہاکو میں تمہیں صرف چند چیزیں بتاؤں گا بعد میں حالات تم خود دیکھ لینا۔ دراصل میں ایسے حالات پیدا کرنا نہیں چاہتا کہ تم سب تجسس میں رہو البتہ میں نے جو تفصیل تمہیں نہیں بتائی ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ حالات کے بارے میں مجھے خود بھی اندازہ نہیں ہے کہ وہ کون سا رخ اختیار کریں گے۔

بہرصورت میں خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر رہا ہوں۔ میرے ساتھ جو لوگ ہیں وہ بھی تیرے منصوبے میں شریک ہوں گے۔ میں بہت جلد واپس آؤں گا اس دوران سکائی کے باشندوں کو جنگ کے لئے تیار کرنا تمہارا کام ہوگا۔ انہیں جنگ کے لئے مکمل طور سے تیار کرلو اور اس کے بعد یہ جو جہاز کھڑے ہوئے ہیں میری مردان جہازوں سے ہے جو ہماری ملکیت ہیں، انہیں پوری طرح لیس کرلو۔ میں کوشش کروں گا کہ تقریباً ایک یا ڈیڑھ دن میں انہیں خود میں الجھائے رکھو اور پھر جب میں واپس آ جاؤں تو مجھے تیاریاں مکمل ملنی چاہئیں۔ بعد کے حالات جو کچھ بھی ہوں گے اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ ان کے لئے پہلے سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے بہرصورت میرا خیال ہے تم مطمئن ہو گئے ہو گے؟''

''اوہ سیوتا۔ تیرے ذہن میں کوئی عظیم منصوبہ کام کر رہا ہے جسے میں سمجھ رہا ہوں لیکن میرے عزیز دوست اگر صورت حال تیرے قابو میں نہ آ سکی تو۔''

''حکیم ہاکو تم دیکھ چکے ہو جس صورت حال پر میں عمل کرنے کا تہیہ کر لیتا ہوں وہ بہرصورت میرے قابو میں ہوتی ہے۔ اس وقت بھی میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں وہی ہوگا۔ اس سے ایک بھی چیز مختلف نہ ہوگی۔''

''تیرے لہجے کی صداقت اس بات کا یقین دلا رہی ہے سیوتا کہ تو جو کچھ کہہ رہا ہے وہی کرے گا۔'' حکیم ہاکو نے کہا۔

''ہاں حکیم ہاکو۔ میں ان لوگوں کو عبرتناک شکست دینا چاہتا ہوں۔ یہ جہاز ہمارے قبضے میں ہوں گے اور اس کے بعد...... اس کے بعد تم دیکھو گے حکیم ہاکو، سردار داریکا اور اس کے تمام پیشروں کے سارے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ میں اپنے منصوبے پر عمل کرنے کا پورا پورا ارادہ رکھتا ہوں۔ تم داریکا کے آنے پر مجھے لے کر چلو اور اس کے سامنے پیش کرو۔''

''ان کی کشتیاں جہازوں سے چل پڑی ہیں۔'' حکیم ہاکو نے کہا۔

''ہاں۔ وہ تھوڑی دیر کے بعد ساحل پر پہنچ جائیں گے۔ تب تم مجھے اس کے سامنے پیش کر سکتے ہو۔''

''ٹھیک ہے۔'' حکیم ہاکو نے گردن ہلائی۔ اس کی آنکھوں میں اضطراب کے آثار تھے لیکن میں نے اب اس کی طرف توجہ دینا چھوڑ دی تھی۔ میں اپنا کام بہرصورت اپنی مرضی کے مطابق کرنا چاہتا تھا اور پروفیسر، جذبات کو اتنا نازک بھی نہیں ہونا چاہئے۔ کم از کم میرا تو یہی خیال تھا۔

بہرصورت کشتیاں ساحل پر پہنچ گئیں۔ سردار داریکا اور دوسرے افراد جن کی تعداد کسی طور پچاس پچپن سے کم نہ ہوگی، مسلح ساحل پر آئے اور پھر سردار داریکا انہی تین آدمیوں کے ساتھ آگے بڑھا جن کے ساتھ پچھلی شام اس نے ہم لوگوں سے گفتگو کی تھی۔ حکیم ہاکو داریکا کی پیشوائی کے لئے موجود تھا۔

نوجوانوں کو روکنے کے لئے باقاعدہ انتظام کیا گیا تھا۔ یہ سب کچھ حکیم ہاکو کی کارروائی تھی۔ نہ جانے اس بے چارے نے کن کن مشکلات سے یہ سب کچھ کیا تھا اور اس وقت ساحل پر ہم چند افراد کے سوا کوئی نہ تھا۔ نوجوان پرجوش ہوتے ہیں جذباتی ہو سکتے ہیں اس لئے انہیں ساحل سے دور ہی رکھا گیا تھا۔ تب داریکا سینہ تانے آگے بڑھا اور حکیم ہاکو کے مقابل پہنچ گیا۔

''سکائی کے مدبر، مجھے یقین ہے کہ تم نے تدبر سے کام لیا ہوگا اور کوئی بہتر بات سوچی ہوگی۔'' وہ بلند آواز میں بولا۔

''ہاں میں نے جو کچھ سوچنا تھا سوچ چکا ہوں۔'' حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

''ہاں تو میں اس کے سننے کا منتظر ہوں کہ کیا جواب ہے تیرا جو میں شیالا کو دوں۔''

''شیالا۔'' حکیم ہاکو نے بھاری آواز میں کہا۔ ''بہرصورت وہ جس طرح بھی بنا ہماری قسمتوں کا مالک بن چکا ہے۔ ہم اس سے بغاوت کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ ہم اسے دل سے پسند نہیں کرتے۔ چونکہ وہ تم زرردوں کی تخلیق ہے۔

بہرصورت اس سے تعاون کرتے ہوئے اور تم سے تعاون کرتے ہوئے ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ان لوگوں کو تمہارے حوالے کر دیں جو اس وقت زیوراس کے جہاز میں موجود تھے جب تارس پر حملہ کیا گیا۔''

''خود زیوراس کہاں ہے؟''

''زیوراس شکایا واپس جا چکا ہے۔'' حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

''ناممکن...... یہ غلط ہے۔''

''بالکل ممکن ہے۔ ذرا بھی غلط نہیں ہے۔ تم جس وقت شکایا واپس جاؤ تو زیوراس کے بارے میں معلوم کر سکتے ہو۔ اگر وہ وہاں نہ ہو تو تم دوبارہ واپس آ کر ہم سے اس کا مطالبہ کر سکتے ہو۔'' حکیم ہاکو نے کہا۔

''لیکن زیوراس کا جہاز تو یہاں موجود ہے۔''

''ہاں۔ زیوراس اپنا جہاز یہاں چھوڑ گیا ہے۔ وہ دوسرے لوگوں کے ساتھ گیا ہے۔ غالباً وہ اس کا کوئی کام ہوگا جس کے بارے میں ہمیں قطعی کوئی علم نہیں ہے۔''

''اوہ۔ لیکن میں اس انوکھے شخص کو چاہتا ہوں جس کے بارے میں سنا گیا ہے کہ وہ بے حد طاقتور ہے اور اس کا بدن سنہرے دھات کی مانند چمکتا ہے۔ اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی جو بے حد خوبصورت تھی اور اس لڑکی نے ہمارے سردار تارس کو قتل کیا تھا۔''

''ہاں وہ دونوں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ زیوراس کے وہ پانچ آدمی بھی جو اس وقت جہاز میں موجود تھے، جب جہاز مانگا جزیرے پر پہنچا تھا۔''

''ہوں۔ لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے حکیم ہاکو کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو درست کہہ رہے ہو؟ ممکن ہے تم نے چند لوگوں کو ہمارے حوالے کرنے کا ارادہ کیا ہو اور باقی لوگوں کو پوشیدہ رکھنا چاہتے ہو۔''

''دیکھو داریکا۔ سکائی بستی کے نوجوان پرجوش ہیں لیکن جوشیلے نوجوانوں کے جوش کو ٹھنڈا کرنے میں بزرگوں کا تدبر کام آتا ہے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ان نوجوانوں کو تمہارے مقابل نہ آنے دوں کیونکہ یہ فعل بغاوت کے مترادف ہوگا اور میں نہیں چاہتا کہ سکائی کے نوجوان شبالا کے تیر کا شکار ہوں، چنانچہ میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل درست ہے۔ اگر میں تم سے فریب کرنا چاہتا تو ان لوگوں کو بھی پوشیدہ رکھ سکتا تھا لیکن میں خلوص دل کے ساتھ انہیں تمہارے حوالے کر رہا ہوں۔ اگر انہوں نے شبالا سے کوئی غداری کی ہے تو ان کا اور شبالا کا معاملہ ہے۔ یہ لوگ خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرنے پر تیار نہیں تھے۔ یہاں ان کے چند حمایتی بھی موجود تھے جو ان کا ساتھ دینا چاہتے تھے اور ان کا ساتھ دیتے ہوئے میری مخالفت پر اتر آئے تھے۔ لیکن میں نے نوجوانوں کو ٹھنڈا کیا۔ تھوڑا فائدہ حاصل کرنے کے لئے میں نے ان لوگوں کو قربان کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔'' اور پروفیسر، میں حکیم ہاکو کی چالاکی پر مسکرا پڑا۔ کافی اچھا انداز تھا اس کا۔ کوئی بھی شبہ نہیں کر سکتا تھا اس پر۔

حکیم ہاکو کچھ اور بھی کہہ رہا تھا۔ سو میں نے اپنا ذہن پھر اس کی طرف لگا دیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''بہرصورت وہ تمہارے قیدی ہیں، تم انہیں لے جا سکتے ہو۔ ہاں اگر تمہیں میری بات کا یقین نہ ہو تو پھر اپنے ذرائع سے کام لیتے ہوئے پوری بستی کھنگال ڈالو۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ جس طرح چاہو معلومات حاصل کر لو کہ کیا میری بات غلط ہے۔ اگر تو میری بات درست ثابت ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ تم جو چاہو کرنے کے حقدار ہو۔ البتہ میں تمہیں صرف اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر اس تلاش کے دوران کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آ جائے تو اس کی ذمہ داری پوری بستی پر نہیں ہوگی۔''

داریکا پرخیال انداز میں ٹھوڑی کھجانے لگا۔ جو کام آسانی سے ہو رہا تھا اس کے لئے مشکلات میں پڑنا کیا معنی رکھتا ہے۔ بلاشبہ وہ خطرناک شخص تھا، شیالا کا پروردہ۔ وہ چاہتا تھا کہ سکائی کے لوگوں کو نقصان پہنچائے لیکن بہرصورت وہ احکامات سے بھی مجبور تھا اور پھر یہ بات بھی تھی کہ اگر اس کے آدمی سکائی کے لوگوں کے مقابلے پر آتے تو اتنا ضرور ہوتا کہ کچھ افراد سکائی کے قتل ہوتے تو کچھ اس کے بھی قتل ہوتے اور وہ اس قسم کی کوئی جنگ نہیں چاہتا تھا۔ وہ اس جنگ سے جان بچانا چاہ رہا تھا چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد بولا۔

''ٹھیک ہے بزرگ شخص، میں تیری بزرگی کا احترام کرتے ہوئے تیری بات تسلیم کرتا ہوں۔ لا وہ لوگ کہاں ہیں، انہیں میرے حوالے کردے۔''

''قیدیوں کو لایا جائے۔'' حکیم ہاکو نے کہا اور بشک، اس کے چار آدمی، میں اور شانہ داریکا کے سامنے پہنچ گئے۔

داریکا نے ان لوگوں پر ایک نگاہ ڈالی اور ایک بوڑھا شخص اس کے سامنے جھک گیا۔

وہ داریکا کو ہمارے بارے میں بتا رہا تھا۔ تب داریکا نے مجھے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ہوں۔ یہی وہ شخص ہے اور اس کی ساتھی لڑکی بھی وہی ہے اور تم۔'' اس نے بشک کی طرف دیکھا۔

''اس وقت تم شاید اس جہاز کے نگران تھے۔'' اور میں حیران رہ گیا کہ اس شخص کو یہ باتیں کیسے معلوم...... لیکن پھر ایک شخص نے آگے نکل کر کہا۔ ''ہاں۔ اس وقت زیور اس جہاز پر موجود تھا۔ میں نے خود ان سب کو دیکھا تھا۔''

میری سمجھ میں بات آگئی۔ وہ بوڑھا شخص ہم لوگوں کو پہچانتا تھا۔ بہرصورت ہمیں اس سے کوئی غرض نہ تھی، ہم تو خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر چکے تھے اور اب آسانی سے گرفتار ہو جانا چاہتے تھے۔

''دیکھو، ان لوگوں کے پاس کوئی ہتھیار وغیرہ تو نہیں ہے۔'' داریکا نے اپنے آدمیوں سے کہا اور وہ چند آدمی ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔ انہوں نے ہمارے بدن ٹٹولے۔

ہمارے پاس کچھ تھا ہی نہیں جس پر ان لوگوں کو اعتراض ہوتا چنانچہ ہمارے ہاتھوں میں رسیاں ڈال دی گئیں۔

موٹی رسیوں سے میرے اور شانہ اور دوسرے افراد کے ہاتھ باندھ دیئے گئے تھے۔ ہاکو کے چہرے پر شدید اضطراب کے آثار تھے۔ بشک بھی پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا لیکن بہرصورت کچھ بولا نہیں۔ وہ سب میری ہدایات پر عمل کر رہے تھے۔

تب ہمیں کشتیوں کی طرف لے جایا گیا۔ داریکا، حکیم ہاکو کی طرف رخ کر کے بولا۔

''ٹھیک ہے اے مدبر شخص، تیرا فیصلہ نہایت مناسب ہے اور میں تیرے اس تعاون کی اطلاع بھی شیالا کو دوں گا۔ میں خوش ہوں۔''

ہاکو نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ میں صرف ایک بات کا اندازہ کر رہا تھا اور مجھے خوشی ہوئی یہ دیکھ کر کہ ہم سب کو ایک ہی کشتی میں سوار کیا گیا اور یقیناً یہ کشتی ایک ہی جہاز سے لگنے والی تھی۔

اگر وہ ہمیں منتشر کر دیتے اور مختلف جہازوں میں منتقل کر دیتے تو شاید مجھے اپنے کام میں بے حد دشواری پیش آتی۔

لیکن اس وقت خوش بختی نے ساتھ دیا تھا سو ہم سب کو ایک ہی جہاز پر منتقل کیا گیا۔ رسیوں کی سیڑھی جہاز سے لگی اور ہم کشتیوں سے جہاز

میں جانے لگے اور تھوڑی دیر کے بعد ہم قیدیوں کی حیثیت سے جہاز میں موجود تھے۔

کشتیاں جہاز پر چڑھائی جانے لگیں۔ غالباً وہ اسی وقت واپس جانے کا ارادہ کر رہے تھے۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد جہازوں نے لنگر اٹھا دیئے اور ان کا رخ شکایا کی طرف تھا۔

کنارے پر کھڑے حکیم ہاکو اور دوسرے اشخاص تاسف کی نگاہوں سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔

حکیم ہاکو کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ اب میں جبکہ قیدی کی حیثیت سے ان کے جہاز میں پہنچ چکا ہوں، کیا ایسی ترکیب یا عمل کروں گا جس سے بازی پلٹ سکے۔ یہ بات ان کے سمجھنے کی نہیں تھی لیکن بہرصورت میں بغور جہاز کا جائزہ لے رہا تھا۔

☆..........☆..........☆

ہم سب کو ایک بلند جگہ پر لے جا کر بٹھا دیا گیا۔ بلند جگہ اس لئے منتخب کی گئی تھی کہ ہم پر نگاہ رکھی جا سکے۔ وہ ہمارے ساتھ برا سلوک کرنا چاہتے تھے۔ اگر وہ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا ارادہ رکھتے تو شاید ہمیں کسی سایہ دار جگہ پر بٹھایا جاتا جہاں ہمیں سورج کی تپش تکلیف نہ پہنچاتی لیکن ان کا ایسا کوئی ارادہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

بہرصورت اس سے کیا فرق پڑتا تھا۔ انہوں نے اپنی دانست میں یہ ایک شدید کام کیا تھا لیکن میں نے محسوس کیا کہ یہ صورت حال میرے لئے کافی سودمند ہے۔ میں اس بلند جگہ بیٹھ کر جہاز کا پورے طور سے جائزہ لے سکتا تھا۔

بشک گردن لٹکائے بیٹھا تھا اور اس کے ساتھی بھی خاموش تھے۔ ان کے چہروں سے کافی عجیب سے تاثرات تھے۔

شانہ البتہ ٹھیک تھی۔ وہ کسی بھی آنے والے وقت سے خوفزدہ نہیں تھی۔ وہ کئی بار مسکرا چکی تھی۔ میں نے دل ہی دل میں اسے سراہا اور بولا۔

''شانہ۔ کیا تم خوفزدہ نہیں ہو؟''

''سیوتا'' شانہ روٹھے ہوئے انداز میں بولی ''جس جگہ تمہارا سایہ پڑ رہا ہو وہاں میں خوفزدہ ہو سکتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے شانہ'' میں نے مسکرا کر جواب دیا اور خاموش ہو گیا۔ شانہ چند ساعت میرے چہرے پر دیکھتی رہی اس کے بعد میرے ہاتھوں کی طرف۔ پھر وہ میری طرف جھک کر سرگوشی کے سے انداز میں مسکراتی ہوئی بولی۔

''میں جانتی ہوں سیوتا۔ یہ موٹی رسیاں ہم جیسے لوگوں کے لئے تو بہت کچھ ہیں لیکن تمہارے لئے شاید کچھ بھی نہیں۔''

''اوہ شانہ۔ خاموش رہو۔''

''سیوتا۔ میں کیوں خاموش رہوں؟ کیا میں تیری ساتھی نہیں ہوں؟ تیری رازدار نہیں ہوں؟ تیرے رازوں میں شریک نہیں ہو سکتی؟''

''ضرور ہو سکتی ہو شانہ لیکن اس وقت میں کچھ سوچ رہا ہوں۔''

''کیا؟ وہ مجھے بتا۔''

شانہ ضد پر آمادہ تھی۔ میں نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ اس کی یہ ضد بہرحال مجھے بری نہیں لگی تھی۔ اس کے انداز میں بڑا بھولپن تھا۔ چنانچہ

میں نے کہا۔ ''میں اندازہ لگانا چاہتا ہوں شانہ کہ اس جہاز پر کتنے افراد موجود ہیں۔ کیا تم اس بارے میں اندازہ لگا سکتی ہو؟''

''ہاں ہاں، کیوں نہیں۔''

''تو پھر بتاؤ۔''

شانہ بھی خاموش نگاہوں سے میری طرح جہاز پر دیکھنے لگی جو افراد کام کر رہے تھے اور جو لوگ گھوم پھر رہے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کے علاوہ اور لوگ موجود نہیں ہیں۔ ہوتے تو کسی نہ کسی طرح سامنے آتے۔

داریکا اس جہاز پر موجود نہیں تھا۔ اس کا جہاز دوسرا تھا۔ وہ اپنی کشتی سے دوسرے جہاز میں چلا گیا تھا۔

بہرحال یہ بھی ہمارے لئے فائدہ مند بات تھی کہ وہ سردار تھا اور یقینی طور پر دور سے لوگوں کو کنٹرول کرتا تھا۔ بہرصورت اس کا یہاں نہ ہونا ہی بہتر تھا ورنہ ظاہر ہے ہمارا واسطہ کسی سمجھدار آدمی سے ہوتا۔ ممکن ہے داریکا اس سلسلے میں ذہانت سے کام لے جاتا اور ہمیں اس میں مشکلات پیش آتیں۔ بہرحال اب تک جو کچھ ہو رہا تھا بہتر ہی تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد شانہ نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔ ''میرا خیال ہے سیوتا اس جہاز پر تقریباً پچاس افراد ہوں گے۔''

''ٹھیک ہے شانہ۔ میرا بھی یہی اندازہ تھا۔ اس طرح گویا ان تمام جہازوں پر جن کی تعداد سات ہے تقریباً ساڑھے تین سو افراد ہیں۔''

''ہاں۔''

''بہت آسان بات ہے، ہم بہ آسانی ان لوگوں کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔''

''کس طرح سیوتا؟''

''تم دیکھتی رہو شانہ ابھی ہمیں کچھ وقت کی ضرورت ہے۔ ہاں ان لوگوں کو دیکھو کس طرح منہ لٹکائے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہیں تو یہی یقین ہوگا کہ یہ گرفتار ہو چکے ہیں۔'' میں نے بشک اور اس کے ساتھیوں کو دیکھتے ہوئے کہا جو نہایت خاموش نظر آ رہے تھے۔

''گرفتاری کا احساس بلاشبہ بہت اذیت ناک ہوتا ہے۔'' شانہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تمہیں بھی ایسا ہی محسوس ہوتا ہے؟''

''نہیں۔''

''کیوں؟'' میں نے پوچھا۔

''اس لئے کہ تم میرے ساتھ ہو سیوتا۔ اور جس جگہ تم ہو وہ قبر بھی ہو تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔''

''اوہ شانہ۔ میں بھی تجھ پر اتنا ہی بھروسہ اور اتنا ہی اعتماد کرتا ہوں۔ یقین کر مجھے بھی تیری ذات سے اتنی ہی محبت ہے۔''

''مجھے یقین ہے سیوتا۔ اس میں شک وشبہ کی کوئی بات نہیں ہے۔'' شانہ نے پیار بھری نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر ہم دونوں خاموش ہو گئے۔

ثمانہ نے مجھے سوچنے کا پورا پورا موقع دیا تھا اور میں یہ اندازہ لگا رہا تھا کہ ان افراد کی کیا حیثیت ہے جو جہاز پر موجود تھے۔ وہ سب مسلح تھے لیکن جہاز پر آنے کے بعد اور ہمیں قیدی بنانے کے بعد شاید انہوں نے کسی بھی جنگ کا خیال ذہن سے نکال دیا تھا۔ انہوں نے اپنے جسموں سے ہتھیار کھول کر رکھ دیئے تھے اور میں نے بخوبی جائزہ لیا تھا اس بات کا کہ ہتھیار کہاں رکھے گئے ہیں۔

اور یہ میرا کام تھا۔

ہم دن کی سختیاں جھیلتے رہے اور رات کی سردی بھی برداشت کرتے رہے۔ میرے لئے تو پروفیسر یہ باتیں کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں، میں تو آگ میں غسل کرنے کا بھی عادی تھا اور سمندر کے ٹھنڈے پانی میں سونے کا بھی عادی..... لیکن ثمانہ اور باقی لوگ پریشان ہو رہے تھے۔ بشک غیر معمولی طور پر خاموش تھا۔ غالباً اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں، اسے جو حکم دیا گیا تھا، اس نے آنکھیں بند کر کے اس پر عمل کیا تھا۔ ظاہر ہے وہ فوما کا حکم تھا اور بشک ان لوگوں میں شامل تھا جنہیں فوما کی زندگی اور میری کارکردگی کے بارے میں اطلاع مل چکی تھی۔ سو وہ مجھ سے انحراف نہیں کر سکتے تھے۔

دھوپ پورے جہاز پر پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ عام طور سے سایہ دار جگہوں پر منتقل ہو چکے تھے۔ ہمارے بارے میں ابھی تک کوئی بات نہیں سوچی گئی تھی نہ ہمیں پانی پلایا گیا تھا اور نہ ہمیں کھانے کے لئے پوچھا گیا تھا۔

میں اس صورت حال سے کسی قدر بے چین ہو گیا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ لوگ اس قدر کینہ فطرت ثابت ہو سکتے ہیں کہ ہمارے آرام کا خیال بھی نہ کریں گے۔ ظاہر ہے ہم شبالا کے قیدی تھے، ان کے نہیں، ہمیں سزا دینے والا شبالا تھا یہ لوگ نہیں ..... لیکن یہ لوگ ہمارے ساتھ جو سلوک کر رہے تھے یہ تو کسی طور جائز نہیں تھا۔

ممکن ہے شام کو یہ ہمارے بارے میں سوچیں۔ بہرصورت دن کا اذیت ناک وقت گزارنا بے حد مشکل ہو گیا۔ خاص طور سے ثمانہ۔

میں ثمانہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ وہ بہرصورت عورت تھی۔ ٹھیک ہے طاقتور تھی۔ توانا تھی لیکن بہرصورت عورت تھی جس کا مجھے پورا پورا احساس تھا۔ بشک اور اس کے ساتھیوں کی حالت بھی زیادہ اچھی نہیں تھی لیکن وہ صابر اور خاموش تھے۔ دوپہر ڈھلنے لگی، سورج کی تمازت اب کسی قدر کم ہو گئی تھی تب بشک نے گہری سانس لی اور پشت سے نکلنے کی کوشش کی۔

میں نے مسکرا کر بشک کی طرف دیکھا اور بشک کے ہونٹوں پر پھیکی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس کے ہونٹ خشک تھے اور شاید وہ نقاہت محسوس کر رہا تھا۔ میں آہستہ سے کھسکا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔

''کیا بات ہے بشک۔ تم پژمردہ نظر آ رہے ہو؟''

''سیوتا۔ کاش میں تیری مانند ہوتا۔'' بشک نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''تیرے چہرے کی تر و تازگی دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ سورج تجھ پر قطعی اثر انداز نہیں ہوتا۔''

''ہاں یہ حقیقت ہے، میں تر و تازہ ہوں۔''

''حالانکہ تیری ساتھی شمانہ مرجھا گئی ہے۔''

''ہاں۔ مجھے شمانہ کا بہت افسوس ہے۔''

''تو نے اسے ساتھ کیوں لیا سوتا۔ ہم تنہا ہی مشکلات جھیلتے تو بہتر تھا جبکہ تو نے دولا پہ کو ساتھ نہیں لیا۔''

''اوہ شک۔ دولا پہ ان حالات میں نہیں رہ سکتی تھی، بہر صورت خود تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟''

''میرا۔'' بشک نے افسردگی سے کہا۔

''ہاں، کیوں؟''

''میں کیا کہہ سکتا ہوں، مجھے تو جو حکم دیا گیا میں اس پر آنکھیں بند کر کے تیار ہو گیا اور اگر مجھے اس طرح بیٹھے بیٹھے موت بھی آجائے تب بھی مجھے کوئی افسوس نہ ہو گا کیونکہ میں نوما کے احکامات کی پابندی کر رہا ہوں۔''

''بے شک تو ایک وفادار شخص ہے بشک۔''

''تیرا شکریہ سوتا۔'' بشک سنجیدہ لہجے میں بولا۔

''لیکن میں تجھے حالات سے لاعلم نہیں رکھوں گا۔ سن یہ بات نہ میں نے نوما کو بتائی ہے نہ ہاکو کو اور نہ ہی کسی تیسرے شخص کو۔ تو میرا پہلا رازدار ہے اور اس لئے میں نے تجھے اپنا ساتھی چنا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ تو ایک دلیر اور جری آدمی ہے۔''

''میں ایک بار پھر تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں سوتا کہ تو نے مجھے اس قابل سمجھا۔'' بشک نے جواب دیا۔

''ہاں بے شک تو اس قابل ہے بشک۔ تو سن ہم ایک دن اور ایک رات کا سفر کریں گے۔ یہ رات گزارنے کے بعد جب صبح ہو گی تو میں تم سب کو آزاد کر دوں گا۔ میں نے اسلحہ خانہ دیکھ لیا ہے، ہم سب اس کی طرف جائیں گے...... اور یہ کام ہم اس وقت کریں گے جب ہمیں یقین ہو گا کہ جہاز پر موجود تمام لوگ سو رہے ہیں اور پھر ہم گہری نیند سونے والوں کی نیند اور گہری کر دیں گے۔ اتنی گہری کہ پھر وہ کبھی آنکھیں نہ کھول سکیں۔ اس کے بعد ہم اس جہاز کو واپس سکائی کی طرف لے جائیں گے۔ تو نے غور کیا اس بات پر کہ ہمیں اس سے کیا فائدہ ہو گا؟''

''اوہ۔ میں نہیں سمجھا؟'' بشک کے چہرے پر اچانک رونق آگئی تھی۔

''بشک۔ اگر ہم آج صبح ان سے یہ بات کہہ دیتے کہ قیدیوں کو ان کے حوالے نہیں کیا جائے گا تو ساحل پر جنگ شروع ہو جاتی۔ کیا تجھے یقین ہے کہ سکائی کے ناتجربہ کار نوجوان اس جنگ کے لئے تیار ہوتے۔ ہماری تعداد اتنی زیادہ نہیں ہے کہ ان کا مقابلہ کرتے لیکن ایک دن اور ایک رات سکائی کے نوجوانوں کے لئے کافی ہے۔

اور اس کے بعد وہ جنگ کریں گے تو پھر بھرپور انداز میں کریں گے۔ میں ان لوگوں کو اسی لئے سمندر میں دور تک لے آیا ہوں کہ یہ لوگ واپسی کا سفر کریں اور اس کے بعد جب یہ واپس سکائی کے ساحل پر پہنچیں گے تو سکائی کے جوان انہیں جنگ کے لئے تیار ملیں گے۔''

''اوہ۔ اوہ۔ دیوتاؤں کی قسم سیوتا...... دیوتاؤں کی قسم۔ اس سے عمدہ ترکیب، اس سے شاندار ذہانت اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ اوہ سیوتا، تو...... تو کیا ہے...... تو نے تو...... ہم لوگوں کو لافانی بنا دیا ہے۔ تیری ذہانت تو ایسے ایسے گل کھلا رہی ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔'' بشک میری تجویز سے حیران رہ گیا تھا۔ وہ کافی دیر میرے گن گاتا رہا۔

لیکن مجھے اپنی تعریف سننے کا کوئی شوق نہیں تھا۔ یہ شوق تو صدیوں سے پورا ہوتا چلا آ رہا تھا۔ میں تو صرف عمل چاہتا تھا اور میری خواہش تھی کہ جیسا میں نے سوچا ہے اسی کے مطابق کام ہو۔

بشک چند ساعت تک حیران رہا۔ اس کے چہرے کے تاثرات بالکل بدل گئے تھے۔ غالباً گرفتاری کے احساس اور شکا یا پہنچ کر ملنے والی سزا کے احساس نے اسے خوفزدہ کر کے پژمردہ کر دیا تھا لیکن اب جب اس نے میری تجویز سنی تو اسے احساس ہو گیا کہ اس کے ساتھ ایک ناقابل تسخیر طاقت شامل ہے اور اس کے بعد کوئی دشواری راہ میں حائل نہیں ہو سکتی تھی لیکن یقینی بات ہے کہ اس کے ذہن میں بہت سارے سوالات ابھر رہے ہوں گے، چنانچہ اس نے کہا۔

''لیکن سیوتا۔ ہم آزاد کس طرح ہوں گے؟''

''اوہ۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے بشک۔ تم دیکھو گے میں کس آسانی سے تمہیں آزاد کر دیتا ہوں۔''

''ہاں سیوتا۔ تیرا علم ناقابل فہم ہے لیکن میں سخت حیران ہوں، اگر تو اجازت دے تو میں اپنے ساتھیوں کو بھی اس کے بارے میں کچھ بتا دوں۔ دوپہر کی دھوپ اور اس وقت کی ٹھنڈک نے انہیں نڈھال کر دیا ہے لیکن جیسا کہ خود میری کیفیت تھی اور جس کے بارے میں، میں اندازہ کر سکتا ہوں وہ بھی میری طرح اس مایوسی کا شکار ہوں گے کہ اب انہیں شبالا کے سامنے پیش ہو کر موت کی سزا بھگتنی ہو گی۔ تو شبالا کو نہیں جانتا سیوتا۔ وہ زررروؤں کے ہاتھوں میں کھیلنے والا شخص ہے اور وہ وہی کچھ کرے گا جو زررروچاہیں گے جبکہ ہم نے ان کے دوست اور مددگار تارس کو قتل کیا ہے چنانچہ یہ لوگ بھی اسی مایوسی کا شکار ہوں گے۔ اگر تو اجازت دے تو میں انہیں اس مایوسی سے نکال لوں۔'' بشک نے پوچھا۔

''مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے بشک، لیکن ہم اپنے کام انتہائی ہوشیاری سے کرنا چاہتے ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ ہم لوگوں کے پر رونق چہرے دیکھ کر جہاز والوں کو کوئی شبہ ہو اور وہ ہم پر اپنی نگرانی کڑی کر دیں۔ چنانچہ بہتر یہی ہو گا کہ رات گزرنے دو اور جب رات کا آخری پہر بھی گزر جائے تو تم ان لوگوں کو سب کچھ بتا دینا۔ تب تک انہیں سختیاں جھیلنے دو۔''

''جو تیرا حکم سیوتا۔ میں وہی کروں گا جو تو نے کہا ہے۔'' بشک نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

رات کا آخری پہر بھی گزر چکا تھا۔ ان لوگوں کی ذلیل فطرت ہمارے سامنے تھی۔ انہوں نے دن بھر ہمیں بھوکا پیاسا رکھا تھا اور رات کو بھی ہمارے لئے کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا چنانچہ ان لوگوں کے چہرے بھی بھوک سے نڈھال تھے۔ ثمانہ بھی نڈھال ہو چکی تھی۔ میں اگر چاہتا تو ان میں سے کسی بھی آدمی کا خون تک نچوڑ کر ثمانہ کے حوالے کر سکتا تھا، اس کا گوشت ثمانہ کو کھانے کے لئے دے سکتا تھا لیکن صرف حالات کی نزاکت، جس کا مجھے پورا پورا احساس تھا اور یہی بات میں نے ثمانہ سے کی۔

''میں محسوس کر رہا ہوں شانہ کہ تم نڈھال ہوتی جا رہی ہو۔''

''دیکھو سیوتا یہ فطری امر ہے۔ مجھے کھانے پینے کو کچھ نہیں ملا ہے اس لئے مجھے نڈھال تو ہونا ہی چاہئے ورنہ تم یقین کرو میں ذہنی طور پر بالکل مطمئن اور پرسکون ہوں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے، تم اگر مجھے نڈھال دیکھ رہے ہو تو یہ صرف بیرونی اثرات ہیں البتہ اس سے قطع نظر میں بالکل پرسکون ہوں۔ ہم جو کچھ کرنے جا رہے ہیں وہ انتہائی کارآمد بات ہے۔''

''اوہ شانہ، درحقیقت تم اپنی جگہ بہت بلند فطرت کی مالک ہو۔'' میں نے شانہ سے کہا۔

''بس بس سیوتا۔ رہنے دو ان باتوں کو، جو کچھ بھی ہوں تیری غلام ہوں اور مجھے اس بات پر فخر ہے کہ میں تیری پسندیدہ شخصیت ہوں۔''

''ہاں شانہ، تم واقعی میری پسندیدہ شخصیت ہو۔'' میں نے جواب دیا اور شانہ مسکرانے لگی۔ ہم نے محسوس کیا تھا کہ ہمیں گرفتار کر کے لانے والے کافی حد تک اب ہم سے لاپرواہ ہو چکے ہیں۔ یوں بھی خالی ایک ہی جہاز کی بات کی جاتی تو ان کی تعداد پچاس تھی اور ہم پانچ چھ آدمیوں کے لئے وہ سب بہت کافی تھے اور ہم کوئی حرکت کرنے کی کوشش کرتے بھی تو اس کا نتیجہ ان کے خیال میں موت کے علاوہ کچھ نہ تھا۔

سمندر میں کودنے کی کوشش کی جاتی تو جہاز اتنی دور تک نکل آیا تھا کہ زندہ ساحل تک پہنچنا ناممکنات میں شامل تھا اور اگر کوئی اور حرکت کی جاتی تو یہ سب ہمیں بہ آسانی قتل کر سکتے تھے۔ کم از کم ان کے ذہنوں میں یہی خیال ہوگا اور اسی لئے وہ ہماری طرف سے مطمئن ہو گئے تھے اور ان کا یہ اطمینان ہمارے لئے بہرحال فائدہ بخش تھا۔

میں نے کچھ لوگوں کو نیند میں جھولتے دیکھا البتہ بشک بالکل ہوشیار تھا اور میری ساتھی شانہ بھی اس طرح چاق و چوبند نظر آ رہی تھی جیسے رات گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کے بدن کی توانائی بھی بڑھتی چلی جا رہی ہو۔

میں خوش اور مطمئن تھا۔ ہم میں سے کوئی سونا بھی نہیں چاہتا تھا کیونکہ سونے سے بہت سے نقصانات ہو سکتے تھے۔ حالانکہ میں نے شانہ اور بشک کو یہ پیش کش بھی کی کہ اگر وہ چاہیں تو سو سکتے ہیں۔ میں یہ ذمہ داری لیتا ہوں کہ انہیں مقررہ وقت پر جگا دوں گا۔

لیکن انہوں نے اس بات سے انکار کر دیا اور شانہ نے کہا تھا۔

''نہیں سیوتا۔ صورت حال اتنی نازک ہے کہ ہم سے کسی کو غافل نہیں ہونا چاہئے۔ جس طرح ہم نے ایک دن تکلیف کا گزارا ہے، ایک رات بھی پریشانیوں میں گزار سکتے ہیں۔ یہ رات ہمیں فائدہ ہی فائدہ دے گی۔''

''ہاں، یہ درست ہے۔'' میں نے جواب دیا اور بشک مسکرا پڑا۔ پروفیسر زندگی کی امید نے اس کے چہرے کو روشنی کی چمک بخش دی تھی۔ اب وہ کافی حد تک مطمئن اور پرسکون نظر آ رہا تھا۔ میں نے شانہ کی طرف دیکھا اور اچانک شانہ میرے کان کی طرف جھک آئی۔

اس نے میرے کان میں آہستہ سے کہا تھا۔ ''یہ کم بخت بشک سوتا بھی نہیں ہے۔'' وہ اپنے چہرے کو مذاق سے بگاڑتی ہوئی بولی۔

''کیوں شانہ؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''بس میں چاہتی ہوں یہ سو جائے۔''

''کیوں سو جائے؟ تم بھی تو جاگ رہی ہو۔'' میں نے پھر مسکرا کر کہا۔

''اوہ سبوتا۔ دراصل دن بھر کی تھکن، تکلیف و مشقت دور کرنے کا ایک بہترین طریقہ تھا کہ تمہارے سینے پر سر رکھ کر لیٹ جاتی لیکن اس کے سامنے یہ سب کچھ ممکن نہیں ہے۔'' شانہ نے کہا۔ اس کی آنکھیں جھک رہی تھیں۔

''کیوں شانہ؟''

''بس میں اس کے سامنے یہ سب کچھ نہیں کر سکتی۔'' اور میں عورت کی فطری شرم پر غور کرنے لگا۔

اور پروفیسر مسکرا پڑا۔ عورت دور جدید کی ہو یا دور قدیم کی، لاجونتی کے پودے کی شرم دونوں کو ودیعت کی گئی۔ عورت کی حیا... اور پروفیسر کافی دیر میں اس بات پر غور کرتا رہا۔

بہر حال وقت گزرتا رہا۔ بشک بھی جاگتا رہا اور شانہ بھی۔ شانہ البتہ میری گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی تھی البتہ وہ جاگ ضرور رہی تھی۔

میری خواہش تھی کہ وہ سو جائے اور میں اپنے دوست ستاروں سے کچھ گفتگو کروں جو میرے سر پر چمک رہے تھے لیکن شانہ جاگ رہی تھی اور مجھے موقع نہ مل سکا۔ بہت عرصے کے بعد اس طرح سے کھلا آسمان نصیب ہوا تھا اس لئے میری نگاہیں کبھی کبھی ستاروں میں کچھ تلاش کرنے لگی تھیں لیکن جو کچھ میں چاہتا تھا اس کا موقع مجھے نہ مل سکا لیکن بہر حال مجھے کوئی افسوس بھی نہیں تھا۔

رات آہستہ آہستہ بیتتی رہی، پہلا پہر، دوسرا پہر اور پھر تیسرا پہر بھی گزر گیا اور ہمارے کام کا وقت آ گیا۔

رات مقررہ پر میں نے اپنے ہاتھوں میں بندھی رسیوں کو دیکھا اور جہاز پر موجود لوگوں کو، جہاز کا تمام عملہ سو رہا تھا۔ مجھے ایسا کوئی بھی شخص نظر نہیں آیا جو جاگ رہا ہوتا۔ ہاں صرف وہ، جو جہاز کو چلانے کے ذمہ دار تھے لیکن وہ بھی اونگھ رہے تھے اور ہوا اپنا کام کر رہی تھی۔ گویا اس وقت جہاز صرف ہواؤں کے رحم و کرم پر تھا۔

چنانچہ میں نے چاروں طرف سے مطمئن ہونے کے بعد اپنے ہاتھوں میں بندھی ہوئی موٹی رسیوں کو ہلکا سا جھٹکا دیا اور رسیوں کی تڑاخ کافی اونچی تھی۔ شانہ نے میری طرف دیکھا اور پھر ٹوٹتی ہوئی رسیوں کو۔ وہ حیران رہ گئی تھی۔ اس کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے عجیب سے تاثرات پیدا ہوئے لیکن دوسرے لمحے اس نے جھک کر میری دونوں کلائیوں کو چوم لیا۔

''میں جانتی ہوں سبوتا کہ یہ کام تمہارے لئے مشکل نہ ہوگا لیکن بشک ضرور حیران ہوگا۔'' اس نے سرگوشی کی۔

اور میں اس کی کلائیوں کی طرف متوجہ ہو گیا۔ تب میں نے شانہ کے نازک ہاتھوں کو ان رسیوں سے آزاد کر دیا۔

میرا تیسرا عمل بشک کے ساتھ تھا۔ بشک نے میرے کھلے ہاتھ دیکھے تو حیران رہ گیا۔ اس وقت شاید اسے بھی جھونک آ گئی تھی۔

''ارے سبوتا۔ تو... تو...... ترے...... تیرے ہاتھوں کی رسیاں......'' وہ ہکلاتی ہوئی زبان بول رہا تھا۔

''ہاں بشک۔ میں نے کہا تھا نا آزادی کا وقت آ گیا۔'' میں نے کہا اور بشک نے اپنے دونوں ہاتھ میرے سامنے کر دیئے۔

بشک کے ہاتھوں کی رسیاں کھولنا کون سا مشکل کام تھا پھر بشک نے اپنے چاروں ساتھیوں کی رسیاں پھرتی سے کھولنا شروع کر دیں۔

بشک نے انہیں جگایا، جھنجھوڑا اور انہیں خاموش رہنے کی تلقین کی۔ چاروں حیرانی سے اسے دیکھنے لگے۔

''تم کیا سمجھتے ہو، ہمارے ساتھ سبوتا ہے۔ ہم جہاز پر قید نہیں رہ سکتے بلکہ ہم ایک منصوبے کے تحت جہاز پر آئے ہیں۔'' بشک نے ان کی حیرانی کو مدنگاہ رکھتے ہوئے کہا۔

''ہم نہیں سمجھے جناب؟''

''ٹھہرو پہلے میں تمہیں آزاد کردوں، اس کے بعد باقی باتیں سمجھاؤں گا۔'' بشک نے کہا۔

بشک ان کی رسیاں کھولنے لگا۔ میں بھی ان کی مدد کر رہا تھا۔ ثمانہ بھی۔ چند ساعت کے بعد ہم سب آزاد تھے۔

بشک کے ساتھی اپنی کلائیاں مسلنے لگے تھے، تب بشک نے میری طرف رخ کر کے کہا۔

''اب کیا ارادہ ہے سبوتا؟''

''تم لوگ اگر چاہو تو اسی طرح یہاں بیٹھے رہو جیسے بندھے بیٹھے تھے۔ میں تم لوگوں کے لئے اسلحہ لے کر آتا ہوں۔''

''اوہ سبوتا۔ ہم لوگ بھی کیوں نہ ساتھ چلیں؟''

''اس کی ضرورت نہیں ہے بشک۔ میں نہیں چاہتا کہ انہیں کسی قسم کی ہلچل کا اندازہ ہو اور وہ وقت سے پہلے جاگ جائیں۔ میں پہلی ہی کوشش میں ان میں سے بہت سے لوگوں کو ہلاک کر دینا چاہتا ہوں اور اس کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے پاس ہتھیار انتہائی خاموشی سے پہنچ جائیں۔'' میں نے کہا۔

''جو تیرا حکم سبوتا...... لیکن......''

''کچھ نہیں بشک۔ بس تم آرام سے بیٹھو۔'' میں نے کہا اور اپنی جگہ سے آگے بڑھ گیا۔

ثمانہ خاموشی سے مجھے جاتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھیں اس وقت بھی محبت سے بھرپور تھیں۔ بہرحال اس وقت سارے خیالات کو ذہن سے جھٹک کر میں اپنے اگلے اقدام کے بارے میں غور کرنے لگا۔

میں دن کی روشنی میں دیکھ چکا تھا کہ اسلحہ خانہ کس جگہ ہے اور اس کے داخلے کا راستہ کس طرف ہے۔ بہرحال میں خاموشی سے وہاں پہنچ گیا۔ اسلحہ خانے کے دروازے پر مجھے ایک آدمی سوتا ہوا ملا تھا اور پھر شاید اسے حسرت ہی رہ گئی کہ وہ جاگ سکتا۔ میرے آہنی ہاتھوں کے شکنجے نے اس کی گردن دبا دی تھی۔ اس کی آنکھیں ابل پڑی تھیں اور زبان باہر نکل آئی تھی۔ اس نے ہاتھ پاؤں ہلانے کی کوشش کی تھی لیکن بے سود۔

ظاہر ہے میرے ہاتھوں موت اس کا مقدر بن چکی تھی۔

اس آدمی کو مارنے کے بعد میں نے اسلحہ خانے کا دروازہ کھولا اور اطمینان سے اندر داخل ہو گیا۔

بڑی بڑی عمدہ چیزیں موجود تھیں۔ میری پسند کا کھانڈا ابھی موجود تھا۔ خاصا وزنی تھا۔ ویسے کھانڈے عام طور پر وزنی ہی ہوا کرتے ہیں، وہ میرے معیار کا تو نہیں تھا لیکن اتنا ضرور تھا کہ وقتِ ضرورت کام آ سکتا تھا۔

چنانچہ میں نے دو کھانڈوں کا انتخاب کیا، باقی لوگوں کے لئے تلواریں اور ڈھالیں لے لیں۔ شمانہ کے لئے ایک نیزہ بھی لے لیا اور ایک خنجر بھی۔ شمانہ خنجر کا استعمال بہت اچھی طرح جانتی تھی اور اس کے بعد میں یہ تمام چیزیں لے کر نہایت خاموشی سے پلٹ پڑا۔

میں نے اپنے ساتھیوں کے قریب پہنچ کر یہ چیزیں ان میں تقسیم کر دیں اور ہم نے آخری بار ان جہازوں کی جانب دیکھا جو ہمارے جہاز کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے لیکن ان کا فاصلہ کم از کم اتنا ضرور تھا کہ ایک جہاز سے دوسرے جہاز کو بہ آسانی نہیں دیکھا جا سکتا تھا۔ ظاہر ہے یہ فاصلہ لازمی تھا کیونکہ اگر جہاز قریب قریب چلتے تو ہواؤں کا رخ انہیں آپس میں ٹکرا بھی سکتا تھا، ان جہازوں کی طرف سے ویسے بھی مجھے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

صرف بادبانوں کا رخ موڑنا اور اس کے بعد چپو چلانا۔۔۔ یہ ہمیں کرنا تھا اور اس کے بعد ہم سکائی کے ساحل پر ہوتے۔

بہرصورت اب سب سے اہم مرحلہ شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ ہم نے تلواریں اٹھا لیں۔ میں نے اپنے دونوں کھانڈے اپنے ہاتھوں میں لئے، شمانہ نے خنجر اور نیزہ سنبھال لیا۔

سات افراد کا یہ گروہ انسانوں کی تلاش میں چل پڑا۔ وہ انسان جو سوئے ہوئے تھے۔

ہم نے سب سے پہلے حملے میں ان پانچ افراد کو ہلاک کر دیا جو سب سے پہلے ہمارے سامنے آئے تھے۔ ان کی چیخیں بلند ہوئی تھیں لیکن اس سے کوئی فرد نہیں جاگا تھا۔ اور ہم وہاں سے آگے بڑھ گئے، طے یہ کیا گیا تھا کہ ایک ہی جگہ میں رہیں گے اور مل کر لڑیں گے کیونکہ ہماری تعداد کم ہے۔ اس طرح اگر ہم منتشر ہو گئے تو ہمیں بہت سے آدمی مل کر مار سکتے ہیں۔

دس یا بارہ افراد کو ہم نے قتل کیا تھا کہ جہاز پر ہماری کوششوں کی خبر ہو گئی اور سوئے ہوئے لوگ وحشت زدہ انداز میں ہڑبڑا کر اٹھ گئے۔

انہوں نے اپنے اسلحہ خانہ کی طرف رخ کیا لیکن ہم نے ایسا راستہ روک رکھا تھا کہ کوئی بھی اسلحہ خانے میں داخل نہ ہو سکتا تھا۔

بہرصورت اسلحہ خانے میں سارا اسلحہ رکھ دینا ان لوگوں کی حماقت تھی، جس سے انہوں نے نقصان اٹھایا۔

ہم لوگ بھی مسلح تھے اور چاق و چوبند بھی۔ ہمارے برعکس وہ لوگ نیند میں ڈوبے ہوئے تھے جس کی وجہ سے ان کے حواس کام نہیں کر رہے تھے اور نہتے بھی۔

چنانچہ نہتے افراد خواہ کتنے بھی ہوتے، جب ہم سب لوگ اس طرح سے ان کے سامنے تھے تو ان کی ایک نہ چلتی۔ سو ہم لوگ انہیں تلاش کر کر کے قتل کرنے لگے۔ وہ پورے جہاز میں بھاگ رہے تھے اور اپنی جانیں بچانے کی فکر میں تھے۔ جس کے ہاتھ میں جو چیز لگی تھی وہ اسے لے کر جنگ کر رہا تھا۔ ہاں میرا کھانڈا اپنی تباہ کاری دکھا رہا تھا۔ میرے دونوں ہاتھ چل رہے تھے اور جس طرف بھی میرے ہاتھ اٹھ جاتے وہاں کٹے ہوئے جسموں کے سوا کچھ نہ رہتا۔ جہاز پر پچاس آدمی تھے جنہیں قتل کرنے میں ہمیں زیادہ دیر نہ لگی۔

ہم نے جہاز کے عملے کے ایک ایک فرد کو چن چن کر قتل کر دیا تھا سوائے ان چند افراد کے جنہوں نے سمندر میں کود کر جان دینے کی کوشش کی تھی۔ غالباً ان کا خیال یہ ہوگا کہ اگر زندگی ہے تو کسی جہاز پر پہنچ جائیں گے ورنہ موت تو ان کا مقدر بن ہی چکی تھی۔

اس طرح ہم نے جہاز ان لوگوں سے پاک کرا لیا جو شکایا کے زر خرید تھے۔ شبالا کے دل پسند دوست۔

ہمارا منصوبہ اس قدر کامیاب رہا تھا کہ نیند اور بھوک سے بے حال لوگوں کے بدن بھی فولاد بن گئے تھے۔ ہمارے ساتھی بے حد خوش تھے اور پھر ہم نے انتہائی کوشش کر کے جہاز کے بادبانوں کو پلٹ ڈالا۔

بادبانوں نے رخ بدلا تو چند ساعت کے بعد ہمارا جہاز پیچھے کی سمت واپس لوٹنے لگا۔ جب کہ دوسرے تمام جہاز تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہے تھے۔ غالباً ان کے ملاح بھی سو رہے تھے اور صرف ہوائیں اپنا کام کر رہی تھیں۔

غالباً اسی لئے کسی کو اندازہ نہیں ہوسکا کہ ان کے بیڑے میں ایک جہاز کتنا پیچھے رہ گیا ہے۔ نہ صرف پیچھے رہ گیا ہے بلکہ پیچھے کی سمت واپس جا رہا ہے اور ہمارا جہاز برق رفتاری سے سکائی کے ساحل کی جانب سفر کرنے لگا۔

خوشی کا یہ سفر بڑا صبر آزما تھا۔ ہم جلد از جلد سکائی کے ساحل پر پہنچ جانا چاہتے تھے اور ہماری یہ دلی خواہش تھی کہ جہاز کی رفتار تیز سے تیز تر ہو جائے چنانچہ چند افراد نے چپو چلانے کی کوشش بھی کی تھی لیکن تیز ہوائیں سکائی کے ساحل پر رواں دواں تھی جس کی وجہ سے چپو چلانا بیکار ثابت ہو رہا تھا۔ ظاہر ہے جہاز کی رفتار اس سے زیادہ نہیں بڑھ سکتی تھی چنانچہ میں نے ان لوگوں کو منع کر دیا جو چپو چلانے کی انتہائی کوششیں کر رہے تھے۔ ظاہر ہے چار افراد کی بساط ہی کیا تھی ورنہ اتنے بڑے جہاز میں چند افراد کا چپو چلانا حماقت کے سوا ہو ہی کیا سکتا تھا۔

بہرصورت انہوں نے میرے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے چپو چلانا بند کر دیا تھا اور ہم سب سمندر کے ایک حصے کی طرف دیکھنے لگے۔ جہاں دور جاتے ہوئے جہاز ہم سے اتنی دور نکل چکے تھے کہ اب ان بادبانوں کی سفیدی بھی ہمیں نظر آ رہی تھی۔ ظاہر ہے ان لوگوں کو ابھی تک ہماری واپسی کی خبر نہیں ہوئی تھی۔ خبر ہو جاتی تو ان میں تہلکہ مچ جاتا..... لیکن اس وقت تک ہم سکائی کے ساحل پر پہنچ چکے ہوتے۔

اور کچھ خوش قسمتی بھی تھی اور ہواؤں کا تعاون بھی کہ جو سفر ہم نے طویل عرصے میں کیا تھا۔ وہ ہم نے صرف اس وقت اس حصے میں طے کر لیا جسے اس وقت کا آدھا وقت کہا جا سکتا ہے۔

یعنی جب سورج سروں سے بلند ہو کر آسمان کے درمیان پہنچا اور پھر وہاں سے اس نے ڈھلان کی طرف کا رخ کیا تو ہمیں دور سے سکائی کا ساحل نظر آنے لگا اور پھر جب سورج بادلوں میں غروب ہونے لگا تو ہم سکائی کے ساحل پر پہنچ چکے تھے۔

سکائی کا ساحل بے شمار افراد سے بھرا ہوا تھا۔ وہ ہمارے استقبال کے لئے تیار تھے۔ وہ سب خوشی سے ہاتھ ہلا رہے تھے۔ غالباً حکیم ہاکو نے انہیں پوری طرح اس بات سے آگاہ کر دیا تھا کہ ہم کیا کرنے والے ہیں۔

سکائی کے نوجوان جوش و خروش سے ساحل پر امنڈے چلے آ رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں ہتھیار بھی تھے اور وہ بہت زیادہ خوش نظر آ رہے تھے۔ ہاں میں ان کے بارے میں سوچ رہا تھا جو سکائی کے انتہائی سرے پر آباد تھے اور ہمارے دشمن کہلاتے تھے۔

ہم کامیاب و کامران واپس سکائی کے ساحل کی طرف بڑھ چکے تھے اور وہاں کے لوگوں کا جوش دیکھ رہے تھے۔

حکیم ہاکو اور دوسرے چند لوگ بھی کنارے پر موجود تھے اور نمایاں نظر آ رہے تھے۔ بالآخر ہمارا جہاز ساحل سے لگ گیا اور ہم چھوٹی کشتیوں سے گہرے پانی میں سے ساحل کی طرف جانے لگے۔

استقبال کرنے والے ہماری طرف دوڑ پڑے تھے اور پھر ہماری کشتی کو ساحل پر کھینچ لیا گیا۔ لوگوں نے ہمیں اٹھا کر کاندھوں پر بٹھالیا۔ خود میرے ساتھ بھی یہی کیا گیا۔ غالباً حکیم ہاکو سکائی کے نوجوانوں کو میرے بارے میں کچھ نہ کچھ بتا چکا تھا اور انہیں بھی پتہ چل گیا تھا کہ ان کا مددگار ان کی خاطر کیا کر رہا ہے اور یہ سب کچھ اسی نے کیا تھا۔

مجھے حکیم ہاکو سے بھی نہ ملنے دیا گیا۔ لوگوں نے مجھے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا۔ وہ لوگ خوشی سے ناچ رہے تھے اور بہر حال یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی جسے میں اچھا نہ سمجھتا۔ میں بھی ان کے درمیان اسی طرح خوش نظر آ رہا تھا جیسے یہ سب میرے ساتھی ہوں۔ اور یہ حقیقت بھی تھی۔ میں جس طرح ان لوگوں کے لئے کام کر رہا تھا میرا خیال ہے سیکائی کا کوئی اور شخص بھی ان کے لئے اس طرح کام نہیں کر سکتا تھا۔

بمشکل تمام مجھے، شانہ، بشک اور بشک کے ساتھوں کو ان لوگوں سے رہائی ملی۔ حکیم ہاکو نے ان سے درخواست کی تھی کہ جوش و خروش کا یہ مظاہرہ ختم کر دیا جائے اور چند لمحات کے بعد انہیں ایک خطرناک جنگ سے دوچار ہونا پڑے گا۔

ساحل پر موجود لوگ جوش و خروش سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ سب جنگ کرنے کے لئے مکمل طور پر تیار تھے۔ کسی کے چہرے پر جنگ کا خوف نظر نہیں آ رہا تھا۔ تب حکیم ہاکو میری طرف بڑھ آیا۔ اس نے مجھے اپنے ساتھ چمٹا لیا تھا۔

''سبوتا! ہم سب تیرے احسان مند ہیں۔ تو عظیم ہے، تو ہمیں پریشانیوں سے نجات دلاتا ہے۔ تو ہم لوگوں کا نجات دہندہ ہے۔ سبوتا۔ آہ عظیم سبوتا۔ تیری جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔'' حکیم ہاکو نے کہا۔

بہر حال چند لمحات کے بعد مجھے فوما کے پاس لے جایا گیا۔ فوما میری کامیابی سے بے پناہ خوش تھا۔ اس نے مجھے گلے لگاتے ہوئے کہا تھا۔

''سبوتا۔ ہم تو اب اس قابل بھی نہیں رہے کہ تیری ان عنایتوں کا شکریہ ادا کریں۔''

''یہی بہتر بھی ہے فوما۔ تم کچھ نہ کہو، صرف کامیابیاں حاصل کرتے رہو۔ میں اسی میں خوش ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو عظیم ہے، بے حد عظیم۔ بہت ہی مہربان۔'' فوما نے گردن جھکاتے ہوئے کہا اور پھر حکیم ہاکو کی طرف دیکھ کر بولا۔

''حکیم ہاکو، مجھے بتاؤ، کیا یہ ہمارے لئے آسمان کی برکت نہیں ہے؟''

''یقیناً فوما، یقیناً۔ میں تو اس شخص کی ذہانت پر حیران ہوں۔'' حکیم ہاکو نے کہا۔ وہ بھی مجھے عقیدت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''دوستو۔ میری ذہانت کی تعریفیں بعد میں کر لینا، پہلے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر تو غور کر لو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور شانہ بھی مسکرانے لگی۔

''کہو سبوتا۔ جلدی کہہ، ہم تیری ہدایت کے منتظر ہیں۔''

''مجھے چند باتیں بتاؤ؟''

''پوچھو سبوتا۔'' فوما نے مسکرا کر کہا۔

''کیا تجھے سکائی والوں پر ظاہر کر دیا گیا ہے؟''

''ہاں۔ ظاہر ہے سکائی کے لوگوں کو یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ فوما زندہ ہے۔'' حکیم ہاکو نے کہا۔

''بڑا جوش وخروش ہے ان لوگوں میں۔'' شاتنہ نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ یقیناً ہونا بھی چاہیے۔''

''بہرصورت اب کیا ارادے ہیں؟''

''اوہ سبوتا۔ تو نے ایک کامیاب مہم سرانجام دی ہے اور میں نے اس مہم کے بارے میں فوما کو بتایا تو وہ دنگ رہ گیا۔''

''ہاں سبوتا۔ میں تیری عقلمندی پر حیران رہ گیا تھا۔ بلاشبہ اس سے بہتر کوئی ترکیب نہیں ہو سکتی تھی۔ جو کچھ تو نے کیا اس پر کوئی دوسرا عمل بھی تو نہیں کر سکتا تھا۔''

''شکریہ فوما۔ میں نے جو کچھ کیا تیری ہمدردی اور محبت میں کیا ہے۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''بہرصورت سبوتا، ہم صرف اس بات کے خواہش مند ہیں کہ تو ہماری رہنمائی کر۔ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی بھی کام تیری مرضی کے خلاف کیا جائے۔ تو ہمیں ہدایت دے کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے۔''

''ہوں۔'' میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''تو معزز فوما اور اس کے وفادارو! بہت تھوڑا سا وقت رہ گیا ہے۔ فوما کو اس کی حیثیت واپس ملنے والی ہے۔ چنانچہ اس کی ابتداء کے لئے سکائی کو منتخب کیا گیا ہے۔ ہاں، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم سکائی پر مکمل طور پر قبضہ کر لیں۔ سکائی ہمارے لئے بہترین ثابت ہوگا کیونکہ جنگ کرنے کے لئے بھی ضروری ہے کہ ہمارے پاس کوئی مخصوص جگہ ہو۔'' میں نے کہا۔

''بے شک ہم سب اس بات پر متفق ہیں۔'' فوما نے جواب دیا۔

''تب پھر سکائی کے آزمودہ کار نوجوانوں کو اور ان تجربہ کار لوگوں کو جہازوں پر پہنچا دیا جائے جو سمندری جنگ کے ماہر ہیں۔ ان کی رہنمائی بشک اور کچھ دوسرے لوگ کریں گے۔ بشک کو بیڑے کا سردار بنایا جائے گا۔''

''بہتر سبوتا۔'' حکیم ہاکو نے جواب دیا اور میں بشک کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''بشک۔ تم ان لوگوں سے بحری جنگ کرو گے۔ جہازوں پر تمام تیاریاں مکمل کرا دو۔ حکیم ہاکو، یہ کام چند گھنٹوں کے اندر اندر مکمل ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ جب دن کی روشنی میں ان لوگوں کو معلوم ہوا ہوگا کہ وہ جہاز ان لوگوں کو جو شالا کے قیدی تھے، لے کر جا رہا تھا، واپس سکائی جا چکا ہے تو وہ آندھی اور طوفان کی طرح پلٹیں گے اور ان کے چہرے جوش اور غصے سے سرخ ہوں گے۔ ان کے جذبات برانگیختہ ہوں گے اور وہ یہاں آتے ہی حملہ کر دیں گے۔ چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ تم لوگ انہیں ساحل سے دور سمندر ہی میں روکو تاکہ وہ سکائی کی زمین پر قدم نہ رکھ سکیں۔''

''نہایت مناسب، سبوتا، اس کے علاوہ اور کیا حکم ہے؟''

''سکائی کے جوانوں کا ایک بہت بڑا گروہ خشکی کے راستے سے، میرا مطلب ہے اپنی سمت سے ان لوگوں کی طرف روانہ کر دیا جائے جو سکائی کے دوسرے حصے پر آباد ہیں۔''

''تمہارا مقصد زرزرووں سے ہے سبوتا؟'' فوما نے پوچھا۔

''ہاں فوما۔ میرا مقصد زرزرووں سے ہی ہے۔ یہ گروہ صرف انتظار کرے اور اس وقت حملہ کرے جب ہم جہازوں کو مکمل طور پر مفلوج کر دیں۔'' میں نے کہا۔

''بہت خوب۔'' فوما نے کہا۔

''جہازوں کو مفلوج کرنے کے بعد ہم سمندر کی جانب سے زرزرووں کی بستی کی طرف بڑھیں گے اور اس طرح ہمارا حملہ دوطرفہ ہو جائے گا۔ تب ہم نہایت آسانی سے انہیں ختم کر سکیں گے۔''

''بہت ہی مناسب سبوتا۔ ہم کہتے تھے نا تیری واپسی پر جو کچھ تو مناسب سمجھے گا کرے گا ہم میں سے کوئی بھی تیرے برابر جنگی مہارت نہیں رکھتا۔ یوں لگتا ہے جیسے تو نے ساری زندگی ایسی جنگوں میں گزاری ہو۔ بلاشبہ تیری مدد ہمارے لئے، ہماری قوم کے لئے بہت ہی حیرت انگیز ہے۔'' فوما نے جواب دیا۔

اور پھر وہ لوگ، سکائی بستی کے ہونے والے حکمران، میری ہدایت پر عمل کرنے لگے۔ مجھے ثمانہ، بشک اور دوسرے لوگوں کو آرام کرنے کا مشورہ دیا گیا۔ میری تو خیر کوئی بات نہیں تھی لیکن میں چاہتا تھا کہ وہ لوگ جو دن بھر اور رات بھر کی تھکن میں مبتلا رہے ہیں، انہوں نے جو کٹھن وقت گزارا ہے انہیں بہتر سہولیات فراہم ہوں۔ چنانچہ میں نے یہ تجویز قبول کر لی اور ہم سب آرام کرنے کے لئے چل پڑے۔

دوسری جانب حکیم ہاکو اور دوسرے، بہت سارے لوگ سکائی کے نوجوانوں کو اس مرحلے سے نمٹنے کے لئے تیار کرنے لگے اور رات ہونے سے پہلے بہت سارے انتظامات مکمل کر لئے گئے تھے۔ ہمارا خیال تھا کہ شاید رات ہی کے کسی حصے میں شکایا کے جہاز یہاں تک واپس پہنچ جائیں گے چنانچہ لکڑی کے بلند مینار پر بھی لوگوں کو تعینات کر دیا گیا تھا تاکہ وہ سمندر پر دور دور تک نگاہ رکھیں۔

دوسری جانب جہازوں کی تمام تر کارروائی مکمل ہو چکی تھی۔ بھاری پتھر پھینکنے والی مشینیں نصب کر دی گئی تھیں اور دوسرے بڑے ہتھیار، جن سے جہازوں پر حملہ کیا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے کچھ اور ہدایات بھی جاری کیں جو حکیم ہاکو نے سکائی کے نوجوانوں تک پہنچا دی تھیں اور وہ ان پر عمل کر رہے تھے۔

رات کو میں اور ثمانہ حسب معمول یک جا تھے۔ ثمانہ بے حد اچھے موڈ میں تھی اور بے پناہ خوش نظر آ رہی تھی۔ دن بھر وہ خوب سوئی تھی۔ کھانا پینا بھی کافی ہو چکا تھا اس لئے وہ کافی بشاش محسوس ہو رہی تھی۔

مجھے اپنے پاس پا کر وہ مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

''سبوتا۔ جب یہ لوگ تمہاری تعریفیں کرتے ہیں تو میرا سینہ خوشی اور مسرت سے پھول جاتا ہے۔''

''او ثمانہ، ہاں میں نے محسوس کیا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ثمانہ میری شرارت سمجھ کر مسکرا دی۔

''سبوتا۔ تم بہت ہی عجیب ہو، بہت ہی انوکھے، مجھے تم سے بے پناہ پیار ہو گیا ہے۔ اتنا کہ بس میں تمہیں اس کے بارے میں نہیں بتا سکتی،

لامحدود۔'' وہ پرجذبات انداز میں بولی۔

''ہاں ثمانہ۔ مجھے یقین ہے۔'' میں نے اس کے ہونٹوں کو چومتے ہوئے کہا۔

''اوہ سبوتا۔ تم عجیب بھی تو کتنے ہو۔ کتنے انوکھے ہو۔'' وہ پھر بولی۔

''ہاں ثمانہ، درست ہے لیکن یہ بات تم کتنی بار کہہ چکی ہو۔''

''دل نہیں بھرتا سبوتا۔ بس تمہاری تعریفیں کرنے کو دل چاہتا ہے۔'' اس نے میری پیشانی چومتے ہوئے کہا۔

''اچھا اچھا بس۔ میری زیادہ تعریفیں مت کرو ورنہ میں بہت زیادہ خوش ہو کر تم پر حملہ کر دوں گا۔'' میں نے پھر شرارت بھرے لہجے میں کہا اور ثمانہ کھسیا گئی لیکن اس کے باوجود وہ خاموش نہیں ہوئی تھی۔

''میری دلی خواہش ہے سبوتا کہ تم ہمیشہ بہت زیادہ خوش رہو۔ میری زندگی کا مقصد اب تمہاری خوشی کے سوا کچھ نہیں۔''

''بہت خوب ثمانہ۔ تم تو بڑی خوبصورت باتیں کرنا سیکھ گئی ہو۔''

''ہاں سبوتا۔ یہ سب تیرے قرب کا نتیجہ ہے ورنہ اس سے پہلے میں جس قدر خشک تھی، اس کے بارے میں بھی تم اچھی طرح جانتے ہو۔''

''نہ صرف خشک بلکہ خونخوار بھی۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا اور ثمانہ شرما کر میرے سینے پر سر رکھ کر لیٹ گئی۔

رات آہستہ آہستہ گزر رہی تھی۔ میں اور ثمانہ ودیعت کی گئی آسمانی لذتوں سے لطف اٹھا رہے تھے۔ یہ لڑکی میرے جذبات کی بھرپور ساتھی تھی۔ بہترین معاون، شاید میری زندگی میں آنے والی چند خوبصورت ترین لڑکیوں میں سے ایک ساتھی...... اور پروفیسر، بس جب بھی میں اس کے پاس ہوتا تھا یہ مجھے ہمیشہ نئی محسوس ہوتی تھی۔ اس کی خوبصورتی ہمیشہ انوکھی ہوتی تھی۔ بہرحال اس وقت بھی رات کافی گزر چکی تھی جب میں نے ثمانہ سے کہا۔

''سو جاؤ ثمانہ۔ رات کافی گزر چکی ہے۔'' میں نے اس سے کہا اور وہ اپنا سر میرے بازو پر رکھے رکھے آرام سے سو گئی۔

رات کا تقریباً آخری پہر تھا لیکن سیکائی کے نوجوانوں کے جوش و خروش کی آوازیں ابھی تک میرے کانوں میں پہنچ رہی تھیں۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سکائی میں کوئی بہت بڑا جشن منایا جا رہا ہو۔

نوجوان طبقہ جوش و خروش سے کام کر رہا تھا اور وہ بڑی تندہی سے کاموں میں مصروف تھے۔ ثمانہ بھی تقریباً نیند لے کر اٹھ چکی تھی۔ جب میں نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا اور بولا۔

''تم سو کر اٹھ گئیں ثمانہ؟''

''ہاں سبوتا۔''

''سکائی کے نوجوان تو جشن منا رہے ہیں۔''

''ہاں، میں ان کی آوازیں سن رہی ہوں۔ تم یقین کرو سبوتا۔ فوما کی زندگی کی خبر نے ان لوگوں کی مردہ روحوں میں زندگی دوڑائی ہے۔ یہ

لوگ، میں نہ صرف سکائی بستی کی بات کر رہی ہوں بلکہ فوما کے اتنے وفادار ہیں کہ اس کے نام پر انہوں نے اس کا یادگار مجسمہ نصب کیا تھا۔ اگر تم مجسمے کی تعمیر میں ان کا جوش وخروش دیکھتے تو تمہیں اس وقت ان کے جوش وخروش پر حیرت نہ ہوتی، اس وقت انہیں فوما کی زندگی کی..... خبر ملی ہے اور فوما کی زندگی کی خوشی میں مجھے یقین ہے کہ وہ آنے والے جہازوں کو ایسی بدترین شکست دیں گے کہ زرد رو انہیں ہمیشہ ہمیشہ یاد رکھیں گے۔'' شمانہ نہایت عقیدت سے یہ سب کچھ بتا رہی تھی۔

''لیکن شمانہ بستی کے ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو بستی کے پہلے سرے پر آباد ہیں، جو سکائی کے باشندے ہی کہلاتے ہیں۔''

''تم زرد روؤں کی بات کر رہے ہو؟''

''ہاں۔''

''میرا خیال ہے وہ خوفزدہ ہوں گے۔ اور شاید بہت ہی زیادہ۔''

''اور شاید کسی پیش آنے والے خطرے کے لئے تیار بھی۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہاں ممکن ہے۔ ظاہر ہے وہ لوگ بھی ذہن رکھتے ہیں بلکہ بہت اچھا ذہن رکھتے ہیں لیکن ہم ان کی تیاریوں کے جواب کے لئے کیا کر رہے ہیں سہوتا''

''میں نے ہدایات دے دی ہیں شمانہ۔ میرا خیال ہے وہ لوگ اتنے مشکل ثابت نہیں ہوں گے۔ تم نے زرد روؤں کی بستی تو بخوبی دیکھی ہے۔ تمہیں ان کی آبادی اور ان کی طاقت کا بھی اندازہ ہوگا۔'' میں نے پوچھا۔

''اوہ سہوتا۔ میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتی۔ اس زمانے میں مجھے ان ساری باتوں کا تجربہ نہیں تھا۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ تیری آمد نے اور تیری قربت نے میرے ذہن کے بہت سے خانے روشن کر دیئے ہیں جن سے پہلے میں نے کبھی کام نہیں لیا تھا۔''

''تو کیا شمانہ تجھے زرد روؤں کی طاقت کا اندازہ نہیں ہے؟''

''اس حد تک نہیں ہے سہوتا، بس اتنا جانتی ہوں کہ وہ کافی ذہین ہیں۔''

''بہر صورت ان کی طاقت کے بارے میں تمہیں بتادوں گا شمانہ کہ وہ لوگ سکائی کے سادہ دل نوجوانوں سے کہیں زیادہ چالاک ہیں اور چالاک آدمی ہمیشہ ذہانت سے جنگ کرتا ہے چنانچہ اس سلسلے میں انہیں معمولی چیز نہیں سمجھنا چاہئے۔ تاہم ان کے لئے ہم کوئی مناسب کارروائی کریں گے۔ ان کے لئے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔''

''ہاں سہوتا۔ جب ذہانت کی بات آ ہی گئی ہے تو ہمارے پاس اس سے زیادہ ذہین شخص موجود ہے جو چند افراد کے ساتھ ایک پورے جنگی جہاز کو شکست دے سکتا ہے۔'' شمانہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

پھر میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔'' سہوتا۔ ایک بات پوچھوں؟''

''پوچھو شمانہ۔''

''کیا تیرے ذہن میں کبھی پوستیا نہیں آئی؟''

''اوہ...... کیا مطلب؟'' میں نے چونک کر اسے دیکھا۔

''تو بتاؤ تو سہی سہوتا۔''

''لیکن وہ تجھے اس وقت کیسے یاد آئی شانہ؟''

''بس یونہی سہوتا۔ تم اس کی حیثیت سے انکار تو نہیں کر سکتے اور نہ ہی میں اسے بھول سکتی ہوں جو ایک دور میں مجھ پر فوقیت رکھتی تھی۔''

''ہاں شانہ۔ اگر تم اس بات کو برا محسوس نہ کرو تو میں ایک بات ضرور کہوں گا کہ وہ بہرصورت بری لڑکی نہیں تھی...... اور تم لوگوں کے لئے دل میں وہ جذبات بھی نہیں رکھتی تھی جو دوسرے زرد رو رکھتے ہیں۔ اس کا کہنا تھا کہ وہ زرد رووؤں کے اس مشن کے خلاف ہے جو مقامی لوگوں کو ان کی جائیدادوں سے بے دخل کر کے خود حکمران بن بیٹھتے ہیں۔ وہ اپنے لوگوں کے مفاد میں صرف اتنا چاہتی تھی کہ انہیں بھی اس سرزمین پر آباد ہونے کی اجازت دی جائے اور وہ بھی یہاں کے باشندوں سے گھل مل کر رہ سکیں اور وہ اس طرح یکجا ہو جائیں کہ مقامی، غیر مقامی باشندوں کا فرق مٹ جائے۔ یہ نظریہ رکھنے والی لڑکی بری نہیں ہو سکتی شانہ اور بہرصورت میں دوبارہ کہوں گا کہ وہ ایک اچھی لڑکی ہے۔''

''ہاں سہوتا۔ یہ نظریہ برا نہیں تھا۔'' شانہ نے جواب دیا۔

''ہاں شانہ۔ میں بھی اس حد تک قائل ہوں۔ اس سلسلے میں، میں نے فوما سے بھی گفتگو کی تھی۔''

''تو فوما نے کیا جواب دیا تھا؟'' شانہ نے جلدی سے پوچھا۔

''فوما نے کہا تھا کہ اگر اس نے اپنی بستیاں واپس لے لیں اور وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا تو وہ ان کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرے گا جسے درندگی سے تشبیہ دی جائے۔ وہ ہر اس شخص کو گرفتار کرے گا جو جنگ کرنے کے قابل ہو اور پھر انہیں قید کر دے گا۔ قید کرنے کے بعد وہ انہیں پیش کش کرے گا کہ وہ دونوں میں سے کون سی قبول کرتے ہیں۔ موت یا پرامن زندگی۔ جن لوگوں نے پرامن زندگی تسلیم کر لی انہیں معاف کر دیا جائے گا۔''

''اوہ۔ یہ فوما کا اچھا اقدام ہو گا۔ بہرصورت سہوتا صورتحال کچھ ایسی ہو گئی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ہمیں زرد رووؤں سے بھی جنگ کرنا پڑے۔ ایسی صورت میں اگر جنگ کرنے والوں میں پوستیا بھی شامل ہوئی تو......؟''

''یہ ممکن نہیں ہے شانہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پوستیا مجھے ان لڑکیوں میں نظر نہیں آتی جو جنگ کرنے کے لئے میدان میں آ سکتی ہیں۔ اس کی فطرت میں تمہاری جیسی کیفیت نہیں ہے۔ میرا خیال ہے وہ صرف عورتوں کے ساتھ رہے گی۔''

''شاید......؟'' شانہ کچھ سوچتی رہی۔ پھر بولی۔ ''ایک بات اور بتاؤ گے سہوتا۔'' اس کے لہجے کی کیفیت عجیب سی تھی۔

''ہاں پوچھو شانہ۔'' میں مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔ ''تمہارے ذہن میں بہت سے وسوسے جاگ اٹھے ہیں شانہ۔ پوچھو میں سب کچھ بتانے کے لئے تیار ہوں۔''

''اگر پوستیا پھر تمہارے پاس آ جائے سہوتا۔ تمہاری پناہ میں آ جائے تو تم اس کے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟''

''ثمانہ۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ میں اس کے ساتھ کیا سلوک کروں گا لیکن یہ بات تمہیں تسلیم کرنا پڑے گی کہ میں اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کروں گا۔ بہرصورت اگر تم اپنا اور اس کا موازنہ کر رہی ہو تو اس بارے میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں تمہارے لئے اس تک پہنچا تھا اور یہ بات میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں۔ تم جب تک میرے پاس نہیں تھیں ثمانہ، مجھے دوسری طرف متوجہ ہونا پڑتا تھا۔ اب جبکہ تم میری زندگی میں برابر کی شریک ہو میرے ذہن میں کوئی دوسرا تصور نہیں ابھرتا اور میرے خیال میں یہ تصور پوسیتا کے لئے بھی ابھر نہیں سکتا۔''

''میں مطمئن ہوگئی ہوں سبوتا۔ تو یقین کر مجھے تیرے اوپر بے پناہ اعتماد ہے لیکن میں اپنی محبت سے مجبور ہوں۔'' ثمانہ نے کہا اور پھر وہ دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگی۔ شاید اس نیند آ رہی تھی۔

سورج کی پہلی کرن پوری طرح نمودار بھی نہیں ہوئی تھی کہ حکیم ہاکو اور چند دوسرے افراد ہماری قیام گاہ کے قریب پہنچ گئے۔

حکیم ہاکو نے زور زور سے دستک دی تھی اور پھر باہر ہی سے کہا تھا۔ ''سبوتا۔ شکایا کے جہاز واپس آ گئے ہیں۔ مینار کی بلندیوں سے انہیں دیکھ لیا گیا ہے۔ وہ انتہائی برق رفتاری سے سکائی کے ساحل کی طرف بڑھ رہے ہیں۔''

''میں آ رہا ہوں حکیم ہاکو۔'' میں نے جواب دیا اور پھر چند ساعت کے بعد تیار ہو کر حکیم ہاکو کے پاس پہنچ گیا۔

''ان کا فاصلہ سکائی کے ساحل سے کتنا ہے؟''

''اتنا کہ سورج اپنے سفر کا آٹھواں حصہ بھی طے نہیں کر سکے گا اور وہ سکائی کے ساحل پر پہنچ جائیں گے۔'' حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

''اوہ۔ سکائی کے آٹھ جہازوں کا کیا حال ہے، کیا وہ تیار ہیں؟''

''ہاں۔ مکمل طور پر۔ سکائی کے نوجوان بڑے جوش و خروش سے ان جہازوں پر ٹوٹ پڑنے کے لئے تیار ہیں۔''

''ایک بار پھر میں سوال کروں گا حکیم ہاکو کیا تم ان لوگوں سے مطمئن ہو جو جہازوں پر ہیں اور کیا وہ بحری جنگ آرام سے لڑ سکتے ہیں؟''

''یقیناً سبوتا۔ ہم نے ہر کام انتہائی محنت سے کیا ہے۔ ہم نے پورے سکائی میں ان لوگوں کو تلاش کیا ہے جو بحری جنگوں کے ماہر ہیں۔ جنگ لڑ چکے ہیں یا کم از کم جنگ سے پورے طور سے واقف ہیں۔ چنانچہ تقریباً پانچ سو جوان ایسے ہیں جو بخوشی اس جنگ میں حصہ لینا چاہتے ہیں اور ہم نے انہیں بحری بیڑے پر پہنچا دیا ہے۔ بشک ان کی طرف سے مکمل طور پر مطمئن ہے اور اس نے ہدایات جاری کر دی ہیں۔'' حکیم ہاکو نے بتایا۔

''ہوں۔ اس بارے میں فوما کیا کہتا ہے؟''

''بس فوما تمہارا منتظر ہے۔ تم جو کچھ کہو فوما اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہے۔'' حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

''اوہ حکیم ہاکو۔ یہ مناسب نہیں ہے۔ فوما کو اپنے طور پر احکامات جاری کرنے چاہئیں۔'' میں نے کہا۔

''بلاشبہ فوما سکائی کے نوجوانوں کو احکامات دے گا لیکن تم فوما کو احکامات دو گے۔'' حکیم ہاکو نے کہا۔

''کیا یہ فوما کی مرضی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں سبوتا۔ فوما کا یہی کہنا ہے۔'' حکیم ہاکو نے جواب دیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ بہرصورت مجھے ان لوگوں سے ہمیشہ

ہی دلچسپی رہی تھی جنہوں نے مکمل طور مجھ پر بھروسہ کیا ہے۔فوما جس انداز میں میری مرضی کے مطابق کام کر رہا تھا اس سے مجھے بھی خوشی تھی۔ چنانچہ میں فوما کی قیام گاہ کی طرف بڑھ گیا۔

فوما شدت سے میرا انتظار کر رہا تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر جلدی سے آگے بڑھ آیا اور بولا۔

''اوہ سبوتا۔شکایا کے جہاز تیزی سے اس طرف آرہے ہیں لیکن میں تیرے حکم کے بغیر ان لوگوں کو آگے بڑھنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔''

''فوما۔ان لوگوں کو آگے بڑھنے کی اجازت دے دو۔ ان سے کہو کہ وہ بھی پوری رفتار سے پھیل کر شکایا کے جہازوں کی طرف جائیں اور حملے میں پہل شروع کر دیں۔''

''بہت بہتر۔'' فوما نے کہا اور ہم لوگ تیزی سے ساحل کی طرف بڑھنے لگے۔لوگوں کا اژدہام تھا اور اس اژدہام میں فوما پہلی بار سکائی کے ساحل پر پہنچا۔

ساحل پر لوگوں کا انبوہ عظیم فوما کو دیکھ کر گھٹنوں کے بل جھک گیا۔ وہ بری طرح چیخ رہے تھے، چلا رہے تھے۔ یہ ان کا فوما تھا۔

وہی فوما عظیم فوما جسے وہ مردہ تصور کر چکے تھے۔ جس کے مردہ ہونے کے بعد تصور نے انہیں غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا تھا لیکن اب وہ زندہ حالت میں ان کے سامنے موجود تھا، سکائی کے لوگوں کے لئے اس سے زیادہ خوشی کی اور کیا بات ہو سکتی تھی کہ مردہ زندہ ہو گیا تھا، ان کا وہ دیوتا جسے وہ دل و جان سے پوجتے تھے۔ آج ان کے درمیان ہدایات دینے کے لئے موجود تھا۔

اور آج یہ اژدھام فوما کی مرضی سے جنگ کرنے جا رہا تھا۔ فوما کے دشمنوں سے، اس علاقے کے دشمنوں سے، اپنے علاقے کے دشمنو سے۔فوما کو دیکھ کر لوگ بے پناہ خوش تھے اور فوما نے دونوں ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

میں ان کی عقیدت و محبت دیکھ رہا تھا۔ فوما نے ہاتھ اٹھائے اور وہ فوما کا مقصد سمجھ گئے اور اس ایک لمحے میں اس قدر خاموشی چھا گئی کہ سوائے سمندر کے شور کے علاوہ کوئی دوسری آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

تب فوما نے کہا۔

''میرے دوستو، میرے جان نثارو۔ تمہارے جذبات کا مجھے پورا پورا احساس ہے، تمہارے ذہن میں میرے لئے بہت سے سوالات ہوں گے لیکن میرے ساتھیوں یہ جواب دینے کا وقت نہیں ہے۔ میں تمہارے تمام سوالات کے جواب ضرور دوں گا۔ میں تم سے گفتگو کروں گا تم سے گلے ملوں گا اور تمہاری خوشی میں برابر کا شریک ہو جاؤں گا۔ لیکن اس وقت جب ہم اس سلسلے کا پہلا قدم اٹھا چکے ہوں گے۔

جاں نثارو۔ شبالہ وہ غاصب ہے جو اقتدار کے لئے زردروؤں کا غلام بن گیا ہے۔ ہر طرح ان کی مرضی پر عمل کر رہا ہے۔ میرے عظیم دوست سبوتا جسے تم نے دیکھا اور جس کے بارے میں تمہیں اتنا ہی بتا سکتا ہوں کہ تمہارے فوما کو نئی زندگی دینے والا سبوتا ہی ہے۔ یہ ہمارا اتنا بڑا محسن ہے کہ ہم اس کا احسان زندگی بھر ادا نہیں کر سکتے۔ سبوتا کا کہنا ہے کہ پہلے شکایا کے جہازوں کو روکا جائے ان پر حملہ کیا جائے۔ ہماری جنگی حکمت عملی سبوتا ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جس کے بارے میں تمہیں بھی معلوم ہے۔ باقی تفصیلات میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔

میرے ساتھیوں تم اس وقت تیار ہو جاؤ اور شکایا کے جہازوں کو سکائی کے ساحل سے بہت دور روک کر عبرتناک شکست دو۔ ہاں تمہیں ہر طرح کی آزادی ہے کہ اگر چاہو تو انہیں نیست و نابود کر دو، کیونکہ ان میں زیادہ تعداد زردروؤں کی ہے۔ جو غاصب اور کینہ پرور ہیں۔ ہم زردروؤں کو اپنی سرزمین پر دیکھنا نہیں چاہتے ہاں وہ اس شکل میں...... برداشت کئے جا سکتے ہیں کہ وہ ہمارے غلام رہیں اور اس طرح ہم لوگوں کے لوگوں سے گھل مل کر رہیں جیسے باقی باشندے رہتے ہیں۔ چنانچہ میری ہدایت ہے کہ تم پوری مہارت سے کام لے کر ان جنگی جہازوں کو شکست دو۔ جاؤ میں تمہاری فتح کا انتظار کروں گا۔'' فوما نے کہا اور جہازوں پر جنگی نعرے گونجنے لگے۔

یہ سب فوما کی مدح سرائی کر رہے تھے۔ تب جہازوں نے لنگر اٹھائے۔ بادبانوں کے رخ موڑے گئے اور جہاز بہت ہی تیز رفتاری کے ساتھ آگے بڑھنے لگے۔ گویا جنگ کا آغاز ہو چکا تھا۔

میں واپس فوما کی طرف پلٹا اور پھر ہم سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔

''حکیم ہاکو کیا میری دوسری ہدایت پر عمل کیا گیا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''یعنی زردروؤں کی بستی کی جانب جوانوں کو بھیجنے والی بات؟''

''ہاں۔''

''سب کچھ تیری مرضی کے مطابق کیا گیا ہے سہوتا۔'' حکیم ہاکو نے جواب دیا۔ جوانوں کے جتھے کے جتھے اس طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ وہ پوری طرح جنگجو ہتھیاروں سے لیس ہیں اور ان کی قیادت تجربہ کار لوگوں کے ہاتھوں میں ہے۔''

''تو نے انہیں کیا ہدایت کی ہے حکیم ہاکو؟'' میں نے پوچھا۔

''میں نے ان سے کہا ہے سہوتا کہ وہ زردروؤں کی بستی سے تھوڑے فاصلے پر ان پہاڑی چٹانوں کی آڑ میں قیام کریں جو بستی سے زیادہ دور نہیں لیکن محفوظ ترین ہیں۔ اور وہاں رک کر وہ ہمارے نئے احکامات کا انتظار کریں۔ ہاں انہیں ہدایت بھی کر دی گئی ہے کہ اگر زردرو اس موقع پر فائدہ اٹھاتے ہوئے اس بستی کی طرف کوچ کرنے کی کوشش کریں تو پھر انہیں اس کا منہ توڑ جواب دیا جائے اور انہیں واپس ان کی بستی کی طرف دھکیل دیا جائے۔'' حکیم ہاکو نے جواب دیا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔

''ٹھیک ہے حکیم ہاکو۔'' میں نے جواب دیا۔

''کہیں میری ہدایات میں کوئی ایسی خامی تو نہیں رہ گئی سہوتا۔ جو تجھے ناپسند ہو۔'' حکیم ہاکو نے پوچھا۔

''اوہ نہیں حکیم ہاکو۔ میں کہہ چکا ہوں کہ تو نے بالکل درست ہدایات دی ہیں۔ میں تیری ہدایات سے پوری طرح مطمئن ہوں۔ تو نے یہ سب کچھ میری مرضی کے مطابق کیا ہے۔ بس میں تو صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں کو اس گروہ کی قیادت سپرد کی گئی ہے کیا وہ مکمل طور سے قابل بھروسہ ہیں؟''

''ہاں۔ وہ سب ماہر فن حرب ہیں اور جنگی چالیں بخوبی سمجھتے ہیں۔'' حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

''میرا مقصد ان لوگوں کی وفاداریوں سے ہے حکیم ہاکو۔''

''اوہ سیوتا۔ تو بہت گہرائی میں جاتا ہے۔ ویسے یقین رکھو وہ سب ہمارے فوما کے وفاداروں میں سے ہیں۔''

''تو پھر ٹھیک ہے حکیم ہاکو۔ اگر زردروؤں کی بستی سے کوئی کارروائی نہیں ہوتی تو ہم انتظار کریں گے۔'' میں نے جواب دیا۔

میں نے فوما کی طرف دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ ''فوما۔ کیا تم لکڑی کے اس بلند مینار سے اس عجیب وغریب جنگ کا جائزہ نہیں لوگے؟''

''اوہ۔ ہاں سیوتا۔ ضرور ضرور۔'' اور فوما حکیم ہاکو کی طرف متوجہ ہو گیا اور بولا۔ ''حکیم ہاکو کیا تم اس مینار پر نہیں چلو گے؟''

''کیوں نہیں فوما۔ ضرور۔''

اور ہم تینوں مینار کی جانب بڑھنے لگے۔ تب فوما نے حکیم ہاکو کی طرف رخ کر کے کہا۔

''کیا تم اب بھی اس شخص کو عام انسان کہو گے حکیم ہاکو؟''

''میں نہیں سمجھا عظیم فوما۔''

''لکڑی کا یہ بلند مینار کس کس کام آئے گا؟'' فوما نے تعریفی انداز میں میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں یقیناً۔ یوں لگتا ہے جیسے تمام کارروائی اس شخص کے ذہن میں ہو اور اس نے ہر عمل اسی طرح کیا ہو۔ ورنہ لکڑی کے اس مینار کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔۔ لیکن آج یہ جس کام آ رہا ہے وہ حیرت انگیز ہے۔''

''ہاں حکیم ہاکو۔'' فوما نے عقیدت سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ''ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اس مینار کی افادیت سے نہ صرف ہم شکایا اور سکائی کے درمیان ہونے والی جنگ کو دیکھ سکتے ہیں۔ بلکہ یہاں سے ہم ان لوگوں پر بھی نگاہ رکھ سکتے ہیں جو سکائی کے دوسرے جانب آباد ہیں۔''

''بلاشبہ ہم ان پر بھی نگاہ رکھ سکتے ہیں۔'' فوما تعریفی لہجے میں بولا ۔ میں اس دوران خاموش رہا۔

تب ہم لکڑی کے اس مینار کی بلندیوں پر چڑھتے گئے اور آخری سرے تک پہنچ گئے۔ مینار کافی وسیع تھا اور یہاں سے ہم بہت دور تک سمندر میں دیکھ سکتے تھے۔

سکائی سے روانہ ہونے والے جہاز یوں لگتا تھا جیسے بہت ہی قریب ہوں۔ لیکن ساحل سے ان کا فاصلہ دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ انہوں نے اپنی رفتار بہت تیز رکھی ہے اور اگر وہ اسی رفتاری سے چلتے رہے تو زیادہ وقت نہیں لگے گا جب وہ شکایا کے جہازوں تک پہنچ جائیں گے۔ جن کے بادبان اب صاف نظر آنے لگے تھے۔

ہم سب انتظار کرتے رہے۔ اصل کھیل تو اس وقت شروع ہونا تھا جب سکائی کے جہاز شکایا کے جہازوں تک پہنچ جاتے اور جوں جوں سورج بلند ہو رہا تھا۔ ہم اس وقت کے شدت سے منتظر تھے۔

ہماری تیاریاں مکمل تھیں۔ اس لئے ہم سب کھیل شروع ہونے کے منتظر تھے۔ سکائی کے جہاز جنہیں ہدایت کی گئی تھی کہ وہ دشمن کے حملے کا انتظار نہ کریں برق رفتاری سے آگے بڑھتے ہوئے اس طرح پھیل رہے تھے کہ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے شکایا کے جہازوں کو گھیرے میں لینے کی

کوشش کر رہے ہیں، جن کی تعداد اچھی خاصی تھی۔

اور پھر جنگ شروع ہوگئی۔ سکائی والوں نے فوما کے نام کا نعرہ لگایا۔ اور شاید یہی نعرہ شکایا والوں کے لئے حیرت انگیز تھا۔ بہرصورت سکائی کے جہازوں پر سے برق رفتاری سے تیراندازی اور پتھر بازی شروع ہوگئی۔ اور چند ہی ساعت کے بعد دوسری جانب سے بھی اس کا جواب ملنے لگا۔ لیکن سکائی کے تازہ دم لوگ اس لئے بھی بہت زیادہ خوش اور جولانی میں تھے کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے اپنے فوما کو دیکھ لیا تھا اور اس وقت انہیں اندازہ تھا کہ وہ فوما کے نام کے اقتدار کو بچانے کے لئے یہاں تک پہنچے ہیں۔ چنانچہ ان کے جذبات شدید تھے۔

جذبات کی اس شدت نے ہی انہیں اس بات پر مجبور کیا تھا کہ وہ بے خوف وخطر ہو کر شکایا کے جہازوں کا مقابلہ کریں۔ اور اسی محبت نے انہیں جان فروشی پر آمادہ کیا تھا۔ چنانچہ پہلے ہی حملے میں سکائی کے جہازوں پر اپنی برتری ثابت کر دی۔

اور شکایا کے جہازوں کو شدید ترین نقصان پہنچنے لگا۔ میں، فوما اور حکیم ہاکو جہازوں کی جنگ سے بہت مطمئن تھے۔

جس انداز میں ہمارے جہازوں نے حملہ کیا تھا وہ بے حد شاندار تھا۔ شکایا کے جہازوں کو شدید حیرت کا سامنا کرنا پڑا تھا وہ بھی ہر قسم کے اسلحے اور جنگی ضروریات سے لیس تھے لیکن انہیں یہ توقع نہیں تھی کہ کسی ایک جگہ انہیں اتنی شدت سے مدافعت کرنا ہوگی۔

بہرصورت جنگ باقاعدگی سے جاری رہی اور پھر بے انتہا شدت اختیار کر گئی۔ دونوں طرف سے شدید حملے ہو رہے تھے لیکن سکائی والوں کا پلہ شروع ہی سے بھاری تھا اور شکایا والے دبے دبے نظر آ رہے تھے۔

شاید ان میں کوئی شخص ذہین بھی تھا جس نے صورت حال کی نزاکت کو محسوس کر لیا اور پھر ہم نے دیکھا کہ ان کے بادبانوں کا رخ بدل گیا ہے۔ وہ جزیرے کے اس حصے کی جانب جا رہے تھے جہاں زردرو آباد تھے۔ اس طرح گویا وہ پشت سے ساحل جا تے تھے۔

یہ بہرصورت ذہانت کی بات تھی لیکن یہاں جو کچھ ہو چکا تھا۔ اس کو مدِ نگاہ رکھتے ہوئے ان کی یہ کوشش بھی ناکام ہی ثابت ہوئی تھی۔

لیکن ......ابھی وہ لوگ اس سے بے خبر تھے۔

سکائی کے جہاز ان کا تعاقب کرنے لگے۔ ان کے حوصلے بہت زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ تب میں نے حکیم ہاکو کی طرف دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

''صورت حال مکمل طور پر ہمارے حق میں ہے حکیم ہاکو۔ میرا خیال ہے ہمیں اب دوسرے حصے کی خبر لینی چاہیے۔ یہ بات تو طے ہے کہ یہ لوگ اب ساحل کے قریب پہنچ کر سکائی کے جہازوں سے جنگ کریں گے۔ سکائی کے جہازوں کو چاہیے۔ اگر وہ تجربہ کار ہیں تو ساحل تک نہ جائیں بلکہ ساحل سے دور رہ کر اپنے حملے جاری رکھیں۔ کم از کم اتنے فاصلے پر کہ وہ ان جہازوں کو اپنے نشانے کی زد میں لے سکیں۔''

''یقیناً۔ ان تک یہ اطلاع پہنچانا تو ناممکن ہے۔'' حکیم ہاکو نے کہا۔

''ہاں ٹھیک ہے۔ یہ سب ان کی اپنی کارکردگی پر منی ہے۔ بہرصورت حکیم ہاکو اب ہمیں دوسرے حصے کی خبر لینے چاہیے۔''

''ضرور سیوتا۔''

''تو پھر میرا خیال ہے میرے ساتھ آؤ اور فوما اگر تم پسند کرو تو تم بھی۔''

''واہ سہوتا۔ یہ تو نے کیا کہا؟ میں بھلا جنگ کرنا پسند نہیں کروں گا، میں پوری طرح زرد روؤں کے خلاف جنگ کرنا چاہتا ہوں۔'' فوما نے کہا۔

''تو ٹھیک ہے پھر تیاریاں کرو۔'' میں نے کہا۔

چنانچہ ہم تینوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اس لشکر کی جانب چل دیئے جو ابھی تک زرد روؤں کی بستی کے عقبی حصے میں پہاڑوں کے پیچھے قیام پذیر تھا۔

زرد روؤں کو معلوم ہو چکا تھا کہ ایسا کوئی لشکر عقب سے ان کے نزدیک آیا ہے اور وہ سراسیمہ ہو چکے تھے۔

انہوں نے تیاریاں تو کی ہی ہوں گی لیکن دیکھنا صرف یہ تھا کہ وہ کہاں تک تیاریاں کر سکے ہوں گے۔ چنانچہ ہم لوگ تھوڑی ہی دیر میں اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے اس لشکر کی جانب پلٹ گئے اور فوما کی آمد پر لشکر نے خوشی کے نعرے لگائے۔

تب فوما نے میری طرف دیکھا اور بولا۔ ''کیا حکم ہے سہوتا؟''

''میرا خیال ہے زرد روؤں پر حملہ کر دیا جائے۔'' میں نے کہا اور فوما نے پر جوش آواز میں اپنے ساتھیوں کو حملے کے لئے اکسایا۔

اور تھوڑی دیر کے بعد لوگ بے تحاشہ زرد روؤں کی طرف دوڑ پڑے تھے۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ ان کا جوش و خروش اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ وہ زرد روؤں کے مقابلے کے لئے کافی ہیں۔ خواہ دوسری طرف سے کتنی ہی شدت سے مقابلہ کیوں نہ کیا جائے۔

چنانچہ بذات خود ان جنگی معاملات میں حصہ لینے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں صرف ایک تماشائی کی حیثیت سے ان کی کارروائیاں دیکھتے رہنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں اپنا گھوڑا ایک طرف لے گیا۔ وہ لوگ زرد روؤں کی بستی کی طرف پہنچ چکے تھے اور خوفناک جنگ شروع ہو گئی تھی۔

زرد رو گو تعداد میں بہت زیادہ نہیں تھے لیکن بہرصورت میں نے یہ بات خاص طور سے محسوس کی تھی کہ وہ ذہین بھی ہیں اور دلیر بھی۔ ذہانت اور دلیری جب یکجا ہو جائے تو بہرصورت وہ ایک خطرناک صورت حال اختیار کر جاتی ہے۔

ذہانت اور دلیری زرد روؤں کے پاس تھی۔ جبکہ جنگی ہتھیاروں سے سکائی کے نوجوان لیس تھے۔ ہاں جذبوں کی شدت بھی تھی وہ شدت جو فوما کی وجہ سے انہیں ملی تھی۔ ایسی صورت میں جنگ کا خوفناک ہو جانا تو لازمی ہو ہی جاتا ہے۔ یہی اس وقت بھی ہوا۔

سکائی کے لوگ بڑے جوش و خروش سے گئے تھے۔ زرد روؤں کی بستی کا ایک ایک مقام مورچہ بنا ہوا تھا۔ وہاں سے اس قدر تیر اندازی اور سنگباری کی گئی کہ سکائی والوں کے حواس جواب دینے لگے۔ ان کے سامنے کی پوری قطار صاف ہو گئی تھی۔ فوما بھی زخمی ہوتے ہوتے بچا تھا۔ بمشکل تمام اسے پیچھے لایا گیا۔

میں یہ اندازہ لگا چکا تھا کہ زرد روؤں سے جنگ جس قدر آسان سمجھی گئی ہے۔ اس قدر آسان نہیں ہے۔ سکائی کے پر جوش نوجوانوں کو سنبھل کر حملہ کرنا چاہیے تھا ورنہ وہ زبردست نقصان اٹھا سکتے ہیں۔

میں نے بھی جنگ کی صورت حال دیکھی تھی اور اندازہ لگا رہا تھا کہ سکائی والے پورے طور سے اپنی زندگی کی حفاظت کے لئے تیار ہیں۔

لیکن بہرصورت زردرودؤں پر فتح حاصل کرنا ضروری تھا۔

چنانچہ میں نے آگے بڑھ کر قیادت کرنے والے سردار کو چند مشورے دیئے۔ میں نے فوما سے بھی کہا۔

''سردار فوما۔ میرا خیال ہے ان لوگوں کو سامنے سے نہیں ہونا چاہیے۔''

''تو پھر تو بتا ناسیوتا۔ حملہ کا دوسرا انداز کیا اختیار کیا جائے۔ تو نے دیکھا، سکائی کے چند پر جوش نوجوان اپنی ذرا سی غلطی سے موت کے منہ میں جا چکے ہیں۔''

''ہاں فوما۔ میں نے دیکھا ہے۔ اس لئے میرے خیال کے مطابق ایک حصہ سامنے رہے اور باقی دو حصے دوسمتوں میں بٹ جائیں۔ اس طرح وہ لوگ زردرودؤں کی بستی کو گھیرنے کی کوشش کریں۔ اس طرح زردرودؤں کی توجہ بھی بٹائی جاسکتی ہے۔''

''فوما نے میری ہدایت سنیں اور میری ہدایات پر فوری عمل کیا گیا۔ سکائی کے نوجوان تین حصوں میں بٹ گئے تھے اور یہ اسکیم بے حد کامیاب رہی تھی۔

چنانچہ جب زردرودؤں پر تین جانب سے خوفناک حملہ ہوا تو وہ بوکھلا گئے۔ سامنے کی سمت سے تو وہ شدید مدافعت کر رہے تھے لیکن باقی دونوں سمتیں غیر محفوظ تھیں۔ وہاں وہ کوئی بندوبست نہیں کر پائے تھے۔

چنانچہ اس طرف سے بڑھنے والے بالآخر ان کے مکانوں تک پہنچ گئے اور پروفیسر جنگ کا پانسہ پلٹ چکا تھا۔

اب تک زردرو سکائی والوں کو شدید نقصان پہنچاتے رہے تھے، لیکن اب چونکہ بات ان کے گھروں تک پہنچ گئی تھی اس لئے وہ بھی بدحواس ہوگئے تھے۔ اور وہ مدافعانہ جنگ لڑنے لگے تھے۔ چنانچہ سکائی والوں کو سامنے سے بھی موقع مل گیا۔

بہت دیر نہیں گزری تھی کہ وہ سب زردرودؤں پر غلبہ پانے میں کامیاب ہوگئے۔ اب زدورؤں کو بے دریغ قتل کیا جارہا تھا۔ ہر اس آدمی کو مارا جارہا تھا جو ہتھیار لئے سامنے آتا تھا لیکن میری ہدایات بدستور کام کر رہی تھیں۔

فوما نے ان لوگوں کو کہہ دیا تھا کہ جو جنگ نہیں کر رہے انہیں صرف گرفتار کر لیا جائے۔ بہرصورت زردرودؤں کو اندازہ ہوگیا تھا کہ ان کی مدافعت بالکل بے کار ثابت ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے ہتھیار ڈالنا شروع کردیئے اور سکائی کے نوجوان انہیں گرفتار کرنے لگے۔

یہاں کی صورت حال دیکھ کر اندازہ ہوگیا تھا کہ یہاں جنگ جیت لی گئی ہے اور پھر ہم اس راستے سے ساحل کی طرف بڑھے۔ صرف تھوڑے سے افراد کو وہاں چھوڑ دیا گیا تھا۔ جو قیدیوں کو باندھنے میں مصروف تھے۔ باقی ہم سب لوگ ساحل کی طرف بڑھ گئے اور یہاں سے ہم نے جو منظر دیکھا وہ بھی خاصا دلچسپ اور دل خوش کن تھا۔ سکائی کے جہاز بڑے شاندار پیمانے پر جنگ کر رہے تھے۔

ڈکایا کے حملہ آور جہاز اب اتنا پیچھے ہٹ چکے تھے کہ مزید پیچھے ہٹنے کی گنجائش نہیں تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے ان کے قدم اکھڑنے والے ہوں۔

اور چند ہی ساعت کے بعد ہم نے یہ تماشا دیکھا جہازوں سے کشتیاں اترنے لگیں اور وہ لوگ بے تحاشا ساحل کی طرف دوڑنے لگے۔

لیکن افسوس، صد افسوس۔ ساحل پر ان کے استقبال کے لئے ہم موجود تھے۔ دست بدست جنگ شروع ہوگئی اور ایک بار پھر جہاز والوں

کو شدید ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ وہ تھکے ہوئے تھے اور ان کے پاس ایسے ہتھیار موجود نہ تھے جو زمینی لڑائی میں کام آتے ہیں۔ چنانچہ انہیں یہاں بھی شدید شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

البتہ شکایا سے آنے والوں کے ساتھ ہم نے کوئی رعایت نہیں برتی تھی۔ ہم انہیں بے دریغ قتل کر رہے تھے اور بالآخر سکائی کی جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ سکائی کی سرزمین کو زرد روؤں سے پاک کر دیا گیا تھا اور فوما کی زندگی کا واضح اعلان ہو چکا تھا۔ یقیناً یہ خبریں زیادہ دیر تک دوسرے علاقوں سے چھپی نہیں رہ سکتی تھیں۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی تھی کہ سکائی کو مضبوط و محفوظ حصار بنانے کے بعد دوسرے علاقوں کا رخ کیا جائے۔

گرفتار لوگوں کو جمع کیا جا رہا تھا اور چاروں طرف ایک عجیب سا ہنگامہ ہو رہا تھا۔ سکائی کے نوجوانوں کو بدلہ لینے کا موقع مل رہا تھا۔ چنانچہ جو بھی زرد رو ذرا بھی سرکشی کی کوشش کرتا۔ اس کی گردن اس کے شانوں پر سے اتار لی جاتی اور مجھے ..... میری کیفیت زیادہ اچھی نہیں تھی۔ مجھے یہ سارے منظر زیادہ اچھے نہیں لگ رہے تھے۔ چنانچہ میں کسی حد تک اداس سا ہو گیا تھا اور میں نے ثمانہ کو تلاش کیا۔

ثمانہ کو ہم نے سکائی ہی میں چھوڑا تھا۔ یہاں آتے وقت میں نے اسے لانا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ حالانکہ وہ بے حد ضد کر رہی تھی۔ لیکن بہرصورت میں اسے جنگ میں شریک نہیں کرنا چاہتا تھا اور اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔

فوما کے کہنے پر ثمانہ رک گئی تھی۔ چنانچہ میرا یہی خیال تھا کہ ثمانہ سکائی بستی ہی میں ہوگی۔ میں نے وہاں سے پلٹنے کا فیصلہ کر لیا۔ بہرصورت ہاکو کو اس کی اطلاع دینا ضروری تھا۔ اس وقت حکیم ہاکو بھی میرے پاس موجود نہیں تھا۔

نجانے حکیم ہاکو کہاں تھا۔ میں اسے تلاش کرنے لگا۔ میرا گھوڑا سکائی کے نوجوانوں کے درمیان سے گزرتا ہوا حکیم ہاکو کی تلاش میں چل پڑا۔ حکیم ہاکو جلد ہی مجھے مل گیا لیکن اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ تھوڑے فاصلے پر لوگوں کا ایک ہجوم نظر آ رہا تھا اور حکیم ہاکو افسردہ سا شاید اسی ہجوم کے درمیان سے پلٹا تھا۔ میں تیزی سے اس کے قریب پہنچ گیا۔

''حکیم ہاکو۔'' میں نے اسے آواز دی اور وہ چونک گیا۔

''سبوتا۔ اوہ سبوتا۔ نقصان عظیم۔ آہ سبوتا۔ ایک عظیم نقصان'' حکیم ہاکو نے مضمحل لہجے میں کہا اور میں گھوڑے سے نیچے کود آیا۔

''کیا ہوا حکیم ہاکو۔ فوما کہاں ہے؟''

''فوما محفوظ ہے لیکن..... لیکن.....'' حکیم ہاکو کی گردن آہستہ آہستہ جھک گئی۔

''کیا بات ہے حکیم ہاکو۔ تم بہت پریشان نظر آ رہے ہو۔'' میں نے پوچھا۔

''سبوتا۔ تیرے لئے ایک بری خبر ہے۔''

''تو پھر بتا حکیم ہاکو۔'' میں نے جلدی سے کہا۔

''ثمانہ نجانے کس طرح جنگ میں شامل ہو گئی تھی۔ وہ ماری گئی ہے۔'' حکیم ہاکو نے بتایا اور میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میرے جسم میں سرد لہریں دوڑنے لگی تھیں۔ حکیم ہاکو کے ان الفاظ پر مجھے یقین نہیں آیا تھا۔

شانہ مرگئی ہے۔ اس سے زیادہ حیرت انگیز بات میرے لئے کوئی اور نہیں ہوسکتی تھی۔ بلاشبہ ہونا تو چاہیے تھا کہ میں غم سے ساکت ہو جاتا۔ لیکن پروفیسر، میری زندگی تو ان حادثات سے عبارت تھی۔ ایسے ایسے غیر متوقع حادثات ہوئے تھے جنہیں میں کبھی نہیں روک سکتا تھا۔ اور یہاں مجھے اپنی بے بسی کا پورا پورا احساس ہوا تھا۔ شانہ کی موت بھی اس وقت ایسا ہی حادثہ تھی لیکن میں اس موقع سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ چنانچہ چند ساعت میری یہ کیفیت رہی۔ پھر میں نے خود پر قابو پالیا۔ میں نے حکیم ہاکو کی طرف دیکھا جو غم سے نڈھال نظر آرہا تھا۔ تب میں نے کہا۔

''کہاں ہے وہ؟''

''اس مجمع کی درمیان۔ شاید جنگ کرتی ہوئی ماری گئی ہے۔ اس کے سینے میں نیزہ پیوست ہے۔'' حکیم ہاکو نے جواب دیا۔

اور میں اس کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی آگے بڑھ گیا۔ میں ہجوم کو اپنے دونوں ہاتھوں سے چیرتا ہوا ان کے درمیان پہنچ گیا جہاں شانہ کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ ایک لمبا نیزہ اس کے سینے میں پیوست تھا اور شانہ دم توڑ چکی تھی۔

وہ سیدھی زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ اس کے خوبصورت بال ہوا میں اڑ رہے تھے۔ میں اسے اک ٹک دیکھتا رہا۔

تب عقب میں سے کسی نے کہا۔''اس کے باپ نے بھی سکائی کے نوجوانوں کے لئے اسکائی کی زندگی کے لئے آتش فشاں میں کود کر جان دی تھی اور آج سکائی کی بیٹی نے سکائی کے نوما کی برتری کے لئے جان دی ہے۔''

میں خاموش نگاہوں سے شانہ کو دیکھ رہا تھا اور میرا اندر عجیب سے طوفان امنڈ رہے تھے۔ مجھے یقین نہیں آرہا تھا کہ شانہ مرگئی ہے۔ اس کی ایک ایک بات ایک ایک انداز مجھے یاد آرہا تھا۔ شانہ تو اسی دن مرگئی تھی جب اس کی شخصیت ختم ہوئی تھی اور وہ میرے تابع ہوگئی تھی۔

حکیم ہاکو افسردہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ میرے اوپر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں گے۔ میں ذہنی توازن کھو بیٹھوں گا۔ لیکن اس کی وجہ صرف یہی ہوسکتی تھی کہ وہ میری شخصیت سے ناواقف تھے۔ میرے ذہن کو کسی غم کا احساس مجروح نہیں کرسکتا۔ میرے سامنے تو صدیاں ختم ہوئیں۔ صدیوں کے وہ کردار جو میرے سامنے بہت نمایاں حیثیت رکھتے تھے میرے سامنے دم توڑتے تھے۔ اگر میں غم منانے پڑ آتا تو زندہ نہ رہ سکتا تھا۔ اور اگر زندہ رہتا تو مردوں کی مانند۔ چنانچہ شانہ کی موت کا مجھے غم ضرور ہوا تھا لیکن اب وہ مرچکی تھی اسے یاد کرنے سے فائدہ کیا تھا۔ مجھے علم نہیں تھا کہ وہ میدان جنگ میں آرہی ہے۔ ورنہ میں اسے روک سکتا تھا۔

حکیم ہاکو نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور آہستہ سے بولا۔''میں تیرے غم میں برابر کا شریک ہوں سوتا۔''

''اوہ حکیم ہاکو۔ کس کس کے غم میں برابر کے شریک ہوگے۔ بے شمار تو جوان مارے گئے ہیں۔ ہمیں سب ہی کا افسوس ہے اور پھر جنگ میں تو سب کچھ ہوتا ہے۔''

''اوہ لیکن شانہ تیری محبوبہ تھی۔''

''ہاں۔ جب تک وہ میرا ساتھ دے سکی اس نے دیا۔ اب مرگئی۔ مجھے افسوس ہے۔۔۔۔ لیکن میں نے کہا نا کہ مرنے والے مرجاتے ہیں وہ کسی کا انتظار نہیں کرتے۔''

حکیم ہاکو چند ساعت مجھے دیکھتا رہا اور پھر گہری سانس لے کر بولا۔ ''تو ہر رنگ میں عجیب ہے سیوتا۔'' اور پھر آگے بڑھ گیا۔

میں نے ثمانہ کی لاش پر آخری نگاہ ڈالی۔ یہ لڑکی مجھ سے رابطہ توڑ چکی تھی۔ اس لئے پروفیسر میں باقی جذباتی باتوں سے گریز کرنا چاہتا تھا۔ ظاہر ہے اس کے قدردان یہاں موجود تھے۔ وہ اس کی لاش کو ٹھکانے لگا سکتے تھے۔ میں بے جان جسم کے لئے پریشان ہو کر کیا کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں بھی آگے بڑھ گیا۔ زرد روؤں کو جہاں بھی موقع مل رہا تھا وہ اب بھی سرکشی کر رہے تھے۔ دوسری طرف جہازوں کو مکمل شکست ہو چکی تھی۔ سکائی کے جوان ان لوگوں کو گرفتار کر رہے تھے۔ گویا زرد روؤں کا سکائی پر بالکل خاتمہ ہو چکا تھا۔ اور اب صرف وہ قیدی کی حیثیت رکھتے تھے۔ کافی فاصلے پر میں نے زرد روؤں کے سردار پکاشا کو دیکھا۔ سردار پکاشا پوسیتا کا باپ تھا۔

میرے ذہن میں اچانک ہی پوسیتا ابھر آئی تھی اور پروفیسر تم مجھے خودغرض سمجھو یا یوں کہہ لو کہ میں تم لوگوں سے قطعی مختلف ہوں۔ پروفیسر پوسیتا کے تصور کے ساتھ پرلطف لمحات نہیں آئے تھے بلکہ بس یونہی خیال آ گیا تھا کہ میں نے اس کے ساتھ زیادتی کی تھی۔ جب سے میں ثمانہ سے ملا تھا۔ میں نے اسے قطعی نظرانداز کر دیا تھا۔ ایک بار بھی میں نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی اور یہاں تک کہ بالآخر میں نے اس کے خاندان کو تباہ کر دیا۔ اس وقت مجھے پوسیتا کا خیال صرف پکاشا کی لاش دیکھ کر آیا تھا۔ میں اسے تلاش کرنے لگا۔ سکائی کے نوجوان اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ انہوں نے زرد روؤں کی بستی کو صاف کر دیا تھا۔ وہ اپنے دل کا سارا غبار نکال رہے تھے۔ ظاہر ہے ان زرد روؤں نے ان کے فوما کو ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔

زرد روؤں کو بھاگنے کا موقع نہ مل سکا تھا۔ پھر بھی کچھ لوگوں نے بھاگ کر اگر جان بچائی ہو گی تو اس کے بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا۔ بہرصورت ہر طرف ایک طوفان بدتمیزی بپا تھا اور اب جب کہ یہ لوگ فاتح...... بن چکے تھے۔ میری ان کے درمیان ضرورت نہیں تھی۔

چنانچہ میں واپس بستی کی جانب چل پڑا اور اپنی رہائش گاہ میں پہنچ گیا۔ اپنے ذہن کو ٹٹولنے پر مجھے احساس ہوا کہ بہرصورت اس میں ثمانہ کی یاد تو ہے۔ لیکن اس میں اتنی شدت نہیں تھی کہ میں خود کو غم زدہ کہہ سکتا اس سارے ہنگامے سے فارغ ہونے کے بعد ایک عجیب سی بے زاری کا احساس ہو رہا تھا۔ لیکن بہرصورت میں ابھی فوما کو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ ابھی صرف سکائی کا علاقہ ہی اس کے قبضے میں آیا تھا۔ بہت ساری چیزیں تھیں جن کے لئے کام کرنا تھا۔

دیر تک اپنی رہائش گاہ پر خاموش بیٹھا رہا۔ بہت سے لوگ وہاں موجود تھے۔ میں نے وہاں جانا ضروری نہیں سمجھا اور اپنی رہائش گاہ پر ہی رہا۔ تب حکیم ہاکو نے آکر آواز دی تھی۔ یہ بوڑھا ہمدرد خواہ مخواہ روتی شکل بنا کر میرے سامنے آ رہا تھا۔ غالباً وہ ثمانہ کے سلسلے میں تعزیت کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ آہستہ آہستہ میرے قریب پہنچ گیا۔

''سیوتا۔ تو نے ثمانہ کے غم سے لاپرواہی کا اظہار کیا تھا لیکن دلوں کے درد سے کون واقف نہیں ہوتا۔ میری خواہش ہے کہ تو اسے بھولنے کی کوشش کر اس نے ایک عظیم مقصد کے لئے جان دی ہے۔ وہ ہمیشہ کہتی تھی کہ اس کے باپ نے سکائی کے لئے جان دی ہے اور وہ خود بھی فوما کے لئے مرجانا چاہتی ہے۔ میرا خیال ہے جب وہ وحشت کے دور میں تھی تو اس نے اگر کسی سے وفا کا اعلان کیا تھا تو وہ صرف فوما تھا۔ دنیا کے کسی انسان کو

اس نے کچھ نہیں گردانا تھا۔ ایسی صورت میں ہم سب اس کے لئے غمزدہ ہیں۔''

''او حکیم ہاکو ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ بے شک شانہ مر چکی ہے لیکن میں کہہ چکا ہوں کہ میں غمزدہ نہیں ہوں۔ نیک مقاصد کے لئے جان دینے والوں کے لئے غمزدہ نہیں ہونا چاہیے۔ تم وہاں کے معاملات سے فارغ ہو آئے ہو؟''

''نہیں۔ تم اسے فراغت تو نہیں کہہ سکتے سہوتا ابھی زردروؤں کو گرفتار کیا جا رہا ہے۔ ہمارے ہاتھ اسلحہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ لگا ہے۔ زردروؤں کا زمین دوز اسلحہ خانہ جہاں انہوں نے بے شمار اسلحہ جمع کیا تھا۔ یقیناً وہ اسلحہ ان لوگوں کی ضروریات سے زیادہ تھا۔ گویا وہ لوگ بھی کوئی سازش کر رہے تھے۔ سہوتا اتنا بڑا ذخیرہ بلا وجہ جمع نہیں ہو سکتا تھا۔ بے شک ان کے ذہن میں کوئی نہ کوئی بات ضرور ہوگی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ وقت کا انتظار کر رہے ہوں؟''

''ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے۔ ان لوگوں کا پکا شمار اگیا ہے۔ ورنہ اس بارے میں ہم اس سے گفتگو کرتے۔''

''اوہ۔ اس کا خیال رکھا گیا ہے سہوتا، چند ایسے لوگوں کو گرفتار کیا گیا ہے، جن سے فوما معلومات حاصل کرے گا۔''

''یہ اچھا کیا گیا ہے۔ یہ تجویز کس کی تھی؟''

''فوما کی۔''

''بہر صورت وہ اس علاقے کا شہنشاہ ہے اور ذہین انسان بھی۔''

''تو پھر اب تیرا کیا حکم ہے سہوتا۔ فوما نے کہا ہے کہ میں تجھے لے کر وہاں پہنچ جاؤں ابھی ہمیں تیری ضرورت ہے۔''

''تمام قیدی گرفتار ہو چکے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔''

''عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا؟''

''کچھ نہیں ان کے ساتھ بہتر سلوک کیا جائے گا۔ ہم نے انہیں ایک احاطے میں بند کر دیا ہے۔''

''ہوں۔ کسی عورت کو قتل تو نہیں کیا گیا؟''

''نہیں کسی بھی عورت پر سکائی کے کسی نوجوان نے ہاتھ نہیں اٹھایا۔''

''مجھے خوشی ہے۔ حالانکہ ایسے موقع پر نوجوان بے قابو ہو جاتے ہیں اور کوئی بھی ناخوشگوار واقعہ پیش آ سکتا ہے۔''

''ہاں سہوتا۔ اس لئے ہم نے عورتوں کو قتل کرنے کے بجائے احاطے میں بند کیا ہے۔'' حکیم ہاکو نے کہا۔

''ٹھیک ہے ہاکو اگر فوما کی خواہش ہے تو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔'' میں نے کہا اور پھر حکیم ہاکو کے ساتھ باہر نکل آیا۔

مجھے اب پوسیتا کی تلاش تھی اور میں اس کی تلاش میں احاطے تک گیا جہاں عورتوں کو قید کیا گیا تھا۔ بے شمار عورتیں تھیں جو رو رہی تھیں لیکن آہستہ آہستہ، بچے رو رہے تھے، چیخ رہے تھے، چلا رہے تھے۔ لیکن میں کیا کر سکتا تھا۔ حالانکہ مجھے افسوس ہوا تھا لیکن بعض اوقات انسان خود اپنی ہی

سازشوں کا شکار ہوکر مصیبتوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

میری نگاہیں پوسیتا کو تلاش کر رہی تھیں۔ نوجوان لڑکیوں میں مجھے بڑے بڑے حسین چہرے نظر آئے لیکن ایک کونے میں مجھے پوسیتا دکھائی دی۔ وہ گھٹنوں میں سر دیئے چپ چاپ بیٹھی تھی۔ میرے چہرے پر عجیب سے تاثرات ابھر آئے اور پھر میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا پوسیتا کی طرف بڑھ گیا۔

☆..........☆..........☆

پکاشا کی بیٹی جس حالت میں بیٹھی تھی، مجھے دکھ ہوا تھا۔ میں نے اس کا دور دیکھا تھا جب وہ شہزادیوں کی طرح رہتی تھی اور بہرصورت میرا اس سے کچھ تعلق بھی رہ چکا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ شانہ کا بھوت مجھ پر کچھ اس طرح سوار تھا کہ میں نے اسے مکمل طور پر نظر انداز کر دیا تھا حالانکہ وہ اس وقت میری معاون ثابت ہوئی تھی جب شانہ سے میری دشمنی چل رہی تھی اور میں نے پوسیتا سے وعدہ کیا تھا کہ میں واپس آؤں گا۔

اور اس کے بعد میں نے نہ صرف اسے نظر انداز کر دیا بلکہ اس کی نسل کو اور اسے تباہ کرنے میں میرا پورا ہاتھ تھا۔

اس وقت اسے اس طرح دیکھ کر میرے ذہن پر کچھ عجیب سے خیالات طاری ہو گئے۔ آخر میں ان کا دشمن کیوں بن گیا تھا.....؟

زرد روؤں نے میرا تو کچھ نہیں بگاڑا تھا، یہ ان لوگوں کا اپنا مسئلہ تھا۔ وہ اس علاقے پر اپنا تسلط چاہتے تھے۔ اگر مجھے فوما کی بجائے پکاشا مل جاتا تو کیا میں اس کی مدد نہیں کرتا۔ فوما کی مدد کے لئے میں نے ان لوگوں کے ساتھ جو سلوک کیا تھا وہ کچھ ضرورت سے زیادہ ہی تھا حالانکہ یہ ٹھیک تھا کہ وہ غاصب تھے اور فوما کے علاقے پر قبضہ کرنے کے لئے یہاں آئے تھے۔

لیکن یہ ان کا اپنا مسئلہ تھا۔ یہ ساری باتیں میرے ذہن میں پوسیتا کو دیکھ کر پیدا ہوئی تھیں اور اب میں سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔

بہرحال پوسیتا کو میں ان لوگوں کے ساتھ تو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہ گھٹنوں میں سر جھکائے بیٹھی۔

''پوسیتا.....'' یوں لگا تھا جیسے اس نے میری آواز سنی ہی نہ ہو۔ میں نے جھک کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور دوبارہ آواز دی۔

''پوسیتا۔'' تب اس نے گردن اٹھائی۔ اس کی آنکھیں گہری سرخ ہو رہی تھیں لیکن ان میں آنسوؤں کی نمی نہیں تھی بلکہ ایک عجیب سا تاثر تھا۔ وہ کھوئی کھوئی آنکھوں سے مجھے دیکھتی رہی اور پھر جیسے ان آنکھوں کی زندگی واپس لوٹ آئی۔ اس نے مجھے پہچان لیا تھا، تب ان میں نفرت کی آگ سلگ اٹھی۔

''اٹھو پوسیتا۔'' میں نے بھاری لہجے میں کہا اور اس نے نفرت سے ہونٹ سکوڑ لئے۔

''اوہ۔ تم مجھ سے نفرت کا اظہار کر رہی ہو پوسیتا۔'' میں نے کہا لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا تھا۔ وہ خاموشی سے نفرت زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔

تب میں نے اس کا بازو پکڑ کر اسے کھڑا کر دیا۔ پوسیتا کی اتنی مجال تو تھی نہیں کہ وہ میری اس کوشش سے بھی کھڑی نہ ہوتی لیکن اس کے انداز میں تعاون نہیں تھا۔ میں جانتا تھا کہ اسے میرے بارے میں مکمل معلوم ہوگا اور وہ جانتی ہوگی کہ میں زرد روؤں کی تباہی کا پورا پورا ذمہ دار ہوں۔

تبھی وہ مجھ سے نفرت کر رہی تھی لیکن پھر بھی اسے قیدی عورتوں کے احاطے سے باہر نکال لایا۔

وہ لڑکھڑاتی ہوئی میرے ساتھ چل رہی تھی۔ چند ساعت کے بعد ہم قیدی عورتوں کے احاطے سے کافی دور آ گئے اور ایک سنسان سی جگہ میں نے اسے ایک پتھر پر بٹھا دیا۔ پوسیتنا اسی طرح سر جھکائے پتھر پر بیٹھ گئی۔

''تم خاموش کیوں ہو پوسیتنا؟'' میں نے پوچھا۔

اور اس نے ایک بار پھر جلتی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ ان آنکھوں میں بہت سی شکایات اور بہت سے تاثرات تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ زبان کی بجائے آنکھوں کو استعمال کرنا چاہتی ہو اور یہ حقیقت بھی تھی۔ اس کے الفاظ آنکھوں کے راستے میرے ذہن تک پہنچ رہے تھے۔ تب میں نے اس سے کہا۔

''ممکن ہے تم غلط فہمی کا شکار ہو، چنانچہ مجھ سے یہ رویہ روا نہ رکھو تو بہتر ہے۔ میں تم سے گنجائش کی توقع رکھتا ہوں۔''

''ہوں۔ غلط فہمی۔'' پوسیتنا کی غراتی ہوئی آواز ابھری۔

''ہاں پوسیتنا غلط فہمی۔''

''ٹھیک ہے کچھ لوگ بڑے انوکھے ہوتے ہیں۔ عجیب سی شکل وصورت کے مالک اور اس کے ساتھ ہی ان کا کردار بھی عجیب ہوتا ہے۔ میں تمہارے بارے میں کچھ نہ کہوں گی سبوتا لیکن تم بھی انوکھے ہی ہو۔''

''جو کہنا چاہتی ہو کھل کر کہو پوسیتنا تمہارے اوپر پابندی نہیں ہے۔''

''مجھے کچھ بھی نہیں کہنا۔ اگر تم میرا درد نہیں سمجھ سکتے تو زبان سے کہنے سے کیا فائدہ۔ ایسی باتیں تو ان لوگوں سے کہی جاتی ہیں جو حساس ہوتے ہیں اور تم بے حس ہو۔ تم بے حس ہو سبوتا۔ تم نے ان کے لئے، ان کتوں کے لئے ہمیں تباہ و برباد کر دیا، ہماری نسلیں بگاڑ دیں۔ ہمارا قصور کیا تھا سبوتا۔ ہم بھی تو اپنی زندگی گزارنے کے لئے تھوڑی سی زمین چاہتے تھے۔ ہم ان لوگوں کے ساتھ اپنائیت کا سلوک کر کے زندگی گزارنا چاہتے تھے۔ ہم میں سے سب کے خیالات ایسے نہ تھے کہ ہم مقامی لوگوں کو تباہ و برباد کر کے خود خوش رہتے۔ ہم تو صرف اپنی سانسیں سکون سے گزارنا چاہتے تھے۔ بتاؤ اس میں ہمارا کیا قصور تھا؟''

اور میں خاموشی سے اس کی باتیں سنتا رہا۔ تب میں نے آہستہ سے کہا۔

''لیکن پوسیتنا تمہیں معلوم ہے کہ مقامی باشندے ان لوگوں کے ساتھ نہیں رہنا چاہتے تھے۔''

''ٹھیک ہے یہ مقامی باشندوں کا اپنا مسئلہ تھا لیکن تم اس میں کیوں شریک تھے سبوتا؟''

''میری کوئی حیثیت نہیں تھی پوسیتنا، بس میں نے فوما کو بچایا تھا۔ وہ مجھے سمندر میں ڈوبتا ہوا مل گیا تھا اور اس کے بعد میں نے بس اس کی مدد کی، اس سے زیادہ میرے ذہن میں کچھ نہ تھا۔''

''ٹھیک ہے۔ تم نے ان کی مدد کی اور ہمیں تباہ و برباد کر دیا۔ یہ تمہارا اپنا فعل تھا سبوتا، اب تم مجھ سے ایسے سوالات کیوں کر رہے ہو، اب تم

ہمارے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟ اب کیا رہ گیا ہے میرے پاس تمہیں بتانے کے لئے۔ دیکھو سیوتا، سنو، ساری دنیا میں اب میرا کوئی نہیں ہے۔ میں قیدی عورت کی حیثیت سے ان لوگوں کے درمیان ہوں، اب تم یہ بھی دیکھو کہ یہ میرے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔ یقیناً تمہیں خوشی ہوگی۔''

اور نہ جانے کیوں مجھے ایک عجیب سی شرمندگی محسوس ہونے لگی۔ مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے میں نے واقعی ضرورت سے بڑھ چڑھ کر اقدامات کیے ہوں۔ کم از کم مجھے ان لوگوں کے ساتھ شریک نہیں ہونا چاہئے تھا۔ سبھی کی زندگی یکساں ہوتی ہے اور خاص طور پر اس وقت جبکہ میرا کسی سے براہ راست کوئی تعلق نہ ہوتا۔ کیا شانہ میرے ذہن کو اس طرف لانے کا باعث تھی۔ یہ تو مناسب بات نہیں تھی، شانہ میری اپنی پسند تھی اور اگر اپنی پسند کے لئے انسان دوسروں کو تباہ و برباد کر دے تو یہ انسانیت کا کوئی اچھا معیار نہیں تھا۔ میں چند ساعت سوچتا رہا تھا پھر میں نے کہا۔

''میرا خیال ہے میں کافی شرمندہ ہو چکا ہوں پوسیتا۔ میں نے ان لوگوں کے ساتھ جو کچھ کیا ہے، اس کا واقعی افسوس ہے لیکن بہرحال جو ہونا تھا ہو چکا ہے۔ شانہ بھی مر گئی ہے۔ اب یہ لوگ آگے اقدامات کریں گے۔ ہاں میں تم سے صرف ایک وعدہ کر سکتا ہوں پوسیتا۔''

''کیا وعدہ؟'' پوسیتا نے پوچھا۔

''آئندہ میں ان کے ساتھ کسی بھی سلسلے میں شریک نہیں ہوں گا۔''

''اوہ آئندہ۔ تم مجھے بتاؤ سیوتا، مجھے آئندہ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ میں تباہ و برباد ہو چکی ہوں۔ میرا باپ مارا جا چکا ہے، سارے لوگ مارے گئے ہیں۔ سکائی کا یہ علاقہ ویران اور برباد ہو کر رہ گیا۔ پھر اگر تم آئندہ کی بات کرو تو مجھے اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے سیوتا۔ میں خود بھی تم سے یہ بات کہہ چکی ہوں کہ وہ لوگ جو مقامی باشندوں کو تباہ و برباد کر کے زندگی گزارنا چاہتے ہیں، مجھے خود بھی پسند نہیں ہیں۔ میں تو صرف یہ چاہتی تھی کہ ہم سب یکساں طور سے زندگی گزاریں اور یہی میری خواہش تھی لیکن اب کیا میں اس انداز میں زندگی گزار سکتی ہوں، تم ہی انصاف کرو سیوتا۔''

''پوسیتا۔ میں اب تمہارے لئے اور کچھ نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ زندگی کے بقیہ دور میں تمہارا ساتھ دوں۔''

''نہیں سیوتا۔ میں اپنی بقیہ زندگی کا کوئی تعین نہیں کر سکتی۔ زندگی اب باقی بھی کہاں رہ گئی۔ تم کیا سمجھتے ہو، کیا ان لوگوں کے درمیان میں زندہ رہ سکتی ہوں، نہیں سیوتا نہیں۔ میں ان کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔''

''تم زندہ رہو گی پوسیتا۔ تمہیں بھلا کون نقصان پہنچا سکتا تھا۔ کس کی مجال ہے کہ میری موجودگی میں تمہاری ذات پر کوئی آنچ آئے۔ میں اتنی طاقت رکھتا ہوں پوسیتا کہ تمہاری حفاظت کر سکوں۔'' میں نے کہا۔

''سیوتا۔ براہ کرم میری نظروں سے نہ گرو۔ اس کے باوجود اگر تم میرے قبیلے کے دشمن ہو، میں تمہاری انفرادیت کی قائل ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ تم ایک انوکھے انسان ہو لیکن ایسی باتیں کر کے تم مجھے فریبی محسوس ہو رہے ہو۔ تم جو کچھ بھی ہو سیوتا لیکن براہ کرم تم خود کو فریبی بنا کر پیش نہ کرو ورنہ مجھے افسوس ہوگا۔''

''میں نہیں سمجھا پوسیتا۔''

''بس میں یہی کہنا چاہتی ہوں کہ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ میں اب زندہ نہیں رہنا چاہتی۔''

''تمہیں زندہ رہنا ہوگا پوسیتا یہ میری خواہش ہے۔''

''ہرگز نہیں۔ تم میرے باپ کے قاتل ہو۔ میں تمہاری خواہش کا احترام کروں گی۔'' پوسیتا کی آنکھوں میں دیوانگی ابھر آئی۔ وہ اچھل کر کھڑی ہوگئی تھی۔

میں نے اسے بغور دیکھا اور پھر آہستہ آہستہ گردن ہلانے لگا۔ ''ٹھیک ہے پوسیتا۔ تمہیں تمہاری مرضی کے مطابق وقت گزارنے کی اجازت دی جائے گی۔ تم بالکل فکر نہ کرو۔ یقینی طور پر تمہیں تمہاری مرضی کے خلاف کوئی مجبور نہ کر سکے گا۔ آؤ میرے ساتھ آؤ'' میں نے کہا۔

''کہاں۔؟ مجھے ان قیدیوں عورتوں کے پاس پہنچا دو سیوتا۔ آخر وہ بھی تو انسان ہیں۔ میری بستی کی عورتیں ہیں۔ میں انہی کے ساتھ جینا اور مرنا چاہتی ہوں۔ تم اپنے اختیارات سے کام لے کر مجھے یہاں تک لائے ہو سیوتا لیکن میں اپنے اختیارات سے کام لے کر مر تو سکتی ہوں۔'' پوسیتا نے کہا اور میں اسے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا۔

میں اس لڑکی کے لئے کر بھی کیا سکتا تھا، اب تو جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔ بہرکیف میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں اس کی مدد کرنے کی کوشش ضرور کروں گا اور یہ صحیح بھی ہے۔

فوما اب ایک مخصوص حیثیت میں آ گیا تھا۔ باقی معاملہ اس کا اپنا تھا۔ اگر وہ زرد رووٴں سے مقابلہ کر کے انہیں شکست دے دیتا ہے تو درست ہے اور اگر نہیں دے پاتا تب بھی مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی تھی۔

پوسیتا نے مجھے گہری نیند سے جگا دیا تھا اور میں سوچنے لگا تھا کہ ٹھیک ہے اگر فوما ان کے ساتھ کوئی باعزت معاہدہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ مجھے اس سے کیا۔ آخر زرد رووٴں کو بھی زندہ رہنے کا حق تھا اور اگر تمام لوگوں کو فوما تباہ و برباد کر دیتا تو مجھے اس سے کیا مل جاتا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس معاملے میں خاموش ہی رہوں گا اور دراصل پروفیسر، پوسیتا سے گفتگو کے بعد میں بددل ہو گیا تھا۔ چنانچہ میں نے پوسیتا کو احاطے میں پہنچا دیا اور خود اپنی قیام گاہ میں واپس آ گیا۔

فوما، حکیم ہاکو اور دوسرے تمام لوگ جشن منا رہے تھے۔ میرا نام جگہ جگہ لیا جا رہا تھا لیکن میں اداس تھا۔

میں اپنی قیام گاہ پر آ کر خاموشی سے بیٹھ گیا اور حالات پر غور کرنے لگا۔ بلاشبہ بعض اوقات میں ایسے معاملات میں الجھ جاتا تھا جن میں مجھے نہیں الجھنا چاہئے تھا۔ کیا فائدہ ہوا مجھے ان لوگوں کو قتل کرا کے۔ فوما بھلا مجھے کیا دے گا...... اور پھر سچی بات یہ ہے کہ صرف ایک کو مظلوم سمجھ لینا نامناسب ہے۔ ٹھیک ہے زرد رو یہاں سازشی ذہن لے کر آئے ہیں، وہ ان لوگوں کے خلاف سازش کرنا چاہتے ہیں، فوما کو قتل کرنا چاہتے تھے لیکن اس کے بعد فوما کو زندگی مل گئی اور اگر اب فوما ان سے مقابلہ کر کے انہیں شکست دے دیتا ہے اور اپنی حکومت قائم کر لیتا ہے تو مجھے اس میں کوئی اعتراض نہ تھا اور اگر نہیں کر پاتا تو تب بھی یہ میرا فرض نہیں ہے کہ میں فوما کی بھرپور طور سے مدد کروں۔ آخر مجھے کیا ضرورت پڑی تھی۔ میں نے سوچا۔ اور میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں خود اب ان معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کروں گا۔ پوسیتا کے الفاظ سے میں شرمندہ ہو گیا تھا جو کچھ ہو چکا تھا اب میں اسے واپس نہیں لا سکتا تھا لیکن پوسیتا کو اس طرح چھوڑ بھی تو نہیں سکتا تھا۔

پھر کیا کرنا چاہئے؟ اور میں کافی دیر تک سوچتا۔ پھر اس وقت چونکا جب حکیم ہاکو میرے پاس پہنچ گیا۔ مجھے دیکھ کر اس کے چہرے پر تاسف کے تاثرات ابھر آئے۔

''اوہ سبوتا۔ تم یہاں ہو۔'' اس نے کہا۔

''ہاں حکیم ہاکو۔ کوئی کام ہے، مجھ سے؟''

''سکائی کے نوجوان تمہارے نام کے دیوانے ہو گئے ہیں۔ تم ان کے ہر دلعزیز ہیرو ہو۔ سکائی کے بت فروش تمہارے مجسمے بنانا چاہتے ہیں اور نوجوان تمہیں خراج عقیدت پیش کرنا چاہتے ہیں۔''

''اوہ لیکن مجھے ان باتوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے حکیم ہاکو۔'' میں نے کسی قدر خشک لہجے میں کہا۔

''میں جانتا ہوں سبوتا لیکن.....''

''کیا جانتے ہو حکیم ہاکو؟''

''تم شمانہ کے لئے غمزدہ ہو۔ افسوس یہ کوتاہی ہمی سے ہوئی۔ اس کی حفاظت ہمارا فرض تھا۔''

''اوہ۔ مرنے والے مرجاتے ہیں حکیم ہاکو۔ کسی کے لئے زیادہ غم نہیں کرنا چاہئے۔''

''میں تم سے متفق ہوں اور چاہتا ہوں کہ تم بھی ذہن سے اس کی یاد نکال دو۔ سکائی والوں کے لئے تم ایک دیوتا کی حیثیت رکھتے ہو اور یہاں کی لڑکیاں تمہاری غلامی میں فخر محسوس کریں گی۔ ہاں سبوتا، جسے تم اپنی ہم جلیسی بخشو اس کا پورا خاندان خود کو خوش نصیب سمجھے گا۔''

''ابھی میں ان معاملات میں نہیں پڑنا چاہتا حکیم ہاکو۔ بہرحال مجھے کچھ لمحات کی تنہائی درکار ہے۔ کیا تم اس بات کو محسوس کرو گے؟''

''نہیں سبوتا۔ میں کہہ دوں گا کہ تو ابھی کسی سے نہیں ملنا چاہتا۔ سکائی کے نوجوانوں کو اپنے ہیرو کا انتظار کرنا ہوگا۔'' حکیم ہاکو نے کہا اور یہ اچھی بات تھی کہ اسے میرے ذہن کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ میں شمانہ کے لئے حد سے زیادہ غمزدہ ہوں۔ ممکن ہے وہ یہ بھی سوچ رہا ہو کہ بہرحال میں ٹھیک ہو جاؤں گا اور اس میں زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔

''تو مجھے اجازت سبوتا؟'' اس نے کہا اور اچانک جیسے مجھے کچھ یاد آ گیا۔

''سنو حکیم ہاکو۔'' میں نے اسے آواز دی اور وہ رک گیا۔

''حکم سبوتا؟'' اس نے کہا۔

''سکائی کے زرد روؤں کی عورتوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟'' میں نے پوچھا۔

''اوہ ابھی تو ان کے بارے میں کچھ نہیں سوچا گیا سبوتا۔ قیدیوں میں مرد عورتیں سبھی موجود ہیں۔ فوماان کے بارے میں فیصلہ کرے گا۔''

''وہ فیصلہ کیا ہوگا حکیم ہاکو؟''

''تم یقین کرو سبوتا، ابھی اس بارے میں کوئی گفتگو بھی نہیں ہوئی۔''

''خاص طور سے عورتوں کے ساتھ کوئی برا سلوک نہ کیا جائے۔ انہیں قیدیوں کی حیثیت نہ دی جائے اور اس وقت تک جب تک ان کی قسمت کا فیصلہ نہ کیا جائے اور ان کے آرام کا پوری طرح خیال رکھا جائے۔''

''تیری یہ ہدایت میں فوما تک پہنچادوں گا اور یقین دلاتا ہوں کہ اس ہدایت کا پوری طرح احترام کیا جائے گا۔'' ہاکو نے جواب دیا۔

حکیم ہاکو چلا گیا اور میں ان حالات کے بارے میں سوچتا رہا۔ بلاشبہ فوما کو اب بھرپور حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔ اب علاقوں میں اس کے سرداروں کی آواز گونج گئی اور اس علاقے کے لوگ اس کی مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ میں نے جو کچھ کردیا تھا کافی تھا۔ اس سے زیادہ کچھ کرنا مناسب نہیں تھا۔ چنانچہ کچھ کرنا چاہئے لیکن کیا؟ میں سوچتا رہا۔ پوسیتا کے لئے میرا دل دکھ رہا تھا۔ اس نے جو کچھ کہا تھا اس میں حقیقت تھی۔ اب صرف ایک فیصلہ کرنا تھا۔ اس علاقے کو چھوڑنے کا اعلان کیا جائے یا نہیں؟''

بہر حال میں نے اس فیصلے کو تھوڑے دنوں کے لئے ملتوی کردیا۔ میں اپنی قیام گاہ تک ہی محدود رہا اور باہر کے معاملات میں، میں نے پورا دن کوئی دلچسپی نہیں لی اور اس کے بعد کوئی میرے پاس آیا بھی نہیں۔

لیکن رات کو میں خود ہی تنہائی سے اکتا گیا اور پھر میں اپنی جگہ سے باہر نکل آیا۔ یہ دیکھ کر مجھے تعجب ہوا کہ سکائی کے دو نوجوان میری قیام گاہ کے باہر تعینات تھے۔ جونہی میں باہر نکلا ان دونوں نے گردن جھکادی۔

''کیا بات ہے۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟''

''عظیم سبوتا کے خادم ہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''ہمیں یہاں تعینات کیا گیا ہے کہ عظیم سبوتا کو اگر کسی بات کی حاجت ہو تو تعمیل کریں۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''اوہ۔ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جاؤ، تم آرام کرو۔'' میں نے کہا۔

''جو سبوتا کا حکم۔'' وہ دونوں چلے گئے اور میں قیدیوں کے احاطے کی طرف چل پڑا۔ سکائی کے نوجوان بے حد خوش تھے۔ جگہ جگہ طرح طرح کے کھیل تماشے ہو رہے تھے۔ میں ان لوگوں کی نظروں سے بچتا ہوا چل رہا تھا۔ ان کی عقیدت کے جو قصے ہاکو نے مجھے سنائے تھے۔ ان کے تحت وہ مجھے پریشان کرسکتے تھے۔ اس وقت میں کسی ایسی تفریح میں شریک نہیں ہوسکتا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد میں قیدی عورتوں کے احاطے کے نزدیک پہنچ گیا۔

بلاشبہ فوما اور اس کے ساتھی میری بات کو اہمیت دیتے تھے۔ قیدی عورتوں کے لئے میں نے نمایاں مراعات دیکھیں۔ انہیں سونے کے لئے بستر مہیا کئے گئے تھے اور دوسری سہولتیں بھی انہیں فراہم کردی گئی تھیں۔ ابھی میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا کہ عقب سے ہاکو میرے پاس پہنچ گیا۔

''اوہ سبوتا۔ میں نے تیرے حکم کی تعمیل کی ہے۔''

''ہاں ہاکو۔ میں نے دیکھا۔ ویسے ان لوگوں کے لئے کیا کیا جاسکتا ہے؟''

''فوما اس سلسلے میں تیرے احکامات کی تعمیل کرے گا۔''

''قیدی مردوں کی تعداد کیا ہوگی؟''

''کافی ہیں۔''

''میرا خیال ہے ان لوگوں کو ابھی تو قید میں رکھا جائے اور اس کے بعد ان عورتوں کو ان کے حوالے کر دیا جائے، ان پر کچھ پابندیاں عائد کر دی جائیں۔ زردرو تارک الوطن ہیں۔ اب جبکہ وہ تمہاری سرزمین میں داخل ہو گئے ہیں تو بلاشبہ یہی ان کا وطن ہے کیونکہ وسیع زمین کسی کی ملکیت نہیں ہوتی۔ ہاں انہوں نے جو سازشیں کیں وہ غیر مناسب تھیں اور ان کی سزا انہیں یقیناً ملنی چاہئے تھی۔ اب فوما پوری قوت سے اٹھ کھڑا ہوا ہے وہ یقیناً فاتح ہوگا لیکن ایک فاتح کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں۔ مفتوح بے بس ہوتے ہیں اور فاتح کے ہاتھوں میں کھلونوں کی مانند۔ کھلونے جب چاہیں توڑے جا سکتے ہیں لیکن برتری یہ ہے کہ ان کھلونوں کو توڑنے کی بجائے انہیں حفاظت سے کہیں رکھا جائے... اور ان کی حفاظت کرنی چاہئے کیونکہ وہ محکوم ہوتے ہیں، ان لوگوں کو اتنی مراعات ضرور دی جائیں کہ وہ اپنی مرضی سے زندہ رہ سکیں۔

ہاں انہیں اس قابل نہ چھوڑا جائے کہ آئندہ یہ سازش کے بارے میں سوچیں اور جب کبھی یہ سازش کے لئے سر اٹھائیں ان کے سر کچل دیئے جائیں۔ باقی رہا ان کی زندگی کا سوال تو وہ لوگ جو شکست کھا چکے ہیں، ایک طرح سے فوما کی رعایا ہیں اور اپنی رعایا کی حفاظت کرنا ہر حاکم کا فرض ہوتا ہے۔'' میں نے کہا۔

''بلاشبہ سیوتا، فوما کا بھی یہی مقصد ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ان لوگوں کو نیست و نابود کر دیا جائے لیکن ہم انہیں اس قابل بھی چھوڑنا نہیں چاہتے جس کی وجہ سے فوما کے خلاف کوئی سازش ہو۔'' حکیم ہاکو نے کہا۔

''بالکل۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے چنانچہ ان عورتوں کے ساتھ کوئی بدسلوکی نہ کی جائے۔''

''تیری بات ہمارے لئے بڑی حیثیت رکھتی ہے سیوتا۔ ہم عورتوں کے ساتھ برا سلوک نہ کریں گے۔'' حکیم ہاکو نے کہا۔

''سکائی کے نوجوان بپھرے ہوئے ہیں اور جنگ کو آگے تک پھیلانے کے خواہش مند ہیں، وہ بہت سے مطالبات کر رہے تھے جن میں عورتوں کا حصول بھی تھا لیکن فوما نے انہیں منع کر دیا ہے اور ویسے بھی فوما کی بات کو وہ مانتے ہیں۔ ان عورتوں کو ان کے حوالے کرنا درندگی ہوگی ہاکو۔'' میں نے کہا۔

''یقیناً۔'' ہاکو نے جواب دیا۔

اور اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور بولا۔

''حکیم ہاکو سمندر کے کنارے والے مکان میں اب کون ہے؟''

''کوئی نہیں۔ فوما کو اب وہاں رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ علی الاعلان بستی میں ہے۔'' ہاکو نے جواب دیا۔

''گویا وہ مکان خالی پڑا ہے؟''

''ہاں۔''

''تب پھر حکیم ہاکو میرا ایک کام کرو۔''

''کیا سبوتا؟ مجھے حکم دے۔''

''پکاشا کی لڑکی پوسیتا کو جانتے ہو؟''

''ہاں۔ وہ ان قیدی عورتوں میں شامل ہے۔''

''اسے اس مکان میں میرے پاس بھیج دو۔''

''اوہ سبوتا۔ کیا وہ بھی تیری منظور نظر ہے۔''

''حکیم ہاکو، میں اسے کسی غلط مقصد کے لئے طلب نہیں کر رہا۔ اسے بس تو میرے پاس بھیج دے۔'' میں نے تیز لہجے میں کہا۔

''بہتر ہے۔'' حکیم ہاکو نے برا مانے بغیر کہا اور وہ واپس پلٹ پڑا۔

اور یہی بہتر تھا۔ پوسیتا مجھ سے جس قدر بدظن تھی، اس کو ذہن میں رکھتے ہوئے مناسب نہیں تھا کہ میں دوبارہ اسے بلا کر اس سے کوئی بات چیت کرتا چنانچہ میں واپس لکڑی کے مکان کی جانب چل پڑا اور پوسیتا کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد پوسیتا کو میرے پاس پہنچا دیا گیا۔ پوسیتا مکان میں داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سی مردنی چھائی ہوئی تھی۔ روشن مکان میں اس نے مجھے دیکھا اور گہری سانس لی اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''عظیم سبوتا عظیم تر۔'' اس نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔ لہجے میں بے پناہ طنز تھا۔ میں نے اس بار بھی اس کے طنز کو نظر انداز کر دیا۔ صرف اس لئے کہ وہ سب کچھ کھوئے ہوئے تھی۔ اس وقت اس کے لہجے میں جس قدر بھی طنز تھا وہ تعجب خیز بات نہ تھی۔

''آؤ پوسیتا۔''

''حاضر ہوں، حاضر ہوں سبوتا۔ تیری خدمت میں حاضر ہوں فاتح اعظم، حاضر ہوں سکائی کے مددگار۔'' اس نے کہا اور میں اسے دیکھنے لگا۔ اب مجھے اس لڑکی پر غصہ آنے لگا تھا۔ بلاوجہ طنزیہ باتیں کر رہی تھی حالانکہ ان لوگوں کا حشر وہی ہونا تھا جو ہوا تھا لیکن بہرصورت میں نے اسے برداشت کیا اور اس کا جائزہ لینے لگا۔ تب وہ آگے بڑھی اور میرے نزدیک پہنچ گئی۔

''کیا حکم ہے آقا۔ لباس اتار دوں کیا؟'' اس نے اپنے لباس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

''پوسیتا ایک بار پھر تم سے کہہ رہا ہوں کہ ہوش میں آؤ۔ فضول باتوں سے گریز کرو۔ تم کیا سمجھتی ہو، کیا تمہارے لوگوں نے سکائی کے لوگوں پر کم مظالم کئے تھے؟ کیا تمہارے خیال میں سکائی کے لوگ کبھی اس قابل نہیں ہو سکتے تھے کہ تمہارے مظالم کا جواب دے سکتے؟ تمہارے لوگوں نے ان کے صدیوں سے آباد علاقوں کو اجاڑ کر رکھ دیا۔ کیا کچھ نہیں کیا گیا ان کے ساتھ؟ اور تمہارا کیا خیال ہے، کیا یہ لوگ تم سے انتقام نہیں لے سکتے، کیا اس میں وہ کوشاں نہ رہتے اور آج اگر وہ تم پر بازی لے گئے ہیں تو تم اس کا قصور مجھے کیوں ٹھہرا رہی ہو؟''

''نہیں میرے مالک، میں تو کسی کو قصوروار نہیں کہہ رہی۔ اگر تجھ سے شکوہ ہے تو صرف اتنا کہ تو نے میرے ساتھ وہ سلوک روا نہ رکھا جو میرا حق تھا۔''

''میں نہیں سمجھا، تمہاری مراد کیا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''میں صرف ان دنوں کا حوالہ دینا چاہتی ہوں جب تو شمانہ کی تلاش میں میرے پاس آیا تھا اور اس کے بعد تو نے میرے لئے شمانہ کو اٹھا کر پانی میں پھینک دیا تھا۔''

''پوسیتا یہ بات تمہارے علم میں یقیناً ہوگی کہ میں شمانہ کو چاہتا تھا، اس سے پیار کرتا تھا لیکن وہ مجھ سے برگشتہ تھی۔ میں اسے اپنے قابو میں لانے کے لئے ہر ممکن کوشش کر رہا تھا اور تجھ تک بھی میں اسی کے لئے پہنچا تھا، میں براہ راست تیرے پاس نہیں گیا تھا۔ بہرحال شمانہ مجھے مل گئی تو مجھے کسی اور چیز کی طلب نہیں رہی۔ میں ایک صاف ستھرا انسان ہوں اور میں تجھ سے یہ نہیں کہوں گا کہ میں نے کبھی تجھ سے محبت نہیں کی...... لیکن شمانہ محبت میں تجھ سے بازی لے گئی تھی پوسیتا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اور اب جبکہ شمانہ تمہاری زندگی سے نکل گئی ہے، وہ مر چکی ہے تو تم مجھ سے دوبارہ تعلقات استوار کرنا چاہتے ہو لیکن تم نے یہ سوچا کہ میں بھی انسان ہوں۔ تم میرے اوپر مکمل طور پر قادر ہو، تم چاہو تو میرے جسم کی دھجیاں بکھیر کر فضا میں اڑا سکتے ہو، تم میرے بدن کو نچوڑ سکتے ہو، میری شکل بگاڑ سکتے ہو، مجھے اس جگہ ذلیل کر سکتے ہو لیکن تم میرا دل جیت سکتے ہو؟ بولو کیا تم میرا دل جیت سکتے ہو؟''

''پوسیتا میں تمہارا دل نہیں جیتنا چاہتا۔ سنو، میں سکائی میں اجنبی ہوں۔ اس علاقے کے لوگوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے، یہ میں تمہیں بتا چکا ہوں اور آخری بار میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ ان سارے معاملات میں مکمل طور پر میرا دخل نہیں ہے، ان لوگوں کو یہی کرنا تھا جو انہوں نے کیا۔

اب میں نے جو کچھ تم سے کہا ہے وہ صرف ہمدردی کی شکل میں ہے۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں سہارا دے سکتا ہوں، تم چاہو تو میں تمہیں یہاں سے نکال کر لے جاؤں گا، ہم اس جگہ کو چھوڑ دیں گے، مجھے جواب دو، کیا تم میرے ساتھ چلنا پسند کرو گی؟''

''میں...... میں......'' پوسیتا نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر جذبات کی شدت سے اس کی آواز نہ نکل سکی۔ میں اسے بغور دیکھ رہا تھا۔

''میں تمہارا جواب چاہتا ہوں پوسیتا۔''

''اس وقت تم نے مجھے کیوں بلایا تھا سیوتا؟''

''میں تم سے یہی معلوم کرنا چاہتا تھا۔''

''اور کوئی حکم میرے لئے؟''

''نہیں پوسیتا۔''

''تم مجھ سے یہ سوال کیوں کر رہے ہو سیوتا۔ تم ان کے لئے قابل احترام ہو گے کیونکہ تم نے ان کے فوما کی زندگی بچائی ہے، تم نے انہیں ان کے دشمنوں پر فتح دلائی ہے اور میں ایک قیدی ہوں۔ اگر تم خواہش ظاہر کرو گے تو وہ مجھے تمہیں دے دیں گے، میری مرضی کیا ہے۔''

میں لڑکی کی بکواس سے تنگ آ گیا تھا۔ چنانچہ میرے رویے میں درشتگی پیدا ہوگئی۔ ''بس مجھے تم سے یہی گفتگو کرنی تھی۔ اب تم چاہو میں تمہیں واپس بھیج سکتا ہوں۔''

''میں تو اب کچھ نہیں چاہتی اور جو چاہتی ہوں وہ تم کرو گے نہیں سوتا۔''

''کیا چاہتی ہو؟''

''میرے خواہش ہے کہ تم مجھے ہلاک کر دو۔''

''اس قسم کے کام میں نہیں کرتا پوسیتا۔ یہ کام تم خود انجام دے سکتی ہو۔'' میں نے بیزاری سے کہا اور پھر مکان کے باہری حصے میں آ گیا۔ یہاں کوئی موجود نہیں تھا لیکن میں نے دور سے گزرتے ہوئے چند لوگوں کو اشارہ کیا اور وہ میرے قریب پہنچ گئے۔

''اس لڑکی کو دوسری لڑکیوں میں پہنچا دو۔'' میں نے کہا اور پوسیتا لرزتے قدموں سے باہر نکل آئی۔ میں اسے جاتے دیکھتا رہا تھا۔ پھر جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہوگئی تو میں نے گہری سانس لی۔ پوسیتا پر درحقیقت ظلم ہوا تھا۔ اس کے باپ کی موت کی ذمہ داری میں قبول نہیں کر سکتا تھا کیونکہ بہرحال سکائی والے اس سے خوش نہیں تھے اور یہ کام کسی بھی مناسب وقت پر کیا جا سکتا تھا۔ ہاں میں شانہ سے ملاقات کے بعد اسے قطعی فراموش کر رہا تھا۔ عورت کی حیثیت سے یہ بات اس کے لئے ناقابل برداشت تھی۔

لیکن بس اتنا ہی ٹھیک تھا۔ میں نے اس سے معذرت کی تھی۔ اسے بچانے کی کوشش کی تھی اور اب اگر وہ ضرورت سے زیادہ سنجیدہ بننے کی کوشش کر رہی تھی تو مجھے بھی اس سے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی۔ ظاہر ہے میں اس کے بغیر بھی زندگی گزار سکتا تھا...... اور میرے نزدیک شانہ کی جو حیثیت تھی، پوسیتا اس کی خاک بھی نہ تھی۔ اگر شانہ کے حصول کی راہ میں وہ آ گئی تھی تو اس میں میرا قصور نہیں تھا۔ میں نے تو صرف شانہ کو قابو میں کرنے کے لئے تھوڑا سا سہارا اس کا لیا تھا۔ اس سے زیادہ پوسیتا کی کوئی حیثیت میری نگاہ میں نہ تھی۔ ہاں پکاشا کی بیٹی کی حیثیت سے جو کچھ گفتگو میں نے اس سے کی تھی وہ ایک الگ بات تھی اور میں اس سے متاثر تھا جس کی وجہ سے میں نے یہ کاوش کی تھی کہ پوسیتا کو ان تمام قیدی عورتوں سے ممتاز کر کے یہاں لے آیا تھا لیکن اگر وہ مرنا چاہتی تھی تو مرتی، میں نے تو ان لوگوں سے دشمنیاں بیپانہ کی تھیں اور رہا ان کی مدد کا سوال تو وہ خود بھی کون سے کم تھے۔

ان دونوں کو ایک دوسرے سے نبرد آزما ہونا ہی تھا اور اس کے بعد نتیجہ تقریباً یہی نکلتا جواب نکلا تھا۔ تنہا میری ذات تو ان کے لئے فتح کا باعث نہیں بن گئی تھی اور اب اگر پوسیتا ضرورت سے زیادہ اداکاری کر رہی ہے تو وہ جہنم میں جائے لیکن اس کے بعد پھر وہی سوچ کہ کیا اب مجھے ان کے ساتھ ان ہنگاموں میں شامل ہونا چاہیے۔ دل نے کہا کہ حماقت کی بات ہے لیکن سوچ تھی کہ بس ذہن میں جم گئی تھی لیکن اس کے بعد پھر وہی سوچ...... کہ کیا اب مجھے ان کے ساتھ ان ہنگاموں میں شریک ہونا چاہیے۔

لیکن پھر میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں ان جھگڑوں میں زیادہ عرصے تک ملوث نہیں رہوں گا۔ فوما اب مضبوط ہو چکا تھا، وہ خود اپنا کھویا ہوا وقار اور کھوئے ہوئے علاقے حاصل کر لے گا۔ ضروری نہیں ہے کہ میں اس کے ساتھ ساتھ رہوں۔

تب پروفیسر میں نے پوسیتا کو ذہن سے جھٹک دیا۔ سکائی کی دوسری لڑکیاں میری پذیرائی کے لئے منتظر تھیں لیکن ضروری تو نہیں تھا کہ

میں ہر لڑکی کو اپنے نزدیک لانے کی کوشش کروں، آخر میرا اپنا بھی کوئی معیار اور پسند تھی۔ میں لڑکیوں کے لئے پاگل تو نہیں تھا۔

چنانچہ میرے ذہن میں نفرت سی پیدا ہوگئی اور اس دوران میں حکیم ہا کو اور فوما سے بھی نہیں ملا۔

دوسرا دن، تیسرا دن، چوتھا دن، پانچواں دن بھی گزر گیا۔ میں ابھی تک فوما سے نہیں ملا تھا لیکن سنجیدگی سے سوچنے لگا تھا کہ اب یہاں نہیں رہوں گا۔ دوسری جانب فوما اور ہا کو حیران تھے کہ میں کہاں رہتا ہوں۔ ایک آدھ بار حکیم ہا کو سے مڈبھیڑ ہوئی لیکن میں نے اس سے یہی کہا کہ میں ان دنوں آزاد رہنا چاہتا ہوں، چنانچہ چھٹے دن فوما اور حکیم ہا کو خود میرے پاس آئے۔ فوما کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

''سبوتا۔ کیا بات ہے۔ تم ہم سے الگ الگ رہنے لگے ہو۔ کیا کسی مسئلے میں کوئی ناراضگی تو نہیں ہوگئی؟''

''نہیں فوما ایسی کوئی بات نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''پھر۔ ہم تیرے مشوروں اور تیری ملاقات سے محروم کیوں ہیں سبوتا؟'' فوما نے پوچھا۔

''بس میں نے سوچا کہ تم مقامی معاملات سلجھا رہے ہو اس لئے میں نے تمہارے درمیان مداخلت نہیں کی۔''

''اس کے باوجود سبوتا ہم تجھ سے رہنمائی کے خواہشمند رہتے ہیں۔''

''میری تو کچھ اور ہی خواہش تھی؟'' میں نے کہا۔

''کیا سبوتا؟''

''یہی کہ میں نے محسوس کر لیا ہے کہ اب تجھے میری ضرورت نہیں رہی ہے۔'' میں نے پر خیال انداز میں کہا۔

''اوہ سبوتا۔ یہ خیال تیرے ذہن میں کیسے آیا؟''

''حالات کے تحت فوما۔ میں دیکھ چکا ہوں کہ تیرے سردار تیرے مشن کی تکمیل کے لئے چاروں طرف پھیل گئے ہیں اور بلاشبہ وہ ایسی مضبوط قوتیں لے کر سامنے آئیں گے کہ شکایا کے لوگ کوئی مداخلت نہیں کر سکیں گے اور تو آسانی انہیں شکست دے سکے گا۔ اس لئے اب یہاں میری کیا ضرورت ہے؟'' میں نے کہا۔

''میں حیران ہوں سبوتا۔ تجھے دیوتا کی قسم مجھے بتا تجھے کس شخص سے شکایت ہوئی ہے۔ تو نے کیوں یہ بات سوچی ہے؟'' فوما نے پریشانی سے کہا۔

''ایسی کوئی بات نہیں فوما۔ میں نے بتایا نا کہ میں کسی شکایت کے تحت بھی یہاں سے جانے والا نہیں تھا۔ بس اب میرا دل چاہتا ہے کہ میں تم لوگوں کا ساتھ چھوڑ کر اپنے لئے دوسرے راستوں کا انتخاب کروں۔''

''آخر کیوں سبوتا۔ آخر کیوں؟'' فوما پریشانی سے بولا۔

''میں کہہ چکا ہوں فوما کہ جو کچھ مجھے تیرے ساتھ کرنا تھا میں نے کیا اور تو اتنا طاقتور ہے کہ اپنے بل پر کچھ کر سکے۔ اس لئے اب میں یہاں رہنا نہیں چاہتا۔''

''سیوتا۔ سیوتا۔ ایسی بات نہ کہہ۔ میں تو اس بات کا خواہش مند ہوں کہ تو باقی زندگی ہمارے ساتھ ہی گزار۔''

''اوہ۔ یہ کیسے ممکن ہے فوما۔ تو نے محسوس کیا ہوگا کہ میں نے اتفاقیہ طور پر تجھ سے مل کر تیری مدد کی اور نجانے کتنے لوگوں کو اب بھی میری ضرورت ہو۔ چنانچہ میرا خیال ہے کہ تو مجھے میرے حال پر چھوڑ دے اور تو اپنے اس علاقے پر مکمل قبضہ کرنے کی کوشش کر۔ میرا خیال ہے کہ اس میں تو ناکام نہیں رہے گا۔ مجھے امید ہے کہ تو اپنے سرداروں اور نائبوں سے مل کر ضرور اپنے علاقے واپس لے لے گا۔ چونکہ تیرے ساتھ عوام کی قوت ہے اور یہ بات ہمیشہ میرے سامنے آئی ہے کہ جن حکومتوں کو عوام کا سہارا حاصل ہوتا ہے انہیں ہر طرح سے کامیابی نصیب ہوتی ہے...... تجھے مبارک ہو تو ماتیری عوام تیرے لئے بہت بڑا سہارا ہیں۔''

''ناممکن سیوتا۔ میں تجھے نہیں جانے دوں گا سیوتا۔ تو مجھے صرف یہ بتا کہ تجھے تکلیف کیا ہے؟'' فوما نے بچوں کے سے انداز میں ضد کرتے ہوئے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ میں نے حکیم ہاکو کی طرف دیکھا۔

''حکیم ہاکو تم کیوں خاموش ہو؟''

''اس لئے سیوتا کہ میں تیرے جانے کی وجہ سمجھتا ہوں۔''

''کیا مطلب؟''

''ہاں سیوتا۔ دل جب ویران ہو جاتا ہے تو بستیاں بھی ویران معلوم ہونے لگتی ہیں۔ میں جانتا ہوں تیرا یہاں دل نہ لگتا ہوگا اور مجھے یہ علم ہے کہ تو عورت پرست انسان ہے بلکہ شاید اپنی عورت کو ہمیشہ کے لئے اپنا لینے کا عادی ہے اور شانہ مر چکی ہے۔''

''اوہ۔ تو یہ بات ہے۔'' فوما نے گہری سانس لے کر کہا اور پھر بولا۔ ''سیوتا۔ میں شانہ کو واپس نہیں لا سکتا لیکن خود سکائی اور میری بستی شکایا کی کوئی بھی لڑکی اگر تیرے ذہن تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے تو یہ میری خوش بختی ہوگی اور اس لڑکی کی بھی کہ وہ اپنے عظیم شخص کے ساتھ زندگی گزارنے کی اہلیت رکھتی ہے۔ میری دلی خواہش ہے سیوتا کہ تیرا ذہنی خلاء پر ہو جائے۔''

اور مجھے ہنسی آ گئی۔ کتنا سادہ تھا یہ شخص جس نے دنیا کی انتہا عورت کو سمجھ لیا تھا۔ بہر حال میں اس کی بات سن لینے میں کوئی عار نہ سمجھتا تھا۔ فوما کہہ رہا تھا۔

''سیوتا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ نعامہ کے ساتھ وہ لمحات نہیں گزاروں گا جو تو شانہ کے بغیر گزارے گا۔ میری دلی خواہش ہے کہ تو ہمیشہ ہمارے ساتھ رہے اور میری درخواست ہے کہ تو اپنے آپ کو اس ماحول میں ضم کرنے کی کوشش کر۔''

فوما اور حکیم ہاکو کی گفتگو کرنے کے بعد میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا کہ یہ لوگ مجھے خوشی سے جانے نہ دیں گے۔ چنانچہ یہی بہتر ہے کہ خاموشی سے یہاں سے چلا جایا جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دونوں چلے گئے اور میں سوچ میں ڈوب گیا۔ کیا کرنا چاہیے۔ کوئی فیصلہ کرنا ہوگا۔

طویل عرصہ گزر چکا تھا یہاں آئے ہوئے۔ خاصے ہنگامے رہے تھے۔ شکایا بھی گیا تھا۔ سفر بھی کیا تھا۔ اب کوئی ایسی تبدیلی آنی چاہیے جس سے تنوع پیدا ہو۔ کوئی نئی بات، کوئی نیا کھیل اور ان دنوں میں اسی سوچ میں گم تھا۔

ایک دفعہ میں نے سوچا کہ سونے کی تیاریاں کروں۔ لیکن ذہن پر ایسی تھکاوٹ نہیں تھی کہ سونے سے لطف اندوز ہو سکوں۔ پھر...... یہاں سے نکل جایا جائے۔ اس کے بعد سوچا جائے گا۔ ہاں ان سے کہہ کر جانے میں عقلمندی نہیں ہے۔ خاموشی سے روانگی بہتر ہے۔ چنانچہ میں تیاریاں کرنے لگا۔ میں نے ایک کشتی کا انتخاب کیا جو زیادہ بڑی تو نہیں تھی لیکن بہرحال مضبوط تھی اور ایک طویل سفر میں ساتھ دے سکتی تھی۔ میں نے شغل کے طور پر اس کو درست کرنا شروع کر دیا۔ پھر ایک دن میں نے اس کو سمندر میں ڈال دیا اور دور تک لے گیا۔ یہاں میرے مشاغل میں مداخلت کرنے والا کوئی نہ تھا کشتی کو ایک لمبا چکر دینے کے بعد میں نے اسے ایک ویران ساحل پر لا چھوڑا۔ اس بار میں نے سوچا تھا کہ ایک طویل سمندری سفر کروں گا اور اس کے لئے یہی کشتی استعمال کروں گا۔ تھوڑے سے لوازمات بھی ضروری تھے۔ چنانچہ میں نے ان کا بندوبست بھی کیا اور آہستہ آہستہ اپنے کام میں مصروف رہا۔

فوما اور دوسرے لوگ اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ مجھے کارروائیوں سے باخبر رکھا جاتا تھا اور میں ان میں دلچسپی بھی لیتا تھا۔ چنانچہ فوما اور حکیم ہاکو نے مجھے بتایا تھا کہ سکائی میں زرد روؤں کے خاتمے کی خبر شکایا اور دوسری بستیوں کو مل گئی ہے۔ زرد روؤں اور مقامی باشندوں میں جا بجا جھڑپیں شروع ہو گئی تھیں۔ کسی جگہ یہ جھڑپیں خطرناک شکل بھی اختیار کر گئی تھیں اور سرداروں نے گوریلا جنگ شروع کر دی تھی۔ بہرحال فوما کی زندگی کی خبر اور اس کے نام نے لوگوں میں زندگی کی لہر پھونک دی تھی۔ فوما کے سردار برق رفتاری سے تیاریاں کر رہے تھے۔

اس ساری خبروں سے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ فوما کی تقدیر جاگ اٹھی ہے اور اب اس کا راستہ روکنا زرد روؤں کے بس کی بات نہ تھی۔ یہ لوگ میری خوشنودی کے لئے بھی کوشاں تھے اور کئی بار دلچسپ حرکتیں بھی کر چکے تھے جن کا تذکرہ زیادہ دلچسپ نہیں ہے۔ بس یہ سمجھ لو پروفیسر کہ سکائی کی کئی حسیناؤں نے شانہ کی جگہ لینے کی کوشش کی تھی اور حکیم ہاکو اور فوما کے ایماء پر میرے نزدیک آئی تھیں لیکن وہ عام عورتیں تھیں اور مجھے صرف عورتیں درکار نہیں تھیں۔ نہ ہی اس سلسلے میں پریشان تھا۔ چنانچہ میں نے ان میں سے کسی سے دلچسپی کا اظہار نہیں کیا اور حسب معمول اپنے کام میں مصروف رہا۔

پھر ایک شام جب میں سمندر کے کنارے مکان میں سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا کہ کوئی میرے نزدیک پہنچ گیا۔ قدموں کی چاپ پر میں نے پلٹ کر دیکھا تھا اور پوسیتا کو دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی۔

''اوہ پوسیتا۔'' میں نے اسے پکارا۔

''ہاں سیوتا۔ میں آ گئی ہوں۔''

''خیریت ہے پوسیتا؟''

''ہاں ٹھیک ہوں۔ اس دوران تمہارے بارے میں سوچتی اور تمہارا انتظار کرتی رہی ہوں۔''

''انتظار؟''

''ہاں۔ میں نے سوچا شاید بیتی ہوئی کہانیاں تمہیں یاد آئیں اور تم میرے درد کو بھی سمجھ لو۔''

''کون سا درد پوسیتا؟''

''میں بھی تو تم سے محبت کرتی تھی۔'' اس نے سسکی سی لے کر کہا۔

''ہاں۔ مجھے اندازہ ہے۔''

''اور ..... اور تم نے میرے ساتھ بہت اچھا وقت گزارا تھا۔تم نے مجھے نظر انداز کر دیا۔لیکن میں تمہیں نہیں بھلا سکتی۔''

''ٹھیک ہے پوسیتا۔ میں نے خلوص سے کام لے کر تمہیں ساری تفصیل بتا دی تھی۔''

''ہاں۔ وہ زندگی میں بھی خوش نصیب تھی اور مرنے کے بعد بھی اور میں .. '' وہ پھیکے انداز میں ہنس دی۔ میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔''میں اس وقت بھی تمہاری محبت کے حصول میں ناکام رہی تھی اور اب بھی ناکام ہوں۔''

میں اس بار بھی خاموش رہا ظاہر ہے میں اس کی بات کی تردید کرنا نہیں چاہتا تھا۔

''کیوں سیوتا۔ میں نے غلط تو نہیں کہا۔'' پوسیتا نے مجھے خاموش پا کر مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''پوسیتا۔ میں بار بار تم سے کہہ چکا ہوں کہ اب ثمانہ کا ذکر بے کار ہے۔اب اگر تم اس کی حیثیت کا اندازہ کر لینا چاہتی ہو تو تمہیں اس بات سے اندازہ لگا لینا چاہیے کہ میں اس کی تلاش میں تم تک پہنچا تھا اور میں بار بار یہ الفاظ کہہ کر الجھن محسوس کر رہا ہوں۔'' میں نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

''لیکن وہ کون سا وقت تھا سیوتا جب تو نے میری خاطر ثمانہ کو پانی میں پھینک دیا تھا۔'' پوسیتا جذباتیت سے بولی۔

''میں نے کہا نا پوسیتا۔ یہ سب ثمانہ کی محبت حاصل کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔آج وہ دنیا میں نہیں ہے۔وہ مر چکی ہے تو میں اس کے لئے تارک الدنیا بھی نہیں ہوا۔ہاں میں خاموشی سے یہ بستی چھوڑ رہا ہوں اور میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ یہاں سے کہیں اور چلا جاؤں گا۔''

''اوہ۔تو کیا تم اپنے دوستوں کے مشن کی تکمیل میں ان کے سامنے شامل نہ ہو گے؟'' پوسیتا نے پوچھا؟

''نہیں یہ فیصلہ میں نے تم سے گفتگو کے بعد کیا تھا..... مجھے اس بات کا افسوس تو ہے کہ میں اس معاملے میں جس قدر ملوث ہو گیا ہوں وہ کچھ زیادہ ہے۔فوما اس علاقے کا اصل حکمران ہے۔اسے اس کی بستی واپس مل جائے اور از راہ انسانیت میں اس بات سے خوش ضرور ہوں گا کیونکہ تمہاری بستی والوں نے فوما کے لوگوں کو غلام بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔لیکن جوابی مظالم میں، میں کم از کم فوما کے ساتھ شریک نہیں ہوں گا۔تمہارا باپ مارا گیا۔تمہارے ساتھ ظلم ہوا اور اس کا مجھے افسوس ہے۔چنانچہ میں نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں، پوسیتا در اصل میں یہاں رہنا نہیں چاہتا۔'' میں نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

''اوہ۔کیا تم نے اس بات کی اطلاع ان لوگوں کو دے دی ہے۔'' پوسیتا نے تیز نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ان لوگوں سے تمہاری کیا مراد ہے کیا فوما؟''

''ہاں۔'' اس نے جواب دیا۔

''دیکھو پوسیتا۔ میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں ایک آوارہ گرد کی حیثیت سے یہاں تک آنکلا تھا۔ ان لوگوں کے مسائل میں شریک ہونے سے صرف خلوص کا دخل تھا میں کسی کا محکوم نہیں ہوں۔ فوما ہو یا کوئی اور..... میں اپنی مرضی کا مالک ہوں۔ جب تک دل چاہتا ہے کرتا ہوں..... اور جب میرا دل کہیں رہنے کو نہ چاہے تو پھر مجھے کوئی روک نہیں سکتا۔ میں نے فوما سے تذکرہ کیا تھا لیکن فوما اخلاقی پابندیاں لگانے لگا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ انہیں اطلاع دینے کی ضرورت بھی کیا ہے؟''

''اوہ۔ سیوتا میں شمانہ کی جگہ تو نہیں لے سکتی لیکن میں اس کی یاد تو تمہارے ذہن سے بھلانے کی کوشش کروں گی سیوتا میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ کیا تم مجھے اپنے ساتھ لے چلو گے؟''

''پوسیتا۔'' میں نے سے گہری نظروں سے دیکھا۔''میں چاہتا تھا کہ تمہیں ساتھ لے چلوں لیکن بہرصورت تو نے جانا پسند نہ کیا۔ تو اپنی مرضی کی مختار تھی اب اگر تو اپنی مرضی سے میرے ساتھ چلنا چاہتی ہے تو ٹھیک ہے۔ شمانہ مر چکی ہے۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ میں اس کی جگہ تجھے دے دوں گا لیکن بہرصورت وہ انوکھی شخصیت کی مالک تھی۔ لیکن وہ مر چکی ہے اور میں بھول جانے میں زیادہ دقتیں محسوس نہیں کرتا۔ اگر تو میرے ساتھ چلنا چاہتی ہے تو مجھے کوئی اعتراض بھی نہیں ہے۔''

''ہاں سیوتا۔ میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔'' پوسیتا جذباتی انداز میں آگے بڑھی اور مجھ سے لپٹ گئی۔

میں نے بھی اسے دھتکارنا مناسب خیال نہ کیا تھا۔ ظاہر ہے اب اس کی ضرورت بھی نہ رہی تھی۔ اگر وہ میرے ساتھ چلنا چاہتی تھی تو ٹھیک تھا۔ ظاہر ہے وہ میرے لئے نئی عورت ہوتی۔ تب میں نے پوسیتا سے پوچھا۔

''تو کب چلے گی پوسیتا؟''

''بس سیوتا جب تو چاہے۔''

''آج، اب، اب سے تھوڑی دیر بعد۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ چونک پڑی۔

''لیکن چلنے کا ذریعہ کیا ہوگا سیوتا؟''

''یہ تو میرے اوپر چھوڑ دے۔'' میں نے جواب دیا۔

''گویا تیری تیاریاں مکمل ہیں؟''

''ایسا ہی سمجھ لے پوسیتا۔ مجھے کسی بھی سلسلے میں تیاریاں کرنے میں کوئی خاص مشکل پیش نہیں آتی۔''

''تو ٹھیک ہے سیوتا۔ میں تیار ہوں۔'' اس نے کہا اور میں اس کو دیکھتے ہوئے مسکرانے لگا۔

اچھا ہے مجھے تنہا سفر نہیں کرنا پڑا تھا۔ ایک ایسا ساتھی مل گیا جس کے ساتھ سفر کی دقتیں کافی حد تک کم ہو سکتی تھیں۔ چنانچہ میں نے اس کے ساتھ اپنا رویہ بدل لیا اور اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس سے مختلف باتیں کرنے لگا۔

ابھی میں دیر سے روانہ ہونا چاہتا تھا۔ علاقوں میں کچھ تھوڑی بہت چہل پہل ہو گئی تھی میں چاہتا تھا کہ خاموشی سے یہ علاقہ چھوڑ دوں۔

چنانچہ جب رات گہری ہوگئی تو میں پوسیتا کا ہاتھ پکڑ کر اس ویران ساحل کی جانب چل پڑا۔ جہاں میری کشتی موجود تھی۔ راستے میں، میں نے اسے سے پوچھا۔

''ایک بات تو بتا پوسیتا؟''

''پوچھو سہوتا۔'' اس نے آمادگی سے کہا۔

''تجھے قیدی عورتوں کے ساتھ ہی رکھا گیا تھا؟''

''ہاں سہوتا۔''

''مگر اس وقت تجھے آنے کی اجازت کیسے ملی؟''

''کیا مطلب سہوتا۔ میں نہیں سمجھی؟''

''کیا تو ان لوگوں سے چھپ کر آئی ہے۔ کیا ان لوگوں نے قیدی عورتوں کو اتنی اجازت دی ہے کہ وہ جہاں چاہیں آ جا سکیں؟''

''نہیں سہوتا۔ تجھ سے گفتگو کرنے کے بعد ان لوگوں کی یہ مہربانی بھی میری سمجھ میں آ گئی ہے۔''

''کن لوگوں کی؟''

''میری مراد حکیم ہا کو اور انتظامیہ کے ان لوگوں سے ہے، جو قیدی عورتوں کے حکمران ہیں۔''

''اوہو۔ وہ کیا ہمدردی ہے؟''

''بس وہ لوگ میرے پاس آئے اور مجھ سے پوچھا۔ میں سہوتا سے ملنا چاہتی ہوں۔ مجھے تعجب تو ہوا تھا لیکن پھر حکیم ہا کو نے کہا کہ اگر میں سہوتا کے پاس جانا چاہوں...... تو وہ مجھے وہاں پہنچا سکتا ہے اور پھر وہ مجھے قیدی عورتوں کے احاطے میں سے نکال لایا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے کوشش کرنی چاہیے کہ سہوتا ماضی بھول جائے اور وہ شمانہ کی ہر بات کو اور ہر یاد کو دل سے نکال دے اور اگر میں اس طرح کوشش کر سکوں تو میں ایک باعزت زندگی حاصل کر سکتی ہوں۔ مجھے سہوتا کی عورت کی حیثیت سے ایک عالیشان محل مہیا کیا جائے گا اور وہاں پر ہر طرح سے پذیرائی ہوگی''

''اوہ۔ یہ پیشکش تجھے حکیم ہا کو نے کی تھی؟''

''ہاں سہوتا۔ اس وقت اس کی وجہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ آج آ گئی کیا تو نے یہاں سے بیزاری کا اظہار کیا تھا۔ کیا تو نے جانے کی خواہش ظاہر کی تھی؟''

''ہاں۔ وہ لوگ مجھے یہاں سے نہیں جانے دینا چاہتے۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو ان کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے سہوتا۔ تو نے خود کو نئی زندگی بخشی تھی اور تیرے ہی مشوروں سے انہوں نے بڑے بڑے معرکے سر کئے۔''

''اوہ۔ یہ بات تجھے کیسے معلوم پوسیتا۔؟'' میں نے پوچھا۔

''میرا بابا تمہاری طرف سے تشویش میں مبتلا تھا۔ ہم نے تمہارے بارے میں پوری پوری معلومات حاصل کی تھیں اور ہم پریشان تھے۔

بابا اکثر کہتا تھا۔ یہ اجنبی ہمارے لئے خطرہ بن سکتا ہے۔''

''ہوں۔'' میں نے گردن ہلائی۔ ہم لوگ کشتی کے نزدیک پہنچ گئے۔ سمندر میں چاروں اطراف تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ موجوں کی سفید سرابھر رہے تھے، ڈوب رہے تھے۔ کشتی ہمارے انتظار میں تھی۔ پوسیتا اسے دیکھنے لگی اور پھر اس نے ایک گہری سانس لی۔

''کیا سوچ رہی ہو پوسیتا؟''

''اوہ کچھ نہیں سیوتا۔ اس انسان کا ذہن خیالات کی آماجگاہ ہوتا ہے۔ اس زمین پر میں نے بہت سی باتیں سوچی تھیں۔ میں نے یہاں زندگی گزارنے کے ان گنت خواب دیکھے تھے لیکن خواب کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔''

''ہاں۔'' میں نے مختصراً کہا اور کشتی سمندر میں ڈال دی اور پھر میں نے پوسیتا کو اس میں سوار کرایا اور پھر خود بھی بیٹھ گیا۔ میں نے ابھی بادبان نہیں کھولا تھا اور میرے بازو کشتی کو سمندر میں دور لے جانے لگے۔

پوسیتا خاموش تھی۔ میں بھی خاموشی سے اپنے کام میں مصروف تھا۔ خود میرا ذہن بھی اس وقت خیالات سے آزاد نہیں تھا۔ یوں تو میری زندگی بے شمار حادثات اور واقعات سے عبارت تھی۔ بہت سے لوگوں کو میں اس انداز میں چھوڑ چکا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ میری گمشدگی اور میرے چلے جانے کے خیال سے فوما کو زبردست ذہنی جھٹکا لگے گا لیکن اب اس کی تحریک اتنی قوت حاصل کر چکی تھی کہ اسے نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا اور وہ بہرحال جلد یا بدیر اپنا اقتدار حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ رہی میری بات تو میں ہر قسم کی ذمہ داریاں صرف اپنی پسند کے مطابق قبول کرتا تھا۔ میرے اندر لچک اس وقت تک رہتی جب تک میں چاہتا۔ اس کے بعد میں کسی اخلاقی ذمہ داری یا اقتدار کو قبول نہیں کرتا تھا۔

اور اس بار بھی یہی کیفیت تھی۔ وہ لوگ اپنے معاملات میں شدت سے الجھے ہوئے تھے۔ حکیم ہاکو سے بھی اب حصول علم ناممکن تھا کیونکہ ان کی جدوجہد طویل تھی اور جلد ختم ہو جانے والی نہیں تھی۔ اس لئے اب یہاں سے چل دینا ہی بہتر تھا۔ اور پھر...... پوسیتا کی کیفیت دیکھنے کے بعد مجھے یہ اندازہ بھی ہو رہا تھا کہ میں فوما کی ہمدردی میں کچھ لوگوں کا دشمن بن گیا ہوں جبکہ انہیں مجھ سے کوئی پرخاش نہیں تھی۔ اس لئے اب یہی بہتر تھا۔

''سیوتا۔'' پوسیتا کی آواز نے مجھے خیالات سے چونکا دیا۔

''ہوں۔'' میں نے ہوش کی دنیا میں آ کر کہا۔

''کب تک چپو چلاتے رہو گے؟ بادبان کھول دو۔ تمہارے بازو تھک جائیں گے۔''

''اوہ۔ ہاں۔ میں بادبان کو کھولنا بھول ہی گیا تھا۔'' میں نے کہا اور چپو رکھ دیئے اور پھر میں نے بادبان چڑھا کر انہیں ہوا کے رخ پر کر دیا۔ ہوائیں کشتی کو ایک مخصوص سمت لے جانے لگیں۔

''تم کس گہری سوچ میں تھے سیوتا؟''

''کوئی خاص بات نہیں تھی۔'' میں نے کہا۔

''منزل کے بارے میں سوچ رہے تھے؟''

''منزل۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تم کوئی منزل چاہتی ہو؟''

''کیا مطلب؟'' پوسیتا حیرانی سے بولی۔

''آوارہ گردوں کی کوئی منزل نہیں ہوتی پوسیتا۔ میں ایک آوارہ گرد ہوں اور میرا خیال ہے کہ میرے ساتھ شامل ہونے کے بعد تمہارے لئے بھی یہی زندگی بہتر رہے گی۔ ہاں تم اپنی پسند کا تذکرہ ضرور کر سکتی ہو۔ کیا تم چاہتی ہو کہ ہم کسی منزل کا تعین ضرور کریں۔ کیا تم میری کسی بات سے کوئی غلط مطلب تو نہیں لے رہیں۔'' میں نے پوچھا۔

''نہیں سوتا۔ میں تو ہر طرح سے تیرے ساتھ تعاون کرنے کو تیار ہوں۔'' پوسیتا نے جواب دیا۔

''میں بھی یہی چاہتا ہوں پوسیتا اور تم دیکھو گی کہ میری زندگی غیر دلکش نہیں ہے۔ ہم یقیناً ایک پرلطف زندگی گزار سکتے ہیں۔''

''یقیناً۔'' پوسیتا نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

کشتی چونکہ اب بادبان اور ہوا کے سہارے چل رہی تھی اس لئے میری مصروفیت ختم ہو گئی تھی۔ تب میں نے پوسیتا کی جانب دیکھا اور اپنے بازو پھیلا دیئے۔ پوسیتا عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر بولی۔ ''میں تو تیرے لمس کو کبھی فراموش نہیں کر سکی سوتا۔ لیکن تو نے۔ افسوس اب تو مجھے شکایت کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔'' پوسیتا میرے سینے سے لگتے لگتے بولی۔

''ہاں پوسیتا۔ اب تو شکایت نہ کرے تو بہتر ہے۔ مجھے تیری شکایت سے الجھن ہوتی ہے کیونکہ تو مجھے بار بار شانہ کی یاد دلاتی ہے۔ وہ لڑکی۔ تو نہیں سمجھتی پوسیتا کہ وہ لڑکی کیا تھی، میں اسے واقعی بھول نہیں سکا اور میری بھی خواہش ہے کہ تو واقعی مجھے بار بار یاد دلانے کی کوشش نہ کر، کیا تو میری بات مانے گی پوسیتا۔''

''ہاں میں تیری خواہش کا احترام کروں گی سوتا۔'' اس نے جواب دیا اور میں نے اسے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ کشتی میں اتنی جگہ تو تھی ہی کہ ہم لیٹ سکتے چنانچہ میں نے اس کا سر اپنے سینے پر رکھ لیا۔

چاند آہستہ آہستہ ابھر رہا تھا۔ دیر سے نکلنے والا چاند تھا اس لئے جس وقت مکمل طور پہ چاند نکلا تو کافی رات ہو گئی تھی۔

پوسیتا کی آنکھوں میں نیند تھی اور میں اس نیند کو محسوس کر رہا تھا۔ تب میں نے اسے سو جانے کو کہا اور وہ نہایت خاموشی سے سو گئی۔

میں نے چاند کی روشنی میں اس کا چہرہ دیکھا اور پھر میں نے ایک گہری سانس لی اور آسمان کی جانب دیکھا۔ میری نگاہ اپنے دوست ستاروں پر جا پڑی تھی جو میری جانب اشارہ کر رہے تھے۔ یہ کبھی باز نہ آئے تھے۔ میں نے مسکراتے ہوئے سوچا۔

اور پھر میں پوسیتا کو چھوڑ کر اٹھ بیٹھا۔ اب میں ستاروں کا جائزہ لے رہا تھا۔ میرے دوست ستارے۔

بلاشبہ ستارے بہت سی باتیں بتا رہے تھے۔ حال کی، مستقبل کی، گزرے ہوئے وقت کی اور میں ان سے گفتگو میں اتنا محو تھا کہ مجھے دن کی روشنی کا بھی احساس نہ ہوا۔ میں ستاروں سے باتیں کرتا رہا۔

اور جب ستارے خود ہی دن کے بارے میں سرگوشیاں کرنے لگے تو میں چونکا۔ میں نے گہری سانس لے کر کشتی کے ایک ابھرے ہوئے

کو نے پر اپنا سر ٹکا دیا اور آنکھیں بند کر لیں اور پھر ہم دونوں اسی وقت جاگے جب سورج کی کرنوں نے ہمیں جگایا۔ سورج کافی چڑھ چکا تھا تب پوسیتا نے اپنا حلیہ درست کیا اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی۔

''تمہارے ساتھ گزرنے والے لمحات اتنے انوکھے ہوتے ہیں سہوتا کہ بس ان کی دلکشی کا حساب نہیں کیا جا سکتا۔''

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ تب میں نے تھوڑی دیر خاموشی اختیار کی اور پھر اس سے کہا۔

''پوسیتا۔ میں نے سفر کے لئے کافی بندوبست کیا ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میرے ساتھ اور کوئی ہمسفر بھی ہوگا۔ بہر صورت تم صبح کی خوراک کا انتظام کرو۔ وہ تمام چیزیں موجود ہیں جنہیں میں نے کشتی میں جمع کر لیا ہے۔'' میں نے ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اور پوسیتا ایک گھریلو عورت کی مانند ایک طرف بڑھ گئی۔ اس نے کشتی میں سے کھانے پینے کی اشیاء نکالیں اور انہیں جس انداز میں تیار کر سکتی تھی تیار کرنے لگی۔ پھر ہم دونوں نے مل کر ناشتہ کھایا جو کچھ بھی سمجھ لیا جائے مل کر کھایا ......اور اس کے بعد یہی بیکراں سمندر اور ہماری چھوٹی باتیں۔ نجانے سکائی کتنی دور رہ گیا تھا۔ میں نے چونکہ سکائی سے شکایا کا سفر کیا تھا اور مجھے ان راستوں کا اندازہ تھا جن سے ہم گزر گئے تھے اس لئے میں نے ان تمام راستوں کو نظر انداز کیا تھا اور اپنی کشتی کا رخ ایک اجنبی سمت کی جانب رکھا تھا تا کہ ہم ان جگہوں تک نہ پہنچ سکیں جو نوما کی ملکیت ہو۔

اور ہماری یہ کوشش کامیاب رہی۔ وہ دن گزرا، رات ہوئی، دوسرا دن دوسری رات اور پھر تیسرا دن بھی شروع ہو گیا۔

کشتی اب اتنا طویل سفر طے کر چکی تھی کہ اس کے بارے میں اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا وہ کہاں جا رہی ہے۔ پوسیتا ابھی تک دل جمعی سے میرا ساتھ دے رہی تھی۔ اس کے چہرے پر تردد کی کوئی شکن نہیں تھی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ پوسیتا اپنا ماضی بھولتی جا رہی ہے۔ جو کچھ ہوا تھا وہ اسے فراموش کر چکی تھی۔

لیکن میرے ذہن میں بہت کچھ تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کسی منزل کی تلاش ضروری ہے۔ ظاہر ہے اس بیکراں ویرانے میں ہم کتنے عرصے تک بھٹکتے رہیں گے۔ پھر خوراک کا ذخیرہ ٹھیک ہے میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا لیکن کم از کم پوسیتا کو مستقل طور پر خوراک کی ضرورت تھی اور اس لئے ہم سمندر میں سفر جاری نہیں رکھ سکتے تھے۔ میں ان حالات سے نمٹنے کی ترکیب سوچ رہا تھا۔ میری نگاہیں کبھی کبھی سمندر کے آخری کناروں پر خشکی کی تلاش میں بھٹکنے لگتی تھیں لیکن پوسیتا کو ابھی تک میری اس طلب کا احساس نہ ہوا تھا۔

تب ایک شام اچانک ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ سارا دن پوسیتا خاموش رہی اور مجھ سے اس نے کوئی خاص بات نہ کی لیکن اچانک۔

اس دن میں نے محسوس کیا تھا کہ پوسیتا کچھ افسردہ سی ہے۔ میں نے کئی بار اس سے پوچھا لیکن وہ خاموش ہی رہی تھی۔

شام جھک گئی تھی۔ سورج کا گولہ سمندر کے انتہائی سرے پر پانی میں غرق ہونے جا رہا تھا کہ پوسیتا نے میری طرف دیکھا اور پھر وہ آہستہ سے بولی۔ ''سہوتا۔ میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔''

''کیا بات ہے؟''

''میرا خیال ہے زندگی کا وہ مقصد پورا ہو چکا ہے جس کے لئے میں نے اب تک تمہارے ساتھ سفر کیا تھا۔''

''میں نہیں سمجھا پوسیتا۔'' میں نے جواب دیا۔

''سیوتا۔ میں نے اس وقت خود کو مردہ تصور کر لیا تھا جب تم نے مجھ سے کنارہ کشی اختیار کر کے ثمانہ کی قربت حاصل کی تھی۔''

''پوسیتا۔'' میں نے جھلاہٹ سے اسے پکارا۔

''ہاں سیوتا۔ عورت کے لئے اس سے زیادہ اذیت ناک لمحات اور نہیں ہو سکتے جب کوئی مرد اس کی بھرپور محبت کو ٹھکرا کر کسی دوسری عورت کے التفات کا اظہار کرے۔ تم نے مجھے چاہا تھا، تم ہی نے مجھے بھٹکایا تھا اور تم ہی مجھے اس راستے تک لے آئے تھے حالانکہ میں ان راستوں سے ناواقف تھی۔

پھر تم نے میرے لئے ثمانہ کی توہین کی اور میں خوشی سے پاگل ہوگئی کیونکہ میں جانتی تھی سیوتا کہ ثمانہ مجھ پر فوقیت رکھتی تھی۔ وہ پوری بستی کو ہر دلعزیز تھی لیکن تم نے مجھے اس پر فوقیت دلا دی تھی اور پھر تمہاری محبت میرے دل و دماغ میں اس قدر سرایت کر گئی کہ میں نے دوسرے لوگوں کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا... پھر جب ثمانہ تمہیں حاصل ہوگئی تو تم نے مجھے یکسر فراموش کر دیا۔

میرا باپ مجھ سے کہتا تھا کہ میں اپنے مشن میں ناکام رہی ہوں۔ میں اس اجنبی کو اپنے لئے موم نہیں کر سکی جبکہ میرے باپ نے صرف اسی لئے مجھے تمہارے نزدیک آنے کا موقع دیا تھا کہ میں تمہیں اپناؤں اور تم سے سکائی والوں کے راز معلوم کروں۔

میں نے تم سے سب کچھ صاف کہہ دیا تھا۔ میں نے تم سے کہہ دیا تھا کہ سکائی والوں کے خلاف زردرو کیا کچھ کر رہے ہیں۔ اس طرح یوں سمجھو کہ میں نے اپنے قبیلے سے غداری کی تھی لیکن صرف تمہارے لئے۔ میں جانتی تھی کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو اور میں تم سے کبھی مایوس نہ ہوئی تھی۔ میں جانتی تھی کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔ مجھے چاہتے ہو اس لئے مجھے یقین تھا کہ تم کبھی زردروؤں کے خلاف کوئی کارروائی نہ کرو گے۔

اور پھر جب میرے باپ کو معلوم ہوا کہ قبیلے کی شکست میں سب سے زیادہ ہاتھ اس شخص کا ہے جو میرا محبوب تھا تو اس نے مجھے ملامت کی۔ اس نے مجھے اپنے قبیلے کے لوگوں کا قاتل قرار دیا اور بالآخر وہ خود بھی مارا گیا لیکن اس کے وہ الفاظ جو اس نے مجھ سے کہے، میرے دل و دماغ پر آج بھی نقش ہیں سیوتا۔

تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا سیوتا اس کی ذمہ دار میں نہ تھی۔ ثمانہ کی موت کی ذمہ دار میں نہ تھی لیکن ہاں اپنی بستی کے لوگوں کے قتل کی اور تباہی کی مکمل طور پر میں ذمہ دار تھی۔ میں نے انہیں شکست دلوانے کے لئے تم سے تعلقات جوڑے تھے۔ مجھ سے غلطی ہوگئی تھی سیوتا۔ میں نے تم پر اعتماد کر لیا تھا۔''

''لیکن اب تم ان باتوں کو یاد کیوں کر رہی ہو پوسیتا۔''

''پھر کیا کروں۔ کیا یہ خیالات میرا ساتھ چھوڑ سکتے ہیں۔ کیا میں یہ محسوس کر کے زندہ رہ سکتی ہوں کہ مجھے یہ محبت ثمانہ کی موت کے عوض ملی ہے اور اگر وہ زندہ رہتی تو میری کوئی قیمت نہ ہوتی، میں اس وقت تمہارے پاس نہ ہوتی سیوتا۔

سیوتا میں نہیں جانتی کہ تمہاری زندگی میں عورتوں کا کتنا دخل رہا ہے۔ عورتیں تمہاری زندگی میں کس طرح آئیں، تم نے عورت کو کس حد تک مقام بخشا، میں نہیں جانتی کہ عورت کی فطرت کے بارے میں تم کیا جانتے ہو۔

لیکن یقین کرو سبوتا، عورت پیٹ بھرنے کے لئے بھیک مانگ سکتی ہے لیکن وہ محبت بھیک میں حاصل نہیں کر سکتی سبوتا۔ اور اس شکل میں جبکہ اسے احساس ہو کہ دوسری عورت اس کے مرد کے ذہن و دل پر قابض ہے اور اس کے بعد کی حیثیت رکھتی ہے۔

عورت کو بعد کی حیثیت نہیں پسند آتی سبوتا اور میں..... ہاں سبوتا میں جانتی ہوں کہ میری حیثیت بعد کی ہے، زندہ رہنے کے لئے میرے ذہن میں کوئی آرزو نہیں ہے، میرے ذہن میں کوئی جذبہ نہیں ہے جو مجھے زندہ رکھ سکے اور یہ بات میرے لئے دلکشی نہیں رکھتی کہ میں سبوتا کی منظور نظر ہوں۔ ہاں سبوتا، یہ بات اس وقت میرے لئے بے پناہ کشش رکھتی تھی جب تم نے میری خاطر ثمانہ کو پانی میں پھینک دیا تھا۔

لیکن اب جبکہ میں یہ جان چکی ہوں کہ میری حیثیت بعد کی ہے تو سبوتا، بعد کی حیثیت نے میرے دل سے میرے ذہن سے تمہارے ساتھ کی دلکشی ختم کر دی ہے۔ سبوتا میں اپنی شخصیت میں زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ میں ثمانہ کے بعد کی حیثیت نہیں چاہتی۔ ہاں تم خواہش کرتے تم چاہتے تو میں ثمانہ سے بڑی حیثیت پانے کی کوشش کرتی۔ تمہاری کنیز بن جاتی سبوتا لیکن میں اس حیثیت کو قبول نہیں کرتی۔

تم سوچ رہے ہو گے سبوتا کہ میں نے یہ باتیں کیوں شروع کر دیں تو سنو، میں اپنی زندگی کا اختتام کرنے جا رہی ہوں۔''

''تم کہنا کیا چاہتی ہو، کیوں فضول باتیں کر رہی ہو پوسیتا۔ میں نہیں سمجھ پا رہا کہ تمہارے ذہن پر یہ جذباتیت کیوں سوار ہو گئی۔''

''جذباتیت نہیں سبوتا، تم یوں سمجھو کہ یہ میری زندگی کا ایک مشن تھا۔'' پوسیتا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''کیسا مشن پوسیتا۔ میں اسے بھی نہیں سمجھا۔'' میں جھلا گیا تھا۔ عجیب پاگل لڑکی تھی۔ بہرصورت میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''تم سکائی والوں کے لئے ایک زبردست رہنما تھے۔'' پوسیتا گہری سانس لے کر بولی۔

''پھر۔'' میں نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔

''سبوتا۔ میرا باپ کہتا تھا کہ سکائی والے اتنے ذہین نہیں ہیں کہ وہ زرد رووں پر فتح حاصل کر سکیں۔ ان کی شکست میں صرف سنہرے اجنبی کا ہاتھ ہے اور یہ سنہرا اجنبی..... میرا باپ ہمیشہ تمہارے بارے میں کہتا تھا۔ کہ یہ سنہرا اجنبی ضرور زرد رووں کے لئے تباہی لائے گا اور ہم لوگ تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

تو سبوتا میں تمہارے پاس دوبارہ جس مقصد کے تحت پہنچی تھی۔ وہ یہی تھا کہ تمہیں سکائی سے نکال لاؤں۔ تمہیں ایک ایسے راستے پر لے جاؤں جہاں پہنچنے کے بعد تم سکائی کا رخ نہ کرو۔ تمہیں فوما سے دور لے جاؤں۔ تمہارے ذہن میں بیزاری پیدا کر دوں اور سبوتا میں اس میں کامیاب رہی۔ رہا میری زندگی کا مقصد اور میری زندگی کا مسئلہ۔ تو میں نے اسی وقت خود کو مردہ تصور کر لیا تھا جب تم نے مجھے ٹھکرا دیا تھا۔ اب میں تمہیں یہاں تک لانے میں کامیاب ہو گئی ہوں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارے ساتھ گزری ہوئی راتیں میرے لئے دلکشی رکھتی ہیں۔ نہیں سبوتا یہ تو تمہارا خیال خام ہے۔ میں نے اپنے جسم کو تمہارے لئے صرف اس لئے وقف کر دیا تھا کہ میں جو اپنی ایک غلطی سے اپنے قبیلے کی تباہی کی ذمہ دار بن چکی ہوں اب اپنے پورے قبیلے کو تباہ و برباد نہ ہونے دوں۔

یہ ایک چھوٹا سا معاوضہ ہے میری اس حماقت کا جو میں نے تم سے محبت کر کے اپنے قبیلے کے لئے تباہی مول لے کر کی تھی۔''

میں خاموشی سے پوسیتا کی شکل دیکھ رہا تھا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کہنا کیا چاہتی ہے۔ تب وہ آہستہ سے بولی۔

''لیکن سہوتا، آخری بار کہہ رہی ہوں آخری بار۔ آخری بار۔ عورت زندگی میں ایک بار پیار کرتی ہے اور پھر اسی کی ہو رہتی ہے، اگر اس کا محبوب اسے ٹھکرا دے تو اسے اس سے نفرت ضرور ہو جاتی ہے لیکن وہ کسی دوسرے سے محبت نہیں کر سکتی۔ تم نے میرے ساتھ جو کچھ کیا ہے اس کے لئے میں صرف اتنا کر سکتی ہوں کہ تم ہمیشہ خوش رہو لیکن میری یاد تمہارے دل میں ہمیشہ چٹکیاں لیتی رہے۔ تم اسے دعا سمجھو یا بددعا۔ حالانکہ کوئی بھی عورت اپنے محبوب کو بددعا نہیں دے سکتی لیکن جو کچھ میں کہہ رہی ہوں اس میں یہ سوچ نہیں ہے کہ میں تم سے تمہاری ہمدردیاں حاصل کروں۔''

''پوسیتا۔'' میں اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور وہ دوڑ کر کشتی کے دوسرے سرے تک پہنچ گئی۔

''نہیں سہوتا۔ میرے پاس آنے کی کوشش نہ کرو، براہ کرم میری باتیں سن لو۔ صرف چند باتیں۔ انہیں کہنے سے پہلے میں مرنا نہیں چاہتی۔ براہ مہربانی سہوتا کیا تم مجھ پر یہ احسان نہ کرو گے۔''

''پوسیتا کیا حماقت ہے یہ۔'' میں جھلا گیا۔

''ہاں سہوتا، اسے حماقت ہی سمجھو۔ میں زندہ نہیں رہ سکتی کیونکہ اب میرا کچھ نہیں رہا ہے اور اگر میں تمہاری محبت کے سہارے زندہ رہنے کی کوشش کروں گی تو میرا ضمیر مجھے ملامت کرتا رہے گا۔ میں یہ سوچوں گی کہ میں نے اپنی محبت کے لئے اپنے پورے قبیلے کو قربان کر دیا ہے اور میں کسی طور زندہ نہ رہ سکوں گی سہوتا، چنانچہ اب میں تم سے اجازت چاہتی ہوں سہوتا۔'' پوسیتا نے کہا اور مجھے غصہ آ گیا۔

''پوسیتا احمقانہ خیالات سے باز آؤ۔ مرنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ دوبارہ ان لوگوں میں واپس نہ جاؤں گا۔''

''نہیں سہوتا۔ اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ میرا جو قبیلہ میری خود غرضی کی بھینٹ چڑھ چکا ہے، میرا باپ مجھے قاتل کہہ چکا ہے تو سہوتا ایسی صورت میں اب اگر تم مجھ سے وہاں نہ جانے کا وعدہ کر رہے ہو تو اس سے کیا فرق پڑے گا۔''

''پوسیتا ضرورت سے زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے، میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ زندگی کے ہر موڑ پر تمہارا ساتھ دوں گا۔''

''نہیں سہوتا۔ میں محبت کی بھیک پسند نہیں کرتی۔'' اس نے کہا۔ ''خدا حافظ۔'' اور دوسرے لمحے اس نے پانی میں چھلانگ لگا دی۔

اب تو یہ ممکن نہیں تھا کہ میں اسے پانی میں ڈوب مر جانے دیتا۔ اس کا خیال تھا کہ شاید میں کشتی سے کھلے سمندر کے پانی میں کودنے کی ہمت نہیں کروں گا اور پانی سے خوفزدہ ہو جاؤں گا لیکن بہرحال یہ اس کا خیال تھا۔

میں نے بھی اس کے پیچھے ہی پانی میں چھلانگ لگا دی۔ میں نے اسے اس جگہ تلاش کیا جہاں اس نے ڈبکی لگائی تھی۔

لیکن پوسیتا وہاں موجود نہیں تھی۔ تب میں پریشان نگاہوں سے پانی میں چاروں طرف دیکھنے لگا اور پھر وہ مجھے نظر آ گئی۔

لیکن مجھے محسوس ہوا جیسے پانی میں خون کی آمیزش ہو گئی ہو۔ مجھے حیرت ہوئی تھی۔ تب میں اس کی طرف لپکا۔ میں نے اس کا جسم پکڑ لیا تھا اور تب میں نے دیکھا، پوسیتا کے پہلو میں خنجر گھسا ہوا تھا۔

اس نے پانی میں کودنے کے ساتھ ہی ایک خنجر، جو شاید وہ اپنے لباس میں چھپا کر لائی تھی، نہ جانے یہ خنجر اسے کہاں سے ملا تھا۔ اس نے

خنجر اپنے پہلو میں پیوست کرلیا تھا۔ میں نے اسے تیزی سے پکڑا اور پانی کی سطح پر لے آیا۔

''پوسیتا۔ یہ تم نے حماقت کی ہے۔'' میں غرایا۔

''حماقت نہیں سیوتا۔ میں نے تم سے محبت کی ہے۔''

''ہاں، میں سمجھتا ہوں تمہاری محبت کو۔ شاید یہ خنجر بھی تم نے اپنی محبت سے مجبور ہوکر اپنے پہلو میں اتارا ہے۔''

''نہیں سیوتا۔ یہ خون اپنے قبیلے سے وفاداری کا اعلان ہے۔ میں نے تم سے محبت کی ہے اور اپنے قبیلے سے وفا۔'' اس نے ہچکی لی اور دم توڑ دیا۔

میں خاموش نگاہوں سے اسے دیکھتا رہا۔ کشتی آہستہ آہستہ ہم سے کافی دور جاچکی تھی۔ چند ساعت میں اس کے اندر کا سانس کا جائزہ لیتا رہا لیکن وہ مرچکی تھی۔ تب میں نے آہستہ سے اسے پانی میں دھکیل دیا۔

اب اس کے بے جان بدن کو کشتی پر لادنے کی کوئی ضرورت نہ تھی خواہ مخواہ جان دے دی احمق لڑکی۔ جو کچھ ہوا تھا اسے بھلایا بھی جاسکتا تھا۔ لیکن پروفیسر، تمہاری اس دنیا کے انسان بڑے عجیب ہیں۔ ہر قدم اٹھا لیتے ہیں پاگل کہیں کے۔ یہ نہیں سوچتے کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا۔ بہرصورت پوسیتا مجھ سے جدا ہوگئی تھی۔ حالانکہ میں چاہتا تو اس کی بات کو نظر انداز کرکے سکائی جاسکتا تھا لیکن سکائی جانے کا فائدہ ہی کیا تھا۔

اب میں وہاں سے نکل آیا تھا اور مجھے وہاں دوبارہ جانے میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ احمق لڑکی اگر چاہتی تو میرے ساتھ زندگی کا ایک اچھا دور گزار سکتی تھی۔

ہاں تم اس سوچنے کے انداز میں فرق ضرور محسوس کروگے پروفیسر، لیکن بہرصورت تمہیں اس بات کا اندازہ ہونا چاہئے کہ پوسیتا کیا ہے اور میں کسی ایک لڑکی کے لئے خود کو رنج وغم کے سمندر میں نہیں ڈال سکتا۔ چنانچہ میں کشتی میں واپس آگیا اور آنے کے بعد چند لمحات میں نے پوسیتا کو بھلانے میں صرف کئے اور اس کے بعد میں مطمئن ہوگیا۔ میں دنیا میں کسی کے لئے بھی افسردہ نہیں ہوسکتا تھا۔ یہ بات میرے ذہن سے ہی باہر تھی۔

اور پھر ویران سمندر کا سفر تھا۔ میری چھوٹی سی کشتی اور میں۔ لیکن میں تو اس ماحول کا عادی تھا۔

کافی عرصہ میں نے سمندر کے ماحول میں گزارا، میں نے طے کرلیا تھا کہ اس بار نہ تو میں سونے کی کوشش کروں گا اور نہ ہی کوئی خشکی تلاش کروں گا۔ دیکھوں گا یہ سمندر کہاں تک پھیلا ہوا ہے۔

اور میں فاصلے نظر انداز کرتا رہا۔ میں سمندر کی وسعتوں سے نہ نکلنے والا تھا۔ خوراک کی مجھے کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔ اگر کبھی خوراک کی ضرورت محسوس کرتا تو جو کچھ لایا تھا وہ کھالیتا۔

اور جب میرے پاس سے خوراک کا ذخیرہ ختم ہوگیا تو سمندری مچھلیاں میری گرفت سے کیسے محفوظ رہ سکتی تھیں۔ میرے لئے ضروری تو نہیں تھا کہ میں انہیں باقاعدہ شکار کرتا۔ جب بھی ضرورت محسوس ہوتی سمندر میں غوطہ لگاتا اور مچھلیاں پکڑ کر باہر لے آتا۔ البتہ ان مچھلیوں کو ضرورت کے مطابق بنانے کا کوئی خاص ذریعہ میرے پاس نہیں تھا۔

یوں نہ جانے پروفیسر کتنا طویل سفر میں نے طے کیا اور کئی بار میں نے خشکی دیکھی لیکن میں نے اسے نظر انداز کردیا۔ بس یونہی چلتے رہنا

چاہتا تھا اور سمندر کا یہ سفر بڑا دلکش تھا۔ رات ستاروں کی ہم نشینی میں بسر ہوتی اور بہت سے اسرار و رموز کھلتے چلے جاتے۔

آنے والے وقت اور گزرنے والے وقت کے بارے میں بہت سی نئی باتیں معلوم ہوئی تھیں۔ ستارے ایک بار پھر میرے درد آشنا بن گئے تھے۔ کئی بار خشکی کے نزدیک سے گزرتے ہوئے میں نے سوچا کہ میں خشکی پر اتر جاؤں لیکن نجانے کیوں بس دل نہیں چاہ رہا تھا۔ مجھے انسانوں سے دوری پسند تھی۔ یونہی پروفیسر کئی چاند ڈوبے، ابھرے، ڈوبے، ابھرے اور میں نہ جانے کہاں سے کہاں نکل گیا۔

بادبانی کشتی اب خستہ ہو گئی تھی۔ سمندر کی لہروں نے اس کی زندگی کم سے کم کر دی تھی۔ ہر چیز فنا ہو جاتی ہے پروفیسر اور کوئی چیز ایسی نہیں ہوتی جو فنا نہ ہو۔ کشتی کے بادبان پھٹ گئے اور میرے پاس دوسرے بادبانوں کا کوئی انتظام نہیں تھا تب میں نے سوچا کہ سمندر میں تیرنا شروع کر دوں لیکن اس طرح زندگی زیادہ خوشگوار نہ ہوتی۔ کم از کم یہ تو تھا کہ لکڑی کے ان تختوں پر میں سمندر کا لطف اٹھا رہا تھا اور خشکی کا بھی۔

تب میں نے سوچا کہ کیوں نہ کسی خشکی پر اتر کر اس کشتی کو درست کیا جائے۔ کچھ عرصے کے لئے خشکی کا مزہ بھی سہی۔ یہ طویل زندگی تو کم از کم گوناگوں دلچسپیوں کا مرکز ہونا چاہیے تھی ورنہ اکتاہٹ کے سوا، کچھ نہ ہوتا۔

ہاں، یہ سب کچھ تو میرے ہاتھ میں تھا کہ جب میں اکتاؤں اپنی زندگی کو کسی ایسے مرحلے میں داخل کر لوں جو میری پسند کے مطابق ہو۔ فوما اور اس کی بستی کو اب میں بالکل بھول گیا تھا۔ شمانہ یا پوسینا بھی میرے ذہن میں نہ تھیں۔

خشکی کی تلاش میں میری نگاہیں چاروں طرف بھٹکنے لگیں اور ویسے کشتی زیادہ دور تو ہوتی ہی نہ تھی جب بھی میں اس کے بارے میں سوچتا مجھے کوئی نہ کوئی جگہ نظر آ جاتی تھی۔ چنانچہ اس وقت شاید رات تھی جب میں نے سمندر کے مخصوص رنگ میں ایک اور رنگ شامل دیکھا اور یہ رنگ میری تجربہ کار نگاہوں نے فوراً پہچان لیا تھا کہ یہ کوئی خشک جگہ تھی۔

میں نے چپوار سنبھال لئے اور کشتی کا رخ کاٹنے لگا۔ بہت تیزی سے سفر کرتا ہوا میں خشک زمین کی طرف جا رہا تھا لیکن سمندر میں دور سے نظر آنے والی خشکی اتنی قریب نہیں ہوتی کہ آدمی اسے اپنی دسترس میں سمجھ لے۔

ساری رات میں کشتی میں کھیلتا رہا تب اس وقت جب چاند ڈوب گیا، ستارے مدھم ہو گئے، روشنی کی آمد آمد ہونے لگی تو میں خشکی کے نزدیک پہنچا تھا۔ بھورے ریت کی زمین اور اس کی دوسری جانب سرسبز درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے۔ گویا خاص سرسبز جگہ ہے۔ میں نے سوچا تھا۔ اور بہر صورت میں تیزی سے خشکی کی جانب بڑھ گیا۔

☆..........☆..........☆

کشتی کو خشکی پر کھینچ کر میں نے کافی دور ڈال دیا اور اس علاقہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ بڑا ہی خوبصورت علاقہ تھا۔

لیکن درختوں کے درمیان مکڑی کے جالے لگے ہوئے تھے۔ بڑے بڑے جالے اور ان میں کافی موٹی موٹی مکڑیاں نظر آ رہی تھیں۔

میں نے نہایت تعجب سے انہیں دیکھا اور دلچسپ نگاہوں سے دیکھتا ہوا ان کے نزدیک پہنچ گیا۔

یوں لگتا تھا جیسے یہاں انسانی آبادی نہ ہو۔ ویسے بھی اگر یہاں انسانی آبادی ہوتی یا بہت سارے جانور ہوتے تو مکڑیوں کے یہ جالے

قائم نہیں رہ سکتے تھے۔ یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مکڑیاں کسی خاص خطرے کی حامل ہوں اور انسان اور جانور ان سے بچنے کی کوشش کرتے ہوں۔ چونکہ میں نے اس سے پہلے کبھی اتنی بڑی مکڑی نہیں دیکھی تھی۔

درختوں کی عجیب وغریب قسمیں تھیں جو پہلے دیکھنے میں نہیں آئی تھیں۔ میں آگے بڑھتا رہا۔ روشنی اب خاصی تیز ہوگئی تھی اور تمام علاقہ بہت صاف ستھرا نظر آنے لگا تھا کہ اچانک میں رک گیا۔

پہلی بار مجھے اس سرزمین پر کسی زمینی جاندار کا وجود محسوس ہوا تھا۔ مکڑیاں بھی جاندار ہی تھیں لیکن وہ بہرصورت درختوں کے درمیان ہی تھیں۔ یہ جانور عجیب سی شکل کا تھا۔ اس کا قد زیادہ بڑا نہ تھا لیکن شکل عجیب سی تھی۔ یہ جانور میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ جانور شاید مجھے دیکھ کر ڈر گیا تھا کیونکہ وہ بے ساختہ ایک طرف بھاگا تھا۔

اور پروفیسر، اسی وقت میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ بھاگتا ہوا وہ ایک ایسے درخت کے نیچے سے گزرا جہاں مکڑی کا ایک بڑا سا جالا بنا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ درختوں کے درمیان لگے ہوئے جالے میں درمیان میں موجود مکڑی کے بدن میں سے ایک لیس دار مادہ نکلا، بالکل اسی طرح جیسے کوئی چیز اچانک ٹپک پڑے۔

لیس دار مادہ اس جانور کو چھو گیا اور بھاگتا ہوا جانور اچانک قلابازی کھا گیا اور اچانک یوں محسوس ہوا جیسے اسے کسی اسپرنگ نے واپس کھینچ لیا ہو۔ مکڑی کے بدن سے نکلنے والا لیس دار مادہ جانور کے جسم سے چپک گیا تھا اور پھر وہ مادہ سکڑنے لگا۔ وہ ایک لکیر کی سی شکل میں تھا اور آخر سکڑتے سکڑتے وہ مادہ اتنا سکڑ گیا کہ وہ جانور اوپر کی جانب اٹھنے لگا۔

جانور آہستہ آہستہ مکڑی کے جالے کی جانب اٹھا اور میں دنیا کا یہ حیرت انگیز منظر دیکھ رہا تھا۔

جانور مکڑی کے نزدیک پہنچ گیا۔ اتنی چھوٹی سی مکڑی نے اپنے سے کئی گنا بڑے جانور کو جس انداز میں شکار کیا تھا اس پر مجھے حیرت ہو رہی تھی اور میں انتہائی دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جانور مکڑی کی جانب جا رہا تھا اور پھر مکڑی نے جانور کو پوری طرح اوپر کی جانب سمیٹ لیا اور پھر مکڑی نے جانور کے بدن کو کریدنا شروع کیا۔

پروفیسر، وہ دنیا کی حیرت انگیز چیز تھی۔ تم یقین کرو، مکڑی کے ہاتھ جس جگہ جانور کے جسم پر لگتے وہاں سے خون ابل پڑتا تھا اور خون کا کوئی قطرہ نیچے ٹپکنے نہ پا رہا تھا۔ مکڑی اسے آسانی سے چوس رہی تھی۔ وہ جانور کو چوستی رہی اور تھوڑی دیر کے بعد پروفیسر جانور کی ہڈیوں کے سوا کچھ نہ رہا تھا۔

''کیا تم نے اس سے پہلے کبھی ایسی مکڑی کے بارے میں سنا ہے۔'' اس نے رک کر پروفیسر سے پوچھا۔

پروفیسر جس کے چہرے پر عجیب سی چمک نظر آ رہی تھی ایک دم چونک پڑا۔ ''پھر کیا ہوا......؟'' اس نے آہستہ سے پوچھا۔

''میں نے تم سے مکڑی کے بارے میں پوچھا۔''

''افریقہ کے کچھ علاقوں میں، میں نے ایسے خطرناک جانوروں کے بارے میں سنا ہے جنہیں عام جگہوں پر نہیں پایا جاتا لیکن یہ جس مکڑی کا تذکرہ تم کر رہے ہو میرے لئے بھی حیرت انگیز ہے۔''

''ہاں پروفیسر، وہ بڑی حیرت انگیز مکڑی تھی۔ اس نے اتنے بڑے جانور کو ذرا سی دیر میں کھا پی کر چٹ کر دیا تھا اور لطف کی بات یہ تھی کہ اب مکڑی کا حجم بھی بڑا ہو گیا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے جانور کھانے کے بعد وہ دست ہو رہی ہو۔''

بہرصورت بعد میں وہ آہستہ سے اپنے جال میں پہنچ گئی اور پھر میں نے اسے ساکت ہوتے دیکھا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ ممکن ہے اس سرزمین پر اور بھی دوسری چیزیں نظر آتی ہوں۔ میری نگاہیں دور دور تک کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ابھی تک کسی انسانی وجود کا نشان نہیں ملا تھا۔ ایسے کوئی آثار بھی نہیں تھے جن سے انسانی زندگی کے آثار ملتے۔ ممکن ہے اس خطرناک سرزمین پر انسان موجود ہی نہ ہوں۔ ان چیزوں کی موجودگی میں انسان کی زندگی مشکل بھی تھی۔ درختوں پر پھل لٹکے ہوئے تھے اور ان کی بہتات تھی۔ جس سے یہ بھی پتہ چلتا تھا کہ یہ درخت انسانی ہاتھوں سے دور ہیں۔ زمین پر بھی بہت سے پھل سوکھے پڑے تھے اور پھر میں درختوں کے ساتھ دور دور تک چلا گیا۔ یہ سلسلہ نہ جانے کتنی دور تک چلا گیا تھا۔ یوں چلنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اب جب میں خشکی پر آ گیا تھا تو کچھ وقت یہاں گزارنا ہی چاہئے۔ نہ سہی انسانوں کے ساتھ اس بار جانوروں کے ساتھ زندگی بسر کی جائے۔

چنانچہ اب طے کرنا پڑے گا کہ کیا قدم اٹھایا جائے۔ کون سا رخ اختیار کیا جائے۔ جانوروں سے خوف اور دہشت کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ میرا کوئی کیا بگاڑ سکتا تھا لیکن اس کے باوجود کسی ہتھیار کی ضرورت تھی۔

یہاں کسی باقاعدہ ہتھیار کے حصول کا تو تصور ہی نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن ضرورت کے لئے قدیم دور کے ہتھیار بھی برے نہیں تھے اور ان کا حصول بھی مشکل نہیں تھا۔ چنانچہ شکار وغیرہ کرنے کے لئے میں نے ایک نیزہ بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ اب مجھے کسی ایسے درخت کی تلاش تھی جس میں میری مرضی کے مطابق کوئی سیدھی لکڑی موجود ہو۔

اتفاق ہی تھا کہ میں نے دور دور تک نگاہیں دوڑائیں لیکن ایسا کوئی درخت نظر نہیں آیا اور میں پھر چلنے لگا۔ کافی دور چلنے کے بعد مجھے درختوں میں ایک رخنہ نظر آیا۔ اندر ایک پگڈنڈی سی چلی گئی تھی۔

میں اطمینان سے اس پگڈنڈی پر ہو لیا۔ لیکن درختوں کے درمیان کی زمین پر قدم رکھتے ہی مجھے زمین نم محسوس ہوئی۔ اس کا مطلب ہے کہ قریب ہی پانی موجود ہے۔ یہ بھی اچھی بات ہے۔ کشتی میں پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ اس میں کوئی ایسی چیز بھی نہیں تھی جسے لانے کی ضرورت ہوتی چنانچہ میں اطمینان سے آگے بڑھتا رہا۔ میں نے درختوں کے درمیان بھی جھانکا لیکن پانی کا کوئی مرکز نہیں نظر آیا۔ زمین البتہ بدستور گیلی چل رہی تھی اور پھر اچانک میں رک گیا۔ سامنے جو درخت نظر آ رہے تھے وہ دیکھنے میں ہی بہت خوفناک تھے لیکن اس سے زیادہ خطرناک بات یہ تھی کہ ان کی جڑوں میں بے شمار جانداروں کے ڈھانچے پڑے ہوئے تھے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی اور میں اس دلچسپ منظر کو دیکھنے کے لئے آگے بڑھ گیا۔ سب سے پہلے درخت کے بالکل نزدیک میں نے چند ڈھانچے دیکھے اور ان ڈھانچوں میں مجھے ایک انسانی ڈھانچہ بھی نظر آیا میں حیرت اور دلچسپی سے اس ڈھانچے کو دیکھنے لگا۔ پہلی بار مجھے اس زمین پر انسان کا کوئی نشان ملا تھا۔ زندہ نہ سہی مردہ سہی۔

میں کچھ اور آگے بڑھا اور جھک کر اسے دیکھنے لگا۔ اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ اس کی موت کس طرح واقع ہوئی۔ کہ اچانک میں اچھل پڑا۔

کسی نے عقب سے میری ٹانگ چھوئی تھی۔ لمس انسانی محسوس ہوا تھا۔ میں جلدی سے سیدھا ہو گیا۔ اور پھر اس سرزمین کا ایک اور حیرت انگیز منظر میری نگاہوں کے سامنے آ گیا۔ ایسے ہی ایک درخت کی شاخ تھی جو کسی جاندار شے کی مانند میرے پاؤں کی جانب لپک رہی تھی۔ اس کا آخری سرا میرے پاؤں کو چھو رہا تھا اور اس کی دوسری شاخیں اس طرح جان پکڑ رہی تھیں جیسے سانپوں کا کوئی ڈھیر کھل رہا ہو۔ کیا یہ درخت ہی ہے یا کچھ اور۔

میں نے جھک کر اس شاخ کو چھوا۔ وہ لچکدار تھی لیکن کافی سخت معلوم ہوتی تھی۔ پھر درخت کی دوسری شاخیں بھی کھل گئیں اور میری طرف لپکیں ان میں لمبی شاخیں بھی تھیں۔ جو میرے پورے بدن کے گرد پھیل رہی تھیں۔

اور پھر ان شاخوں نے مجھے گرفت میں لے لیا۔ وہ کافی قوت سے مجھے بھینچ رہی تھی۔ میں نے اپنا بدن ڈھیلا چھوڑ دیا اور خود کو ان شاخوں کی گرفت میں دے دیا۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ ان کی اصلیت کیا ہے۔ شاخیں میرے بدن کے گرد کس گئی تھیں اور پھر ان کے مسامات کھلنے لگے۔ کانٹے کانٹے سے میرے بدن میں چبھنے لگے تھے۔

تب مجھ پر ایک انکشاف ہوا۔ یہ کانٹے بدن سے خون چوس رہے تھے اوہ۔ گوشت خور درخت میرے ذہن میں تصور ابھرا۔ اور وہ ڈھانچے یقیناً انہی درختوں کے شکار تھے۔ جانور ان کے نزدیک آ کر پھنس جاتے ہونگے اور پھر ان کا گوشت اور خون کھا کر یہ درخت انہیں چھوڑ دیتے ہوں گے۔ عجیب درخت تھے۔ میں نے تو زمانہ قدیم میں بھی ایسے درخت نہیں دیکھے تھے۔ ممکن ہے یہ صرف خطے کا اثر ہو۔ بہرحال انوکھا تجربہ تھا۔ چند ساعت میں درخت کی گرفت میں رہا۔ میں اس گرفت کی قوت کا اندازہ لگا رہا تھا۔ بلاشبہ طاقتور ترین انسان یا جانور بھی اس گرفت سے نہیں نکل سکتا تھا۔ بہرحال میں نے اس کی دو موٹی شاخیں مٹھیوں میں دبائیں اور انہیں اپنے بدن سے کھول دیا۔ پھر میں نے دونوں ہاتھوں سے زوردار جھٹکے لگائے اور شاخیں درخت سے اکھڑ گئیں۔ اس کے بعد میں نے دوسری شاخوں کا تیا پانچہ کر دیا اور پھر تعجب سے ان درختوں کو دیکھنے لگا۔ انسانی ڈھانچے کی موجودگی نے میرے ذہن میں یہ احساس جگا دیا تھا کہ یہاں اس زمین میں انسان بھی موجود ہوں گے۔ ممکن ہے ان خطرناک درختوں اور دوسری بلاؤں کی وجہ سے وہ یہاں کا رخ نہ کرتے ہوں۔

بہرحال اب اس علاقے سے نکلنا ضروری تھا۔ لیکن میں نے رخ بھی رکھا کسی قسم کے حادثہ کا تو مجھے خوف ہی نہیں تھا۔ پھر مجھے اس گیلی زمین کا راز بھی معلوم ہو گیا۔ یہ بھی درخت ہی تھے جن کے تنوں سے پانی رس رہا تھا۔

عجیب جادوئی سرزمین تھی۔ انتہائی گھنے اور خوفناک درختوں کے درمیان سے گزر کر میں آگے بڑھتا رہا اور عجیب و غریب مناظر سے دو چار ہوتا رہا۔ پھر مجھے حشرات الارض نظر آئے۔ گویا کیڑے مکوڑے بھی ان علاقوں سے دور رہتے تھے۔ کچھ اور دور چلنے کے بعد دوسرے جانور بھی نظر آئے تھے۔ گویا جانداروں کے لئے خطرہ کی زمین ختم ہو گئی تھی۔

تو انسان بھی یہاں ضرور ہوں گے۔ میں نے سوچا اور آگے بڑھتا رہا۔ رفتار میں نے اور تیز کر دی تھی۔ لیکن اس جنگل کی چوڑائی بہت کافی تھی۔ دوسری طرف نکلا تو سورج جھک گیا تھا اور جھکے ہوئے سورج کی روشنی میں، میں نے ایک طویل پتھریلا میدان دیکھا جس میں چٹانی کوہان ابھرے ہوئے تھے۔

اور دفعتاً ایک عجیب سی ہلچل محسوس ہوئی۔ چٹانوں میں خاصی آواز پیدا ہو رہی تھی۔ پھر ایک انتہائی تیز روشنی میری آنکھوں پر پڑی۔ اور میں نے چونک کر روشنی کی سمت دیکھا۔ بلاشبہ کوئی انسان تھا۔ لیکن چٹانوں میں دوڑنے والا کون تھا؟

تب مجھے وہ بھی نظر آ گیا۔ ایک قدآور جانور تھا جو نوکیلی چٹانوں کے درمیان دوڑ رہا تھا۔ ویسے یہ جانور بھی میرے لئے نیا تھا۔ انوکھا لیکن دوسرے جانوروں سے مختلف۔

یہ کیا قصہ ہے۔ میں ایک چٹان کی آڑ میں پوشیدہ ہو کر دیکھنے لگا۔ روشنی کے بارے میں، میں نے معلوم کر لیا کہ وہ شیشے یا کسی ایسی دھات کے ٹکڑے کے ذریعے سورج سے منعکس کی جا رہی ہے۔ جو چمکدار ہے اور روشنی پھینکنے والا جگہ بدل بدل کر جانور کے چہرے کو سورج کی شعاعوں کا نشانہ بنا رہا تھا۔ جانور روشنی سے بھڑک کر بھاگ رہا تھا۔ اور چٹانوں سے ٹکرا رہا تھا۔

اوہ۔ میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ کہیں یہ شکار کرنے کا طریقہ تو نہیں ہے اور تھوڑی دیر کے بعد اس خیال کی تصدیق بھی ہو گئی۔ جانور روشنی کا شکار ہو کر چٹانوں میں دوڑ رہا تھا اور ان سے ٹکرا کر زخمی ہو رہا تھا۔

پھر یکبارگی ایک چٹان سے اس کا سر پوری قوت سے ٹکرایا اور جانور قلابازی کھا گیا۔ وہ چند ساعت زمین پر تڑپتا رہا اور پھر ٹھنڈا ہو گیا۔ اسی وقت میں نے ایک شعلے کو لپکتے دیکھا اور پروفیسر میری آنکھوں میں روشنی اتر آئی۔

ایک انتہائی توانا اور سڈول بدن تھا اور بدن بھی ایک نوجوان لڑکی کا۔ پتھر کی طرح ٹھوس اور سڈول اور پھر چٹانوں پر جس طرح وہ دوڑ رہی تھی وہ بھی اس جسم کی قوتوں کا مظہر تھی۔ طویل فاصلہ طے کر کے وہ جانور کے پاس پہنچ گئی اور پھر اس نے جانور کے بہتے ہوئے خون سے ہونٹ لگا دیئے۔ وہ اس کا خون پی رہی تھی۔

صدیوں پہلے کی لاکا میرے ذہن میں آ گئی۔ پتھروں کے دور کی عورت اور آج بھی وہی عورت میرے سامنے تھی۔ فرق طرف اتنا تھا کہ یہ سیاہ رنگ کی تھی۔ گہرے چمکدار سیاہ رنگ کی عورت۔ کافی دیر تک وہ جانور کے بہتے ہوئے خون کو چاٹتی رہی اور پھر جیسے سیر ہو گئی۔ چند ساعت وہ ایک پتھر سے ٹک کر کھڑی رہی اور پھر جیسے خون کے سرور سے نکل آئی۔ اس نے چاروں طرف دیکھا اور پروفیسر پھر اس نے جھک کر اس وزنی جانور کو کندھے پر اٹھا لیا جانور اتنا بڑا تھا کہ وہ اس میں چھپ گئی تھی لیکن اس کے باوجود میں نے دیکھا وہ کافی برق رفتاری سے واپسی کا سفر کر رہی تھی۔

میں خاموشی اور احتیاط سے اس کے پیچھے چل پڑا۔ چٹانوں کی آڑ لے کر تعاقب کرنے میں کوئی دقت نہیں پیش آ رہی تھی۔ اسے بھی احساس نہیں ہوا اور میں اس کا تعاقب کرتا رہا۔ اس کا عریاں بدن عقب سے بھی کافی خوبصورت نظر آ رہا تھا۔ لمبے سیاہ بال کمر تک پہنچ رہے تھے۔ ان میں بے ترتیبی تھی لیکن اس کے باوجود وہ کافی خوبصورت اور چمکدار تھے۔ ابتداء اچھی ہوئی ہے۔ میں نے سوچا۔

کالی لڑکی نے طویل فاصلہ طے کیا اور پھر ایک غار کے دہانے کے قریب وہ رک گئی۔ اس نے جانور کو زمین پر پھینک دیا اور پھر اس کی ایک ٹانگ پکڑ کر گھسیٹنے لگی۔ وہ اسے غار میں لے جا رہی تھی۔ لڑکی غار میں داخل ہو کر نگاہوں سے روپوش ہو گئی اور میں نے چاروں طرف دیکھا۔ ابھی تک کوئی اور نہیں نظر آیا تھا۔

تعجب کی بات تھی۔ کیا ان لوگوں کی کوئی بستی نہیں ہے۔ کیا اس ویرانے میں یہ لڑکی تنہا ہے۔ ناممکن یہ تو نہیں ہو سکتا۔ پھر ان کی آبادی کہاں ہے۔ میں آہستہ آہستہ غار کی طرف بڑھ گیا۔ لیکن ابھی میں غار کے دہانے پر پہنچا ہی تھا کہ لڑکی باہر نکل آئی۔

وہ اس طرح باہر آئی تھی کہ میں چھپ بھی نہیں سکا اور وہ ایک لمحے کے لئے مجھے دیکھ کر بھونچکا رہ گئی۔ اب میں نے اس کے خد وخال غور سے دیکھے۔ سیاہ فام تھی لیکن نقوش ونگار برے نہیں تھے۔ خاص طور سے آنکھیں، گہری سیاہ پتلیوں والی آنکھیں بڑی بڑی اور جوانی کے خمار سے جھکی ہوئی۔ پہلے ان آنکھوں میں حیرت نظر آئی۔ پھر خوف اور پھر ایک عجیب سا تاثر۔ دوسرے لمحے وہ غڑاپ سے اندر گھس گئی۔ اس نے مجھے بخوبی دیکھ لیا تھا اور خوفزدہ ہوگئی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اجنبی دنیا کی پہلی شناسا۔ حیرت کی بات ہے ہر زمین پر پہلے عورت ہی مجھے نظر آئی ہے عورت مسرت بخش تصور کی حامل۔

اور پروفیسر۔ ایک طویل تنہائی کے بعد یہ پہلا ساتھی۔ بھلا میں اسے چھوڑ کر کیسے چلا جاتا۔ چنانچہ میں اطمینان سے غار میں داخل ہو گیا۔

غار اندر سے زیادہ کشادہ نہیں تھا اور نہ ہی اسے بہت زیادہ تاریک کہا جا سکتا تھا۔ ایک کونے میں وہ جانور پڑا ہوا تھا جسے لڑکی اٹھا کر لائی تھی۔ اور دوسرے کونے میں وہ لڑکی سمٹی سمٹی کھڑی تھی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ وہ اس قدر خوفزدہ کیوں ہے۔

کیونکہ جس انداز میں اس نے جانور شکار کیا تھا اس انداز میں کوئی کام کرنے والی لڑکی اپنے جیسے کسی انسان سے خوفزدہ نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ میں اس جانور کے نزدیک کھڑا ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ لڑکی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی اور میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کی نگاہوں میں خوف ہے یا دلچسپی۔ بہر حال اجنبی سرزمین کے اجنبی ساتھی سے میں بہت اچھی طرح پیش آنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں نے دوستانہ انداز میں دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔

لڑکی چند ساعت مجھے دیکھتی رہی اور کچھ سوچتی رہی۔ پھر آہستہ آہستہ آگے بڑھی اور میرے قریب پہنچ گئی۔

عجیب سے خوشبو اس کے بدن سے اٹھ رہی تھی۔ غالباً اس نے اپنے بدن پر کوئی چیز ملی ہوئی تھی۔ لباس نام کی کسی چیز سے بے نیاز لڑکی مجھے اس دور کی یاد دلا رہی تھی جسے آج کی تہذیب پتھر کے دور کے نام سے یاد کرتی ہے۔

مجھے تعجب تھا کہ یہ لڑکی تہذیب سے آشنا کیوں نہیں ہے اور یہ کون سی سرزمین ہے جہاں کے لوگ اس انداز میں رہتے ہیں۔ لڑکی کے خد وخال بھی مختلف تھے۔ گو دلکش تھے لیکن بہر صورت اسے ان لوگوں کے مقابلے میں نہیں رکھا جا سکتا تھا جو تہذیب دنیا کے باسی ہیں۔

میں اس کی زبان سننے کا منتظر تھا۔ یہ قدرت تو میرے اندر تھی کہ میں جس کی بھی زبان سنتا اسے ذہن نشین کر کے اس کی زبان میں بات کر سکتا تھا۔ اپنی طرف سے کوئی زبان بولنا لڑکی کو گویا اپنی اجنبیت کا احساس دلانے کے مترادف تھا۔ پھر وہ آہستہ سے کچھ بولی۔

ایک عجیب سی آواز تھی۔ جسے میں سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ ہاتھ بڑھا کر میرے نزدیک آئی اور پہلی بار اس نے مجھے چھو کر دیکھا۔ پھر اس نے میری پیشانی پر انگلی لگائی۔ پھر آنکھیں، کان، ناک، ہونٹ، سینہ اور میرا بدن ٹٹولنے لگی۔

اس کے بعد اس نے میرے بدن پر موجود کپڑوں کو غور سے دیکھا اور پھر میرے بدن کی نرمی کا احساس کرنے لگی۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکی

سی مسکراہٹ تھی۔ تب اس نے آہستہ سے پھر کچھ کہا۔

میں ان الفاظ کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے بھی اشاروں سے اس سے کہا کہ وہ مجھ سے خوفزدہ نہ ہو۔ میں اس کے لئے نقصان دہ نہیں ہوں۔

شاید وہ میرے اشارے سمجھ گئی تھی۔ بہرصورت اتنا ذہین تو ہونا ہی چاہیے تھا۔ چنانچہ اس نے پھر آہستہ سے کچھ کہا۔

اور اس بار اس کا استفہامیہ انداز میری سمجھ میں آ گیا..... وہ پوچھ رہی تھی..... ''تم کون ہو.....؟''

''میں.....'' میں نے اسی کی زبان اختیار کرنے کی کوشش کی اور پروفیسر میں اپنی پوری کہانی میں تمہیں یہ بات بتا چکا ہوں کہ میں جس جگہ، جس بستی میں اور جن لوگوں میں گیا، میں نے ان کے معاشرے، ان کی زبان، ان کی ثقافت کو سمجھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کی۔ شاید یہ چیز بھی میری فطرت میں ہے کہ میں انسانوں کے بدن کی خوشبو سے ان کے احساسات سے ان کا تجزیہ کر لیتا ہوں اور پھر مجھے ان کی زبان سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔ چنانچہ میں نے اسے بتایا کہ میں دور دیس کا اجنبی ہوں اور اس کی سرزمین پر نکل آیا ہوں۔

شاید لڑکی کو میرے منہ سے اپنی زبان سن کر تعجب ہوا تھا کیونکہ تعجب کے اثرات اس کے چہرے سے ہویدا تھے۔ تب اس کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔ تب اس نے میرے کپڑوں کو دیکھا اور بولی۔

''یہ کیا ہے؟''

''لباس۔'' میں نے جواب دیا۔

''لباس۔'' وہ استفہامیہ انداز میں بولی۔

''ہاں۔ جو تمہارے بدن پر نہیں ہے۔''

''میرے بدن پر۔'' اس نے اپنے بدن کو تعجب سے دیکھا اور پھر مسکراتے ہوئے بولی۔

''اس لباس سے تم کیا کرتے ہو؟''

''کچھ نہیں۔ یہ باتیں فوری طور پر سمجھ نہیں آئیں گی۔ پہلے میں تم سے کچھ پوچھوں گا۔ کیا جواب دو گی؟'' میں نے کہا۔

''پوچھو۔''

''تم کون ہو؟''

''اش۔''

''واہ۔ یہ تمہارا نام ہے؟''

''ہاں۔''

''تمہاری بستی۔ تمہارا قبیلہ کہاں ہے؟''

''بستی، قبیلہ۔'' وہ متعجب انداز میں بولی اور پھر جیسے وہ میرا مفہوم سمجھ گئی۔

اس نے کہا اس کے لوگ پہاڑوں کے اس طرف رہتے ہیں۔ وہ وہیں آباد ہیں۔

''میں تمہارے لوگوں کے درمیان چلوں گا۔ کیا تم مجھے وہاں تک لے جانا پسند کرو گی۔؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں نہیں...... ابھی نہیں۔ میں خود تمہیں ان کے درمیان لے جاؤں گی لیکن تم۔ تم۔ کیا تم ان کے دشمن ہو سکتے ہو۔؟''

''نہیں...... میں نے کہا نا میں دور دیس کا اجنبی ہوں جہاں بھر کی خاک چھانتا ہوا یہاں تک آیا ہوں۔ تمہارا دشمن نہیں ہوں بلکہ تم مجھے اپنا دوست سمجھو، میں تمہیں بہت کچھ سکھاؤں گا۔ بہت کچھ بتاؤں گا۔''

وہ متعجب نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی۔ بار بار اس کا ذہن اس طرح ہو جاتا جیسے وہ کچھ سوچتی ہو۔ پھر اس نے آہستہ سے گردن ہلائی اور میری طرف دیکھنے لگی اس کی کیفیات کچھ عجیب سی تھیں۔ تب اس نے پوچھا۔

''تم بھوکے ہو؟''

''ہاں میں بھوکا ہوں، تم مجھے کیا کھلاؤ گی۔'' میں نے پوچھا اور اس نے مسکرا کر اس جانور کی طرف اشارہ کر دیا۔ جسے اس نے شکار کیا تھا۔ جانور مردہ ہو چکا تھا میں نے لڑکی کی طرف دیکھا وہ مسکرا رہی تھی۔

''اوہ...... ہاں...... اچھی خاطر مدارات ہے۔ لیکن کیا تم کچا ہی گوشت کھاتی ہو...... ؟''

''کچا......'' یہ جملہ بھی اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ شاید ان کے ہاں اس چیز کا کوئی مفہوم نہ تھا جس کا میں نے اندازہ لگا لیا۔ میں سمجھ چکا تھا کہ وہ بہت سے الفاظ سے ناواقف ہے۔

''اش...... تم نے اپنا یہی نام بتایا نا...... ؟''

''ہاں۔'' اس نے جواب دیا۔

''تو اش تم مجھے اپنے قبیلے والوں سے کب ملاؤ گی۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں اور ظاہر ہے تمہاری زمین پر میں تمہارا مہمان بن کر آیا ہوں اور میں ان کے ساتھ رہوں گا۔''

لیکن وہ ساری باتیں اس کی سمجھ میں نہ آسکی تھیں۔ وہ مہمان کے بارے میں بھی نہیں جانتی تھی کہ مہمان کیا ہوتا ہے اور دوسری زمینوں کے بارے میں بھی شاید اس کی معلومات میں کچھ نہیں تھا۔

تب میں نے طے کر لیا کہ آہستہ آہستہ اسے سب کچھ بتاؤں گا۔ تب پھر میں نے اس جانور کی طرف دیکھا۔

پروفیسر سینکڑوں بار میں تم سے یہ جملہ کہہ چکا ہوں کہ میں ایک عجیب وغریب انسان ہوں۔ بلکہ شاید تم مجھے انسان کہنے میں بھی دقت محسوس کرو گے۔ تہذیب وتمدن سے واقف لوگوں کے درمیان میں نے ایک انتہائی تہذیب یافتہ زندگی گزاری۔ وحشتوں میں بھی ملوث رہا اور ہر ماحول میں خود کو یکساں پایا جبکہ تم شاید کسی ماحول میں ضم نہ ہو سکو۔ لیکن میرے اندر یہ خوبی ہے کہ آج بھی تم مجھے دنیا کے کسی خطے میں کسی قسم کے لوگوں

کے ساتھ چھوڑ دو۔ تو وہ لوگ مجھے خود سے مختلف نہ پائیں گے۔ چنانچہ کچا گوشت کھانے میں مجھے کیا دقت ہو سکتی تھی۔ لڑکی کو خوش کرنے کے لئے میں نے جانور کے بدن میں دانت گاڑ دیئے اور اس کی کھال دانتوں سے ادھیڑی اور پھر کھال کے نیچے گوشت نکال کر کھانے لگا۔

میرے دانتوں کی تیزی لڑکی کے لئے حیران کن تھی۔ وہ جھک آئی اور مجھے گوشت کھاتے دیکھتی رہی۔ پھر میں نے گوشت کا جو بڑا ٹکڑا اپنے دانتوں سے جانور کے بدن سے الگ کیا تو اس نے بچوں کی سی معصومیت سے ہاتھ آگے بڑھا دیئے۔

میزبان مہمان کی کاوش سے فائدہ حاصل کرنے کا خواہش مند تھا یا پھر اس کی سوچ میں بالکل معصومیت تھی اور اس نے یہ بات سوچی ہی نہ تھی کہ مہمان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔ میں نے گوشت کا ٹکڑا اس کی طرف بڑھا دیا اور وہ شوق سے اسے دانتوں سے ادھیڑنے لگی۔

''سو پروفیسر۔ اس بار میری محبوبہ کچا گوشت کھانے والی اور خون پینے والی تھی۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''لیکن تم کہتے ہو اس کا رنگ سیاہ تھا؟'' پروفیسر نے کہا۔

''ہاں۔ گہرا سیاہ۔''

''اور تم نے اس علاقے کی جو کیفیت بتائی ہے وہ تو افریقہ کی ہی ہو سکتی ہے۔'' پروفیسر نے اپنی معلومات کے مطابق کہا۔

''ہاں پروفیسر۔۔۔ وہ تمدن نا آشنا لوگ افریقی ہی تھے۔ افریقہ کے ایک حصے میں، یہیں سے تہذیب نے جنم لیا۔ یعنی میری مراد مصر سے ہے اور دوسرا حصہ آج تک تمدن نا آشنا ہے۔ میں اسی دوسرے حصے کی بات کر رہا ہوں۔''

''خوب۔''

''پھر کیا ہوا۔؟'' فروزاں بولی۔

''یہ لڑکیاں ایک لمحے کی تاخیر نہیں برداشت کر سکتیں پروفیسر۔'' وہ مسکراتا ہوا بولا اور پروفیسر بھی مسکرانے لگا۔

''ہاں۔ تمہاری کہانی کا ہر لمحہ تجسس خیز ہوتا ہے کہ تاخیر دل پر بوجھ بننے لگتی ہے۔'' پروفیسر خاور نے جواب دیا۔

''اوہ۔ یہ داستان گو کی خوش بختی ہوتی ہے۔''

''پھر کیا ہوا؟'' فرزانہ نے بھی الجھ کر کہا اور وہ جلدی سے بول پڑا۔

''میری گوشت خور محبوبہ وحشیانہ انداز میں گوشت ادھیڑ رہی تھی۔ وہ مجھے بے حد پسند آ رہا تھا۔ تہذیب کے دور کی عورت اور مردوں میں وہ قوت اور زندگی سے وہ لگن نہیں رہی پروفیسر جو تہذیب نا آشنا لوگوں میں تھی اور میں نے ادوار کا تجزیہ کیا تو یقین کریں گزرا وقت مجھے حال سے ہمیشہ بہتر نظر آیا۔ نئے وقت میں انسان تہذیب کے نام پر کچھ اور کمزور اور کچھ اور وحشی ہوتا چلا جا رہا ہے اور کمزور وحشی بزدل اور ناکارہ ہوتے ہیں۔ ان میں طاقت کا فقدان ہوتا ہے اور کمزور لوگ صرف چالاکی سے دوسرے کو قتل کرنے کے منصوبے بناتے ہیں۔ جبکہ وحشت کے دور کے لوگوں کو بدن کی قوت آزمائی کا موقع ملتا تھا۔

''ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔''

''چنانچہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آج اس تہذیب کے دور میں اگر انسان پرانے اصول اپنالے تو یہ دنیا حسین ہو جائے۔''

''پرانے اصولوں سے تمہاری کیا مراد ہے۔''

''جس صدی میں، میں نے آنکھ کھولی ہے پروفیسر..... گو ابھی میں اس سے پوری طرح آشنا نہیں ہوا ہوں۔ لیکن میں اس صدی سے واقف ہوں، میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرے دوست ستارے مجھے آگے والی صدیوں کی کہانی سناتے ہیں۔ تم لوگ۔ اس نئی صدی کے نمائندے ہو اور..... تمہاری سوچ سے میں اس صدی کے بارے میں سوچ سکتا ہوں۔''

''یہ حقیقت ہے۔ میں نے تمہیں اس صدی سے اجنبی نہیں پایا۔'' پروفیسر خاور نے کہا۔

''ہاں۔ میں اس دور سے اجنبی نہیں ہوں۔ کیا انسان سائنس کے نام پر کھلونا نہیں بن گیا۔ کیا تم اس دور کو مشینی اور سائنسی دور نہیں کہتے۔''

''ہاں۔ یہ سائنس کا دور ہے۔ لیکن اس دور کے انسان کو تم کمزور نہ کہو۔ وہ ہر دور کے انسان سے زیادہ طاقتور ہے۔''

''مجھے اختلاف ہے پروفیسر۔'' اس نے کہا۔

''کیوں؟''

''طاقت سے تمہاری کیا مراد ہے۔؟''

''یہی سوال میں تم سے کروں تو۔؟''

''ہاں پروفیسر میں اس کا جواب دوں گا۔''

''تو بتاؤ۔ تم طاقت کسے کہتے ہو۔''

''اپنے آپ کو۔ خود کو۔ میں طاقت ہوں۔ پروفیسر میں اپنے بازوؤں کی قوت سے اس غار کو زمین بوس کر سکتا ہوں۔''

''تمہاری بات اور ہے۔ تم خود کہہ چکے ہو کہ تم عام انسان نہیں ہو۔ تم خود کو لافانی کہتے ہو جبکہ انسان فانی ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ لیکن میں طاقت کا استعارہ ہوں۔''

''چلو مان لیا۔ لیکن مجھے بتاؤ۔ تم نے جتنی کہانیاں سنائیں کیا ان میں تدبیر شامل نہیں تھی؟''

''میں نہیں سمجھا۔''

''تم نے لوگوں کے لئے جنگیں لڑیں۔ کیا تم نے ان جنگوں میں صرف طاقت کا سہارا لیا؟ کیا تم نے انہیں فتح نہیں دلوائی؟''

''نہیں۔''

''تب تم نے ان کے لئے تدبیر اختیار کی تھی نا۔ تم نے ان کی زندگیاں بچانے کے لئے عقل کا سہارا لیا۔ ورنہ وہ ہلاک ہوتے نقصان اٹھاتے۔''

''ہاں۔ یہ درست ہے پروفیسر۔ میں نے اس سے انحراف نہیں کیا۔'' اس نے جواب دیا۔

''نئے انسان نے جسمانی قوت کو بڑھانے کی بجائے عقل کی قوت کو طاقتور کیا ہے۔ پرانے دور میں بھی انسان کے ذہن میں دشمن کا تصور

تھا۔ آج کے دور میں بھی انسان بے شمار دشمن رکھتا ہے۔ مختلف شکلوں میں پہلے بھی اس کے دشمن انسان ہوتے تھے، جانور ہوتے تھے، آسمانی آفات ہوتی تھیں، سیلاب ہوتے تھے، زلزلے تھے، آج بھی اس کے دشمن یہی سب ہیں۔ لیکن ایک تنہا انسان جسمانی قوت سے ایک ہاتھی کو نہیں گرا سکتا۔ ہاں اس کے ہاتھ میں دبی ہوئی ایک چھوٹی سی چیز ایک دھماکہ کرتی ہے اور اس کا دشمن اس کے قدموں میں ہوتا ہے۔ یہ چھوٹی سی چیز انسان کی عقل کی قوت ہے اور اس قوت سے بلاشک اس نے اپنے دشمن کو زیر کرلیا ہے۔'' پروفیسر نے جواب دیا۔

وہ مسکرانے لگا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

''لیکن خود انسان کی اپنی زندگی کتنی مختصر ہوگئی ہے پروفیسر۔''

''ہاں۔ اس کی وجہ ہے۔''

''کیا وجہ ہے۔؟''

''اس نے اپنی زندگی عقل کو بخش دی ہے اور ہر کام میں ایک جذبہ کام کرتا ہے۔ اس جذبہ کے تحت اس نے خود کو کمزور کیا اور اپنی قوت عقل کو بخش دی۔''

''لیکن اس سے نقصانات جو ہوئے۔''

''مثلاً؟''

''اس کی اپنی حیثیت تو کوئی نہ رہی۔''

''یہ جذبہ بھی اسے عقل نے بخشا۔ انسان فانی ہے۔ ایک موجد نے پوری زندگی کی محنت سے ایک ایجاد کی۔ یہ ایجاد اس نے اپنی ذات کے لئے نہیں کی۔ بلکہ اس نے اپنا یہ جذبہ دوسروں کو سونپا اور خود موت کی آغوش میں چلا گیا۔ جبکہ اس دور کا انسان صرف خود زندہ رہنے کے لئے کاوش کرتا تھا اور آج کا انسان صرف انسانیت کے لئے سوچتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کی عقل نے ان چیزوں پر بھی قابو پالیا ہے جن پر پرانے دور کے انسان کا کوئی بس نہ تھا۔''

''وہ کیا چیزیں ہیں پروفیسر؟''

''سیلاب، زلزلے اور ایسی ہی دوسری آفات۔''

''ان پر قابو کس طرح پایا گیا ہے؟''

''اوہ۔ آج سیلاب کے آنے پر قبل از حفاظتی انتظامات کر لئے جاتے ہیں۔ زلزلوں کی پیشن گوئی کردی جاتی ہے اور انسان خود کو محفوظ کر لیتے ہیں۔''

''خوب۔ تو تمہارے خیال میں جسمانی قوت کوئی حیثیت نہیں رکھتی؟''

''میرا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے۔''

''پھر پروفیسر۔''

''جسمانی قوت انفرادی حیثیت سے بہت اہم ہے۔ اس کے بغیر انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ ظاہر ہے ایک موجد کے لئے بھی تندرستی ضروری ہوتی ہے۔''

''ہاں۔ لیکن اس کے لئے انسان نے کیا کیا؟''

''بہت کچھ۔''

''میں جاننا چاہتا ہوں۔''

''امراض کے علاج دریافت کئے گئے۔ آج کا انسان اپنے جسم کے تمام اجزاء سے واقف ہے اور ان میں سے جس شے میں کوئی کمی ہوتی ہے اسے پوری کر لیتا ہے۔ یوں وہ اپنی زندگی کافی حد تک محفوظ کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔''

''ایک بات اور ہے پروفیسر۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا۔ کہو۔''

''اس نے خوبصورت الفاظ اور دلائل کا ذخیرہ بھی بڑھا لیا ہے اور اب وہ کسی کو خاموش کرنے کے گر سے بھی واقف ہو گیا ہے۔''

''او پپا...... وہ بے چاری لڑکی سارا گوشت کھا جائے گی۔'' دفعتاً فروزاں بول پڑی۔

''کون لڑکی۔'' پروفیسر خاور اچھل پڑا۔

''وہی جو کب سے گوشت ادھیڑ رہی ہے اور آپ لوگ نہ جانے کس بحث میں الجھے ہوئے ہیں۔'' فروزاں نے کہا اور پروفیسر خاور ہنس پڑا۔ فروزاں کی بات واقعی دلچسپ تھی۔ ''ہاں یہ تو میں بھول ہی گیا۔ جلدی سے اسے اس گوشت کے ٹکڑے سے نجات تو دلاؤں۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا اور بولا۔

''تو پروفیسر ہم تھوڑی دیر کے لئے اس بحث کو ملتوی کر دیتے ہیں۔ حالانکہ تمہارے دلائل کافی مضبوط ہیں۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ میں تمہاری بات سے پہلو تہی کر رہا ہوں بلکہ یہ حقیقت ہے کہ تم نے حوالے وزنی دیئے ہیں اور مجھے ان کے بارے میں کافی سوچنا پڑے گا۔ ویسے یہ فیصلہ تو بعد ہی میں ہوگا کہ عقل نے انسان کو کیا کچھ دیا ہے اور تہذیب کے مضمرات کیا کیا ہیں۔''

''تو بات میں پھر وہیں سے شروع کرتا ہوں کہ وہ گوشت کا بڑا ٹکڑا اپنے تیز دانتوں سے ادھیڑتی رہی اور میں نے گوشت کا دوسرا ٹکڑا لے لیا تھا اس طرح ہم دونوں اپنا پیٹ بھرنے لگے اور جلد ہی ہم اس کام سے فارغ ہو گئے۔

میں نے اسے اش کہہ کر ہی مخاطب کیا تھا اور وہ مجھے اس طرح دیکھنے لگی جیسے اپنا نام میری زبان سے سن کر خاصی متاثر ہوئی ہو۔

''اب تم کیا کرو گی اش۔؟'' میں نے پوچھا۔

''میں اپنے قبیلے میں جاؤں گی۔'' اس نے جواب دیا۔

''کیا مجھے اپنے ساتھ نہیں لے چلوگی؟''

''نہیں۔''وہ بولی۔

''کیوں؟''

''تم یہاں رہو۔''اس نے کہا اور پھر بچے ہوئے جانور کی طرف اشارہ کر کے بولی۔''یہ تمہاری غذا ہے۔تم اسے کھا سکتے ہو۔''

شاید وہ مجھے دوسرے لوگوں سے پوشیدہ رکھنا چاہتی تھی...... بہرصورت پروفیسر۔ میں ابتداء میں ایسے ہی کھیل کھیلتا تھا۔ میں نے اس کی بات مان لی کیونکہ میں اسے ناراض کرنا نہیں چاہتا تھا۔ چونکہ بہرصورت وہ اچھی خاصی لڑکی تھی اور کافی دن کے بعد مجھے عورت کا قرب حاصل ہوا تھا۔ انسان کی فطرت بھی عجیب ہے جب کبھی وہ اپنے مشاغل سے اکتا جاتا ہے تو انہیں چھوڑ دیتا ہے اور جب بہت عرصہ اسے مشاغل ترک کیئے ہوئے ہو جاتا ہے تو وہ انہی کی خواہش محسوس کرنے لگتا ہے۔

سو میں سمندر پر ایک طویل عرصہ گزار چکا تھا اور مجھے بھی بہت سی ضرورتوں کا احساس ہو رہا تھا۔

چنانچہ میں بھی اس سے تعاون کرنے لگا۔ اتنا تو میں سمجھ چکا تھا کہ لڑکی نے مجھے پسند کیا ہے اور وہ بھی میرے قرب سے خوش ہے۔

اس کی انوکھی حرکات مجھے کافی دلچسپ محسوس ہو رہی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر نکل گئی اور میں نے سوچ لیا کہ میرے نئے میزبان نے میرے لئے اس نئی رہائش گاہ کا بندوبست کیا ہے چنانچہ مجھے اسے قبول کر لینا چاہیے۔ یہ الگ بات ہے کہ میزبان کی روانگی کے بعد میں اس جگہ کے اطراف کا جائزہ لوں۔ میں باہر تک آیا تھا۔ اسے دیکھ کر میرے ذہن میں کافی عجیب عجیب سے خیالات پیدا ہونے لگے تھے۔

کیونکہ بہرصورت پروفیسر، ہم لوگ تہذیب سے آشنا ہونے کے بعد بہت ساری چیزوں کو اجنبی محسوس کرنے لگتے ہیں اور یہ گزری ہوئی بات ہے کہ جب میں بھی ان لوگوں کے ساتھ ہی وقت گزارا کرتا تھا جو لباس وغیرہ سے ناآشنا تھے اور آج میں پھر ان لوگوں کے درمیان آگیا تھا لیکن مجھے خوشی تھی کہ تہذیب کے اس دور کے بارے میں جان سکتا تھا اور اسے دیکھ سکتا تھا۔

اش باہر چلی گئی اور جب چند ساعتیں گزر گئیں تو میں بھی باہر نکل آیا۔ میں نے بہت دور اسے پہاڑوں کی جانب جاتے دیکھا۔

بڑی تیز رفتار تھی۔ واقعی اس لڑکی کا کوئی جواب نہیں تھا اور پرانے دور کی یہ نمائندہ مکمل طور پر اسی شکل میں نظر آ رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ میری نظروں سے غائب ہوگئی اور میں واپس غار کی طرف چل پڑا۔

غار کو میں نے اندر سے اچھی طرح دیکھا۔ اس میں ایسی کوئی جگہ نہ تھی جسے آرام کے لئے منتخب کیا جا سکتا۔ شاید یہ لوگ آرام کے مخصوص طریقوں سے بھی ناواقف تھے۔

بہرصورت میرے ذہن میں کافی دلچسپی پیدا ہوگئی۔ بہرصورت طویل سفر طے کر کے میں خود کو تھکا تھکا سا محسوس کر رہا تھا۔ میرے دل میں خواہش تھی کہ میں تھوڑی دیر آرام کروں اور آرام کرنے کے لئے مناسب جگہ غار ہی تھا۔ چنانچہ میں غار کی کھردری زمین پر لیٹ گیا اور میں نے آنکھیں بند کر لیں اور چند ساعتیں خاموشی سے گزار دیں۔ پھر اٹھا اور میں نے سوچا کہ کیوں نہ اطراف کا جائزہ لوں۔ چنانچہ باہر نکلا اور پہاڑوں کے

اطراف گھومتا پھرتا رہا۔ مجھے صرف اس کا انتظار تھا۔

یوں پروفیسر، سورج بالکل ہی چھپ گیا اور رات ہوگئی۔ رات کو جنگل کی سمت سے عجیب وغریب آوازیں سنائی دیتی رہیں۔ غالباً یہ حشرات الارض تھے جو زمین پر چیخ رہے تھے۔ بڑے جانوروں کی آوازیں بھی کبھی کبھی سنائی دے جاتی تھیں۔

لیکن ان لوگوں کے درمیان اس انداز سے زندگی بسر کرنے کا تصور میرے ذہن میں نیا نہیں تھا کیونکہ میں نے پتھر کے دور کے انسانوں کے درمیان زندگی گزاری تھی۔ جنگلوں میں رہنے والے ان آوازوں کے عادی ہوتے ہیں اور ان پر کوئی توجہ نہیں دیتے۔

مجھے نجانے کیوں یہ آوازیں بے پناہ دلکش محسوس ہو رہی تھیں۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ جنگلوں میں جا کر ان جانوروں کو نزدیک سے دیکھوں، حالانکہ میری ذات کو ان سے کوئی خطرہ نہ تھا۔ پھر بھی نہ جانے مجھ پر تہذیب اس طرح کیوں سوار ہوگئی تھی کہ میں نے وہاں جانا پسند نہ کیا اور واپس غار میں آ کر لیٹ گیا۔

رات کا نجانے کونسا پہر تھا میری آنکھیں غنودہ تھیں کہ میں نے قدموں کی چاپ سنی۔ قدموں کی چاپ اتنی ہلکی بھی نہ تھی کہ میں انہیں سن نہ سکتا۔ یہ آوازیں غار کے باہر سے آ رہی تھیں۔ تب میں نے چند ساعت سوچا اور جلدی سے اٹھ گیا۔

ممکن ہے میری محبوبہ ہو جسے میرے قرب کا خیال میرے نزدیک کھینچ لایا ہو چنانچہ کیوں نہ باہر نکل کر اس کی پذیرائی کی جائے۔ چنانچہ میں غار کے دہانے پر آ کھڑا ہوا۔ تب میں نے دیکھا۔

یہ سیاہ فام تھے۔ ان کی تعداد پانچ یا چھ تھی۔ وہ لوگ چاندنی کی روشنی میں جنگل کی طرف جا رہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں غالباً لکڑی کے بنے ہوئے لمبے لمبے نیزے تھے۔ وہ لوگ بڑی تیزی سے سفر کر رہے تھے۔ تقریباً دوڑتے ہوئے۔ نجانے ان کا کیا پروگرام تھا۔

میں دلچسپی سے انہیں دیکھنے لگا۔ پھر میں نے سوچا کہ کیوں نہ ان کا تعاقب کیا جائے۔

یہ لوگ بھی ننگ دھڑنگ تھے۔ ان کے بدن پر لباس نام کی کوئی شے نہ تھی البتہ سب کے سب طاقتور اور تنومند تھے۔ وہ جنگل کے سرے پر پہنچ کر رک گئے۔ میں بھی نہایت خاموشی سے ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ حالانکہ چاندنی رات تھی۔ دیکھ لئے جانے کا خطرہ موجود تھا لیکن بہرصورت میں نے انتہائی چالاکی سے ان کا پیچھا کیا تھا اور میرا اندازہ تھا کہ وہ لوگ مجھے دیکھ نہیں سکیں گے۔

پھر چٹانی راستوں سے گزر کر وہ جنگل کے انتہائی سرے پر پہنچ گئے اور اب وہ منتشر ہو چکے تھے۔ پھر انہوں نے دو لکڑیاں آپس میں بجانا شروع کر دیں۔ وہ لکڑیاں بجانے کے ساتھ ساتھ ہلکی آوازیں بھی منہ سے نکال رہے تھے اور یہ آوازیں عجیب تھیں۔ تب میں نے ایک جنگلی بھینسے کو اس جانب آتے دیکھا۔

میں نے دیکھا کہ جنگلی بھینسا سر اٹھائے چاروں طرف دیکھ رہا ہے۔ غالباً ان آوازوں سے اسے متوجہ کیا ہے۔ وہ لوگ بدستور آوازیں نکال رہے تھے۔ تب ان میں سے ایک شخص نکل کر جنگلی بھینسے کے سامنے آیا اور بھینسا اسے دیکھ کر خوفناک انداز میں اس کے پیچھے دوڑا۔ وہ شخص بھینسے کو چٹانوں کی آڑ میں لے گیا۔ غالباً یہ ان کے شکار کرنے کا انداز تھا۔ جنگلی بھینسا چٹانوں سے سر ٹکرا رہا تھا اور وہ انتہائی مہارت سے اسے وہاں

روک رہے تھے۔ جب بھینسا زخمی ہو گیا تو وہ سب نیزے لے کر اس پر پل پڑے اور بھینسے کو گود کر رکھ دیا۔ پھر وہ بھینسے کو درختوں کی چھال کی رسی سے باندھ کر اسے گھسیٹنے لگے کیونکہ بھینسا خاصا وزنی تھا اور وہ اسے اٹھا نہیں سکتے تھے۔

میں واپس اپنے غار میں آ گیا تھا۔ اس کے بعد میں اتنی گہری نیند سویا کہ دوسرے دن اس وقت جاگا جب سورج کافی بلند ہو چکا تھا۔ قرب و جوار میں کوئی نہ تھا۔ ہاں مردہ جانور پڑا ہوا تھا لیکن اس کے گوشت سے تعفن اٹھ رہا تھا۔ ☆

میں بہر صورت شکار کر کے کھا سکتا تھا چنانچہ میں نے اس گوشت کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور باہر نکل آیا۔ جنگل تک کا فاصلہ طے کرنا میرے لئے مشکل نہ تھا۔ البتہ یہ خیال ضرور تھا کہ اش کہیں مجھے تلاش کرنے نہ آ جائے۔ جب میں نے ایک خوبصورت سا جانور دیکھا جو چھوٹا سا تھا اور وہ میری توجہ کا مرکز بن گیا۔ میں نے شکار کرنے کے لئے ان لوگوں کا طریقہ اختیار کرنا مناسب نہ سمجھا البتہ اس کے لئے میرے پاس بے شمار ذرائع تھے جو انہیں معلوم نہ تھے۔ چنانچہ اپنی ضرورت کے مطابق ایک پتھر میں نے منتخب کیا اور اسے تولنے لگا۔ جانور بھی شاید خوراک کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ بڑی عجیب بات ہے۔ دو جاندار اپنا پیٹ بھرنے کے خواہشمند تھے لیکن دونوں ہی ایک دوسرے کے خواہش مند تھے۔ ہاں قادر وہی تھا جو دوسرے سے طاقت میں فوقیت حاصل کر لے۔ وہ پروفیسر کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔

''گویا تم طاقت کا تذکرہ مثال کی حیثیت سے کر رہے ہو؟'' پروفیسر خاور نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں پروفیسر، کیونکہ میرا واسطہ صدیوں سے پڑا ہے۔''

''لیکن تم نے صدیوں کا مزاج بھی دیکھا ہوگا۔''

''صدیوں کے مزاج سے تمہاری کیا مراد ہے پروفیسر؟''

''ہر دور کو مختلف شکلوں کی ضرورت پڑتی ہے کبھی وہ امن کا طلب گار ہوتا ہے، کبھی وہ جنگ سے گزرتا ہے۔ دراصل ادوار کے اپنے مسائل ہوتے ہیں اور ان مسائل کو حل کرنا ہی پڑتا ہے۔ اس دور کے انسان کی زیادہ ضرورتیں نہیں تھیں لیکن آنے والے ادوار انسان کی ضرورتیں بڑھاتے گئے۔''

''اتفاق سے میری کہانیوں کے درمیان ایک دلچسپ مسئلہ پیدا ہو گیا ہے پروفیسر، اور شریف لڑکیو..... اور میں خود کو ادوار کی کتاب سمجھتا ہوں اس لئے میری مدد کرو کہ میں کسی ایک فیصلے پر پہنچ جاؤں۔''

''ہم نہیں سمجھے؟'' فروزاں بولی۔

''میری مدد صرف یہ ہے کہ اگر کبھی کبھی گفتگو کے درمیان یہ بحث نکلتی رہے تو تم محسوس نہ کرنا۔''

''ٹھیک ہے لیکن یہ بحث طویل نہ ہو۔'' فروزاں بولی۔

''اس کا خیال رکھا جائے گا، کیوں پروفیسر؟'' اس نے کہا۔

''ٹھیک ہے لیکن مجھے تمہاری یہ بات بہت پسند آئی ہے۔''

''کونسی بات؟''

''تم اس بحث میں الجھ گئے ہو۔حل تلاش کرنے کے لئے بہترین طریقہ بحث ہے اور میرا خیال ہے جب تک تم متفق نہ ہو جاؤ گے یہ بات تمہارے ذہن میں چبھتی رہے گی۔''

''آپ یقین کریں پروفیسر یہی بات ہے اور اگر عقل اور طاقت ،میری مراد جسمانی طاقت سے ہے،ان دونوں چیزوں سے جو چیز ثابت ہوگئی۔اسے میں اپنی کتاب میں اپنی ریسرچ کے طور پر لکھوں گا۔''

''اوہ تو گویا تمہاری صدیوں کی کتاب میں ہمارا تذکرہ بھی ہوگا۔''فروزاں مسکرا کر بولی۔

''ہوگا نہیں،ہو چکا ہے۔''

''خوب۔تم ہمارے بارے میں کیا لکھو گے؟''

''نئی صدی کے انسان ،جنہوں نے میری معلومات میں اضافہ کیا۔''

''تب تو ہماری کاوش بے کار نہیں ہے۔حالانکہ ہمیں حالات یہاں لائے ہیں لیکن اس سے اچھی بات کوئی نہیں ہے کہ تمہاری تاریخ میں ہمارا تذکرہ آجائے۔''

''اور آنے والے دور کے لوگوں میں اگر تمہاری کتاب کی بات ہو تو ہمارا نام بھی ان کے کانوں میں پہنچے.....''فرزانہ بولی۔

''ہاں۔ایسا ہی ہوگا۔''

''تو پھر اس جانور کا کیا ہوا؟''فرزانہ نے کہا۔

''میں نے پتھر سے اسے شکار کیا تھا اور پھر میں اسے اٹھا کر چٹانوں کے پاس لے گیا۔میں نے اپنی ضرورت کا کچھ اور سامان اکٹھا کیا اور واپس غار میں آگیا اور پھر شاید اس ویرانے میں پہلی بار آگ روشن ہوئی۔میں نے خشک لکڑیاں جمع کر لی تھیں اور پھر پتھروں کے ذریعے انہیں جلا بھی لیا۔اس کے بعد میں اس جانور کی کھال ادھیڑنے لگا اور اس کام کے لئے میرے دانت اور ہاتھ ہی کافی تھے۔میں نے اسے صاف کیا اور بھونے لگا۔ میں اس کام میں اتنا مصروف تھا کہ اش کے قدموں کی آہٹ بھی نہیں محسوس کر سکا۔وہ میرے پیچھے آکھڑی ہوئی تھی۔پھر جب اس کو چھینک آئی تو میں چونک پڑا۔اس کو دیکھ کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔''ارے تم کب آئیں؟''

''دیر گزری..... یہ تم کیا کر رہے ہو؟''وہ بولی۔

''تمہارا کیا خیال ہے؟''میں نے مسکرا کر کہا۔

''میں نہیں جانتی۔''

''کیا تم آگ سے واقف ہو؟''

''ہاں۔آگ بہت خوفناک ہوتی ہے۔صرف توفا ہی اسے روشن کر سکتا ہے۔''

''توفا کون ہے؟''

''اس قدر طاقتوں والا، جسے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔''

''ضرور ہوگا۔ یہ پراسرار طاقتوں والے ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔''

''میں پھر ٹوکوں گا تمہیں۔'' پروفیسر خاور نے درمیان میں دخل دیا اور وہ چونک کر پروفیسر کی شکل دیکھنے لگا۔ ''ابھی تم نے پراسرار طاقت والوں کے بارے میں کچھ کہا تھا اس سے قبل تم اس جانور کے بارے میں بتا رہے تھے۔''

''ہاں بتایا تھا میں نے۔''

''تم نے کہا تھا کہ دو قومیں خوراک کی تلاش میں نکلیں اور ان میں سے اس نے اس کو شکار کیا جو عقل رکھتی تھی۔ انفرادی طور پر تم طاقتور تھے اور اسے پکڑ سکتے تھے لیکن تمہاری جگہ وہ لوگ ہوتے جو صرف بھینسوں کو چٹانوں سے زخمی کر کے شکار کرتے تھے تو وہ اسے بھاگ کر نہ پکڑ سکتے تھے۔ البتہ انسان شروع سے ہی عقل کی قوت کے ذریعے ماحول پر حاوی ہوا ہے۔ ان میں سے کوئی شخص اس بھینسے کو ..... پکڑ سکتا تھا نہ ہلاک کر سکتا تھا لیکن انہوں نے عقل کے ذریعے اسے زخمی کر کے کمزور کر دیا اور بھینسے کی طاقت اس کا ساتھ نہ دے سکی۔ اسی طرح وہ پراسرار طاقتوں والے ہر دور پر حاوی ہیں۔ جانتے ہو، ان کی یہ پراسرار قوت کیا ہوتی ہے؟''

''کیا پروفیسر؟''

''عقل۔ دوسرے ناسمجھ لوگوں کی بہ نسبت وہ عقل کے ذریعے طاقتور بن جاتے تھے اور دوسرے لوگ ان سے خوفزدہ رہتے تھے حالانکہ ان میں بے شمار ایسے ہوں گے جو جسمانی طور پر اس سے کہیں زیادہ طاقتور ہوں گے عقل کی قوت ان سب پر حاوی تھی۔''

''کیا خیال ہے لڑکیوں۔ کیا میں پروفیسر کے دلائل قبول کرلوں؟''

''اللہ کے واسطے کرلو ہم تمہارے احسان مند ہوں گے۔ ساری دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔'' فروزاں عاجزی سے بولی۔

''ٹھیک ہے پروفیسر۔ تم میری کتاب میں نمایاں مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے ہو اور اب یہ بحث ختم۔'' اس نے کہا۔

''شکریہ۔'' پروفیسر مسکراتے ہوئے بولا۔

''اس بے چاری کا کیا ہوا جو آتی ہے الجھ کر رہ جاتی ہے۔ کیا وہ تمہارے پاس کھڑے کھڑے تھک نہ گئی ہوگی؟'' فرزانہ نے کہا۔

ہاں۔ وہ آگ اور جانور کو دیکھ کر حیران ہو رہی تھی۔ پھر اس نے جانور کے بارے میں پوچھا۔

''یہ تم نے شکار کیا ہے؟''

''ہاں۔'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن اب اس کا کیا کر رہے ہو؟''

''دیکھتی جاؤ۔'' میں نے کہا اور وہ تعجب سے جانور کو بھنتے دیکھتی رہی۔ گوشت بھننے کی خوشبو شاید اسے پسند آئی تھی وہ زور زور سے سانس لینے لگی پھر بولی۔

''لیکن تمہارے لئے شکار تو موجود تھا۔''

''ہاں۔لیکن وہ تازہ شکار نہیں تھا۔تم اسے کب تک کھاؤ گی؟''

''جب تک وہ ختم نہ ہو جائے گا۔''

''اور اس کے اندر بد بو جو پیدا ہو گئی ہے۔''

''بد بو کیا ہوتی ہے؟''اس نے دلچسپی سے پوچھا اور میں نے ایک گہری سانس لی۔اب تم ہی بتاؤ پروفیسر!اسے بد بو کے بارے میں کیا بتاتا۔چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کر لی اور وہ میرے نزدیک بیٹھ گئی۔پھر جب گوشت بھن گیا تو میں نے جانور کو اس لکڑی سے اتار لیا جس پر میں اسے بھون رہا تھا۔اس کے بعد میں نے اس گوشت کا بڑا حصہ اسے پیش کیا جسے اس نے اس طرح قبول کر لیا جیسے اس عمل کی منتظر رہی ہو۔پھر اس نے گوشت پر منہ مارا اور حیران رہ گئی۔شاید گوشت اسے بہت لذیز محسوس ہوا تھا۔

میں دلچسپی سے اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔پھر میں نے اپنے لئے بھی ایک بڑا ٹکڑا نکالا اور اسے کھاتا رہا۔

اس نے گوشت کا بڑا ٹکڑا جلد ہی ختم کر لیا اور پھر ندیدی نگاہوں سے بچے ہوئے گوشت کو دیکھنے لگی اور میں نے اسے کچھ اور گوشت پیش کیا۔

''کیسا ہے؟''میں نے اس سے پوچھا۔

''بہت اچھا..... لیکن.....''وہ شاید الفاظ تلاش نہ کر سکی اور دوبارہ گوشت کھانے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم کھانے سے فارغ ہو گئے۔تب میں نے دوستانہ انداز میں اس کا بازو پکڑا اور وہ چونک پڑی۔

اس کی آنکھوں میں ایک لمحہ کے لئے عجیب سے تاثرات ابھرے۔پھر اس نے میری شکل دیکھی اور غالباً مجھے نرم پا کر وہ مسکرانے لگی۔

''اش۔کیا تم نے اپنے قبیلے والوں سے میرا تذکرہ کیا ہے؟''

''نہیں۔''

''اوہ۔کیوں؟''

''بس میں انہیں تمہارے بارے میں بتانا نہیں چاہتی۔''

''کیوں؟اس کی کوئی وجہ تو ہو گی۔''میں نے کہا۔

''نہیں۔کوئی وجہ نہیں۔اگر میں انہیں تمہارے بارے میں بتا دوں تو وہ سب کے سب تمہارے پاس آ جائیں گے۔''

''تو آ جانے دو۔''میں نے کہا۔

''نہیں۔''وہ ہونٹ سکوڑ کر بولی۔اس کے انداز میں ایک عجیب سی کیفیت تھی جسے میں نے بار بار دیکھا تھا لیکن سمجھنے سے قاصر تھا۔

''غالباً اس کے بعد وہ لوگ تمہیں مجھ سے ملنے سے منع کر دیں گے۔''میں نے کہا۔

لیکن اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔بہت سی باتوں کے مفہوم سے یہ لڑکی نا آشنا لگتی تھی اور بعض اوقات مجھے اس سے

الجھن ہونے لگتی تھی۔

بہرصورت ابھی نیا نیا مسئلہ تھا اس لئے میں اس سے کسی الجھن کا اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔

میں اسے اپنے ساتھ لے کر غار میں واپس آ گیا۔ اش کے انداز میں اب کوئی جھجک نہیں تھی۔ وہ میرے نزدیک آ کر بیٹھ گئی۔

''میں تم سے تمہارے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں اش۔'' میں نے کہا۔

''کیا؟''

''تمہارے قبیلے کا نام کیا ہے، تم لوگ کس انداز میں رہتے ہو، کیا تم لوگ مکان بناتے ہو؟''

''مکان۔'' اس نے استفہامیہ انداز میں مجھے دیکھا۔

''اوہ۔ تو تم تہذیب سے بالکل ناآشنا ہو۔''

''تہذیب؟'' وہ پھر سوالیہ انداز میں بولی اور میرا دل چاہا کہ اپنا سر پیٹ لوں۔

اس احمق لڑکی کو میں کیا بتاتا لیکن اس دور میں بھی اس قدر تہذیب ناآشنا لوگ رہتے ہیں یہ حیرانی کی بات تھی۔

تاہم مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہ تھی کہ وہ لوگ زندگی کس انداز میں گزارتے ہیں۔ بہرصورت میں اس لڑکی کا مقصد اب تک نہیں سمجھ سکا تھا کہ وہ اپنے قبیلے کے لوگوں سے مجھے کیوں دور رکھنا چاہتی ہے۔ حالانکہ بعض اوقات مجھے وہ بیحد چالاک محسوس ہوتی تھی اور بعض معاملات میں بالکل سیدھی سادی اور بےوقوف سی لڑکی۔

میں اس کے جسم کی طرف جب بھی دیکھتا تو اس کی آنکھوں کا جائزہ لینے کی کوشش ضرور کرتا لیکن پروفیسر، میں نے اس لڑکی کے اندر کوئی جذباتی کشمکش نہیں دیکھی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ اگر یہ جنس کے مفہوم سے بھی ناآشنا ہوئی تو کیا ہوگا۔ کافی دیر وہ میرے پاس بیٹھی رہی اور میں اسے دیکھتا رہا۔ میں اندازہ لگا رہا تھا کہ اگر وہ کسی بھی حد تک جذباتی کشمکش کا شکار ہوئی تو میں آگے قدم بڑھاؤں۔

لیکن پروفیسر، میری نگاہ اتنی کمزور بھی نہ تھی کہ میں کسی لڑکی کی جذباتی کشمکش کا جائزہ نہ لے سکوں۔ مجھے محسوس ہوا تھا کہ اس کے اندر کوئی جذباتی کشمکش نہیں ہے۔ ہاں اس کی وہ عجیب سی کیفیت جسے وہ شاید کوئی تاثر بھی نہیں دے سکتی تھی، ہاں وہ جذباتی کشمکش ہوتی تو اس کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ دیر تک وہ میرے پاس رہی اور کئی بار میں اس کے قریب بھی ہوا اور میں نے اس کے انداز میں کوئی تبدیلی نہ پائی۔

نہ ہی اس کی طرف سے میری کوئی پذیرائی ہوئی جس سے میں محسوس کرتا کہ وہ میرا قرب چاہتی ہے۔ میں نے ابھی تک آگے قدم بڑھانے کے بارے میں نہیں سوچا تھا۔

کیونکہ میرے خیال کے مطابق وحشی لڑکی کو جذباتی کیفیت میں لا کر مارا جا سکتا ہے۔ دوسری صورت میں ممکن تھا کہ وہ بھڑک جاتی اور یہ طے شدہ بات تھی کہ میں ابھی اس کے قبیلے کے بارے میں کوئی معلومات نہیں رکھتا تھا اور میں یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ اش مجھ سے برگشتہ ہو جاتی۔ اش کافی دیر تک میرے پاس بیٹھی رہی۔ چھوٹی چھوٹی باتیں کر رہی تھی وہ جن کا کوئی خاص مفہوم نہیں تھا۔ اپنے قبیلے کے بارے میں ابھی تک اس نے کوئی

بات نہیں کی تھی۔ غالباً یہ بات اس کے ذہن میں تھی ہی نہیں کہ اجنبی لوگوں کو اپنے بارے میں کس انداز میں بتانا چاہئے اور انہیں کیا کہنا چاہئے۔

اور پروفیسر، بہرصورت یہ ایک دلچسپ تجربہ تھا کہ اس شے سے واقفیت ..... کے باوجود جس سے قدم قدم پر واسطہ پڑتا رہا ہو اس میں ایک اجنبی حیثیت تلاش کی جائے۔ چنانچہ یہ لڑکی میرے لئے اچھی خاصی اہمیت رکھتی تھی۔

مجھے اس میں خاصی دلچسپی محسوس ہو رہی تھی۔ پھر اچانک جیسے اسے کچھ یاد آ گیا ہو اور وہ ایک دم کھڑی ہو گئی۔ میں نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''کیا بات ہے اش؟''

''میں جاؤں گی۔''

''ارے کیوں؟''

''بس میں جاؤں گی۔'' اس نے کہا اور میرے جواب کا انتظار بھی نہ کیا۔ میں اس سے دوبارہ آنے کے بارے میں پوچھنا چاہتا تھا لیکن پھر میں رک گیا۔ اس وحشی ہرنی کو ابھی اس کی مرضی پر ہی چلنے دیا جائے۔ آہستہ آہستہ اس کی دہشت کم ہو جائے گی اور مجھے کونسی جلدی ہے۔ میری عمر کون سی کم ہو رہی تھی جو میں کسی مسئلے میں جلد بازی سے کام لیتا۔ چنانچہ میں نے اسے جانے دیا تھا۔

وہ حسب معمول بڑی تیز رفتاری سے دوڑتی جا رہی تھی۔ وہ طویل پتھریلا میدان جسے ننگے پاؤں عبور کرنے کے بارے میں ہفتوں سوچا جاتا، اس کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا۔ حالانکہ اس کے پاؤں کافی خوبصورت تھے لیکن وہ پتھروں پر اس طرح دوڑتی تھی جیسے لوگ مخمل کے فرش پر دوڑتے ہوں گے۔

اس کے جانے کے بعد میں پھر تنہا رہ گیا۔ اس تنہائی میں، میں نے ایک بات پر خاص طور پر غور کیا۔ اش کے سلسلے میں مجھے اب کیا قدم اٹھانا چاہئے۔ اس کی عمر کے بارے میں، میں نے اندازہ لگایا تھا کہ بہت کم ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ جنگل کی پروردہ یہ لڑکی بہت اچھی صحت کی مالک تھی اور دوسرے معنوں میں اس کی عمر کا تجزیہ بہت مشکل تھا۔

لیکن یہ بات تشویشناک بھی تھی۔ ممکن ہے اس کے ذہن میں جذبات ہوں اور وہ ان جذبات سے بھی اس طرح ناواقف ہو جس طرح دوسری باتوں سے۔

دوسری بات جو میرے ذہن میں آئی تھی وہ یہ تھی کہ آخر وہ مجھے یہاں کیوں روکنا چاہتی ہے۔ ان ننگ دھڑنگ سیاہ فاموں کے ذہن میں یہ بات تو نہ ہوگی کہ ان کی کوئی نوجوان لڑکی کسی اجنبی نوجوان سے ملتی ہے کیونکہ یہ احساس تو تہذیب کا پروردہ ہوتا ہے اور ان لوگوں میں ابھی یہ جذبہ بیدار نہ ہوا تھا۔ اس کا تعین ان لوگوں کی برہنگی سے کیا جا سکتا ہے نہ جانے ان کے نزدیک زندگی گزارنے کا تصور کیسا ہو۔ بہرحال میں اس کے قبیلے کے بارے میں جان لینا چاہتا تھا۔

اش جس طرف جاتی تھی اس سے میں نے یہ یقین تو کر لیا تھا کہ قبیلہ کس طرف آباد ہے۔ اگر میں چاہتا تو رات کی تاریکی میں خفیہ طور پر اس قبیلے کا جائزہ لے سکتا تھا۔ تو پھر کیوں نہ ایسا ہی کیا جائے، میں نے سوچا۔

لیکن نجانے کیوں آج میں نے اس بات کا ارادہ ترک کر لیا۔ اگر کل بھی وہ نہ کھلی تو پھر میں دوسرے انتظامات کروں گا اور اس رات میں اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ کل سب سے پہلے تو میں اسے اس کی نسوانیت سے آگاہ کروں گا۔ اسے بتاؤں گا کہ میں کیا چاہتا ہوں۔ اسے بتاؤں گا کہ مرد عورت کے درمیان تعلقات کیا ہوتے ہیں۔ کل جب وہ آئے گی تو میں اس کی معلومات میں اضافہ کروں گا۔

لیکن اس سے قبل ہی ایک دلچسپ واقعہ بھی پیش آ گیا۔ میں نے حسب معمول رات کو آرام کیا اور آنکھیں بند کر کے ذہن کو خالی کر دیا۔ یہ میری نیند ہوتی تھی اور تم اسے چھوٹی نیند کا نام دے سکتے ہو پروفیسر، یعنی وہ انتہائی ضرورت جو دن اور رات کی پیداوار ہوتی ہے۔

تو میں گہری نیند میں ڈوب گیا اور پھر اس وقت چونکا جب میں نے اپنے بدن پر کوئی ضرب محسوس کی۔ پہلی ضرب پر تو میں نہ جاگا لیکن دوسری اور تیسری ضرب مجھے نیند کی آغوش سے کھینچ لائی اور آنکھیں کھول کر میں نے جو کچھ دیکھا وہ حیران کن تھا۔

اش کو تو میں پہچان گیا تھا لیکن اس کے ساتھ دوسری لڑکی بھی تھی اور یہ دوسری لڑکی بھی اش کی طرح جوان اور برہنہ تھی۔ دونوں کے ہاتھوں میں لکڑیوں کے نوکدار اور مضبوط بھالے تھے اور وہ ان بھالوں کو پوری قوت سے میرے بدن پر مار رہی تھیں۔

چند ساعت تو میں حیرانی سے انہیں دیکھتا رہا۔ دونوں اس وقت وحشت میں ڈوبی ہوئی نظر آ رہی تھیں اور ان کے حلق سے وحشیانہ غراہٹیں نکل رہی تھیں۔ اس بات کو جاننے میں کوئی دقت نہ ہوئی کہ وہ مجھے پوری قوت اور کوشش سے ہلاک کر دینا چاہتی ہیں لیکن یہ قاتل محبوبہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھی۔ میں تو اس سے عشق کی پینگیں بڑھانے کے بارے میں سوچ رہا تھا اور وہ مجھ پر اس انداز میں حملہ آور تھی جیسے وہ میری بدترین دشمن ہو۔

اگر میری جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو شاید اب تک اس کا کام تمام ہو چکا ہوتا۔ یہ دونوں وحشی لڑکیاں کافی طاقتور تھیں اور نیزوں کی جو ضربیں میرے اوپر پڑ رہی تھیں اس سے مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ ان کی جسمانی قوت کیا ہے۔

چند ساعت میں برداشت کرتا رہا۔ پھر جب میں پوری طرح بیدار ہو گیا تو میں نے ان کے نیزے پکڑ لئے اور میرے زوردار جھٹکے نے انہیں زمین پر گرا دیا۔

تب میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ نیزے اب میرے ہاتھ میں تھے۔ میں نے ان کی جانب دیکھا۔ اش منہ پھاڑے میری طرف دیکھ رہی تھی اور دوسری لڑکی خوفزدہ انداز میں غار کے دہانے کی طرف بھاگی لیکن میں نے اسے نہ بخشا اور دہانے سے چند قدم کے فاصلے پر میں نے اسے بری طرح دبوچ لیا۔

اس کا چکنا بدن میرے ہاتھوں میں آ گیا اور وہ اپنے دانتوں اور ناخنوں سے مجھے نوچنے کی کوشش کرنے لگی لیکن پروفیسر تم میرے بارے میں جانتے ہو، اس کی یہ کوشش قطعی ناکام تھی۔ میں نے اس کے بدن کو اپنی گرفت میں کس لیا اور اس پر بری طرح اپنا بدن رگڑنے لگا۔ چند ساعت کے بعد میں نے اسے زمین پر گرا لیا تھا۔

اسے گرانے کے بعد میں نے غار کے دہانے کی طرف دیکھا۔ اش باہر نکل رہی تھی اور اس کے بدن پر ہلکی ہلکی کپکپی طاری تھی۔ دوسری لڑکی بری طرح میری گرفت میں تھی۔ اس کا چکنا بدن میرے بدن کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔ تب میں نے بھاری لہجے میں اش کو آواز دی۔

''اش۔ ادھر آؤ۔'' اور وہ اپنی جگہ کھڑی رہی۔ میں اسے خونخوار نگاہوں سے گھورتا رہا۔ میرے نیچے دبی ہوئی لڑکی اپنی جدوجہد میں مصروف تھی لیکن وہ میری گرفت سے نہیں نکل سکتی تھی اور میں اب اتنا کمزور طبیعت بھی نہیں تھا کہ اس کے چکنے بدن سے متاثر ہوکر اسے چھوڑ دیتا۔

لڑکی اگر جدوجہد ترک کر دیتی تو شاید میں بھی اس کے ساتھ رعایت برتتا لیکن اس کی بھرپور جدوجہد جاری تھی۔ مجھے مجبوراً اس کی گردن پر ایک ضرب لگانی پڑی اور اس کے اعضا ست ہوگئے۔ پھر وہ بے ہوش ہوگئی۔ تب میں اسے چھوڑ کر کھڑا ہوگیا ..... اور اب میں اش کو دیکھ رہا۔

''اش۔'' اس بار میں نے اسے نرم لہجے میں مخاطب کیا اور میں نے اس کی آنکھوں میں خوف محسوس کیا تھا۔ ''یہاں آؤ۔ میں تمہیں نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔'' میں نے کہا اور وہ میرے قریب آئی۔ ''تم مجھے مارنا چاہتی تھیں؟''

''ہاں۔'' اس نے جواب دیا۔

''کیوں۔''

''موتا کئی دن سے بھوکی تھی اور شکار کرنے میں ناکام رہی تھی۔'' اس نے جواب دیا۔

''تو پھر؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''مجھے اس پر رحم آگیا اور میں نے اسلئے اپنا شکار اس کے حوالے کر دیا حالانکہ ہم لوگ اپنا شکار کسی کو نہیں دیتے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا لیکن میرے سر میں کھلبلی ہونے لگی تھی۔ نہ جانے کیا بکواس کر رہی تھی یہ لڑکی۔

''گویا میں تمہارا شکار تھا؟''

''ہاں۔ اسی لئے تو میں تمہیں اپنے قبیلے کے دوسرے لوگوں سے بچا کر رکھنا چاہتی تھی۔ اگر وہ لوگ تمہیں دیکھ لیتے تو اب تک تمہارا وجود بھی نہ ہوتا۔ انسانی گوشت کے ساتھ وہ ہڈیاں تک کھا جاتے ہیں اور پھر انسانی گوشت ملتا کہاں ہے۔ بس کبھی کبھی ہی باہر سے بھٹک کر آجانے والے ہاتھ لگ جاتے ہیں یا پھر اس وقت انسانی گوشت مل جاتا ہے، جب قبیلے کا کوئی شخص مرتا ہے۔''

''تو تم انسانی گوشت بھی کھا لیتے ہو؟'' میں نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں، کیوں؟'' اسے میرے اس سوال پر حیرت ہوئی تھی لیکن میں دل ہی دل میں ہنس پڑا تھا۔ تو پروفیسر، اس بار میں نے ایک آدم خور لڑکی کو محبوبہ بنایا تھا۔''

☆..........☆..........☆

آدمخور محبوبہ کی آنکھوں میں حیرت تھی۔ یہ بات اس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ انسانی گوشت کھانے پر حیرت کا اظہار کیوں کیا جا رہا ہے۔ بہرحال میں نے طویل سانس لی۔ سارے جذبات ٹھنڈے پڑ گئے تھے اور اب میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کروں؟ یہ سوچ کر ہی وحشت ہونے لگتی تھی کہ اس لڑکی میں دلچسپی لی جائے جو انسانی گوشت کھاتی ہے۔

حالانکہ جسمانی طور پر وہ مکمل تھی اور اگر اس کے سیاہ رنگ کو نظرانداز کر دیا جاتا تو جسمانی طور پر اسے حسین ترین کہا جاسکتا تھا لیکن کم بخت

میرے اندر دلچسپی صرف اس لئے لے رہی تھی کہ مجھے کھالے اور پھر اس نے نہایت فراخ دلی سے مجھے اپنی بھوک کی تکمیل کے حوالے کر دیا تھا۔ میں نے دوسری برہنہ لڑکی کی جانب دیکھا جو بدستور بے ہوش پڑی ہوئی تھی۔

''اب بولو اش، میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟''

''سلوک؟'' اس نے غور سے مجھے دیکھا اور میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''یہ عمدہ بات ہے، جو تمہارے خلاف جاتی ہے وہ تمہاری سمجھ ہی میں نہیں آتی۔ تم اپنی دوست لافا کو اس لئے لائی تھیں کہ وہ مجھے قتل کر کے کھالے۔''

''ہاں۔ وہ بھوکی تھی۔''

''اور میں تمہارے باپ کی ملکیت تھا۔ کیوں؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور وہ بے وقوف بھی مسکرانے لگی۔ ''اب'' میں نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''اب میں تمہیں قتل کر دوں گا اور اس غار میں محفوظ کر لوں گا تا کہ اطمینان سے بیٹھ کر تمہیں کھاؤں۔''

''اور اس کا کیا کرو گے؟'' اس نے بھولپن سے پوچھا اور مجھے اس پر غصہ آنے لگا۔ کم بخت عجیب لڑکی تھی، اسے اپنی موت کا خوف بھی نہیں تھا۔

''اسے بھی کھا جاؤں گا۔''

''اوہ، تب ایک کام کرو..... آج تم اسے نہ کھاؤ۔ میں تمہیں اس جانور کا گوشت دے سکتی ہوں۔ پھر جب وہ گوشت ختم ہو جائے گا تو ہم دونوں مل کر اسے کھالیں گے۔'' ایک بار پھر میں حیران نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔ آخر یہ ہے کیا شے؟

''اور اس کے بعد جب یہ ختم ہو جائے گی تو میں تمہیں کھاؤں گا۔'' میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا اور اس کے انداز میں پھر بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ البتہ وہ تھوڑی سی متفکر ضرور ہو گئی۔ پھر اس نے پر خیال انداز میں کہا۔

''اگر میں جنگل سے تمہیں کوئی بڑا جانور شکار کر کے دے دوں، تب کیا تم مجھے چھوڑ دو گے؟''

''جنگل کا سب سے بڑا جانور میں خود شکار کر سکتا ہوں۔ تمہیں کھانے کی وجہ تو اور ہے۔''

''اور کیا وجہ ہے؟''

''تم سے میری دشمنی ہو گئی ہے۔''

''دشمنی۔ مگر کیوں۔ میں نے تو تمہارے بدن کا خون بھی نہیں چاٹا۔''

''بدن کا خون؟'' اس بار میرے حیران ہونے کی باری تھی۔

''ہاں، جب دشمنی ہوتی ہے تو لوگ ایک دوسرے کو اپنے بدن کے خون کے قطرات بھیجتے ہیں، تب دشمنی ہوتی ہے اور پھر جو جس پر حاوی ہو جائے۔''

''انوکھی ہو تم اور تمہارا قبیلہ۔ تمہیں تو کوئی سزا دے کر بھی خود کو دکھ ہوگا اور میرا خیال ہے قصور تمہارا بھی نہیں ہے۔ تمہارے پرورش ہی ایسے

ہوئی ہے۔ اچھا خیر چھوڑو احمق لڑکی۔ ایک بات کا جواب دو، کیا مجھ سے خوفزدہ ہو؟“

”خوفزدہ؟ نہیں، کیوں؟“

”کیا تم موت سے بھی خوفزدہ نہیں ہو؟“

”نہیں۔ موت تو خود بخود آجاتی ہے اور پھر کچھ بھی نہیں ہوتا۔“

”ہوں، اچھا تمہارا باپ کون ہے؟“

”اوگا۔“

”اوہ۔ گویا تمہارے ہاں باپ ہوتا ہے۔“ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”تمہارے ہاں نہیں ہوتا؟“ اس نے تعجب سے پوچھا۔

”میرے ہاں تو کچھ نہیں ہوتا۔ میری بات چھوڑو۔“ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

”ماں بھی نہیں ہوتی؟“ اس نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

”میں نے کہا نا میرے ہاں کچھ نہیں ہوتا۔ تمہارے ہاں ماں اور باپ دونوں ہوتے ہیں اور کون کون ہوتا ہے؟“

”بس اور کوئی نہیں ہوتا۔“

”بہن، بھائی، شوہر، محبوب؟“

”اوہ۔ ان میں سے کچھ نہیں ہوتا۔“

”شادی ہوتی ہے تم لوگوں میں؟“

”شادی کیا ہوتی ہے؟“

”اور کچھ ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو، بھیجہ قطعی نہیں ہوتا۔“ میں نے جلے بھنے انداز میں کہا اور پھر براہ راست اقدام کا فیصلہ کر لیا۔ میں نے سوچ لیا کہ اگر یہ لڑکی عورت کے جذبات سے آشنا ہوئی تب تو مغز ماری کی جائے ورنہ غار سے باہر نکال کر گلوخلاصی کی جائے اور پھر آگے بڑھنے کے بارے میں سوچا جائے۔ بلاوجہ اس احمق گدھی کے لئے اتنے دن برباد کئے۔

اس نے کئی بار متفکرانہ انداز میں دوسری لڑکی کی طرف دیکھا تھا اور پھر وہ افسوس زدہ انداز میں بولی۔ ”اس سے تو بہتر یہ تھا کہ میں اسے اپنا کیا ہوا شکار ہی کھلا دیتی۔ کہیں یہ نہ مر جائے۔“

”تم اسے پسند کرتی ہو؟“

”ہاں۔ یہ میرے ساتھ رہتی ہے۔“

”اوہ۔ گویا تمہیں اس سے محبت ہے؟“

''ہاں۔''

''تب پھر تم محبت نا آشنا نہیں ہو اور تمہارے اندر جذبات موجود ہیں۔ اچھا یہ بتاؤ مجھے دیکھ کر تم نے میرے بارے میں جاننے کی کوشش کیوں نہیں کی؟ کیا میں تم سے مختلف نہیں ہوں؟''

''ہو...... لیکن کبھی کبھی پانی کے راستے ایسے لوگ آ جاتے ہیں اور ہم انہیں شکار کر لیتے ہیں۔ پانی کے راستے آنے والوں کا گوشت بہت اچھا ہوتا ہے اور ہمارے لوگ اگر کسی ایسے کو پا جاتے ہیں تو اس کے حصول کے لئے آپس میں ہی لڑ پڑتے ہیں اور پھر ہوتا یوں ہے کہ وہ تو بھاگ جاتا ہے اور ان میں سے کوئی آپس ہی میں مارا جاتا ہے۔''

''ہوں۔ تو مجھے دیکھ کر تمہیں یہی خیال آیا تھا کہ تم خاموشی سے مجھے شکار کر لو اور تمہارے قبیلے کے دوسرے لوگوں کو میرے بارے میں پتہ نہ چل سکے۔''

''ہاں۔ میں بہت خوش تھی۔''

''اش ہے نا تمہارا نام...... تو اش جب تمہارے ہاں ماں ہوتی ہے، باپ ہوتا ہے تو پھر محبوب کیوں نہیں ہوتا؟ آخر وہ دونوں کس طرح یکجا ہوتے ہیں؟''

''وہ۔ وہ۔ بس تاستاری کی رات کو تاریکیوں کی دوڑ میں جو ساتھی بن جائے۔''

''تاستاری کی رات کون سی ہوتی ہے؟''

''جب پوری رات چاند نہیں نکلتا۔''

''خوب۔ لیکن کیا کوئی نوجوان کسی لڑکی کو اپنی مرضی سے اپنا نہیں بنالیتا؟''

''میں کبھی نہیں؟''

''تجھے بہت کچھ سمجھانا ہوگا۔'' میں نے کہا اور جھپٹ کر اسے دبوچ لیا۔ لڑکی سہم گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں خوف جھانکنے لگا لیکن پروفیسر ایک نوجوان لڑکی جو محبت نا آشنا محبوب نا آشنا ہو اور اس کا آتشیں بدن جوانی کے رس میں ڈوبا ہوا ہو تو اس کے سامنے موجود ہوشمند کیا کرے۔ یہی نا کہ اسے سارے رموز سے آشنا کر کے اس سے سوال کرے کہ اب کیا کہتی ہے۔

سہمی ہوئی لڑکی میرے چوڑے سینے کے نیچے کہہ رہی تھی۔ ''تو یقین کر۔ میں تیرے لئے شکار فراہم کر دوں گی، خود سے زیادہ لذیذ۔ میں جانا چاہتی ہوں۔ میں ابھی مرنا نہیں چاہتی۔'' یہ الفاظ اس نے کئی بار دوہرائے لیکن پھر آہستہ آہستہ خاموش ہوگئی۔ اس کے چہرے سے حیرت کے آثار نمایاں تھے اور اس کی آنکھیں خمار آلود ہوتی جارہی تھیں۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔

''تو مجھے قتل تو نہیں کرے گا...... تو تو...... انوکھا ہے...... آہ کیسا عجیب ہے تو...... یقین کر...... میں تجھے کسی طور شکار نہیں کروں گی...... میں تو...... میں تو...... آہ...... میں تو اب واپس بھی نہیں جاؤں گی...... ہم دونوں اسی غار میں رہیں گے اور جب شکار کھیلنے والے آئیں گے تو...... ہم

روپوش ہو جائیں گے.....ہم ان کے سامنے ہی نہیں جائیں گے.....اور میں ہمیشہ تیرے لئے جنگل سے شکار کر کے لاؤں گی۔''

تو پروفیسر.....لڑکی فطرت کے رموز سے آشنا ہو گئی۔ اس کے لئے تاستاری کی رات آ گئی تھی، جب چاند نہیں نکلتا۔

رات کے آخری پہر تک وہ میرے ساتھ جاگتی رہی اور صبح تک اس کی شخصیت ہی بدل گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں محبت کا خمار جاگ اٹھا تھا۔ اب وہ میرے لئے ہر طرح کا ایثار کرنے کو تیار ہو گئی تھی، چنانچہ صبح ہی وہ اٹھ گئی۔

''سن۔'' اس نے مجھے مخاطب کیا۔ ''تیرا کیا نام ہے۔ جیسے میں اش۔''

''میرا نام.....'' میں نے گہری سانس لی۔ نام میرے لئے ہمیشہ مسئلہ بن جاتا تھا پروفیسر۔ اب میں اسے کیا نام بتاتا۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ ''میرا نام سبوتا ہے۔'' بالآخر میں نے کہا۔

''سو.....بو.....تا.....'' اس نے اپنی مرضی کے مطابق میرے نام کے کئی ٹکڑے کر دیئے۔

''ہاں۔ یہی نام ہے۔''

''میں تیرے لئے جنگل سے شکار کر لاؤں، تو یہاں رہ اور یہاں سے باہر مت نکلنا ورنہ وہ لوگ.....وہ لوگ تجھے شکار کر لیں گے۔''

''نہیں اش۔ ہم دونوں مل کر شکار کریں گے۔''

''اوہ۔ باکا۔'' اس نے کہا۔

''باکا کیا ہوتا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''جس میں بہت سے آدمی مل کر بڑا شکار کرتے ہیں اور پھر ان میں سے سب سے طاقتور آدمی سب سے بڑا حصہ لیتا ہے۔''

''جو کچھ بھی سمجھ لے اش۔ میں بھی چلوں گا۔''

''ٹھیک نہیں ہوگا۔ سوبو۔ میں چاہتی ہوں تو دوسروں کی نگاہوں میں نہ آئے ورنہ وہ لوگ تجھے نہیں چھوڑیں گے۔''

''میں خود بھی یہی چاہتا ہوں اش کہ وہ لوگ مجھے نہ چھوڑیں۔ چلو باہر چلیں۔'' میں نے کہا اور وہ خاموش ہو گئی۔ وحشی لڑکی اپنے صحیح جذبات کا اظہار بھی نہیں کر سکتی تھی۔ جو کچھ اس کے ساتھ ہو چکا تھا۔ اس نے اسے متاثر ضرور کیا تھا لیکن وہ اپنے تاثر کو کوئی الفاظ نہیں دے سکتی تھی۔ ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے پر کشمکش نظر آئی۔ پھر وہ میرے ساتھ غار سے باہر نکل آئی اور پھر ہم دونوں جنگلوں کی جانب چل پڑے۔

گھنے درختوں کا علاقہ یہاں سے زیادہ دور نہیں تھا اور ان کے درمیان شکار مل جاتا تھا لیکن یہاں پہنچ کر اچانک اش ٹھٹک گئی۔

''ارے میں نیزہ تو لائی ہی نہیں.....اور.....اور اب شکار کیسے کریں گے؟'' اس نے پریشان نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

''تمہیں پانی کے دوسری طرف کی دنیا کے بارے میں کیا معلوم ہے اش؟'' میں نے خلاف توقع سوال کیا۔

''پانی کے دوسری طرف؟''

''ہاں۔ تم پانی کے جانب سے آنے والوں کا تذکرہ کرتی ہو نا۔ جیسے کہ میں.....تو تم نے سوچا کہ یہ لوگ کہاں سے آتے ہیں؟''

''ان کی بستیاں ہوں گی۔'' اش بولی۔

''ہاں۔ ان کی بستیاں ہوتی ہیں اور ان کے رہنے کا انداز بھی جدا ہوتا ہے اور وہ شکار بھی جداگانہ طریقے سے کرتے ہیں۔''

''اوہ۔ سو بو۔ تم بھی تو پانی کے دوسری جانب کے انسان ہو۔ کیا تم شکار کرنے کے لئے کوئی اور طریقہ استعمال کرتے ہو؟''

''ہاں۔''

''تو کیا اس میں نیزے کی ضرورت نہیں ہوتی؟''

''بعض اوقات نہیں۔''

''تب پھر مجھے اپنے طریقے سے شکار کر کے دکھاؤ۔'' اش نے کہا۔ اور میں نے گردن ہلا دی۔ لڑکی صرف لڑکی تھی۔ میں اس کے اندر کوئی ایسی دل کشی نہیں پا رہا تھا جو مجھے خاص طور سے متاثر کرتی۔ اس لئے مجھے اس کے ساتھ کوئی خاص لطف بھی نہیں آ رہا تھا۔ میری طبیعت تو اس وقت جولانی پر آیا کرتی تھی جب میری مقابل کسی خاص شخصیت کی مالک ہو۔

تاہم سمندر کے لمبے سفر کے بعد اس خشکی پر وہ میرا پہلا شکار تھی اور بعض اوقات کسی لذیز پھل کا چھلکا بھی چکھ لیا جاتا ہے۔

میں نے ایک نوکدار پتھر تلاش کیا جو بہت بڑا تو نہیں لیکن کارآمد تھا۔ اش دلچسپی سے مجھے دیکھ رہی تھی اور پھر میں شکار کی تلاش میں نگاہیں دوڑانے لگا۔ ہم نے مزید تھوڑا فاصلہ طے کیا۔ میں نے اندازہ لگایا تھا کہ جنگل کے اس حصے میں شکار بہت ہے۔ ظاہر ہے یہ لوگ شکار کرنے کے صحیح طریقے سے ناواقف ہیں۔ اس لئے ان کے لئے شکار مشکل ہوتا ہے ورنہ یہاں جتنے جانور بکھرے ہوئے تھے اس کی نسبت انہیں شکار کرنا بھی مشکل نہیں تھا۔

تھوڑے ہی فاصلے پر مجھے ایک بارہ سنگھا نظر آیا اور اش نے میرا بازو دبا لیا۔ وہ بھی بارہ سنگھے کو دیکھ چکی تھی۔ میں نے اسے دیکھ کر گردن اٹھائی اور پتھر کو تولنے لگا۔ میں نے بارہ سنگھے کے سر کا نشانہ لیا۔

اور پھر پتھر کی آواز اس کے لئے حیرت انگیز تھی۔ پتھر ایک تیز آواز کے ساتھ نکلا اور بارہ سنگھے کا بھیجہ پاش پاش ہو گیا۔ وہ ایک قدم آگے نہ بڑھ سکا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔

اش کے حلق سے ایک وحشیانہ چیخ نکلی تھی اور پھر اس نے بارہ سنگھے کی طرف چھلانگ لگائی اور اس کے نزدیک پہنچ کر خوشی سے ناچنے لگی۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھی اور میں تہذیب کے اس دور میں بھی قدیم دور کے نمونے دیکھ رہا تھا جو بلاشبہ مجھے عجیب لگ رہے تھے۔

غار میں پہنچ کر انکشاف ہوا کہ لافا غائب ہے۔ اش اسے چاروں طرف تلاش کرنے لگی تھی۔ پھر اس نے مایوسی سے کہا۔ ''شاید وہ چلی گئی۔''

''جانے دو۔ اچھا ہی ہوا۔'' میں نے جواب دیا۔

''نہیں۔ یہ ٹھیک نہیں ہوا۔'' اس نے پریشانی سے کہا۔

''کیوں؟''

''اوہ۔ وہ دوسروں کو تمہارے بارے میں بتا دے گی۔''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' میں نے لاپرواہی سے کہا۔

''تم نہیں سمجھتے سوبو۔'' اس نے مجھے پیار سے سوبو کر دیا تھا۔ ''وہ لوگ یہاں آ جائیں گے اور تمہیں شکار کرنے کی کوشش کریں گے۔''

''میں انہیں پتھروں سے ہلاک کر دوں گا۔ تم ان باتوں کو چھوڑو۔ آؤ شکار کھانے کا بندوبست کریں۔''

''سوبو۔'' وہ کسی خیال کے تحت بولی۔ ''تم نے آگ جلائی تھی اور اس کے بعد شکار بہت اچھا ہو گیا تھا۔''

''ہاں۔ اس جانور کے ساتھ بھی ہم وہی سلوک کریں گے۔ تم خشک لکڑیاں اکٹھا کر لو۔ جاؤ۔'' میں نے کہا اور وہ باہر نکل گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد بارہ سنگھا آگ پر لٹک رہا تھا اور لڑکی دلچسپی سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ وہ آگ سے خوفزدہ بھی تھی اور اس کے نزدیک نہیں آ رہی تھی۔ بہرحال گوشت بھن گیا اور پھر دونوں اسے کھانے لگے۔

دفعتاً وہ چونک پڑی۔ اس کا منہ چلتے چلتے رک گیا۔ ہواؤں کے دوش پر ایک ہلکی سی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ گوشت کا ٹکڑا چھوڑ کر کھڑی ہو گئی۔

''کیوں۔ کیا بات ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''لافانے ...... لافانے بستی والوں کو تمہارے بارے میں بتا دیا۔'' وہ روہانسے انداز میں بولی۔

''اوہ۔ تمہیں کیسے پتہ؟''

''وہ...... وہ آواز...... بستی والے اب اس طرف آ رہے ہیں۔''

''آنے دو۔'' میں نے لاپرواہی سے کہا اور گوشت کھانے لگا۔

''نہیں۔ نہیں۔ وہ تمہیں شکار کر لیں گے۔'' وہ پریشان لہجے میں بولی۔

''کرنے دو۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''نہیں سوبو۔ تم... تم اٹھو یہاں سے۔'' وہ میرے قریب پہنچ گئی اور میرا بازو پکڑ کر مجھے اٹھانے لگی۔

''کیوں۔ تم نہیں چاہتیں کہ وہ مجھے شکار کریں؟''

''ہاں۔ میں نہیں چاہتی۔''

''کیوں؟''

''پہلے تم یہاں سے اٹھو۔ لافا انہیں اسی غار میں لے آئے گی۔ تم کسی دوسرے غار میں چھپ جاؤ۔ جلدی کرو سوبو۔ جلدی کرو۔''

''کیا وہ دوسرے غاروں میں مجھے تلاش نہ کریں گے؟'' میں نے سوال کیا۔ وہ پریشانی سے گردن ہلانے لگی۔

''تب پھر چلو۔ ہم زرد علاقے میں چلتے ہیں۔ خواہ کچھ بھی ہو جائے میں تمہیں ان لوگوں کے ہاتھ نہ لگنے دوں گی۔''

''زرد علاقہ کون سا ہے؟''

''درختوں کے اندر۔ دور کے درختوں میں جہاں سے نکلنے کے بعد پانی کا کنارہ آ جاتا ہے۔ وہ کسی قیمت پر ادھر نہیں جا سکتے۔ کوئی ادھر سے نہیں جاتا کیونکہ وہاں موت ہر وقت منہ کھولے تیار رہتی ہے۔ خوفناک درختوں کی شکل میں جو ذرا سی دیر میں انسان کو ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا دیتے ہیں۔''

''اوہ۔ تو وہ اس طرف نہیں جاتے؟''

''کبھی نہیں جاتے...... تم باتوں میں وقت ضائع مت کرو۔ چلو اس طرف چلو۔''

''ٹھیک ہے میں چلا جاؤں گا۔ تم بے فکر رہو۔''

''میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی۔''

''اوہ۔ کیوں۔ تمہیں زرد علاقے سے خوف نہیں محسوس ہوتا؟''

''ہوتا ہے لیکن تمہارے ساتھ چلوں گی کیونکہ تمہیں وہاں کے بارے میں نہیں معلوم۔ میں تمہیں درختوں سے بھی بچاؤں گی۔''

اور میں مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ شکار ہو گئی تھی وحشی ہرنی۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کھڑا ہو گیا۔ لیکن اسی وقت بستی کے وحشی شکاری نزدیک پہنچ گئے۔ شکاریوں کی کئی ٹولیاں قسمت آزمائی کے لئے آئی تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں بانسوں کے لمبے لمبے نیزے تھے۔ جنہیں وہ ہلا رہے تھے۔ اور لاقاان کی رہنمائی کر رہی تھی۔

اور پھر لاقا نے ہمیں دیکھ لیا۔ ایک تیز آواز اس کے ہونٹوں سے خارج ہوئی اور اس نے جنگل سے میری طرف اشارہ کیا۔ دوسرے لمحے آنے والے رک گئے۔ وہ میرے ساتھ کھڑی ہوئی اش کو دیکھ رہے تھے اور پھر ان کی نگاہیں میرے اوپر بھی اٹھ جاتی تھیں۔ ان کے انداز میں وحشت تھی اور ہونٹ اس طرح پھڑپھڑا رہے تھے جیسے اپنی پسندیدہ غذا کو دیکھ کر وہ مزے لے رہے ہوں۔ میں ان کا جائزہ لے رہا تھا۔ تب میں نے اش کی طرف دیکھا اور پھر......

میں خاموشی سے انہیں دیکھتا رہا۔ اش کانپ رہی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کی تعداد بڑھتی چلی جا رہی ہے غالباً بستی کے بہت سارے لوگوں کو یہ خبر مل گئی تھی کہ کوئی شکار پانی سے گزر کر ان تک آ پہنچا ہے۔ چنانچہ ٹولیوں کی ٹولیاں میری طرف بڑھ رہی تھیں۔

میں نے دیکھا کہ وہ لوگ چاروں طرف سے بھالے لئے ہوئے مجھ پر حملہ کرنے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔ پھر کسی نے چیخ کر اش سے کہا۔ ''تم اس کے ساتھ کیوں کھڑی ہو۔ تم وہاں کیوں ہو؟''

''یہ شکار نہیں ہے...... یہ...... ہمارا ساتھی ہے۔ ہم میں سے ہے۔''

''کیا بکواس کرتی ہو۔ یہ ہم میں سے نہیں ہو سکتا۔ یہ غیر ہے۔ اس کا رنگ سنہرا ہے۔'' اسی شخص نے جواب دیا۔

''کچھ بھی ہو۔ تم اسے شکار نہیں کر سکتے۔'' اش بولی۔

''اش پیچھے ہٹ جاؤ۔ ورنہ ہم تمہیں بھی ہلاک کر دیں گے۔'' کسی اور وحشی نے چیخ کر کہا۔

''میں نہیں ہٹوں گی۔ تم اس کے ساتھ مجھے بھی ہلاک کر دو۔'' اش نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

یہ تو پرانی داستان تھی اور وہی سب کچھ ہو رہا تھا جو ہوتا رہا ہے۔ یہ میرے لئے کوئی انوکھی بات نہیں تھی پروفیسر۔ بلکہ تم یوں سمجھو کہ میری کہانی میں کافی حد یکسانیت تھی۔ ہمیشہ، ہر ماحول میں یہی سب کچھ مجھے ملتا رہا تھا۔ میں نے مسکرا کر اش کو دیکھا اور پھر اس کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

''ٹھیک ہے اش، اب تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ یہ لوگ مجھ سے دشمنی کا اعلان کر چکے ہیں۔ چنانچہ اب حق تو مجھے بھی ہے کہ میں بھی ان سے دشمنی کا اظہار کروں۔....''

''اوہ نہیں سوبو۔ میں انہیں سمجھانے کی کوشش کرتی ہوں۔'' اش نے کہا اور چند قدم آگے بڑھ گئی۔ فوراً ہی چند وحشی میری طرف دوڑ پڑے۔ وہ فوری طور پر حملہ کر کے مجھ پر قابو پانا چاہتے تھے۔ غالباً ان کے ذہن میں یہ خیال ہوگا کہ جو ٹولی مجھ پر پہلے قابو پالے گی وہی میری مالک ہوگی۔ لیکن صورت حال الٹ ہی نکلی، یعنی جو ٹولی پہلے میرے نزدیک پہنچی اور جس نے پہلے مجھ پر حملہ کیا، میں نے ان سے دو کے ہاتھوں سے نیزے چھین لئے اور پھر وہ نیزے پوری قوت سے ان پر دے مارے۔ زبردست چوٹ لگی تھی انہیں۔ گو میں نے ہلاک کرنے کے لئے ان پر وار نہیں کیا تھا لیکن اس کے باوجود ان میں سے ایک کی ٹانگ ٹوٹ گئی اور دوسرے کا جبڑا الگ ہوگیا۔ تب اس ٹولی کے تین آدمی ایک دم پیچھے ہٹ گئے تھے اور نیزے تول تول کر میری طرف اشارے کر رہے تھے اور ساتھ ساتھ اپنے ساتھیوں کی جانب بھی دیکھ رہے تھے۔ ابھی وہ چاروں طرف سے مجھ پر حملہ کرنے کا پروگرام بنا ہی رہے تھے کہ دفعتاً جنگل کی طرف سے ایک خوفناک چنگھاڑ سنائی دی اور میں نے سب کے چہروں پر دہشت و سراسیمگی دیکھی۔

میں اس چنگھاڑ کو پہچانتا تھا۔ یہ ہاتھی کی چنگھاڑ تھی۔ اش خوف سے اچھل پڑی تھی۔ اس کا چہرہ ایک دم زرد ہوگیا تھا۔

''اوہ.....اوہ.....سنگھانا.....سنگھانا.....'' اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ میں نے جنگل کی جانب دیکھا۔ ایک مست ہاتھی سرخ آنکھیں لئے دوڑتا ہوا بستی کی جانب آ رہا تھا۔

''سنگھانا۔'' چاروں طرف سے آوازیں ابھریں اور جنگلیوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ میں نے دلچسپ سنگھانا کو دیکھا جو سرخ سرخ آنکھوں سے لوگوں کو گھورتا ہوا ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ سب سرپٹ بھاگ رہے تھے اور سنگھانا ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ ذرا سی دیر میں وہ ہمیں پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ میں نے اش کو دیکھا اور بولا۔

''یہ سب کیا ہوا اش۔؟''

''سنگھانا۔'' اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''تم اس ہاتھی کی بات کر رہی ہو؟''

''ہاتھی۔'' اس نے تعجب سے مجھے دیکھا۔

''ہاں.....شاید تم اسے سنگھانا کہتی ہو۔''

''ہاں سنگھانا..... طاقت کا دیوتا..... تم نہیں سمجھتے، اف، اوہ، درخت جڑوں سے اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے، بستیاں تباہ کر دیتا ہے، جب بھی وہ آبادی کا رخ کرتا ہے تو بے پناہ بستیاں ختم ہو جاتی ہیں اور آج پھر وہ بستی کی جانب دوڑ رہا ہے۔''

''ہوں۔'' میں نے گردن ہلائی۔ ''تو وہ طاقت کا دیوتا ہے؟''

''ہاں...... وہ طاقت کا دیوتا ہے۔''

''کیا تم لوگوں نے کبھی اس کا شکار کیا۔''

''اوہ ایسی باتیں نہ کرو، ایسی باتیں نہ کرو۔ توفا کہتا ہے کہ اگر تم نے اس کے بارے میں بری باتیں کیں تو وہ تمہیں فنا کر دے گا۔''

''اوہ توفا......'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ سنگھانا طاقت کا دیوتا ہے، وہ سب کچھ مٹانے کی قوت رکھتا ہے۔ کون ہے جو اس کے خلاف کچھ سوچ سکتا، یا کچھ کر سکتا ہو؟''

''ہوں۔ تو اب وہ تمہاری بستی میں تباہی پھیلائے گا۔''

''ہاں، اور نہ جانے کون کون اس کا شکار ہوگا۔''

''پہلے بھی وہ تمہاری بستیوں میں تباہی پھیلا چکا ہے؟''

''کئی بار۔''

''آؤ اش...... میں تمہاری بستی کے لوگوں کو اس تباہی سے بچاؤں۔'' میں نے کہا اور اش نے ان دونوں کی طرف دیکھا جو زخمی پڑے ہوئے تھے۔ شاید وہ بے ہوش تھے یا ممکن ہے مر گئے ہوں۔

میری بات اش کی سمجھ میں نہیں آئی تھی لیکن پھر میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دوڑنا شروع کر دیا۔ اش کو میں تیز دوڑتے دیکھ چکا تھا لیکن اس نے آج پہلی بار ہی مجھے دوڑتے دیکھا تھا اور وہ کافی پیچھے رہ گئی۔ میں نے سوچا چلو اس کی بستی والوں سے خود کو اس طرح روشناس کراؤں اس لئے تیز دوڑنا ضروری تھا ورنہ اس سے کیا فائدہ کہ وہ کافی تعداد میں مارے جا چکے ہوں، تب میں ان کے نزدیک پہنچوں...... اور میں نے رفتار اور تیز کر دی۔

راستے میں ایک جگہ مجھے لکڑی کے چند نوک دار بھالے پڑے نظر آئے اور میں نے کچھ سوچ کر ان میں سے ایک بھالا اٹھا لیا اور پھر تھوڑی دور دوڑنے کے بعد میں نے پہاڑوں کے اس جانب ان کی بستی دیکھی۔ کوئی مکان نہ تھا، بس پتھروں کو چن کر رہنے کی جگہ بنائی گئی تھی۔ جن کے عقب میں سوراخ تھے۔ گویا وہ غاروں میں رہتے تھے۔

کتنا عجیب لگ رہا تھا یہ سب...... میں نے سیاہ ہاتھی کو دیکھا جو ان کی بستی میں داخل ہو چکا تھا۔ وحشی چیختے ہوئے چاروں طرف دوڑ رہے تھے۔ ان میں دہشت پھیلی ہوئی تھی۔ چاروں طرف سے سنگھانا کی آوازیں ابھر رہی تھیں اور پھر میری نگاہوں کے سامنے ہاتھی نے دو آدمیوں کو سونڈ میں دبا کر پیروں تلے کچل دیا۔ ان کی کربناک چیخیں ایک لمحے کے لئے گونجی تھیں اور اس کے بعد وہی دوسری چیخیں...... وحشی اس طرح بدحواس ہو گئے تھے کہ وہ اپنی رہائش گاہوں یعنی ان سوراخوں میں بھی نہیں گھس پا رہے تھے۔ بس شور مچاتے ہوئے چاروں طرف دوڑ رہے تھے۔

میں برق رفتاری سے دوڑتا ہوا ہاتھی کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر میں اس کے سامنے آ گیا۔ غضبناک ہاتھی نے مجھے دیکھا اور پھر میری طرف سونڈ گھمائی لیکن میں نے اس کا وار خالی دیا اور ہاتھ میں پکڑا ہوا نیزہ اس کی آنکھ کی طرف پھینک مارا۔

نیزہ آدھی انی تک اس کی آنکھ میں پیوست ہو گیا اور ہاتھی کی خوفناک چنگھاڑ گونج اٹھی۔ وہ کرب سے مسلسل کراہنے اور چنگھاڑنے لگا۔ کئی بار وہ اپنی جگہ کھڑا ہوا تھا۔ اس اثناء میں، میں نے ایک اور نیزہ اٹھالیا اور اس کی دوسری آنکھ کو تاکنے لگا۔ پھر مجھے جوں ہی موقع ملا۔ میں نے دوسرا نیزہ بھی تاک کر اس کی دوسری آنکھ میں پیوست کر دیا۔ ہاتھی بدحواس ہو گیا۔ اس کا رخ بدل گیا اور پھر وہ چنگھاڑتا ہوا واپس بھاگا لیکن اب وہ اندھا ہو گیا تھا اس لئے راہ کا تعین نہیں کر سکتا تھا۔ تھوڑی ہی دور چل کر وہ ایک چٹان سے جا ٹکرایا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔

تھوڑی دیر تک وہ وہیں پڑا چنگھاڑتا رہا۔ وحشی رک گئے۔ بے شمار وحشیوں نے میری یہ حرکت دیکھی تھی اور ساکت رہ گئے تھے۔

پھر ہاتھی سرد ہو گیا۔ اس کا بے ڈول بدن تھوڑی دیر تڑپ کر ساکت ہو گیا تھا..... اور وحشیوں پر بھی سکوت طاری تھا۔ تب اش میرے نزدیک پہنچ گئی۔

''سوبو..... یہ..... یہ..... سنگھانا..... تم نے..... تم نے سنگھانا کو مار دیا.....'' اس نے کہا۔

''ہاں، دیکھ لو..... میں نے طاقت کے دیوتا کو ہلاک کر دیا۔''

''مگر..... مگر یہ اچھا نہ ہوا.....'' وہ پریشانی سے بولی۔

''کیا.....؟'' اس بار میں حیران رہ گیا تھا۔

''ہاں سنگھانا کی موت تباہی بھی لاسکتی ہے۔ بہت پہلے، ایک بار سنگھانا مارا گیا تھا تو سمندر میں پانی شور مچانے لگا اور پھر وہ سنگھانا کا بدلہ لینے کے لئے بستی پر چڑھ دوڑا..... سمندر بھی تو طاقت کا دیوتا ہے..... اور سنگھانا اس کا بھائی..... چنانچہ پانی نے بے شمار لوگوں کی زندگی چھین لی اور پوری بستی تباہ ہو گئی۔''

''اوہ، کچھ نہیں ہو گا، سنگھانا اگر طاقت کے دیوتا کا بھائی تھا تو میں اس کا چچا ہوں..... اور تم لوگ عجیب ہو۔ کیا وہ بے شمار لوگوں کو ہلاک نہ کر دیتا؟''

''ہاں۔ ضرور کر دیتا۔''

''تب پھر..... میں نے کیا برا کیا؟''

''جو لوگ مارے جاتے، موت ان کا مقدر ہوتی لیکن سنگھانا کی موت.....''

''اچھا فضول بکواس مت کر واش۔ ان لوگوں سے کہہ دو کہ جتنی تباہی سنگھانا پھیلا سکتا تھا، اس سے زیادہ تباہی میں ان پر نازل کر دوں گا۔''

اش خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر خاموش ہو گئی۔ تب میں نے ان حیران کھڑے لوگوں کی طرف دیکھا جن کی نگاہوں میں حیرانی اور خوف کے ملے جلے تاثرات تھے۔

''بستی والو..... میں پانی کے دوسری طرف کا اجنبی ہوں۔ میں نے تمہاری جان بچانے کے لئے اس جنگلی جانور کو قتل کر دیا ہے۔ میں اس سے زیادہ طاقتور ہوں..... اور بستی والو! یہ بھی سنو، تم میں سے جو میرا شکار کرنے گئے تھے، وہ اپنے دماغ سے یہ خیال نکال دیں کہ وہ مجھے کوئی نقصان پہنچا سکیں گے۔ میں نے جس طرح سنگھانا کو ہلاک کر دیا ہے اسی طرح میں تم سب کو بھی مار سکتا ہوں۔''

اور میں نے دیکھا، سیاہ وحشی کئی قدم پیچھے ہٹ گئے تھے۔ ان کے چہروں سے خوف ٹپک رہا تھا۔

''میں تمہارے درمیان آیا ہوں۔ کچھ روز تمہارے ساتھ رہوں گا اور اس کے بعد تمہاری بستی سے واپس پانی میں چلا جاؤں گا۔ بولو کیا تم مجھے اپنے درمیان جگہ دو گے؟''

جواب میں سب کچھ بولنے لگے۔ وہ برابر پیچھے ہٹ رہے تھے۔ جو کچھ وہ بول رہے تھے، وہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔

''وہ کیا کہہ رہے ہیں اش؟'' میں نے پوچھا۔

''وہ تمہیں بستی میں رکھنے پر تیار نہیں ہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ تم سنگھانا کے قاتل ہو تمہاری موجودگی بستی پر تباہی لائے گی۔''

''اوہ، بڑے ناشکرے لوگ ہیں۔ خیر مجھ سے غلطی ہوئی، اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری ہمدردی کا یہ لوگ ایسا صلہ دیں گے تو میں اس ہاتھی کو قتل ہی نہ کرتا۔ بہر حال ٹھیک ہے میں اسی غار میں واپس چلا جاؤں گا لیکن اش...... تم میرے ساتھ رہو گی۔''

''میں...... میں...... لیکن یہ لوگ مجھے جانے بھی تو نہیں دیں گے۔'' اش نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

''خود تمہارا کیا ارادہ ہے؟''

''تم ...... تم سنگھانا کے قاتل ہو۔'' اش خوفزدہ انداز میں بولی۔

''اوہ، تو تم بھی میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتی؟''

''نہیں۔ میں پوری بستی کے لئے ہلاکت کا باعث نہیں ہوں گی۔'' اس نے جواب دیا اور میں جھنجلا گیا۔ واقعی عجیب لوگ تھے۔ میں کوئی فیصلہ بھی نہیں کر پایا تھا کہ اچانک میں نے دور سے ایک وحشی کو دوڑتے دیکھا۔ اس نے ہڈیوں کی مالا پہنی ہوئی تھی۔ دبلا پتلا اور دوسرے وحشیوں کی طرح ننگ دھڑنگ تھا۔ اس کے ہاتھ میں بل کھائے ہوئے سانپ کی شکل کی ایک لکڑی تھی۔

وحشیوں کی نگاہیں اس کی طرف اٹھ گئیں اور ایک بار پھر ان میں بھنبھناہٹ گونج اٹھی تھی۔ وہ شخص ان کے درمیان رک کر شاید ان سے استفسار کرنے لگا تھا اور پھر وہ لکڑی ہلاتا ہوا آگے بڑھ آیا۔ اب وہ میرے مقابل کھڑا مجھے گھور رہا تھا۔

''یہ کون ہے اش؟'' میں نے تھوڑے فاصلے پر کھڑی ہوئی اش سے پوچھا۔

''توفا۔'' اس نے جواب دیا تبھی وہ شخص بول پڑا۔

''تم نے سنگھانا کو مار دیا؟''

''کیا تم لوگ بالکل پاگل ہو۔ میں نے اسے اس لئے ہلاک کیا ہے کہ وہ تمہاری بستی اجاڑ دیتا۔ کیا تم ان دو لاشوں کو نہیں دیکھ رہے، جنہیں اس نے ہلاک کیا ہے۔ کیا اس طرح کی بے شمار لاشیں یہاں نہ بکھری پڑی ہوتیں۔ میں نے تو تمہاری ہمدردی میں یہ کام کیا ہے۔''

''اوہ، ہاں، یہ لوگ ناشکر گزار ہیں۔ دیوانے ہیں یہ لوگ۔ تم میرے ساتھ آؤ۔ آؤ، میں تمہیں اپنے ہاں مہمان رکھوں گا۔ آؤ...... آ جاؤ۔ تم بہت بہادر ہو۔ تم نے سنگھانا کو ہلاک کیا ہے۔ پانی کے دوسری جانب سے آنے والے...... آؤ میرے ساتھ آؤ۔''

ایک ساعت کے لئے میں نے سوچا اور پھر میں اس کے ساتھ چل پڑا۔ دوسرے تمام لوگ توفا سے کافی خوفزدہ تھے۔ وہ توفا کو راستہ دے رہے تھے۔ میرے تو وہ سائے سے بھی بچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں نے ان لوگوں کی طرف توجہ نہیں دی۔ بہر حال میں کچھ وقت تو یہاں گزارنا چاہتا تھا۔ ان گدھوں کو بھی قریب سے دیکھنا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد میں توفا کی جھونپڑی میں پہنچ گیا۔ یہ رہائش گاہ بھی دوسری رہائش گاہوں سے مختلف نہیں تھی۔ ایک چھوٹا سا چوبارہ بنا ہوا تھا جو زیادہ اونچا بھی نہیں تھا۔ میں نے مایوسی کی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ اس چھوٹی سی رہائش گاہ میں تو، توفا کا رہنا ہی مشکل تھا، میں کیا رہوں گا۔

''آؤ ..... اندر آ جاؤ۔'' توفا نے کہا اور بیٹھ کر چوبارے کے سوراخ سے اندر داخل ہو گیا۔ اس رہائش گاہ کو دیکھ کر میں بہت مایوس ہوا تھا لیکن اندر سے اسے دیکھ کر میں نے ایک گہری سانس لی۔ ایک چوڑا سوراخ نظر آ رہا تھا جو چوبارے کے آخری سرے پر زمین میں تھا۔ توفا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ سوراخ کے اوپر ایک جانور کی کھال پڑی ہوئی تھی جو اس وقت ہٹی ہوئی تھی۔

''آ جاؤ ..... آ جاؤ۔ میں تمہیں اپنی پوشیدہ رہائش گاہ میں لے جاؤں گا۔ تم دوسروں سے مختلف ہو۔ آ جاؤ۔'' وہ سوراخ میں اتر گیا۔ تھوڑا سا ڈھلوان تھا اور اس کے بعد ایک کشادہ جگہ تھی۔ زمین جس طرح کٹی ہوئی تھی اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ یہ سوراخ انسانی ہاتھوں کا کارنامہ ہی ہے لیکن بہر حال بڑی محنت کرنی پڑی ہوگی۔ اندر عجیب سی بو پھیلی ہوئی تھی۔ ویسے غار میں روشنی تھی اور یہ روشنی چند سوراخوں سے آ رہی تھی جو یقینی طور پر روشنی کے لئے ہی بنائے گئے تھے۔ غار بے شمار الٹی سیدھی چیزوں سے بھرا ہوا تھا۔ ان میں جانوروں کی کھالیں، انسانی ڈھانچے اور جانوروں کی بڑی بڑی ہڈیاں شامل تھیں۔ ان کے علاوہ کچھ قیمتی اور بڑے پتھر بھی جگمگا رہے تھے۔

میں نے دلچسپی سے اس غار کو دیکھا۔ توفا میری جانب دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ میری نگاہ اس کی نگاہوں سے ملی تو اس کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

''کیسی ہے یہ جگہ؟'' اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''عمدہ اور انوکھی۔'' میں نے جواب دیا۔

''میرا نام توفا ہے۔ ساری بستی کے لوگ میری عزت کرتے ہیں۔ تم نے دیکھا انہوں نے میرے معاملے میں دخل نہیں دیا حالانکہ ان میں سے کوئی تمہاری یہاں موجودگی پسند نہیں کرتا۔''

''مجھے اسی بات پر حیرت ہے توفا۔ سنگھانا کو تو میں نے ان کی بھلائی کے لئے ہلاک کیا تھا اور وہ الٹے میرے ہی دشمن ہو گئے۔''

''سنگھانا کبھی کبھی بستی کا رخ کرتا ہے لیکن سمندر..... سمندر جب بستی کا رخ کرتا ہے تو زندہ بچنے والے چند ہی ہوتے ہیں۔''

''حالانکہ ان دونوں کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔''

''یہ بات تم نہیں سمجھو گے لیکن خیر تم فکر نہ کرو۔ اب وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔'' توفا نے کہا اور بے تکے انداز میں ہنس پڑا۔ اس کی ہنسی بہت مکروہ تھی۔ یوں بھی وہ شخص بڑی گھناؤنی شخصیت کا مالک تھا اور اس سے کراہیت کا احساس ہوتا تھا۔

''بہر حال توفا تم جانتے ہو کہ میری نیت بری نہیں تھی۔ میں تمہاری اس بستی میں اجنبی ہوں۔ اگر مجھے اندازہ ہوتا تو یہ کام نہ کرتا۔''

''وہ تو ٹھیک ہے جوان..... لیکن تم نے سنگھانا کو ہلاک کیسے کر دیا؟''

''میں نے زندگی کا خطرہ مول لیا تھا۔ وہ مجھے بھی ہلاک کر سکتا تھا۔''

''چلو اب اس بات کو بھول جاؤ۔ ویسے مجھے ایک خطرہ ہے۔''

''کیسا خطرہ؟''

''اگر شاہولا نے یہ بات سن لی تو..... تو وہ تمہیں قیدی دیکھنا پسند کرے گی اور یہ بھی ممکن ہے..... ارے باپ رے، وہ بڑی ظالم ہے۔ یہ بھی ممکن ہے وہ میرا پیٹ پھاڑ کر تمہیں نکال لے۔'' وہ اس انداز میں کہہ رہا تھا جیسے اس کی توجہ میری طرف نہ ہو۔

لیکن اس کے ان جملوں پر میں نے اسے غور سے دیکھا تھا۔

''شاہولا کون ہے؟'' میں نے پوچھا لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چند ساعت وہ خلاء میں گھورتا رہا پھر اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔

''کیا کہا تھا تم نے؟''

''شاہولا کون ہے؟''

''پہاڑوں کی ملکہ..... ان وادیوں کی حکمراں۔ مگر تم اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو؟''

''یوں ہی کوئی خاص مقصد نہیں ہے۔''

''دراصل میں نہیں جانتا کہ بستی کے لوگ اسے سنگھانا کی موت کی اطلاع دینے دوڑ گئے ہوں گے یا نہیں۔ خیر میں معلوم کر لوں گا۔''

''وہ کہاں رہتی ہے؟''

''پہاڑوں میں..... وہ ہماری ملکہ ہے۔ اچھا اب میں چلتا ہوں، ذرا باہر کے حالات دیکھوں، وہ کیا کہہ رہے ہیں، کیا کر رہے ہیں اور ہاں۔ یہ جگہ تمہارے لئے بہت عمدہ ہے۔ گھبراؤ تو باہر نکل آنا۔ میں تمہاری غذا کا بندوبست کر دوں گا۔''

اس نے میرے جواب کا انتظار بھی نہیں کیا اور باہر نکل گیا۔

ایک لمحے کے لئے تو میں نے سوچا کہ یہاں رکے بغیر واپس چلا جاؤں۔ کسی اور زمین کو تلاش کروں جہاں کم از کم بہتر لوگ ہوں۔ لیکن اس گھناؤنے شخص نے ایک نام لیا تھا۔ ''شاہولا''۔ یہ کیا چیز ہے، اسے اور دیکھ لیا جائے۔ ممکن ہے کوئی دلچسپ چیز نکل آئے۔ اب یہاں آیا تھا تو تھوڑی دیر اور رک جاؤں۔

ویسے ان لوگوں کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات اور سہی۔ بستی میں کسی لڑکی کی تلاش کا کام کیا جا سکتا تھا اور حصول بھی مشکل نہیں تھا لیکن اس کے لئے بھی دل نہیں چاہا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد میں واپس اسی غار میں پہنچ گیا۔ جہاں میرے اوپر کوئی پابندی نہیں تھی۔ پھر میں نے وقت گزاری کے لئے وہ غار دیکھنا شروع کر دیا۔

لیکن پورے غار میں توفا کی حکمت تلاش کرتا رہا۔ کوئی بھی چیز ڈھنگ کی نہیں تھی۔ کسی چیز سے احساس نہیں ہوتا تھا کہ توفا کس خاص

حیثیت یا صلاحیت کا مالک ہے۔ نہ جانے اس نے ان گدھوں کو کس طرح بے وقوف بنا رکھا تھا۔

تھک ہار کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ ویسے میں نے طے کر لیا تھا کہ اس بدبودار غار میں تو میں بالکل نہیں رہوں گا۔ اگر یہاں واقعی دلچسپی کی کوئی صورت نہ نکلی تو یہاں سے آگے بڑھ کر دیکھوں گا۔ اس کے علاوہ اگر ممکن ہو سکا تو شاہولا کے بارے میں معلومات حاصل کروں گا۔

بہت دیر نہیں گزری تھی کہ اوپر دستک سنائی دی۔ پھر توفا کے پاؤں نظر آئے۔ وہ غار میں اتر رہا تھا اور پھر وہ میرے سامنے آ گیا۔ اس کے کندھے پر کچھ لدا ہوا تھا جسے اس نے بھد سے میرے سامنے پھینک دیا۔

اور میں ان چیزوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ ان میں ایک انسانی ران تھی اور دو بازو تھے۔ دونوں بازو ایک ہی رخ کے تھے، گویا دو آدمیوں کے تھے۔

''یہ..... یہ کیا ہے توفا؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔ بازوؤں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ انہیں کاٹا نہیں گیا بلکہ اکھاڑا گیا ہے کیونکہ بے ترتیب گوشت ایسا ہی نظر آ رہا تھا۔

''کھانا..... مجھے اتنے کھانے کی ضرورت نہیں پیش آتی لیکن چونکہ ''گوچہ'' تھا اس لئے میں نے تمہارے خیال سے زیادہ حاصل کر لیا کیونکہ یہ کبھی کبھی ہی ملتا ہے۔''

''گوچہ؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں۔ یعنی انسانی گوشت۔''

''اوہ۔ لیکن تم یہ گوشت کہاں سے لائے؟''

''سنگھانا کے شکار تھے۔ اتفاق سے صرف دو مرے تھے۔ چند زخمی ہیں۔ ممکن ہے بعد میں کچھ اور مر جائیں۔ لوگوں میں کافی جھگڑا ہو رہا تھا، سب گوچہ حاصل کرنا چاہتے تھے لیکن بھلا دو آدمی کس کس کے حصے میں آتے اور پھر میں نے زیادہ گوچہ لے لیا۔ بھلا کون بولتا..... بے شمار لوگوں کے ہاتھ تو ایک بوٹی بھی نہیں آ سکی۔'' توفا ہنس پڑا۔ میں نے ایک گہری سانس لی تھی۔

''چلو تم اپنا حصہ حاصل کر لو..... لے لو، اپنا پیٹ بھر لو۔'' اس نے فراخ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے توفا..... تم کھا لو۔ مجھے ابھی بھوک نہیں ہے۔''

''اوہ، تب تم اس میں سے اپنا حصہ الگ رکھ لو۔ جب دل چاہے کھا لینا۔'' اس نے کہا اور خود ایک انسانی بازو اٹھا کر اسے دانتوں سے بھنبھوڑنے لگا۔ میں نے اس کی طرف سے توجہ ہٹا لی تھی۔

پھر گہری رات ہو گئی اور میں غار سے باہر نکل آیا۔ توفا بھی کھا پی کر غار سے باہر نکل گیا تھا۔ میں اس جگہ سے اتنا بیزار ہو گیا تھا کہ وہاں سے دور نکل آیا۔ رخ بستی کی طرف ہی تھا اور رفتار بہت سست تھی۔ کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد میں بستی کے قریب جا پہنچا۔

لیکن اچانک مجھے ٹھٹک جانا پڑا۔ اچانک ہی میں نے بہت سی بھنبھناہٹیں سنی تھیں اور یہ آوازیں ایک پہاڑی کے عقب سے آ رہی تھیں۔

یوں لگ رہا تھا جیسے بہت سے لوگ بھنچی بھنچی آوازوں میں بول رہے ہوں۔ میں تعجب سے آنکھیں پھاڑنے لگا اور پھر تیزی سے اس پہاڑ کے دوسری جانب لپکا۔ میرا اندازہ درست تھا۔ پہاڑی کے دوسری جانب شاید پوری بستی امڈ آئی تھی۔ ان لوگوں نے ایک دائرہ بنایا ہوا تھا اور درمیان میں اس ہاتھی کی لاش رکھی تھی جسے میں نے ہلاک کیا تھا۔ نہ جانے وہ کس طرح اسے اٹھا کر یہاں لے آئے تھے۔

بہت سے لوگ پہاڑی پر جگہ جگہ موجود تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی چیز کا انتظار کر رہے ہوں۔ پھر آہستہ آہستہ چاند ابھرنے لگا اور لوگوں میں بے چینی سی پھیل گئی۔ پھر چاند پوری طرح ابھر آیا اور اس کے ساتھ ہی ننگ دھڑنگ وحشی اچھلنے کودنے لگے۔ اس کے ساتھ ہی لکڑی کے تنے بھی بجائے جانے لگے۔ صدیوں پرانا وحشیانہ رقص تھا لیکن بہت عجیب لگ رہا تھا۔

اس اچھل کود کی وجہ میری سمجھ نہیں آئی تھی۔ چنانچہ میں نے چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں ممکن ہے کوئی تجاہل جائے اور میں اس سے اس سلسلے میں معلومات حاصل کروں اور پھر میری نگاہ ایک سیاہ فام لڑکی پر جا پڑی۔ چاندنی میں اس کا سیاہ بدن چمک رہا تھا۔ جوانی کی سرمستیوں سے بھرپور، سیاہ بال پوری کمر ڈھانپے ہوئے تھے۔

اور وحشیوں کی اس بستی میں، میری وحشت بھی عود کر آئی۔ دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا تھا اور میں فوری طور پر اس پر عمل کرنے کے لئے بھی تیار ہو گیا۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر دبے پاؤں لڑکی کی طرف بڑھنے لگا۔ پھر اس کے قریب پہنچ کر میں نے ایک ہاتھ اس کی کمر میں ڈالا اور دوسرا اس کے منہ پر جما دیا اور پھر میں اسے اطمینان سے اٹھائے ہوئے واپس پلٹ پڑا۔ لڑکی حتی المقدور مدافعت کر رہی تھی لیکن میری گرفت میں اس کی کیا چلتی۔ چنانچہ میں اسے اٹھائے ہوئے پہاڑی کے دوسری طرف لے آیا اور پھر ایک بڑی سی چٹان کے عقب میں لے گیا۔ یہاں لا کر میں نے اسے زمین پر لٹا دیا لیکن لڑکی تڑپ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ پھر اس نے متحیرانہ انداز میں میری طرف دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں میں خوف امڈ آیا۔

''سو...... بو......'' وہ آہستہ سے بولی۔

''اوہ، تو تم میرا نام جانتی ہو۔'' میں نے کہا۔

''ہاں۔''

''کس طرح۔''

''اش نے بتایا تھا۔''

''اوہ۔ اش تمہاری دوست؟''

''ہاں۔'' اس نے جواب دیا۔

''ٹھیک۔ کیا تم مجھ سے خوفزدہ ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔''

''کیوں؟''

''تم نے سنگھانا کو ہلاک کر دیا ہے۔''

''اوہ، تو اس میں خوفزدہ ہونے کی کیا بات ہے۔ میں نے تمہارے ساتھ ہمدردی کی تھی۔ بڑے ناشکرے ہو تم لوگ۔ وہ مجھے بھی ہلاک کر سکتا تھا لیکن میں نے اپنی زندگی کی پرواہ نہیں کی۔ صرف تم لوگوں کی جان بچانے کے لئے اور تم الٹا مجھ سے نفرت کرنے لگے۔''

''لیکن سنگھانا کی موت تباہی لاتی ہے۔''

''یہ تمہاری بے وقوفی ہے۔ تم اس تباہی کو پسند کرتے ہو جو تم پر آ چکی تھی اور اس تباہی سے خوفزدہ ہو جو ابھی نہیں آئی۔''

''لیکن سنگھانا کی موت رنگ لائے گی۔''

''کوئی تباہی نہیں آئے گی۔ میں تمہارے لئے اس تباہی کو روک دوں گا۔''

''اوہ، پانی کا انتقام بہت خوفناک ہوتا ہے۔ پانی سے کوئی نہیں لڑ سکتا۔'' لڑکی نے خوفزدہ انداز میں کہا۔

''میں یہاں اسی لئے رک گیا ہوں۔ تم دیکھنا کوئی تباہی نہیں آئے گی۔''

''کیا تم دیوتا ہو؟''

''نہیں۔ لیکن تمہاری طرح بے وقوف نہیں ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیوں، ہم کیوں بے وقوف ہیں؟''

''اس لئے کہ خواہ مخواہ وہم کا سہارا لے کر اپنے محسن کے ساتھ ناانصافی کر رہے ہو۔''

''بڑے یہی کہتے ہیں۔ میں کیا کروں۔''

''کچھ نہیں ہوگا...... میں تمہیں بتا رہا ہوں کچھ نہیں ہوگا۔ خیر چھوڑو ان باتوں کو۔ یہ بتاؤ کیا پوری بستی کے لوگ یہاں جمع ہو گئے ہیں؟''

''ہاں۔ اس وقت جو کوئی بھی اپنے ٹھکانے پر ہوگا، وہ بری طرح مارا جائے گا۔ ساری تباہی اسی پر آئے گی۔'' اس نے جواب دیا۔

''کیوں؟''

''اس لئے کہ وہ دیوتاؤں سے معافی نہیں مانگے گا۔''

''کس بات کی معافی؟''

''سنگھانا کی موت کی۔ ساری رات لوگ عبادت کریں گے اور دیوتاؤں کی خوشامد کریں گے کہ وہ ان پر تباہی نہ نازل کریں۔ سنگھانا کی موت میں ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔''

''اوہ، تو یہ سب اس لئے یہاں جمع ہوئے ہیں؟''

''ہاں۔ بستی میں سب بے چین ہیں۔''

''اس کی لاش یہاں کیوں اٹھا کر لائے ہیں؟''

''دعاؤں کے اختتام پر وہ سنگھانا کا گوشت آپس میں تقسیم کر لیں گے۔''

''اور اسے کھائیں گے۔''

''ہاں۔ اس سے بہت سی بیماریاں دور ہو جائیں گی۔ میں بھی اسی لئے آئی ہوں لیکن.....'' وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی۔

''لیکن کیا؟''

''میں ہمیشہ ہی پیچھے رہ جاتی ہوں۔ شکار بھی نہیں کر پاتی اور ایسا کوئی معاملہ ہو تب بھی میرے حصے میں کچھ نہیں آتا۔ نہ جانے کب سے بھوکی ہوں۔ اب تو جسم میں جان بھی نہیں رہی ہے۔ تم یقین کرو درختوں کے پتیاں کھا کر گزارہ کر رہی ہوں۔''

''اوہ تو سنگھانا کا گوشت تقسیم کیا جائے گا۔''

''نہیں۔ دعا ختم ہوتے ہی وہ اس پر ٹوٹ پڑیں گے اور پھر طاقتور لوگوں کے ہاتھ بہت کچھ لگے گا اور جو کمزور ہوں گے وہ ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔''

''اوہ۔ تمہارے ماں باپ نہیں ہیں؟''

''ہیں'' اس نے جواب دیا۔

''وہ تمہیں کھانے کو نہیں دیتے؟''

''وہ کیوں دیں گے۔ میں اب چھوٹی تو نہیں ہوں کہ وہ اپنا شکار مجھے دے دیں گے۔''

''خواہ تم بھوک سے مر جاؤ۔''

''ہاں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اگر میں مر جاؤں تو ان کے حصے میں ہی تو آؤں گی۔''

''تت..... تو وہ تمہیں کھا لیں گے؟''

''ہاں''

ایک بار پھر میں حیرت کا شکار ہو گیا تھا۔ کافی دیر تک میں خاموش رہا اور پھر ٹھیک ہو گیا۔ ظاہر ہے یہ ان کے اصول تھے اور وہ انہیں بہتر سمجھتے ہوں گے۔

''کیا نام ہے تمہارا؟'' میں نے پوچھا۔

''گوا''

''آؤ میرے ساتھ۔ میں تمہیں گوچہ کھلاؤں۔''

''گوچہ'' اس نے اس طرح کہا جیسے اس کے منہ میں پانی بھر آیا ہو۔ وہ بے یقینی کے انداز میں مجھے دیکھ رہی تھی۔

''ہاں آؤ'' میں نے پھر کہا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ چند ساعت اسی طرح کھڑی رہی اور پھر دوڑ کر میرے نزدیک پہنچ گئی۔

''کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ کیا تمہارے پاس کھانے کے لئے کچھ ہے؟'' اس نے میرے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔تم چلی آؤ۔'' میں نے جواب دیا اور وہ خاموشی سے میرے ساتھ چلتی رہی۔ میں نے رفتار تیز رکھی تھی اور وہ دوڑ دوڑ کر میرا ساتھ دے رہی تھی۔ پھر ہم توفا کے مکان کے نزدیک پہنچ گئے۔

''مجھے معلوم ہے تم توفا کے ساتھ آ گئے تھے۔'' اس نے کہا۔

''ہاں۔ اب تم یہاں رکو۔ میں واپس آتا ہوں۔'' میں نے کہا اور پھر میں توفا کے مکان میں داخل ہو گیا۔ توفا اندر موجود نہیں تھا..... البتہ انسانی گوشت اسی طرح رکھا ہوا تھا۔ میں نے ایک بازو اٹھایا اور باہر نکل آیا۔ گو میرے لئے یہ بڑی کراہیت آمیز بات تھی۔ لیکن لڑکی نے میرے ہاتھ میں انسانی گوشت دیکھا تو اپنی جگہ سے میری طرف چھلانگ لگا دی۔

''اوہ یہ۔ یہ تم میرے لئے ہی لائے ہو نا؟'' اس نے کہا۔

''ہاں۔'' میں نے بازو اس کی طرف بڑھا دیا۔ لڑکی کو جیسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے بے یقینی کے انداز میں ہاتھ آگے بڑھائے تھے جیسے اسے شبہ ہو کہ میں اچانک اسے دھکا دے کر ہنس پڑوں گا اور پھر چند بوٹیاں اس کی طرف پھینک کر باقی گوشت خود چٹ کر جاؤں گا۔ لیکن جب انسانی بازو اس کے ہاتھ میں پہنچ گیا تو اس کے حلق سے خوشی کی قلقاری نکلی اور پھر اس نے واپس چھلانگ لگائی۔ اب وہ کسی ایسی بلی کی مانند گوشت ادھیڑ رہی تھی جسے سامنے بیٹھی کسی بلی سے خطرہ ہو اور وہ جلد از جلد سارا گوشت ہڑپ کر جانا چاہتی ہو۔

میں اسے دیکھتا رہا۔ بڑا گھناؤنا منظر تھا۔ لڑکی کا سراپا دیکھا جاتا تو اس میں چاندنی میں وہ کافی متاثر کرتی تھی۔ لیکن اس کے وحشیانہ فطرت، وہ پسندیدہ نہیں تھی پروفیسر...... اور میں خود ایک نئے تجربے کے لئے تیار کر رہا تھا۔

اور میری جگہ تمہاری مہذب دنیا کا کوئی انسان ہوتا تو شاید اس منظر کو دیکھ کر ہی بھاگ جاتا..... چاندنی رات، چاروں طرف ویران پہاڑیاں بکھری ہوئیں اور ایک ننگ دھڑنگ، لمبے سیاہ بالوں والی دوشیزہ بڑی رغبت سے ایک انسانی بازو کو بھنبھوڑ رہی تھی۔

لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں اس منظر کا عادی ہو گیا۔ اور پھر وہ شکم سیر ہو گئی۔ اب اس کے ہونٹوں پر ایک دوستانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ اپنی پتلی سرخ زبان سے بار بار ہونٹ چاٹ رہی تھی۔ انسانی بازو میں اب ہڈی کے سوا اور کچھ نہیں رہ گیا تھا۔

''اس سے قبل میں نے اتنا گوشت کبھی نہیں کھایا۔'' اس نے کہا۔

''ہوں۔ ملتا ہی نہیں ہوگا۔''

''ہاں۔ دوسرے لے جاتے ہیں۔''

''اب کیا کرو گی..... واپس جاؤ گی؟''

''ہاں۔'' اس نے سکون سے جواب دیا اور میں نے صرف ایک لمحے کے لئے سوچا..... جو کچھ سوچ کر میں اسے یہاں تک لایا تھا پروفیسر! اس پر تو عمل کرنا چاہتا تھا اور ان وحشیوں کے ساتھ کسی اخلاقی اقدار کا مظاہرہ اپنی حماقت یا بزدلی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا تھا اور تم جانتے ہو کہ میں

احمق یا بزدل نہیں تھا۔ میں نے لڑکی پر چھلانگ لگا کر اسے دبوچ لیا۔

ایک لمحے کے لئے وہ حیران رہ گئی...... اور پھر خوف سے چیخنے لگی اور جدوجہد کرنے لگی۔ اس نے اپنے لمبے ناخنوں سے مجھے کھسوٹنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہی۔ اس کی آنکھوں سے بے پناہ ہراس جھانک رہا تھا۔ لیکن پھر میری حرکات نے اسے کچھ سکون بخشا اور آہستہ آہستہ وہ معتدل ہونے لگی۔ اب اس کی آنکھوں میں حیرانی تھی۔ جیسے وہ اپنی زندگی کے انجانے اور انوکھے تجربے سے دوچار ہو رہی ہو اور پھر ان آنکھوں سے خمار جھانکنے لگا...... اور پھر وہ نشے میں ڈوب گئیں...... پھر وہ کھلیں تو ان میں انبساط اور دوشیزگی کی حیا تھی۔ گویا باقی حالات میں وہ ایک عام دوشیزہ تھی۔

وہ مسکرانے لگی۔ میں بھی اب اس کی وحشت بھول گیا تھا اور دلچسپ نگاہوں سے اس کی کیفیات کا جائزہ لے رہا تھا۔

''گوا......'' میں نے اسے مخاطب کیا۔

''سوبو......'' اس کے لہجے میں محبت کی شیرینی ٹپک رہی تھی۔

''کیا تم مجھ سے خوفزدہ ہوگئی تھیں؟''

''ہاں۔''

''کیوں...... کیا سوچا تھا تم نے؟''

''ایک ڈرانے والی بات۔'' اسے بات کرنا بھی آ گیا تھا۔

''مجھے بتاؤ۔''

''میرا خیال تھا تم مجھے گوچہ کھلا کر شکار کرنا چاہتے ہو۔ اب تم مجھے ہلاک کر دو گے اور اس کے بعد مجھے توفا کے بدمیں لے جاؤ گے۔ کسی کو میرے بارے میں پتہ نہیں چلے گا اور تم آرام سے مجھے کھا جاؤ گے۔'' اس نے جواب دیا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

''تو تم اس لئے چیخ رہی تھیں؟''

''ہاں۔''

''اور اب؟''

''اب تو...... اب تو نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔ نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔ تم مجھے بہت اچھے لگنے لگے ہو۔ تاستاری کی رات کی کہانیاں میں نے سنی ہیں اور ان کی کہانیوں میں جو کچھ ہوتا ہے، مجھے سب کچھ وہی لگ رہا ہے۔''

''ہوں'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''تو اب تم خوفزدہ نہیں ہو؟''

''نہیں۔''

''اچھا اش نے تمہیں میرے بارے میں کیا بتایا تھا؟''

''کچھ نہیں۔ بس یہی کہ تم سوبو ہو۔ وہ تو خود تمہیں شکار کرنا چاہتی تھی لیکن پھر لافا بھوکی تھی اور اش نے تمہیں اسے دے دیا۔ لیکن تم نے ان

دونوں کو ٹھیک کر دیا۔''

''اوہ۔ کافی معلومات ہیں۔'' میں نے کہا۔

''ہاں۔'' وہ مسکرادی اور پھر میں نے دوبارہ اسے آغوش میں لے لیا۔

پھر صبح کی روشنی پھوٹی تب ہی وہ جانے کے لئے تیار ہوئی۔ نوخیز وحشی دوشیزہ نڈھال نظر آ رہی تھی۔ ان جذبات کے اظہار کے لئے اس کے پاس الفاظ نہیں تھے جو اس کے سینے میں موجزن تھے۔ بہر حال وہ ٹھٹکتی ہوئی واپس چلی گئی ...... کئی بار اس نے مڑ مڑ کر مجھے دیکھا تھا۔

میں بھی اس سے کوئی وعدہ نہیں لینا چاہتا تھا اور پھر میں توفا کے غار میں واپس پہنچ گیا۔ تھوڑی دیر سوچتا رہا اور پھر ایک جگہ لیٹ کر آنکھیں بند کر لیں۔ مجھ پر غنودگی طاری ہو گئی تھی۔

دن کا نہ جانے کون سا پہر تھا کہ میں جاگ گیا۔ میرے بدن پر ضربیں پڑ رہی تھیں اور شاید اسی وجہ سے میں جاگا تھا۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ توفا غصے کے عالم میں میرے ٹھوکریں مار رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ چیختا بھی جا رہا تھا۔

مجھے تعجب ہوا جس طرح وہ اچھل اچھل کر میرے لاتیں مار رہا تھا اس پر مجھے غصہ آ گیا ...... اور میں نے اطمینان سے اس کی ایک ٹانگ پکڑ کر گھسیٹ لی۔ توفا کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی تھی۔ وہ بری طرح گرا تھا۔

تب میں نے اٹھ کر اسے دبوچ لیا۔ توفا کی مجال تھی کہ میرے پنجے سے نکل جاتا۔ حالانکہ وہ کافی جدوجہد کر رہا تھا اور پھر میرے ایک زوردار تھپڑ نے ہی اس کے حواس بحال کئے۔ اس تھپڑ نے اس کی آنکھیں کھول دی تھیں اور اسے صورتحال کی نزاکت کا احساس دلا دیا تھا۔

''کیا ہاتھی کا گوشت پاگل کر دیتا ہے؟'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔

''کیا بکواس کر رہے ہو۔'' وہ غرایا۔

''تم کیوں پاگل ہو گئے ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''مجھے شدید غصہ آ رہا ہے۔'' اس نے کہا۔

''کس پر؟''

''تم پر...... سب پر۔'' وہ بولا اور میں اسے گھورنے لگا۔

''اگر میں تمہارے سر پر ایک گھونسہ رسید کر دوں تو اس سے غصہ اور بھیجا دونوں چیزیں باہر نکل پڑیں گی۔ اس لئے حواس میں آ جاؤ ورنہ......''

وہ مجھے کینہ توز نگاہوں سے گھورنے لگا۔ پھر بولا۔ ''مجھے چھوڑ دو، ورنہ......''

''ورنہ کیا؟'' میں نے مسکرا کر پوچھا۔

''کچھ بھی نہیں۔ بس چھوڑ دو۔''

''تم اپنی وہ قوتیں میرے اوپر نہیں آزماؤ گے جن کے ذریعے تم نے ان لوگوں کو بے وقوف بنا رکھا ہے۔''

''وہ خود بے وقوف ہیں۔ میں نے نہیں بنا رکھا۔ مگر تم مجھے چھوڑ تو سہی۔''

''پہلے تم یہ بتاؤ کہ تمہیں غصہ کیوں آ رہا تھا؟''

''کچھ نہیں بتاؤں گا، سمجھے۔'' اس نے کہا اور میں نے اس کے بدن پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا۔ میں بتدریج اسے دباتا رہا، جہاں تک اس کی قوت برداشت ساتھ دیتی رہی، وہ خاموش رہا..... پھر کریہہ انداز میں چیخ پڑا۔

''چھوڑو..... مم..... میں مر جاؤں گا..... مر جاؤں گا..... کالی دلدل کے سانپ..... چھوڑ دے مجھے..... تجھے پانی کر دینے والے ڈسیں۔''

''کچھ بھی ہو، میں اسی طرح تمہاری پسلیاں توڑ دوں گا۔''

''ارے تیرا گوچہ کھاؤں چھوڑ دے مجھے۔''

''جب تک اپنے غصے کے بارے میں نہیں بتاؤ گے نہیں چھوڑوں گا۔''

''کیسے بتاؤں، مرا تو جا رہا ہوں..... تو مجھے چھوڑ دے، وعدہ کر رہا ہوں، بتا دوں گا۔''

''ہاں، اب ٹھیک ہے، چلو بتاؤ ورنہ اس بار نہیں چھوڑوں گا۔''

''تو سنگھانا کی طرح طاقتور ہے بلکہ شاید اس سے بھی زیادہ..... ورنہ..... ورنہ.....'' وہ گہری سانس لے کر بولا۔

''ورنہ کیا؟'' میں نے پوچھا۔

''بستی والوں کو میں نے اپنی قوت سے زیر کیا ہے۔ بستی کا سب سے قوی ہیکل جانور بھی میرا شکار نہیں کر سکتا۔ میں نے ایک ایک کو آزمایا، میں نے بستی کے طاقتور جوانوں کو دعوت دی کہ مجھے ہلاک کر دیں اور میرا گوچہ کھا لیں لیکن پھر ہوا یوں کہ میں نے انہیں ہی کھا لیا۔ یوں اپنی طاقت پر نازاں کئی جوان میرے پیٹ میں پہنچ گئے لیکن..... لیکن تم..... تم سنگھانا سے زیادہ طاقتور ہو۔''

''تم نے اپنے غصے کی وجہ نہیں بتائی؟''

''اب تو بیکار ہے..... اب تو سب بیکار ہے۔''

''کیا مطلب؟'' میں نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور ایک دم پیچھے سرک گیا۔

''نہیں، نہیں۔ تم نہیں سمجھے۔ میرا مطلب ہے اب تو غصہ بیکار ہے۔ دوسری صورت میں بھی میں تم پر قابو نہیں پا سکتا تھا بلکہ ممکن ہے تم خود مجھے شکار کر لیتے۔''

''میری سمجھ میں اب بھی نہیں آیا۔'' میں نے غراتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ تم کیا سمجھتے ہو، کیا میں تمہیں اس لئے بلا کر یہاں لایا تھا کہ تمہاری عبادت کروں، تمہیں کھلا پلا کر موٹا کروں۔'' توفا نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

''پھر کس لئے لائے تھے میری جان؟''

''بستی کے لوگ تم سے خوفزدہ تھے۔ وہ کبھی تمہارا شکار نہ کرتے لیکن میں تم سے خوفزدہ نہیں تھا۔ آہ، میں نے تمہیں کھانے کا ارادہ کیا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ چند روز تمہیں آرام سے رکھوں گا اور اس کے بعد کسی رات خاموشی سے، آہ...... آہ......'' اس نے مست انداز میں کہا۔

''خوب۔ مگر اب کیا ہو گیا پیارے توفا؟''

''بستی کے گدھوں نے جلد بازی کی۔ انہوں نے شاہولا کو سنگھانا کی موت کا پیغام بھجوا دیا اور پوری تفصیل بھی پہنچا دی۔''

''اوہ۔'' میں نے گہری سانس لی۔ ''تمہیں کیسے معلوم؟''

''انہیں سے خبر ملی ہے۔ انہوں نے دعا سے پہلے ہی لوگوں کو پہاڑوں کی ملکہ کی طرف دوڑا دیا ہے اور اب گھوڑے آئیں گے اور تمہارے بدن سے رسیاں کس کر تمہیں ملکہ شاہولا کے پاس لے جائیں گے اور پھر تم اس کی ملکیت ہو گے۔ وہ تمہارے ساتھ اپنی مرضی کے مطابق سلوک کرے گی۔''

''اور اگر اس کے آدمیوں کے پہنچنے سے قبل تم نے مجھے کھا لیا تو؟''

''تو اس کے آدمی میرا پیٹ چاک کر کے تمہیں نکال لیں گے اور پھر میری بوٹیاں تقسیم کر لیں گے۔'' توفا نے جواب دیا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

''اب تو مجبوری ہے۔'' میں نے کہا۔

''پہلے بھی مجبوری تھی۔ تم مجھ سے زیادہ طاقتور ہو اور میرا خیال ہے کہ ایک وار میں تم ہلاک بھی نہیں ہو سکتے تھے۔''

''یہ بھی ٹھیک ہے لیکن میرے دوست توفا! اب میں نے بھی ایک ارادہ کر لیا ہے۔''

''کیا؟'' توفا مجھے گھورنے لگا۔

''مجھے شکار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں ختم کر کے رکھ دوں گا، دو تین دن چل جاؤ گے اس کے بعد دیکھا جائے گا۔''

''اوہ...... اوہ......'' توفا کے چہرے پر مردنی چھا گئی۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگا۔ ''مم...... میرا خیال ہے ابھی تمہیں اس کی ضرورت نہیں ہے...... ابھی تو...... ابھی تو......''

اپنی دانست میں اس نے مجھے دھوکہ دیا تھا لیکن میرے حلق سے بے شمار قہقہے پھوٹ پڑے۔ توفا اچھل کر بھاگا تھا اور اس رفتار سے بھاگا تھا کہ حیرت ہوتی تھی۔ میں نے باہر نکل کر دیکھا۔ وہ بہت دور ایک نقطے کی شکل میں نظر آ رہا تھا۔

میں دیر تک ہنستا رہا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد میں اندر واپس آ گیا۔ اگر توفا خوفزدہ ہو گیا ہے تو دوبارہ ادھر کا رخ نہیں کرے گا اور مجھے تنہا ہی یہاں رہنا ہو گا۔ شاہولا کے ہرکاروں کا انتظار تو کرنا ہی ہو گا مجھے۔ لیکن شکار کی ضرورت تھی۔ کچھ کھانے کو دل چاہ رہا تھا۔ چنانچہ میں شکار کی تلاش میں چل پڑا اور بستی کے لوگوں کی نگاہوں سے بچتا ہوا جنگلوں میں نکل آیا اور یہاں شکار کی کوئی کمی نہیں تھی اور نہ ہی اس علاقے کے جانوروں کو میرے جیسا انوکھا شکاری ملا ہو گا۔ چنانچہ ایک خوبصورت پہاڑی بکرا میں نے شکار کیا اور پھر وہیں اس کی کھال کھینچ لی۔ پھر لکڑیاں جمع کر کے ان کا ایک گٹھر بنایا اور واپس توفا کے غار کی طرف چل پڑا۔ اب یہاں صرف میری حکمرانی تھی۔

چنانچہ اس بدبودار غار کے بجائے میں نے ایک کھلی جگہ پسند کی۔ کھال اتارے بکرے کو میں نے ایک چٹان پر رکھ دیا اور چقماق سے آگ روشن کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد آگ کے شعلے بلند ہونے لگے اور پھر میں نے لکڑی کی ٹکٹکی میں بکرا ٹانگ دیا۔

گوشت بھننے کی خوشبو دور دور تک پھیل رہی تھی۔ میں آگ سے کچھ فاصلے پر ایک چٹان سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ رات ہو گئی تھی اور چاروں طرف تاریکی پھیل رہی تھی۔ پھر مجھے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی اور میں چونک پڑا۔

توفا نے یہاں آنے کی جرأت کس طرح کی تھی؟ لیکن پھر میں نے گوا کو دیکھا..... پچھلی رات والی لڑکی جو آگ کو خوفزدہ نگاہوں سے دیکھتی، اس سے بچتی آگے بڑھ رہی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

گوا کس چکر میں آئی تھی، گوشت کے یا میرے.....

''گوا.....'' میں نے اسے آواز دی اور وہ اچھل پڑی۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا اور تیزی سے میرے نزدیک پہنچ گئی۔

''اوہ..... سوبو.....'' اس نے میرے نزدیک آ کر کہا۔ اس کے لہجے میں پیار تھا۔

''گوچہ چاہئے گوا؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں سوبو..... میں تیری تلاش میں آئی تھی۔''

''کیوں؟''

''میں..... میں آج بھی تیرے پاس رہوں گی۔ میں پہلے بھی تیرے پاس آنا چاہتی تھی لیکن توفا سے ڈر لگتا ہے۔ اب توفا سوتار کے گھر آرام کر رہا ہے۔ میں نے اسے دیکھا تو تیزی سے دوڑتی ہوئی یہاں چلی آئی۔'' گوا نے جواب دیا۔

''تب آ بیٹھ جا.....'' میں نے اسے کھینچ کر قریب بٹھا لیا۔ گوا کے اس وقت آنے سے مجھے کافی خوشی ہوئی تھی۔ ورنہ تنہا وقت کافی بیزار کن تھا۔ گوا بیٹھ گئی۔ لیکن وہ اب بھی آگ کی طرف سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی کافی اچھی لگ رہی تھی۔

''یہ..... یہ.....'' اس نے بالآخر ہکلائے ہوئے انداز میں کہا۔

''آگ ہے۔ میں جانتا ہوں تم لوگ آگ سے ڈرتے ہو۔''

''ہاں یہ..... یہ سنگھانا کی دوست ہے۔''

''یہ میری بھی دوست ہے۔ میں اسے چھو سکتا ہوں، اس میں سو سکتا ہوں۔''

''مگر یہ بو کیسی ہے؟ آہ کیسی انوکھی ہے کتنی خوش گوار۔''

''آج تم نے کچھ کھایا؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں۔ مگر میں تم سے کچھ مانگنے نہیں آئی۔ میں جانتی ہوں کل توفا گوچہ لایا تھا۔ اب تو وہ ختم ہو گیا ہوگا۔ اگر ہوتا بھی تو میں اس کے لئے نہیں آئی تھی۔''

''کوئی بات نہیں ہے۔ آج میں تمہیں کچھ کھلاؤں گا۔'' میں نے کہا اور پھر میں بکرے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ میرے اندازے کے مطابق اب وہ بھن چکا تھا۔ چنانچہ میں نے اسے آگ سے اتار لیا اور پھر اس کے ٹھنڈا ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

گوا اس ساری کارروائی کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر میں نے بکرے کی ران اکھاڑ کر اس کی طرف بڑھا دی اور گوا خوفزدہ انداز میں پیچھے ہٹ گئی۔

''لو گوا.... اسے کھاؤ۔''

''یہ.... یہ کیا ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''شکار۔''

''لیکن یہ.... آگ.... آگ ہیں؟''

''کھا کر تو دیکھو گوا.... بعد میں بات کرنا۔'' میں نے کہا اور گوا نے ہاتھ بڑھا کر ران لے لی۔ پھر وہ نیم گرم گوشت کو دانتوں سے ادھیڑنے لگی۔ یقیناً اس کیلئے نئی چیز تھی۔ ابتداء میں وہ جھجکی لیکن پھر منہ بھر بھر کر کھانے لگی۔ اس کی آنکھوں میں پسندیدگی کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

پھر اس نے پوری ران صاف کر دی۔ ''اور لو....'' میں نے کہا اور وہ ندیدے انداز میں ہنسنے لگی۔ پھر اس نے گوشت کا ایک بڑا ٹکڑا اکھاڑ لیا اور تھوڑی دیر میں ہم دونوں مل کر پورا بکرا چٹ کر گئے۔ گوا کو پیٹ بھی خوب بھر گیا تھا۔

''کیسا شکار تھا گوا؟'' میں نے پوچھا۔

''میں نے اس سے قبل نہیں کھایا اور کسی نے نہیں کھایا ہو گا۔''

''تمہیں پسند آیا؟''

''بہت۔''

''جب تک میں یہاں ہوں۔ تم روز آیا کرو۔ میں تمہارے لئے شکار تیار رکھوں گا۔''

''تو.... تم چلے بھی جاؤ گے؟''

''ہاں۔ سنا ہے تمہاری بستی کے لوگ ملکہ شاہولا کو میرے بارے میں اطلاع دینے گئے ہیں۔''

''اوہ، ہاں.... وہ گئے ہیں۔''

''تو پھر ظاہر ہے ملکہ شاہولا اپنے آدمیوں کو مجھے گرفتار کرنے کے لئے بھیجے گی۔''

''ہاں۔ اور وہ تمہیں لے جائیں گے۔'' گوا پریشانی سے بولی۔

''تم نہیں چاہتیں کہ وہ مجھے لے جائیں؟''

''نہیں۔''

''لیکن میں کر بھی کیا سکتا ہوں۔''

''تم..... تم جنگلوں میں چھپ جاؤ..... اندر تک چلے جاؤ..... وہاں شاہولا کے آدمی نہیں جائیں گے۔ لیکن تم جنگل کی خوف ناک بلاؤں سے تو بچ سکتے ہو نا؟؟''

''خیر دیکھا جائے گا گوو۔ چھوڑ دان باتوں کو جب میں جنگل کی بلاؤں سے بچ سکتا ہوں تو شاہولا کے آدمیوں سے بھی بچ سکتا ہوں۔'' اور گوا خاموش ہوگئی۔ اور اس کے بعد جذبات بولنے لگے۔ وحشی لڑکی شکم سیر تھی۔ خوش تھی اور چاند نکل آیا تھا۔ چاند بذاتِ خود سرمستیوں کا رہبر ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم اس کی رہبری میں جذبات کا سفر کرنے لگے اور پھر چاند کے سفر کے اختتام پر ہی سرمستیوں کی منزل آ گئی۔

''بس اب جاؤں؟'' اس نے پوچھا۔

''جاؤ۔ لیکن رات کو آؤ گی؟''

''ہاں۔''

''دن کے کھانے کے لئے تم یہ باقی گوشت لے جا سکتی ہو۔'' میں نے گوشت کی طرف اشارہ کیا اور گوا تکلف کرنے لگی۔ لیکن میں نے زبردستی گوشت اسے دے دیا۔ وہ چلی اور ایک تنہا دن رفتہ رفتہ گزرنے لگا۔ میں نے سوچا تھا دوپہر ڈھلے شکار کی تلاش میں نکلوں گا۔ یہاں شکار کی کمی نہیں تھی جب چاہو حاصل کرلو۔ کوئی خاص تگ و دو نہیں کرنا پڑتی تھی۔

لیکن دوپہر ڈھلے تنہائی ختم ہوگئی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ شاہولا کے شہسوار اتنی تیزی دکھائیں گے۔ میں سفر کے لئے نکلنے کی تیاریاں کر رہا تھا کہ بہت سے گھوڑوں کی ٹاپیں سنائی دیں اور میں نے ایک بلند جگہ سے دیکھا۔ بستی کے چند لوگ ان گھوڑوں کے آگے آگے بھاگ رہے تھے۔ ان میں توفا بھی تھا۔

میں نے گہری سانس لی اور ان لوگوں کے قریب آنے کا انتظار کرنے لگا۔ میں نے خود کو ایسی نمایاں جگہ کر لیا تھا جہاں سے وہ مجھے بآسانی دیکھ سکیں۔

ویسے یہ گھڑ سوار کسی قدر تہذیب یافتہ تھے یعنی وہ پورے برہنہ نہیں تھے لیکن ان کے جسموں کی پردہ پوشی کے لئے جانوروں کی کھالیں اور درختوں کے پتوں سے بنے ہوئے مختصر لباس تھے۔ وہ کافی قد آور اور تندرست بھی تھے یعنی مقامی لوگوں کی بہ نسبت وہ زیادہ توانا تھے۔

توفا نے دور سے ہی مجھے دیکھ لیا اور پھر خود وہیں رک گیا اور میری طرف اشارے کرنے لگا۔ گھڑ سوار میرے چاروں طرف پھیل گئے تھے۔ بستی والوں نے شاید انہیں میرے بارے میں بتایا تھا اس لئے وہ محتاط تھے۔ لیکن میں نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی۔ میں تو خود گرفتار ہونے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ورنہ ان کی کیا مجال تھی کہ میرے اوپر قابو پا سکتے۔

وحشی گھڑ سوار چند لمحات کے لئے رکے اور پھر اچانک گردش میں آ گئے۔ وہ گھوڑوں کو میرے چاروں طرف دوڑانے لگے۔ نہ جانے اس سے ان کا کیا مقصد تھا لیکن میں نے محسوس کیا کہ ان کا دائرہ تنگ ہوتا جا رہا ہے اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

تب میں نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور زور سے بولا۔ ''شاہولا کے خادمو۔اتنی تگ ودو اور بھاگ دوڑ بے کار ہے۔ میں خود کو گرفتاری کے لئے پیش کرتا ہوں۔''

ان لوگوں نے میری آواز سنی۔ اسے سمجھا اور پھر ان کے گھوڑوں کی رفتار سست پڑ گئی۔ ویسے ان کی یہ کوشش دلچسپ تھی۔ میں نے بعد میں ان کی اس حرکت کا مطلب سمجھا تھا۔ دراصل وہ میرے بارے میں جانتے تو نہیں تھے لیکن اس طرح ایک عام انسان کو ذہنی طور پر مفلوج کیا جا سکتا تھا اور اس طرح اسے بغیر کسی نقصان کے گرفتار بھی کیا جا سکتا تھا۔

مجھے رسوں سے جکڑ دیا گیا۔ یہ رسے درختوں کی چھال کو بٹ کر بنائے گئے تھے اور کافی مضبوط تھے۔ میں نے حسب وعدہ کوئی تعرض نہیں کیا اور خاموشی سے خود کو ان کے حوالے کر دیا۔ شاہولا کے تنومند خادم مجھے لے کر چل پڑے۔ تو فاقہقہے لگا رہا تھا۔ میں نے کسی کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ پھر انہوں نے مجھے ایک گھوڑے پر سوار کر کے اس کی لگام سنبھالی اور اس کے بعد گھوڑے واپسی کا سفر طے کرنے لگے۔

پہاڑوں کا ایک طویل سفر کر کے بالآخر ہم ایک وادی میں پہنچ گئے۔ یہ وادی چاروں طرف سے اونچے اونچے پہاڑوں میں گھری ہوئی تھی اور انہیں پہاڑوں میں شاہولا کی حکومت تھی۔ وادی میں بے شمار چوپائے نظر آ رہے تھے۔ بلاشبہ یہ وادی عظیم تھی۔ ایک جگہ سے کھڑے ہو کر دوسری طرف کا سرا نہیں دیکھا جا سکتا تھا اور اس پورے علاقے میں وحشی بکھرے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ لکڑی کا استعمال نظر آتا تھا جو کہیں دور سے لایا جاتا تھا۔ البتہ آگ کہیں نظر نہیں آتی تھی۔

وادی کے عین درمیان ایک پہاڑی میں بنے ہوئے انتہائی کشادہ دہانے کے قریب گھوڑے رک گئے اور تمام سوار نیچے کود گئے۔ مجھے بھی سہارا دے کر نیچے اتارا گیا۔ دہانے پر بہت سے قدآور نوجوان موجود تھے۔ جو یقیناً ملکہ کے پہریدار تھے۔

ویسے اس علاقے کو دیکھ کر اسے صحیح معنوں میں پہاڑوں کی ملکہ کہا جا سکتا تھا۔ کیونکہ یہاں پہاڑوں اور غاروں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ وہ لوگ مجھے لے کر اندر داخل ہو گئے۔ ویسے راستے میں اور اب بھی انہوں نے میرے ساتھ کوئی بدسلوکی نہیں کی تھی۔ اتنا کشادہ غار شاید پہلے کسی نے نہ دیکھا ہو۔ اس کی چھت بھی بے حد بلند تھی۔ اندر سے بالکل شفاف تھی اور جگہ جگہ روشنی کے لئے سوراخ کئے گئے تھے جس سے وہاں روشنی بھی بہت تھی۔ پھر مجھے ایک اور ذیلی سوراخ میں پہنچایا گیا جس کے دہانے پر لکڑی کی بے ترتیب سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ گویا یہ قید خانہ تھا۔ قید خانے کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

''سنو۔'' میں واپس جانے والوں کو آواز دی اور ایک سیاہ فام رک گیا۔ وہ خطرناک آنکھوں والا معمر آدمی تھا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور پھر چند قدم آگے بڑھ آیا۔

''کیا بات ہے؟'' اس نے بھاری آواز میں پوچھا۔

''ملکہ شاہولا کو میری گرفتاری کی اطلاع کب ملے گی؟''

''اسے اطلاع مل گئی ہوگی۔''

''میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''تمہارے چاہنے سے کیا ہوتا ہے۔ جب وہ چاہے گی ملاقات کرے گی۔'' اس نے جواب دیا۔

''نہیں۔ اسے میرا پیغام دو۔ میں اس قید خانے میں زیادہ وقت نہیں گزارنا چاہتا اور اگر مجھے زیادہ دیر تک یہاں رکھا گیا تو میرے اندر تعاون اور دوستی کا جذبہ ختم ہو جائے گا۔''

''یہ بات میں ملکہ سے کہہ دوں؟'' اس نے پوچھا۔

''ہاں۔''

''اگر تمہاری خواہش پوری نہ ہوئی تو کیا ہوگا؟''

''میں لکڑی کا یہ دروازہ اکھاڑ کر پھینک دوں گا، باہر نکلوں گا، جو مجھے روکنے کی کوشش کرے گا اسے ہلاک کر دوں گا۔ تم لوگوں کو نقصان پہنچاؤں گا اور پھر تمہارے گھوڑے لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔''

خطرناک آنکھوں والا چند ساعت مجھے دیکھتا رہا۔ پھر کچھ کہے بغیر واپس پلٹا اور چلا گیا۔ بڑی پراسرار خاموشی تھی اس کی۔ لیکن زیادہ دیر نہیں گزری، وہ دو...... عجیب الخلقت انسانوں کے ساتھ واپس آیا۔ دیو تھے پروفیسر۔ ایسے ورزشی بدن کے ایک ایک عضو الگ الگ پھڑکتا تھا۔ ان کے بدن فولادی اور کسے ہوئے تھے۔ چمڑے کے لباس اور گھٹے ہوئے سروں کے ساتھ وہ بہت شاندار نظر آ رہے تھے۔

انہیں غار کے آگے تعینات کر دیا گیا۔ اس نے انہیں کچھ ہدایات دی تھیں اور پھر وہ واپس لوٹ گیا۔

دونوں دیو قامت انسان کینہ توز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہے تھے اور آپس میں کچھ باتیں بھی کرتے جا رہے تھے۔ بہر حال ابھی میں کوئی ہنگامہ نہیں کرنا چاہتا تھا ورنہ ان لوگوں کو مشتعل کر کے ہنگامہ کرنا کون سا مشکل کام تھا اس لئے میں انتظار کرتا رہا اور کافی وقت گزر گیا۔ لیکن اس سے قبل کہ میں اس بے اعتنائی پر مشتعل ہوتا۔ وہی شخص چند لوگوں کے ساتھ قید خانے کے دروازے پر پہنچ گیا جس نے مجھے یہاں بند کیا تھا۔ اس کے اشارے پر دروازہ کھول دیا گیا اور پھر بہت سے لوگوں نے میری رسیاں پکڑ لیں۔ ویسے اس انداز میں بھی کوئی جارحیت نہیں تھی۔

''سنو'' میں نے پھر اسے مخاطب کیا اور وہ میری طرف دیکھنے لگا۔ ''کیا تم مجھے ملکہ شاہولا کے سامنے لے جا رہے ہو؟''

''ہاں۔'' اس نے جواب دیا اور پھر بولا۔ ''لیکن اس کے سامنے سرکشی سے بات نہ کرنا۔ وہ بڑی قوت والی ہے۔ تمہاری موت اور نزدیک آ جائے گی۔''

''کیا وہ بوڑھی ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''بے کار باتوں سے پرہیز کرو۔'' وہ کسی قدر غصیلے انداز میں بولا۔

''گویا وہ بوڑھی نہیں ہے۔ چلو ٹھیک ہے دیکھ لیں گے۔'' میں نے کہا اور ان لوگوں کے ساتھ چلتا رہا۔ وہ مجھے لے کر غار کے ایک انتہائی گوشے میں بنے ہوئے دوسرے سوراخ کی طرف لے گئے جس سے روشنی چھن رہی تھی۔

آگ۔ میں نے سوچا لیکن یہ روشنی آگ کی نہیں ہوسکتی۔ بہرحال میں اندر داخل ہوگیا اور اندر کا منظر درحقیقت سحر انگیز تھا۔ طویل ترین غار صاف اور چمکدار...... دیواروں میں انتہائی چمکدار پتھر جگہ جگہ لگے ہوئے تھے۔ اتنے بڑے بڑے ہیرے پروفیسر کہ شاید آج کی دنیا ان کے بارے میں سوچ بھی نہ سکے، اس طرح جگمگا رہے تھے جیسے مشعلیں جل رہی ہوں۔ مختلف رنگ ان سے منعکس ہو رہے تھے اور انہی رنگوں نے غار کے ماحول کو طلسمی بنا دیا تھا۔

پتھر کے ایک چبوترے پر ملکہ فروکش تھی۔ لیکن اسے دیکھ کر میں ششدر رہ گیا تھا۔ نہ جانے اس سیاہی میں یہ سفیدی کہاں سے آ گئی تھی۔ ہاں وہ سرخ و سفید تھی، حسین نقوش کی مالک ایک حسین عورت جس کے بدن پر سیاہ چیتے کی کھال کا لباس تھا۔ گردن میں ایک زندہ سانپ لٹک رہا تھا اور اس کی آنکھیں بھی سانپ کی آنکھوں کی مانند روشن اور چمکدار تھیں۔ بلاشبہ جہاں اش اور گوا جیسی سیاہ فام لڑکیاں موجود ہوں اور عورت کا تصور ہی ان تک محدود رہ جائے وہاں ملکہ شاہولا کو حسین ترین کہا جاسکتا ہے۔ میں دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

ملکہ شاہولا بھی میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں بے پناہ قوت تھی۔ لیکن اس کا مقابل کیا تھا، وہ نہیں جانتی تھی۔ ممکن ہے ان آنکھوں سے وہ وحشیوں کو مسحور کر لیتی ہو لیکن صدیوں کے پکے ہوئے اس انسان کو وہ کیا مسحور کر سکتی تھی۔

پھر اس کی دلکش آواز ابھری۔ ''گہری پانی کے دوسری جانب سے آنے والے تیرا نام کیا ہے؟''

پروفیسر۔ اس کی آواز پاٹ دار تھی اور اس آواز میں سحر تھا۔ یقیناً یہ عورت ان مخصوص عورتوں میں شمار کی جاسکتی تھی جنہیں میں نے پسند کیا تھا۔

''تیری قلمرو میں مجھے سوبو کے نام سے پکارا گیا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''اور تیری اپنی بستی میں تو کون تھا؟''

''میری اپنی بستی کا کوئی وجود نہیں ہے۔''

''کہاں سے آیا ہے تو؟''

''گہرے پانی کے دوسری جانب سے۔''

''وہاں کیا ہے؟''

''زمین۔''

''اور کیا اس زمین پر انسان نہیں بستے؟''

''نہیں وہ زمین خالی ہے۔''

''تب تو کیا زمین سے اگا ہے۔ پودوں کی مانند؟''

''یہی سمجھ لو۔'' میں نے بیباکی سے کہا۔

''گویا تو اپنی ذات کو چھپانا چاہتا ہے؟'' اس نے کہا۔ اس کی آواز میں نہ تو نرمی تھی، نہ مزاح، نہ ہی کسی رحم کا جذبہ اور نہ کوئی لگاوٹ۔ ہاں

اس میں ترشی ضرور تھی۔

''یہ بات بھی نہیں ہے ملکہ شاہولا۔''

''نہ ہی تو ہمارے حضور جھکا۔ گویا تو سرکش ہے لیکن ہم تجھے بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ بڑے بڑے وحشی انسان ہمارے سامنے سرخم کر دیتے ہیں۔''

''کیا تیرے جلال سے یا تیرے دبدبے سے؟ یقین کر ملکہ تیرے دبدبے یا جلال کا میرے اوپر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ ہاں تو حسین ہے اور میں حسن کا پجاری۔ میں تیرے حسن کے حضور میں سرخم کر سکتا ہوں لیکن یہ یقین ہو جانے کے بعد کہ تیری آغوش میرے لئے وا ہو جائے گی۔''

اور میرے ان الفاظ پر وہ شعلہ جوالا بن گئی۔ اس کا چہرہ انگارے کے مانند دہک اٹھا۔ تب اس نے سرد اور خونخوار آواز میں کہا۔ ''اور یہ بھی سن۔ ہم نے گستاخوں کو اتنی اذیت ناک موت دی ہے کہ ان کی روحیں آج بھی پہاڑوں میں چیختی پھرتی ہیں اور ان کے لئے رونے والے آج تک روتے ہیں۔''

''یہ بھی اچھا ہے کہ میرے لئے رونے والا کوئی نہیں ہے اس لئے میری یہ گستاخی جاری رہے گی۔''

''ہم سروں کو جھکانا جانتے ہیں۔ ہم زبانوں کو سچ بولنے پر آمادہ کر سکتے ہیں۔ جانتا ہے کیسے؟'' اس نے غضبناک لہجے میں کہا۔

''جاننا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''تو ہماری آنکھوں میں دیکھ۔ ہمارے اور نزدیک آجا۔'' اس نے کہا اور میں چند قدم آگے بڑھ آیا۔ قریب سے وہ کچھ اور حسین نظر آ رہی تھی۔ میں اس کی سیاہ حسین آنکھوں میں دیکھنے لگا اور پروفیسر اس کی آنکھوں سے چنگاریوں کی پھواریں نکلنے لگیں۔ ماحول ایک دم خنک ہو گیا تھا۔ یہ عجیب وغریب نظری قوت تھی۔ میں نے اسے دلچسپی سے دیکھا محسوس کیا۔ تب اس کی آواز سانپ کی طرح پھنکاری۔

''کیا نام ہے تیرا؟''

''سوبو۔''

''گہرے پانی کے دوسری جانب سے آیا ہے؟''

''ہاں۔''

''اصل نام کیا ہے؟''

''سوبو ہی ہے۔''

''تیری بستی کا نام کیا ہے؟''

''میری کوئی بستی ہی نہیں ہے۔''

''تو نے سنگھانا کو قتل کیا ہے؟''

''ہاں۔''

''کیوں۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ وہ سیاہ دیوتا ہے اور اس کی ہلاکت تباہی لاتی ہے؟''

''مجھے نہیں معلوم تھا۔'' میں نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ خوبصورت بے وقوف یہ سمجھ رہی تھی کہ میں اس کی آنکھوں کے سحر میں مبتلا ہو گیا ہوں اور اسی لئے اس کے سوالات کے جواب دے رہا تھا۔

''لیکن تجھے اس کی سزا بھگتنا ہو گی۔''

''میں تیار ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو نے سنگھانا کو ہلاک کرنے کے لئے کون سی طاقت استعمال کی تھی؟''

''میرے بازو میں بے پناہ قوت ہے۔''

''اوہ۔ ہم تیری طاقت کے طلسم کو چور چور کر دیں گے اور آگے آ۔ تو ہمارے سامنے نہیں جھکا۔ لے ہمارے پیروں کے تلوے چاٹ۔'' اس نے کہا اور میں سحر زدہ سا آگے بڑھ گیا میری آنکھیں اس کی آنکھوں میں پیوست تھیں اور اس کے ہونٹوں پر کامرانی کی مسکراہٹ تھی۔

تب میں اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا۔ اس نے اپنے دودھ کی مانند گورے پاؤں آگے کر دیئے اور سب نے ایک نگاہ ان پیروں کو دیکھا۔ پھر میں جھکا اور دوسرے لمحے میں نے اسے گرفت میں لے لیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ میں ایسی کوئی حرکت کروں گا۔ اس لئے وہ تیار نہ تھی۔

پھر وہ خود کو میری گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔ اس نے اپنے لمبے لمبے ناخنوں سے مجھے زخمی کرنے کی کوشش کی لیکن اس کی کوئی بھی کوشش اسے میرے طویل بوسے سے نہ بچا سکی۔

پھر میں بڑے احترام سے پیچھے ہٹ گیا۔ غصے سے اس کی بری حالت تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تیرے پیروں کی بہ نسبت مجھے تیرے ہونٹ پسند تھے سو میں نے انہیں چوم لیا۔ باقی رہی میری ذات پر تیری فتح کی بات تو میں ناقابل شکست ہوں ..... روئے زمین پر مجھ پر فتح پانے والے موجود نہیں ہیں۔ ہاں تیرا حسن مجھے متاثر کرتا ہے اور اگر تو میرا تعاون چاہتی ہے تو مجھے اپنی محبت کے جال میں گرفتار کر۔''

''سا..... لاؤ..... سالاؤ.....'' ملکہ وحشیانہ انداز میں چیخی اور دو توانا آدمی دوڑتے ہوئے اندر آ گئے۔

''لے جاؤ لے جاؤ اسے۔'' وہ حلق پھاڑ کر چیخی اور دونوں پہلوان سیاہ فام مجھ پر پل پڑے۔ انہوں نے میری رسیاں پکڑیں جو میرے بدن پر لپٹی ہوئی تھیں۔ میں نے بدن میں سانس بھری اور اسے پھلانے لگا۔ چند ہی ساعت کے بعد رسیاں زوردار آواز کے ساتھ ٹوٹ گئیں۔

اور دونوں سیاہ فام ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے۔ بلکہ ملکہ بھی چند ساعت کے لئے حیران رہ گئی تھی۔ لیکن اس کے غصے نے اسے زیادہ نہ سوچنے دیا اور اس نے وحشیوں کو حکم دیا کہ مجھے ہر قیمت پر گرفتار کر لیں۔ چنانچہ غراتے ہوئے وہ مجھ پر لپکے۔ لیکن میرے ایک گھونسے نے ان

میں سے ایک کو زمین پر لٹا دیا اور...... دوسرے کو میں نے بازوؤں میں دبوچ لیا۔ پھر میں اسے گھمانے لگا اور پھر ایک دم چھوڑ دیا۔ وہ بری طرح ایک دیوار سے ٹکرایا تھا اور پھر میں لپک کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ ملکہ نے اپنی جگہ سے چھلانگ لگانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن میں نے اسے پکڑ لیا...... اس دوران وہ شدید جدوجہد کر رہی تھی۔

پھر میں نے اسے چھوڑتے ہوئے کہا۔ ''اب تو اپنے چوہوں کو بلالے میں خود کو ان کے حوالے کر دوں گا۔''

لیکن چوہے خود بھی کافی مستعد تھے اور وہ خود ہی اندر گھس آئے تھے اور ان کی تعداد بھی کافی تھی۔ ملکہ میری طرح غرا رہی تھی۔

بہر حال اب میں نے جدوجہد نہیں کی اور خود کو گرفتار کرا دیا۔ میری وہی حس بیدار ہو گئی تھی جو شانہ کو قابو کرنے کے سلسلہ میں جاگی تھی میں اسے بھی زچ کرنا چاہتا تھا۔ ملکہ نے میرے بارے میں ہدایات جاری کیں اور مجھے گرفتار کرنے والے اسی قید خانے میں لے گئے۔ اس بار میرے اوپر پہرہ سخت کر دیا گیا تھا اور وحشی آپس میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ وہ مجھے کینہ توز نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ دونوں لمبے آدمی بھی آ گئے جنہیں پہلے میرے اوپر تعینات کیا گیا تھا۔ وحشیوں میں غیظ و غضب بڑھتا جا رہا تھا اور ان کی آوازیں خونخوار ہوتی جا رہی تھیں۔ وہ خونخوار انداز میں مجھے گھور رہے تھے۔

لیکن میں سکون سے ایک جگہ بیٹھ گیا تھا اور ملکہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ان سارے سیاہ فاموں کے درمیان وہ کہاں سے آ گئی۔ وہ اس خطے کی تو نہیں معلوم ہوتی تھی۔ وقت گزرتا رہا۔ اب وحشیوں کا ہجوم کم ہو گیا تھا اور پھر صرف ان لمبے آدمیوں اور چند دوسرے وحشیوں کے سوا وہاں کوئی نہ رہا۔ میں سکون سے لیٹ گیا تھا۔ مجھے ابھی تک یہاں کچھ کھانے کو نہیں دیا گیا تھا۔

رات کے نہ جانے کون سے حصے میں مجھ پر غنودگی طاری ہو گئی اور پھر پوری طرح روشنی بھی نہیں ہوئی تھی کہ شور و غل شروع ہو گیا شاید وحشی صبح جلد جاگ جاتے تھے۔ میرے قید خانے کے سامنے اب پھر ہجوم ہو گیا تھا۔ اس ہجوم میں وہ دونوں لمبے آدمی موجود تھے۔ ہجوم طرح طرح کی باتیں کر رہا تھا۔ میں لکڑی کے کٹہرے کے نزدیک آ کھڑا ہوا۔ اور میرے اس طرح آنے سے وہ اچانک خاموش ہو گئے۔

''ادھر آؤ۔'' میں نے اس میں سے ایک کو اشارہ کیا۔ لیکن اس نے میری بات نہ مانی اور دور کھڑا مجھے گھورتا رہا۔

''کیوں شور مچا رہے ہو تم لوگ؟'' میں نے ڈپٹ کر پوچھا۔

''ابھی۔ تھوڑی دیر میں تمہاری زبان ہمیشہ کے لئے خاموش ہو جائے گی۔'' اس شخص نے مجھے گھونسہ دکھاتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ کیا واقعی؟'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''دیکھ لوگے۔ صرف تھوڑی دیر باقی ہے۔ سورج کی پہلی کرن تمہاری موت کا پیغام لے کر آئے گی۔''

''چلو ٹھیک ہے۔ لیکن کیا یہ تمہاری ملکہ کا حکم ہے؟''

''اور کس کی مجال ہے کہ کسی کی موت کا حکم دے سکے۔''

''تب ٹھیک ہے لیکن وہ میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کر رہی ہے؟''

''اس لئے کہ تم سنگھانا کے قاتل ہو اور اس کے علاوہ نافرمان اور گستاخ بھی۔''

''لیکن نافرمان کیوں؟''

''تم نے ملکہ کی قدم بوسی نہیں کی۔ گویا اس کی بادشاہت سے انکار کیا۔''

''آہ۔ میں نے اس کے شیریں لبوں کا بوسہ ضرور لیا تھا اور کیا خوب تھا یہ بوسہ۔ بہرحال دوستو اب تھوڑی دیر کے بعد میں تو مارا ہی جاؤں گا اور میرا گوشت تم لوگ آپس میں تقسیم کر لو گے۔ کیا خوب لذیذ ہوگا میرا گوشت۔ لیکن کیا پہلے تم میری ایک آرزو پوری نہیں کر سکتے؟''

''ہم ملکہ کے نافرمان سے بات کرنا بھی نہیں چاہتے۔'' اس نے جواب دیا۔

''اس نافرمانی کی تو مجھے سزا مل جائے گی۔''

''ٹھیک ہے ایک مرنے والے سے گفتگو کرنے میں کوئی نقصان نہیں ہے۔'' وحشیوں ہی میں سے ایک شخص نے کہا اور آگے بڑھ آیا۔

''کہو۔ کیا چاہتے ہو؟''

''تھوڑی سی گفتگو کرنے کا خواہشمند ہوں۔''

''کرو۔'' بوڑھے شخص نے نرمی سے کہا۔

''تمہاری ملکہ شاہولا۔ تم میں سے تو نہیں ہے۔''

''وہ جو کچھ بھی ہے۔ ہماری ملکہ ہے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے۔ میں ویسے ہی پوچھ رہا ہوں۔''

''ہاں۔ وہ ہم سے نہیں ہے۔ پہلی ملکہ ہم سے تھی۔ لیکن پھر پانی کے دوسری طرف سے کچھ لوگ آئے انہی میں ہماری ملکہ شاہولا بھی تھی۔ ہماری پہلی ملکہ نے اس کو لے لیا اور اس کی پرورش کی اور اب وہ ہماری ملکہ ہے اور ہم اس کے غلام۔''

''خوب۔ اس وقت وہ کتنی بڑی تھی۔''

''بہت چھوٹی۔ اتنی چھوٹی۔'' اس نے ہاتھ سے بتایا۔

''اوہ۔ تب ٹھیک ہے کیا وہ گوشت کھاتی ہے۔ میرا مطلب ہے انسانی گوشت؟''

''کیوں نہیں۔''

''واہ۔ آدمخور حسینہ لیکن خوب ہے۔ بہرحال اس سے بھی نمٹ لیا جائے گا۔'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''اور کچھ پوچھنا چاہتے ہو؟''

''نہیں بس باقی کسی چیز کی مجھے پرواہ نہیں ہے۔ ہاں اب اگر تم چاہو تو تمہاری معلومات کے لئے کچھ کہہ دوں۔ کام آئے گا۔'' میں نے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''کیا ملکہ نے مجھے ہلاک کرنے کا حکم دیا ہے؟''

''ہاں۔ کیونکہ تم سنگھانا کے قاتل اور گستاخ ہو۔ سنگھانا کے قاتل کو ہلاک کر کے ہم اس تباہی کو ٹالنا چاہتے ہیں جو ہماری بستیوں پر آئے گی۔''

''لیکن تمہاری ملکہ مجھے قتل نہیں کر سکے گی۔''

''کیوں؟''

''بس میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔ اس کی کوششیں اسی کے لئے نقصان دہ ہوں گی۔''

''یہ تمہاری خوش فہمی ہے۔'' اس شخص نے کہا۔

''تمہارا نام کیا ہے۔''

''کالان۔'' اس نے جواب دیا۔

''مجھے قتل کرنے والوں میں تم مت شریک ہونا کالان۔ تم چاہو تو میں...... تمہیں دوست بنا سکتا ہوں۔ دوسری صورت میں تم بھی میرے ہاتھوں سے مرنے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔''

''اوہ۔ تمہیں خود پر غرور ہے۔ لیکن بہت جلد تمہارا یہ غرور ٹوٹ جائے گا۔ کس کی مجال ہے کہ شاہولا کے عتاب کا شکار ہونے کے بعد زندگی بچا سکے۔''

''خیر میں نے دوستی کے جواب میں تمہیں یہ پیشکش کی ہے۔ باقی خود تمہاری مرضی۔'' میں نے جواب دیا اور خاموش ہو گیا۔

اس وقت اجالا پوری طرح پھوٹا بھی نہیں تھا جب بہت سے لوگ دندناتے ہوئے یہاں گھس آئے اور پھر قید خانے کا دروازہ کھول کر مجھے نکال لیا گیا۔ اگر میں چاہتا تو کھیل یہیں سے شروع کر سکتا تھا لیکن...... جلدی بھی کیا تھی۔ اس لئے میں نے ان لوگوں سے تعاون کیا اور ان کے ساتھ چل پڑا۔

جس جگہ مجھے لے جایا گیا وہ زیادہ دور نہیں تھی۔ ایک پہاڑ کا اندرونی حصہ تھا لیکن یہ پہاڑ ایک گول پیالے کی مانند تھا۔ چاروں طرف دیواریں...... درمیان میں سپاٹ جگہ جس میں سوراخ تھے۔ دیواروں پر بے شمار لوگ لدے ہوئے تھے۔ غالباً یہ تماشبین تھے۔

مجھے اس درمیانی جگہ چھوڑ دیا گیا۔ پھر مجھے لانے والے ایک سوراخ سے باہر نکل گئے۔ تبھی مجھے شیر کی دہاڑ سنائی دی اور میری نگاہیں ایک سوراخ کی طرف اٹھ گئیں۔ سوراخ پر کپڑا چڑھا ہوا تھا اور اس کے پیچھے دو قد آور شیر نظر آ رہے تھے......

''وہی پرانے کھیل۔'' میں نے ایک گہری سانس لے کر سوچا۔ لیکن کیا ملکہ ان کھیلوں کو دیکھنے نہیں آئے گی۔

سورج ابھی نہیں نکلا تھا۔ میں اوپر دیکھنے لگا۔ پھر میں نے وحشیوں کی بھنبھناہٹیں سنیں اور میری نظر ایک چٹان کی طرف اٹھ گئی۔ میرا اندازہ درست تھا۔ ملکہ ہی آئی تھی۔ حالانکہ رات کی سیاہی ختم ہو گئی تھی اور اب چہرے صاف نظر آ رہے تھے لیکن سیاہ رواب بھی تاریکی پھیلائے ہوئے تھے اور ان تاریک چہروں کے درمیان ملکہ بے حد حسین نظر آ رہی تھی۔

میں نے اسے دیکھا۔ اتفاق سے اس کی نگاہیں میری طرف ہی تھیں۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور ملکہ کے چہرے پر غرور و نخوت کی لکیریں پھر وہ بیٹھ گئی اور میں نے چیخ کر اسے مخاطب کیا۔

''ملکہ شاہولا۔ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟''

چند ساعت خاموشی رہی۔ پھر اوپر سے کسی نے کہا۔ ''اس لئے کہ تو ملکہ کا نافرمان اور سنگھانا کا قاتل ہے۔''

''میں نے یہ سوال ملکہ سے کیا تھا۔''

''میں ملکہ کے حکم پر تجھے جواب دے رہا ہوں۔''

''پھر اب میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟''

''ملکہ کی نافرمانی کی سزا ملے گی تجھے۔ تجھے ہلاک کیا جائے گا اور اس کے بعد تیرا گوشت ان بھوکے شیروں کو کھلا دیا جائے گا۔'' اوپر سے جواب ملا۔

''تب ملکہ کے پیغامبر۔ ملکہ کو میرا پیغام بھی دے دو میں پانی کے دوسری جانب کا اجنبی۔ تمہاری ملکہ سے کہتا ہوں کہ میری دشمنی مول نہ لے ورنہ..... اسے سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔ وہ مجھے صرف محبت کی نگاہ سے زیر کر سکتی ہے۔ دوسرا کوئی طریقہ نہیں کہ وہ مجھے ہلاک کر سکے۔''

''او گستاخ۔ او بدزبان۔ تو مر رہا ہے۔ اگر موت سے بدتر کوئی سزا ہوتی تو تجھے ملکہ کے ساتھ گستاخی پر دی جاسکتی تھی۔ لیکن تجھے پتہ چل جائے گا۔'' اور اس شخص کی بات ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ کسی بلندی سے وہی دونوں دیوقامت کود پڑے جو میرے نگران بنائے گئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں چمکدار لکڑی کے بھالے تھے وہ..... عجیب وحشیانہ انداز میں اچھلنے لگے۔

تب میں نے سمجھا کہ ملکہ مصالحت کی زبان نہیں سمجھتی۔ اس سے طاقت کی زبان میں بات کرنا مناسب ہے۔ یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں تیار ہو گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے ایک اور فیصلہ بھی کیا تھا کہ لمبا کھیل نہیں کھیلوں گا۔ بلکہ جلد از جلد ملکہ کا حوصلہ پست کر دوں گا۔

وہ دونوں وحشیانہ انداز میں نیزے ہلا رہے تھے اچھل کود کر رہے تھے۔ شاید انہیں سورج کی پہلی کرن کا انتظار تھا اور پھر جونہی سورج کی پہلی کرن نمودار ہوئی اور پھر کہیں لکڑی کے نے بجائے جانے لگے۔ اس کے ساتھ ہی دونوں خونخوار آدمی وحشی درندوں کی طرح میری طرف لپکے ان کے لمبے نیزے میرے بدن میں پیوست ہونے کے لئے آگے بڑھے اور میں نے انتہائی مہارت سے انہیں جھکائی دے کر ان کے نیزوں پر ہاتھ ڈال دیئے۔ اور پھر میں نے ان نیزوں کو خوفناک جھٹکے دیئے اور دونوں نیزے ان لوگوں کے ہاتھوں سے نکال لئے۔ پھر میں نے دونوں نیزوں کو پلٹا اور انہیں سیدھا کر کے ان دونوں کے سینوں میں بھونک دیا۔ نیزے پوری قوت سے ان کے سینوں میں داخل ہوئے اور دوسری طرف نکل گئے۔

یہ سب کچھ اتنی پھرتی سے ہوا تھا کہ خود مرنے والے بھی حیران رہ گئے تھے۔ وحشیوں کے حلق سے تیز آوازیں نکلیں اور وہ ساکت ہو گئے۔ بالکل خاموشی چھا گئی تھی۔

''ملکہ شاہولا۔ اب میرے اوپر خون سوار ہو گیا ہے۔ جلدی دوسری کوشش کرو ورنہ میں ان لوگوں پر پل پڑوں گا۔'' میں نے چیخ کر کہا۔

اس بار تقریباً پندرہ خطرناک سیاہ فام آدمی مختلف سمتوں سے کودے ان کے ہاتھوں میں بھی ویسے ہی نیزے تھے اور انہوں نے آتے ہی میرے اوپر تابڑ توڑ حملے کر دیئے۔ اس بار سب کو نہیں سنبھال سکا تھا لیکن ایک ایک دو دو کر کے بالآخر میں نے ان کا صفایا کر دیا۔ ان کے نیزے میرے بدن پر پڑے تھے لیکن ظاہر ہے مجھے کوئی نقصان نہ پہنچ سکا۔

اور اب سترہ لاشیں میرے سامنے پڑی تھیں اوپر ہنگامہ ہو گیا تھا..... لوگ اب ملکہ کو بھول کر چیخ رہے تھے۔ وہ خوفزدہ تھے۔

''ملکہ شاہولا۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔ جلدی بھیجو۔'' میں نے کہا اور اس بار شیروں کا کٹہرہ کھل گیا تھا۔ میں واقعی جوش میں آ گیا تھا۔ چنانچہ جونہی کٹہرہ کھلا میں خود اس کی طرف دوڑ گیا اور پھر ایک لمبے شیر نے میرے اوپر چھلانگ لگائی۔ اس کی چھلانگ سے بچنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ البتہ میں جھک گیا اور پھر میں نے شیر کو زمین پر پہنچنے سے قبل ہی دبوچ لیا۔ میں نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑیں اور ان پر اپنے بدن کی قوت صرف کی۔

شیر کی خوفناک دہاڑیں گونجنے لگیں اور میں نے اسے درمیان سے چیر دیا۔ جس حد تک میرے ہاتھوں کی لمبائی تھی۔ اس حد تک میں نے اسے چیر کر پھینک دیا۔ شیر کا بدن کانپ رہا تھا اور خون کے چھینٹے دور تک پھیل رہے تھے۔

وحشیوں کی زبانیں گنگ تھیں۔ سب کے حواس جواب دے گئے تھے۔ میں ان پر مزید دباؤ ڈالنے کے لئے خود شیر کے کٹہرے میں گھس گیا۔ جہاں شیرنی موجود تھی۔ میں نے شیرنی کو بھی اپنے نر کی جدائی سے نجات دلا دی اور اس میں مجھے کوئی دقت نہیں پیش آئی تھی۔

کٹہرے میں سخت بدبو تھی۔ لیکن میں وہیں رک کر اس کا جائزہ لینے لگا۔ میرا اندازہ درست نکلا۔ وہاں دوسرا دروازہ ہونا چاہیے تھا۔ سو تھا۔ لکڑی کا ویسا ہی کٹہرہ اور بھی لگا ہوا تھا جو بند تھا سو میں نے اسے اکھاڑ پھینکا اور ایک لمبی سرنگ میں داخل ہو گیا جو میرے اندازے کے مطابق باہر جاتی تھی۔ سرنگ بہت طویل نہیں تھی۔ میں اس میں آگے بڑھتا گیا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں پہاڑ کی دوسری جانب تھا۔ کھلی ہوا میں آ کر میں نے گہری سانسیں لیں اور کوئی دلچسپ ترکیب سوچنے لگا۔ جو کچھ میں کر چکا تھا اس کے بعد وحشیوں کے حوصلے پست ہو گئے ہوں گے۔ اس وقت.....

چنانچہ میں پہاڑی کی بلندی طے کرنے لگا جس کے اندر وہ جگہ بنی ہوئی تھی۔ اب سورج پوری طرح نکل آیا تھا اور جس وقت میں اوپر پہنچا تو..... چمکدار دن نمودار ہو چکا تھا۔ بستی کے وحشی جھانک جھانک کر نیچے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

سو میں نے زوردار آواز میں کہا۔ ''اور میں نے وہی کیا جو کہا تھا اور اب تیرا کیا ارادہ ہے شاہولا کہ تو اور بستی کے لوگ میری دشمنی خرید چکے ہیں اور اب میں کیا کر سکتا ہوں سوائے اس کے کہ تم لوگوں کا قتل عام کروں۔''

اور کیا آواز تھی میری پروفیسر کہ لوگوں کے دل دہل گئے۔ بھول گئے اس وقت وہ اطاعت ملکہ کی کہ اپنی جان کی فکر آ پڑی تھی اور بھاگے اس طرح سر پر پاؤں رکھ کر کہ بے شمار حادثے ہوئے۔ یوں میں نے ہاتھ بھی نہ ہلایا اور پہاڑی خالی ہو گئی لیکن ملکہ بھی چالاک تھی۔ بگڑی ہوئی صورت حال کے ساتھ اس نے بھی رکنا مناسب نہیں سمجھا اور پھر کوئی نہ تھا وہاں سوائے ان لاشوں کے جن میں دو شیروں کی نعشیں بھی شامل تھیں۔

تب میں نے ان واقعات کے بارے میں سوچا اور اب کیا کرنا چاہیے مجھے۔ ملکہ کے حواس درست ہوئے ہوں گے یا نہیں۔ لیکن اس

کا فیصلہ تو اس کی قربت نصیب ہونے پر ہی ہو سکتا ہے۔ میں نے سوچا اور پھر اپنے آئندہ قدم کے بارے میں سوچنے لگا کیا میں اس سرزمین کو چھوڑ دوں؟ لیکن وہ خوبصورت عورت اچھی تھی اور مجھے پسند تھی۔

تو پروفیسر۔ میں پہاڑی سے اتر آیا اور بستی کے علاوہ میں کہاں جا سکتا تھا لیکن عالم یہ تھا کہ جب بستی کے لوگوں نے مجھے دیکھا تو چیختے ہوئے بھاگ نکلے۔ بڑے جری۔ بڑے بہادر لوگ فرار ہو رہے تھے میرے سامنے سے لیکن وہی شخص نہ بھاگا جس نے مجھ سے گفتگو کی تھی اور تنہا...... وہ میرے سامنے کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ میں اس کے قریب پہنچ گیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر اس کے چہرے کا اڑا ہوا رنگ واپس آیا اور وہ ایک قدم آگے بڑھ آیا۔

''اے عظیم طاقت۔ بدلے ہوئے حالات اور پیش آنے والے واقعات کے تحت یہ تسلیم نہ کرنا حماقت کے سوا کچھ نہیں کہ تو نے وہی کیا جو تو نے کہا تھا۔ لیکن نادانوں کو پہچان نہیں ہوئی اور اب تجھ سے یہی کہا جا سکتا ہے کہ ہمیں معاف کر دے۔''

''ملکہ کہاں ہے؟''

''وہ پوشیدہ ہے اور سامنے آنے کی جرأت نہیں پاتی۔''

''لیکن میں نے اس سے کہا تھا۔''

''بڑے بڑے دانشمند تسلیم نہیں کرتے۔ اس نے بھی نہیں کیا۔''

''تو کیا اب وہ سزا کی مستوجب نہیں ہے؟''

''وہ معافی کی طلبگار ہے۔''

''اسے میرے سامنے پیش کیا جائے ورنہ بستی کے لوگ میرے قہر سے نہ بچ سکیں گے۔'' میں نے کہا۔ وہ شخص سوچنے لگا۔

پھر بولا۔ ''لیکن اس وقت تک کی مہلت دے جب تک میں ملکہ سے گفتگو نہ کرلوں۔ کیا تو مجھے اور میری بستی والوں کے ساتھ یہ رعایت کرے گا؟''

''کب تک جواب دو گے؟'' میں نے پوچھا۔

''بہت جلد۔ یقیناً بہت جلد۔'' اس نے کہا۔

''میں انتظار کروں گا۔ انہی پہاڑیوں پر جہاں تم نے میری قتل گاہ بنائی تھی۔ لیکن طویل وقت نہیں ورنہ پھر میں تمہاری بستی کا رخ کروں گا۔'' میں نے کہا اور اس شخص نے گردن ہلا دی۔ پھر اس نے نہایت عاجزی سے کہا۔

''ایک رعایت اور چاہتا ہوں عظیم سوبو۔''

''ہاں کہہ۔ ان لوگوں میں تو اچھا انسان تھا جو قید خانے میں میرے نگران تھے اور کیا میں نے نہ کہا تھا تجھ سے تو ان لوگوں سے الگ رہنا جو مجھے نقصان پہنچانے کے لئے متعین کئے جائیں۔''

''کہا تھا۔'' اس نے گردن جھکا کر جواب دیا۔

''خیر۔ دوسری رعایت کیا چاہتا ہے؟''

''مجھے اور میرے ساتھ چند لوگوں کو وہ لاشیں اٹھا کر لانے کی اجازت دے جو پہاڑی کے درمیان پڑی ہوئی ہیں۔ بے شک تو ان میں سے ہر وہ لاش رکھ لے جو تجھے پسند ہو اور جسے تو کھانا چاہے۔ باقی لوگوں کو ہمارے حوالے کر دے۔''

''اوہ۔ تم لوگ انہیں کھاؤ گے؟''

''ہاں۔ یہ ہماری مذہبی رسم ہے۔''

''دوست دشمن سب کو تم اسی طرح کھا جاتے ہو؟''

''ہاں۔ دشمن کے لئے اس سے بدترین بات کیا ہو سکتی ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں چبا جائیں اور دوست؟ ہم ان کو اپنی خوراک بنا کر ان کی وفاؤں کا احترام کرتے ہیں اور انہیں ہمیشہ کے لئے خود میں محفوظ کر لیتے ہیں۔''

مجھے ہنسی آ گئی۔ کیا نرالی منطق تھی۔ ایک ہی عمل دوستوں کے لئے محبت کا اور دشمنوں سے نفرت کا تھا۔''

''تو کیا حکم ہے عظیم سوبو۔''

''ٹھیک ہے۔ تم لاشوں کو اٹھوا لو اور چونکہ ان میں کوئی میرا دوست ہے۔ جس کو میں خود محفوظ رکھنا چاہوں نہ کوئی دشمن کہ میں اس کی ہڈیاں چباؤں۔ اس لئے تم ان میں سے کسی کو میرے لئے مت چھوڑنا اور تمام لاشیں اٹھوا لینا۔''

''لیکن سوبو۔ تیری غذا؟''

''تم اس کی پرواہ مت کرو۔ میں اپنی کوشش سے زندہ ہوں اور زندہ رہنا چاہتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''جو تیرا حکم۔'' اس نے گردن جھکا کر کہا اور پھر بولا۔ ''لیکن اگر تو پہاڑوں میں موجود ہو گا تو کوئی یہاں نہ آئے گا اور اس لئے صرف اس وقت تک جب تک۔''

''ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ میں پہاڑوں میں موجود نہ رہوں گا۔ بس اب تو جا۔'' میں نے کہا اور وہ واپس مڑ گیا۔ میں دور تک اسے جاتے دیکھتا رہا تھا اور پھر میں نے ایک گہری سانس لی۔ طاقت کا حکم ابتداء سے مانا جاتا ہے۔ بہر حال اب میں کیا کروں۔ اور اس لئے یہی فیصلہ کیا کہ جنگل سے اپنے لئے شکار کروں۔ تھوڑی سی اس علاقے کی بھی سیر کروں اور پھر میں پہاڑوں کی اس سمت نکل گیا جہاں آبادی نہیں تھی۔ ☆

یہ علاقہ بھی بے مثال تھا۔ سب کچھ تھا یہاں پہاڑوں کے دوسری جانب سرسبز جنگل اور ایک بہت بڑی جھیل نظر آ رہی تھی۔ جھیل پر بے شمار پرندے بھی تھے اور میں دلچسپی سے اس طرف بڑھ گیا۔

پتھر کے نشانوں سے پرندوں کا شکار ایک دلچسپ مشغلہ تھا۔ میں نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ آج پرندے کا شکار کروں گا۔

اور پھر تھوڑی دیر کے بعد میں نے پرندوں کا ایک ڈھیر لگا لیا اور خشک لکڑیاں جمع کر کے انہیں بھوننے لگا۔

لذیذ پرندے تیار ہو گئے تو میں جھیل کے کنارے آ بیٹھا اور پھر ان سے شغل کرنے لگا میں نے پرندے کھاتے ہوئے ملکہ کے بارے میں سوچا۔ اب اس عورت کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے۔ ظاہر ہے۔ وہ شکست خوردہ ہے اور مجھ سے خوفزدہ بھی۔

لیکن پروفیسر۔ عورت کو صرف ذہنی طور پر شکست دو، جسمانی طور پر اسے زیر کرو گے تو خود کو بہادر کہتے ہوئے شرم آئے گی کیونکہ وہ بہرحال کمزور ہے۔ ہاں اگر وہ ذہنی شکست کھا جائے اور وہ دل و جان سے تمہارا دم بھرنے لگے تو ٹھیک ہے۔

''غالباً تمہارے ذہن میں شانہ ہے؟'' پروفیسر نے درمیان میں ... دخل دیا۔

''نہ صرف شانہ بلکہ اس جیسے دوسرے بہت سے کردار، تمہیں ان کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ یہ کردار میرے دشمن بن کر سامنے آئے۔ لیکن عورت کی حیثیت سے میں نے انہیں اس وقت ہی قبول کیا جب انہوں نے مجھے تسلیم کر لیا۔''

''ایک بات تو بتاؤ۔'' فروزاں بول پڑی۔

''ضرور پوچھو۔''

''کیا تمہاری زندگی میں کوئی ایسی عورت بھی آئی ہے۔ جس نے اپنے طور پر تم سے ہار مانی ہو۔ میرا خیال ہے۔ تمہاری داستانوں میں جتنی عورتیں آئی ہیں۔ بالآخر انہوں نے کسی نہ کسی طرح بقول تمہارے تم سے ذہنی طور پر شکست قبول کی ہے۔''

''چند کردار۔ صرف کردار۔ جنہوں نے آخر تک میری نفی کی ہے۔ لیکن ان کی وہ حیثیت نہ تھی۔ یعنی وہ پسندیدہ عورت نہ تھی۔''

''آہ۔ بات تو وہی ہوئی۔ میں صرف ان عورتوں کی بات کر رہی ہوں جنہیں تم نے پسند کیا ہو۔''

''اس سلسلے میں صرف ایک بات یاد دلاؤں گا۔ بلاشک ایسے کردار بھی میری زندگی میں آئے۔ لیکن پھر میں نے ان کے لئے تگ و دو کی۔ ایسے حالات پیدا کئے جن کی مدد سے بالآخر وہ میرے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو گئے اور نتیجہ ان کی شکست کی صورت میں ظاہر ہوا۔''

''ایسی کوئی لڑکی یا عورت تمہیں نہیں ملی جس نے آخر تک تمہاری حیثیت اور تم سے شکست قبول نہ کی ہو؟''

''نہیں۔ ایسی کوئی ہستی نہیں ملی۔ شاید روئے زمین پر ایسی کوئی عورت پیدا ہی نہ ہوئی ہو جسے میں چاہوں اور وہ میرے قدموں میں نہ آ جھکے۔''

''تمہارے دل میں ایسی کسی عورت کی خواہش تو ہوگی؟''

''ہاں۔ میں تو زندگی میں تجربات کا رسیا ہوں۔''

''پپا۔'' فرزانہ پروفیسر خاور کی طرف دیکھ کر بولی۔ اس کے انداز میں کسلمندی تھی۔

''کیا بات ہے بیٹے؟''

''کیوں نہ ہم تھوڑی دیر آرام کریں۔''

''کیا تم اس کی ضرورت محسوس کر رہی ہو؟''

''ہاں۔'' فرزانہ نے جواب دیا۔

''اوہ۔فرزانہ بیٹے۔ملکہ شاہولا کو آ جانے دو۔اس کے بعد ہم آرام کریں گے۔''پروفیسر خاور نے کہا۔

''نہیں پروفیسر۔اگر لڑکیاں آرام کی خواہشمند ہیں تو انہیں آرام ضرور کرنا چاہیے میں ان کی پوری پوری دلچسپی چاہتا ہوں۔''

''اچھا۔''پروفیسر خاور نے گہری سانس لی اور پھر وہ تینوں آرام کے لئے اٹھ گئے۔لڑکیاں پروفیسر خاور سے کافی دور آرام کرنے کے لئے لیٹ گئی تھیں۔

تھوڑی دیر کے بعد پروفیسر خاور کے خراٹے گونجنے لگے۔فروزاں اور فرزانہ بھی خاموش لیٹی تھیں۔دونوں جانتی تھیں کہ دوسری نہیں سو رہی لیکن خیالات کے طلسم کے ٹوٹنے کی وجہ سے دونوں ہی خاموش تھیں۔

بالآخر فروزاں سے یہ خاموشی برداشت نہ ہوسکی اور اس نے فرزانہ کو مخاطب کیا۔''باجی کیا آپ سو گئیں؟''

''نہیں۔''

''کچھ باتیں کریں؟''

''نیند نہیں آرہی؟''

''نہیں۔''

''تو باتیں کرو۔''

''میں آپ کی اس اچانک مداخلت کی وجہ جاننا چاہتی ہوں۔''

''کیسی مداخلت؟''

''جو آپ نے اس کی کہانی میں کی۔''

''فروزاں۔تم بچی تو نہیں ہو۔کیا تم نے اس کی کہانیوں سے کوئی خاص نتیجہ اخذ نہیں کیا۔؟''

''خاص نتیجہ۔''

''ہاں۔''

''سچ باجی۔آپ کا اشارہ کس طرف ہے میں اندازہ نہیں لگا سکی۔''

''اتنی تمام کہانیوں میں اس نے عورت کے کردار کو بہت کمزور بلکہ دوسرے معنوں میں پست پیش کیا ہے۔اس کے ذہن میں عورت کا تقدس نہیں ہے۔''

''اوہ۔''فروزاں نے آہستہ سے کہا۔وہ کچھ سوچنے لگی تھی۔فرزانہ گردن موڑ کر اسے دیکھنے لگی۔

''کیا تم نے محسوس کیا ہے؟''

''ہاں باجی۔''فروزاں آہستہ سے بولی۔

''کیا عورت اتنی ہی پست ہے؟''

''ہرگز نہیں باجی۔''

''تم مجھے خلوصِ دل سے ایک بات بتاؤ گی فروزاں؟''

''ضرور باجی۔''

''کیا تم اس کی کہانیوں، اس کی مردانہ وجاہت، اس کے کارناموں سے مرعوب ہو۔ کیا تمہارے دل میں اس کے لئے ایسا جذبہ جاگا ہے جو کسی عورت کا جذبہ ہو اور جو کسی مرد کے لئے جاگتا ہے۔ دیکھو تم نے خلوص نیت سے سچ بولنے کا وعدہ کیا ہے۔''

''میں آپ سے جھوٹ نہیں بولوں گی باجی۔''

''مجھے یقین ہے۔'' فرزانہ نے کہا۔

''اگر آپ کو یقین ہے تو بھروسہ کریں ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔''

''میری بھی یہی کیفیت ہے فروزاں۔ خدا کی قسم میں بھی اس سے متاثر نہیں ہوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی کہانیاں بے حد دلچسپ ہوتی ہیں لیکن بس۔ اس کی ذات نے ہمارے اوپر کوئی اثر نہیں کیا ہے۔''

''یقیناً باجی۔ اور پھر ممکن ہے اس کی کہانیاں سچ ہوں۔ لیکن یہ وحشت کے دور کی بات ہے۔ اس وقت کی جب عورت صرف عورت تھی۔ آج کے حالات بدلے ہوئے ہیں۔''

''میں تو کچھ اور سوچ رہی ہوں۔''

''کیا باجی؟''

''کیوں نہ میں اسے چیلنج کر دوں۔ میں اس سے کہوں کہ وہ اپنے تجربات میں اضافہ کرے۔ ہم ایسی عورتیں ہیں جو اسے قبول نہیں کرتیں۔''

''باجی۔'' فروزاں آہستہ سے بولی۔

''ہاں بولو۔ کیا مشورہ ہے۔''

''پلیز باجی۔ یہ خیال ذہن سے نکال دیں۔ ایسا کبھی نہ کریں۔''

''کیوں فروزاں؟''

''باجی آپ کو احساس ہوگا کہ اس وقت ہم اس کے دست نگر ہیں۔ اگر اس نے ہمارے لئے کوشش شروع کر دی تو ہم کیا کر سکیں گے۔''

''زبردستی کرلے تو دوسری بات ہے۔ لیکن جو کچھ وہ کہتا ہے۔ یعنی یہ کہ عورت کو اس نے ہمیشہ اس وقت قبول کیا ہے جب خود عورت نے چاہا ہے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے باجی۔لیکن ہمیں اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔دیکھیں نا اس کی کم ازکم ایک خوبی کا ہمیں اعتراف کرنا ہوگا۔''

''وہ کیا؟''

''اس نے ہم سے کبھی کوئی ایسی بات نہیں کی جو اس کے پست اخلاق کی نشاندہی کرے یا جو معیار سے گری ہوئی ہو۔سوائے اس کے کہ وہ اپنی کہانیوں میں بے باک ہے۔''

''ہوں۔'' فرزانہ کچھ سوچنے لگی۔پھر اس نے گہری سانس لی۔''ہاں یہ تو درست ہے۔لیکن کبھی کبھی مجھے اس پر غصہ آجاتا ہے۔''

''لیکن باجی اصل بات کو تو سب نے نظر انداز کر دیا ہے۔''

''کیا؟''

''کیا ہم ساری زندگی اس کی کہانیاں سنتے رہیں گے۔کیا ہم یہیں بوڑھے ہو جائیں گے۔پپا تو یہاں رہ کر سب کچھ بھول گئے ہیں۔یوں لگتا ہے جیسے گھر واپسی کا تصور بھی ان کے ذہن سے نکل گیا ہو۔کیا آپ اندازہ لگا سکتی ہیں کہ ہمیں یہاں کتنا وقت گزر گیا؟''

''کوئی اندازہ نہیں۔لیکن اس میں قصور پپا کا بھی نہیں ہے۔''

''کیوں؟''

''تم بتاؤ۔کیا تمہیں کبھی اس کی کہانیوں سے بیزاری ہوئی ہے۔کمبخت نے ادوار کھول کر رکھ دیئے ہیں۔جس ماحول میں لے جاتا ہے یوں لگتا ہے جیسے ہم بھی انہی فضاؤں میں سانس لے رہے ہوں۔''

''ہاں،اور کچھ ہو نہ ہو الفاظ کا جادوگر ضرور ہے وہ۔لیکن اس کے باوجود پپا کو بھی تو کچھ سوچنا چاہئے۔وہ تو اس طرح مطمئن ہو گئے ہیں جیسے بقیہ زندگی یہیں گزار دینے کا فیصلہ کر چکے ہوں۔''

دونوں لڑکیاں دیر تک اس موضوع پر گفتگو کرتی رہیں اور پھر خاموش ہو گئیں۔دوسری صبح پروفیسر خاور اسی طرح ہشاش بشاش تھا۔ وہ سامنے آیا تو پہلے سے نکھرا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔پروفیسر نے اسے دیکھتے ہی ہانک لگائی۔''جلدی آ جاؤ بھئی۔ساری رات بے چاری شاہولا پہاڑوں میں بھٹکتی رہی ہے۔'' تب اس نے ایک بلوریں جگ اور چند خوبصورت گلاس سامنے رکھ دیئے۔

''اور میں ساری رات تمہارے لئے یہ شربت تیار کرتا رہا ہوں پروفیسر۔'' اس نے اس گلابی سیال کی طرف اشارہ کیا جس میں ہفت رنگ ذرات تیر رہے تھے۔

''شربت حیات۔'' پروفیسر مسکرایا۔

''ہاں۔میں نے سوچا مس فرزانہ کو نیند کی شکایت کیوں ہوئی۔یہ روح حیات ہے اور اسے پینے کے بعد انسان اسی طرح خوش و خرم اور زندگی کی ضروریات سے بے نیاز ہو جاتا ہے جیسے بوقت پیدائش اور پیدائش کے بعد۔'' اس نے شربت گلاسوں میں انڈیلا اور اس کی مہک نے کسی کو سوچنے کی مہلت نہ دی۔بلاشبہ انہیں روح میں تازگی کا احساس ہوا تھا۔

''اب جلدی سے شاہولا کے بارے میں بتاؤ۔ کیا ہوا اس بے چاری کا۔''

''میں جھیل کے کنارے پرندوں کے گوشت سے شغل کر رہا تھا اور شاہولا کا خادم بے چارہ مجھے تلاش کرتا پھر رہا تھا۔ پھر میں اسے نظر آیا اور وہ میرے قریب پہنچ گیا۔ اس کے چہرے کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔''

''کیا بات ہے؟'' میں نے اس سے پوچھا۔

''ملکہ شاہولا کہیں روپوش ہوگئی ہے۔'' اس نے سہمے ہوئے لہجے میں بتایا اور میں بغور اسے دیکھنے لگا۔ سہما ہوا شخص جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔

''کہاں روپوش ہوگئی ہے؟'' میں نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''پہاڑوں میں۔ اس کے ساتھ اس کے خاص خادم بھی ہیں۔''

''بستی والوں کو معلوم ہو چکا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں وہ جان چکے ہیں کہ ان کی ملکہ نے پانی کے اس جانب سے آنے والے سے شکست کھائی ہے اور وہ پہاڑوں میں روپوش ہوگئی ہے۔'' شاہولا کے غلام نے جواب دیا۔

''تب پھر ان کا کیا ردعمل ہے؟''

''ابھی یہ بات پھیلی نہیں ہے لیکن میں نے چونکہ ملکہ شاہولا کو جگہ جگہ تلاش کیا ہے اس لئے بہت جلد یہ بات چاروں طرف پھیل جائے گی۔''

''ہوں۔ ٹھیک ہے۔ تم اسے تلاش کرو۔ میں اس وقت تمہیں معاف کر سکتا ہوں جب تم اسے تلاش کر کے میرے سامنے پیش کر دو گے۔''

''لیکن اس وقت تک، اس وقت تک سمندر کے اجنبی ہمیں ضرور معاف کر دینا جب تک ہم اسے تلاش نہ کر لیں۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے جواب دیا اور شاہولا کا غلام واپس چلا گیا۔

یہ صورت حال میرے لئے بہت سارے واقعات سے مختلف نہیں تھی۔ اس سے پہلے بھی اسی قسم کے دلچسپ واقعات پیش آ چکے تھے لیکن اس بستی میں مجھے لطف نہیں آ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ اس ہنگامے کو چھوڑ کر یہاں سے نکل جاؤں۔

میں نے اپنے اس پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ فی الوقت میں نے بستی کی جانب رخ نہیں کیا تھا اور واپس انہی پہاڑوں کی جانب چل پڑا تھا۔

پورا دن میں نے ایک پہاڑی چٹان کے سائے میں بسر کیا۔ بستی والوں کی نجانے کیا کیفیت تھی ان کے درمیان جانا خواہ مخواہ ایک ہنگامے کی کیفیت پیدا کرنا تھا۔ میں جانتا تھا کہ وہ دہشت زدہ ہو کر ادھر ادھر بھاگیں گے کیونکہ وہ کسی بھی طور پر میرے اوپر اعتبار نہیں کر سکتے تھے کیونکہ وہ خود چور تھے اور مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کر چکے تھے۔ اس لئے اب انہیں میری ذات سے انتقام کا خطرہ ہوگا۔

میں کافی دیر تک اسی طرح اپنی جگہ لیٹا رہا۔ دن کا بچا ہوا گوشت کافی مقدار میں تھا جسے میں نے شام کو بھی استعمال کیا اور کھانا کھانے کے بعد سونے کے لئے لیٹ گیا۔

نجانے کیوں آج غنودگی کچھ گہری ہی ہوگئی تھی۔ رات کا نجانے کونسا پہر تھا جب میں گہری نیند سے جاگا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میری نیند اتنی گہری ہو جائے گی۔ مجھے احساس اس وقت ہوا جب میرے اوپر کوئی بڑا وزن آپڑا۔

میں نے تعجب سے اس وزن کو دیکھا اور حیران رہ گیا۔ وہ پہاڑی چٹان جس کے نیچے میں سو رہا تھا پوری طرح میرے اوپر آگری تھی اور میں اس کے نیچے دبا ہوا تھا۔ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کوئی انسان بڑی چٹان کے نیچے دب کر زندہ رہ سکتا ہے لیکن میں پھر بھی زندہ تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ چٹان اپنی جگہ سے اکھڑ کیسے گئی۔ ظاہر ہے میں نے اسے اچھی طرح سے نہیں دیکھا تھا لیکن وہ اپنی جگہ جمی ہوئی تو تھی۔ کیا یہ کوئی سازش ہے۔ میں نے سوچا۔

چٹان کا وزن میرے پورے بدن پر تھا اور خاصا دباؤ محسوس ہو رہا تھا۔ چند لمحات تک میں اپنی جگہ خاموش اور ساکت رہا۔

میں کچھ آہٹیں سننے کی کوشش کر رہا تھا اور چٹان کے رخنوں سے مجھے وہ آہٹیں صاف سنائی دے رہی تھیں۔ گویا قرب وجوار میں کچھ لوگ موجود تھے اور اس سے میں اس بات کا اندازہ کر سکتا تھا کہ چٹان کو کھسکانے میں انسانی ہاتھ ہی کارفرما تھے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ کوئی ابھری ہوئی چٹان ہو اور اس وقت اس موقع سے فائدہ اٹھایا گیا ہو اور ایسا کرنے والے ملکہ کے معاون ہی ہو سکتے تھے۔

چند ساعت میں آہٹیں لیتا رہا پھر میں نے اپنے ہاتھ آہستہ آہستہ کھسکانے شروع کر دیئے۔ چٹان اس طرح میرے اوپر گری تھی کہ میرے ہاتھ بھی دب گئے تھے لیکن اس کے بعد میں نے انتہائی قوت صرف کر کے اپنے ہاتھوں کو ہلایا اور پھر اپنے ہاتھ چٹان کے نیچے مضبوطی سے جما لئے۔ پھر میں نے اپنے پیروں کو بھی اسی انداز میں موڑا اور چٹان جنبش کرنے لگی۔ اس کے بعد میں نے اسے چاروں ہاتھ پیروں پر اٹھانے کی کوشش کی۔

وزنی چٹان تھی۔ تھوڑی سی دقت ضرور ہوئی لیکن اس کے بعد میں نے اسے اٹھا کر ایک طرف اچھال دیا۔ بے شمار چیخیں گونجی تھیں۔ چٹان اچھل کر ایک جانب گر پڑی تھی تب میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ تین چار آدمی چٹان کے نیچے دبے ہوئے ہیں اور باقی لوگ بری طرح پہاڑی ڈھلانوں پر دوڑ رہے تھے۔

میں نے ایک لمحے کے لئے دوڑنے والوں کو دیکھا اور اس کے بعد چٹان کے نیچے دبے ہوئے لوگوں کو۔ جن کے اعضا چور چور ہو گئے تھے۔ تب میں نے دوڑنے والوں کا پیچھا ترک کرنے کا فیصلہ کیا اور جو لوگ چٹان کے نیچے دبے ہوئے تھے انہیں نکالنے کے لئے چٹان کھسکانے لگا۔ دو آدمی تو اسی کوشش میں ہی ہلاک ہو گئے تھے۔ دو بچ گئے لیکن ان کے نچلے جسم چٹان کے نیچے دب کر چور چور ہو گئے تھے۔ وہ مجھے سہمی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

''کون ہو تم لوگ؟'' میں نے پوچھا۔

''مل......مل ...... ملکہ۔'' ان میں سے ایک کے منہ سے نکلا اور اس نے دم توڑ دیا۔ دوسرا پہلے ہی دم توڑ چکا تھا۔

لیکن اس کی اس بات سے اتنا اندازہ ہوا کہ میرا سوچنا درست تھا یعنی ملکہ شاہولا کے ساتھ روپوش ہونے والوں نے ہی یہ حرکت کی تھی۔ بھاگنے والوں میں شاید ملکہ شاہولا بھی ہو گی۔ میں اس بارے میں اندازہ لگانے لگا۔

ایک لمحے کے لئے میں سوچتا رہا پھر مجھے غصہ آ گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ یہ عورت ابھی تک اپنی کوششوں میں مصروف ہے۔ میں نے تھوڑی دیر تک کچھ سوچا اور پھر واپس اپنی جگہ پر آ گیا۔ ملکہ شاہولا کو اسی کے آدمیوں کے ذریعے تلاش کراؤں گا۔ میں نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا تھا اور دوسری صبح میں نے اپنے اس فیصلے پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

میں بستی میں داخل ہو گیا تھا۔ لوگ مجھے دیکھ کر چھپنے لگے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد شاہولا کا وہ خادم جو ایک طرح سے میرا دوست بن گیا تھا میرے سامنے پہنچ گیا۔ عاجزی وانکساری اس کے چہرے سے ٹپک رہی تھی۔

''سوبو۔ عظیم سوبو۔ تو نے وعدہ کیا تھا کہ تو بستی کا رخ نہیں کرے گا۔''

''ہاں...... لیکن ملکہ شاہولا نے رات کو مجھ پر حملہ کیا ہے اور اب تم اپنی بستی کے لوگوں کو میرا یہ پیغام دے دو کہ وہ کسی بھی قیمت پر شاہولا کو تلاش کر کے میرے سامنے پیش کریں ورنہ میں انہیں نقصان پہنچاؤں گا۔''

''نہیں...... نہیں سوبو...... ان کا قصور نہیں ہے۔ ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔ تم انہیں معاف کر دو۔ ہاں تمہارا یہ حکم میں ان تک ضرور پہنچا دوں گا۔ تو یقین کر کہ تیرے حکم پر بستی کا بچہ بچہ اس کی تلاش میں مصروف ہو جائے گا۔ تو نہیں جانتا کہ رات کو بستی کے معمر لوگوں نے اتفاق رائے سے یہ فیصلہ کیا کہ شاہولا، جو انہیں اس مصیبت میں چھوڑ کر چلی گئی ہے وہ کسی بھی طور سرداری کے قابل نہیں ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ سوبو اگر پسند کرے تو ہمارا سردار بن جائے۔''

''اوہ فضول باتیں مت کرو۔ میں تمہارا سردار بننے نہیں آیا۔ آدم خوروں سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میں صرف شاہولا کو چاہتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور ملکہ کے غلام نے عاجزی سے میری طرف دیکھا اور بولا۔

''ہمیں اس کے لئے کچھ مہلت اور دے۔ ہم پوری پوری کوشش کریں گے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ اسی جگہ جہاں رات کو میرے اوپر حملہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔'' میں نے کہا اور بستی سے واپس مڑ گیا۔

میں جانتا تھا کہ ان لوگوں کی ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ خوفزدہ ہیں لیکن بہرصورت اب تو مجھے ملکہ شاہولا کو تلاش کرنے کا جنون ہو گیا تھا۔ میں نے خود بھی دن بھر اسے پہاڑیوں میں تلاش کیا لیکن نہ جانے وہ کہاں روپوش ہو گئی تھی۔ رات کو میں نے اس کے چار آدمی ہلاک کر دیئے تھے۔ بھاگنے والوں کے بارے میں، میں نے اندازہ لگایا تھا کہ چار یا پانچ ہی مزید ہوں گے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ ملکہ کے آدھے وفادار ختم ہو چکے ہیں اور جو اس کے ساتھ پہاڑوں میں روپوش ہو سکتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ بستی والے اپنی جان بچانے کے لئے اسے تلاش کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔ میں واپس اپنی جگہ آ گیا اور ان کی کارروائی کا انتظار کرنے لگا۔ ویسے اب میرا دل قطعی طور پر یہاں نہیں لگ رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ شاہولا وغیرہ کو جہنم رسید کر کے یہاں سے کہیں نکل جاؤں۔

اگر میں چاہتا تو یہاں طویل عرصے تک رک کر اسے تلاش کرنے کی کوشش کرتا اور یقیناً کامیاب ہو جاتا۔ بستی والے مجھ سے خوفزدہ تھے

اور اب وہ اسے تلاش کرنے کی پوری کوشش کریں گے چنانچہ وہ کس کس سے چھپے گی لیکن وہ میرے لئے اس قدر دل کش بھی نہیں تھی کہ میں اس کے لئے کوئی خاصی جدوجہد کرتا۔ جہنم میں جائے۔

اس کے بعد دو دن تک میں انتظار کرتا رہا۔ بستی والوں کی جان مصیبت میں تھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔ شاہولا کا غلام بری طرح پریشان تھا۔ وہ مجھے ناکامی کی خبریں سناتا تھا اور اس کا منہ اس طرح سوکھ جاتا تھا کہ مانو اب جان نکلی۔

آخر کار تیسرے دن میں نے اس کی مشکل حل کر دی۔ اس روز شاہولا کا غلام آیا تو میں نے اس سے سختی سے باز پرس کی۔

''اب اور کتنے دن مجھے انتظار کرنا ہوگا؟''

''سوبو.... عظیم سوبو.... ہمیں معاف کر دے.... پوری بستی پریشان ہے۔ ملکہ نے ہمیں جس مصیبت میں پھنسایا ہے اس کے تحت تو اگر وہ ہمیں مل جائے تو ہم خود ہی اس کی بوٹیاں چبا لیں۔''

''لیکن میں کب تک انتظار کروں؟''

''سوبو۔ ہم کیا کہیں۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا سوبو کہ تو ہمیں معاف کر دے۔ ہمارا کوئی قصور نہیں ہے۔ تو ہماری سربراہی قبول کرے۔ تیرے جیسے عظیم اور طاقتور حکمرانوں کی موجودگی میں ہم بہت خوش رہیں گے۔''

''سنو۔ میرے لئے ایک لمبے تیزے اور ایک تندرست گھوڑے کا بندوبست کرو۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔'' میں نے کہا اور شاہولا کے غلام کو جیسے میری بات کا یقین نہ آیا۔ یا اس نے سوچا کہ اس کے کانوں نے دھوکا کھایا ہے۔

''میں نہیں سمجھا سوبو۔''

''میں تمہاری بستی چھوڑ رہا ہوں۔''

''سوبو۔'' وہ کپکپاتی آواز میں بولا۔

''جاؤ۔ جلدی کرو۔'' میں نے کہا اور وہ اس طرح سرپٹ بھاگا جیسے اس کے پیروں میں پہیے لگے ہوں۔ ذرا سی دیر میں وہ نگاہوں سے غائب ہو گیا تھا۔

اب میں نے فیصلہ کر لیا تھا وہ یوں تھا کہ میں اسی پہلی آبادی کی جانب جاؤں اور آبادی کو چھوڑتا ہوا اسی جنگل میں واپس چلا جاؤں جس کے دوسری جانب میں نے کشتی چھوڑی تھی۔ پھر اس کشتی کو ٹھیک کر کے وہاں سے چل پڑوں۔ بس اب میں یہاں نہیں رکنا چاہتا تھا۔

بستی کے بے شمار لوگ آئے تھے۔ ان کے چہرے خوف کی تصویر تھے لیکن وہ نہ جانے کس طرح ہمت کر کے یہاں تک آ گئے تھے۔ شاہولا کا غلام میرے لئے سیاہ رنگ کا ایک گھوڑا اور ایک بانس کا بھالا لایا تھا جو اس نے مجھے پیش کر دیا۔

جب ایک کام کرنا تھا تو پھر تاخیر کیسی۔ چنانچہ میں نے گھوڑا سنبھال لیا۔ بھالا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور پھر میں گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ ان لوگوں سے کچھ کہنا حماقت تھی چنانچہ میں نے گھوڑے پر بیٹھ کر اسے ایڑ لگا دی۔ شاندار گھوڑا مجھے لے کر ہوا ہو گیا۔

ویسے میرے کافی دور نکل جانے کے بعد ہی ان لوگوں کو اپنی جان بچ جانے کا یقین آیا ہوگا۔ بہر حال میں برق رفتاری سے ان علاقوں کی طرف چل پڑا جہاں سے مجھے گرفتار کر کے لایا گیا تھا۔ میں نے وہ راستے ذہن میں رکھے تھے اور پھر میں نے ذہن سے ساری باتیں نکال دیں۔ اب میں آئندہ کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ سمندر کا طویل سفر میرے ذہن پر سوار ہو گیا تھا۔

یوں میں گھوڑے کی پشت پر سفر کرتا رہا اور ان راستوں کو پہچاننے میں مجھے کوئی دقت نہیں ہوئی تھی۔ دور بستی نظر آ رہی تھی لیکن میں نے اس راستے کو چھوڑ دیا۔ ہاں میں توفا کی جھونپڑی کے پاس سے گزر کر جنگل میں داخل ہوا تھا۔

اس جنگل میں، میں نے کئی بار شکار کھیلا تھا اس لئے اس کے بارے میں، میں بخوبی جانتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے وہ راستہ تلاش کر لیا جس سے داخل ہو کر میں پہلی بار اس علاقے میں آیا تھا۔ آدم خور درختوں کے درمیان سے گزرنے والا راستہ وہ راستہ جہاں ان علاقوں کے لوگ نہیں پہنچ سکتے تھے۔ سوائے ان کے جو زندگی بچانے کی آخری کوشش کریں۔ پھر یا تو زندہ بچ جائیں یا پھر ان درختوں کا شکار ہو جائیں۔

لیکن میرا معاملہ دوسرا تھا۔ میں پہلے بھی اسی قسم کے ایک درخت کو شکست دے چکا تھا۔ پھر میں نے کوشش کی ہر قسم کی الجھنوں سے بچتا ہوا ساحل تک پہنچ جاؤں۔ چنانچہ میں آگے بڑھتا رہا پھر اس وقت سورج ڈھلنے کے قریب تھا جب میں ان آدم خور درختوں کے درمیان سے گزرا جہاں سے میں پہلے بھی گزر چکا تھا۔ اس وقت ان کی کیفیت عجیب تھی۔

یہاں کے منظر میں خاصی تبدیلی تھی۔ میں نے دیکھا وہ پانچ آدمی تھے۔ پانچ طویل القامت آدمی۔ اور میرا اندازہ غلط نہیں تھا تو وہ سب اس علاقے کے باشندے تھے جو ملکہ کا علاقہ کہلاتا تھا۔

یعنی ان کا تعلق آدم خوروں کی اس چھوٹی سی بستی سے نہیں تھا جس میں اش رہتی تھی۔ وہ پانچوں درختوں کے جال میں پھنسے ہوئے تھے اور اب تو ان کی چیخیں بھی رک گئی تھیں گویا وہ مر چکے تھے۔ درختوں کی جڑیں انہیں اپنی گود میں لئے ہوئے ان کا خون چوس رہی تھیں اور یقینی طور پر انہیں اس طرف آئے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ ممکن ہے کچھ زیادہ وقت گزر گیا ہو.... میں نے اس دہشت ناک منظر کو دیکھا اور دلچسپی مجھے اس بڑے درخت کے قریب لے گئی جس میں وہ آدمی پھنسے ہوئے تھے۔

درخت کی بے شمار جڑیں پھیلی ہوئی تھیں۔ ان میں سے کچھ جڑیں میری طرف بھی بڑھیں لیکن میرے دشمنوں کا حال زیادہ بہتر نہ ہوتا تھا۔ میں نے درخت کی تین چار جڑیں اکھیڑ دیں اور پھر ان میں سے ایک شخص کے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے بدن پر لپٹی ہوئی درختوں کی جڑیں اس کا خون چوس رہی تھیں۔ میں نے ان درختوں کو پکڑ کر کھینچا تو میرے ہاتھ خون میں بھیگ گئے۔

عجیب وغریب ماحول تھا۔ انتہائی دہشت ناک، جڑیں کھلنا شروع ہوئیں۔ غالباً وہ میری طرف لپکنے کو تیار تھیں لیکن ان کا بھی برا ہی حشر ہوا اور میں ان میں سے ایک آدمی کو باہر نکال لانے میں کامیاب ہو گیا لیکن وہ بے سود تھا۔ وہ شخص دم توڑ چکا تھا اور اس کا بدن بالکل پیلا پڑ گیا تھا۔ غالباً جڑوں نے اس کے جسم سے کافی حد تک خون چوس لیا تھا اور اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں تھی البتہ غور سے دیکھنے سے یہ ضرور ہوا کہ میں نے جو سوچا تھا وہ درست تھا یعنی یہ دوسرے قبیلے کے باشندے تھے۔

دوسرے لمحے میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ کیا یہ وہ لوگ تو نہیں تھے جو ملکہ کے ساتھی تھے۔ ممکن ہے یہ زندگی بچانے کے لئے یہاں تک پہنچ گئے ہوں۔ غالباً اس رات میں نے ملکہ کے چار آدمیوں کو ختم کر دیا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے سوچ لیا ہو کہ اب میرے شکنجے سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ جو شخص ایک وزنی چٹان کے نیچے دب کر زندہ نکل سکتا ہے اس سے جیتنا کوئی آسان کام تو نہ ہوگا اور انہوں نے یہ بھی سوچا ہوگا کہ اب میں ان کا دشمن ہو گیا ہوں لہٰذا انہیں قتل کر دوں گا چنانچہ انہوں نے اس کے لئے بہتر یہی سمجھا کہ وہ اس جنگل میں آ چھپے اور ان خونی درختوں کا شکار ہو گئے۔

لیکن کیا وہ خوبصورت ملکہ بھی کسی درخت کی شاخوں میں الجھی ہوئی ہے۔ میں نے سوچا اور پھر میں نے دور دور تک نگاہیں دوڑائیں لیکن ان پانچ آدمیوں کے علاوہ اور کوئی ایسا شخص نظر نہیں آیا تھا۔ البتہ ایک جگہ میں نے ایک اور منظر دیکھا۔ وہ غالباً کوئی گھوڑا تھا جو درخت کی جڑ میں پھنسا ہوا تھا اور یقیناً مر چکا تھا۔ میں نے اسے قریب سے جا کر دیکھا اس کی بھی وہی کیفیت تھی۔ آدم خور درخت ہر جاندار کو اپنی گود میں جکڑ لیتے تھے اور اس طرح یہ طاقتور گھوڑا بھی ان کی اس گرفت سے نکلنے میں ناکام رہا تھا۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا لیکن ملکہ مجھے کہیں نظر نہ آئی۔ اونہہ، جہنم میں جائے۔ میں نے سوچا اور اس سارے منظر کو یونہی چھوڑ کر واپس سمندر کی جانب چل پڑا۔ یہاں میری وہ کشتی آج بھی اسی انداز میں پڑی ہوئی تھی جس میں، میں نے اس ساحل پر قدم رکھا تھا۔

اب مسئلہ اس کشتی کو درست کرنے کا تھا۔ یہاں اس قسم کے اوزار وغیرہ تو تھے نہیں کہ میں اس کی مرمت کر لیتا۔ کشتی بھی بالکل خراب تو نہیں ہوئی تھی البتہ کافی بوسیدہ ہو چکی تھی۔ چنانچہ میں شام تک سوچتا رہا اور پھر میں نے طے کیا کہ لکڑی کے تختوں کو جوڑ کر ہی کام چلاؤں گا کیونکہ کشتی کی باقاعدہ مرمت کرنے کے لئے میرے پاس کوئی اوزار نہیں تھا۔ چنانچہ اس رات میں نے ساحل کا ایک حصہ آرام کے لئے منتخب کیا اور رات کو کافی دیر تک میں کشتی کو درست کرنے کی ترکیب سوچتا رہا۔ کوئی خاص ترکیب ذہن میں نہیں آئی تھی کیونکہ درختوں کا صحیح استعمال کرنے کے لئے اوزار نہیں تھے۔ صرف ہاتھوں سے کام چلانا تھا اور اس کے لئے میں نے ترکیب سوچ لی۔

دوسرے دن صبح کو میں مصروف ہو گیا۔ میں نے درختوں کی بہت سی موٹی موٹی شاخیں اکھاڑیں اور پھر انہیں پتلی گیلی اور مضبوط شاخوں سے جوڑنے لگا۔ اس کام میں، میں دو دن تک مصروف رہا تھا۔ پھر میں نے اس کشتی کو لکڑیوں کے اس بیڑے پر نصب کیا اور پھر لکڑی کی لچکدار شاخوں کو موڑ کر کشتی کے آدھے حصے پر ایک چھت بنائی کیونکہ اس بار میں طویل سفر کا ارادہ رکھتا تھا اور کشتی کو کچھ اور آرام دہ بنانا چاہتا تھا۔

میری خواہش تھی کہ میں سمندر کے طویل سفر میں ستارہ شناسی کروں اور اس بار ستاروں سے لمبے عرصے تک سرگوشیاں کرتا رہوں۔ تو جو کام میں نے کیا تھا وہ اس جدید دور سے تعلق نہیں رکھتا تھا۔ میری کشتی کو بہت قدیم کہا جا سکتا تھا پھر بھی وہ اتنی مضبوط ہو گئی تھی کہ لمبے عرصے تک سمندر میں سفر کر سکے۔ بس انوکھی سی بن گئی تھی یہ۔ یعنی پانی میں لکڑی کے جڑے ہوئے بڑے بڑے لٹھ جن کا ایک چبوترہ سا بن گیا تھا اور کشتی اوپر ایک چھوٹے سے مکان کی مانند بن گئی تھی جس پر چھت بھی تھی۔

کشتی کو میں نے آزمائش کے طور پر سمندر میں دھکیلا اور دور تک اسے لے گیا۔ ہر لحاظ سے مناسب تھی۔ پھر میں اسے واپس لے آیا اور دوسری صبح میں نے یہاں سے روانگی کا ارادہ کر لیا۔ رات کو میں جنگل میں دور تک گیا اور کئی جانور شکار کئے۔ رات کے آخری پہر تک میں انہیں خشک لکڑیوں پر بھونتا رہا اور پھر میں نے یہ لذیذ گوشت کشتی پر بار کر لیا اور روشنی کا انتظار کرنے لگا۔ اب میرا ذہن خالی ہو گیا تھا۔ میں نے گزرے ہوئے

واقعات کو بھلا دیا تھا اور صرف آنے والے وقت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ پھر صبح کی پہلی کرن نمودار ہوئی اور میں نے کشتی کی جانب رخ کیا جو پانی پر ہچکولے کھا رہی تھی۔

اور پھر میں نے یہ اتوکھی سرزمین چھوڑ دی۔ کشتی پانی کی بڑی بڑی لہروں پر ڈولتی ہوئی آگے بڑھنے لگی اور سورج ابھرتا رہا۔ پھر کشتی پر دھوپ پھیل گئی۔ ہوا کا رخ کھلے سمندر کی جانب تھا اس لئے اب چپو نہیں چلانے پڑ رہے تھے۔ چنانچہ میں کشتی کے عرشے پر لیٹ گیا۔ گرم دھوپ میرے بدن کو سینک رہی تھی اور بڑا لطف آ رہا تھا۔ بھنے ہوئے گوشت کی مقدار میرے پاس موجود تھی۔

سورج ڈھلنے میں نے اس سے شغل کیا اور پھر بیٹھ کر ڈوبتے ہوئے سورج کو دیکھتا رہا۔ بس ایک الجھن تھی کہ کشتی پر بادبان نہیں تھے اور اسے صحیح رخ پر چلنے کے لئے چپو چلانا پڑتے تھے۔ حالانکہ میرے ذہن میں کوئی صحیح رخ نہیں تھا لیکن سفر تو ہونا چاہئے ورنہ اس سے کیا فائدہ کہ دن بھر سفر کرو اور رات کو ہوائیں پھر واپس اس جگہ پہنچا دیں۔

اس کا حل یہی ہوسکتا تھا کہ اب اگر کوئی آبادی نظر آ جائے تو ادھر کا رخ اس لئے کیا جائے تا کہ وہاں سے بادبان کے لئے کوئی کپڑا حاصل کرلیا جائے۔ اس سے زیادہ کسی آبادی میں رکنا اب حماقت تھی اور ظاہر ہے کہ اب ملنے والی آبادیاں اس حصے کی طرح پسماندہ تو نہ ہوں گی کیونکہ تہذیب کافی آگے بڑھ گئی ہے لیکن مجھے اتنا اندازہ ضرور تھا کہ وہ یہاں سے کافی دور ہوں گی اور اس کے لئے کافی سفر کرنا پڑے گا۔

سورج ڈوب گیا تھا پھر تاریکی چھاتی چلی گئی۔ میں نے کشتی کو ہواؤں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا تھا۔ ویسے اندازہ یہ لگایا تھا کہ ہوائیں موافق ہیں اور کشتی اس سمت جا رہی ہے جدھر میں اسے اب تک لاتا رہا ہوں۔

ان موافق ہواؤں کا یقین کرنے کے بعد میں عرشے پر چڑھ آیا اور اس کے کھلے ہوئے حصے میں آرام سے لیٹ گیا۔ میں نے سونے کے لئے معقول بندوبست کرلیا تھا۔ پھر ستارے نکل آئے اور میں ان میں محو ہوگیا۔ ہم جلیس، مدبر اور دانشور ستارے میں ان سے رابطہ کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ بہت عرصے میں نے ان سے گفتگو نہیں کی تھی۔ میرے شناسا ستارے میری نگاہوں سے روپوش تھے اور میں انہیں تلاش کر رہا تھا۔ اچانک مجھے اپنی پشت پر آہٹ سنائی دی۔

حساس کان تھے جنہوں نے یہ آہٹ سن لی ورنہ شاید لہروں کے شور میں مجھے اندازہ بھی نہ ہو پاتا۔

میں ایک دم سے اٹھ گیا۔ تب میں نے ایک انتہائی حیرت انگیز منظر دیکھا۔ میری کشتی پر کوئی اور بھی تھا۔ کوئی انسان۔ یقیناً کوئی انسان، وہ اس جگہ تھا جہاں میں نے گوشت کا ذخیرہ رکھا ہوا تھا اور وہ میری طرف پشت کئے گوشت کے ذخیرے پر جھکا شاید اسے کرید رہا تھا۔

پھر وہ سیدھا کھڑا ہوگیا اور تاروں کی چھاؤں میں، میں نے دیکھا کہ وہ کوئی عورت تھی۔ میں اچھل کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ عورت کی ہلکی سی چیخ سنائی دی تھی۔ اس کے ہاتھ میں گوشت کا ایک ٹکڑا تھا اور میں اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ وہ ملکہ شاہولا تھی۔

ہاں بہت ہی حیرت انگیز طور پر وہ کس طرح میری کشتی پر پہنچ گئی تھی۔ میں اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ شاہولا بھی عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ عجیب پراسرار نگاہیں جن کو..... میں نے پسند کیا تھا۔ مجھے شدید حیرت ہوئی تھی اور پروفیسر تم یقین کرو کہ اس سے زیادہ حیرت شاید ہی مجھے کبھی ہوئی ہو۔ مجھے اس عورت کی آمد کا کوئی پتہ نہ تھا۔ چند ساعت کے بعد جب میں حیرت کے سمندر سے نکلا تو میں نے اس کی طرف دیکھ کر

مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''صرف یہ جواب دو کہ تم اس کشتی پر کس وقت آئیں؟''

''اس وقت۔'' شاہولا نے جواب دیا۔ ''جب تم اس سے دور تھے اور یہ گوشت اس پر بار کر چکے تھے۔''

''لیکن تم اس وقت کہاں تھیں؟''

''درختوں کی آڑ میں۔''

''اوہ۔ اور وہ لوگ جو آدم خور درختوں کے شکنجے میں پھنس گئے تھے۔ تمہارے وہ ساتھی جو میرے دست برد سے بچ گئے تھے۔''

''ہاں۔ وہ درختوں کا شکار ہو گئے۔'' شاہولا نے سکون سے جواب دیا۔

''لیکن اب تم اس کشتی پر کیوں آئی ہو؟''

''بس میں نے یہی بہتر سمجھا کہ ایک طاقتور آدمی کی پناہ حاصل کروں، بے شک وہ دشمن ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ میں نے تمہیں ہلاک کرنے کی ہر ممکن سعی کی تھی لیکن اس سارے ہنگامے سے میں نے یہ اندازہ ضرور لگا لیا تھا کہ تم ایک دلیر اور بہادر انسان ہو اور میں ایک کمزور اور تنہا عورت کی حیثیت سے تمہاری پناہ میں آئی ہوں تم چاہو تو مجھے سمندر میں دھکیل دو، مجھے فنا کر دو اور اگر چاہو تو اپنے نزدیک تھوڑی سی جگہ دے دو۔''

''اوہ، عورت، تو صرف عورت ہے۔ دوسروں کے لئے تو ملکہ بھی ہو گی اور بہت کچھ ہو گی لیکن میری نگاہ میں تو صرف ایک عورت ہے صرف ایک عورت۔ کیا تو ایک مرد کے پاس پناہ حاصل کرنا چاہتی ہے؟''

''ہاں۔''

''لیکن تیری اس انا کو تسکین کیسے پہنچے گی جو تو ملکہ بن کر حاصل کرنا چاہتی ہے۔''

''میں اب ملکہ نہیں ہوں۔ وہ لوگ اب میری زندگی کے گاہک ہیں جو مجھے اپنی ملکہ کہتے تھے۔''

''اور یہ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''شاید، ہاں۔ اگر میں تمہارے خلاف کچھ بھی نہ کرتی تب بھی شاید وہ لوگ اس چیز کو پسند نہ کرتے۔''

''ہوں۔'' میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا اور پروفیسر اگر سمندر کی حسین سفر میں ایک حسین عورت کا ..... دائمی ساتھ مل جائے تو سفر خوشگوار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کو خود سے قریب کھینچ لیا اور اسے بتانے لگا کہ اس کشتی پر صرف ایک مرد اور ایک عورت ہے۔ نہ کوئی ملکہ ہے اور نہ کوئی سوبو ہے اور اگر وہ عورت کی حیثیت سے میری پناہ میں آنا چاہتی ہے تو میں حاضر ہوں۔

اور پروفیسر وہ آئی ہی اس لئے تھی جس کا اندازہ مجھے کشتی کے سفر کے دوران ہوتا رہا۔ اس کے الفاظ سے، اس کی باتوں سے۔ تب سمندر کے یہ حسین دن اور حسین راتیں کچھ زیادہ حسین ہو گئے اور میں کسی نامعلوم منزل کی تلاش میں چلتا رہا، چلتا رہا۔

☆.............☆.............☆

اس بار جو میں نے سوچا تھا پروفیسر کہ آبادیوں کے ہنگاموں میں خاصا طویل عرصہ گزارا ہے میں نے اور دور رہا ہوں علم و دانش سے، سو اب ایک طویل عرصہ ایک صدی یا اس سے زیادہ صرف سمندر پر سفر کرتا رہوں گا۔ ستاروں سے دوستی ہوگی اور خشکی کا رخ ہی نہ کروں گا اور اس دوران جو علم میں نے حاصل کیا ہے اسے رقم کروں گا۔ سو یہ مشکل نہ تھا کہ میں اپنی تحریر کے لئے ضرورت کا سامان فراہم کرلوں۔ یعنی کسی بھی آبادی یا کسی ایسے ویران جزیرے سے جہاں درخت اور جانوروں کے سوا کوئی نہ ہو۔ ہاں یہ غلطی ہوئی تھی مجھ سے کہ آدم خوروں کے اس جزیرے سے چلتے وقت میں نے سامان تحریر ساتھ نہیں لیا تھا اور نہیں تھی اس کام کے لئے سمندر سے زیادہ پرسکون والی جگہ کہ اگر جانداروں میں شمار کیا جائے تو صرف سمندر کی لہروں کو جو رواں دواں ہوتی ہیں۔ لیکن نہ تو ان کی آواز تنہائی میں خلل انداز ہوتی ہے اور نہ متوجہ کرنے کی کوشش کرتی ہیں کبھی مدھم کبھی سست ہواؤں کی غلام لہریں۔

گویا مقصود تھی تنہائی لیکن بدبخت عورت نے یہاں بھی پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ اور جہاں عورت ہو پروفیسر۔ وہاں کوئی دوسری چیز کہاں باقی رہتی ہے کہ خود کو اس کی ٹائیں ٹائیں، اس کے عشوے، اس کے غمزے ذہن کو چکرا دیتے اور پھر فرصت کہاں کسی دوسرے کام کے لئے۔ تو اس عورت کو دیکھ کر میں نے سوچا ستارے خود ہی مجھ سے دور بھاگ رہے ہیں اور وقت نہیں آیا ہے کہ میں تنہائی میں کوئی کام کروں۔ یوں بے بسی سے دیکھ رہا تھا میں اس عورت کو جو اچانک میری کشتی میں نمودار ہوئی تھی اور اب رحم طلب نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

میں چند ساعت تک اسے دیکھتا رہا اور پھر ایک گہری سانس لے کر میں نے دوسری طرف منہ کرلیا اور سمندر کی لہروں کو دیکھنے لگا۔ بلاشبہ مجھے اس کا آنا اچھا نہیں لگا تھا۔ حالانکہ آبادیوں کے ہنگاموں سے دور سمندر کی پرسکون آغوش میں ڈولتی ہوئی اس چھوٹی سی کشتی میں اگر صرف ایک عورت سے واسطہ رہے تو تنہائی بھی نہیں ہوگی اور ہنگامے بھی نہیں ہوں گے۔ گویا اس میں مدغم رہو اور سمندر کا لطف بھی اٹھاتے رہو۔ یہ سب کچھ تھا لیکن وہ نہ تھا جو میں چاہتا تھا۔ یعنی مکمل تنہائی اور خاموشی ...... میں نے فیصلہ کیا کہ اس سے کلام نہیں کروں گا اور اس سے بے توجہی برتوں گا۔ اسی لئے میں نے اس کی جانب سے گردن پھیر لی تھی کہ وہ سمجھ جائے کہ میں نے اس کی موجودگی قبول تو کرلی ہے لیکن اس سے خوش نہیں ہوں اور اس کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہتا۔ سو اس نے یہی بات سمجھی اور شاید اس سے مطمئن بھی ہوگئی کہ کم از کم میں نے اسے اٹھا کر پانی میں نہیں پھینک دیا۔ شاید اسے یہی خطرہ ہو۔

اس کی جانب سے بھی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ یوں کافی دیر گزر گئی۔ پھر میں نے پہلو بدلا اور یونہی سی نگاہ اس پر ڈالی۔ لیکن اسے وہاں موجود نہ پایا۔ تب اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔ کہیں میری بے اعتنائی سے بددل ہوکر اس نے خود کو سمندر میں تو نہیں گرا دیا۔ حالانکہ کسی عورت سے اس جرأت کی توقع مشکل سے کی جاسکتی تھی۔

پھر بھی میں نے اپنی بنائی ہوئی چھوٹی سی سائبان کی جگہ کو دیکھ لینا مناسب خیال کیا اور اس کے نیچے پہنچ گیا۔ وہ خاموشی سے دراز تھی۔ مجھے دیکھ کر جلدی سے پاؤں سکوڑے اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ لیکن چونکہ میں اسے دیکھ چکا تھا اور اسے بخیر پا کر میں نے پھر اس سے لاپرواہی کا اظہار کیا اور جانور کی ایک کھال اٹھا کر باہر نکل گیا۔ میں نے وہ کھال کشتی کے ایک کونے میں بچھائی اور کشتی کے کناروں سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

نہ جانے کتنی دیر گزر گئی۔ وہ واپس باہر نہیں آئی تھی۔ میں نے بھی توجہ نہیں دی۔ کھانے پینے کی متعدد اشیاء موجود تھیں، بھوک لگے تو کھانا کھا لے گی اور پانی پی لے گی باقی آرام سے پڑی رہے۔ اور اگر اس نے بھی کوئی خاص کوشش نہیں کی تو اب جو پہلی خشکی آئے گی اسے وہاں اتار دوں گا اور آگے کی راہ لوں گا۔ وہ زبردستی تو کر نہیں سکتی۔ رات ہو گئی۔ وہ اپنی کٹیا سے باہر نہیں نکلی تھی اور مجھے اس پر ہنسی آنے لگی۔ اچھی زبردستی کی مہمان بن گئی ہے۔ کس مزے سے آرام کر رہی ہے۔ رکھوالا جو موجود ہے۔ کیا کیا جائے؟ اور میں نے سوچا ٹھیک ہے عورت اگر تو خود سے مجھے مخاطب نہیں کرے گی تو میں بھی تجھ سے کلام نہ کروں گا خواہ اسی کشتی پر بوڑھی ہو جائے۔

رات بہتی رہی۔ پھر چاند نکل آیا۔ میری نگاہیں ستاروں میں گم ہو گئی تھیں اور پھر میں سب کچھ بھول گیا ...... کچھ یاد نہ رہا۔ ستارے نکل گئے تھے اور چاند کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔ سمندر کی آغوش میں سب سے خوبصورت منظر یہی ہوتا ہے پروفیسر۔ بشرطیکہ کھلی چھت کے نیچے ہوں اور کہکشاں سے دلچسپی ہو۔ میں بھی سب کچھ بھلا بیٹھا۔ اور ستاروں میں اپنے شناسا ستارے تلاش کرنے لگا۔ نجانے میرے دوست ستارے کہاں گم ہو گئے تھے۔ کہکشاں کے عمیق غاروں میں دیر تک جھانکنے کے باوجود وہ نظر نہیں آئے اور میں حیران رہ گیا۔ کیا انہوں نے اپنی جگہ بدل دی ہے یا پھر ان میں بھی فنا و نمود ہوتی رہتی ہے؟ حالانکہ صدیوں سے ایسا نہیں ہوا تھا۔ تب میں دوسرے ستاروں کی طرف متوجہ ہو گیا لیکن ایک دم دار ستارہ خود میری کشتی پر ہی موجود تھا۔ نحوست کا نشان۔ اس کے قدموں کی آواز نے ستاروں کی طلسم توڑ دیا اور میں اس طرف دیکھنے پر مجبور ہو گیا۔

شاہولا ہی تھی۔ مجرموں کے سے انداز میں میرے سامنے کھڑی تھی۔ میں اسے خوشی سے دیکھتا رہا۔ پھر جب میں دیر تک کچھ نہ بولا تو اس نے ہی لرزتی آواز میں خاموشی توڑ دی۔

''میں تیری خوشی سے اس کشتی پر نہیں آئی اور مجھے معلوم ہے کہ میری آمد سے ناخوش ہے۔ لیکن از راہ تکلف اور انسانیت مجھے برداشت کر رہا ہے باہر کی ہوائیں نم اور خنک ہیں اس لئے میں نہیں چاہتی کہ تو میری وجہ سے مزید تکلیف کا شکار ہو جائے۔ میں باہر رہوں گی تو اندر جا کر آرام سے لیٹ ...... ہاں میں ہواؤں کی نگرانی کروں گی اور اگر سمندر میں کسی خطرے کے آثار نظر آئے تو تجھے اس سے آگاہ کر دوں گی۔''

دل تو چاہا کہ ہنس پڑوں۔ عورت کی روایتی بے وقوفی بول رہی تھی۔ گویا میں اسی کے سہارے تو سمندر پر آیا تھا اور نم ہواؤں کو برداشت نہیں کر پا رہا تھا اور اب وہ مجھے آرام پہنچائے گی اور میرے لئے چوکیداری کرے گی۔ لیکن میں ہنسا نہیں اور بھاری آواز میں بولا۔

''میں یہاں ٹھیک ہوں۔ تو اندر جا۔''

''نہیں سوبو۔ میں نہیں چاہتی کہ......''

''جو کچھ میں نے کہا ہے وہی کر مبادا میرے ذہن میں نفرت ابھر آئے اور میں تجھے شکار بناؤں۔'' میں نے سخت لہجے میں اس کی بات کاٹ دی اور اس کی زبان بند ہو گئی۔ وہ اپنی جگہ کھڑی کانپتی رہی۔ طمطراق والی ملکہ شاہولا اب بھیگی بلی بن گئی تھی۔ میں نے اس عورت کی آنکھیں دیکھی تھیں، بڑی پراسرار اور مقناطیسی آنکھیں تھیں اس کی جن کا میں نے خلوص دل سے اعتراف کیا تھا۔ لیکن یہ دوسری بات تھی کہ مجھ پر اثر انداز نہ ہوتی ہوں۔ جبکہ آدم خوروں کے پورے قبیلے نے اس کی برتری تسلیم کر لی تھی اور اس کے احکامات کی پابندی کرتے تھے اور وہ ان کی حکمراں تھی۔ لیکن

اب اس کا طلسم ٹوٹ گیا تھا اور وہ اپنے دشمن کی مہمان تھی۔ بن بلائی مہمان۔ لیکن نہ جانے کیوں اس نے اس کشتی پر آنے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ بات تو وہی بتا سکتی تھی۔ مگر اس سے پوچھتا کون؟

پھر میں نے اسے واپس جاتے دیکھا بڑے ٹوٹے ٹوٹے قدموں سے وہ ڈولتی کشتی کے سائبان کے نیچے چلی گئی اور اس کے بعد رات بھر باہر نہیں نکلی اور میں نے سوچا کہ یہ اچھی بات ہے۔ وہ کھاتی پیتی رہے گی۔ میرا کیا جاتا ہے۔ اگر میں اسے گھاس نہیں ڈالوں گا تو مجھے پریشان بھی نہیں کرے گی اور میں ایک طرح سے تنہا ہی رہوں گا...... اور پروفیسر یہ بھی سوچا میں نے کہ اگر کسی روز یا کسی رات عورت کی طلب ناگزیر ہوگئی تو اسے کوئی مقام دے دیا جائے گا۔

دن کی روشنی میں اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی اور کشتی کے دوسرے کونے میں خاموش بیٹھی رہی۔ کشتی موافق ہواؤں کے دوش پر جا رہی تھی اس لئے میں سائبان کے نیچے جا کر لیٹ گیا اور اپنی آنکھیں موند لیں۔

پھر شام کی خنک ہواؤں نے ہی جگایا تھا۔ میں نے انگڑائی لی اور پھر مجھے شاہولا یاد آئی۔ دیکھنا چاہیے سفید ملکہ کیا کر رہی ہے۔ میں باہر نکل آیا۔ وہ کشتی کے کنارے بیٹھی سمندر کی لہروں کو دیکھ رہی تھی۔ بے پناہ اداسی اس کے چہرے سے جھلک رہی تھی۔ ایک لمحے کے لئے میں نے سوچا کہ تکلف کی دیوار ہٹا دوں۔ لیکن اس میں کچھ لطف آ رہا تھا۔ اس لئے میں نے قدموں کی آواز پیدا کی اور حسب توقع اس نے چونک کر دیکھا اور پھر اپنی جگہ سے کھڑی ہوگئی...... اس نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے اور میں نے اس کے سوکھے ہوئے ہونٹوں پر نگاہ دوڑائی۔ لیکن کوشش کے باوجود کچھ بول نہیں سکی تھی۔

''سائبان میں جاؤ اور کچھ کھا پی لو۔'' میں نے کہا۔

''تب...... تمہارے لئے لاؤں؟'' اس نے پھنسی پھنسی آواز میں کہا۔

''نہیں۔ میں تمہارا محتاج نہیں ہوں۔'' میں نے درشت لہجے میں جواب دیا اور وہ خاموش ہوگئی۔ پھر گردن جھکائے وہاں سے سائبان کے نیچے چلی گئی اور پھر ساری رات اس نے وہاں گزاری اور میں نے اختر شماری میں۔

یوں تیسرا دن بھی گزر گیا اور یہ سمندر کے سفر کی چوتھی رات تھی اس دوران میں نے ایک بار بھی نگاہ بھر کر اس کی طرف نہیں دیکھا تھا...... حسب معمول دن میں، میں سائبان کے نیچے رہتا تھا اور رات کو وہ۔ دن کی جھلسا دینے والی دھوپ میں اس کا رنگ سنولا گیا تھا۔ بال بکھرے رہتے تھے اور ایک عجیب سی ویرانی اس کے چہرے سے چسپاں ہوگئی تھی۔ میں بالکل پرسکون تھا اور اس سے اجنبیت کے سلوک میں تبدیلی کی ضرورت پیش نہیں آئی تھی۔ یہ رات بھی دوسری راتوں کی مانند خوش گوار تھی۔ چاند کا سونا پگھل رہا تھا اور سمندر پر سنہری شفق اتر آئی تھی کبھی کبھی بادلوں کے سائے چاند کے چہرے کا گھونگھٹ بن جاتے اور یوں لگتا جیسے کسی نویلی دلہن نے شرما کر گردن جھکا لی ہو۔ لیکن ہواؤں کی شرارت دلہن کے چہرے سے گھونگھٹ الٹ دیتی اور حسن کی کرنیں بکھرنے لگتیں۔ بادل اور چاند کی یہ آنکھ مچولی کافی دلکش تھی اور میں اس میں پوری طرح محو تھا کہ اچانک پانی میں چھپاکا سا ہوا اور میرا خیال بٹ گیا۔

شاید کوئی شارک پانی میں اچھلی تھی۔ ممکن ہے وہ کشتی کے ساتھ ساتھ چل رہی ہو۔ میں نے مچھلی کی تلاش میں نگاہ دوڑائی۔ کشتی اس جگہ سے تھوڑی دور نکل آئی تھی اور دفعتاً ہی مجھے دو انسانی ہاتھ سطح سمندر پر ابھرتے نظر آئے اور میں چونک پڑا۔

سوچنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ میں نے پانی میں چھلانگ لگا دی اور برق رفتاری سے اس انسانی بدن تک پہنچ گیا۔ میں نے اسے بازو میں دبا کر سطح پر اٹھایا اور پھر میں نے ایک گہری سانس لی۔ شاہولا ہی تھی۔ بالآخر تنگ آ کر اس نے خودکشی کی کوشش کی تھی۔ میں اسے لئے ہوئے کشتی پر واپس آ گیا۔ اس دوران اس نے کوئی حرکت نہیں کی تھی جس کا مقصد تھا کہ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ میں نے اسے کشتی میں ڈال دیا اور اس کے پیٹ کا جائزہ لینے لگا کہ اس میں پانی وغیرہ تو نہیں بھر گیا ہے۔ لیکن ایسی بات نہیں تھی بلکہ اس کے برعکس اس کا پیٹ تو اتنا نیچے تھا جیسے کئی دن سے کچھ نہ کھایا پیا ہو۔ اس نئے خیال کے تحت چونک کر میں نے اس کا چہرہ غور سے دیکھا اور چہرے کی کیفیات بھی وہی تھی۔

تب مجھے درحقیقت افسوس ہوا اور سچ تو تھا، بن بلائی مہمان، خواہ وہ تہذیب ناشناس اور آدم خور ہی کیوں نہ ہو۔ میزبان بے اعتنائی کے باوجود اس کے گھر میں کیسے دلجمعی سے کھا پی سکتی تھی۔ رحم آ گیا مجھے اس پر۔ سو میں اسے اٹھا کر سائبان کے نیچے لے گیا کہ اس عالم میں اس کی حالت بگڑ بھی سکتی تھی اور سمندر کا پانی اس پر اس انداز میں اثر کر سکتا تھا کہ اس کی زندگی ہی چھن جاتی۔ خاص طور سے اس لئے کہ وہ کئی دنوں کی فاقہ زدہ اور جسمانی طور پر سخت کمزور تھی ..... اس کے بدن کو گرمی اور توانائی کی ضرورت تھی۔ سو میں نے ایک طبی اصول پر عمل کیا۔

اس کا منہ کھول کر پوری طرح اپنے منہ کی گرفت میں لے لیا اور گہری گہری گرم سانسوں کو اس کے بدن میں منتقل کرنے لگا۔

یہی ایک طریقہ تھا۔ فوری طور پر اس کی توانائی بحال کرنے کا اور ہوتا عام آدمی تو شاید اتنی جلدی کامیابی ممکن نہ ہوتی۔ لیکن میرے بدن میں تو آگ موجود تھی اور اس آگ نے اسے وہ حرارت بخشی کہ وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی اور چند ہی ساعت کے بعد اس کے بدن میں کلبلاہٹ ہونے لگی۔ لیکن میں اسے اسی طرح بدن سے لپٹائے لپٹائے گہرے سانس اور جسم کی حرارت اس میں منتقل کرنے لگا۔

تب میں نے محسوس کر لیا کہ اب وہ پوری طرح درست ہو گئی ہے۔ چنانچہ میں نے گرفت ڈھیلی کر دی اور اس کے ہونٹوں سے ہونٹ جدا کر دیئے۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اب وہ اپنی چمکدار جادوئی آنکھوں سے مجھے گھور رہی تھی۔

''تم نے مجھے بچا کیوں لیا؟'' اس نے کہا۔

''تم نے مرنے کی کوشش کیوں کی تھی؟''

''تمہاری نفرت کے ساتھ۔ اس لامحدود سمندر کی اس چھوٹی سی خشکی پر میں زندہ رہ کر کیا کرتی؟ میں تمہارے لئے قابل نفرت تھی؟''

''انصاف سے سوچو۔ کیا میں اپنی نفرت میں حق بجانب نہ تھا؟''

''کیوں..... آخر کیوں؟''

''ارے واہ۔ تم نے مجھے لڑاکا وحشیوں کے سامنے ڈال دیا تھا تم نے مجھے بھوکے شیروں کے سامنے چھوڑا تھا اور اس کے بعد بھی جب میں بچ گیا تو تم نے میرا پیچھا نہ چھوڑا اور میرے اوپر چٹان گرائی۔ ان ساری کوششوں کے بعد کیا مجھے تم سے محبت کرنی چاہیے تھی؟''

وہ گردن جھکا کر سوچنے لگی۔ پھر بولی۔ ''ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔'' اب اس کے لہجے میں افسردگی تھی۔ ''خود مجھے ان باتوں کا احساس تھا۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''پھر تم میرے کشتی میں کیوں آئی تھیں؟ اور کیا تم نے مجھے کشتی کے نزدیک دیکھا تھا اور یہ جان گئی تھیں کہ یہ کشتی میری ہے؟''

''ہاں۔''

''تمہیں یہ اندازہ نہ ہوا کہ میں تمہارا دشمن ہوں؟''

''تھا کیوں نہیں۔'' اس نے جواب دیا۔

''پھر بھی تم میری کشتی میں آ چھپیں؟''

''اور کیا کرتی ... اس زمین پر بھی تو میرے لئے کوئی جگہ نہیں رہی تھی۔ اگر میں رہتی تو وہ مجھے ہلاک کر کے کھا جاتے۔''

''اوہ۔ کیوں؟''

''ملکہ ہونے کے باوجود میں ان کی حفاظت کرنے میں ناکام رہی تھی۔''

''ہوں۔'' میں نے ایک گہری سانس لی۔ ''لیکن یہ تو بتاؤ تم میری اتنی سخت دشمن تھیں۔ پھر تم نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔''

''بس اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔''

''اور تم بعد میں مجھ پر حملے کیوں کرتی رہیں؟''

''اس لئے کہ اگر تمہیں ہلاک کرنے میں کامیاب ہوگئی تو تمہاری لاش ان کے سامنے پیش کر کے کہوں کہ بالآخر میں کامیاب ہوگئی۔'' اس نے بے خوفی سے سچ بول دیا اور پروفیسر۔ مجھے ہنسی آ گئی۔ اب اس احمق لڑکی سے اور کیا کہا جاتا۔

''تو شاہولا ..... یہ بات طے ہے کہ تم میری دشمن ہو۔ اب مجھے بتاؤ کہ تمہارے ساتھ سلوک کیا کروں؟''

''میں کیا کہوں۔''

''اچھا تم سمندر میں کیوں کودی تھیں؟''

''مرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔''

''کیوں۔؟''

''بس تمہارے رویے سے اکتا گئی تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ یا تو تم مجھے ہلاک کر دو گے۔۔ سو یہ مرنا مجھے ناگوار نہیں تھا کہ شاید تم مجھے معاف کر دو۔ لیکن تم نے نہ تو مجھے ہلاک کیا اور نہ معاف کیا۔ میں نے سوچا اب خود ہی مر جاؤں۔''

''اس دوران تم نے کچھ کھایا بھی نہیں؟''

''نہیں۔'' اس نے گردن ہلا دی۔

''کیوں۔ میں نے تو تم سے کہا تھا۔'' میرے اس سوال پر وہ تھوڑی دیر خاموش رہی اور پھر ایک سسکی سی لے کر بولی۔

''میں بے شمار طاقتور جوانوں کی ملکہ تھی۔ میرے ایک اشارے پر وہ میرے لئے ہر چیز کے انبار لگا دیتے تھے لیکن تم نے مجھے دشمن غلاموں کی مانند کھانے کے لئے کہا تھا۔ سو میں نے نہ کھایا کہ مجھے اپنے دشمن غلام یاد آ جاتے تھے۔''

معصوم تھی، عورت تھی پروفیسر، کمزور تھی اور..... اور دلکش تھی۔ سو میں نے سوچا کہ اب اسے قبول نہ کرنا حماقت ہے۔ رہا اس سے دشمنی کا سوال تو تم خود سوچو کہ روئے زمین پر میں کسی کو دشمن کہاں سمجھ سکتا تھا اور مجال تھی میرے دشمن کی کہ جسے میں دشمن سمجھ کر اس کے درپے ہوں اور وہ میری مرضی کے خلاف سانسیں لے۔ سو میں نے سمندر کی آغوش میں اسے قبول کر لیا اور مختلف نہ رہی اس کی کہانی ان تمام کہانیوں سے جو میری طویل زندگی سے چمٹی ہوئی ہیں اور جن میں عورت کے سربستہ راز کھلتے رہے ہیں۔ سو یوں لگتا تھا جیسے اس سے پہلے کسی عورت نے مجھے اس سے زیادہ نہ چاہا ہوگا اور چاہت کے یہ انداز دنیا کی دوسری عورتوں سے مختلف نہ تھے اور مختلف تھی تو صرف یہ بات کہ اس نے اپنی طویل تر زندگی سمندر پر ہی گزاری۔ ہاں ایک بار ہم خشکی پر اترے تھے لیکن وہ بھی صرف اس لئے کہ بادبان بنا سکیں اور کشتی کو مضبوط کر سکیں۔ سو میں نے یہ دونوں کام کر لئے اور ضرورت نہ تھی اس بات کی کہ خشکی کا رخ کروں اور آبادیوں کے ہنگاموں سے دور سمندر کی پرسکون آغوش میں چاند ہم دونوں کو پیار کرتے دیکھتا تھا اور بڑا تعاون کرتی تھی شاہولا مجھ سے کہ اختر شماری کے اوقات میں یا اپنی کتاب کی تکمیل کے وقت صرف وہ میری ضروریات کا خیال رکھتی تھی اور دخل نہ دیتی تھی میرے معاملات میں۔ لیکن خوفزدہ تھی وہ میری پھول کی طرح کھلی جوانی اور اپنے بڑھاپے سے کہ اس کے بالوں کا رنگ سفید ہونے لگا تھا اور کسے ہوئے بدن میں جھریاں نمودار ہونے لگی تھیں، احساس کمتری کا شکار شاہولا اب حسرت بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہتی تھی لیکن میں نے آج تک اس سے بیزاری کا اظہار نہیں کیا تھا کیونکہ بہرحال اس نے اپنی ساری جوانی میرے ساتھ گزاری تھی۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اب اس میں نہ جوانی کی امنگیں رہ گئی تھیں اور نہ جذبات۔ اب وہ ایک بوڑھی اور سرد عورت تھی جبکہ میں آگ کی مانند جوان تھا کیونکہ آگ تو میرے رگ و پے کی محافظ تھی اور پروفیسر، شاہولا بھی ان خوش نصیب عورتوں میں سے تھی جنہوں نے میرے ساتھ جوانی کا آغاز کیا ہو اور میری معیت میں بوڑھی ہو کر جان دے دی ہو۔ بہت کم عورتوں کو یہ شرف حاصل ہو سکا تھا۔

شاہولا بھی مر گئی اور میں نے کسی بھی جذبے کے بغیر اس کی لاش اٹھا کر سمندر میں ڈال دی۔ میں پرسکون تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ شاہولا موت کے نزدیک ہے اور ایک دن اسے مر جانا ہے۔

اس کی موت کے بعد میں اسے بھول گیا کہ صدیوں سے واقعات کو بھلانے کا عادی تھا اور ان پر غمگین یا خوش نہیں ہوتا تھا۔ ہاں تنہائی کے اس سفر میں، میں نے اکثر سوچا تھا کہ اب ہنگاموں سے دور کافی زندگی گزر گئی ہے پروفیسر..... گو میرے اندر انسانی جذبات اتنے شدید نہیں ہیں جتنے عام انسانوں میں ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود کبھی کبھی میں عام انسانوں کی مانند ہی سوچنے لگتا ہوں۔ تم لوگ پروفیسر! بعض معاملات میں بہت بہتر ہوتے ہو۔ تمہاری زندگی میں ہیجان ہوتا ہے، تمہیں ہر کام کی جلد بازی ہوتی ہے کیونکہ تمہاری عمر مختصر ہوتی ہے اور تمہیں یقین ہوتا ہے کہ تم

جوان ہو گے، بوڑھے ہو گے اور مر جاؤ گے۔ گویا تمہاری ایک منزل ہوتی ہے لیکن وہ جس کی کوئی منزل ہی نہ ہو، زندگی بعض اوقات اس کے لئے کتنی کٹھن ہوتی ہے، یہ میں جانتا ہوں۔ مجھے معلوم تھا کہ ادوار ختم ہوتے جائیں گے، کہانیاں جنم لیتی رہیں گی اور دم توڑ دیں گی اور میں ادوار کے اس بھنور میں پھنسا رہوں گا۔ ان ادوار کا کوئی اختتام نہیں ہے۔ گو میں ادوار کی نت نئی دلچسپیوں میں گم ہو کر خود کو مطمئن کر لیتا تھا لیکن بعض اوقات دل کچھ نہیں چاہتا تھا اور اس وقت ایسی شدید بیزاری طاری ہوتی تھی کہ ذہن کام کرنا ہی چھوڑ دیتا تھا۔

کشتی کے سفر میں ان دنوں یہی بیزاری میرے اوپر طاری تھی۔ ستارے، سب کے سب جانے پہچانے، جن کی داستانیں ختم ہو چکی تھیں۔ چھوٹی اور دیو پیکر لہریں جو ایک ہی گیت گنگناتی رہتی تھیں۔ اب تو سمندر کی جانب نگاہ اٹھا کر دیکھنے کو دل بھی نہیں چاہتا تھا۔ سو ان حالات میں سوچا میں نے کہ اب آبادی کا رخ کیا جائے اور زندگی کو دیکھا جائے کہ کون سی منازل طے کر چکی ہے۔ کشتی بھی بوڑھی ہو چکی تھی اور جگہ جگہ سے بوسیدہ ہو گئی تھی۔ میرے ذہن میں صرف دو ہی راستے تھے۔ یا تو اس کشتی میں سو جاؤں، جب تک یہ تھپیڑوں سے لڑتی رہے ٹھیک ہے ورنہ پھر اس کے بعد سمندر کی تہہ میں جا سوؤں گا اور ایک طویل نیند لوں گا جو میرے ذہن سے کسلمندی دور کر دے۔

لیکن سونے کے سلسلے میں بھی میں پرخلوص نہیں تھا۔ ابھی سونے کو دل بھی نہیں چاہ رہا تھا۔ تب میں نے فیصلہ سورج پر چھوڑ دیا۔ میں نے سوچا تین سورج دیکھوں گا۔ اگر کوئی خشکی نظر آ گئی تو اس کی جانب بڑھوں گا اور اگر تین سورج گزر جانے کے باوجود خشکی نظر نہ آئی تو پھر کشتی میں سو جاؤں گا اور خود کو واقعات کے لئے چھوڑ دوں گا۔ ایسے فیصلے مجھ جیسے انسان کے لئے سکون بخش ہوتے تھے۔ چنانچہ میں سورج گزارنے کا انتظار کرنے لگا۔

اور میں نے جو کہا تھا پروفیسر کہ اگر فیصلہ حالات پر چھوڑ دیا جائے تو نتائج بہتر ہی نکلتے ہیں اور انسان سوچ لیتا ہے کہ جو ہوا ہے بہتر ہی ہوا ہے۔ ابھی دوسرا سورج عروج کو پہنچا تھا کہ میری نگاہ سمندر کی آخری لکیر پر جا لگی۔ بلاشبہ یہ بادل نہ تھے کیونکہ کالے بادل سمندر سے اس طرح بلند نہیں ہوتے۔ وہ دھواں تھا، گہرا اور گاڑھا سیاہ دھواں، وَل کے وَل اٹھ رہے تھے۔ ظاہر ہے یہ دھواں سمندر سے بلند نہ ہو رہا ہو گا، خشکی، سورج کا انعام۔ اس پر بھروسے کا نتیجہ۔ میں نے کشتی کے بادبانوں کا رخ بدلا اور دھوئیں کی راہ پر چلنے لگا۔ جس طرح دھوئیں کے غٹ اٹھ رہے تھے ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ یا تو جنگل کے درختوں میں آگ لگی ہوئی ہے یا پھر ممکن ہے کوئی آتش فشاں، آتش فشانی کے بعد دھواں اگل رہا ہے۔

لیکن آتش فشاں کا خیال تھوڑی دیر کے بعد ترک کر دینا پڑا کیونکہ دھواں اگر آتش فشاں سے ابل رہا ہوتا تو اس کا منبع ایک ہوتا، جگہ جگہ سے دھوئیں کے مرغولے اٹھ رہے تھے اور دور تک پھیلتے چلے جا رہے تھے۔ یقیناً جنگل کی آگ ہے تو کیا اس جنگل کے نزدیک کوئی بستی بھی ہے؟۔

دور کے خیالات بے پناہ تھے اور خیالات کا کیا ہے جو دل چاہے قائم کر لو، حقیقت تو قریب پہنچ کر ہی معلوم ہو سکتی تھی چنانچہ بادبانوں کی مدد کے لئے اور اس جگہ جلدی پہنچنے کے خیال سے میں نے چپو بھی سنبھال لئے اور میرے بازو تیزی سے ہواؤں کو کاٹنے لگے۔ کشتی اب ایک سیدھے تیر کی طرح مطلوبہ جگہ کی طرف بڑھ رہی تھی اور ہوائیں یہ سفر اتنی تیزی سے طے کرانے کی اہلیت نہیں رکھتی تھیں۔ جو میں نے تھوڑی دیر کے بعد طے کر لیا اور اب میں دور سے بستی کے آثار دیکھ رہا تھا۔

دھڑا دھڑ جلتی ہوئی بستی اب صاف نظر آنے لگی تھی۔ کچے اونچے نیچے مکانات آگ کے نارنجی شعلوں میں گھرے ہوئے تھے اور انہیں

سے شعلے اور دھواں بلند ہو رہا تھا۔ پھر میں نے کچھ اور دیکھا۔ سمندر کے ساتھ لکڑی کا عظیم الشان پل بنا ہوا تھا۔ موٹے موٹے شہتیروں سے بنا ہوا پل جو بے حد شاندار اور جدید تھا۔ آج تک میں نے جہازوں کو لنگر انداز کرنے کے لئے ایسا پل نہیں دیکھا تھا لیکن افسوس پل بھی آگ پکڑ چکا تھا اور اس کا ایک حصہ آگ کی لپیٹ میں آ گیا تھا۔

کشتی اب بستی کے اتنے قریب پہنچ چکی تھی کہ آگ کی تپش صاف محسوس ہو رہی تھی اور ہوائیں کچھ بوئیں بھی ساتھ لا رہی تھیں۔ یہ گوشت جلنے کی بو تھی۔ بستی ہے تو انسان بھی ہوں گے اور جانور بھی لیکن افسوس سب آگ کی لپیٹ میں تھے اور ان کے زندہ بدن سلگ رہے تھے۔

کچھ اور قریب پہنچ کر ایک اور خیال بھی آیا۔ نہ انسانوں کے شور کی آوازیں تھیں نہ جانوروں کے۔ بس آگ کی بھڑ بھڑاہٹ تھی جو بہر حال اتنی تیز نہیں ہوتی کہ انسانوں کے چیخنے اور کراہنے کی آوازوں کو دبا سکے۔

تو کیا بستی کے سارے انسان نذر آتش ہو گئے، اس کا مطلب ہے آگ کئی دن سے لگی ہوئی ہے اور اپنی تباہ کاریاں پوری طرح پھیلا چکی ہے۔ یا پھر یہ بھی ممکن ہے کہ انسانوں نے آگ کو بے قابو ہوتے دیکھ کر بستی چھوڑ دی ہو اور کہیں دور پناہ لے لی ہو اور اس وقت یہ شہر خالی ہو۔ ہاں وہ جو آگ کا شکار ہو چکے تھے، زندگی کے ہنگاموں سے دور سلگ رہے تھے اور ان کے گوشت کی چراند پھیل رہی تھی۔

کشتی کو پل کے بالکل نزدیک لے جانے کے بعد میں نے بادبان اتار دیئے۔ قیامت کی آگ تھی۔ میرا بدن آگ کی جانب لپکنے لگا۔ میرے مسامات نے بھوکی مچھلیوں کی طرح منہ کھول دیئے اور آگ کی طلب کرنے لگے۔ سرور کی ایک انوکھی کیفیت میرے رگ و پے میں مچلنے لگی۔

تب میں نے کشتی جلتے ہوئے پل سے لگا دی۔ میں اس پل کو دیکھ رہا تھا جسے جدید انسانوں نے بڑی محنت سے تیار کیا ہو گا لیکن اب ان کی محنت اکارت ہو چکی تھی۔ تیز ہواؤں نے آگ کو لکڑی کے پل کے ریشے ریشے میں اتار دیا تھا۔ سو میں نے اپنی کشتی کو بھی الوداع کہہ دیا جو میرا ساتھ دینے والی عورتوں کی مانند بوڑھی ہو چکی تھی۔ یقیناً آگ کا کوئی شعلہ اس پر بھی مہربان ہو جائے گا اور اسے طویل زندگی کے بوجھ سے نجات دلا دے گا پھر میں نے ایک جلتے ہوئے شہتیر کو پکڑا اور اس پر چڑھنے لگا۔ درحقیقت بہت پر لطف آگ تھی۔ زندگی اور جوانی سے بھرپور۔

شعلوں کی زبانیں میری جانب لپکیں اور پھر مانوس بدن کو پا کر پرسکون ہو گئیں اور ہولے ہولے مجھے چاٹنے لگیں لیکن لکڑی کا نامراد شہتیر آگ سے اتنا ناکارہ ہو چکا تھا کہ میرا مختصر بوجھ بھی نہ سہار سکا اور اس طرح ٹوٹ کر نیچے گرا کہ میں بھی اس کی لپیٹ میں آ گیا اور کشتی بھی۔ میں کافی بلندی سے نیچے گرا تھا۔ گو میرا کچھ بھی نہیں بگڑا تھا لیکن مجھے یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔ اب از سر نو محنت کرنا تھی۔ چنانچہ آگ کے غسل کے بجائے مجھے بستی کے حالات معلوم کرنا تھے۔ ممکن ہے میں کسی ذی روح کی جان بچا سکوں۔

اس بار میں نے اس حصے کا رخ کیا جہاں ابھی آگ نہیں پہنچ سکی تھی۔ ہاں اس طرف بڑھ ضرور رہی تھی۔ میں نے پانی میں ڈوبے ہوئے موٹے ستون کو پکڑا اور اوپر چڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں پل پر تھا۔

لکڑی کے چوڑے چوڑے تختوں کو جوڑ کر لمبی سڑک بنائی گئی تھی۔ لیکن یہ سڑک بھی جگہ جگہ سے آگ کے شعلوں کی لپیٹ میں تھی اور سڑک میں بڑے بڑے آگ اگلنے والے سوراخ بن گئے تھے۔ ان سوراخوں سے مجھے بچنا تھا کیونکہ یہ مجھے واپس پانی میں پہنچا دیتے۔ بہر حال میں اس

سڑک پر دوڑنے لگا۔ ویسے پل بنانے والوں کو میں دل ہی دل میں داد دے رہا تھا۔ بلاشبہ یہ انسانی محنت کا عظیم کارنامہ تھا لیکن دکھ کی بات تھی کہ اس طرح آگ کی نذر ہو گیا۔

سڑک عبور کر کے میں بستی کے قریب پہنچ گیا۔ سامنے ہی مکانوں کی قطار نظر آ رہی تھی لیکن سب کے سب آگ کی لپیٹ میں تھے۔ ان مکانوں میں سے ایک کے سامنے مجھے ایک انسانی جسم نظر آیا لیکن اس طرح کہ اب اس میں سے نم گوشت کا دھواں چراندھ کے ساتھ اٹھ رہا تھا۔ اس کے خدوخال پگھل چکے تھے اور اس کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ میں وہاں سے اندر کی جانب چل پڑا۔ مکانات قطار سے بنے ہوئے تھے اور ان میں ایک خاص سلیقہ نظر آتا تھا۔ جانوروں اور انسانوں کی لاشیں جابجا بکھری ہوئی تھیں۔ ان میں بہت سی آگ میں جل کر مسخ ہو گئی تھیں۔ بہت سی ایسی تھیں جن تک آگ نہیں پہنچ سکی تھی۔ ایسی ہی لاش کے پاس جا کر میں اس پر جھک گیا۔ لاش کے گردن خون پھیلا ہوا تھا اور میں اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ یہ سب ماجرا کیا ہے؟

میں نے لاش کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔ اس کا پیٹ ناف سے لیکر سینے تک چرا ہوا تھا اور آنتیں باہر نکلی پڑی تھیں۔ یقیناً یہ کسی دھار دار آلے کا کارنامہ تھا اور صورت حال کسی حد تک میری سمجھ میں آنے لگی۔ یہ کسی جنگ، کسی تخریب کاری کا نتیجہ ہے۔ جنگ میں فتح پانے والوں نے نہ صرف انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا بلکہ پورے شہر کو آگ لگا دی۔ اور میری تجربے کار نگاہوں نے صورتحال کا بالکل صحیح جائزہ لیا تھا۔ جوں جوں میں اندر داخل ہوتا گیا مجھے ایسے ہی نشانات ملتے گئے۔ کئی جگہ گھوڑوں کی لاشیں بھی ملیں جن کے ساتھ ان کے سوار بھی تھے اور یہ سوار آہن پوش تھے۔ ان کے جسموں پر فولادی بکتر بھی تھے جو ہتھیاروں کو روکنے کے لئے ہی استعمال ہوتے تھے۔ ان کے نزدیک ان کی چوڑی تلواریں اور ڈھالیں بھی پڑی ہوئی تھیں۔ بعض سواروں کے نزدیک انتہائی تیز اور عمدہ انی والے نیزے بھی پڑے ہوئے تھے۔

یقیناً یہ حملہ آور تھے جنہیں شہریوں نے قتل کیا ہوگا۔ ظاہر ہے شہریوں نے بھی اپنی حفاظت کے لئے ہاتھ پاؤں تو ہلائے ہوں گے لیکن سواروں اور گھوڑوں کی تعداد بہت معمولی تھی۔ ہاں شہریوں کے کشتوں کے پشتے لگے ہوئے تھے۔ ان میں کوئی تخصیص نہیں تھی۔ مرد، بچے، بوڑھے سبھی تھے۔ حملہ آوروں نے کسی کو نہیں چھوڑا تھا جس سے ان کی سفاکی اور درندگی کا اندازہ ہوتا تھا۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ پورے شہر میں ایک بھی زندہ موجود نہ تھا۔ دکانیں، بازار اجڑے پڑے تھے۔ اشیا، موجود تھیں، کچھ جل چکی تھیں، کچھ جل رہی تھیں لیکن کوئی زخمی بھی موجود نہیں تھا۔ لاشیں اور صرف لاشیں۔ جس طرف بھی نگاہ جاتی لاشوں کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ ان میں بے شمار لاشیں جل چکی تھیں اور آگ جہاں جہاں پھیلتی جا رہی تھی سب کچھ جلتا جا رہا تھا۔

شہر کافی طویل و عریض تھا لیکن کسی زندہ انسان کی تلاش میں ہر گلی کوچے سے گزر رہا تھا۔ پھر مجھے سرخ پتھروں سے بنا ہوا ایک خوبصورت محل نظر آیا اور میں آگ سے جلتے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔

وسیع و عریض محل کے مختلف حصوں میں بھی آگ روشن تھی۔ یہاں بھی چپے چپے پر لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ انسانوں کی تباہی کے ایسے خوفناک مناظر بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں پروفیسر...... یوں لگتا تھا جیسے اس جلتے ہوئے شہر میں کسی فرد کو بھی زندہ نہیں چھوڑا گیا ہو۔ محل سے بھی باہر

نکل آیا اور شہر کے دوسرے حصوں سے گزرتا ہوا بالآخر اس کے آخری سرے تک آ پہنچا۔ یہاں سے تاحد نگاہ شہر پناہ کی فصیلیں پھیلی ہوئی تھیں۔ اوپر جانے کے لئے سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ عظیم الشان دروازہ اکھڑا ہوا پڑا تھا اور وہ بھی دھواں دے رہا تھا۔

بہت ہی خوفناک دشمن نے حملہ کیا تھا اور پورے شہر اور قلعے کو نیست و نابود کر دیا تھا۔ بہر حال اس ویران شہر میں لاشوں، آگ اور دھوئیں کے سوا کچھ نہیں تھا۔ پھر میں یہاں کیا کرتا.... دفعتاً ہی میرے ذہن میں ایک اور خیال آیا۔ کیوں نہ فصیلوں کی بلندی سے دوسری جانب کا نظارہ کیا جائے۔ وہ دشمن دور جا چکا ہے جس نے یہ تباہی پھیلائی ہے، یا کہیں نزدیک ہی موجود ہے۔

اور میں اوپر جانے والی سیڑھیاں طے کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں فصیل پر پہنچ گیا اور دوسری طرف کا خوبصورت منظر میرے سامنے تھا۔ اندر جو ہولناک تباہی پھیلی تھی، باہر اس کے کوئی آثار نہ تھے۔ دور دور تک باغ پھیلے ہوئے تھے اور اس کے بعد ایک انتہائی طویل و عریض میدان۔

اور اس میدان میں ایک لشکرِ عظیم خیمہ زن تھا۔ سفید خیموں کا پورا شہر بسا ہوا تھا اور ان کے درمیان گھوڑے سوار آ جا رہے تھے اور بھی مختلف کاموں میں مصروف لوگ نظر آ رہے تھے۔ میں نے گہری سانس لی۔ یقیناً یہ فاتح لشکر تھا۔ وہی خونخوار لشکر جس نے یہ تباہی پھیلائی تھی۔ میں اسے قریب سے دیکھنا چاہتا تھا اور ظاہر ہے پروفیسر.... اس کے لئے مجھے کسی سوچ بچار کی ضرورت نہیں تھی چنانچہ میں فصیل سے نیچے اتر آیا اور قلعے کے بغیر پھاٹک والے دروازے سے باہر نکل آیا۔ میں نے چھپنے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔

پھر شاید دور سے ہی مجھے دیکھ لیا گیا اور باغوں سے پرے کے وسیع میدان سے یہ کام مشکل نہیں تھا کیونکہ درمیان میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ میں دلجمعی سے آگے بڑھتا رہا اور سامنے بھی دیکھتا رہا۔ لوگوں کا ایک ہجوم جمع ہو گیا تھا۔ یہ سب کے سب دور سے مجھے دیکھ رہے تھے اور شاید میرے بارے میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔

پھر ہجوم چھٹا اور اس میں سے چار گھوڑ سوار نکل آئے۔ یہ سب آہن پوش تھے اور ہتھیاروں سے لیس تھے۔ غالباً اس مردہ شہر سے کسی زندہ برآمد ہونے والے کو دیکھ کر وہ حیران رہ گئے تھے۔ گھڑ سوار میرے لئے ہی گھوڑوں پر سوار ہو کر آئے تھے۔ تین سوار پیچھے ہو گئے اور ایک آگے بڑھ آیا۔ یہ کافی قوی ہیکل آدمی تھا اور سفید رنگ کے ایک گھوڑے پر سوار تھا۔ پھر اس نے نیام سے تلوار نکالی اور اسے سیدھا آسمان کی طرف بلند کیا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے حلق سے ایک آواز نکلی تھی جو مجھے یہاں تک سنائی دی تھی اور اس کے بعد اس نے گھوڑا سرپٹ دوڑا دیا۔ تینوں گھوڑے اس کے پیچھے دوڑ رہے تھے۔

اور آن کی آن میں وہ میرے قریب پہنچ گئے۔ انہوں نے میرے چاروں طرف گھیرا ڈال دیا اور پھر ایک دائرے میں گھوڑے دوڑاتے ہوئے میرے چاروں طرف بھاگنے لگے۔ گھوڑوں کی رفتار اتنی تیز تھی کہ میرے آگے بڑھنے کا راستہ بند ہو گیا۔ میں نے دونوں ہاتھ باندھ لئے اور انہیں دیکھنے لگا۔ میرے چہرے پر لاپرواہی تھی۔ ظاہر ہے مجھے ان بے وقوفوں کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔

احمق وحشی کافی دیر تک اسی طرح دھما چوکڑی مچاتے رہے اور اپنی دانست میں مجھے ذہنی طور پر مفلوج کرتے رہے اور پھر یکلخت انہوں نے گھوڑے روک لئے۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے جو زمین پر دھمک ہو رہی تھی اس کے اچانک رک جانے سے ایک سناٹا سا چھا گیا تھا۔

میں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی اور یونہی کھڑا رہا۔ پھر وہی شخص جس نے اس کی سربراہی کی تھی اور جس کے سر پر دو سینگ اگے ہوئے تھے یا پھر اس نے اس قسم کا خود پہنا ہوا تھا جس کے دونوں جانب بیل کے سے دو سینگ ابھرے ہوئے تھے، آگے بڑھ آیا۔ وہ خونخوار نگاہوں سے مجھے گھورر ہا تھا اور اس کی خونخوار آنکھوں سے سرخ چنگاریاں سی نکل رہی تھیں۔

''اے شخص، آگے آ'' اس نے مجھ سے تھوڑے فاصلے پر کھڑے ہو کر کہا لیکن میں نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی تھی۔ ان خونخوار لوگوں کے درمیان میں نے بھی طاقت کی زبان استعمال کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ جب میں نے اس کا حکم نہیں مانا تو اس نے بے چین نگاہوں سے میری طرف دیکھا اور پھر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پھر پہلے سے زیادہ کرخت لہجے میں بولا۔

''اسپا کیہ کے رہنے والے! تو نے میری بات نہیں سنی؟''

''سنی ہے میں نے۔'' میں نے سکون سے جواب دیا۔

''تو پھر تکمیل کیوں نہیں کی؟'' وہ غرایا۔

''میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتا۔''

''اوہ، اوہ۔ تو جانتا ہے، تو جانتا ہے کہ موت تیرا مقدر ہے اس لئے من مانی کر رہا ہے۔ سنا بہادر وہ، آدمی موت کے وقت کافی بہادر ہو جاتا ہے۔ سو اسپا کیہ کا یہ سنہرا جوان بھی بہادر ہو گیا ہے لیکن اسے نہیں معلوم کہ دنیا میں چند لمحات کی زندگی پانے کے لئے بھی جد وجہد کی جا سکتی ہے۔ ممکن ہے اسے تھوڑی سی زندگی اور مل جاتی، جواب نہیں ملے گی اور یہ اس کی خودسری کی سزا ہوگی لیکن ......'' وہ اچانک رک گیا، مجھے گھورتا رہا، پھر بولا۔

''لیکن'' خدائی قہر'' کے نام کی خیرات میں اسے ایک موقع اور دینا چاہتا ہوں۔ اسپا کیہ کے جیالے! آگے بڑھ اور میرے گھوڑے سے دو ہاتھ کے فاصلے پر رک جا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ فاتح اعظم تجھے تیرے انوکھے ہونے کا انعام تیری زندگی کی شکل میں بخش دیں کیونکہ تو سنہرا ہے اور ایسے لوگ کم دیکھنے میں آتے ہیں اور شاید تجھے علم نہیں کہ '' خدائی قہر'' بعض اوقات دشمنوں پر بھی مہربان ہو جاتا ہے اور انہیں زندگی بخش دیتا ہے جنہیں اس کی امید نہیں ہوتی۔''

''خدائی قہر۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''ہاں۔ اور تیری پس وپیش تیرے اوپر عرصہ حیات تنگ کر رہی ہے۔''

''میں تیرے سامنے ہوں۔ بول کیا کہنا چاہتا ہے؟''

''گویا تو حکم عدولی کر رہا ہے؟''

''یہی سمجھ لے۔''

''اوہ، تو پھر سن، ظاہر ہے میں تجھے یہاں قتل نہیں کروں گا لیکن اس حکم عدولی پر، اس نافرمانی پر مجھے یہ حق پہنچتا ہے کہ اس رسی سے جس سے باندھ کر تجھے لانے کے لئے کہا گیا ہے، تجھے باندھ کر اس کا دوسرا سرا اپنے گھوڑے کی کمر سے باندھ لوں اور اس طرح تجھے لے جاؤں کہ

کھردرے میدان میں تیرے پورے بدن کی کھال جگہ جگہ چپک جائے اور تیرے بدن سے نکلنے والے خون کی لکیریں راہ کے نشان بناتی چلی جائیں۔اور خدائی قہر کی قسم! میں ایسا ہی کروں گا۔''

''خوب۔تیرا کام ہے جس طرح چاہے کر۔''میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''اس سے قبل کچھ باتیں اور ہیں۔''

''وہ بھی کہہ دے۔''میں نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ میری یہ مسکراہٹ اس کے لئے بڑی تکلیف دہ تھی۔ وہ بے چینی سے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔ شاید اپنی اس سبکی کا احساس ہوتا تھا اسے اور وہ سوچتا تھا کہ اس کی شخصیت میرے لئے مرعوب کن نہیں ہے۔ بھلا ایسے فاتح لشکر کے ایک جوان سے یہ بے اعتنائی۔

''کیا تو حواس میں ہے؟''اس نے گرج کر کہا۔

''تجھے کیا محسوس ہوتا ہے؟''میں نے پوچھا۔

''مجھے تو تو خبط الحواس معلوم ہوتا ہے اور یوں لگتا ہے جیسے اپنے شہر اور اس کے لوگوں کا حال زبوں دیکھ کر تیرا دماغ الٹ گیا ہو ورنہ صحیح الدماغ...... وہ جو خدائی قہر سے واقف ہوں، اس کے کسی غلام سے اس طرح گفتگو کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔''

''جو کچھ تجھے محسوس ہوتا ہے، وہ تیرا کام ہے۔''

''کیا تو نے اس وقت ہماری آواز نہیں سنی تھی جب خدائی قہر کے نام پر حکم دیا جارہا تھا کہ کسی مکان یا گلی کونے میں کوئی ذی روح موجود نہ رہے، سب باہر نکل آئیں۔ اگر تو نے یہ آواز سنی تھی تو جواب دے کہ حکم عدولی کس طرح کی؟''

''اسی طرح، جس طرح اب کی ہے۔''میں نے جواب دیا۔

''اوہ، اور تمہیں اپنے جرم کا احساس نہیں۔''

''نہیں۔''میں نے دلچسپی سے جواب دیا۔

''سنا تم لوگوں نے......اور اس کے باوجود اسے صحیح الدماغ سمجھتے ہو۔ ارے یہ تو سوچو کہ اگر یہ صحیح الدماغ ہوتا تو کبھی اس جلتے شہر سے باہر نکلنے کی کوشش نہ کرتا اور کسی ایسی جگہ چھپ جاتا جہاں آگ نہ پہنچ پاتی۔ پھر جب ہم یہاں سے چلے جاتے تو یہ زندگی بچانے کی جدوجہد میں مصروف ہو جاتا اور اس طرح اس کی جان بچ جاتی۔''

''تم ٹھیک کہتے ہو سردار۔''اس کے ساتھیوں میں سے ایک نے کہا۔

''تو پھر اب سوچنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اس کی گردن میں رسی کا پھندا ڈال دو اور پھندے کے دوسرے سرے کو میرے گھوڑے کی پشت سے باندھ دو کہ میں نے اس کی قسم کھائی ہے جس کی ہیبت سے زمین و آسمان کانپتے ہیں۔''

''لیکن ہوگا اس کا الٹا۔ سنا تم نے۔ سو میں تم چاروں کو تمہارے گھوڑوں سے باندھ دوں گا۔ نہیں بلکہ تم چاروں کو میں گھوڑوں سے باندھ

دوں گا اور ایک گھوڑے پر میں سواری کروں گا اور اس طرح تجھے تیرے لشکر تک پہنچاؤں گا۔'' میں نے کہا۔

''سردار۔اجازت ہو تو پہلے اس شخص کی گردن اس کے شانوں سے اتار دی جائے اور اس کے بعد بے سر بدن کو ہم گھوڑوں سے روندتے ہوئے لے جائیں کیونکہ یہ شخص بہت خودسر اور بدزبان ہے۔'' ان تینوں سواروں میں سے ایک نے غصیلے انداز میں کہا۔

''بس اب وقت نہ ضائع کرو اور اسے باندھ لو۔'' سردار نے کہا اور پروفیسر، میں نے بھی وقت ضائع نہ کیا اور دو گھوڑوں کی باگیں تھام کر نکیل کے پاس سے اسے یوں مروڑا کہ گھوڑوں کی گردنیں ٹیڑھی ہو گئیں اور انہوں نے اپنے سواروں کو پھینک دیا۔ پھر بدحواس سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ میں نے سردار اور باقی بچے ہوئے شخص کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ یوں چاروں آ گئے زمین پر۔ پھر میں انہیں سنبھلنے کا موقع کہاں دے سکتا تھا اس لئے میں نے رسی سنبھالی جو وہ مجھے باندھنے کے لئے لائے تھے۔ پھر اٹھنے والوں کے سروں پر مجھے ایک ایک گھونسا جمانا پڑا تھا اور ان کی کھوپڑیاں تڑخ گئیں۔ ممکن ہے کسی کا بھیجا بھی نکل پڑا ہو۔ میں نے کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ مجھے دلچسپی ان کی ٹانگوں سے تھی جنہیں میں نے رسی سے کس دیا اور پھر رسیوں کو درمیان سے ٹکڑے کر کے ایک گھوڑے سے سردار اور اس کے ایک ساتھی کو کسا۔ اور باقی گھوڑوں سے دوسرے آدمیوں کو اور سب کچھ میں نے اپنی شان کے مطابق کیا تھا کہ وہ میرے بدن کو ہاتھ بھی نہ لگا سکے اور خود بے بس چوہے بن گئے۔

تب میں نے سردار کے سفید گھوڑے پر سواری گانٹھ لی اور تینوں رسیاں میرے ہاتھ میں تھیں۔ تب میں نے اس شان سے اس عظیم لشکر کے جانب کوچ کیا جو خیموں کے شہر میں پناہ گزین تھا اور شہر کے سامنے بے اندازہ لوگ جمع ہو کر یہ دلچسپ تماشا دیکھ رہے تھے۔ سو پہنچ گیا میں ان کے سامنے کہ سپاہی منہ پھاڑے مجھے دیکھ رہے تھے۔

''کیا انہی بہادر سپاہیوں کو بھیجا تھا تم نے میری گرفتاری کے لئے.... لو انہیں سنبھالو اور اطلاع دو اپنے سردار کو کہ میری پیشوائی کرلے۔ جاؤ اس سے انحراف تمہارے لئے موت لائے گا۔''

غیظ وغضب کی بے پناہ آوازیں گونجیں جیسے میں نے کوئی ایسی بات کہہ دی ہو جس کو سننے کی تاب کوئی نہیں رکھتا تھا۔

''مار دو.... زبان نکال لو اس گستاخ کی۔ اس نے اٹیلا کی شان میں گستاخی کی ہے۔ اس نے خدائی قہر کو للکارا ہے۔'' بے شمار آوازیں ابھریں۔ تب ایک اور شخص آگے بڑھا اور گھوڑوں سے بندھے ہوئے لوگوں کو دیکھنے لگا جن میں کوئی زندہ نہیں تھا۔

''اسپاکیہ کے رہنے والے۔ تو نے اٹیلا کے جوانوں کو قتل کر دیا۔''

''کون اٹیلا.....؟ میں اسے نہیں جانتا۔''

''آہ۔ تب تو پاگل ہے یا پھر زمین سے تیرا تعلق نہیں ہے ورنہ تو خدائی قہر کو ضرور جانتا جس کے جلو میں موت دینے والے دوڑتے ہیں۔ وہ جہاں جاتا ہے موت اور تباہی اس علاقے کا مقدر بن جاتی ہے۔ لیکن تو بہادر اور طاقتور ہے اس لئے خدائی قہر کے اشارے کے مطابق تجھے اس کی اجازت کے بغیر قتل نہیں کیا جا سکتا کہ وہ بہادروں کو اپنی انگوٹھی کا نگینہ سمجھتا ہے۔''

''میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔ اسے میرے بارے میں اطلاع دو۔'' میں نے کہا۔

''کس کی مجال ہے جو اس وقت اس کے سامنے جائے کہ جب تک وہ نہ چاہے۔ ہاں اسے اطلاع دے دی جائے گی تیرے بارے میں اور اگر اس نے طلب کیا تجھے تو پھر ہم اس کے حکم کی تعمیل کریں گے۔ سو بہتر ہے کہ تو خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دے ورنہ پھر ہم تجھے زخمی کریں گے اور گرفتار کرلیں گے۔''

''ہوں۔ تو تم مجھے گرفتار کر کے اسے اطلاع دو گے؟''

''ہاں۔''

''اور اس دوران میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟''

''وہی جو تیرے ہم وطنوں اور تیرے شہنشاہ اڈی پاس کے ساتھ کیا گیا ہے۔ تجھے بھی تیرے ہم وطنوں کے ساتھ قید کر دیا جائے گا۔''

''یعنی اسپاکیہ کے باشندوں کے ساتھ؟''

''ہاں۔'' جواب ملا۔

''ٹھیک ہے میں تمہارے کام میں مداخلت نہیں کروں گا۔ لیکن اپنے حکمراں تک میرا پیغام ضرور پہنچا دو۔'' میں نے کہا۔ ویسے میں نے اندازہ لگایا تھا کہ وہ لوگ صرف اس لئے مجھے قتل نہیں کر رہے کہ ان کا سردار ان سے باز پرس کر لے گا ورنہ شاید وہ وہیں مجھے ہلاک کرنے کی کوشش کرتے۔ ظاہر ہے اپنے آدمیوں کے ہلاک ہو جانے کا نہیں قلق ہوگا۔

تھوڑی دیر کے بعد مجھے خیموں کے درمیان ایک جگہ لایا گیا۔ جہاں لکڑیوں کی ٹکٹکیاں نصب کر کے انہیں رسیوں سے منسلک کر دیا گیا تھا۔ اوپر کھلا آسمان تھا اور رسیوں کے اس احاطے میں بے شمار قیدی مرد، عورتیں اور بچے موجود تھے۔ سب کے سب سہمے ہوئے، خوف سے زرد۔ ان کے چاروں طرف اٹیلا کے سپاہی بکھرے ہوئے تھے اور ان کی کڑی نگرانی کر رہے تھے۔

''یہاں پر سازش اور محافظوں سے بدکلامی کی سزا موت ہوتی ہے اس لئے خود کو قابو میں رکھنا کہ وقت سے پہلے زندگی سے ہاتھ نہ دھو بیٹھو......'' مجھے لانے والوں نے مجھے اطلاع دی اور میں نے ان کی بات سنی ان سنی کر دی۔ میں ان قیدیوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ سب کے سب بھی تندرست و توانا تھے۔ ان کی عورتیں بھی خوبصورت تھیں لیکن اب وہ شکست خوردہ تھے اور ان کی شکست ان کے چہروں پر تعبیر تھی۔

سپاہی مجھے ان کے درمیان چھوڑ کر چلے گئے اور میں ایک کونے میں ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ دیر تک میں ان لوگوں کا جائزہ لیتا رہا۔ اٹیلا کے سپاہی پوری طرح چاک و چوبند تھے اور سارے قیدی ان کی نگاہوں میں تھے۔

مجھ سے تھوڑے فاصلے پر پستہ قد کا ایک بوڑھا اکڑوں بیٹھا مجھے غور سے دیکھ رہا تھا۔ میں نے کئی بار اس کی جانب دیکھا اور ہر بار اسے اپنی جانب دیکھتے پایا۔ تب میں آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ گیا۔ بوڑھے کے انداز میں اب بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ تب میں اس کے نزدیک پہنچ گیا اور آہستہ سے بولا۔

''کیا حال ہے بڑے میاں؟''

''بادشاہ کی بلا رعایا کے سر۔'' بوڑھے نے نفرت سے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''خود سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں نے جتنا کہا اتنا ہی کافی ہے۔ گو ہم دوسرے کی قید میں ہیں لیکن یہاں بھی زبان نکلوالی جائے گی۔''

''اوہ۔لیکن یہاں سننے والا کون ہے؟'' میں نے دلچسپی سے کہا۔

''دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔'' بوڑھا بولا۔

''مگر یہاں تو دیواریں بھی نہیں ہیں۔''

''واہ۔ برجستہ کہا۔'' بوڑھا ہنس پڑا اور پھر زور زور سے نتھنے پھلا کر مجھے سونگھنے لگا۔''لیکن تمہارے بدن سے تو اسپا کیہ کی بو نہیں آتی۔ پھر تم کون ہو؟''

''کوئی بھی ہو۔ بہر حال قیدی ہوں۔''

''جاسوس بھی ہو سکتے ہو۔''

''اب تمہاری مرضی جو چاہو سمجھ لو۔لیکن ایک بات سوچ لو یہاں جاسوسی کرنے سے کیا فائدہ ہوگا۔تم سب تو قیدی ہو اور تمہارا کچھ بھی انجام ہو سکتا ہے۔'' میری بات پر بوڑھا گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔

''ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔احمق بادشاہ کی سربراہی میں قوم کس قدر غیر محفوظ ہوتی ہے۔ٹھیک تو ہے۔ اب رہ ہی کیا گیا ہے۔جس کی جاسوسی کی جائے گی لیکن یہ بات میں اب بھی دعوے سے کہہ سکتا ہوں تمہارا تعلق اسپا کیہ سے نہیں ہو سکتا۔''

''تمہارا خیال درست ہے۔ میں ایک آوارہ گرد ہوں جو اتفاق سے یہاں آ پھنسا ہے اور ان لوگوں نے مجھے بھی اسپا کیہ کا باشندہ سمجھ لیا۔''

''آہ۔کیا سمندر کے راستے سے آئے تھے؟'' بوڑھے نے پوچھا۔

''ہاں۔''

''اور اسپا کیہ میں داخل ہو گئے ہو گے؟''

''ہاں۔ ایسا ہی ہوا ہے۔''

''تب تو واقعی تم بھی بدنصیب ہو۔'' بوڑھے نے ہمدردی سے کہا۔

''کیا اب بھی مجھے اپنی روداد نہیں سناؤ گے؟'' میں نے کہا۔

''کیا روداد سناؤں۔ بستاریہ، شاکیزہ جیسی عورتوں نے اسپا کیہ تباہ کر دیا۔ ہائے ذرا یہ تو بتاؤ میرے وطن کا کیا حال تھا؟''

''پورا شہر جلتا جہنم بنا ہوا ہے۔گلیاں کوچے لاشوں سے بھرے پڑے ہیں۔جلتی ہوئی لاشوں سے دھواں اٹھ رہا ہے اور اسپا کیہ کا ہر گھر جل کر راکھ ہو چکا ہے۔''

''اور یہ سب اسی منحوس بادشاہ کی وجہ سے ہوا ہے۔'' بوڑھے نے غمزدہ لہجے میں کہا۔

''کیا نام ہے تمہارے بادشاہ کا؟''

''سیروز نام ہے اس منحوس کا اور وہاں اپنی تقدیر کو رو رہا ہے۔'' بوڑھے نے ایک طرف اشارہ کیا اور میں ایک جمگھٹ کی طرف دیکھنے لگا جس کے درمیان کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔

''کیا کیا تھا اس نے اور یہ تم نے دو نام کیا لئے تھے؟''

''بات صرف دو ناموں کی نہیں ہے۔ عورت جہاں بھی اسے خوبصورت نظر آئی وہ دل و جان سے اس کے حصول میں مصروف ہو گیا۔ لیکن یہ دونوں کنیزیں یقیناً جاسوس تھیں اور انہوں نے ہی اٹیلا کو یہ شاندار کامیابی حاصل کرنے میں مدد دی۔''

''اوہ۔ لیکن یہ اٹیلا کون ہے؟''

''ہن قبیلے کا نامور سردار... جو خود کو خدائی قہر کہلواتا ہے اور بلاشبہ اس سے کم بھی نہیں ہے۔ سلطنت روما کی تباہی کے مناظر جس نے دیکھے ہیں وہ اسے خدائی قہر تسلیم کرنے سے انکار نہیں کرتا اور اب اس کا رخ سفید علاقوں کی جانب ہے اور ... وہ دن دور نہیں ہے جب تھیوڈوسیس ثانی بھی اس کی زد میں آ جائے گا کیونکہ اٹیلا کو روکنے کے لئے کوئی موثر اقدام نہیں کیا گیا۔ جس کا ثبوت اسپاکیہ کی تباہی ہے۔ اسپاکیہ کے شہریوں نے ایک خفیہ وفد تھیوڈوسیس اعظم کے دربار میں بھیجا تھا اور اس وفد نے وہاں جا کر بتایا کہ اسپاکیہ، اٹیلا کی زد میں ہے اور سیروز اس لئے کوئی بندوبست کرنے کے ناقابل۔ کیونکہ وہ شراب اور عورت میں اس قدر غرق ہے کہ دنیا کی کوئی فکر نہیں کرتا۔ لیکن جانتے ہو کیا ہوا؟ تھیوڈوسیس نے وفد کے ارکان کو گرفتار کر کے سیروز کے پاس قاصد بھجوائے اور یہ معلوم کرایا کہ کیا اسپاکیہ میں اس کے خلاف سازش ہو رہی ہے؟ کیا اسے غداری کا شبہ ہے، ورنہ یہ وفد خفیہ طور پر کیوں آیا اور سیروز نے دست بستہ عرض کیا کہ یہ حقیقت ہے کہ کچھ لوگ اس کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں اس لئے اس وفد کو اس کے حوالے کر دیا جائے اور وفد کے ارکین اسپاکیہ پہنچا دیئے گئے اور پھر ان تمام ارکین اور ان کے اہل خاندان کو ایک بڑے میدان میں رسیوں سے باندھ کر لٹکا دیا گیا اور سیروز کے تیر اندازوں نے ان پر نشانہ بازی کی خوب مشق کی۔ جب تک ان کی لاشوں سے تعفن نہ اٹھنے لگا۔ ان لاشوں کو وہیں لٹکا رہنے دیا گیا تھا۔''

''اوہ۔ تو اسپاکیہ میں سیروز کے خلاف نفرت پھیل گئی ہوگی؟'' میں نے پوچھا۔

''بے پناہ نفرت۔'' بوڑھے نے جواب دیا۔

''اس کے خلاف بغاوت نہیں ہوئی؟''

''چھوٹے چھوٹے بہت گروہ بن گئے تھے۔ لیکن ابھی ان کی کارروائی بھی نہیں شروع ہوئی تھی کہ اٹیلا سروں پر آ پہنچا۔''

''اوہ۔'' میں نے گہری سانس لی۔

''اور دیکھ لو۔ آج اسپاکیہ ختم ہو چکا ہے۔''

''کیا اٹیلا بہت ظالم ہے؟''

''ہاں۔ خدائی قہر صرف ہاں سنتا ہے اور نہیں کہنے والے کی گردن بھی اس کے شانوں پر دیکھنا پسند نہیں کرتا۔''

''کیا اس نے سیروز کے پاس کوئی وفد بھیجا تھا؟''

''اسے وفد نہ کہو...... وہ حکمنامہ تھا۔ لیکن سیروز نشے میں ڈوبا ہوا تھا۔ بھرے دربار میں قاصدوں کا مذاق اڑایا گیا اور ...... وہ خاموشی سے واپس چلے گئے۔ لیکن ان کی خاموشی الاسپاکیہ کی تباہی کا پیش خیمہ تھی۔ اٹیلا نے بھرپور انتقام لیا۔ اس کی فوجیں الاسپاکیہ پر آپڑیں اور اس وقت سیروز اپنی حرم میں رقص دیکھ رہا تھا۔ نشے کے عالم میں ہی اس نے حکم دیا کہ اٹیلا کی فوجوں کو نیست و نابود کر دیا جائے اور بیچارے جنرلوں نے اس کے حکم کی تعمیل میں فوجوں کو تیار کر لیا۔ جنگ ہوئی اور ایسی فوجیں کیا جنگ کرتیں جن کا بادشاہ عین جنگ کے وقت شراب کے نشے میں چور پڑا ہو..... اور پھر...... الاسپاکیہ کے ایک ایک شہری کو الاسپاکیہ کے بدعنوان حکمراں کی اوباشی کی سزا بھگتنی پڑی اور آج تم ہمارا حشر دیکھ رہے ہو۔''

''واقعی تمہاری کہانی افسوسناک ہے۔'' میں نے ہمدردی سے کہا۔ اس طرح بوڑھے کو دوست بنا کر میں نے اٹیلا کے بارے میں بھی معلومات حاصل کیں۔

''اس کے بارے میں میں زیادہ نہیں جانتا۔ بس کچھ افواہیں سنی ہیں۔''

''کیا؟'' میں نے پوچھا۔

''وہ بھی اوباش انسان ہے۔ عورتوں کا رسیا۔ الاسپاکیہ سے گرفتار ہونے والی عورتوں اور لڑکیوں میں سے تین لڑکیاں اس کے لئے پسند کر لی گئی ہیں اور انہیں یہاں سے لے جایا گیا ہے۔ اب وہ اٹیلا کی حرم میں ہوں گی۔ لیکن وہ دوسرے قسم کا اوباش ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''شکار کرنے والے شیر..... اور دوسروں کے شکار سے پیٹ بھرنے والے گیدڑ میں کوئی فرق بھی تو ہوتا ہے۔ وہ شکار کرنے کے بعد عیش کرنے والوں میں سے ہے۔'' بوڑھے نے جواب دیا۔

''تم نے اٹیلا کو دیکھا ہے؟''

''نہیں..... لیکن سنا ہے بڑا پرجلال جوان ہے۔ بے حد طاقتور اور جنگجو ہے اور اپنے مقابل کے لئے موت بن جاتا ہے۔ اس کی سپاہ میں بڑے بڑے نامور پہلوان ہیں جنہیں بڑی مراعات سے نوازا گیا ہے۔ سنا ہے بہادروں پر جان دیتا ہے اور اس کی ہدایت ہے کہ کسی بھی بہادر شخص کو قتل نہ کیا جائے جب تک وہ خود حکم نہ دے۔''

''خوب۔ اور اب تمہارے بادشاہ کا کیا حال ہے؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''خود جا کر دیکھ لو۔ ابھی اسے ہوش نہیں آیا ہے۔ میرا خیال ہے اب وہ اٹیلا سے رحم کی بھیک مانگے گا لیکن خدائی قہر ان لوگوں کو کبھی معاف نہیں کرتا جن کے خلاف ہو جاتا ہے۔''

''دیکھو ذرا تمہارے بادشاہ کا حال......'' میں نے کہا اور پھر بوڑھے سے رخصت ہو کر اس جمگھٹ کی طرف چل پڑا جو بادشاہ کے گرد تھا۔ اس وقت روکنے والا کوئی نہ تھا۔ سب بادشاہ کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی کے دل میں اس کے لئے کوئی ہمدردی نہ ہو۔ لوگوں کی بھیڑ چیر کر میں اس تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے دیکھا ایک موٹا تازہ، سرخ وسفید رنگ کا مالک شخص جس کے چہرے سے مردانگی کی بجائے نسوانیت عیاں تھی، زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ اس طرح منہ بنائے ہوئے تھا جیسے سب سے روٹھا ہوا ہو۔

''شہنشاہ سیروز کی خدمت میں آداب بجالاتا ہوں۔'' میں نے کہا اور سیروز نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔

''جاؤ جاؤ۔ ہم تم سے بھی نہیں بولتے۔ تم سب مطلب پرست ہو۔ وقت کے ساتھی۔ لیکن تم کیا سمجھتے ہو۔ ہماری بادشاہت ہم سے چھن جائے گی۔ ہرگز نہیں۔ ہم اپنی قوت سے اسے دوبارہ حاصل کرلیں گے اور پھر دیکھنا ہم تم سب سے کس طرح بدلہ لیں گے۔''

''لیکن شہنشاہ سیروز۔ میں تمہارا وفادار خادم ہوں۔'' میں نے کہا۔

''وفادار۔'' اس نے چونک کر مجھے دیکھا۔

''ہاں۔ مکمل طور سے وفادار۔''

''تب پھر بتاؤ بستاریہ کہاں ہے..... ہماری محبوبہ؟''

''اب وہ اتیلا کے قبضے میں ہے۔''

''ہائے تو پھر کوئی اور..... ارے اب تو یہ لوگ ہماری کچھ نہیں سنتے۔ ہماری گرفتار شدہ رعایا میں بھی بہت سی خوبصورت لڑکیاں ہیں کیا وہ ہماری خدمت نہیں کرسکتیں؟''

''گویا تمہیں بستاریہ کی ضرورت نہیں ہے کوئی بھی مل جائے۔''

''تو اور کیا..... لڑکیاں سب لڑکیاں ہوتی ہیں۔ نرم نرم، ملائم ملائم.....'' اس نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا اور مسکرانے لگا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ کوئی صحیح الدماغ آدمی نہیں ہے۔ بس اسے دیکھنا مقصود تھا۔ اس کے علاوہ اس میں کوئی خاص بات نہیں تھی جو میں وہاں رکتا۔ اس سے بہتر تو وہ بوڑھا تھا جس سے کافی معلومات حاصل ہوئی تھیں۔

چنانچہ میں اسے تلاش کرتا ہوا اس کے نزدیک پہنچ گیا۔ بوڑھے نے مجھے دیکھا لیکن اب اس نے میری طرف توجہ نہیں دی اور اسی طرح گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھا رہا۔ میں وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا۔ گرفتار شدہ لوگ بھوکے پیاسے تھے اور رات کو بھی ان کے لئے کھانے پینے کا کوئی بندوبست نہیں کیا گیا۔ یہ دکھ کی بات تھی۔ کیونکہ ان لوگوں میں بچے بھی شامل تھے۔ وہ بھوک سے روتے تو ان کی مائیں ان کے مونہہ بھینچ لیتیں تاکہ رونے کی آواز پر سپاہیوں کو غصہ نہ آجائے۔

لیکن میں ایک خاموش تماشائی بنے رہنے کے سوا کیا کرسکتا تھا۔ ظاہر ہے میں جادوگر تو نہیں تھا کہ ان ساری فوجوں کو ختم کر کے ان قیدیوں کو آزاد کر دیتا۔ رات خاموشی سے گزرتی رہی اور قیدیوں میں عام طور سے لوگ جاگتے رہے۔ کچھ ایسے تھے جو نڈھال ہو کر نیم مردہ انداز میں

زمین پر پڑے رہے تھے۔

پھر روشنی نمودار ہوئی۔ میں بھی ایک کونے میں بیٹھ گیا تھا۔ نجانے میری درخواست اٹیلا تک پہنچی تھی یا نہیں لیکن میں نے سوچ لیا تھا کہ آج رات قیدیوں کے احاطے میں نہیں گزاروں گا اور کچھ کروں گا۔ کیا کروں گا۔ اس بارے میں ابھی میں نے کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ لیکن زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ احاطے کے باہر بہت سے گھوڑے سوار نظر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے چابک تھے اور پھر ایک سپاہی نے چیخ کر کہا۔

''تم سب۔ اسپاکیہ کے باشندو۔ تم سب باہر نکلو اور جہاں تمہیں لے جایا جائے چلو۔ خبردار۔ قطار بنالو اور نظم وضبط کے ساتھ چلو۔ کوئی کچھ نہ بولے۔ کراہنا اور چیخنا منع ہے۔ ہاں شاہ معظم سیروز کے لئے خدائی قہر اٹیلا اعظم نے یہ مرصع گھوڑا بھیجا ہے۔ .... چنانچہ شاہ کے خادمو۔ اسے گھوڑے پر سوار کرادو۔''

سواروں نے ایک گھوڑا جس پر زین کسی ہوئی تھی اور جو بہترین ساز سے آراستہ تھا۔ احاطے کے دروازے پر لا کھڑا کیا.... تب میں نے اس بدنما شاہ سیروز کو خوشی سے چیختے ہوئے سنا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''دیکھ لیا اسپاکیہ کے ناقدرو.... تم نے سوچا تھا کہ سیروز کا زوال نزدیک آگیا۔ اب اس کے احکام کی پرواہ کون کرے لیکن اٹیلا جانتا ہے کہ سیروز کیا ہے اور اس کا عتاب کون سی قیامت لاسکتا ہے۔ میں ایک بار پھر اقتدار حاصل کروں گا اور اس کے بعد انہیں سزا دوں گا جو میرے نافرمان ہیں....'' سیروز خوشی سے قہقہے لگا رہا تھا اور اس کی رعایا خاموش تھی۔

سواروں نے سیروز کو سہارا دے کر گھوڑے پر بٹھایا اور ایک سوار نے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور آگے بڑھنے لگا۔ سیروز کہہ رہا تھا'' شہنشاہ اٹیلا کو چاہیے تھا کہ میرے لئے شاہی سواری بھیجتے گھوڑے پر بیٹھ کر میری کمر دکھ جاتی ہے اور مجھ سے چلا نہیں جاتا۔ آہ۔''

پھر گھوڑا آگے بڑھ گیا اور اس کی بکواس میرے کانوں سے دور ہوگئی۔ اس دوران ایک چابک سواروں نے اسپاکیہ کے باشندوں کو باہر ہانکنا شروع کر دیا تھا اور تمام لوگ ایک دوسرے کے درمیان سر جھکائے نکل رہے تھے۔

میں نے خاموشی اختیار کرنا مناسب خیال کیا۔ ورنہ خواہ مخواہ اس کھیل میں تعطل پیدا ہوتا اور نیا مسئلہ آ کھڑا ہوتا۔ چنانچہ میں بھی دوسرے لوگوں کے درمیان چلنے لگا اور اس طرح ہانکنے والے ہمیں دور ایک کھلے میدان میں لے گئے۔ یہ ایک پہاڑی مسطح علاقہ تھا لیکن اس کے اختتام پر ایک انتہائی گہری کھائی تھی جو سینکڑوں ہاتھ کی گہرائی میں تھی اور جس کے نیچے کے مناظر اوپر سے صاف نظر نہیں آتے تھے۔ درمیان میں بے شمار چٹانیں ابھری ہوئی تھیں اور ان کے رخنوں میں کانٹے دار جھاڑیاں نظر آرہی تھیں۔ پھر وہ لوگ چابک مار مار کر سب کی قطار بنانے لگے۔ اور ایک ایک آدمی قطار سے کھڑا کر دیا گیا۔ سب کے چہرے خوف اور بھوک کی نقاہت سے دھواں ہو رہے تھے اور سب کے سب خاموش کھڑے تھے۔ میں بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ قطار باندھے کھڑا تھا اور ان لوگوں کی جانب دیکھ رہا تھا جو شاید مجھے بھول گئے تھے۔

پھر اچانک خیموں کی جانب سے چند سوار گھوڑے دوڑاتے ہوئے ادھر آتے نظر آئے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد نزدیک پہنچ گئے۔ لیکن انہوں نے گھوڑے نہیں روکے تھے اور پھر وہ قطار کے سامنے سے دور نکل گئے اور ایک جگہ کھڑے ہوگئے۔

یہ اٹیلا کا انتظامی دستہ تھا اور اس کے بعد اٹیلا پہنچ گیا۔ ایک طویل القامت اور خطرناک شکل کا آدمی جو بے حد پھرتیلا اور ورزشی جسم کا مالک معلوم ہوتا تھا۔ اس کے شانوں پر سیاہ ریچھ کی کھال مخصوص انداز میں پڑی ہوئی تھی۔ کمر پر چھوڑی پٹی کسی ہوئی تھی۔ لمبی لمبی مونچھیں نیچے لٹکی ہوئی تھیں۔ اور جبڑوں کی ہڈیاں کافی چوڑی تھیں۔

اس کے ساتھ چار اور دیو قامت وحشی موجود تھے جو گھوڑوں پر سوار تھے اور اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ تب چوبدار چیخے۔

''شہنشاہ جہاں دشمن کے لئے خدائی قہر فاتح اعظم اٹیلا۔'' یہ آوازیں چاروں سمت دہرائی گئیں۔ اٹیلا نے بھی محافظ دستے کے جوانوں کے مانند ایک چکر قیدیوں کے سامنے لگایا اور بہت سے کمزور دل لوگ اس کے سامنے ہی زمین پر گر گئے۔ لیکن اٹیلا کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں ابھرا تھا۔ اس کی آنکھوں میں ایسے ہی آثار تھے جیسے کوئی دلچسپ کھیل دیکھ رہا ہو...... چکر پورا کرنے کے بعد رک گیا پھر اس کی سرد اور رعب دار آواز ابھری۔

''گولائیس۔''

''آقا۔'' اس کے چار طویل القامت ساتھیوں میں سے ایک نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور جھک گیا۔

''اسپا کیہ کے شہنشاہ معظم سیروز کہاں ہیں؟'' اس نے پوچھا۔

''موجود ہیں آقا۔''

''سامنے لاؤ۔'' اس نے حکم دیا اور گولائیس نے اونچی آواز میں اٹیلا کا حکم دہرایا..... دو جوان سیروز کو گھوڑے پر سوار وہاں لے آئے۔ سیروز کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی اور وہ فاتحانہ نگاہوں سے اپنی رعایا کو دیکھ رہا تھا۔

اٹیلا اسے دیکھ کر مسکرایا...... اور پھر گھوڑے کی پشت سے اتر گیا۔ اس کے نیچے اترتے ہی ہر گھوڑے سوار نیچے اتر گیا سوائے سیروز کے۔ وہ اسی طرح گھوڑے پر بیٹھا رہا تھا۔ تب اٹیلا نے چہکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ''آہ۔ سیروز شہنشاہ اسپا کیہ...... کیا تم گھوڑے سے نہیں اترو گے؟''

''ضرور نیک دل فاتح..... لیکن اپنے آدمیوں کو ہدایت دے کہ وہ مجھے سہارا دے کر نیچے اتاریں۔ میں خود سے نیچے نہیں اتر سکتا۔'' سیروز نے جواب دیا اور اٹیلا نے گردن ٹیڑھی کی۔ دوسرے لمحے دو آدمیوں نے سہارا دے کر سیروز کو گھوڑے سے اتار دیا..... اور سیروز چھوٹے چھوٹے قدموں سے چلتا ہوا اٹیلا کے سامنے پہنچ گیا..... ''کیا ایک شہنشاہ باوجود دشمنی کے دوسرے شہنشاہ سے گلے نہیں مل سکتا؟'' سیروز نے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا۔

لیکن اٹیلا چند قدم پیچھے ہٹ گیا اور مسکراتے ہوئے بولا۔ ''ضرور گلے ملیں گے سیروز..... لیکن اس سے پہلے کچھ مسئلے طے ہو جائیں۔'' اٹیلا کی مسکراہٹ بے حد خوفناک تھی۔ اس کے دانت بے حد سفید اور چمکدار تھے اور برابر جمے ہوئے تھے۔

''ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔'' سیروز نے مایوسی سے کہا۔

''میرے قاصد تیرے دربار میں گئے تھے سیروز..... اور انہوں نے تجھے میرا پیغام دیا تھا۔ اس وقت تو نے میرا مذاق اڑایا تھا۔''

''اور اس کی سزا بھی تو پالی عظیم شہنشاہ۔ کاش اس وقت میں نشے میں نہ ہوتا۔ آہ۔ اب تو شراب کی لذت تک بھول گیا ہوں۔''

''کیا تو نہیں جانتا تھا کہ ایک غلطی کا کتنا بڑا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔'' اٹیلا نے کہا۔

''اس وقت نہیں جانتا تھا لیکن اب اچھی طرح سمجھ گیا ہوں اور خدائی قہر سے رحم کا طالب ہوں۔''

''لیکن اس وقت تو صرف میرا مجرم نہیں بلکہ اپنی قوم کا مجرم ہے جو تیری وجہ سے ایک عذاب عظیم میں گرفتار ہوئی۔ اگر تو ہر وقت شراب و شباب میں غرق نہیں رہتا تو آج تیری قوم اس حالت میں نہ ہوتی اور میں انصاف پسند ہوں۔ مجھ سے پہلے تیری قوم تیری محاسب ہے اور وہی تجھے سزا دے گی۔ ...سنا تم نے سیروز کے خادمو۔ تمہاری زبوں حالی کا ذمے دار میں نہیں ہوں۔ یہ ہے۔ سو تم اس کا فیصلہ کرو۔ یہ تمہارے حوالے ہے۔'' اٹیلا اچھل کر گھوڑے پر چڑھ گیا اور اپنا گھوڑا پیچھے لے گیا۔

اور بپھرے ہوئے خون کے پیاسے سیروز پر چڑھ دوڑے۔ وہ بری طرح چیخ رہے تھے، سیروز کو نوچ رہے تھے، دانتوں سے بھنبھوڑ رہے تھے اور ان کے درمیان سیروز چیخ رہا تھا۔ ''نمک حرامو میں تمہارا شہنشاہ ہوں، میں ... میں اسپا کیہ کا سیروز ہوں۔ میں سیروز ہوں... میں سیروز ہوں.....'' اور پھر اس کی آواز گھٹ گئی۔ بپھرے ہوئے لوگوں کا جنون عروج پر تھا۔ ایسی خوفناک افراتفری مچی تھی کہ بہت سے لوگ آپس ہی میں الجھ کر کچل گئے۔ اٹیلا سکون سے ایک طرف کھڑا ہوا تھا۔ پھر اس نے اشارہ کیا اور محافظ دستے کے لوگ کوڑے مار مار کر انہیں ان کی جگہ پہنچ جانے کا حکم دینے لگے۔ بمشکل تمام یہ طوفان تھم سکا۔

سیروز گوشت کے لوتھڑے کی شکل میں زمین پر پڑا تھا۔ اس کے لوگوں نے اس کی ہڈیاں چور چور کر دی تھیں۔ تین چار لاشیں اس کے آس پاس پڑی تھیں اور اٹیلا اب بھی سکون کی نگاہوں سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

پھر اس نے اپنے ساتھی کی طرف رخ کر کے کچھ کہا اور گھڑ سوار آگے بڑھ آیا۔ اس نے بلند آواز میں کہا۔ ''ہاری ہوئی قوم کے لوگو۔ تم میں سے وہ جوان جو تازندگی، تادم مرگ اٹیلا کے ادنیٰ غلاموں کی حیثیت سے زندگی بسر کرنا چاہتے ہوں، اپنی جگہ سے آگے بڑھ آئیں۔ تمہیں زندگی کی بھیک دی جائے گی۔ تمہیں سپاہ کا جھوٹا کھانا پڑے گا۔ تم کو اس کے گھوڑوں کی نگہداشت کرنا ہوگی اور وزنی سامان اٹھا کر سفر کرنا ہوگا۔ جس جگہ تمہاری زندگی کی ضرورت پیش آئی تم سے تمہاری زندگی طلب کر لی جائے گی ... تم میں سے جو یہ زندگی قبول کر لے آگے بڑھ آئے۔''

اور بے شمار لوگوں نے آگے قدم بڑھا دیئے۔ ان میں کمزور اور لاغر لوگ بھی تھے جن سے کھڑا بھی نہیں ہوا جا رہا تھا۔ البتہ بہت سے طاقتور جوان ایسے بھی تھے جو آگے نہیں آئے تھے۔ اٹیلا کے جوانوں نے ان لوگوں کی طرف توجہ بھی نہیں دی اور آگے بڑھ کر آنے والوں میں سے تندرست و توانا لوگوں کو چھانٹنے لگے۔ جو کمزور اور لاغر تھے انہیں ان کی جگہوں پر واپس دھکیل دیا گیا اور غلامی قبول کرنے والے ریوڑ کو دور ہانک دیا گیا۔ پھر اٹیلا نے کہا۔ ''اور یہ لوگ جنہوں نے اپنے آقا۔ اپنے شہنشاہ سے وفاداری کا ثبوت نہیں دیا اور اسے مار مار کر ہلاک کر دیا۔ کیا ان لوگوں پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے؟؟''

''ہرگز نہیں۔'' اس کے ساتھیوں نے جواب دیا۔

''تب پھر ... میں نے ان لوگوں کے لئے ایک اور فیصلہ کیا ہے۔ فیصلہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر جوان میرے کسی جوان کا انتخاب کر

لے۔ اگر اس نے اپنے مقابل کو قتل کر دیا تو اسے بھاگ جانے کی آزادی ہوگی ورنہ وہ میرے جوان کے ہاتھوں مارا جائے گا۔''

اس پیش کش کو بہت سے جوانوں نے قبول کرلیا اور آگے بڑھ آئے۔ میں نے بھی اس پیشکش کو غنیمت سمجھا تھا اور پھر میں بھی آگے بڑھ آیا۔ ''عظیم المرتبت قہر خداوندی سے میری بھی ایک درخواست ہے۔'' میں نے بھاری آواز میں کہا۔ اور پہلی بار شاید اٹیلا نے میری طرف غور کیا۔ چند ساعت مجھے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

''خوب جوان ہے۔ کیا چاہتا ہے؟''

''ایک جوان کے عوض مجھے میری زندگی مل جائے گی۔ لیکن اگر میں ان سے کسی کی زندگی کے لئے لڑنا چاہوں جو تیرے جوانوں سے نہیں لڑ سکتے تو کیا مجھے ایک سے زیادہ جوانوں سے لڑنے کی اجازت دی جائے گی؟''

اٹیلا کی ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ دلچسپی کی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور پھر اس نے ہونٹ کھول کر کہا۔ ''اجازت ہے۔''

میں نے بڑے ادب سے گردن ہلا دی تھی اور پھر میں پیچھے ہٹ گیا۔ اٹیلا پھر اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور پھر اس نے بھاری آواز میں کہا..... ''کھیل شروع کیا جائے۔''

اور اسپا کیہ کے جوانوں نے اپنی اپنی پسند کے جوان کا انتخاب کر لیا۔ اٹیلا کی فوجوں کے چاق و چوبند جوان مسکراتے ہوئے آگے بڑھ آئے۔ ان کے مقابل شکست خوردہ اسپا کیہ کے بھوکے جوان تھے۔ وہ بھلا انہیں کیا خاطر میں لاتے۔ چار چار جوانوں کو بیک وقت مقابلہ کرنے کی اجازت دی گئی تھی اور مقابلہ شروع ہو گیا۔ دونوں فریقوں کو ان کی پسند کے ہتھیار دیئے گئے تھے۔

اور جنگ جو ایک دوسرے پر وار کرنے لگے۔ لیکن آن کی آن میں اٹیلا کے جوانوں نے اپنے چاروں حریفوں کو ہلاک کر دیا۔ اٹیلا کے ہونٹوں پر طمانیت آمیز مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ پھر دوسرے چار مقابل سامنے آ گئے۔ مرنے والوں کی لاشوں کو اسی طرح چھوڑ دیا گیا تھا۔ اسپا کیہ کے ان جوانوں کا بھی وہی حشر ہوا۔ پھر ان چاروں لاشوں کو اٹھا کر کھائی میں اچھال دیا گیا تا کہ میدان صاف ہو جائے۔ تیسرے مرحلے میں اسپا کیہ کا ایک پھرتیلا جوان اٹیلا کے ایک موٹے اور بھاری جوان کے مقابلے میں کامیاب ہو سکا۔ اس نے اپنے مقابل کو پینترے بدل بدل کر تھکا دیا اور پھر اسے قتل کر دیا۔ باقی تین جوان اٹیلا کے جوانوں کے ہاتھوں مارے گئے تھے۔

اٹیلا نے اس جوان سے بھاگ جانے کے لئے کہا اور وہ ایسا پلٹ کر بھاگا کہ اس نے پیچھے نہیں دیکھا۔ اٹیلا کے ساتھی قہقہے لگانے لگے تھے۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اٹیلا کے جوان واقعی فنونِ جنگ کے ماہر تھے اور ان کے مقابل تھکے ماندے اور بھوکے پیاسے پریشان حال تھے۔ چنانچہ اس بار میں آگے بڑھ آیا تھا۔

میں نے ایک توانا جوان کو طلب کر لیا۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہ جوان میرے مقابل آنے سے کترا رہا تھا۔ دراصل یہ ان لوگوں میں تھا جنہوں نے مجھے ان چاروں کو زیر کرتے دیکھا تھا جو مجھے گرفتار کرنے گئے تھے۔ لیکن ناچار میرے مقابل آ گیا تھا۔ میں نے ہتھیاروں کو پسند کرتے وقت ایک چوڑی اور بھاری تلوار اٹھائی تھی۔ گو یہ تلوار میری مرضی کے مطابق نہیں تھی لیکن بہر حال ان ہتھیاروں میں میری پسند کا کوئی اور

ہتھیار بھی نہیں تھا۔ میں نے تلوار کو تولا اور مسکراتا ہوا اپنے مقابل کے سامنے آگیا۔ میرا مقابل گھبرائی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اجازت ملے بغیر ہی بدحواسی میں میرے اوپر حملہ کر دیا۔ میں اطمینان سے پیچھے ہٹ گیا۔ لیکن میرے مقابل نے مجھے موقع نہیں دیا۔ وہ ہر قیمت پر مجھے قتل کر دینا چاہتا تھا۔ میں پروقار انداز میں اس کے حملے خالی دے رہا تھا۔ یہاں تک کہ پیچھے ہٹتے ہٹتے میں اٹیلا کے کافی نزدیک پہنچ گیا۔

''میں عظیم اٹیلا کی اجازت کا منتظر ہوں۔'' میں نے جھک کر کہا اور اپنے مقابل کے اس وار سے بھی بچ گیا جو اس نے میرے جھکتے وقت موقع غنیمت جان کر کیا تھا۔

''اجازت ہے۔'' اٹیلا کی آواز میں خوفناک غراہٹ تھی۔ تب میں نے تلوار سنبھالی اور پھر ایک ماہرانہ وار کیا اور مقابل کو درمیان سے دو ٹکڑے کر دیا۔ یہ کام میں نے نہایت پرسکون انداز میں کیا تھا اور پلٹ کر یہ بھی نہیں دیکھا تھا کہ مقابل کا حشر کیا ہوا.... اٹیلا نیم باز آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اس بار میں نے ان لوگوں میں سے ایک کے سینے پر تلوار رکھ دی جو اٹیلا کے خاص ساتھیوں میں سے تھا۔ اس جوان کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور وہ دانت پیستا ہوا گھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ اس نے ایک لمبا نیزہ طلب کیا تھا۔ اٹیلا نے دوسرے مقابلے روک دیئے۔ پہلے وہ اس مقابلے کو ختم کر دینا چاہتا تھا۔

میرے مقابل کا نام لوقس تھا۔ وہ اپنی اس توہین پر دانت پیس رہا تھا لیکن شاید مقابلہ کرنا ضروری بھی تھا..... اجازت ملتے ہی اس نے بڑا ماہرانہ وار کیا۔ لیکن میں نے تلوار کا ایک ہاتھ اس کے نیزے کے دستے پر مارا اور نیزہ درمیان سے دو ٹکڑے ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی میں نے گھوم کر دوسرا وار اس کی گردن پر کیا اور اس کی گردن اچھل کر اٹیلا کے قدموں میں آپڑی۔ میں نے ایک بار پھر اٹیلا کے سامنے گردن جھکا دی تھی اور میں نے اٹیلا کے انداز میں اضطراب دیکھا۔ پھر میں نے اس کے دوسرے ساتھی کے سینے پر تلوار رکھ دی۔

''یوں مقابلہ کرو۔'' اٹیلا غرایا اور اس تیسرے آدمی کو بھی میں نے نہایت اطمینان سے قتل کر دیا۔ میرے بدن تک ابھی ان تینوں میں سے کسی کا ہتھیار نہیں پہنچا تھا۔ اٹیلا نے یہ بات بخوبی محسوس کی لیکن وہ بھی ضدی تھا۔ اب اس نے میری پسند میں کوئی دخل نہیں دیا تھا اور اس کے جوان میرے سامنے آ آ کر مرتے جا رہے تھے..... اب تو میدان میں صرف میں ہی رہ گیا تھا۔ دوسرے مقابلے قطعی طور پر رک گئے تھے اور اٹیلا کے جوانوں کے انبار لگتے جا رہے تھے..... اور پھر شاید اٹیلا کی قوت برداشت جواب دے گئی۔ اس نے ایک گرجدار آواز لگائی۔

''بس..... بس..... مقابلے روک دو۔'' اور میں نے تلوار اس کے سامنے پھینک دی جو اب خون کی تلوار نظر آ رہی تھی۔ مرنے والوں کا خون اس پر جم گیا تھا۔

اٹیلا خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اچانک وہ مسکرا پڑا..... اور پھر ہنسنے لگا۔ ''کیا چاہتا ہے؟'' اس نے مجھ سے پوچھا۔

''ان سب کو جانے کی اجازت دی جائے۔'' میں نے گرفتار شدگان کی طرف اشارہ کیا۔

''میں جان گیا ہوں۔ تو شام تک قتل عام کرتا رہے گا اور خود قتل نہیں ہوگا اور میں وعدے کا پابند ہوں۔ تو ان سب کی تعداد کے برابر جوانوں کو ضرور قتل کر دے گا۔ اس لئے میں تیری خواہش کا احترام کرتا ہوں ان سب کو..... اگر تو ان کی زندگی طلب نہ کر لیتا تو اس گھاٹی میں پھینک دیا

جاتا اور اسی لئے انہیں یہاں لایا گیا تھا۔ لیکن...... ان سب کو جانے کی اجازت ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور شرط ہوگی۔''

''میں جاننا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''تو نے میرے ان چار جوانوں کو قتل کر دیا ہے جو میرے دستِ راست اور جنگی امور میں میرے مشیر تھے۔ لیکن وہ لوگ جو کسی کے مبارزت طلب کرنے پر پس و پیش کریں۔ نہ تو قابلِ اعتماد ہوتے ہیں اور نہ زندہ رہنے کے قابل۔ اس لئے ان کی موت کا مجھے کوئی افسوس نہیں ہے۔ البتہ میری شرط یہ ہے کہ تو میرے مشیر کی حیثیت قبول کر۔''

''یہ میری عزت افزائی ہے اور میں اسے قبول کرتا ہوں۔''

''تم سب منتشر ہو جاؤ۔ لیکن خبردار...... اسپاکیہ آباد نہ ہو۔ اٹیلا جہاں اپنا نشان قائم کرلے وہاں اسے برقرار رہنا چاہیے۔''

خوشی سے چیخیں مارتے ہوئے لوگ بے تحاشا دوڑ رہے تھے۔ اور میں سکون کی نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ گو مجھے ان لوگوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔ لیکن عورتوں اور بچوں کی زندگی بچ جانے سے مجھے خوشی ہوئی تھی۔ وہ بے چارے میرا شکریہ ادا کرنے کے لئے بھی نہیں رکے تھے اور آن کی آن میں میدان صاف ہو گیا۔ تب اٹیلا نے واپسی کے لئے ہاتھ اٹھا دیا اور اپنے گھوڑے کا رخ موڑ دیا۔

دس بارہ جوان میرے نزدیک آ کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے انداز میں اطاعت تھی۔ ''ہمارے لئے کیا حکم ہے نائب اعظم۔'' ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

''نائب اعظم۔'' میں نے دہرایا۔

''ہاں۔ خدائی قہر کے حکم کے بموجب اب تم نائب اعظم ہو، اور تمہاری اطاعت ہم پر فرض ہے۔''

''تب تم میں سے ایک تجربے کار آدمی میرے پاس آجائے۔ میں صرف اسی سے بات کروں گا۔'' اور ایک معمر سپاہی میرے قریب آ گیا۔

''میرا نام شاطوس ہے۔ میں ہن قبیلے کا اسقف ہوں اور اٹیلا اعظم کے ساتھ فتوحات کے لئے نکلا ہوں۔ اکثر میرے مشورے کارآمد ثابت ہوئے ہیں۔''

''ٹھیک ہے شاطوس۔ باقی لوگوں کو واپسی کا حکم دے اور میرے لئے گھوڑا لے آ۔'' میں نے کہا اور ایک عمدہ گھوڑا میرے لئے مہیا کر دیا گیا۔ میں گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ شاطوس میرے ساتھ تھا۔ ''تو اے شاطوس۔ مجھے تیرے مشوروں کی ضرورت ہے۔ میں اٹیلا کے مزاج سے ناواقف ہوں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کے نائب کے فرائض کیا ہیں؟''

''ظاہر ہے تو اجنبی ہے۔ لیکن اے شخص۔ اس وقت تو کہاں تھا جب اسپاکیہ پر اٹیلا کے جوان تباہی نازل کر رہے تھے۔ تو نے بیشمار جوانوں کو موت کے گھاٹ اتارا ہوگا۔''

''میرے بارے میں جاننے کے بجائے تو مجھے اٹیلا کے نائب کے فرائض سمجھا۔'' میں نے کہا۔

''فرائض کچھ بھی نہیں ہیں۔ اٹیلا جب تیری ضرورت محسوس کرے گا تجھے طلب کرلے گا۔ یہ اس وقت کی بات ہے۔ اس کے علاوہ صرف

عیش و آرام کا سفر......"

"ہوں" میں نے گہری سانس لی اور خاموش ہو گیا..... بڑی مصیبت تھی پروفیسر..... بعض اوقات میں اپنی زندگی میں تبدیلی چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا ایک عام کی زندگی بسر کروں۔ لیکن حالات مجھے دھکیل کر ایک ہی ڈگر پر لے جاتے تھے۔ عزت و توقیر کی ڈگر...... اور یہ شخص بھی جو خود کو خدائی قہر کہتا تھا میرا گرویدہ ہو گیا تھا۔

چھوٹے خیموں کے شہر کے نزدیک ایک بڑا خیمہ میری قیام گاہ ٹھہرا اور اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر اٹیلا کا عظیم الشان خیمہ تھا جو ایک طویل رقبے میں پھیلا ہوا تھا۔ اس کے گرد زیادہ سپاہی نہیں تھے۔ لیکن روشنیاں کافی تھیں۔ رات ہو چکی تھی۔ اس دوران مخصوص سپاہی میرے لئے ضرورت کی چیزیں فراہم کرتے رہے تھے۔ دو خدمت گار ہر وقت ادب سے ہاتھ باندھے کھڑے رہے تھے۔ رات کے کھانے کے لئے بھنے ہوئے بکرے اور شراب کے مٹکے آ گئے۔ میں نے گوشت کھایا تھا۔ شراب نہیں پی تھی اور پھر جب رات گہری ہو گئی تو دفعتاً خیمے کا دروازہ کھلا...... اور تین غلام ہاتھوں میں شراب کے خوبصورت برتن لئے پھلوں اور خشک میووں کے خوان لئے اندر آ گئے۔ ان کے عقب میں دو حسین لڑکیاں نیم عریاں لباس میں سجی، بال بال موتی پروئے اندر آ گئی تھیں۔ لڑکیاں نوعمر اور بے حد حسین تھیں۔ ان کے جسموں کے مختلف حصوں پر سونے کے چوڑے زیورات جن میں موتیوں کی رنگین لڑیاں جھول رہی تھیں، سجے ہوئے تھے۔

بلاشبہ قابل دید لڑکیاں تھیں۔ میں نے تعجب اور دلچسپی سے انہیں دیکھا اور پھر غلاموں کی جانب..... غلاموں نے نجانے کیا سمجھا کہ فوراً خوان وغیرہ رکھ کر باہر نکل گئے اور میں نے گہری سانس لی۔

لڑکیاں حیرت و تعجب سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں بھی حیرت کے نقوش تھے۔ پھر وہ حرکت میں آ گئیں۔ ان میں سے ایک لڑکی نے تھال میں رکھا بربط اٹھا لیا اور منتخب جگہ بیٹھ گئی۔ دوسری لڑکی شراب کی صراحی اور جام لئے میرے نزدیک آ گئی۔ میں ایک اونچی جگہ بیٹھا ہوا تھا جس پر عمدہ قالین اور ریشم کے گدے بچھے ہوئے تھے۔ سرخ ریشم کے درمیان میرے سنہرے بدن نے لڑکیوں کو متحیر کر دیا تھا۔

میرے نزدیک آ کر وہ لڑکی اس تخت کے نیچے بیٹھ گئی جہاں میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے نازک لبوں پر دلکش مسکراہٹ کھیل رہی تھی اور پھر اس نے شراب کا جام بھرا۔ دوسری لڑکی نے بربط پر انگلیاں پھیرنا شروع کر دی تھیں اور بربط کے تاروں نے ایک مسحور کن آواز بکھیر دی۔ ماحول خاصا دلکش اور دلچسپ ہو گیا تھا۔ لڑکی نے مجھے جام پیش کیا اور میں نے قبول کر لیا۔

"تیرا کیا نام ہے؟"

"انشایہ۔" لڑکی کی نقرئی آواز ابھری۔

"اور اس دوسری لڑکی کا؟"

"وہ تفتا ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"کس نے بھیجا ہے تم دونوں کو؟"

''خدائی قہر کی کنیزیں ہیں۔ لیکن ہم دونوں کنواری ہیں۔ ہمیں پہلی بار تمہارے لئے سجایا گیا ہے۔'' لڑکی نے جواب دیا۔

''اوہ۔ کیا واقعی؟''

''ہاں۔''

''کیا تمہارا تعلق بھی ہن قبیلے سے ہے؟''

''نہیں۔ ہم تباہ شدہ زرتانیہ کی رہنے والی ہیں۔'' بربط کی دھنوں کے درمیان لڑکی نے جواب دیا۔

''زرتانیہ کو بھی اٹیلا نے تباہ کیا ہوگا؟''

''ہاں۔'' لڑکی نے گہری سانس لے کر کہا۔

''تمہاری جیسی دوسری لڑکیاں بھی ہوں گی یہاں؟''

''بے شمار۔'' اس نے جواب دیا۔

''ہوں۔ کیا تم مجھے دل کی باتیں بھی بتاؤ گی؟''

''ہم تیرے ہر حکم کی تعمیل کریں گے۔''

''دل کی باتیں تعمیل حکم میں نہیں بتائی جاتیں بلکہ دوست سمجھ کر کی جاتی ہیں اور میں تمہیں بتا دوں کہ میرا تعلق نہ تو ہن قبیلے سے ہے اور نہ ہی میں اٹیلا کا ملازم ہوں۔ میں نے اپنی قوت بازو سے یہ منصب حاصل کیا ہے۔ اس لئے میرا دوست صرف میری ذات سے تعلق رکھتا ہے۔''

''ہاں۔ اس سے قبل ہم نے تجھے اٹیلا کے لشکر میں نہیں دیکھا۔''

''آج ہی میں اس کے تیس جوانوں کو قتل کر کے اس لشکر میں شامل ہوا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو کیا تیرا تعلق اسپاکیہ سے ہے؟''

''نہیں۔ میں تو دوسرے علاقے سے آیا ہوں اور اتفاق سے ہی اس لشکر میں شامل ہو گیا ہوں۔''

''تو نے دل کی باتوں کے بارے میں کہا تھا؟'' ایشانیہ نے کہا۔

''ہاں۔ کیا تو اس کے لئے تیار ہے؟''

''ہاں۔ اور اس کی وجہ ہے۔'' ایشانیہ نے مجھے برق پاش نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا وجہ ہے؟''

''ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ اٹیلا نے کسی کو اپنا نائب مقرر کیا ہے اور ہمیں اس کی خدمتگاری کرنا ہے۔ عام طور سے اٹیلا کے ساتھی وحشی، خونخوار اور خوفناک ہوتے ہیں اور پھر وہ جسے خدائی قہر اپنا نائب مقرر کر لے ..... مجھ سے زیادہ تنتنا کی حالت خراب تھی۔ وہ تو تھر تھر کانپنے لگی تھی۔ ہمارا خیال تھا کہ کوئی وحشی صفت انسان ہوگا جو بات بات میں سینوں میں خنجر اتار دینے کا عادی ہوگا۔ عموماً اس کے ساتھی ایسے ہی ہیں۔ لیکن ..... تو ان سے قطعی

مختلف اور دل موہ لینے والا ہے۔ہم تجھے دیکھ کر حیران ہوئے ہیں۔''

''اس لڑکی تفتنا کو بھی پاس ہی بلا لو۔میں اس کی آنکھوں میں حیرانی دیکھ رہا ہوں۔'' میں نے کہا۔

دوسرے لمحے لڑکی اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔وہ بربط بجانے والی لڑکی کے قریب پہنچی اور اس کی انگلیاں رک گئیں۔تب ایشایہ آہستہ لہجے میں اسے کچھ بتانے لگی۔اس دوران دونوں میری جانب دیکھتی بھی جا رہی تھیں۔۔۔۔ اور پھر دونوں میرے قریب پہنچ گئیں۔نازک سے خدوخال اور دودھ جیسے سفید رنگ والی یہ لڑکیاں بلاشبہ دلکش تھیں۔دونوں پھر میرے نزدیک بیٹھ گئیں۔دوسری لڑکی بھی اب میری جانب دیکھ رہی تھی۔اس کے انداز میں ایک انوکھا پن تھا۔یوں لگتا تھا جیسے وہ مجھ سے اپنائیت محسوس کر رہی ہو۔شاید ایشایہ نے اسے میرے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا۔وہ دونوں میری جانب دیکھ رہی تھیں۔

''تم لوگ کتنے عرصے سے اٹیلا کے ساتھ ہو؟''

''طویل عرصہ ہو گیا۔اب تو ہمیں ٹھیک وقت یاد بھی نہیں رہا۔'' ایشایہ نے جواب دیا۔

''تمہارا وطن بھی اٹیلا کے ہاتھوں برباد ہو گیا؟''

''ہاں۔''

''میں اس شخص کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا۔شاید تمہیں اس بات کا علم بھی نہ ہو کہ ابھی تھوڑا عرصہ پہلے میں اس کا قیدی تھا۔پھر اس نے مجھے قتل کرنے کا فیصلہ کیا اور میں نے اس کے سب سے بہادر لوگوں کو قتل کر دیا۔تب اسے ہوش آ گیا اور اس نے مجھے اپنا نائب مقرر کر دیا۔اس گفتگو سے میرا مطلب یہ ہے کہ تم مجھے اٹیلا کے بارے میں بتاؤ۔''

''ہم تیار ہیں۔'' تفتنا نے جواب دیا۔

''تو پھر بتاؤ۔''

''تم پوچھو۔کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟''

''اس کی عادات،خصلت وغیرہ۔''

''دیکھو اس کے لشکر میں ہمیں کوئی نمایاں مقام حاصل نہیں ہے،ہم تو محدود رہنے والے لوگوں میں سے ہیں۔وہ کم گو اور جلد فیصلے کرنے والا ہے۔خود بھی بے پناہ طاقتور ہے۔ایک بار اس نے ایک قوی ہیکل گھوڑے کو کندھوں پر اٹھا لیا تھا۔اس کے علاوہ بیویوں کا بھی بہت شوقین ہے۔''

''واہ۔اس جملے کا کیا مقصد ہوا؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''تمہیں تو اس کی بیویوں کی تعداد بھی معلوم نہیں ہو گی؟''

''بالکل نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''شاید کوئی بھی نہ بتا سکے۔ممکن ہے خود اٹیلا کو اپنی بیویوں کی صحیح تعداد نہ معلوم ہو۔''

''خوب۔ لیکن ان بیویوں کا ہوتا کیا ہے؟''

''اوہ۔ تم نہیں جانتے بیویوں کا کیا ہوتا ہے۔'' ایشانیہ نے شرارت آمیز انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا اور میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''میرا مطلب ہے کہ وہ بیویاں کہاں جاتی ہیں؟''

''اس کے ساتھ رہتی ہیں۔'' اس نے جواب دیا۔

''اس وقت بھی موجود ہیں؟''

''کیوں نہیں۔ وہ ہمیشہ انہیں اپنے ساتھ رکھتا ہے۔''

''بہت خوب۔ دلچسپ بات ہے۔ لونڈیاں اور کنیزیں ان کے علاوہ ہوں گی۔ وہ عورت پرست ہے۔''

''ہرگز نہیں۔ اس کی بیویوں کے علاوہ کوئی اس کی خلوت میں نہیں جا سکتا۔ وہ جس لڑکی کو پسند کرتا ہے۔ پہلے اس سے شادی کر کے اسے اپنے حرم میں داخل کرتا ہے۔ اس کے بعد اس کی قربت حاصل کرتا ہے۔'' ایشانیہ نے جواب دیا۔

''واہ۔ شریف انسان ہے۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ اس کے اصول بہت اچھے ہیں۔ جہاں وہ ظالم ہے وہاں اصول پرست بھی ہے۔''

''ہوں۔'' میں نے گہری سانس لی۔ ''بہرحال اس کے ساتھ اچھی گزرے گی اور تمہارے ساتھ بھی لیکن لڑکیوں میں تم سے شادی نہیں کروں گا۔'' میں نے ان دونوں کو اوپر گھسیٹ لیا۔ لڑکیوں نے میرے ساتھ ایک خوش و خرم رات گزاری تھی۔ وہ میری کنیزیں تھیں اور انہیں مجھے بخش دیا گیا تھا۔ لڑکیاں بھی میری معیت میں خوش تھیں۔ صبح ہوتے ہی وہ میری خدمت میں مصروف ہو گئیں۔ رات کو جو غلام خوان لائے تھے ان میں میرے لئے لباس فاخرہ بھی تھا۔ چمڑے کا مخصوص ساخت کا کوٹ جس کے بند سینے سے پیچھے تک کسے ہوئے تھے۔ سر پر پہننے کے لئے مخصوص قسم کا خود تھا جس کے اوپر کسی جانور کی کھال لگی ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ چیتے کی ایک شاندار کھال تھی جو بندھن کے ذریعے کمر پر لٹکائی جاتی تھی۔ پیروں میں پنڈلیوں تک کے جوتے تھے جن میں سامنے کی جانب کوئی دھات لگی ہوئی تھی۔

مجھے تو یہ سارا لباس پہننے کا سلیقہ بھی نہیں تھا۔ لیکن دونوں لڑکیوں نے مجھے پوری طرح آراستہ کر دیا اور پھر قربان ہو جانے والی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگیں۔

''یوں شاید تمہارا تعلق اپولیکے سے نہیں معلوم ہوتا۔ ورنہ جس قوم میں تم جیسا جوان ہو اس کا حشر ایسا نہیں ہو سکتا۔'' ایشانیہ نے کہا۔

''انیا کو شاندار جوان جمع کرنے کا شوق ہے۔ خود اس کی اپنی شخصیت بہت شاندار ہے۔ لیکن تیری چھب کے آگے وہ ماند پڑ جاتا ہے۔''

''مجھے تو خدشہ ہے کہ وہ تجھے دیکھ کر احساس کمتری کا شکار ہو جائے۔''

''یہ بھی ممکن ہے اس کی بیویوں میں بغاوت ہو جائے۔''

''بس بس لڑکیوں ..... مجھے زیادہ احمق نہ بناؤ۔ اب یہ بتاؤ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کیا اسی خیمے میں رہ کر تم سے باتیں بناتا رہوں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ میرا خیال ہے تمہیں نائب کی حیثیت سے اٹیلا کے امور کی نگرانی کرنا چاہیے۔''

''اس کے امور کیا ہیں۔ یہ بھی تو ..... میرا جملہ ادھورا رہ گیا۔ دروازے سے ایک آواز سنائی دی۔

''نائب اعظم کی خدمت میں اس کے خدمتگار حاضر ہیں۔ ہم باریابی چاہتے ہیں۔''

''آ جاؤ۔'' میں نے کہا اور دو باریش آدمی اندر آ گئے۔ یہ دونوں سپاہیوں کے لباس میں تھے اور چہروں سے ہی زیرک نظر آتے تھے۔ دونوں سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکے۔

''نائب معظم کو کس نام سے مخاطب کیا جائے؟''

''تم مجھے سالوس کہہ سکتے ہو۔'' میں نے جواب دیا۔

''سالوس اعظم کو سلام ..... صبح ضرورت سے فراغت ہوگئی ہو تو ہمیں کچھ وقت دیا جائے۔''

''ٹھیک ہے۔ کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''چونکہ سارے ہن لشکر کے سامنے قہر خداوندی، فاتح اعظم اٹیلا نے سالوس اعظم کو نائب مقرر کیا ہے اور وہ بھی نہ رہے جو فاتح اعظم کے مشیر اور فوجوں کے نگراں تھے اس لئے سالوس اعظم کے شانوں پر اس عہدے کی ذمے داریاں بھی آ پڑی ہیں۔''

''ہاں۔ مجھے احساس ہے۔ لیکن مجھے میرے فرائض نہیں معلوم۔''

''ہم اسی لئے حاضر ہوئے ہیں کہ اگر کچھ جاننے کی ضرورت ہو تو ہماری خدمت حاصل فرمائیں۔''

''یہ اچھی بات ہے۔ میں تم سے بہت کچھ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔''

''ہم حاضر ہیں۔'' دونوں نے جواب دیا۔

''تو بتاؤ اس حیثیت سے میرے کیا فرائض ہیں؟''

''سورج جب بلندی پر چمکنے لگے تو آپ کو فاتح اعظم کی خدمت میں حاضر ہونا ہوگا اور ان کے آئندہ اقدامات کے بارے میں معلوم کرنا ہوگا۔ اس کے بعد فوجوں کی نگرانی اور ان کا معائنہ ..... اور دورانِ جنگ فاتح اعظم کو جنگی مشورے دینا..... یہ سب آپ کے فرائض ہیں کسی بھی مرحلے پر آپ کو خدائی قہر کے شانہ بشانہ ہونا ہوگا۔''

''اور کچھ؟'' میں نے پوچھا۔

''بس یہ وہ فرائض ہیں جو نائب کے ہوتے ہیں اور جن کے بارے میں ہمیں آپ کو بتانا تھا۔''

''ٹھیک ہے۔ کیا سورج بلندی پر پہنچ گیا؟''

''ابھی نہیں سالوس اعظم۔''

''کیا اس سے قبل میں خیمے سے باہر بھی نہیں نکل سکتا؟''

''کیوں نہیں۔ کس کی مجال ہے کہ سالوس اعظم کے کسی کام میں مداخلت کرے۔'' بوڑھے نے جواب دیا۔ تب میں نے چیتے کی کھال کو سمیٹا اور خیمے سے باہر نکل آیا۔ خیمے کے عین سامنے ایک قد آور گھوڑا ساز سے سجا ہوا کھڑا تھا۔ میں گھوڑے پر سوار ہو گیا اور پھر میں نے اسے ایڑ لگا دی۔ میرے عقب میں میرا محافظ دستہ برق رفتاری سے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر چل پڑا..... بہرحال بڑی شان تھی اور میں نے اٹیلا کے سپاہیوں کو حیران دیکھا۔ جو بھی مجھے دیکھتا اپنی جگہ کھڑا رہ جاتا اور دور تک دیکھتا رہتا۔ میں نے ان لوگوں کی دلچسپی بخوبی محسوس کی تھی۔

یوں میں خیموں کے شہر کا جائزہ لیتا رہا اور پھر واپس چل پڑا۔ پھر سورج بلندی پر پہنچ گیا اور میرے اتالیق نے مجھے بتایا کہ اب مجھے اٹیلا کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے۔ ایک بار پھر میرا جائزہ لیا گیا اور پھر میرے اتالیق نے کہا۔

''آپ بالکل درست ہیں سالوس اعظم..... اب آپ خیموں کے اس طرف چلے جائیں۔ جہاں دوسرے لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں۔''

ان لوگوں نے مجھے وہاں تک چھوڑ دیا جہاں تک انہیں جانے کی اجازت تھی اور پھر میں نہایت سکون سے اپنا گھوڑا کپڑے کی دیوار کے دوسری جانب لے گیا اور خوب تھی یہ جگہ۔ جہاں آباد تھا خیموں کا ایک چھوٹا سا گاؤں نصف دائرے کی شکل میں اور داخل ہوا تھا میں۔ تو میں نے بہت سے نقرئی قہقہے سنے تھے جو میرے اندر داخل ہوتے ہی ساکت ہو گئے اور بیچوں بیچ اس چھوٹے سے گاؤں کے جہاں حسن بے پناہ بکھرا ہوا تھا۔ قد آور جوان، کہ صرف زیریں لباس میں ملبوس تھا، کھڑا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ سینے پر بندھے ہوئے تھے اور آنکھیں بلند ہوتے سورج پر جمی تھیں، یوں کہ وہ پلک نہیں جھپکا رہا تھا اور پتھر کے بت کی مانند ساکت و جامد تھا۔

میرے گھوڑے کے قدموں کی آواز پر بھی اس نے پلکیں نہیں جھپکائیں اور نہ رخ موڑ کر میری طرف دیکھا بلکہ یوں ہی سورج کی جانب نگراں رہا..... ہاں حسینوں کا جھمگٹ ایک جگہ جمع ہو گیا اور سب کی نگاہوں میں حیرت تھی۔ ایسا عجیب سکون چھا گیا تھا وہاں جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ آواز تھی تو صرف میرے گھوڑے کے قدموں کی جو آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔

پھر میں نے گھوڑا روک لیا۔ کیونکہ اب اٹیلا کا مجھ سے زیادہ فاصلہ نہیں رہ گیا تھا اور پھر میں گھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ میں نے ایک نگاہ اٹیلا پر ڈالی اور دوسری محوِ حیرت حسیناؤں پر اور بہت سی آنکھوں میں، میں نے محبت اور پسندیدگی کی چمک پائی کہ ایسی آنکھیں بھلا کہاں چھپ سکتی ہیں۔

لیکن ان آنکھوں کے سوال کے جواب کے لئے مناسب وقت نہیں تھا اس لئے میں نے اپنی توجہ ان پر سے ہٹالی۔ تب دفعتاً اٹیلا میری جانب گھوما اور اتفاق سے میں اس کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

بلاشبہ اٹیلا کی آنکھوں میں قہر اترا ہوا تھا۔ ان کی سیاہ پتلیاں پھیل کر پورے سفید دیدوں پر چھا گئی تھیں۔ دونوں بھنویں تنی ہوئی تھیں۔ اور پیشانی پر گہری لکیر نظر آ رہی تھی۔ چند ساعت وہ مجھے گھورتا رہا اور پھر اعتدال پر آنے لگا۔ پھر اس کے ہونٹ پھیلے اور پھر بے اختیار وہ آہستہ سے ہنس پڑا۔ اب وہ پر سکون تھا لیکن یہ کیفیت بھی چاند ساعت رہی اور پھر وہ سرد لہجے میں بولا۔ ''یہاں کیوں آئے ہو؟''

''اٹیلا کی قدم بوسی کے لئے اس کی حاضری میں۔''

''کیا نام ہے تمہارا؟''

''سالوس۔''

''اسپا کیہ کے کون سے خاندان سے تعلق رکھتے ہو؟''

''میرا تعلق اسپا کیہ سے نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیا مطلب؟'' اٹیلا کی آواز بے حد رعب دار تھی۔

''سمندر کی جانب سے خشکی کی تلاش میں جب میں اسپا کیہ کی سرزمین پر پہنچا تو میں نے دھوئیں کے بادل دیکھے۔ اسی دھوئیں نے گھرے سمندروں میں مجھے اسپا کیہ کی طرف متوجہ کیا تھا۔ لیکن جب میں شہر میں داخل ہوا تو جلتی ہوئی عمارتوں کے سوا کچھ نہ پایا۔ سو حیران سا شہر کی فصیلوں کی جانب آ نکلا اور تیرے لشکر کو دیکھا اور پھر گرفتار کرنے والوں نے مجھ سے کہا کہ وہ مجھے گھوڑوں سے باندھ کر زمین پر گھسیٹتے ہوئے لے جائیں گے۔ لیکن میں نے قبول نہ کیا اور خود انہیں گھوڑوں سے باندھ کر تیرے لشکر میں لے آیا جس کے نتیجے میں وہ مر گئے۔ پھر تیرے لشکریوں نے میرے ساتھ برا سلوک نہ کیا ورنہ وہ مجھے گرفتار نہ کر پاتے اور میں ان میں سے بھاری تعداد کم کر دیتا۔''

''واہ۔'' اٹیلا ہنس پڑا۔ اس کی پیشانی پر کوئی بل نہیں آیا تھا۔ ''تو تیرا تعلق اسپا کیہ سے نہیں ہے؟''

''ہرگز نہیں۔''

''پھر تو نے ان کی زندگی بچانے کے لئے خود کو ہلاکت میں کیوں ڈالا؟''

''ان میں جتنے جوان تھے مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ لیکن عورتیں اور بچے ان کی موت مجھے گوارا نہ تھی۔''

''آہ۔ یہ تیری کمزوری ہے۔'' اٹیلا نے کہا۔

''کیوں؟'' میں نے پوچھا۔

''بہادر کے سینے میں خونریزی کے تصور کے سوا اور کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ رحم کے جذبات بزدلوں کے سینوں میں ہوتے ہیں۔''

''میں اسے تسلیم نہیں کرتا۔''

''کیوں؟'' وہ غرایا۔

''وار کا جواب وار سے ملے تو حوصلے نکالنے کا موقع ملتا ہے۔ مقابل کے کمزور بازو بے حقیقت ہوتے ہیں۔ اسے قتل کرنا تلوار کی دھار کی توہین کی ہے۔''

''دشمن کی کھیتیاں تاراج کرنا فتح کا نشان ہے۔'' اٹیلا غرایا۔ ''دشمن کی ہر سانس سے دھواں نکلنا چاہیے۔ ورنہ فتح کا مزا کیا؟''

''بے جان چیزوں کی بربادی دیوانگی کی علامت ہے۔ انہی کھیتوں کو اپنے قبضہ میں کر کے دشمن کی محنت سے فائدہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے۔''

میں نے جواب دیا۔ اٹیلا کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ اس کی پتلیاں پھیل گئی تھیں۔ کافی دیر تک وہ مجھے گھورتا رہا اور پھر بھاری لہجے میں بولا۔

''تو نے ہماری سوچ بدلنے کی کوشش کی ہے۔''

''یہ ایک ٹھوس حقیقت ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''بہت بے باک ہے تو۔''

''خوف میری تعمیر میں شامل نہیں۔'' میں نے کہا اور وہ پھر ہنسنے لگا۔ یوں لگتا تھا پروفیسر...... جیسے اسے اپنی توہین پر غصہ بھی آ رہا ہو اور مزا بھی مل رہا ہو۔ وہ عجیب انداز میں ہنستا تھا اور بعد میں، میں نے اس کا تجزیہ کیا تو مجھے اندازہ ہوا کہ وہ اذیت پسند ہے۔ اذیت رساں بھی ہے اور اذیت پسند بھی۔ وہ ہر وہ چیز مٹا دیتا تھا جو جسے مٹانا چاہتا اور شاید ہر چیز اپنی دسترس، اپنی قدرت میں دیکھ کر وہ کسی قدر بددل بھی تھا۔ اس کے ذہن کے انتہائی گوشوں میں یہ طلب بھی چھپی ہوئی تھی کہ وہ ناکام رہے اور کوئی اسے نظر انداز بھی کرے۔ چنانچہ وہ میرا گرویدہ ہونا چاہتا تھا۔

''آہ...... آہ۔ تو واقعی بے خوف ہے لیکن ابھی تو نے...... ابھی تو نے خوف کا مزا نہیں چکھا۔ ابھی تو اٹیلا سے واقف نہیں ہے۔''

''شاید۔'' میں نے مختصر کہا۔

''ہم یہ نہیں پوچھیں گے کہ تو کون ہے، کہاں سے آیا ہے۔ لیکن دلچسپ ہے۔ کیا تو جنگی مشورے بھی دے سکتا ہے؟''

''عظیم اٹیلا۔ میں دشمن کی ہر کوشش کو ناکام بنا دینے کی قدرت رکھتا ہوں۔ میں حالات کا ہر رخ اپنی پسند کی جانب موڑ لیتا ہوں۔ بس اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتا۔''

''بڑا مان ہے تیری بات میں۔ بڑا بھرم ہے تجھے۔ آزما لیں گے۔ ہاں ایک بہادر جرنیل کی حیثیت سے تو ہمیں پسند ہے اور...... اور ہم اپنے حریف شاتی کانز کے دربار میں تجھے ہی بھیجیں گے۔ ہم نے تیرا انتخاب کر لیا۔''

میں نے گردن جھکائی تھی۔ اٹیلا وہاں سے آگے بڑھ گیا۔ وہ کسی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر ایک دم رکا اور مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اسی انداز میں ہنسنے لگا۔

''تیرا مذہب کیا ہے؟ کیا تو سورج پرست ہے؟''

''نہیں۔''

''پھر تیرا مذہب کیا ہے؟''

''قوت، طاقت۔'' میں نے جواب دیا۔ وہ پھر سنجیدہ ہو گیا۔

''کیا تو طاقت کی عبادت کرتا ہے؟'' اس نے غراتے ہوئے انداز میں پوچھا۔

''ہاں۔'' میں نے جواب دیا۔

''کب، کس وقت؟'' اس نے پوچھا۔

''عبادت کے لئے کوئی وقت متعین نہیں ہوتا۔'' میں نے ایک فولادی جوئے کو دیکھا۔ لوہے کا بے حد وزنی اور لمبا ٹکڑا تھا جسے شاید چار آدمی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکتے تھے۔ میں نے جھک کر اسے اٹھالیا اور اٹیلا تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔ تب میں نے اسے تولا اور پھر دونوں ہاتھوں سے اسے موڑ کر اس کے دونوں سرے آپس میں ملا دیئے اور اس کے بعد دونوں سروں کو کھینچ کر سیدھا کر دیا۔ پھر ٹکڑے کو اس کی جگہ ڈال دیا۔ ''یہ میری عبادت ہے۔''

اٹیلا گہری نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے سامنے نگاہ دوڑائی اور ایک خوبصورت لڑکی کو اشارے سے قریب بلایا۔ پھر اس کا بازو پکڑ کر میرے طرف بڑھا دیا۔

''اسے تھام۔'' اس نے کہا اور میں نے حسین لڑکی کا بازو پکڑ لیا۔

''یہ تیرا انعام ہے۔ ہم آج کوچ نہیں کریں گے۔'' اس نے دونوں ہاتھ ہلائے اور مجھ سے کچھ کہے بغیر ایک خیمے میں داخل ہو گیا۔

خوبصورت لڑکی قربان ہو جانے والی نگاہوں سے مجھے دیکھے جا رہی تھی۔ اس کے چہرے سے مسرت پھوٹ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

''وہ خلوت میں چلا گیا۔ اب تو مجھے لے چل۔''

''کہاں لے چلوں؟'' میں نے گردن گھماتے ہوئے چاروں طرف دیکھا۔ عورتیں خیموں کی طرف جا رہی تھیں لیکن کیفیت یہ تھی کہ پلٹ پلٹ کر مجھے دیکھتی جا رہی تھیں۔

''آہ۔ ان کی نگاہوں میں کتنا حسد ہے۔ کیسی رقابت ہے۔ کوئی نہیں جان سکتا۔ میں سمجھ رہی ہوں۔ ہونہہ خود کو کتنا خوش نصیب سمجھتی تھیں۔ کہ انہیں اس کی قربت حاصل ہے لیکن تقدیر سے ناواقف تھیں سب کی سب۔ ہمیشہ میرا مذاق اڑاتی رہیں اور آج میں ان کا مذاق اڑانے کے قابل ہوئی ہوں۔'' میرے نزدیک کھڑی لڑکی کہہ رہی تھی۔

''اب میں تجھے کہاں لے چلوں اے خدائی قہر۔'' میں نے پوچھا۔

''اپنے خیمے میں، اپنے قدموں میں، ہاں میں تیری ایسی خدمت کروں گی کہ... ایسی چاہت دوں گی کہ زمانے میں مثال ہوگی۔ میں تیری لونڈی ہوں۔ تیرے قدموں کی مٹی ہوں۔ دل چاہے تو ابھی اپنے خنجر سے میرا دل چاک کر دے۔ اف کر جاؤں تو فردشا نام نہیں۔''

''تو تیرا نام فردشا ہے؟''

''تیری خادمہ کا نام یہی ہے۔ لیکن میرے لئے نام وہی بہتر ہوگا جو تو تجویز کرے گا۔'' اس نے کہا۔ یہ حسن اور یہ سپردگی مجھے پسند آئی تھی۔ بلاشبہ یہ ان حسیناؤں سے کہیں زیادہ حسین تھی جو رات کو میری خدمت میں رہی تھیں۔

''چل بھائی اچھا انعام ہے تو۔'' میں نے کہا۔

''گھوڑے پر تو سوار ہو جا۔ میں اس کی رکاب پکڑ کر چلوں گی۔'' اس نے کہا۔ لیکن میں نے اسے گھوڑے پر بٹھا دیا اور پھر خود بھی سوار ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے... گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور خیموں کے حصار سے باہر نکل آیا۔ باہر میرے خدام کھڑے تھے۔

وہی دونوں بوڑھے میرے نزدیک آ گئے اور ان میں سے ایک نے کہا۔ ''اگر یہ اٹیلا اعظم کی طرف سے بخشا ہوا انعام ہے تو، تو دوسرا شخص ہے جس نے یہ انعام پایا۔ پہلا انعام ڈیلوس کو ملا تھا۔ جس نے شاہ مران کو قتل کیا تھا۔''

''لیکن اب میں اس انعام کیا کیا کروں؟'' میں نے کہا اور بوڑھے کے اشارے پر ایک جوان نے اپنا گھوڑا خالی کر دیا۔

''خدائی قہر کا انعام احترام کا مستحق ہوتا ہے۔ ہم اسے تیرے خیمے میں پہنچا دیتے ہیں۔ ہاں کیا اٹیلا اعظم آج کوچ کرے گا؟''

''نہیں۔ اس نے یہی کہا ہے۔''

''تیرے جانب سے جرنیلوں کو یہ پیغام دے دیا جائے؟''

''ہاں۔'' میں نے سکون سے جواب دیا۔ اور سپاہی لڑکی کو لے کر خیمے کی طرف چلے گئے۔ ایک بوڑھا بقوم اس کے جرنیلوں کو آج کوچ نہ کرنے کا پیغام دینے چلا گیا۔ دوسرا میرے ساتھ تھا۔ اس کا نام پیلوس تھا۔

''اب میرے فرائض میں کون سا کام ہے پیلوس؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں لیکن نائب اعظم تو انو کھا ہے تو پیلوس سے جس عزت کے ساتھ پیش آ رہا ہے پیلوس اس کا مستحق نہیں ہے۔ اس لئے اپنے غلاموں کی مانند گفتگو کر۔''

''کیا یہ بھی خدائی قہر کا حکم ہے؟''

''نہیں۔ لیکن ہماری یہی حیثیت ہے۔''

''تیری جو حیثیت بھی ہو میں ۔۔۔ میں تجھے اپنا بزرگ مانتا ہوں اور تجھے عزت دیتا ہوں۔ یوں بھی تو میرا اتالیق ہے۔''

''تیرا شکریہ نائب اعظم۔ میں اس عزت افزائی کو یاد رکھوں گا۔ کیا میں تجھے ایک نصیحت کروں؟''

''ضرور۔''

''عورت کو ہر وقت خود پر طاری نہ رکھ یہ بنائے فساد ہوتی ہے۔ مبادا تجھ سے غفلت ہو اور خدائی قہر کے عتاب کا شکار ہو جائے۔''

''بالکل درست کہا تو نے۔ لیکن یہ تو بتا۔ دو رات کو آئی تھیں، ایک یہ ہو گئی۔ ان تینوں کا میں کیا کروں؟''

''اپنے خیمے کے نزدیک ان کے خیمے لگوا دے اور جب ان کی ضرورت محسوس کرے انہیں طلب کر کہ بغیر تیری طلب کے انہیں تیرے خیمے میں آنے کی اجازت نہ ہو۔''

''واہ۔ تو واقعی دانا ہے۔ کیا یہ ممکن ہے؟'' میں نے خوش ہو کر پوچھا۔

''تیرا غلام یہ کام انجام دے گا۔'' پیلوس نے گردن جھکا کر کہا۔

پھر میں واپس خیمے میں آ گیا۔ یہاں میرے لئے کچھ اور تبدیلیاں کر دی گئی تھیں میرے کچھ اور لباس بھی آ گئے تھے۔ چنانچہ میں نے لباس بدل لیا۔ دروازے پر کھڑے پہرے داروں سے میں نے کہہ دیا کہ کسی کو آنے کی اجازت نہ دی جائے میں آرام کروں گا۔ پھر میں آرام کرنے لگا۔

لیکن اب میں اپنے خیمے میں سوچ رہا تھا۔ صدیوں کے علم و دانش کے پیکر، بے نام انسان، تو بار بار کسی مصیبت میں پھنس جاتا ہے۔ سارے ہنگامے تیرے تقدیر کیوں بن جاتے ہیں۔ نہ جانے تو نے دنیا کے کون کون سے خطوں میں کیا کیا، کیا ہے۔ اب یہ اٹیلا، جو بہر حال تیری حیثیت کے آگے چیونٹی سے بھی زیادہ بے حقیقت ہے۔ لیکن وہ تیرا آقا ہے۔

آقا..... میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ کیا وہ میرا آقا ہے۔ تب میری نگاہوں میں موجیں مارتا ہوا سمندر آ گیا۔ پر سکون آسمان کا عکس کی مانند جو خاموش ہے۔ بڑے بڑے خون ریز جانور اس کی سطح پر سر ابھارتے ہیں اس پر حکمرانی کرتے ہیں اسے اپنا محکوم سمجھتے ہیں اور وہ خاموش ہے کیونکہ وہ اپنی طاقت سے واقف ہے کیونکہ اپنی قدرت سے واقف ہے۔ وہ جانتا ہے اس کی ایک کروٹ مٹانے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اس لئے وہ دیکھتا رہتا ہے۔ اپنے سینے کے ان کھلونوں کو کھیلنے دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب کھلونے کمزور پڑ جاتے ہیں تو پھر اس کی گہرائیوں میں چلے جاتے ہیں اور وہ کھلونوں کی داستان کو خاموشی سے خود میں دفن کر لیتا ہے۔

تو کیا میں سمندر نہیں ہوں؟ ہاں سمندر بھی تو ان کھلونوں کا محتاج ہے اگر وہ ان سب کو مٹا دے۔ اگر وہ اپنی طاقت کا اعلان کر دے تو ہمیشہ کے لئے اس کھیل سے محروم نہ ہو جائے۔ وہ تنہا کیا کرے گا۔

یہی کیفیت تو میری ہے۔ پھر اگر کوئی مجھے اپنا محکوم سمجھے تو میں برا کیوں مانوں۔ بے شک اگر میں حکمراں ہونے کا اعلان کروں تو سرتابی کی مجال کسے ہے۔ لیکن کیا قاہر، کیا حکمراں بن کر میں ان نت نئے کھلونوں سے کھیل سکتا ہوں۔ پھر بدلتے ہوئے مناظر ساکت نہ ہو جائیں گے۔ میں کیا کروں گا۔ لیکن بس ایک دقت تھی۔ بعض اوقات میرا دل چاہتا تھا کہ ایک عام انسان کی حیثیت اختیار کروں۔ ایسی حیثیت جس میں مجھے کوئی مقام حاصل نہ ہو۔ لوگ میرے اوپر حکومت کریں۔ مجھے حقیر سمجھیں اور میں اس زندگی کا بھی لطف حاصل کروں۔ لیکن یہ نہ ہوتا تھا۔ حالات کوئی ایسی شکل اختیار کر لیتے تھے کہ میں نمایاں ہو جاتا تھا اور پھر وہی ذمہ داریاں۔ اب یہ حضرت ہی تھے۔ بلاشبہ انہوں نے بہت سی فتوحات حاصل کی ہوں گی۔ لیکن اب جو کچھ ہوگا۔ نئے سرے سے اور نئے پیمانے سے ہوگا اور اس کے بعد تاریخ میں اپنا نام چھوڑ جائیں گے۔

لیکن مجبوری تھی مجھے سمندر کا کردار تو ادا کرنا ہی ہوگا۔ ورنہ کسی ویرانے میں کب تک زندگی گزار سکتا تھا اور جس طرح چاند ڈوبتا ہے۔ سورج ابھرتا ہے اور یہ دونوں اپنی مصروفیات سے کبھی نہیں تھکتے۔ کبھی نہیں اکتاتے۔ مجھے بھی اپنا کام انجام دینا ہے۔ ہاں مجھے بھی انہیں کی مانند شب و روز دیکھنے ہیں۔ پھر میں کیوں اکتاؤں۔

اور پھر میں پر سکون ہو گیا۔ میری ذمہ داریاں چونکہ آج تک کے لئے ختم ہو گئی تھیں۔ چنانچہ مجھے وہ باتونی لڑکی یاد آئی جو بہت تیز بولتی تھی۔ اور مجھ سے بے پناہ الفت کا اظہار کرتی تھی۔ کیوں نہ اسے طلب کروں۔

چنانچہ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے پہریدار کو طلب کیا اور غلام فوراً اندر آئے اور سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔

''فروشا کو حاضر کرو۔'' میں نے حکم دیا اور دونوں گردن جھکا کر باہر نکل گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد خوبصورت لڑکی اندر داخل ہوئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے آتے ہی حسب معمول شروع ہو گئی۔

''میں نے آپ کا نام معلوم کرلیا ہے سالوس اعظم اور مجھے یہ بھی پتہ چل گیا ہے کہ آپ خدائی قہر کے نائب ہیں اور میں کیا بتاؤں کہ میں کتنی خوش ہوں۔ اگر آپ اسے شہنشاہ اٹیلا کی عظمت نہ سمجھیں تو دل کی بات کہوں۔''

''کہو۔''

''پہلے آپ وعدہ کریں کہ اگر ناراض بھی ہو گئے تو مجھے جان کی امان ملے گی؟''

''وعدہ۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تو پھر میں دل کی بات بتاؤں۔ میرے دل کی بات یہ ہے کہ اٹیلا ایک شوہر کی حیثیت سے مجھے بالکل پسند نہیں۔''

''شوہر کی حیثیت سے؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں۔ میری مراد ہے کہ اگر وہ میرا شوہر بن جاتا تو یقین کرو وہ میرا شوہر تو ضرور بن جاتا لیکن دل سے میں اسے پسند نہیں کرتی۔ بس وہ میرے دل کو نہیں بھاتا۔''

''اوہ۔ تو کیا وہ تمہیں اپنی بیوی بنانا چاہتا تھا؟''

''ظاہر ہے۔ ورنہ پھر مجھے کیوں رکھا جاتا جہاں انتظار کرنے والی رہتی ہیں۔''

''انتظار کرنے والی ...... ؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں۔ انتظار کرنے والیاں۔ کئی ایسی ہیں جو اس بات کا انتظار کر رہی ہیں کہ کسی وقت اٹیلا ان سے شادی کرلے گا۔''

''اوہ۔ تو تم شادی کی فہرست میں تھیں۔''

''ہاں تو اور کیا؟'' لڑکی نے جواب دیا۔

''خوب۔ ایسی کتنی لڑکیاں ہیں جن سے ابھی اس نے شادی نہیں کی؟''

''کافی ہیں مجھے ان کی صحیح تعداد نہیں معلوم۔''

''اوہ۔ وہ سب کے ساتھ انصاف کرتا ہے؟''

''اب یہ مجھے کیا معلوم۔'' لڑکی نے جواب دیا۔

''اچھا کیا جو اس کی بیوی نہیں ہے وہ بھی اس کی خلوت میں جاتی ہے۔''

''کبھی نہیں۔ یہ اٹیلا کا اصول ہے جس سے وہ شادی نہیں کرتا اسے اپنی خلوت میں کبھی طلب نہیں کرتا۔ ہاں وہ لڑکیاں جو اس کی پسند ہوتی ہیں وہ الگ اسی جگہ رہتی ہیں جہاں اس کی بیویاں رہتی ہیں۔ لیکن اٹیلا اس وقت تک انہیں نہیں چھوتا جب تک کہ ان سے شادی نہ کرلے اور شادیوں کا موسم بھی شروع نہیں ہوا۔''

''اوہو تو شادیاں کسی خاص موسم میں ہوتی ہیں؟''

''یہ بات بھی نہیں، بس شادیوں کا موسم وہ ہوتا ہے جب وہ اپنی مہمات سے فارغ ہو چکا ہوتا ہے۔ اب وہ اسپاکیہ کو تباہ کر چکا ہے اس لئے اب وہ فارغ ہے۔ میرا خیال ہے یہاں سے کوچ کے بعد شادیاں کرے گا۔'' لڑکی نے پر خیال انداز میں کہا۔

اس کے گفتگو کرنے کے انداز میں بے ساختگی تھی اور مجھے اس کی بے ساختگی پسند آئی تھی۔ تب میں نے اس سے پوچھا۔

''تو تو اٹیلا سے شادی نہیں کرتی۔''

''یہ بات تو میں نہیں کر رہی۔ کیونکہ ظاہر ہے اس نے مجھے مال غنیمت کی حیثیت سے حاصل کیا تھا۔ مجھے لوٹ کر لایا گیا تھا۔ اب وہ میرے ساتھ جو بھی سلوک کرتا لیکن دل سے میں اسے پسند نہیں کرتی تھی۔ جیسا کہ میں تجھے پسند کرتی ہوں۔''

''ہوں۔ تو تو مجھے پسند کرنے لگی ہے؟''

''بہت زیادہ بے پناہ۔ اور خاص طور سے جب میں نے تجھے پہلی بار دیکھا تو اٹیلا کے سامنے جس طرح گفتگو کر رہا تھا ایسے اس کے سامنے کبھی کسی نے گفتگو نہیں کی۔ ہم سب تو حیران رہ گئے تھے۔ ہمارا خیال تھا اٹیلا اپنی باریک سی تلوار اٹھائے گا اور تیری گردن تیرے شانوں سے جدا کر دے گا لیکن وہ تیری باتوں پر ہنستا رہا جس وقت تو اس سے گفتگو کر رہا تھا تو یقین کر میرے علاوہ ساری لڑکیاں سب تیری طرف عجیب سی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں اور نہ صرف وہ بلکہ اٹیلا کی بیویاں بھی مجھے یقین ہے کہ بہت ساری عورتیں تجھ پر مرمٹی ہوں گی لیکن تو میری قسمت میں آیا ہے۔''

''اوہو۔ تو نے یہ بات کیسے اخذ کر لی کہ میں تجھے پسند کرنے لگا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''کیا مطلب۔'' اس کا چہرہ ایک دم سدھ ہو گیا۔ ''کیا تم مجھے پسند نہیں کرتے۔ کیا میں خوبصورت نہیں ہوں؟''

''ہوں۔ کوئی خاص تو نہیں۔''

''ہرگز نہیں۔ میں نہیں مانتی۔ میری ساتھی لڑکیاں کہتی ہیں کہ میں ان سب سے زیادہ خوبصورت ہوں۔''

''ممکن ہے۔ وہ تمہیں بیوقوف بناتی ہوں۔''

''تو کیا...... تو کیا یہ حقیقت ہے۔ کیا...... کیا......'' اس نے چاروں طرف دیکھا۔ کیا اس خیمے میں آئینہ نہیں ہے۔''

''مجھے نہیں معلوم۔ لیکن تم آئینہ کیا کرو گی؟''

''میں دیکھوں گی کہ کیا میں واقعی اتنی خوبصورت نہیں ہوں کہ تو مجھے پسند کر لے۔'' لڑکی کی بات پر مجھے ہنسی آ گئی۔ پھر میں نے اس کا بازو پکڑ کر خود سے قریب کر لیا۔

''خیر چل میں یہ بات مان لیتا ہوں کہ تو بہت زیادہ خوبصورت ہے لیکن کیا تو میرے ساتھ شادی کرنا چاہتی ہے؟''

''میں نہیں کہتی۔ میں تو تیری غلام ہوں، ہاں تیری خدمت کرنا مجھے بہت اچھا لگے گا۔ میں دل سے تیری خدمت کرنا چاہتی ہوں۔'' لڑکی نے جواب دیا اور اس جواب میں بڑی سادگی اور معصومیت تھی۔ مجھے اس کا انداز بے حد پسند آیا تھا۔

''لڑکی میں شادیاں نہیں کرتا لیکن بہرحال تو مجھے اچھی لگی ہے۔''

''اچھی لگی ہوں۔ پہلے کیوں جھوٹ بول رہے تھے۔'' اس نے ناز سے مسکرا کر کہا اور میں نے اسے خود سے بالکل قریب کرلیا۔

میں اس کی باتوں سے محظوظ ہوتا رہا۔ دوپہر کو میرے لئے کھانا آیا۔ جو شایان شان تھا یعنی دو بھنے ہوئے چھوٹے بکرے۔ پھل، پنیر اور دوسری چیزیں۔ لڑکی ایک دم مستعد ہوگئی۔ اس نے میرے لئے کھانے کا اہتمام کیا اور پھر کھانا میرے سامنے رکھ کر کھڑی ہوگئی۔

''کیا تم نہیں کھاؤ گی؟''

''تم کھالو اس کے بعد کھائیں گے۔''

''کیوں؟''

''ہم تو تمہارے غلام ہیں۔''

''خیموں کے باہر، خیموں کے اندر تم میرے محبوبہ ہو۔''

''تمہاری محبوبہ۔'' وہ خوش ہوگئی۔

''ہاں۔''

''یہ ہمارے لئے بہت بڑا اعزاز ہے۔ کیا ہم یہ بات دوسروں سے بھی کہہ سکتے ہیں؟''

''دوسروں سے تمہاری کیا مراد ہے؟''

''اپنی ساتھیوں سے۔ ان سے جو تمہیں پیار بھری نظروں سے دیکھ رہی تھیں جو ہم سے حسد کرنے لگی ہوں گی۔'' اس نے دلچسپی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تیری مرضی ہے۔'' میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''ہم تمہاری مرضی کے خلاف ایک کام بھی نہیں کرنا چاہتے۔ ہمیں بتادو ہمیں کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔''

''تمہارا جو دل چاہے کرسکتی ہو۔ فی الحال آکر کھانا کھالو۔'' اس کے چہرے سے مسرتیں پھوٹتی رہیں اور وہ میرے ساتھ کھانا کھاتی رہی۔ لڑکی کی معصومیت اور الھڑ پن مجھے بہت پسند آیا تھا۔ سب سے اچھی بات کہ وہ کسی غلط فہمی کا شکار نہیں تھی اور ایک خادمہ کی حیثیت دیتی تھی اپنے آپ کو اور نخرے نہیں کرتی تھی۔

پھر رات ہوگئی۔ پورے دن اور کوئی خاص بات نہیں ہوئی۔ سوائے اس کے کہ لڑکی مجھ سے بکواس کرتی رہی اور میں اس سے محظوظ ہوتا رہا۔ رات کو بھی وہ میرے ساتھ تھی۔ لیکن سونے سے قبل میں نے پہلوس کو طلب کیا۔ یہ سب میرے خدمت گار تھے اور صرف میری چاکری میں رہتے تھے۔ اس لئے پہلوس فوراً پہنچ گیا۔

''نائب اعظم۔'' اس نے گردن جھکاتے ہوئے کہا۔

''رات کے کچھ آداب ہوتے ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''کچھ نہیں ہوتے۔''اس نے جواب دیا۔

''کل کی مصروفیات حسب معمول ہوں گی۔''

''ہاں اگر خدائی قہر کوئی فوری حکم نہ دے۔''

''رات کو خیمے سے باہر نکلنے میں کوئی قباحت تو نہیں ہوتی؟''

''ہرگز نہیں۔ تیری حیثیت بلند ہے ہاں دوسرے لوگوں کو پابندیاں کرنا ہوتی ہیں۔''بوڑھے نے جواب دیا۔

''بس ٹھیک ہے تم جاؤ۔''میں نے بوڑھے سے کہا اور وہ گردن جھکا کر باہر نکل گیا۔فروشا خاموشی سے بیٹھی پلکیں جھپکا رہی تھی۔

''اب تو کیا سوچ رہی ہے فروشا؟''

''تیرا اور اٹیلا کا موازنہ کر رہی ہوں۔''

''کیا مطلب۔''

''تیرا چہرہ کتنا نرم ہے جبکہ اٹیلا کو اس کی عورتوں نے کبھی مسکراتے نہ دیکھا ہوگا۔ وہ ہمیشہ قہر بنا رہتا ہے۔''

''میرا خیال ہے فروشا تو ہر وقت میرا اور اٹیلا کا موازنہ نہ کیا کر۔''

''کیوں؟''

''اگر یہ بات کسی طرح اٹیلا کے کانوں تک پہنچ گئی تو میرے لئے بھی مصیبت بن جائے گی اور تیرے لئے بھی'' اور اچانک اس کا چہرہ اتر گیا۔اس نے خوف سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''یہ تو ٹھیک ہے۔لیکن.....لیکن اسے یہ باتیں کون بتائے گا جو میرے اور تمہارے درمیان ہوئی ہیں۔''

''کوئی نہیں بتائے گا لیکن کوئی سن سکتا ہے۔''

''ٹھیک ہے میں آئندہ اس بارے میں کوئی بات نہیں کروں گی اگر ایسی کوئی بات میرے ذہن میں آئی بھی تو میں خاموش رہوں گی۔''

''صرف اٹیلا کے بارے میں۔''

''ہاں۔دوسری باتیں تو میں کر سکتی ہوں۔''

''ضرور۔تیری باتیں مجھے اچھی لگتی ہیں۔''میں نے کہا اور وہ میرے قدموں کے نزدیک آ بیٹھی۔

''میں بار بار سوچنے لگی ہوں کہ کیا میں درحقیقت تیری کنیز بن گئی ہوں۔تو کتنا نرم مزاج اور خوبصورت ہے۔آہ۔اگر میں اٹیلا.....'' وہ ایکدم خاموش ہوگئی اور خوفزدہ انداز میں خیمے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ میں نے بھی چونک کر دروازے کی طرف دیکھا اور پھر میں نے تعجب سے کہا۔

''کیا ہوا؟''

''مجھ سے پھر غلطی ہونے جارہی تھی۔'' اس نے بدستور خوفزدہ لہجے میں کہا اور مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی۔ میں نے اسے بازوؤں کی گرفت میں لے لیا۔ میرے قرب سے اس کی آنکھوں میں خمار جھلکنے لگتا تھا اور وہ نڈھال سی ہو جاتی تھی۔ تب میں نے اسے آواز دی۔

''فروشا۔''

''جی۔'' وہ میرے سینے سے سر اٹھا کر بولی۔

''تمہاری زندگی میں کوئی نوجوان نہیں آیا۔ میرا مطلب ہے اس وقت تم جب آزاد تھیں اور اپنے قبیلے میں تھیں۔''

''نہیں۔ اس وقت تو میں بہت چھوٹی تھی۔''

''اٹیلا کی فوجوں میں سے کوئی۔''

''کوئی نہیں۔ اس لئے کہ خدائی قہر نے مجھے اپنی بیوی بنانے کے لئے پسند کر لیا تھا۔ اور پھر کس کی مجال تھی کہ مجھے اس نگاہ سے دیکھتا جو لڑکی اس کی منظورِ نظر ہوتی ہے اگر وہ کوشش بھی کرے تو کوئی نوجوان اس کی جانب مائل نہیں ہوتا۔''

''خوف کی وجہ سے؟''

''ہاں۔''

''ایسا کبھی ہوا ہے؟''

''صرف ایک بار۔'' اس نے جواب دیا۔

''کیا ہوا تھا؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''خدائی قہر کی ملکہ شوریا بذاتِ خود ایک نوجوان افسر کلاؤ پر عاشق ہو گئی تھی۔ کلاؤ پہلے تو اس سے بچنے کی کوشش کرتا رہا۔ لیکن کہاں تک۔ شوریا نے اسے قابو میں کر لیا اور پھر ایک دن خدائی قہر نے انہیں ملتے دیکھ لیا۔ تب اس نے پہلے کلاؤ اور پھر شوریا کو اپنی خلوت میں بلا لیا۔ اور ان سے کہا کہ وہ جذبات کی تسکین حاصل کریں۔ دونوں خوف سے تھر تھر کانپ رہے تھے خدائی قہر نے چابک اٹھا لیا اور انہیں حکم دیا جو کچھ وہ کہہ رہا ہے کیا جائے۔ مجبوراً دونوں تیار ہو گئے اور خدائی قہر انہیں دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ان دونوں کو شراب سے نہلا دیا اور پھر ان کے گرد لکڑیاں جمع کر کے دونوں کو زندہ جلوا دیا۔''

''خوب۔'' میں نے دلچسپی سے کہا۔

''اس کے بعد کبھی ایسا واقعہ نہیں ہوا۔''

''اس کا مطلب ہے کہ تم جذبات کے رموز سے اچھی طرح واقف ہو۔''

''کیوں نہیں۔'' فروشا نے جواب دیا۔

''لیکن کس طرح؟''

''میں خدائی قہر کی حرم میں رہتی ہوں اور وہ اپنی حرم میں تنہا مرد ہوتا ہے وہ اتنی شراب پیتا ہے کہ کوئی دوسرا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ وہ اپنے افعال کو دوسری عورتوں سے پوشیدہ رکھتا ہے۔''

''خوب۔ خواہ وہ اس کی بیوی ہو یا نہ ہو۔''

''ہاں۔ بلکہ جب وہ نئی شادی کرتا ہے تو پہلی رات اس کی تمام بیویاں اس کے گرد ہوتی ہیں۔''

''واہ۔ دلچسپ آدمی ہے۔ اچھا کیا اس کی بیویوں میں رقابت نہیں چلتی؟''

''کیوں نہیں۔ دلچسپ واقعات دیکھنے میں آتے ہیں۔''

''مثلاً۔'' میں نے پوچھا۔

''یہ ضروری نہیں ہوتا کہ اتیلا کسی ایک رات صرف اپنی ایک عورت کو طلب کرے چونکہ تمام عورتیں اس کی منتظر ہوتی ہیں اس لئے وہ جس پر نظر کرم کرتا ہے وہ اس رات کو اس کی پسندیدہ عورت ہوتی ہے۔ لیکن بعض اوقات دوسری عورتوں کو اس پر رشک بھی ہو جاتا ہے اور یہ رشک وحسد اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ ان کے درمیان لڑائی بھی ہو جاتی ہے۔''

''اوہ ایسے وقت میں اتیلا کا کیا رویہ ہوتا ہے؟''

''وہ ان کی جنگ میں دلچسپی لیتا ہے بلکہ بعض اوقات تو انہیں ہتھیار بھی فراہم کر دیتا ہے۔ کئی بار ایسا بھی ہوا کہ ان میں سے لڑتے لڑتے ایک دو مر بھی گئیں۔''

رات خاصی ہو گئی تھی، چنانچہ میں نے اسے اپنے قریب کر لیا اور یوں وہ میرے جسم میں سماتی چلی گئی۔

رات کے پہلے پہر تک ہم دونوں ایک دوسرے میں مشغول رہے پھر دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا۔

''کیا خیال ہے فروشا۔ باہر چلو گی؟''

''میں تو تیری غلام ہوں۔ مجھ سے کیا پوچھ رہا ہے؟''

''تو پھر آؤ۔'' میں نے کہا اور پروفروشا نے جلدی سے اپنا لباس درست کر لیا۔ ہم دونوں خیمے سے باہر نکل آئے۔

فروشا بہت خوش تھی۔ شاید رات کا خمار اس کے ذہن میں تھا۔ اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ طویل فاصلہ کافی دیر میں طے ہوا حالانکہ میں اسے جلدی طے کر سکتا تھا لیکن فروشا کی چال درست نہ تھی اور پھر ہم ایک پہاڑی قلعے کے نزدیک پہنچ گئے۔ ابھی ہم وہاں رکے ہی تھے کہ ہمیں بے شمار قہقہوں کی آواز سنائی دی اور ہم رک گئے۔

''اوہ۔ شاید اتیلا بھی یہیں کہیں موجود ہے۔'' فروشا نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''اچھا... کس طرف؟'' میں نے ادھر ادھر دیکھا اور مجھے پہاڑ کے ایک حصے میں کچھ مخصوص قسم کی روشنیاں نظر آئیں۔ یقیناً وہ لوگ پیچھے موجود تھے۔

''واپس چلو سالوس۔ یہاں آنا خطرناک ہے۔'' فروشا نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''کیوں؟''

''اٹیلا نے اگر ہمیں دیکھ لیا تو اچھا نہ ہوگا کیونکہ وہ اپنی خلوت میں کسی کو دیکھنا پسند نہیں کرتا۔''

''چھپ کر دیکھیں گے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا کر رہا ہے۔''

''نہیں۔''

''کیوں؟''

''اور سالوس کہیں کسی مصیبت کا شکار نہ ہو جائیں۔''

''نہیں ہوں گے۔'' میں نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے کہا اور ہم بلندی پر چڑھنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم کنارے تک پہنچ گئے۔ زیادہ اونچا ٹیلہ نہیں تھا۔ اس کے دوسری جانب بخوبی دیکھا جا سکتا تھا۔ چنانچہ ہم اوندھے لیٹ گئے اور باہر کا منظر واقعی حیرت انگیز تھا۔ میں دلچسپی سے اٹیلا کی عجیب وغریب حرکات دیکھنے لگا۔

مشعلیں روشن تھیں، عورتوں کا جمگھٹ تھا اور ان کے درمیان اٹیلا شراب پی رہا تھا۔ چند لڑکیاں رقص کر رہی تھیں۔ ہلکے ہلکے سازوں کی آہٹیں تھیں جو اس سے پہلے ہم نے نہیں سنی تھیں۔

اٹیلا پیتا رہا اور میں تعجب سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ پیتا رہا اور اس کے بعد کچھ ایسے مناظر شروع ہو گئے جس نے فروشا کے جذبات کو بھڑکا دیا اور میں حیرت سے اٹیلا کو دیکھتا رہا۔ بلاشبہ یہ شخص خوفناک قوتوں کا مالک تھا۔

فروشا جذبات میں ڈوب گئی اور میں اٹیلا کو دیکھتا رہا اور رات گئے یہ ہنگامہ جاری رہا۔ فروشا جذبات سے جاگی تو ہم نے واپسی کا سفر طے کیا اور اپنے خیموں میں واپس آئے۔

فروشا نے خیمے میں آکر سکون کی سانس لی تھی پھر اس نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''بڑی خوفناک رات تھی سالوس۔''

''کیوں۔''

''اٹیلا کی خلوتوں میں کوئی بھی نہیں جا سکتا اور نہ ہی اس بات کو وہ پسند کرتا ہے۔''

''ٹھیک ہے آئندہ خیال رکھیں گے۔'' میں نے کہا اور سرد لہجے میں اس سے بولا۔ ''تم اپنے خیمے میں واپس جاؤ۔''

''جاؤں۔'' اس نے عجیب لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ میں سونا چاہتا ہوں۔'' میں نے بالکل سرد اور بے جان لہجے میں کہا اور وہ ایک دم مستعد ہو گئی۔ ''ٹھیک ہے میں جا رہی ہوں۔'' اس نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گئی۔

حالانکہ یہ سرد لہجہ میرے لئے پسندیدہ نہیں تھا۔ خاصی خود غرضی تھی اس لہجے میں۔ لیکن میرے دوست پیلوس نے مجھے جو کچھ بتایا تھا اس پر

عمل کرنا ضروری تھا۔ مجھے کسی بھی لڑکی کو ذہن پر مسلط نہیں کرنا چاہیے تھا کیونکہ میرا واسطہ اٹیلا سے تھا۔

اس کے چلے جانے کے بعد میں اطمینان سے اپنے بستر پر لیٹ گیا اور آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش کرنے لگا۔ نیند جس قسم کی مجھے آتی ہے وہ پروفیسر میں تمہیں بتا چکا ہوں۔ چنانچہ میں بے خبر سو گیا۔

جاگا تو پیلوس اور دوسرا بوڑھا جس کا نام اوکاس تھا میرے خیمے کے دروازے پر موجود تھے۔ میری آہٹ سن کر وہ اندر آ گئے اور سینوں پر ہاتھ رکھ کر جھک گئے۔

''سالوس اعظم۔'' انہوں نے جھک کر کہا۔

''اوہ۔ کیا سورج بلندی تک پہنچ گیا ہے۔''

''ہاں سالوس اعظم۔''

''تو پھر تم لوگوں نے مجھے جگا کیوں نہ دیا؟''

''ہم نے تیری نیند میں خلل نامناسب سمجھا۔''

''آئندہ اگر میں دیر تک سوؤں تو تم مجھے جگا سکتے ہو۔''

''بہت بہتر۔ تیرا حکم مل گیا ہے آئندہ ہم ایسا ہی کریں گے۔'' پیلوس نے جواب دیا۔

اور پھر میں جلدی جلدی تیاریاں کرنے لگا۔ میرے اشارے پر ان دونوں لڑکیوں کو اندر بھیج دیا گیا تھا جن کا نام اشیایہ اور تقنا تھا۔ ان دونوں کے منہ پھولے ہوئے تھے جسے میں نے صاف صاف محسوس کر لیا تھا۔

انہوں نے مجھ سے مسکرا کر کوئی بات نہ کی غالباً وہ رات کو خود کو طلب نہ کرنے پر ناراض تھیں۔ میں نے انہیں خود کو تیار کرنے کے لئے کہا اور وہ ہمہ تن اس میں مصروف ہو گئیں۔

تھوڑی دیر کے بعد اپنے قدر آور گھوڑے پر سوار ہو کر اٹیلا کے پاس پہنچ گیا۔ اٹیلا آج مناسب حلیئے میں نظر آیا تھا۔ اس کی عورتیں خیموں میں تھیں اور وہ چمڑے کے ایک مونڈھے پر بیٹھا ہوا تھا۔ وہاں کوئی دوسرا مونڈھا موجود نہیں تھا۔ میں اس کے نزدیک جا کر سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔

''تو نے ہمیں سوچنے کے لئے بہت کچھ دیا ہے سالوس۔'' اٹیلا نے کہا۔

''میں سمجھ نہیں سکا۔'' میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

''پیدا ہونے کے بعد ہم نے جب ہوش سنبھالا تو دنیا کو اور اس میں رہنے والوں کو ہمیشہ خود سے کمتر، ہیچ پایا۔ ہمیں کبھی ضرورت نہیں پیش آئی کہ ہم کسی کے بارے میں کچھ سوچیں لیکن تو نے ہمیں اپنے بارے میں سوچنے پر مجبور کر دیا ہے۔''

''فاتح اعظم میرے بارے میں کیا سوچتا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''تو بہادر اور طاقتور ہے۔''

''اٹیلا کا شکریہ۔''

''لیکن ہم تیری ذہنی قوت اور جنگی صلاحیت سے بے خبر ہیں۔''

''فاتح اعظم واقف ہو جائے گا۔''

''لیکن اگر کبھی تیرے ذہن میں حکمرانی اور قیادت در آئی تو ہمیں یقین ہے کہ ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔''

''خدائی قہر۔ یہ غلط فہمی ذہن سے نکال دے۔''

''وہ کون ہے جو اقتدار نہیں چاہتا۔'' اٹیلا نے کہا۔

''میں ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیوں۔ تیرے دل میں اقتدار کی خواہش کیوں سر نہیں ابھارتی۔''

''اس لئے کہ میں نے بہت سے سورج چڑھتے اترتے دیکھے ہیں حکمرانی بہت سی اہم ذمہ داریاں کندھوں پر ڈال دیتی ہے اور پھر فطرتاً میں آوارہ گرد ہوں۔ تیرے ساتھ رہ کر میں وہ سب کچھ کر سکتا ہوں جو تیرا ایماء ہو۔ تنہا اپنے ذہن میں کوئی بار نہیں ڈالتا۔''

''ہوں۔'' اٹیلا پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا۔'' چونکہ تو بہادر ہے اس لئے مجھے تیری بات کا یقین ہے لیکن...... اس کے باوجود اس کے باوجود میں ایک دن تیرا ایک امتحان ضرور لوں گا۔ وہ امتحان جو تجھے میری اور مجھے تیری اہمیت بتا دے گا۔''

''میں اس کے بارے میں کچھ نہیں پوچھوں گا۔ لیکن اس کے لئے تیار ہوں۔''

''تیرا نام سالوس ہے؟''

''ہاں۔''

''آج سورج ڈھلے ہم کوچ کریں گے۔ اسپا کیہ جل کر راکھ ہو چکا ہے اور ہمیں اب شائی کا کا مزاج درست کرنا ہے۔''

''شائی کا کون ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''تراَبینہ کا حکمراں۔ سرکش اور مغرور۔ ٹھنڈے سفید ممالک میں وہ خود کو بلند برتر کہتا ہے۔ لیکن ہم یورپ کے تھیوڈسیس تک پہنچنے کے خواہشمند ہیں۔''

''میں تیرے ساتھ ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''بس تو آج کے لئے لشکر کو کوچ کا حکم دے۔ اسپا کیہ کے دھوئیں سے اب ہم بیزار ہو چکے ہیں۔'' اٹیلا اٹھ کھڑا ہوا۔

''جو حکم۔'' میں نے کہا اور پھر اس کے لوگوں کے انداز میں سینے پر ہاتھ رکھ کر جھکا اور وہاں سے واپس چل پڑا۔

''ایک بات بتاؤ موجود سالوس؟'' اچانک پروفیسر خاور نے داستان کا طلسم توڑ دیا اور وہ چونک کر خاور کو دیکھنے لگا۔ پھر ایک طویل سانس

لے کر بولا۔

''آہ۔ پوچھو پروفیسر۔ ویسے اس وقت میں اپنی کہانی کے طلسم میں خود کھو گیا تھا اور یہ حقیقت ہے کہ اس رومان پرور ماحول سے میں بھی بہت متاثر تھا۔ صدیوں پہلے کی وہ پر لطف فضا اس وقت میرے اوپر طاری تھی اور اس سے واپسی۔ خیر۔ تم پوچھو۔ کیا پوچھ رہے تھے؟''

''معافی چاہتا ہوں۔ بلاشک تاریخ کے ایک اہم کردار اٹیلا کے بارے میں اس معلومات سے مجھے دلچسپی ہے۔ لیکن تیرے چند الفاظ سے ایک خیال میرے ذہن میں ابھر آیا اور میں سوال سے باز نہ رہ سکا۔''

''کوئی بات نہیں پروفیسر۔ پوچھو۔''

''تو اٹیلا کے سامنے اس کے غلاموں کی حیثیت سے جھکا تھا؟''

''ہاں۔''

''کیا یہ بات تیری فطرت کے خلاف نہیں تھی؟''

''کیوں۔''

''میں ابھی تھوڑی دیر قبل اپنی ایک سوچ کے بارے میں بتا چکا ہوں۔ میں نے سمندر کی مثال سامنے رکھی تھی جس کے سینے پر چھوٹی چھوٹی کشتیاں بھی خود کو سرکش اور ناقابلِ تسخیر سمجھتی ہیں اور ان کا خیال ہوتا ہے کہ وہ سمندر پر حکمرانی کر رہی ہیں۔''

''اوہ۔ ہاں تم نے کہا تھا۔''

''وہ بھی ایک چھوٹی کشتی کی مانند تھا جسے میں اپنے سینے پر چلتے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اور جانتا تھا کہ میری ایک لہر اسے ڈبو سکتی ہے اور اس کا سارا مان ٹوٹ جائے گا۔ کشتی کو قائم رکھنا بھی ضروری تھا۔ ویسے اٹیلا کے دل میں میرا خوف ضرور آیا تھا۔ جو بھی سمجھو۔ بہرحال میں واپس لشکر میں آ گیا اور پھر میں نے اپنے محافظ دستے کے سالار کو طلب کیا اور سالار میری خدمت میں حاضر ہو گیا۔

''سارے لشکر میں کوچ کا اعلان کر دو۔ سورج جب ڈھلان تک پہنچ جائے گا تو ہم سفر شروع کر دیں گے۔'' میں نے حکم دیا اور سالار نے سینے پر ہاتھ رکھ کر اطاعت کا اظہار کیا۔ پھر وہ باہر نکل گیا اور میں خیمے میں بیٹھ کر اٹیلا کے الفاظ کے بارے میں سوچنے لگا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور میں قبیلے کے اس سردار کی کمزوری پر دل ہی دل میں ہنسنے لگا۔ جو خود کو خدائی قہر کہلواتا تھا اور ایک انسان کی قوت سے مرعوب ہو گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد چاروں طرف غل مچ گیا۔ دھڑا دھڑ خیمے اکھاڑے جانے لگے۔ اور میں شور سن کر باہر نکل آیا۔ پیلوس وغیرہ میرے پاس پہنچ گئے اور میرے نزدیک کھڑے ہو گئے۔ تب میں نے اپنا گھوڑا طلب کیا اور پھر اس پر سوار ہو کر لشکر کے درمیان گھومنے لگا۔ میں نے اس وقت اپنے محافظ دستے کو روک دیا تھا اور ان سے کہا تھا کہ وہ اپنی تیاریاں کریں۔ صرف پیلوس میرے ساتھ تھا۔

''پیلوس۔ وہ غلام کہاں ہیں جو اسپا کیہ سے قید کئے گئے ہیں۔ میری مراد ان بدنصیبوں سے ہے جنہوں نے بزدلی سے کام لیا اور زندگی بچانے کے لئے اٹیلا کی غلامی میں آ گئے۔''

''وہ کام کررہے ہیں۔''

''چلو میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا اور پیلوس مجھے اس طرف لے گیا۔ سارے غلاموں سے سخت مشقت لی جارہی تھی۔ سپاہی کوڑے مار مار کران سے خیموں کی میخیں اکھڑوا رہے تھے اور انہیں بار کررہے تھے۔

''بزدل کہیں کے۔ اگر تھوڑی سی جرأت سے کام لیتے تو سرخرو رہتے اور دوسروں کے ساتھ انہیں بھی جانے کی اجازت مل جاتی۔'' میں نے آہستہ سے کہا مجھے ان کی بزدلی پر غصہ آ گیا تھا۔

☆......☆......☆

لشکرِ عظیم روانگی کے لئے تیار تھا۔ میرے مددگار پیلوس نے مجھے سارے رموز سے آگاہ کردیا تھا اور اب میں بہ آسانی اٹیلا کے نائب کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ جو زیادہ مشکل نہیں تھے۔ لشکر میں چار جنرل تھے۔ وہ چاروں تجربے کار تھے اور بے شمار معرکے سر چکے تھے۔ چاروں میرے احکامات کے تابع تھے۔ لشکر کی تنظیم مکمل ہوگئی سب سے پہلے اٹیلا تھا جو سفید گھوڑے پر سوار تھا، اس کے بعد میں تھا، میں سیاہ گھوڑے پر تھا میرے پیچھے چاروں جنرل تھے اور ان جنرلوں کے پیچھے تمام فوج جسے درحقیقت آہنی کہا جاسکتا تھا۔

گھڑ سوار فوج کے پیچھے پیدل فوج تھی اور پیدل فوج کے ساتھ منجنیقیں اور دوسرے ہتھیاروں کا ذخیرہ تھا۔ اس کے درمیان ایک محافظ دستے کے دائرے میں اٹیلا کی بے شمار بیویاں سوار تھیں۔

گھوڑے نہایت سست رفتاری سے چل رہے تھے کیونکہ وہ پیدل فوج کے درمیان تھے۔ تنظیم یہی تھی۔ اٹیلا اپنا گھوڑا بہت ہی پروقار انداز میں آگے بڑھائے لے جارہا تھا۔ وہ جب بھی میری جانب دیکھتا اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات ابھر آتے، یوں بھی وہ بہت زیادہ گفتگو کرنے کا عادی نہیں تھا۔ ہاں اس وقت جب وہ شراب کے نشے میں ہوتا تھا تو ضرورت سے کچھ زیادہ ہی چہکنے لگتا تھا۔

اس کی خاموشی دیکھ کر میں بھی خاموش تھا اور تقدیر کے مذاق پر ہنس رہا تھا۔ حالانکہ پروفیسر۔ تقدیر میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی لیکن ایک بات کا میں ہمیشہ قائل رہا۔

پروفیسر سوالیہ انداز میں میری جانب دیکھنے لگا۔ اس کی دونوں لڑکیاں بھی میری طرف متوجہ تھیں۔

''تو کیا تم تقدیر کے قائل نہیں ہو؟''

''نہیں۔ میں تقدیر کا قائل نہیں ہوں۔ میں تقدیر پر بھروسہ نہیں کرتا، بس صرف اور صرف تدبیر کا قائل ہوں ہاں حالات خود بخود راستے متعین کرتے ہیں۔ ہم کسی سوچے سمجھے منصوبے پر عمل تو کرسکتے ہیں لیکن حالات کو اپنا تابع نہیں بناسکتے۔ میرا خیال ہے کوئی قوت ایسی نہیں ہے جو ہونے والی تبدیلیوں کو روک سکے۔

اور یوں لشکر سفر کرتا رہا، دریا، پہاڑ، میدان، بہت کچھ تھا۔ انہیں عبور کرتے ہوئے ہم آگے بڑھ رہے تھے۔ غلاموں کا وہ بڑا دستہ بھی ان لوگوں کے ساتھ پیدل چل رہا تھا جسے اسپاکیہ سے قید کیا گیا تھا اور جو ابھی تک زنجیروں میں بندھا ہوا تھا۔ ان مظلوموں کے لئے میں کوئی راستہ نہیں

سوچ سکا تھا۔ جس کا مجھے شدید افسوس تھا۔

اٹیلا کے احکامات اٹل ہوا کرتے تھے۔ اس وقت بھی اگر یہ لوگ زندگی بچانے میں کامیاب ہو جاتے تو شاید یہ آزاد ہو جاتے۔ لیکن اب ان کے لیے بے شمار مشکلات پیدا ہوگئی تھیں۔

اٹیلا کے نزدیک انسانی وجود کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا اور میں نہیں جانتا تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ لیکن ان کا حشر زیادہ دور نہیں تھا۔ اس وقت ہم جس صحرا کو عبور کر رہے تھے۔ اس کے اختتام پر کچھ درختوں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے اور اٹیلا کا رخ اسی جانب تھا۔

اٹیلا نے میری جانب دیکھا اور بولا۔ ''سالوس۔ سالوس تم کیا سوچ رہے ہو؟''

''اوہ۔ خدائی قہر کے سامنے میری اپنی کیا سوچ ہو سکتی ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیا تم نے اس سے قبل اس قسم کی جنگوں میں حصہ لیا ہے؟ میں جانتا ہوں کہ تم ایک عمدہ لڑاکا ہو لیکن تنہا یا چند افراد سے لڑنے کی بات دوسری ہوتی ہے اور جنگی معاملات کچھ دوسرے۔''

''میں نے کوئی بڑی جنگ نہیں لڑی عظیم اٹیلا۔ لیکن میں جنگوں سے منہ بھی نہیں موڑتا۔''

''مجھے علم ہے۔'' اٹیلا نے جواب دیا۔

''پھر تو مجھ سے کیا معلوم کرنا چاہتا تھا عظیم اٹیلا؟''

''تیری شخصیت دیکھ کر مجھے عجیب سا احساس ہوتا ہے سالوس۔'' اٹیلا نے کہا۔

''میری خواہش ہے کہ ہر احساس کو ذہن سے نکال دیا جائے۔ سالوس وفاداری کا عہد کر چکا ہے۔ وفادار رہے گا۔'' میں نے جواب دیا اور اٹیلا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''مجھے یقین ہے سالوس۔ بہادر ہمیشہ سچا ہوتا ہے۔'' اٹیلا نے جواب دیا......

ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔ لشکر اب درختوں کے نزدیک پہنچ رہا تھا۔ درختوں تک پہنچنے سے پہلے ہی ہمیں زمین کافی گیلی محسوس ہوئی۔ گو پیچھے کا علاقہ خشک تھا۔ لیکن ایک مخصوص حد سے زمین میں نمی کا احساس ہونے لگا تھا۔ آگے چلے تو کیچڑ آ گئی اور لشکر کی رفتار سست ہوگئی۔

''ایسا لگتا ہے جیسے یہاں زوردار بارش ہوئی ہو۔'' اٹیلا نے کہا۔

''ہاں۔'' میں نے جواب دیا۔ اس سے کہا بھی کیا جا سکتا تھا۔

ہم درختوں کے نزدیک پہنچ گئے۔ وہاں ایک عجیب سی سنسناہٹ سنائی دے رہی تھی۔ میں نے اس سنسناہٹ پر غور کیا اور اندازہ لگایا کہ کوئی تیز و تند ندی یا نالہ ہے جو بارش کی وجہ سے تیز رفتاری سے بہہ رہا ہے۔

میں نے اس سرسبز علاقے کو پسند کیا اور اٹیلا سے کہا۔ ''کیوں نہ یہاں قیام کیا جائے؟''

''نہیں میرے دوست۔'' اٹیلا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''میں نہیں سمجھا۔ کیا یہ جگہ تجھے پسند نہیں ہے؟''میں نے پوچھا۔

''یہ بات نہیں ہے سالوس۔ یہ جگہ بہت خوبصورت ہے اور خوبصورت جگہوں پر ذہنی کیفیت بدل جاتی ہے ہم اس وقت رزم میں ہیں، بزم پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ یہ خوبصورت جگہ اور اس کا خوبصورت ماحول ہمیں بزم کی جانب متوجہ کرے گا اور ہم اپنے مشن سے پیچھے رہ جائیں گے۔''اس نے جواب دیا۔

بات تدبیر کی تھی۔ سو میں نے اسے پسند کیا۔

اٹیلا میری شکل دیکھ رہا تھا۔ ''کیا تم میری بات سے متفق ہو نائب اعظم؟''اس نے پوچھا۔

''ہاں۔ بے شک۔''

''دراصل یہ میرا اصول ہے۔ جب جنگ سے فرصت پاتا ہوں تو۔ سیر و تفریح اور عیش میں زندگی گزارتا ہوں اور ساری ذہنی اور جسمانی کسل دور ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد جب میں دوبارہ جنگ کے لئے تیار ہوتا ہوں تو سارے خیالات ذہن سے جھٹک دیتا ہوں۔ ہمیں چٹیل میدانوں اور پرخار وادیوں میں سفر کرنا چاہیے۔ تاکہ ہمارے جسم تکلیف میں مبتلا ہوں اور ہم آگے اور آگے بڑھنے کے بارے میں سوچتے رہیں۔'' اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

میں سوچ رہا تھا کہ ہر شخص کے کچھ اصول ہوتے ہیں جو غلط نہیں ہوتے۔ ہر شخصیت میں کچھ ایسے پہلو ہوتے ہیں جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتے ہیں۔ اٹیلا گو ایک اچھا انسان نہیں ہے۔ ایک ظالم شخص ہے مگر پھر بھی کچھ اصول رکھتا ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم تیز رو ندی تک پہنچ گئے جسے ندی نہ کہا جائے تو بہتر تھا۔ وہ زیادہ چوڑی نہیں تھی۔ البتہ اس میں بہنے والے پانی کی رفتار بے پناہ تیز تھی اس پانی سے گزرنا تقریباً ناممکن تھا۔ تب اٹیلا نے اپنا گھوڑا روک لیا اور میری جانب دیکھا۔

''نائب اعظم۔ کیا ہم اس پانی سے گزر سکتے ہیں؟''

''میرا خیال ہے گھوڑے قدم نہ جما سکیں گے۔''میں نے جواب دیا۔

''لیکن ہم یہاں رکنا نہیں چاہتے۔''

''پھر کیا کیا جا سکتا ہے؟''

''کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔''اس نے جواب دیا اور میں غور سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

اٹیلا کی آنکھوں میں وہی درندگی ابھر آئی تھی جو اس کی فطرت کا خاصہ تھی .....

میں اسے دیکھتا رہا۔ تب اٹیلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''اوہ۔ میرا خیال ہے ہم اس ندی پر پل باندھ سکتے ہیں چونکہ اس کی چوڑائی زیادہ نہیں ہے۔ صرف چند گھوڑوں کو گزارنے کے لئے محض ساعتیں درکار ہوں گی۔ اس لئے کیا بندوبست کیا جا سکتا ہے۔''

''یہ اٹیلا ہی بہتر جان سکتا ہے۔''میں نے جواب دیا۔

''ہاں۔ میں جانتا ہوں۔'' اس نے کہا اور پھر پیچھے مڑ کر اپنے جنرلوں سے بولا۔

''سارے قیدی غلاموں کو آگے لے آؤ۔'' اس نے حکم دیا اور میں چونک پڑا۔

بدقسمتوں کی بدقسمتی کا آغاز ہو چکا تھا لیکن میں کیا کر سکتا تھا اس وقت ظاہر تھا میں اٹیلا کی مخالفت مول لے کر معاملہ خراب نہیں کر سکتا تھا البتہ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کیا کرتا ہے۔

جنرلوں نے اس کا حکم پیچھے پہنچا دیا اور قیدیوں کو آگے بڑھنے کے لئے جگہ دی جانے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد سارے بدقسمت قیدی اٹیلا کے نزدیک پہنچ چکے تھے۔ اٹیلا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اس نے کہا۔ ''تم اس ندی پر پل بناؤ گے۔'' وہ سرد لہجے میں بولا۔ ''اور اس کی ترکیب میں تمہیں بتاتا ہوں۔ تم میں سے چند افراد اسے عبور کرنے کی کوشش کرو۔''

جنرلوں نے ہاتھ اٹھائے اور وہ لوگ آگے بڑھ آئے جو قیدیوں کے محافظ تھے اور انہیں کنٹرول کر رہے تھے۔ محافظ اپنے ہاتھوں میں لمبی لمبی زنجیریں پکڑے ہوئے تھے جو قیدیوں کو مارنے کے کام آتی تھیں۔

انہوں نے قیدیوں کے ایک جتھے کو منتخب کیا اور اسے آگے بڑھا دیا۔ قیدی رو رہے تھے، چیخ رہے تھے، لیکن کیا کر سکتے تھے، زنجیریں ان کے بدن پر پڑتیں اور وہ تلملا کر رہ جاتے۔

تب وہ آگے بڑھے میں جانتا تھا کہ اس تیز رو نالے میں اترنے کی کوشش موت سے کم نہیں ہے۔

چنانچہ پہلا جتھا جو تقریباً بیس افراد پر مشتمل تھا، ندی کے کنارے پر پہنچ گیا۔ وہ بے بس اور بے کس سے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے لیکن اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ ندی میں اتر کر جان دے دیں۔

اور یہی ہوا۔

جونہی وہ پانی میں اترے ان میں سے چار افراد چیختے ہوئے آن کی آن میں نجانے کہاں نکل گئے۔ باقی لوگ خوف سے پیچھے ہٹ گئے تھے۔ لیکن ان کے بدن پر پیچھے سے زنجیریں پڑ رہی تھیں، مجبوراً وہ بھی پانی میں اتر گئے۔ تمیں آدمی اسی طرح لقمہ اجل ہو گئے تھے کہ پتہ بھی نہیں چلا۔ ان کے سر بہت دور بہتے ہوئے نظر آ رہے تھے اور مجھے یقین تھا کہ وہ اب نہ بچ سکیں گے۔

تب اٹیلا رک گیا۔ ''پانی کی طاقت کا اندازہ ہو چکا ہے..... نائب اعظم، اب تم بتاؤ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟''

''اٹیلا تو ان غلاموں سے کیا کام لینا چاہتا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''میں چاہتا تھا کہ یہ یکجا ہو کر پانی میں اتر جاتے اور قدم جمانے کی کوشش کرتے۔ یہ سب مضبوطی سے ایک دوسرے کو پکڑے ہوتے اس طرح پانی ان کے قدم نہیں اکھاڑ سکتا تھا۔ یہاں ان کے سروں پر تختے رکھتے اور گھوڑوں کو ان کے سروں سے گزارنے کی کوشش کرتے۔''

''اوہ۔ لیکن کیا اٹیلا کو یہ اندازہ ہے کہ اس پر کتنے وقت میں اتر سکتے تھے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں ایک یا دو گھوڑے سے زیادہ نہیں جا سکتے تھے۔'' اٹیلا نے جواب دیا۔

''تب اٹیلا اس طرح تو یہ لشکر کئی دن میں پار اترتا اور پھر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ان لوگوں کی قوت بدستور برقرار رہتی اور ان کے قدم بھی نہ ہٹنے پاتے۔اس کے علاوہ پانی اتنا تیز ہے کہ یہ لوگ کسی بھی تعداد میں اتر کر قدم نہیں جما سکتے تھے۔

''اوہ نائب اعظم تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟''

''میرا خیال ہے ان کی اجتماعی قوت سے کوئی اور کام لیا جائے۔''

''تم بتاؤ؟''

''دریا کا پاٹ زیادہ چوڑا نہیں ہے اور ہمارے پیچھے جو درخت ہیں وہ اتنے لمبے ہیں کہ اس کنارے تک پہنچ سکتے ہیں۔''

''اوہ۔'' اٹیلا کی آنکھوں میں روشنی نظر آنے لگی۔''تو پھر؟'' اس نے جلدی سے سوال کیا۔

''ان غلاموں کو حکم دیا جائے کہ وہ درختوں کو کاٹ کر یہاں تک پہنچائیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہوں۔ٹھیک ہے۔...... یہ بھی ٹھیک ہے، ظاہر ہے ہم یہاں بیکار بیٹھ کر ندی کا زور کم ہونے کا انتظار نہیں کر سکتے۔'' اٹیلا نے کہا۔اسے میری تجویز پسند آ گئی تھی۔

تب اس نے جنرلوں کو حکم دیا اور غلاموں کو اس اذیت ناک موت سے نجات مل گئی۔

البتہ اب انہیں دوسرا مشکل کام سونپ دیا گیا۔فوری طور پر لشکر کو وہاں رکنے کا حکم دیا گیا۔لیکن اس کے باوجود وہ سب مستعد حالت میں تھے۔گویا انہیں قیام کرنے سے، کھانے پینے اور دوسرے عیش و آرام کی آزادی نہیں تھی۔پہلے یہ کام مکمل ہو جانا تھا۔اٹیلا اسی قسم کا انسان تھا۔

قیدی غلام، پانی کی موت سے نجات حاصل کر کے کسی حد تک مطمئن نظر آ رہے تھے۔انہیں جو کام سپرد کیا گیا تھا وہ اس میں تندہی سے مصروف ہو گئے۔لمبے لمبے درخت جڑوں سے کاٹے جانے لگے، غلام درختوں پر کلہاڑے چلانے لگے۔کئی لوگ درختوں کے گر جانے سے ہلاک ہو گئے، وہ اپنی زندگی سے مایوس اور بے زار تو تھے ہی اس کے علاوہ ان کے جسموں میں جان بھی نہیں تھی کہ وہ آرام سے یہ کام انجام دیتے۔چنانچہ نجانے کتنی ہلاکت خیزی کے بعد چند لمبے لمبے درخت کاٹ کر وہاں لائے گئے۔درخت بے پناہ لمبے تھے اور بآسانی ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچ سکتے تھے، لیکن اب پھر وہی مسئلہ پیش آ گیا کہ ان درختوں کو اب کس طرح سے اس ندی کے دوسرے کنارے تک بچھایا جائے۔

اس سلسلے میں بھی اٹیلا نے مجھ سے پوچھا۔''اب کیا کہتے ہو...... نائب اعظم۔درخت یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔''

''میرا خیال ہے انہیں برابر برابر اس ندی کے اس کنارے سے دوسرے کنارے تک بچھا دیا جائے۔چوڑا پل تیار ہو جائے گا اور اس پر سے اور اس پر سے گھوڑے بآسانی گزر جائیں گے۔'' میں نے کہا۔

''ہوں۔لیکن انہیں اس طرح کیسے بچھایا جا سکے گا؟''

''اس کی ترکیب میرے ذہن میں ہے۔'' میں نے کہا اور اٹیلا میری جانب دیکھنے لگا۔

''ساری قیدی مل کر انہیں کھڑا کریں گے اور پھر انہیں آہستہ آہستہ دوسرے کنارے تک لٹا دیا جائے گا۔''

''اوہ۔ اچھا طریقہ ہے۔ تب پھر تم ہی اس کام کی نگرانی کرو۔'' اٹیلا نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

دل تو چاہ رہا تھا کہ اٹیلا کو بہت کچھ دکھاؤں۔ یعنی یہ درخت اٹھا کر اس سرے سے اس سرے تک بچھا دوں۔ لیکن یہ مناسب نہ ہوتا۔ اٹیلا بہت سے شکوک و شبہات کا شکار ہو جاتا۔ اس کے بعد اس کی اور میری نہیں بن سکتی تھی۔ حالانکہ انسانوں میں آنے کے بعد میں کچھ وقت گزارنا چاہتا تھا اور اس بار میری حیثیت کچھ اور تھی۔ گو بہت سارے معاملات میں مجھے اس سے اختلاف تھا۔ لیکن پھر بھی وقت تو گزارنا ہی تھا اور خاموشی سے ہی گزار لیا جاتا تو بہتر تھا۔

چنانچہ میں غلاموں کا سربراہ بن گیا۔ میں نے لمبی لمبی رسیاں منگوائیں اور انہیں درختوں سے بندھوا دیا اس کے بعد ان رسیوں کو کھینچا اور قیدی میری ہدایت پر عمل کرنے لگے۔

ایک درخت بمشکل کھڑا ہو سکا تھا اسے آہستہ آہستہ اٹھا کر کنارے تک پہنچا دیا گیا۔ بڑا جان جوکھوں کا کام تھا۔ قیدیوں کی حالت خراب ہو گئی تھی۔ لیکن وہ اسے دوسرے کنارے تک پہنچانے میں کامیاب ہو گئے اور جب درخت کو لٹا دیا گیا تو ایک اور صورت حال پیدا ہو گئی۔ یعنی رسیاں درخت کے اس سرے پر بندھی ہوئی تھیں جو کہ ندی کا دوسرا کنارہ تھا اور انہیں کھولنے کے لئے کسی آدمی کا دوسری طرف جانا ضروری تھا لیکن یہ زیادہ مشکل کام نہیں تھا۔ میں نے دو قیدیوں کو ہمت دلائی اور پھر وہ اس درخت کے تنے پر بیٹھ کر پھدکتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ دوسرے کنارے پر تھے۔ وہاں سے انہوں نے رسیوں کے سرے کھولے اور رسیاں کھینچنے لگے۔ پھر وہ دوسرے درخت کو، تیسرے درخت کو، اسی طرح کئی درختوں کو برابر لٹا دیا گیا اور یوں مضبوط درختوں کا ایک لمبا پل تیار ہو گیا۔

راستہ ناہموار ضرور تھا لیکن اگر احتیاط سے گھوڑوں کو چلایا جاتا تو لشکر پار اتر سکتا تھا اور اس طرح سب سے پہلے اٹیلا اور میں، ہمارے علاوہ چاروں جنرل ندی کے کنارے پہنچ گئے۔ پھر باقی لشکر بھی آنے لگا، یوں کم از کم چالیس قیدیوں کی قربانی دینے کے بعد ہم لوگ ندی کے دوسرے کنارے پر پہنچے۔ اٹیلا بے حد خوش نظر آ رہا تھا۔

ندی کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر اٹیلا نے لشکر کو دوبارہ منظم کیا اور آگے بڑھنے لگا۔

''نائب اعظم۔'' تھوڑی دور چلنے کے بعد اس نے کہا اور میں اس کی جانب دیکھنے لگا۔

''مجھے تمہاری تجویز بے حد پسند آئی۔ دراصل ہر شخص میں طاقت اور دلیری کے علاوہ کچھ ایسی صلاحیتیں بھی ہونی چاہئیں جو اسے دوسروں سے ممتاز کریں وہ لوگ جو تمہارے ہاتھوں مارے گئے بلاشبہ وہ کارآمد تھے لیکن اس کا نعم البدل کم نہیں ہے۔''

''تو نائب اعظم سالوس۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ شائی کا پر ایسی ضرب لگائی جائے جو کسی طرح بھی اسے زندہ نہ رہنے دے۔ ہم تزابینہ کو تباہ کر دینا چاہتے ہیں۔ شائی کا نے اٹیلا کی قوت کا صحیح اندازہ نہیں لگایا ہے اور وہ اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے کہ اٹیلا خدائی قہر ہے۔ میں تزابینہ کی فتح ہر قیمت پر چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں تمہیں مجھ سے تعاون کرنا ہوگا۔''

''میں حاضر ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور اٹیلا نے مسکرا کر سامنے کی جانب دیکھا۔

بہت دور تک طویل پہاڑی علاقہ پھیلا ہوا تھا۔ کہیں کسی آبادی کے آثار نہیں تھے راستے کا تعین کرنے والے لوگوں نے اس راستے کو مناسب اور درست قرار دیا تھا اس لئے فوجیں برق رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھیں۔

دن اور رات سفر جاری رہا۔ اٹیلا کی مرضی تھی جب چاہتا پڑاؤ کا حکم دے دیتا خواہ وہ کوئی بھی وقت ہوتا کبھی یہ ہوتا کہ ساری ساری رات فوجیں سفر کرتی رہتیں، سبھی لوگ اٹیلا کی اس عادت کے عادی تھے لہٰذا کسی کو اعتراض نہیں تھا وہ سب اٹیلا کے اشاروں پر چلتے تھے۔ میں نے اس کی فوج میں بڑی تنظیم دیکھی تھی اور یہ بات بھی محسوس کی تھی کہ ان میں سے کوئی آدمی اٹیلا سے ناخوش نہیں ہے۔

حالانکہ وہ عجیب سی فطرت کا انسان تھا۔ اس دوران اس نے اپنی کسی بیوی کی جانب نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور نہ اس نے کسی کی خیریت معلوم کرنے کی کوشش کی یوں لگتا تھا جیسے وہ ان سب کو بھول گیا ہو۔

میری عورتیں جن میں ایک اٹیلا کا تحفہ اور دو خادمائیں تھیں، انہی عورتوں میں شامل تھیں اور یہ تو یقینی بات تھی کہ جب اٹیلا خود ان عورتوں کی طرف راغب نہیں تھا تو اس کے نائب کو بھی نہیں ہونا چاہیے تھا۔

اٹیلا کا نائب بننے پر کبھی کبھی مجھے بڑی ہنسی آتی تھی میں اگر چاہتا تو اس کی ساری فوجوں کو تہس نہس کر سکتا تھا۔ اٹیلا تک کا کوئی وجود نہ رہتا لیکن زندگی میں تبدیلی بڑی اہمیت رکھتی تھی اور مجھے اس میں بڑا لطف آ رہا تھا۔

تب بہت دور سے ہمیں شاگی کا کی ریاست ترابینہ کے آثار ملے۔ اٹیلا نے بھی بلند پہاڑوں سے اس علاقے کو دیکھ لیا تھا۔

سامنے ہی سیاہ رنگ کا بے پناہ مضبوط قلعہ نظر آ رہا تھا اور قلعے کے آگے طویل ترین میدان پھیلا ہوا تھا۔

تب اٹیلا نے اس جگہ اپنا ہاتھ اٹھا دیا۔ گویا یہاں قیام کا اعلان کر دیا گیا تھا اور یہ قیام یقینی طور پر طویل تھا کیونکہ خیمے جس انداز میں نصب کئے جا رہے تھے اس سے یہ حساب ہوتا تھا کہ اب تک کے سفر میں اس طرح سے خیمہ زنی نہیں کی گئی تھی۔

لیکن یہ سب سوچنا میرا کام نہیں تھا اور میں یہاں قیام کے سلسلے میں کسی بھی طور کچھ سوچنا نہیں چاہتا تھا۔ چنانچہ اٹیلا کا حکم لوگوں کو سنایا گیا۔ یہ حکم میرے ذریعے نہیں پہنچا تھا بلکہ عام قسم کی باتیں جنرلوں کے ذریعے پہنچائی جاتی تھیں۔ سو میں نے بھی اس میں کوئی مداخلت نہیں کی اور سب وہاں خیمہ زن ہو گئے۔

''یہ جگہ۔'' اٹیلا نے تلوار کی نوک سے زمین کریدتے ہوئے کہا۔ ''یہ جگہ ترابینہ کی فتح کے بعد ہماری قیام گاہ بنے گی۔''

''اوہ۔ ہم ترابینہ میں قیام نہیں کریں گے۔'' میں نے پوچھا

''نہیں۔ مفتوحہ شہر میرے لئے راکھ کا ڈھیر ہوتے ہیں اور میں انہیں راکھ کا ڈھیر ہی دیکھنا پسند کرتا ہوں۔ ترابینہ میرے لئے کوئی دلکشی نہیں رکھتا۔ سوائے اس کے کہ میں شاگی کا کا غرور توڑ کے تباہ کر دوں۔'' اٹیلا نے درندگی سے بھرپور لہجے میں کہا اور میں اس درندہ صفت انسان کو دیکھنے لگا۔ جس کو انسانی زندگی سے کھیلنے کا شوق تھا۔

میں نے سوچا تھا کہ شاید اٹیلا یہاں قیام پذیر ہونے کے بعد اپنے تفریحی مشاغل دوبارہ شروع کر دے گا۔ اس کی فطرت کا یہ پہلو مجھے

ناپسند نہیں تھا مگر اس بار بھی اس نے عورتوں کو خود سے دور رکھا تھا اور سب سے آگے اس نے اپنا بڑا سا خیمہ لگایا تھا، جہاں وہ تنہا تھا۔

میرا خیمہ بھی اس کے نزدیک ہی تھا اور میں بھی وہی سب کچھ کر رہا تھا جو اٹیلا کرتا تھا۔ حالانکہ بعض اوقات جھنجلاہٹ سی ہونے لگتی۔ میں سوچتا تھا کہ مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ میں اس کی پرواہ کروں۔ میری شخصیت کچھ دب سی گئی تھی۔

لیکن پروفیسر..... میں اپنے اس خیال کو ذہن میں جگہ دیتا تھا کہ زندگی میں تبدیلیاں بے حد ضروری ہیں اور یہ تبدیلی مجھے اتنی زیادہ ناپسند نہیں تھی۔ میں نے کافی عرصہ انسانوں سے دور سمندر میں گزارا تھا اس لئے اب خشکی پر اس شخص کا ساتھ اچھا محسوس ہوتا تھا اور یوں اس کا میرا ساتھ چل رہا تھا۔

رات گزر گئی۔ طلایہ گرد پہرہ دیتے رہے تھے دوسری صبح اٹیلا اتنی جلدی بیدار ہو گیا کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ سورج نکلا بھی نہیں تھا کہ چند آدمی میرے خیمے میں پہنچ گئے۔ ان میں پیلوس بھی تھا۔ میرا خادم خاص۔ اس نے مجھے جھنجوڑ کر جگایا اور میں ایک دم چونک پڑا۔

''کیا بات ہے؟''

''اٹھ جاؤ سالوس اعظم۔ اٹیلا پہاڑی پر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔'' پیلوس نے کہا۔

''اوہ۔ اتنی جلدی؟''

''یہ زمانہ جنگ ہے اس میں اٹیلا کی عادتوں میں بڑی تبدیلیاں رونما ہو جاتی ہیں۔'' پیلوس نے کہا اور میں جلدی سے اٹھ گیا۔

پھر میں پیلوس کے ساتھ پہاڑی ٹیلے پر پہنچ گیا۔ اٹیلا نے میری جانب دیکھا لیکن اس کے چہرے پر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی تھی۔ نہایت سنجیدہ و بردبار نظر آ رہا تھا۔ میں اس کے نزدیک جا کر کھڑا ہو گیا۔

اٹیلا خاموشی سے ہاتھ باندھے سامنے کے مناظر دیکھ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ شائی کا کے لوگ قلعے سے باہر اپنی کارروائیوں میں مصروف ہیں گویا انہیں اٹیلا کی آمد کی اطلاع مل گئی تھی۔

تب اٹیلا نے اپنے بھینچے ہوئے ہونٹ کھولے اور بولا۔''اس بات کو سوچنا حماقت ہے کہ ترابینہ کے لوگوں کو ہماری آمد کی اطلاع پہلے سے نہ ہو گئی ہو؟''

''بے شک خدائی قہر۔ یہ درست ہے۔'' ایک جنرل نے کہا۔

''تم نے کیسے اندازہ کیا؟'' اٹیلا نے بھنویں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

''فصیلوں پر موجود لوگوں کو یہاں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ یہ انتظامات یقیناً بہت پہلے سے شروع ہو چکے ہوں گے۔''

''ہوں۔ تم درست کہتے ہو۔'' اٹیلا نے جواب دیا۔ میں اس دوران خاموش ہی کھڑا رہا تھا۔ تب اٹیلا نے میری طرف دیکھا۔ میں بھی اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

اس نے کہا۔''قلعے کا پھاٹک۔ سالوس اعظم کیا تم اس کی مضبوطی کا اندازہ لگا سکتے ہو۔''

''ہاں یوں لگتا ہے جیسے دو بڑی چٹانوں کو ایک جگہ کھڑا کر دیا گیا ہو۔''

''یقیناً یہ پھاٹک چٹانوں سے زیادہ مضبوط ہیں۔ میں اس کے بارے میں بہت کچھ سن چکا ہوں۔'' اٹیلا نے جواب دیا۔

''لیکن ہم اسے تسخیر کر لیں گے خدائی قہر تیری برکت سے۔'' ایک جنرل نے جواب دیا اور اٹیلا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ہاں ہاں! فتح کر لیں گے۔ ترا بینہ کی قسمت میں صرف آگ اور دھواں ہے۔ اس کی دیواریں ترا بینہ کے لوگوں کی دردناک چیخیں اور کراہیں سننے کی منتظر ہیں۔ ہم آج شام کو آگے بڑھیں گے اور حملہ کر دیں گے سالوس اعظم خیمے یہیں رہنے دیئے جائیں گے اور فوجوں کو خیموں کے آگے بڑھا دیا جائے گا۔ اگر شائی کا کے لوگ قلعے سے نکلنے کی جرأت بھی کریں گے تو کم از کم وہ کوئی لمبا چکر کاٹ کر ان خیموں کے عقب تک نہیں پہنچ سکتے۔ ان کا فاصلہ شائی کا کے قلعے سے کافی دور ہے۔''

میں نے اٹیلا کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اسپا کیہ کا حشر دیکھ چکا تھا۔ پروفیسر اور مجھے یقین تھا کہ ترا بینہ کی قسمت میں بھی یہی لکھا ہے۔ اٹیلا وحشت کا دیوتا تھا اور فتح کرنے کے بعد مطمئن نہیں ہوتا تھا بلکہ نیست و نابود کر کے ہی اسے خوشی ہوتی تھی۔

چنانچہ ان لوگوں کی قسمت کا مالک میں کیسے بن سکتا تھا۔ میں کیسے انہیں اٹیلا کے ظلم سے روک سکتا تھا۔ ہاں اس بات کا میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ عملی طور پر ایسے اقدامات سے گریز کروں گا جو کسی کو خاص طور سے نقصان پہنچا سکیں وہ بھی اس طرح کو اٹیلا کو شبہ نہ ہو ورنہ پھر میری اور اس کی ٹھن جاتی۔ اور یہ تو ہمیشہ ہوا تھا پروفیسر۔ جس سے ٹھنی اسے میں نے اپنے ہاتھوں سے ختم کر دیا اور اس کے بعد تنہا رہ گیا۔ لیکن اس بار میں صرف تماشائی کی حیثیت اختیار کرنا چاہتا تھا۔

اٹیلا اپنے جرنیلوں کے ساتھ فوجوں کو منظم کرتا تھا۔ خیمے کافی دور چھوڑ دیئے گئے تھے اور چند دستے ان کی نگرانی پر مامور کر دیئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ باقی فوجیں آگے بڑھ گئی تھیں۔ گھڑ سوار بھی خیموں سے آگے نکل گئے تھے۔ اس کے علاوہ پیدل فوجیں بھی۔ وہ سب قلعے کا جائزہ لے رہے تھے۔

اٹیلا نے میری طرف رخ کر کے کہا۔ ''سالوس اعظم۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم کسی باقاعدہ لڑائی میں حصہ لے چکے ہو۔ جس کے لئے تم نے انکار کیا تھا۔ میرا مطلب ہے اس بار تم صرف اٹیلا کے جنگ کرنے کا انداز دیکھو اور آئندہ جب ہم جنگ کریں تو پھر تم پوری ذہنی قوتوں کو برقرار لا کر ہماری مدد کرو۔''

''جو حکم۔'' میں نے کہا اور اٹیلا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تب اس نے کہا۔

''یہ دستہ جسے میں نے خیمے کے بچاؤ کے لئے چھوڑا ہے۔ تمہاری نگرانی میں رہے گا اور اس کی نگرانی تم کرتے رہو گے۔ ہاں تم ہونے والی جنگ میں مداخلت نہیں کرو گے۔''

''بہتر ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

اور میں دل ہی دل میں خوش ہو گیا۔ یعنی ہوا وہی جو میں چاہتا تھا کیونکہ میں خود بھی براہ راست ترا بینہ کے لوگوں سے جنگ کرنے کا شوقین

نہیں تھا۔ اب مجھے بلاوجہ خون بہانا نہیں پڑا تھا اور اس کے ساتھ ہی مجھے مہلت بھی مل گئی تھی۔ ورنہ مجھے اٹیلا کے ساتھ جنگ کر کے اسے فتح ولانے میں زیادہ خوشی نہ ہوتی۔ وہ تو خود ہی ظالم یا طاقتور تھا اس کا ساتھ دینا تو مظلوم کے ساتھ ناانصافی تھی۔ ہاں اگر اٹیلا کی جگہ کوئی مظلوم یا کمزور انسان ہوتا تو اس کا ساتھ دینا میرے لئے باعثِ فخر ہوتا اور مجھے مسرت بھی محسوس ہوتی۔

چنانچہ اب جو مجھے خاموش تماشائی کی حیثیت حاصل تھی۔ وہ میرے لئے بہت دلچسپ اور دلکش تھی چنانچہ میں نے خوشی سے رکنے کا ارادہ کر لیا اور اٹیلا جنگی کارروائیوں میں مصروف ہو گیا۔

میں نے اس کی جنگی کارروائیاں دیکھنے کے لئے ایک مناسب جگہ کا انتخاب کیا۔ وہاں سے میں بہت دور دیکھ سکتا تھا۔

پھر اٹیلا کی فوجوں میں طبلِ جنگ بجا۔ قرنے، ناقوس، ڈھول اور ایسی بہت ساری چیزوں کی ملی جلی آوازوں سے میدانِ جنگ گونج اٹھا۔

گھڑ سوار دستے تیزی سے قلعے کی طرف دوڑنے لگے۔ اٹیلا ان کی رہنمائی کر رہا تھا اور اس کے چاروں جنرل برق رفتاری سے اس کا ساتھ دے رہے تھے۔

قلعہ کی طرف بالکل خاموشی تھی۔ فصیلوں پر بے پناہ لوگ نظر آ رہے تھے۔ لیکن وہ اس طرح خاموش تھے جیسے کسی خاص واقعے کے منتظر ہوں۔ یا کسی خاص موقع کی تلاش میں ہوں اور یہ موقع یقیناً خاصا دلچسپ و دلکش تھا۔

جونہی اٹیلا کی فوج تیروں کی رینج میں پہنچی تو اچانک فصیل سے تیروں کی بارش ہو گئی۔

اور پھر پروفیسر...... میں نے ایسی خوفناک بارش کبھی نہیں دیکھی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے آسمان تیروں میں چھپ گیا ہو۔ اس طرح تیر برسائے جا رہے تھے کہ حیرت ہوتی تھی۔ اٹیلا کی فوجوں کی صفِ اول میں ابتری پھیل گئی۔ بہت سے گھوڑے زخمی ہو گئے اور وہ اپنے سواروں کو گرانے کے بعد واپس دوڑ پڑے۔ اس طرح اٹیلا کی پہلی کوشش انتہائی ناکام ثابت ہوئی تھی۔ اٹیلا کو رکنا پڑا۔ وہ اس شدید مدافعت کا متوقع نہیں تھا۔ اس لئے اسے حیرت ہی ہوئی تھی۔

واپس بھاگتی ہوئی فوجوں کو اس نے دوبارہ منظم کیا اور پھر شاید کوئی جنگی تجویز سوچنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ اٹیلا نے اپنی فوجوں کو کافی پیچھے ہٹا لیا تھا اور پتھر پھینکنے والی منجنیقیں آگے بڑھا کر لے گیا تھا۔ ان منجنیقوں کی تعداد کافی تھی اور ان کے لئے بڑے بڑے پتھر بھی جمع کئے گئے تھے۔

ہوں۔ تو اب وہ نزدیک جانے کی ہمت نہیں کر سکتا۔ میں نے سوچا شائی کا والوں کی مستعدی اور لڑائی میں مہارت سے میں بہت متاثر ہو رہا تھا۔ منجنیقیں سامنے آ گئیں۔ فصیل سے اب بھی تھوڑے تھوڑے پتھر، برسائے جا رہے تھے تاکہ منجنیقوں کو زیادہ قریب آنے سے روکا جائے اٹیلا نے ان کا فاصلہ اتنا رکھا تھا کہ یہاں پر موجود لوگ تیروں کی زد سے محفوظ رہیں۔

لیکن پھر بھی کوئی نہ کوئی تیر انہیں لگ جاتا تھا۔ اٹیلا بہت غصے میں تھا اور تلوار لہراتا ہوا پھنکارتا پھر رہا تھا۔

اچانک منجنیقوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔ بڑے بڑے پتھر فصیل اور دروازے کی جانب پھینکے جانے لگے لیکن مجھے بہت جلد اندازہ ہو گیا کہ اٹیلا کی یہ کوشش بھی ناکام رہے گی۔ پتھر اتنے فاصلے سے پھینکے جا رہے تھے کہ تیروں سے بچا جا سکے۔ مگر یہاں سے پتھر موثر ثابت نہیں ہو

رہے تھے۔ ان میں کچھ پتھر فصیل اور دروازے پر جا کر لگتے تو اس وقت تک ان کی طاقت کم ہو چکی ہوتی تھی اور اگر انہیں نزدیک سے پھینکا جاتا تب وہ یقیناً کارآمد ثابت ہو سکتے تھے۔

لیکن نزدیک جانے کا نتیجہ شکست تھی اور اٹیلا اس سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس کی حالت عجیب سی تھی۔ وہ کسی خونخوار بھیڑیے کی مانند ادھر ادھر چکر لگ رہا تھا اور اپنی کوششوں کی ناکامی پر سخت مضطرب تھا۔

اور یہی بہتر تھا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اس نے مجھے یہاں چھوڑ دیا اور میری ضرورت محسوس نہیں کی اور مجھے اس بات کی بھی خوشی تھی کہ میں نے اس قسم کی جنگوں میں اس کے سامنے کسی مہارت کا اظہار نہیں کیا بلکہ اس کے ایک سوال پر میں نے یہ کہہ دیا تھا کہ مجھے اس قسم کی جنگوں کا کوئی تجربہ نہیں ہے ورنہ اٹیلا مجھ سے ضرور مدد لینے کی کوشش کرتا اور پھر خواہ مخواہ ترابینہ والوں پر مصیبت نازل ہوتی۔

مجھے ترابینہ سے کوئی ہمدردی نہیں تھی۔ دشمنی کی بھی کوئی معقول وجہ نہیں تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ وہ اٹیلا کے قہر کا شکار ہوں لیکن اگر ان کی قسمت ہی میں سب کچھ تھا تو بات دوسری تھی۔ میں اس سلسلے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

جنگ کا نتیجہ اٹیلا کے حق میں خراب جا رہا تھا۔ اوپر سے برسنے والے تیروں نے اٹیلا کے بہت سے لوگوں کو ختم کر دیا تھا جبکہ اٹیلا ابھی تک فصیل یا دروازے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکا تھا۔ اس کے علاوہ شائی کا کوئی فوج کا ایک آدمی تک زخمی نہیں ہو سکا تھا۔ تب اٹیلا نے صورت حال کا بخوبی اندازہ کیا اور اپنی فوجوں کو پیچھے ہٹایا۔ منجنیقوں سے سنگ باری روک دی گئی۔

فوجوں کو پیچھے ہٹانے کے بعد شاید وہ کوئی نئی ترکیب سوچنا چاہتا تھا۔ فوجیں تیروں کی زد سے پیچھے ہٹ آئیں۔

شاید اٹیلا کی زندگی میں یہ پہلا واقعہ تھا کہ اس کی فوجیں کسی محاذ سے پیچھے ہٹی ہوں۔ اس کے چہرے پر خون ہی خون نظر آ رہا تھا۔ بظاہر مجھے یہاں سے اس کے چہرے کے مکمل تاثرات نظر نہیں آ رہے تھے لیکن اس کے انداز سے یہ پتہ چلتا تھا کہ وہ کس قدر بے چین اور پریشان ہے۔

فوجوں کی کارروائی مکمل طور پر روک دی گئی تھی۔ دوسری طرف سے بھی تیر برسانے والوں نے ہاتھ روک لیا تھا۔ ظاہر ہے بلا وجہ وہ اپنے تیر ضائع نہیں کر سکتے تھے۔ چند لمحات کے لئے جنگ رک گئی۔

میں نے اٹیلا کو اپنی نظروں کے سامنے کیا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اٹیلا کی سمجھ نہ آ رہا ہو کہ اس مسئلہ سے کیسے نمٹا جائے۔

فوجیں کافی پیچھے ہٹ آئی تھیں اور اب وہ اپنے آپ کو منظم کر رہی تھیں۔ جس جگہ سے وہ ہٹی تھیں اس جگہ بے شمار لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔ یہ آدمی شائی کا کے آدمیوں کے ہاتھوں ہلاک ہوئے تھے۔ ان کی تعداد دیکھ کر مجھے کافی حیرت ہوئی کیونکہ تیروں نے بڑی تباہی پھیلائی تھی۔

اور ظاہر ہے اس وقت اٹیلا جیسے خونخوار شخص کا ردعمل کیا ہوا ہوگا۔ میرا خیال تھا کہ تھوڑی دیر کے بعد اٹیلا کوئی جنگی کارروائی کرے گا لیکن ابھی تک اس نے کوئی کارروائی نہیں کی تھی..... سورج نیچے اترتا جا رہا تھا۔

شام ہو گئی اور اٹیلا کی فوجوں میں کوئی خاص ترتیب نظر نہ آئی۔ نجانے وہ کیا سوچ رہا تھا۔

میں ان معاملات کو دلچسپ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ حالانکہ میرا ذہن اس سلسلے میں کام کر رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر اٹیلا اپنے

آدمیوں کو قلعے تک لے جانے کی کوشش کرے تو اس کے آدمی کس طرح وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔

سورج ڈھلان پر تھا۔ جب اچانک اٹیلا کی فوجوں میں پھر حرکت ہوئی لیکن اس بار ایک دلچسپ تماشا نگاہوں کے سامنے تھا۔

میں نے دیکھا کہ ایک آدمی ایک بڑی ڈھال لئے ہوئے قلعے کی جانب دوڑ رہا ہے۔ اوپر سے تیروں کی بارش شروع ہو گئی تھی لیکن اس ڈھال نے اس آدمی کے پورے جسم کو چھپایا ہوا تھا۔ اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک چوڑا کلہاڑا تھا جسے وہ ہلاتا ہوا لئے جا رہا تھا۔ وہ ڈھال کو تیروں سے بچاتا ہوا دروازے کے قریب پہنچ گیا اور اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا کلہاڑا دروازے پر پھینک دیا۔

مضبوط کلہاڑا دروازے میں پیوست ہو گیا۔ وہ شخص دروازے کے عین نیچے رک گیا تھا۔ اس کے رکتے ہی ایک دوسرا آدمی ڈھال سمیت بڑھا اور اس نے بھی وہی حرکت کی۔ اس نے وہ کلہاڑا دروازے سے کچھ اوپر پیوست کر دیا تھا اور دروازے کے نیچے پناہ لے لی تھی۔ یہاں سے تیر کارآمد ثابت نہیں ہو رہے تھے۔

پھر تقریباً پندرہ سولہ آدمی اسی طرح سے بھاگے اور میں نے دلچسپ نگاہوں سے ان کی اس کارروائی کو دیکھا۔

بلاشبہ پروفیسر، یہ بڑی دلچسپ کارروائی تھی۔ اٹیلا نے کلہاڑیوں کا پل تعمیر کرایا تھا۔ کلہاڑیاں دروازے میں پیوست تھیں اور ان پر چڑھ کر کوئی شخص بھی فصیل کے اوپر تک پہنچ سکتا تھا۔ ایک طرح سے یہ حماقت تھی کیونکہ اس کے ذریعے ایک ایک آدمی ہی اوپر جا سکتا تھا اور جونہی اس ایک شخص کی گردن ابھرتی، شائی کا کے لوگ اس کو ہلاک کر دیتے، اس لئے یہ ترکیب میری سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ اس کا مقصد کیا تھا۔

بہرحال مقصد کچھ بھی ہو، یہ لوگ نہایت دلیری سے کام لے رہے تھے۔ شائی کا کے ساتھی ایک لمحہ کے لئے خاموش ہو گئے تھے، وہ کسی تنہا آدمی پر تیر نہیں چلا رہے تھے۔ جیسے اندازہ کر رہے ہوں کہ آخر ان لوگوں کا مقصد کیا ہے۔

پھر جب پچیس تیس آدمی فصیل کے نیچے جمع ہو گئے تو اچانک اوپر سے جلتا ہوا تیل اور آگ ان لوگوں پر پھینکی گئی۔

پروفیسر، یہ کارروائی بے حد خوفناک تھی۔ فصیل کے نیچے پناہ لینے والے تیروں سے نمٹ سکتے تھے لیکن تیل اور آگ ان لوگوں کے لئے بڑی مہلک تھی۔ وہ بری طرح اس کی زد میں آ کر ہلاک ہونے لگے۔ جدھر بھاگ رہے تھے، ادھر موت ان کا پیچھا ضرور کرتی، گویا فصیل والے فصیلوں کے نیچے انہیں جمع ہوتے ہوئے دیکھنا نہیں چاہتے تھے۔ آخر اس طرح وہ تمام آدمی ہلاک ہو گئے اور اٹیلا کو ایک بار پھر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا تھا۔

سورج اب بالکل چھپ گیا تھا۔ فضا تاریک ہو گئی تھی۔ اس کے بعد تو جنگ کرنا ممکن ہی نہ تھا چنانچہ فوجیں مزید پیچھے ہٹ گئیں اور شاید اٹیلا نے قیام کا حکم دے دیا۔

گویا اس کے بعد اس کا جنگ جاری رکھنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ بہرحال اٹیلا کو اس جنگ میں جتنی مشکلات پیش آ رہی تھیں وہ ان کا بخوبی اندازہ لے رہا تھا اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ کچھ بھی ہو تراپینہ کا حکمران ذہین آدمی ہے، وہ لڑائی کے فن سے اچھی طرح واقف ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اٹیلا کو یہاں کافی بڑی قربانیاں دینی پڑیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اس جنگ میں کامیاب ہی نہ ہو سکے۔

رات گہری ہو چکی تھی، فوجیں اپنی کارروائیوں میں مصروف ہو گئیں، کھانے پینے کا بندوبست ہونے لگا تھا۔ اس کے علاوہ زخمیوں کی مرہم

پٹی شروع ہوگئی۔ میں اپنے دستے کے ساتھ صرف زخمیوں کی حفاظت پر مامور تھا اور اپنا فرض بخوبی انجام دے رہا تھا۔

رات کا شاید دوسرا پہر تھا۔ میں نے اپنے عقب میں قدموں کی آوازیں سنیں۔ میں جاگ رہا تھا اور ظاہر ہے، مجھے اس میں کوئی دقت نہیں ہو رہی تھی۔ میرے ساتھ کچھ دوسرے سپاہی بھی پہرہ دے رہے تھے۔

اس وقت میں تنہا ایک چٹان کے نزدیک کھڑا ہوا تھا جب میں نے دیکھا۔ میرے نزدیک آنے والی فروشاں تھی۔ اٹیلا کا وہ تحفہ جسے اس نے مجھے بخشا تھا۔ وہ بکواس کی ماہر تھی۔ میں نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا اور فروشاں نے چہرے پر عجیب سے تاثرات پیدا کر لئے۔

''کیا بات ہے؟'' میں نے مسکرا کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں تمہیں یاد ہوں؟'' فروشاں نے ناز بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں یاد تو ہو۔''

''میں تو سمجھی تھی تم مجھے بھول ہی گئے ہو۔''

''تم اتنی بے وقوف کیوں ہو۔''

''کیا مطلب؟ اس میں بے وقوفی کی کیا بات ہے، کتنا عرصہ ہو گیا تم نے میری جانب دیکھا بھی نہیں ہے۔''

''کیا تم اٹیلا کے قہر کو آواز دینا چاہتی ہو، کیا تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے کہ وہ حالتِ جنگ میں ہے اور جب وہ جنگ کر رہا ہوتا ہے تو وہ خود اپنی بیویوں اور عورتوں کی جانب متوجہ نہیں ہوتا اور نہ دوسروں کو اس انداز میں دیکھنا پسند کرتا ہے۔ کیا تمہیں اس بات کا علم ہے؟''

''ہاں یہ درست ہے لیکن اس وقت اٹیلا کہاں ہے؟''

''یہ تو کوئی بات نہیں ہے، اس وقت وہ نہیں ہے تو کیا، اگر تم میرے نزدیک آئیں تو کیا اس کی اطلاع اس کو نہ ہوگی؟''

''اوہ، میرا خیال ہے یہ بات نہیں ہے سالوس اعظم۔''

''کیوں؟''

''لوگ تم سے بے حد متاثر ہیں اور کوئی بھی یہ جرأت نہیں کرے گا کہ تمہاری شکایت اٹیلا تک پہنچائے۔''

''پھر بھی فروشاں، میں خود بھی اٹیلا سے مخلص ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ میری کوئی حرکت اسے برافروختہ کر دے۔''

''گویا میں تشنہ چلی جاؤں۔''

''ہاں۔'' میں نے جواب دیا اور فروشاں ایک دم سے خاموش ہوگئی۔ اس کے چہرے پر عجیب و غریب تاثرات نظر آ رہے تھے، تب وہ آہستہ قدموں سے واپس چلی گئی۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ واہ بھئی واہ، کس خلوص سے اٹیلا کی ہدایات پر عمل کر رہا ہوں حالانکہ ان تمام باتوں کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ فروشاں کو یہاں سے کہیں لے جا بھی سکتا تھا لیکن وہی کسی ایسی حرکت کو دل نہیں چاہتا تھا۔

اور پھر یہ رات کا غالباً چوتھا پہر تھا جب شوروغوغا اور ہنگامہ کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ میں تعجب سے چونک پڑا تھا۔

نجانے کیا ہوا؟ میں نے سوچا اور پھر ایک اونچی جگہ پر پہنچ گیا۔ وہاں سے میں نے ایک دلچسپ منظر دیکھا۔

بے شمار مشعلیں دو طرف سے اٹیلا کی فوجوں پر حملہ آور ہو رہی تھیں۔ یہ یقیناً شائی کا کے فوجی تھے جنہوں نے قلعے سے نکل کر شب خون مارا تھا۔ انہوں نے نہایت برق رفتاری سے حملے جاری رکھے اور اٹیلا کی فوجوں کو زبردست نقصان پہنچا کیونکہ اٹیلا کے فوجی اس کے لئے تیار نہیں تھے۔

میں نے دیکھا کہ مشعلیں واپس قلعے کی جانب بھاگ رہی ہیں۔ اٹیلا کے آدمی تیاریاں کر رہے تھے۔ انہوں نے ان کا تعاقب بھی کیا لیکن شکائی کا کے لوگ کافی دور نکل چکے تھے۔ قلعے کی دونوں جانب سے وہ اندر داخل ہوتے ہوئے نظر آئے اور چند ساعت کے بعد شوروغوغا ختم گیا۔ لیکن اٹیلا کی فوجوں میں روشنی پھیلتی جا رہی تھی۔ وہ سب جاگ گئے تھے اور تیار ہو رہے تھے۔ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اٹیلا کی کیفیت اس وقت کیا ہوگی۔ وہ یقیناً غصے سے دیوانہ ہو رہا ہوگا۔

ویسے شائی کا کے لوگ میرے لئے دلچسپی کا باعث بنتے جا رہے تھے۔ دلیر آدمی تھے معمولی بات نہیں تھی، انہوں نے اٹیلا پر کافی کاری ضربیں لگائیں۔ انہوں نے سامنے سے آنے کی جرأت نہیں کی تھی بلکہ قلعے کے دونوں طرف سے آئے تھے۔ یعنی قلعے کے اطراف میں بھی کچھ راستے تھے اور اب میرے اندازے کے مطابق اٹیلا یقینی طور پر ان راستوں کو تلاش کرے گا۔

اٹیلا نے اسی وقت کارروائی نہیں کی تھی بلکہ صبح تک وہ صبر و سکون سے رہا۔ صبح کے وقت لاشوں کی تعداد میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔ تب اس کا لشکر دو حصوں میں بٹ گیا۔ چند افراد ڈھالوں کی پناہ میں قلعے کے دونوں حصوں کا جائزہ لینے کے لئے اس طرف بڑھ گئے جہاں سے شائی کا کے لوگ آئے تھے۔

میری دلچسپی اب رک نہ سکی تھی۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ اٹیلا کے نزدیک پہنچ گیا۔

اٹیلا نے مجھے دیکھا اس کی آنکھوں میں خون ہی خون نظر آ رہا تھا۔ بے حد خوفناک لگ رہا تھا وہ۔

مجھے دیکھ کر اس نے کچھ نہ کہا اور خاموش کھڑا رہا۔ وہ لوگ جو قلعے کے اطراف کا جائزہ لینے گئے تھے۔ واپس آ گئے۔ انہوں نے اٹیلا سے کہا۔

''خدائی قہر۔ قلعے کے دونوں جانب اور عقب میں بہت چوڑی چوڑی خندقیں کھدی ہوئی ہیں۔ جن میں پانی بھرا ہے۔ جس جگہ سے وہ لوگ نکلے تھے وہ قلعے کے بغلی دروازے تھے جو چوڑے تختے کی شکل میں اوپر سے نیچے تک چلے گئے ہیں۔ جب وہ اوپر سے کھلتے ہیں تو ان کا دوسرا سرا خندقوں کو پار کر کے زمین پر آ ٹکتا ہے اور وہ اس کے ذریعے باہر آ جاتے ہیں جب وہ اندر چلے جاتے ہیں تو پھاٹک کو اٹھا لیا جاتا ہے اس طرح ہمارے لئے ان دونوں سمتوں کو عبور کرنا اور بھی ناممکن ہے۔''

''اسے ممکن بنانا پڑے گا۔'' اٹیلا نے غراتے ہوئے کہا اور وہ خاموشی سے گردن جھکائے کھڑے ہو گئے۔

''جاؤ۔'' اٹیلا نے انہیں حکم دیا اور وہ واپس چلے گئے۔ تب اٹیلا نے میری جانب دیکھا۔ ''سالوس اعظم۔ جنگ کا نقشہ تم دیکھ رہے ہو؟''

''ہاں خدائی قہر دیکھ رہا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ ترابینہ والوں نے کافی زبردست انتظام کئے ہیں۔''

''لیکن ترابینہ کی تقدیر روشن ستارے کی مانند ہے اور اس کا جو حشر ہوگا وہ تم بھی دیکھو گے سالوس اعظم اور یہ زمین بھی دیکھے گی۔'' اٹیلا نے خونخوار لہجے میں کہا۔

میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ اٹیلا کے چہرے پر طوفان آ رہے تھے وہ بری طرح تلملا رہا تھا اور میں نے محسوس کیا تھا کہ اس کے ذہن میں کوئی بات نہیں آ رہی ہے۔ پھر اس نے خاموشی اختیار کر لی اور میں نے بھی کوئی خاص بات چیت نہ کی۔ چند ساعت خاموش رہنے کے بعد اٹیلا نے ہی سکوت توڑا اور کہنے لگا۔ ''نائب اعظم۔ ان لوگوں کے حوصلے کافی بلند ہیں۔ کافی الوقت ہم ان کے خلاف کوئی موثر کارروائی نہیں کر سکے ہیں اس لئے ان کے حوصلے اس وقت تک بڑھتے رہیں گے جب تک ان پر کاری ضرب نہ لگا دی جائے ایسی صورت میں اس بات کا امکان بھی ہے کہ کہیں یہ ہم پر شب خون نہ ماریں چنانچہ تم اپنی جگہ جاؤ اور نگرانی کرو۔''

میں نے گردن جھکا دی تھی اور پھر میں واپس چل پڑا۔ بھلا مجھے کیا پڑی تھی کہ اٹیلا کے معاملات میں دلچسپی لیتا اور اب جبکہ میں نے دیکھا تھا کہ وہ لوگ لڑنا جانتے ہیں اور اپنے بچاؤ کے لئے بہتر کارروائی کر سکتے ہیں گو اس صورت میں اگر اٹیلا کو شکست بھی ہو جاتی تو مجھے کوئی افسوس نہ ہوتا۔

میں نے تو پروفیسر۔ صدیاں دیکھی تھیں۔ صدیوں کے لمحات دیکھے تھے اور یہی اندازہ لگایا تھا کہ جو اپنا بہتر دفاع کر سکتا ہے وہی جینے کا حق رکھتا ہے۔ تمہاری دنیا کا یہی اصول ہے اور اس اصول کو بدلنا ناممکن.....

چنانچہ مجھے صرف تماشا دیکھنے سے دلچسپی تھی اور میں اب تک تماشا ہی دیکھ رہا تھا۔

میں واپس عورتوں کے خیموں کے نزدیک پہنچ گیا۔ وہاں کوئی خاص کام تو نہیں تھا بس اس دستے کو ہدایت جاری کرنا تھیں جو عورتوں کے خیموں کی نگرانی کر رہا تھا۔

اور بہرصورت جب ایک فرض میں نے اپنے ذمے لے لیا تھا تو اسے انجام تو دینا ہی تھا۔

چنانچہ میں نے اپنی ذہانت سے کام لے کر چند افراد کو ایسی جگہ تعینات کر دیا جہاں سے وہ قرب و جوار پر گہری نگاہ رکھ سکتے تھے۔ میں نے انہیں جو ہدایات جاری کی تھیں اس میں حفاظتی تدابیر موجود تھیں اور مجھے یقین تھا کہ اگر کوئی چھوٹا موٹا حملہ کرنے کی کوشش کی گئی تو ہم اسے بآسانی ناکام بنا دیں گے اور خیموں تک پہنچنے والوں کو روک سکیں گے۔

پیلوس میرا خادم میرے نزدیک ہی موجود تھا۔ مجھے تنہا کھڑے دیکھ کر وہ میرے نزدیک پہنچ گیا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے آثار تھے۔

اس نے کہا۔ ''سالوس اعظم تم حالات دیکھ رہے ہو؟''

''ہاں پیلوس۔ تو کیا کہنا چاہتا ہے؟''

''شائی کا ہماری توقع سے زیادہ تگ و دو کا مظاہرہ کر رہا ہے۔ پہلے دن ہمیں نقصان اٹھانا پڑا ہے اتنا نقصان خدائی قہر کو کسی جنگ کے اختتام تک نہیں اٹھانا پڑا۔''

''پیلوس۔ ہر ذہین آدمی اپنے بچاؤ کا حق رکھتا ہے اور فتح کا بھی۔'' میں نے گہرے انداز میں کہا۔

''اوہو سالوسِ اعظم ۔تو کیا۔تو کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ اٹیلا پر فتح پالے گا۔''

''نہ سہی ۔بہر حال وہ خود اٹیلا پر حملہ آور نہیں ہوا ہے ۔ہاں اٹیلا نے اسے شکست دینے کی ٹھان لی ہے۔ایسی صورت میں اگر وہ اپنا بچاؤ کر لیتا ہے تو یہی اس کی فتح ہے۔''

''میرے خیال میں بہت مشکل کام ہے۔'' پیلوس نے کہا۔

''کیوں؟''

''اٹیلا اس وقت تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا جب تک کہ اسے فنا نہ کر دے۔''

''ہاں اس کی صرف ایک ہی صورت ہے۔'' میں نے کہا۔

''کیا؟'' پیلوس نے پوچھا۔

''اٹیلا فوجوں کو پیچھے ہٹالے اور محاصرہ ڈال دے۔ اس طرح وہ ان لوگوں کو مجبور کر سکتا ہے کہ وہ باہر نکل کر جنگ کریں اور اٹیلا کو اس بات کا ضرور یقین ہوگا کہ شائی کا والوں نے باہر نکل کر جنگ کی تو اٹیلا کی فوجیں ان کو شکست فاش دیں گی۔''

''بیشک ۔لیکن یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ شائی کا کتنے عرصے تک قلعے میں محصور رہ سکتا ہے۔''

''یہ بات بھی اس کی ذہانت پر ہے پیلوس۔''

''کس طرح نائب اعظم؟'' پیلوس نے پوچھا۔

''اس طرح کہ اس نے نہ اٹیلا سے جنگ کرنے کے لئے کس قسم کے انتظامات کئے ہیں کیونکہ اسے پہلے سے اس بات کا علم تھا کہ اٹیلا سے اس کی ٹھن گئی ہے اور وہ ضرور اس پر حملہ آور ہوگا۔''

''یقیناً نائب اعظم۔شائی کا کو پیغام بھیجا گیا تھا کہ وہ اٹیلا کی اطاعت قبول کر لے اور اس کے پرچم تلے آجائے لیکن اس نے نہایت حقارت سے اس پیغام کو ٹھکرا دیا اور اس کے بعد سے اس نے اپنے بچاؤ کا کوئی بندوبست نہیں کیا تو یہ تو اس کی حماقت ہوگی سالوسِ اعظم۔''

''ٹھیک ہے پیلوس۔دیکھ لیتے ہیں کیا ہوتا ہے۔'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''ویسے ایک بات پر مجھے تعجب ہے سالوسِ اعظم۔''

''کیا؟'' میں نے پیلوس کی شکل دیکھی۔

''خدائی قہر نے تمہیں اپنے مشوروں میں شریک نہیں کیا۔''

''میں نہیں سمجھا پیلوس۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''تم اس کے اہم ترین مشیر ہو اور میرا خیال ہے کہ اگر وہ تم سے متاثر نہیں ہوتا تو تمہیں اس عہدے پر فائز نہیں کرتا۔ایسی صورت میں مناسب تھا کہ اٹیلا تم سے مشورہ لیتا اور پھر اس مشورے کے تحت کام کرتا۔لیکن اس نے.....''

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا پیلوس۔'' میں نے پیلوس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

''کیوں فرق نہیں پڑتا۔ سالوس اعظم؟'' پیلوس نے سوالیہ انداز میں میری جانب دیکھا۔

''پیلوس۔ اگر وہ میری ضرورت محسوس کرے گا تو مجھ سے بات کرے گا مجھے اس سے کوئی گلا نہیں۔''

''بے شک۔ لیکن میں اس کی فطرت سے واقف ہوں۔'' پیلوس نے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''اگر وہ کوئی کاری ضرب شائی کاؤ والوں پر لگا دیتا تو پھر وہ بہت خوش ہوتا اور اس وقت وہ اس ضرب کو مزید موثر بنانے کے لئے سب سے مشورے کرتا لیکن اب بات اس کی انا تک گئی ہے۔''

''اوہو۔ شائی کاؤ والوں نے جو حملہ کیا ہے میرا خیال ہے وہ اس سے بہت متاثر ہوا ہوگا۔''

''یقیناً ہوگا۔ اٹیلا کی فوجوں پر ایسے حملے تقریباً ناممکن تصور کیے جاتے ہیں جو لوگ اسے جانتے ہیں وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ اس کا نتیجہ انہیں کیسا بھگتنا پڑے گا۔''

''ہوں۔'' میں نے گہری سانس لی۔ ظاہر ہے پیلوس۔ اٹیلا کی قوت سے بہت متاثر تھا اور اسے بہت کچھ سمجھتا تھا لیکن میرا یہ رویہ نہیں تھا۔ اس نے سینکڑوں ادوار میں یہ دیکھا تھا کہ کمزوروں نے طاقتوروں کے چھکے چھڑا دیے اور ایسی شاندار فتح حاصل کی جس کا طاقتور تصور بھی نہیں کر سکتا تھا چنانچہ اس وقت تک میں ان باتوں کا یقین کرنے کو تیار نہیں ہوتا جب تک کہ سارے تماشے اپنی آنکھ سے نہ دیکھ لیتا۔ میری خاموشی بہت ہی مناسب تھی۔ اگر اٹیلا مجھ سے مشورے لیتا تو یقیناً وہ مشورے ترابینہ والوں کے خلاف جاتے۔ بہر حال جو کچھ ہوا تھا بہتر ہوا تھا۔

فی الحال میں عورتوں کا نگران تھا اور اس بات پر ہی مسرور تھا کہ اگر اٹیلا کو شکست ہوئی تب بھی مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوگا اور اگر وہ ترابینہ کو فتح کر لیتا ہے تب مجھے یہ افسوس تو نہ ہوگا کہ میں نے ایسے بہادر لوگوں پر ضرب کاری لگانے میں اٹیلا کو مدد دی ہے۔

دوسری رات آگئی۔

اٹیلا نجانے کن کارروائیوں میں مصروف رہا تھا۔ ویسے میں اس خطرناک انسان کے بارے میں جانتا تھا کہ وہ جو کچھ سوچ رہا ہوگا۔ بڑی بھیانک بات ہوگی لیکن وہ مجھ سے اتنے فاصلے پر تھا کہ میں اس کی کارروائیوں سے واقف بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اٹیلا ترابینہ پر کیا تباہی نازل کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے۔ بظاہر یوں لگتا تھا جیسے اس سلسلے میں اٹیلا کو کوئی راستہ نہ مل رہا ہو اور وہ پریشان ہو۔

مگر اس سے مجھے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی۔ میں اپنے کام میں مصروف تھا البتہ ان باتوں کا میں نے ابھی تک خیال رکھا تھا کہ لڑکیوں کی قربت قبول نہ کی جائے۔

اٹیلا ویسے ہی مشکل میں تھا اس وقت اور زیادہ خطرناک صورتحال ہو سکتی تھی۔ کیونکہ وہ خود بھی اس قسم کے واقعے پر عورتوں کی تفریحات پسند نہیں کرتا تھا اور میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے کسی سلسلہ میں بیزار کیا جائے۔

لیکن رات کے آخری پہر کو میں کیا کرتا۔ میں اپنے ساتھیوں کی مستعدی کا جائزہ لے کر واپس جا رہا تھا کہ ایک خیمے کے عقب سے کسی نے میری پشت پر ہاتھ رکھ دیا۔

میں برق رفتاری سے پلٹا تھا۔ حالانکہ مجھے اس بات کا اطمینان تھا کہ اگر کوئی میرا دشمن بھی مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کرتا تو اسے مایوسی ہی ہوگی لیکن تجسس تو زندگی کی اہم فطرت تھی۔

چنانچہ میں نے پلٹ کر دیکھا اور ایک لمحے کے لئے ساکت و جامد رہ گیا۔ یوں تو اٹیلا کی فوجوں میں بے شمار حسین عورتیں تھیں۔ میں نے ان کا جائزہ بھی لیا تھا لیکن جو عورت اس وقت میرے نزدیک کھڑی تھی اسے بلا مبالغہ چاند کا ٹکڑا ہی کہا جا سکتا تھا۔ چمکتا ہوا روشن چہرہ، متناسب اور سڈول بدن۔ بڑی بڑی سیاہ آنکھیں۔

اس کے چہرے پر بڑی ہی ملاحت تھی جسم کا گداز ایسا تھا جسے دیکھ کر ذہن مسرور ہونے لگتا تھا عجیب سی سوالیہ شکل بنائے وہ میرے سامنے کھڑی تھی۔ میں نے تعجب سے اسے دیکھا اور پھر پوچھا۔ ''کون ہو تم خاتون؟''

''فورا'' اس نے جواب دیا۔

''فورا۔ کیا میں تمہیں جانتا ہوں؟''

''نہیں۔ اس نے جواب دیا۔

میں سوالیہ انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔ تب اس نے دوبارہ کہا۔ ''بے حس شخص ہو تم۔ کسی کے بارے میں کیا جان سکتے ہو؟''

''تب پھر معزز خاتون تم خود ہی بتادو تم کون ہو......؟''

''اٹیلا کی بیوی......'' اس نے گردن جھکا کر جواب دیا۔

''اوہ۔ خوب...... اٹیلا خوش نصیب ہے کہ تم جیسی حسین عورتیں اسے حاصل ہیں۔''

''ہاں۔ مگر ہم بدنصیب ہیں کہ ہمیں کچھ حاصل نہیں۔'' اس نے کہا اور میں دلچسپی سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

''کیا مطلب میں سمجھا نہیں؟''

''سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''میرے خیال میں بہتر ہوگا کہ تم خود سمجھاؤ۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں خوش نہیں ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔

''کیوں؟''

''یہ ایک لمبی بحث ہے۔''

''اوہ۔ تو پھر چاہتی کیا ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''پہلے تم یہ بتاؤ کہ کیا تم مجھے اپنا تھوڑا سا قرب بخش سکتے ہو؟''

''حسین فورا۔ تم بے شک حسین ہو اور تمہارا قرب حسن و دلکشی بھی رکھتا ہے لیکن شاید تمہیں اس بات کا علم نہیں کہ میں اٹیلا کا نمکخوار ہوں۔''

''صرف نمکخوار ہی بنے رہنا چاہتے ہو؟'' اس نے بھنویں اٹھائیں۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ کسی کے غم خوار نہیں بن سکتے؟'' اس نے کہا۔

''لیکن اس کا نتیجہ؟''

''موت۔'' فورا مسکرائی۔ ''صرف تمہاری ہی نہیں میری بھی۔ کسی کے لئے مر جانے میں بھی بڑا لطف آتا ہے۔ کبھی مر کے تو دیکھو؟'' اس نے عجیب سے انداز میں مسکرا کر کہا اور مجھے اس کی مسکراہٹ اتنی بھلی معلوم ہوئی کہ میں اس کے لئے واقعی مرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ چنانچہ میں اس کے کچھ اور نزدیک پہنچ گیا۔

''لیکن فورا۔ موت کے سفر کے لئے تم نے مجھے کیوں چنا ہے؟'' میں نے مسکرا کر پوچھا۔

''بات آج کی نہیں سالوس۔ بلکہ اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب تم پہلی بار اٹیلا کے احاطے میں آئے تھے۔ میں وہیں تھی جہاں اس کی عورتیں رہتی ہیں اور مجھے اس لڑکی پر بے پناہ رشک آیا تھا جو تمہیں انعام میں بخش دی گئی تھی۔''

''اوہ ..... فروشاں کی بات کر رہی ہو؟''

''ہاں۔''

''تو اس وقت پہلی بار تم نے مجھے دیکھا تھا۔''

''نہ صرف دیکھا تھا بلکہ اس وقت کے بعد سے میں اپنا سکون بھی کھو بیٹھی تھی اور ہمیشہ اس کوشش میں رہتی کہ کسی طرح تمہاری قربت کا موقع نصیب ہو اور اب شاید یہ میری تقدیر ہی ہے جس نے اٹیلا کو تمہارے یہاں رہنے کا فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔'' فورا نے کہا۔

''لیکن فورا۔ اب تم سنجیدگی سے سوچو اگر اٹیلا کو میری اور تمہاری قربت کا علم ہو گیا تو وہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرے گا؟''

''میں نے تم سے کہا تھا نا سالوس اور جو کچھ کہا تھا نہایت سنجیدگی سے کہا تھا کہ میں اٹیلا کو پسند نہیں کرتی اس لئے نہیں کہ وہ ایک عمدہ انسان یا مرد نہیں ہے بلکہ اس لئے کہ وہ بے شمار عورتوں میں الجھا رہتا ہے جس کی وجہ سے اس کی بھرپور توجہ کبھی میری جانب نہ ہو سکی۔ اس کے علاوہ سالوس یہ بات میں صرف تمہیں بتا رہی ہوں کہ میں اپنی خوشی سے اٹیلا کے حرم میں داخل نہیں ہوئی تھی۔ ہاں جب ہو گئی تو میں نے اسے اپنا مقدر سمجھ لیا لیکن اس کے بعد حالات مجھے اس سے متنفر کرتے رہے اور میں نے خوش رہنا چھوڑ دیا۔ یہ دوسری بات تھی کہ جب کبھی اس کی خلوت میں میری رسائی ہوتی تو میں اپنے جذبات اور احساسات کو سلا دیتی تھی اور اس وقت صرف یہ سوچتی تھی کہ میری زندگی اس کی خوشی میں ہے ورنہ میں بے موت ماری جاؤں گی۔ میں سچ کہتی ہوں سالوس اعظم۔ مجھے مرنے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ میں زندگی کے بہت سے تجربات نہیں رکھتی لیکن اتنی بات ضرور جانتی ہوں

کہ انسان زندہ رہتا ہے تو صرف اسی لئے کہ اسے زندہ رہنا ہوتا ہے۔ زندگی میں کوئی مقصد آ جائے تو پھر اسے زندگی یا موت سے کوئی دلچسپی نہیں رہتی پھر بس اس کا مقصد ہوتا ہے اور سالوس اعظم تمہاری قربت تمہاری طلب میرا مقصد بن گئی تھی۔ میں نے سوچا تھا کہ تم تک پہنچنے کی کوشش کروں گی اور اسی کوشش میں اگر ماری بھی جاؤں تو ظاہر ہے زندگی کا ایک مقصد تو ہوگا۔ تم یقین کرو سالوس مجھے مرنے سے کوئی دکھ نہیں ہوگا مجھے صرف تمہاری قربت درکار ہے۔''

میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔ اتنے سے وقت میں ایسے عجیب سے جذبات کا اظہار میرے لئے تعجب خیز بھی تھا اور نہیں بھی کیونکہ اکثر ایسے واقعات سے واسطہ پڑتا تھا۔ پھر بھی اگر اس کی خواہش تھی تو مجھے تو مرنے کا خوف تھا ہی نہیں اسے ہوگا تو ہوا کرے۔ میں نے اسے ساتھ لیا اور ایک بلند ٹیلے کی جانب چل پڑا۔ یہیں سے میں اٹیلا پر نگاہ رکھتا تھا۔ فورا میرے ساتھی تھی اور صحیح معنوں میں بے دھڑک تھی حالانکہ اٹیلا کی حرم کی عورتوں میں سے کسی نے اگر کسی مرد کی جانب دیکھا تھا تو اس کا بہت برا حشر ہوا تھا اور اس حشر سے فورا بھی ناواقف نہ تھی۔

لیکن انسان بھی عجیب سرکش ہوتا ہے جب کسی بات کا فیصلہ کر لے تو بعض اوقات زندگی یا موت اس کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی وہ چند لمحات کی خوشی ساری زندگی کا ماحصل بن جاتی ہے اور فورا بھی انہی میں سے تھی جو خوشی کے چند لمحات کے لئے اپنی پوری عمر کو داؤ پر لگانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

وہ بے تکان میرے ساتھ ٹیلے پر پہنچ گئی۔ یہاں سے میں نے اٹیلا کی فوجوں کی نقل و حرکت دیکھی۔ مشعلیں روشن تھیں، سکوت ضرور تھا لیکن صاف اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ لوگ غافل نہیں ہیں ایک دن کے شب خون نے اٹیلا کو ہوشیار کر دیا تھا۔

''وہ ابھی ان کے درمیان میں ہے۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''کون۔ اٹیلا؟''

''ہاں۔ اسی کی بات کر رہی ہوں اور اس وقت تک وہ سب کچھ بھولا رہے گا جب تک کہ وہ تراپینہ کو فتح کر کے خاک میں نہ ملا دے۔'' اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

''اٹیلا کی وحشی فطرت تمہارے لئے کیا حیثیت رکھتی ہے؟''

''دراصل سالوس۔ وہ نصف انسان ہے۔'' فورا نے جواب دیا۔ میں نے دلچسپی سے اس کی بات سنی اور پوچھا۔ ''نصف انسان سے تمہاری کیا مراد ہے؟''

''انسان ہر قسم کے احساسات کا مرکب ہوتا ہے اس کے ذہن کی ساخت میں جذبات مختلف شکلیں رکھتے ہیں کبھی وہ پیار کرتا ہے کبھی اسے غصہ آتا ہے کبھی وہ ایک مخصوص انداز سے سوچتا ہے اور کبھی اس کے انداز میں تبدیلی ہو جاتی ہے لیکن ایک ایسا شخص جس کی ہر جنبش میں وحشت اور بربریت ہو۔ پیار میں بھی اور نفرت میں بھی تو میں اسے نصف انسان ہی سمجھتی ہوں جو بہت سے جذبوں سے عاری ہوتا ہے۔'' فورا نے جواب دیا اور پھر میری جانب دیکھ کر بولی۔ ''کیا تم میرے اس خیال سے متفق نہیں ہو سالوس؟''

''نہیں فورا تم ٹھیک کہتی ہو۔'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''خود تم کس قسم کے آدمی ہو سالوس۔ کیا تم محبت کی پذیرائی کرتے ہو یا تمہارا ذہن پہلے ہی کہیں مصروف ہے؟''

''اس سے تمہاری کیا مراد ہے فورا؟''

''میری مراد ہے کسی ایسی شکل میں کیسی ایسے جسم میں کسی ایسی شخصیت میں جسے تم پسند کرتے ہو اور اپنے اور اس کے درمیان تم کسی کی مداخلت یا میری مداخلت پسند نہ کرتے ہو۔'' فورا نے کہا۔

''نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔''

''وہ لڑکی جو تمہیں عطا کی گئی ہے کافی خوبصورت ہے یا وہ تمہیں پسند نہیں ہے؟''

''سچ بات تو یہ ہے فورا۔ میں ابھی اس کی جانب متوجہ ہی نہیں ہو سکا۔ ایسے بے ترتیب حالات میں اسے مجھ سے قریب لایا گیا ہے کہ میں نے اس کے بارے میں سوچا بھی نہیں۔ اس کے علاوہ وہ باتونی بھی بہت ہے اور اپنی باتوں میں اس طرح الجھا دیتی ہے کہ دوسری باتیں سوچنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔''

فورا ہنس پڑی۔ ''ہاں اس کی اس کیفیت سے میں واقف ہوں۔''

''سوچتا ہوں فورا تم میرے قریب آئی ہو اور یقیناً بہت کچھ سوچ سمجھ کر آئی ہو۔ میں بذات خود اٹیلا کی کوئی پرواہ نہیں کرتا لیکن مجھے تمہاری زندگی کا خوف ہے۔''

''اس خوف کو ذہن سے نکال دو سالوس۔ اب میں نے ہر خوف کو ذہن سے نکال دیا ہے۔ اور تمہاری قربت کی آرزو میں تمہارے نزدیک چلی آئی ہوں۔''

''اگر کوئی ہمیں اس جگہ پر دیکھ لے تو کیا فوری طور پر اٹیلا تک اطلاع پہنچ جائے گی؟'' میں نے پوچھا۔

''سالوس اعظم خود تمہاری اپنی بھی کوئی حیثیت ہے میرا خیال ہے اگر تم چاہو تو کوئی شخص تمہاری مرضی کے خلاف وہاں تک جانے کی کوشش نہیں کرے گا۔ یوں جتنے لوگ تمہارے نزدیک موجود ہیں سب کے سب تمہارے معتقد ہیں اور تمہارا احترام کرتے ہیں کیونکہ یہ ان کا فرض ہے اور ہاں اگر انہوں نے تم سے بغاوت کی تو تم اگر چاہو تو ان کی کوشش کو ناکام بنا سکتے ہو؟''

''کس طرح؟'' میں نے پوچھا۔

''اٹیلا سے یہ کہہ کر کہ وہ تمہارے دشمن ہیں اور تمہارے خلاف کوئی ایسی سازش کرنا چاہتے ہیں جس سے تم اس کی نگاہوں میں گر جاؤ۔''

''ہوں۔ کافی چالاک ہو۔''

''حالات نے بنا دیا ہے سالوس۔ تمہاری قربت کی طلب جب موت تک لے آئی ہے تو پھر باقی رہ ہی کیا جاتا ہے۔'' فورا نے کہا۔

''آؤ......'' میں نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے اور وہ میرے سینے سے آ لگی۔ اس کا حسین چہرہ میرے سینے میں گڑا جا رہا تھا حسین لڑکی

تھی میری پسند کے عین مطابق۔ میں نے اسے مایوس نہیں کیا۔

بہت ہی حسین عورت تھی اور سچی بات تو یہ تھی کہ اٹیلا جیسا بے حس انسان اس کی قدر نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے سامنے تو حسن کا انبار عظیم تھا۔ شاید وہ ان باتوں کو سوچنے کے قابل ہی نہ سمجھتا تھا۔

لیکن میں فورا کے احساسات، حسن اور دلکشی کا بھرپور جائزہ لیتا رہا یہاں تک کہ چاندنی ماند پڑ گئی، چاند کا سنہرا پن چھن گیا اور صبح کے اجالے کی چادر پھیل گئی۔

اور تب فورا نے میری طرف دیکھا اور بولی۔ ”ممکن ہے اس رات کا راز کھل جائے، ممکن ہے ہمیں کسی نے دیکھ لیا ہو سالوس۔ میں اپنی زندگی قربان کرنے کے لئے تمہارے پاس آئی تھی اور یقین کرو کہ تمہارے ایک رات کے قرب نے مجھے زندگی بھر کی سیری نصیب کی ہے اور اس کے بعد زندہ رہنے کی تڑپ نہیں ہے۔ ہاں اگر زندگی کی کوئی خواہش ہے تو صرف اتنی کہ اگر قسمت میں دوسری رات ہو تو وہ بھی تمہارے بازوؤں میں گزرے چنانچہ اب میں چلتی ہوں۔“

میرے لئے نہ یہ الفاظ نئے تھے اور نہ عورت۔ صدیوں میں عورت کی خواہشات کا مرکز تھا اور پروفیسر۔ اس بات پر میں نے کبھی غرور نہیں کیا تھا۔ اس میں غرور کی کیا بات تھی جبکہ میں جانتا تھا کہ میں عام انسانوں سے مختلف ہوں اور مختلف چیزیں عموماً انسانوں کو پسند آتی ہیں اور پھر میں ٹیلے سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔ رات بھر میں کوئی ایسا ہنگامہ نہیں ہوا تھا جو مجھے اپنی طرف متوجہ کرتا۔ دوسری صبح حسب معمول تھی۔ میں اپنے خیمے میں واپس آیا تو ان لوگوں نے یہی سمجھا کہ میں رات بھر دشمنوں سے ہوشیار رہنے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔

میں کافی دیر تک اپنے خیمے میں بیٹھا رہا۔ پیلوس میرے پاس آ گیا تھا اور مجھ سے باتیں کرتا رہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ اٹیلا آج ضرور کوئی موثر کارروائی کریگا اور اس کا یہ خیال درست بھی تھا۔

سورج پوری طرح چڑھا بھی نہ تھا، شاید اٹیلا ساری رات انہی کارروائیوں میں مصروف رہا تھا میں نے دور ہی سے اسے دیکھا کہ اٹیلا کی فوجوں میں منجنیقیں پھر سے آگے بڑھائی جا رہی تھیں۔

لیکن اس بار ایک دوسرا انتظام کیا گیا تھا۔ منجنیقوں کے سامنے کے حصے میں بڑی بڑی ڈھالیں جوڑ کر نصب کر دی گئی تھیں۔ ان کے پیچھے آدمی موجود تھے اور ان کے پتھر پھینکنے کا جو آلہ تھا وہ ان ڈھالوں سے اتنا بلند تھا کہ ایک طرف ڈھالوں کے ذریعے پتھروں سے بچنے کا کام لیا جاتا تو دوسری طرف پتھر پھینکنے والا آلہ بدستور اپنا کام کرتا رہتا۔

یہ ایک دلچسپ کوشش تھی۔ اٹیلا نے شاید ساری رات یہی انتظامات کرائے تھے۔ اب وہ قلعے کے قریب پہنچ کر بھی پتھر برسا سکتے تھے اور غالباً اٹیلا کی انتہائی کوشش بھی یہی تھی کہ کس طرح قلعے کا دروازہ کھل جائے تاکہ اس کی فوجیں اندر داخل ہو سکیں۔ اس کے بعد ان سب کو دیکھ لیا جاتا۔ منجنیقوں نے حرکت شروع کر دی۔ وہ سست رفتاری سے آگے بڑھ رہی تھیں۔ زیادہ لوگ ساتھ نہیں تھے صرف چند افراد ایک ایک منجنیق کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور چند وہ تھے جو انہیں دھکیل کر آگے بڑھا رہے تھے لیکن وہ سب ڈھالوں کی پناہ میں تھے۔

قلعے کے اندر سے لوگوں نے اس نئی ترکیب پر غور کیا اور قلعے سے تیروں کی بارش شروع ہوگئی مگر اس بار اٹیلا کامیاب رہا۔ تیروں کی بارش اس کے آدمیوں پر اثر انداز نہ ہوئی۔

اور بلاشبہ یہ حربہ کچھ کامیاب رہا تھا۔ اٹیلا کے آدمی قلعے کے سامنے اتنے نزدیک پہنچ گئے تھے کہ وہ وہاں سے موثر کارروائی کر سکتے تھے۔ میں نے اٹیلا کی جانب دیکھا وہ خاموش نظر آ رہا تھا۔

اور پھر منجنیقوں نے پتھر برسانا شروع کر دیئے۔ قلعے پر بھرپور ضربیں پڑنے لگیں۔ دوسری طرف سے شائی کا کی فوجوں نے فوری طور سے اس کا توڑ کر لیا۔ غالباً ان کے پاس بھی منجنیقوں کی بھاری تعداد موجود تھی۔ وہ تیروں سے اس حملے کو روک رہے تھے اس لئے اب تک انہوں نے منجنیقوں کا استعمال نہیں کیا تھا۔

چند ساعت کے بعد ہی انہوں نے محسوس کر لیا کہ اب تیروں کی بارش موثر ثابت نہیں ہو رہی بلکہ اس کی جگہ بڑے بڑے پتھر ہی ڈھالوں اور منجنیقوں کو تباہ کر سکتے ہیں اور یہ زیادہ موثر بھی ثابت ہوں گے کیونکہ اول تو وہ بلندی سے جائیں گے دوسری بات یہ کہ وہ ڈھالوں کے حصار کو توڑنے میں کامیاب رہیں گے۔

چنانچہ فصیلوں سے بڑے بڑے پتھروں کی بارش شروع ہوگئی شائی کا والے اس بار پھر اپنی کوششوں میں کامیاب رہے تھے۔ منجنیقوں کو ابھی اپنا کام شروع کئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ بڑے بڑے پتھر ان ڈھالوں کو توڑنے لگے جو اٹیلا کی فوج کے لوگوں کی حفاظت کر رہی تھیں۔

بھاری بھاری پتھر بلندی سے آ رہے تھے۔ اس لئے ان کی قوت کہیں زیادہ بڑھ گئی تھی جبکہ نیچے سے پھینکے جانے والے پتھروں میں اتنی قوت نہیں تھی۔ اوپر سے پھینکے جانے والے پتھر منجنیقوں کے زور اور کشش ثقل سے کئی گنا زیادہ خطرناک ہو جاتے تھے۔ ذرا سی دیر میں ڈھالیں چور چور ہوگئیں اور ان کے پیچھے موجود آدمی مرنے لگے۔ منجنیقوں کا حملہ اچانک رک گیا تھا کیونکہ اوپر سے آنے والے پتھروں نے سب کو بری طرح بدحواس کر دیا تھا۔ انہوں نے پلٹ کر بھاگنے کی کوشش کی چند افراد بھاگ بھی گئے لیکن وہ منجنیقیں واپس نہ لے جا سکے تھے اوپر سے برسنے والے پتھروں نے تباہ کر دیا تھا۔ اٹیلا کی وحشت دیکھنے کے قابل تھی۔ وہ کسی خونخوار کتے کی طرح غرا رہا تھا لیکن بے بس تھا۔

اس کے دیکھتے ہی دیکھتے کئی آدمی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے وہ اس کے اپنے آدمی تھے جو منجنیقیں چھوڑ کر بھاگے تھے گویا موت نے یہاں بھی ان کا ساتھ نہ چھوڑا تھا۔

حالات نے اٹیلا کی یہ کوشش بھی ناکام بنا دی تھی۔ میں دوسری قسم کا انسان ہوں، حالات اور وقت مجھے کسی کا تابع نہیں بنا سکے تھے۔ وہ لوگ جو مجھے پسند آئے تھے ان کے بارے میں، میں نے بہتر طور پر سوچا تھا۔

اٹیلا میری پسند کا انسان نہیں تھا۔ اس کے ساتھ شامل ہونے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ وہ طاقتور حکمران تھا بلکہ یوں سمجھا جائے تو بہتر ہے پروفیسر کہ جب سمندروں سے اکتا کر خشکی کا سفر کیا تو مجھے پہلا شخص وہی نظر آیا تھا اور میں نے اسے قبول کر لیا تھا۔

لیکن شائی کا والوں کی بہادری میرے لئے خاصی دلکش تھی۔ میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ لوگ بلاشبہ اپنی زندگی کی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔

واقعی وہ دلیری سے لڑ رہے تھے اور بہادر لوگ ہمیشہ میری پسند رہے ہیں۔ لیکن ان بے چاروں کے لئے میں ابھی کچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ اٹیلا کے ہاں بھی مجھے ایک نمایاں مقام حاصل تھا اور پھر میں یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ خود شائی کا کس قسم کا انسان ہے اور اپنے لوگوں کے ساتھ اس کا سلوک کیا ہے چنانچہ ایسی صورت میں اٹیلا ہی درست تھا۔ نئے نئے انسانوں کے ساتھ تجربے کرنے سے کیا فائدہ؟ ہاں جب ضرورت پیش آئے گی تب دیکھا جائے گا۔

اٹیلا اپنی آج کی کوشش میں بھی بری طرح ناکام ہو گیا تھا۔ ترابینہ والوں نے اسے بری طرح نیچا کر رکھ دیا تھا اور اب اٹیلا فی الحال کوئی اور کارروائی کرنے کے قابل نہیں تھا۔ اس کی عظیم الشان منجنیقیں قلعے کے نزدیک بے یار و مددگار پڑی ہوئی تھیں ان کے قریب موجود لوگ پتھروں سے کچل کر ہلاک ہو چکے تھے لیکن قلعے والوں کی طرف سے اب بھی منجنیقوں پر تاک تاک کر پتھر برسائے جا رہے تھے تا کہ وہ کام کے قابل ہی نہ رہیں اور یہ ان کی ایک اچھی کوشش تھی۔

مجھے ان کی ہر کوشش پسند آ رہی تھی لیکن ابھی تک میں ان کی طرف سے کچھ کرنے کا فیصلہ نہیں کر سکا تھا اور نہ یہ خیال میرے ذہن میں آیا تھا۔ تماشہ دیکھنے والوں کو صرف تماشہ دیکھنا چاہیے۔ تماشہ کرنے والے تماشہ کرتے رہیں۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی۔

اس رات میں نے اٹیلا کے پاس جانے کی کوشش بھی نہیں کی۔ کیونکہ اس نے جو کام میرے سپرد کر دیا تھا۔ اس سے زیادہ کے قابل شاید وہ مجھے نہیں سمجھتا تھا اور جو کچھ وہ نہیں سمجھتا تھا مجھے اس میں دخل دینے کی کیا ضرورت تھی۔ میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اب وہ کیا کیا کارروائیاں کرتا ہے۔ میں بے چین اٹیلا کی بے چینیاں دیکھتا رہا اور پھر رات ہو گئی۔ میں سوچتا رہا کہ کسی کی تقدیر میں بے چینیاں ہیں اور کسی کی تقدیر میں فورا۔

ہاں اٹیلا کی خوبصورت بیوی فورا۔ جو یقیناً اس کی منظور نظر ہو گی اب نہ سہی کسی زمانے میں سہی لیکن اب میں اس کا منظور نظر تھا اور رات کے اس حسین لمحے میں وہ پھر میرے پاس پہنچ گئی تھی۔

لیکن فورا نے احتیاط نہیں برتی تھی۔ اس وقت پیلوس میرے پاس موجود تھا۔ ظاہر ہے پیلوس پر صرف ایک حد تک بھروسہ کیا جا سکتا تھا اور یہ بھی درست تھا کہ مجھے اپنی جان کی پروا نہیں تھی البتہ میں فورا کی زندگی بچانا چاہتا تھا وہ تو دیوانی ہو چکی تھی لیکن میں تو دیوانہ نہیں ہوا تھا۔

چنانچہ میں نہایت ادب سے کھڑا ہو گیا اور جھک کر پوچھا۔ ''ملکہ عالیہ کیا خادم سے کوئی کام ہے؟''

''ہاں......'' فورا بھی صورتحال کو ایک دم سمجھ گئی تھی۔

پیلوس خود بھی مؤدب ہو گیا تھا پھر میں ملکہ کے پیچھے پیچھے چلتا ہوا باہر نکل آیا اور کافی دور تک چلا گیا۔

فورا نے پیچھے گھوم کر دیکھا اور بولی۔ ''مجھے اس بات کا احساس نہیں تھا کہ کوئی شخص تمہارے خیمے میں ہو گا۔''

''کوئی بات نہیں فورا۔ لیکن تمہیں کیا واقعی مجھ سے کوئی کام تھا؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں سالوس۔''

''میں منتظر ہوں فورا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میں نے سارا دن تمہیں یاد کر کر کے گزارا ہے سالوس اور اس وقت میں تمہاری قربت کی آس لے کر آئی ہوں۔''

''مجھے تھوڑی دیر کی اجازت دو فورا۔ میں رات گئے اس چٹان پر پہنچ جاؤں گا۔'' میں نے کہا۔

''ہاں ٹھیک ہے۔ اس شخص نے تمہیں دیکھ لیا ہے اور میرا خیال ہے تمہارا جانا ہی مناسب ہے۔'' فورا نے جواب دیا اور میں اسے تسلی دے کر خیمے میں واپس آ گیا تھا۔

پیلوس میرے خیمے سے نکل چکا تھا۔ میں نے اسے تلاش کیا اور پھر اس کے نزدیک پہنچ کر اسے بتایا۔'' کچھ نہیں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ ملکہ فورا مجھ سے لڑائی کی صورت حال معلوم کرنا چاہتی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ انہوں نے خواب میں کچھ ایسے پریشان کن واقعات دیکھے ہیں جن سے انہیں تشویش ہو گئی تھی۔''

''عورتیں ہمیشہ پریشان کن خواب ہی دیکھتی ہیں۔'' پیلوس نے مسکرا کر کہا۔

بہرحال میں نے پیلوس کو کسی حد تک مطمئن کر دیا تھا تا کہ وہ اس بات پر کسی قسم کا شبہ نہ کر سکے۔

پھر رات گئے میں فورا کے پاس پہنچ گیا اور ظاہر ہے پروفیسر۔ چاندنی رات میں جوان عورت کا قرب ایک ہی مقصد رکھتا ہے اس لئے اس کا بیان کرنا بے مقصد ہے چنانچہ صبح کو میں پھر خیمے میں واپس آ گیا۔

لیکن صبح کی روشنی میں، میں نے اٹیلا کے انداز میں کچھ تبدیلیاں پائیں۔ فوجوں کو ایک مخصوص انداز میں پیچھے ہٹایا جا رہا تھا تب میں نے پیلوس کو ساتھ لیا اور اس کے ساتھ بلند ٹیلے پر چڑھ کر اس کی کارروائیاں دیکھنے لگا۔ پیلوس نے ایک گہری سانس لی تھی۔

''کیوں؟ کیا خیال ہے؟''

''سالوس اعظم۔ کیا تم ان انتظامات کے بارے میں غور نہیں کر سکتے؟'' پیلوس نے مجھ سے پوچھا۔

''نہیں میں تمہیں بتا چکا ہوں سالوس کہ مجھے جنگ کا کوئی تجربہ نہیں۔''

''میرا خیال ہے اٹیلا وہ کام کر رہا ہے جو اس سے پہلے اس نے کبھی نہیں کیا۔''

''نہیں۔'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''محاصرہ..... وہ فوجوں کو اس لئے پھیلا رہا ہے کہ اہل قلعہ کے چاروں طرف کے راستے بند کر دیئے جائیں اور اس وقت تک محاصرہ کیا جائے جب تک کہ اہل قلعہ بھوک پیاس سے تڑپ کر باہر نہ نکل آئیں یا کوئی ایسی ہی دوسری اہم بات جس سے تنگ آ کر وہ باہر آنے پر مجبور ہو جائیں۔''

''اوہ۔ گویا وہ یہاں طویل قیام کا ارادہ رکھتا ہے۔''

''یقیناً سالوس اعظم۔ یہ قیام مہینوں کا بھی ہو سکتا ہے اور سالوں کا بھی اور اتنا میں جانتا ہوں کہ اٹیلا یہاں سے اس وقت تک نہیں ہٹے گا جب تک کہ ترابینہ کی اینٹ سے اینٹ نہیں بجا دے گا۔''

''یہ تو اچھی صورت حال نہیں ہے پیلوس۔'' میں نے تشویشناک لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ اٹیلا کی فوجیں اس صورت حال کی عادی نہیں ہیں۔ لیکن اس نے یہ بھی دیکھ لیا ہے کہ اہل ترابینہ اپنے دفاع کا مناسب بندوبست

کر چکے ہیں اور اس وقت تک ان پر قابو پانا ناممکن ہے جب تک کہ ان کو مکمل طور پر بے بس نہ کر دیا جائے اور یہ بے بسی صرف اسی وقت طاری ہو سکتی ہے جب وہ اپنے شہر ے میں اپنے علاقے میں بھوک سے مرنا شروع کر دیں۔''

پیلوس کی بات پر میں کافی دیر تک سوچتا رہا۔ بہرصورت اب میں اتنا احمق بھی نہیں تھا کہ اٹیلا کے ساتھ ایک فضول سی بات پر اپنی قیمتی اور بھرپور وقت ضائع کرتا۔ لیکن دیکھنا یہ تھا کہ اس محاصرہ کا نتیجہ کیا نکلتا ہے۔؟

عجیب وغریب صورت حال۔ ذہنی کیفیات متضاد خیالات میں الجھی ہوئی تھیں۔ میں سوچتا رہا اور پورے دن سوچتا رہا۔ اٹیلا نے جس انداز میں فوجوں کو پھیلایا تھا بلاشبہ اس طرح ترابینہ کا علاقہ محاصرہ میں آ گیا تھا اور یقینی طور پر اب اہل ترابینہ باہر نہیں نکل سکتے تھے۔

لیکن دوسری صورتِ حال بھی میرے ذہن میں تھی۔ یعنی اہل ترابینہ کا شب خون۔ کیا کہ وہ ایسی کوئی کوشش نہیں کریں گے؟ میں جانتا تھا کہ اٹیلا کافی مستعد ہے لیکن دوسری طرف وہ لوگ بھی کامیاب تھے۔

چنانچہ میں نے صرف انتظار کیا اور میرا اندازہ درست نکلا۔ اس رات تقریباً چھ بار حملے کیے گئے۔ وہ لوگ مختلف جگہوں سے نکلتے اور اٹیلا کی پھیلی ہوئی فوجوں پر حملہ آور ہوتے۔ نقصان تو انہوں نے کافی پہنچایا تھا لیکن اٹیلا نے بھی اس قسم کا بندوبست کیا تھا کہ اگر کسی طرف سے شب خون مارے جانے کا خدشہ ہو تو فوراً اس طرف بھرپور کمک بھی پہنچ جائے بہرحال اس رات کے شب خون اگر اٹیلا کی فوجوں کے لئے خطرناک ثابت ہوئے تھے تو اہلِ ترابینہ بھی نقصان سے محفوظ نہ رہے تھے اور مجھے شبہ تھا کہ اتنا نقصان اٹھانے کے بعد وہ آئندہ شب خون مارنے کی جرأت نہیں کریں گے۔ اہلِ ترابینہ کی بے شمار لاشیں چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں۔

اس دن جب اٹیلا عورتوں کے خیمے کی جانب واپس آیا، اس کے چہرے پر کسی قسم کی تاثرات نہیں تھے جو انداز اس کا مخصوص تھا وہی برقرار تھا۔ میں نے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔ اٹیلا نے مسکرا کر میری جانب دیکھا اور بولا۔

''بلاشبہ اہلِ ترابینہ نے اپنے دفاع کا بہترین بندوبست کیا تھا لیکن سالوس اعظم کیا تم سمجھتے ہو کہ اٹیلا کی فوجیں یہاں سے ناکام واپس جائیں گی؟''

''ہرگز نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تم دیکھنا سالوس اعظم۔ میں انہیں سسکا سسکا کر ماروں گا وہ لوگ ایک ایک دانے کو ترستے ہوئے قلعے کا دروازہ کھول دیں گے اور مجھ سے رحم کی بھیک مانگیں گے اور اس وقت جانتے ہو سالوس اعظم میں کیا کروں گا۔''

''نہیں خدائی قہر۔'' میں نے جواب دیا۔

''ان کی لاشوں کے پشتے بناؤں گا۔ ان کے مینار تعمیر کروں گا۔ اتنے وسیع اور بلند مینار کہ ان کے دوسری جانب دیکھنا مشکل ہو جائے گا.....'' اٹیلا نے خونخوار لہجے میں کہا اور میں اس بھیانک عفریت کو دیکھنے لگا۔

میں جانتا تھا کہ یہ شخص جو کہہ رہا ہے وہی کرے گا۔ میرے نزدیک یہ صورت حال مناسب نہیں تھی۔ چنانچہ میں سوچنے لگا کہ مجھے کیا کرنا

چاہیے۔ میں بہت دیر تک حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ اٹیلا اپنے حرم میں چلا گیا تھا لیکن کسی اور مقصد کے تحت نہیں۔ غالباً صرف ان کارروائیوں سے تھک کر آرام کرنے کی غرض سے اور میں سوچتا رہا۔ سوچتا رہا۔ اہل ترابینہ کے لئے محاصرہ جتنا طویل ہوتا جائے گا اتنا ہی باعثِ مصیبت ہوگا۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ انہیں پہلے سے اس بات کا احساس دلا دیا جاتا۔ لہٰذا سب سے ضروری بات یہ تھی کہ قلعے کا دروازہ کسی طرح کھول دیا جائے۔ بلاشبہ میری ان کوششوں سے اہل ترابینہ کو شدید نقصان پہنچتا لیکن اس مسئلہ کا جلد از جلد کوئی حل ہونا چاہیے تھا۔ کافی سوچ بچار کے بعد میں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ میں اٹیلا کی مدد کروں گا۔

شام کو جب اٹیلا گھوڑے پر چکر لگا رہا تھا میں اس کے ساتھ تھا..... ''میں خدائی قہر سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔'' میں نے اسے رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''کہو سالوس اعظم۔ کوئی خاص بات۔'' اس نے گھوڑے کی باگیں کھینچ لیں۔

''آپ نے مجھے اپنے مشیر کی حیثیت دے کر اپنا نائب مقرر کیا تھا؟'' میں نے یاد دلایا۔

''ہاں ہاں۔ اس میں کیا شک ہے۔ کیا تم کوئی کمی محسوس کر رہے ہو؟'' اس نے پوچھا۔

''نہیں خدائی قہر مجھے شکایت نہیں ہے البتہ صرف ایک بات کا احساس ہو رہا ہے۔''

''وہ کیا.....؟'' اٹیلا خوشگوار موڈ میں بولا۔

''اس سلسلے میں مجھ سے کوئی مدد لینے کی کوشش نہیں کی گئی۔ مجھ سے کوئی مشورہ تک نہیں لیا گیا۔'' میں نے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ آپ اپنے چاروں جنرلوں سے مشورہ کیا کرتے تھے اور ان پر عمل بھی کیا کرتے تھے۔ مگر آپ نے مجھے اس قابل نہیں سمجھا۔''

''اوہ۔ یہ بات نہیں ہے سالوس اعظم۔ تم کہہ چکے ہو کہ تمہیں اس قسم کی جنگوں کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے صرف اس لئے اس سلسلے میں تم سے کوئی بات نہیں کی۔ تاہم تم بے فکر رہو۔ میں نے جو قدم اب اٹھایا ہے اس کے تحت زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ اہل ترابینہ چیخ اٹھیں گے۔''

''ٹھیک ہے اٹیلا لیکن کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ ہم اپنی روایات میں تبدیلی نہ ہونے دیں۔''

''کیا مطلب؟'' اٹیلا نے بھنویں سکوڑ کر مجھے دیکھا۔

''آپ کی فوجوں میں میں نے زیادہ وقت نہیں گزارہ ہے اور نہ آپ کی کوئی جنگ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے لیکن میرے خادم پیلوس نے بتایا ہے کہ اٹیلا پہلی بار کسی کا محاصرہ کرنے پر مجبور ہوا ہے۔''

''ہاں یہ درست ہے۔'' اٹیلا کے لہجے میں غراہٹ تھی۔

''لیکن میں نہیں چاہتا کہ عظیم اٹیلا کی روایات کو ٹھیس پہنچے۔''

''سالوس۔ جو کہنا چاہتے ہو بہتر یہی ہے کہ صاف صاف کہو۔''

''میں چاہتا ہوں خدائی قہر کہ اٹیلا کی فوجوں کا وقار برقرار رکھوں۔ بہادر، اٹیلا کو کسی کا محاصرہ کر کے شکست نہیں دینا چاہیے۔''

''اوہو۔ لیکن کس طرح......؟ کیا ایسی کوئی ترکیب ہے۔ کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ ان لوگوں نے بڑی مضبوط قلعہ بندی کی ہوئی ہے۔ وہ ہر بڑھنے والے کو کچل دیتے ہیں۔ محاصرہ کے علاوہ ان تک پہنچنے کا کوئی اور ذریعہ باقی نہیں بچا ہے۔ ہاں جہاں تک ان کے شب خون کا تعلق ہے میں نے اسے مکمل طور پر ناکام بنا دیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ اب وہ آئندہ ایسی کوئی حماقت نہیں کریں گے اور اگر کریں گے تو اپنی شکستِ فاش کو خود ہی دعوت دیں گے۔'' اٹیلا نے غراتے ہوئے کہا۔

''بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ محاصرہ اٹھا لیا جائے اور ساری فوجوں کو ایک ایسے مرکز پر جمع کر دیا جائے جو سامنے کے رخ پر ہو پھر جس طرح میں کہوں اس پر عمل کیا جائے۔''

''اوہ۔ اوہ۔ سالوس اعظم تم بہت بڑی بات کہہ رہے ہو۔ کیا تمہارے خیال میں اٹیلا کا ذہن کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں ہے۔؟''

''کیوں نہیں۔ لیکن میں اس کا نائب ہوں۔ اس کا مشیر ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو پھر بتاؤ۔ ہم قلعے پر کس طرح قبضہ کر سکتے ہیں؟''

''جس طرح اٹیلا نے اپنی منجنیقوں کو ڈھالوں کی آڑ میں قلعہ تک بڑھایا تھا کیا اس طرح کچھ افراد قلعے تک نہیں پہنچ سکتے۔''

''پہنچ سکتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ کیا اوپر سے برسائے جانے والے پتھر انہیں کچل نہیں دیں گے۔ کیا ان کے تیروں کی بارش اوپر جانے والے افراد کو ہلاک نہ کر دے گی؟'' اٹیلا نے سوچتے ہوئے کہا۔ پھر ایک لمحہ خاموش رہ کر دوبارہ بولا۔ ''ہاں کامیابی اسی صورت میں ممکن تھی جبکہ قلعہ کا پھاٹک کھل جاتا۔''

''میں یہی کہنا چاہتا ہوں اٹیلا اعظم کہ اگر قلعہ کا پھاٹک کھول دیا جائے تو کیا اس کے بعد اٹیلا کی فوجیں قلعے کے اندر داخل ہو سکتی ہیں؟''

''بے شک ہو سکتی ہیں۔ یہ ہمارا قول ہے۔ یہ ہمارا وعدہ ہے۔'' اٹیلا نے مضبوط لہجے میں کہا۔ وہ متجسس نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

''تو پھر آج رات کو چاروں طرف سے محاصرہ ہٹا کر کل صبح کے سورج کے طلوع ہونے کا انتظار کرنا چاہیے۔''

''لیکن تم کرو گے کیا؟''

''مجھے اس کی اجازت دی جائے خدائی قہر کہ جو کچھ میں کرنا چاہوں خاموشی سے کر سکوں۔'' میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے لیکن اگر تم ناکام رہے تو۔''

''تو پھر میں تنہا اس پھاٹک تک جاؤں گا اور جان کی بازی لگا کر اسے کھولنے کی کوشش کروں گا۔ اس کوشش میں یقینی طور پر میرا بدن ان تیروں سے چھلنی ہو جائے گا جو قلعہ کے اندر سے برسائے جائیں گے اور یہی میری سزا ہوگی۔'' میں نے جواب دیا۔

اٹیلا مجھے کافی دیر تک گھورتا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں اور بولا۔ ''آج رات کے لئے تمہیں اجازت ہے۔ لیکن محاصرہ ہٹانے کی بات نہیں کرو۔ ہم نے بڑی مشکل سے اپنی فوج کو اطراف میں پھیلایا ہے۔''

''نہیں اٹیلا اعظم۔ محاصرہ ہٹا لیا جائے کیونکہ میں صبح تک فوجوں کو منظم کرنا چاہتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور اٹیلا دانت پیس کر مجھے دیکھنے لگا۔

''ٹھیک ہے اٹھا لیا جائے گا۔'' اس نے کہا اور تیزی سے گھوڑے کو چکر دینے لگا۔ نجانے اس کے ذہن میں کیا تھا۔ جو کچھ میں نے کہا تھا اس پر عمل کرنے کے لئے فوری طور سے مجھے کچھ ضروری کارروائیاں کرنی تھیں۔ اس رات نہ تو فورا میرے قریب آ سکتی تھی اور نہ ہی کوئی دوسری بات سوچ سکتا تھا۔

ہاں میرا ذہن پہاڑیوں سے بہت دوران گھنے جنگلوں کی جانب متوجہ تھا جس کے درخت بہت لمبے لمبے اور بہت اونچے تھے۔ مجھے وہیں اپنا کام کرنا تھا۔ چنانچہ میں نے پیلوس کو طلب کیا اور بیس ایسے توانا آدمیوں کو جو اٹیلا کی منجنیقوں اور دوسری حرکت کرنے والی چیزوں کو درست کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے، لانے کے لئے کہا۔

میں ان لوگوں کو گھوڑوں پر سوار کرنے کے بعد ان درختوں کی جانب چل پڑا جہاں سے مجھے اپنی کارروائی کو تکمیل تک پہنچانا تھا۔ میرے ساتھی اپنے اپنے اوزاروں سے لیس تھے۔ حالانکہ اب تک ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا تھا کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔

لیکن میں جو کچھ کرنا چاہتا تھا اس کا منصوبہ پہلے ہی بنا چکا تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ میری اس کوشش سے تراجینہ والوں کو شدید ترین جانی اور مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ میں نے اپنی پسند کے چند درختوں کا انتخاب کیا اور اپنے ساتھ آنے والوں سے کہا کہ فوری طور پر ان درختوں کو جڑ کے نزدیک سے کاٹ دیں۔ حیران لوگ درختوں کو کاٹنے کی تیاریاں کرنے لگے اور تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ سب درختوں کی جڑوں پر کلہاڑیاں برسانے میں مصروف ہو گئے۔

کام کافی مستعدی اور تیزی سے ہو رہا تھا اس لئے تھوڑی دیر بعد انہوں نے پہلا درخت گرا لیا۔ یہ درخت لمبا اور موٹا تھا۔ درخت زمین پر گر گیا۔ میں نے چند افراد کو اس کی شاخیں کاٹنے کے لئے کہا اور لوگ درخت کی شاخیں کاٹنے میں مصروف ہو گئے۔

درخت کے تنے کو تمام شاخوں سے علیحدہ کر لیا گیا تھا۔ باقی دوسرے افراد اور دوسرے درختوں کو کاٹ رہے تھے اور یوں میں نے تین درخت کٹوا دیئے اور پھر انہیں شاخوں سے صاف کرا دیا۔ کافی وقت صرف ہوا تھا اس کام میں۔

پھر میں نے ایک درخت کے گول تنے سے چھوٹے چھوٹے دو ٹکڑے کاٹنے کی ہدایت کی۔ بہر صورت انہوں نے دو ٹکڑے کاٹ کر دو پہیئے بنا دیئے۔ یوں میں نے قدیم زمانے کی توپوں کی مانند ایک چیز بنالی جو پہیوں پر لڑھکنے والی تھی۔ ان پر نصب درختوں کے اگلے حصے نوک دار کر دیئے گئے اور میں تقریباً اپنے کام سے فارغ ہو گیا۔

بیس آدمی ان درختوں کو نہیں دھکیل سکتے تھے اور وہ پریشان تھے کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے اس کا مقصد کیا ہے چنانچہ جب میں نے اس سے کہا کہ وہ درختوں کو دھکیلتے ہوئے لے چلیں تو ان لوگوں نے مجھے حیرت سے دیکھا تھا لیکن پھر پیلوس نے ایک اور تجویز پیش کی۔ ''کیوں نہ سالوس اعظم! ہم اس شے کو رسیوں سے باندھ کر گھوڑوں کی کمر سے باندھ لیں۔ بیس گھوڑے میرا خیال ہے اسے کھینچنے میں مدد کر سکتے ہیں ورنہ ہم بیس آدمی اسے

دھکیل کر وہاں تک لے جانے میں ناکام رہیں گے۔''

''اس میں کوئی حرج نہیں ہے پیلوس۔'' میں نے پیلوس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا اور موٹے موٹے رسے گھوڑوں کی کمر سے باندھ دیئے گئے۔ اس طرح میں گھوڑوں کی رسیوں کے دوسرے سرے میرے بنائے ہوئے ہتھیار سے لپیٹ دیئے گئے۔

گھوڑوں کے جسموں میں جو رسے باندھے گئے تھے انہیں اس انداز میں کسا گیا تھا کہ گھوڑوں کے جسموں کو تکلیف بھی نہ ہو اور وہ اسے آسانی سے کھینچ سکیں۔ گھوڑوں کو ایڑ لگائی گئی لیکن وہ وزنی شے آسانی سے نہیں کھینچی جا سکی۔ تب دوسرے لوگ بھی اس میں شامل ہو گئے اور بیس گھوڑوں اور بیس جوانوں کی مدد سے وہ خوفناک ہتھیار آگے کی طرف بڑھنے لگے۔

ہمارے چلنے کی رفتار بہت سست تھی۔ اس کے علاوہ دو تین مقامات پر چڑھائیاں بھی تھیں۔ جہاں چڑھائیاں ہوتیں وہاں میں بھی ان لوگوں کی مدد کرتا اور کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس جگہ تمام طاقتیں ناکام ہو جاتی ہیں وہیں میری قوت اس چیز کو بہت آگے بڑھا دیتی ہے۔ بالآخر ہم اسے اٹیلا کی فوجوں کی قیام گاہ کی طرف لانے میں کامیاب ہو گئے۔

دور ہی سے اس دیوہیکل چیز کو دیکھ لیا گیا تھا۔ اٹیلا خود گھوڑے پر سوار ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ وہ اپنے چاروں جنرلوں کے ساتھ ہماری جانب بڑھ رہا ہے۔ یہ وہ جنرل تھے جو فوجوں کو لڑانے کے لئے منتخب کئے گئے تھے۔

وہ سب ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔ اٹیلا متعجبانہ نگاہوں سے اس عجیب و غریب شے کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کے نقوش تھے۔ بہرحال ذہین آدمی تھا۔ میرے نزدیک پہنچا اور گھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

''میرا خیال ہے سالوس اعظم۔ میں تمہاری ترکیب سمجھ گیا ہوں۔'' اس نے پرخیال انداز میں کہا۔

''کیا یہ مناسب نہ ہوگا۔'' میں نے کہا۔

''بلاشبہ ہوگا۔ لیکن اسے وہاں تک لیجانے کی ترکیب کیا ہوگی؟''

''میرا خیال ہے ہمیں اس کے لئے کچھ قربانیاں دینا ہوں گی۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ۔ میں دل و جان سے تیار ہوں۔ تم مجھے بتاؤ کہ کیا قربانیاں دینا ہوں گی۔'' اٹیلا تیزی سے بولا۔

''چند فربہ گھوڑے جو انہیں وہاں تک کھینچ کر لے جا سکیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ۔ لیکن گھوڑے تو سامنے کے رخ پر ہوں گے۔'' اٹیلا نے کہا۔

''ہاں۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔'' میں پرخیال انداز میں بولا۔ بلاشبہ یہاں تک گھوڑے آسانی سے آ گئے تھے لیکن اب انہیں پھاٹک تک لیجانا مشکل کام تھا کہ اس شے کے سرے پھاٹک میں گھس کر پھاٹک کو توڑ دیں۔

''خدائی قہر۔ یہ کام مجھے خود ہی انجام دینا ہوگا۔'' میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

''لیکن کس طرح۔'' اس نے پوچھا۔

''میں اسے دھکیلتا ہوا دروازے تک لے جاؤں گا۔''

''تنہا؟'' اٹیلا نے پوچھا۔

''ہاں۔'' میں نے جواب دیا اور وہ متعجبانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ شاید اسے میری کیفیت پر شبہ ہو رہا تھا۔

لیکن وہی ہو رہا تھا پروفیسر جو ہوتا آیا تھا۔ حالات میرے لئے خود راستوں کا انتخاب کرتے تھے۔ میں بہت چاہتا تھا کہ اپنی حیثیت بدل کر لوگوں کے سامنے آؤں اور ہر جگہ وہی کچھ نہ کروں جو میں کرتا آیا ہوں لیکن غیر معمولی حالات مجھے انہی راستوں کی طرف بار بار دھکیل دیا کرتے تھے اس میں میرا کیا قصور تھا۔

مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ اٹیلا میری دماغی کیفیت پر شبہ کرے گا لیکن اب اس سلسلے میں سوچنا کیا معنی رکھتا تھا۔ میں نے جب اس سے کسی کام کے لئے کہہ دیا تھا تو پھر سوچنا کیسا اور اب تو صرف اور صرف عمل کرنے کا وقت تھا۔ چنانچہ میں عمل کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔

میں نے اٹیلا سے کہا کہ وہ فوجوں کو تیار کرے۔ میں ترابینہ کا پھاٹک توڑنے جا رہا ہوں اور میں نے دیکھا کہ اٹیلا عجیب نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس نے میرے شانوں پر ہاتھ رکھا اور بولا۔ ''میں نہیں سمجھ سکتا کہ تیری بات میں کہاں تک صداقت ہے اور اس سلسلے میں تو کیا کر سکتا ہے لیکن سالوس اعظم میں تجھے اس کی اجازت دیتا ہوں، تو جو کچھ کرنا چاہتا ہے کر ڈال۔''

میں نے درختوں کے اس عجیب و غریب ہتھیار کو ایک مخصوص انداز میں سامنے کیا۔ میں اسے خاصی برق رفتاری سے ترابینہ کے پھاٹک پر لے جا سکتا تھا۔ حالانکہ راستہ ہموار نہیں تھا۔ لوگ چاہے کتنا ہی حیران کیوں نہ ہوں، اٹیلا کچھ کیوں نہ سوچے۔ میں تو اپنا کام انجام دینے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس سے ترابینہ والوں کو نقصان پہنچے گا لیکن پھر بھی فیصلہ تو ضروری تھا۔

میں طویل عرصے تک وہاں قیام نہیں کر سکتا تھا اور نہ اتنے قیام کے لئے تیار تھا جتنے کا فیصلہ اٹیلا نے کیا تھا۔ محاصرہ مجھے شدت سے بیزار کر سکتا تھا۔ اسی لئے میں چاہتا تھا کہ فیصلہ جلد از جلد ہو جانا چاہئے۔

اٹیلا میرے کہنے سے اپنی فوجوں کو منظم کرنے لگا۔ حملہ کرنے کے لئے تیاریاں شروع ہو گئیں۔ میں نے انہیں ہدایات دیں لیکن اٹیلا کو ابھی تک اس بات پر یقین نہیں تھا کہ درختوں کا یہ وزنی ہتھیار کس طرح ترابینہ کے پھاٹک تک پہنچ سکتا ہے۔ ایک آدمی اس کو دھکیل کر لے جائے یہ ناممکن بات تھی۔

کیونکہ یہ کام تو بہت سے گھوڑوں کا تھا لیکن اس کو کیا معلوم کہ میں کیا تھا؟ تاہم اس نے یہی بہتر کیا تھا کہ اپنے طور پر میری ہر بات مان لی تھی اور ایک مخصوص وقت میں حملے کی تیاریاں مکمل کر لی گئی تھیں۔

میں نے درختوں کے ایک تنے پر ہاتھ جمانے کے لئے مضبوط تنے کا انتخاب کیا اور پھر میں نے مسکرا کر اٹیلا کی جانب دیکھا۔

اٹیلا اپنے چاروں جنرلوں کے ساتھ تلوار ہاتھ میں لئے مجھے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کی نگاہوں میں عجیب سی کیفیت تھی۔ چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ بحالت مجبوری یہ سب کچھ برداشت کرنے پر تیار ہو گیا تھا۔

لیکن جونہی میں نے درختوں کے تنے کو جنبش دی وہ تھوڑا سا متعجب ہوا اور جب میں نے اسے اور آگے بڑھایا اور اس کے اس حصے کو جو اٹھانے میں رکاوٹ بنتا تھا، اوپر اٹھایا تو اٹیلا اور اس کے جنرلوں کے منہ سے حیرت کی آوازیں نکل گئیں۔ اب ان کی حیرت زدہ آوازوں پر توجہ دینا میرے لئے مناسب نہیں تھا۔ میں نے جو فیصلہ کر لیا تھا اس پر عمل کرنے کے لیے تیار تھا۔ چنانچہ توپ نما درخت کی رفتار تیز سے تیز تر ہوتی چلی گئی۔

میں اسے بڑی تیزی سے دھکیلتا ہوا لئے جا رہا تھا اور اٹیلا کی فوجیں حیرت سے گنگ کھڑی تھیں۔ کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ سوائے درخت کے اس ہتھیار کے نیچے لگے ہوئے پہیوں کی۔ ان پہیوں کے نیچے سے پتھروں کے ٹوٹنے کی آوازیں آ رہی تھیں اور یہ بھاری ہتھیار تیزی سے اہل ترابینہ کے قلعے کی جانب بڑھ رہا تھا۔

اہل ترابینہ نے یہ حیران کن منظر دیکھا تو تھوڑی دیر کے لئے وہ بھی ششدر رہ گئے۔ مگر کچھ ہی دیر کے بعد انہوں نے اپنا کام شروع کر دیا یعنی تیروں کی بارش۔

تیر میرے دائیں بائیں سے گزر رہے تھے۔ میرے جسم سے بھی ٹکرا رہے تھے لیکن رفتار بھلا کیوں کم ہوتی۔ میں تیز سے تیز چل رہا تھا اور میرے ساتھ درختوں کا ہتھیار بھی تیزی سے ترابینہ کے پھاٹک کی جانب بڑھ رہا تھا۔

دیکھنے والے دیکھتے رہ گئے۔ اچانک ایک خوفناک ٹکر ہوئی۔ ٹکر کی آواز بڑی بھیانک تھی۔ پھاٹک ٹوٹ گیا تھا اور اس کے گرنے سے بے شمار چیخیں ابھری تھیں۔

ترابینہ کا پھاٹک اچھل کر پیچھے جا پڑا تھا۔ میں نے اپنا کام انجام دے لیا تھا۔ اٹیلا اور اس کی فوجوں کو شاید اس بات کی امید نہیں تھی۔ بہرحال وہ حیرت کے دائرے سے باہر نکل آئے تھے۔ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ کر دکھایا تھا۔ چنانچہ دوسرے ہی لمحہ اٹیلا کی خوفناک آواز گونجی اور اس کی آواز سنتے ہی برق رفتار فوجیں تیزی سے قلعے کی طرف دوڑنے لگیں۔

اہل ترابینہ پھاٹک ٹوٹنے سے بہت زیادہ بدحواس ہو گئے تھے۔ پھر بھی انہوں نے سنبھل کر حملہ کیا۔ تیر برسانے لگے لیکن اب ان کے انداز میں وہ پھرتی نہیں تھی۔ وہ خوف اور بددلی سے تیر برسا رہے تھے کیونکہ انہیں اندازہ ہو چکا تھا کہ اٹیلا کی فوجوں کو روکنا اب آسان نہیں ہے۔ قلعہ کا پھاٹک ان کے خیال میں ناقابل تسخیر تھا اور اسے توڑ دینا ممکن بات نہیں تھی۔

اور اب جبکہ پھاٹک ٹوٹ چکا تھا، انہوں نے اندازہ کر لیا تھا کہ اٹیلا کی فوجوں سے جیتنا مشکل ہے اور اب وہ اٹیلا سے جنگ نہیں کر سکیں گے اور یہی ہوا۔ اٹیلا کی فوجیں دھڑا دھڑ اندر داخل ہو رہی تھیں اور وہ بدو لڑائی ہو رہی تھی۔ ترابینہ والے بہت ہی جانفشانی سے جنگ کر رہے تھے۔ وہ اپنی بقاء کے لئے لڑ رہے تھے، کٹ رہے تھے، مر رہے تھے۔

لیکن اٹیلا کی غضب ناک فوجیں انہیں تنکوں کی طرح مسل رہی تھیں۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا اور لاشوں سے پشتے بنائے جا رہے تھے۔ ذرا سی دیر میں اٹیلا نے پورے ترابینہ کا تیا پانچہ کر کے رکھ دیا تھا۔

اس نے ایک ایک گھر میں گھس کر وہاں رہنے والوں کو نکالا اور پھر انہیں یا تو قتل کر دیا، یا گرفتار کر لیا۔ میں اٹیلا کی یہ وحشت خیزی دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ میرا کردار اس مسئلہ میں کس قدر مناسب ہے اور کس قدر غیر مناسب۔

خود میں نے جنگ میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا اور اس بات کا خیال رکھا تھا کہ اٹیلا کی نگاہ میرے اوپر نہ پڑنے پائے اور یا اس کے آدمی یہ نہ دیکھیں کہ پھاٹک توڑنے کے بعد میری کارروائیاں کیا ہیں۔ مجھے تو جو کچھ کرنا تھا وہ کر چکا تھا اور یقیناً اٹیلا کے لئے یہ بہت کچھ تھا۔

پھر شائی کا کے محل کا رخ کیا گیا۔ اس وقت اٹیلا کے ساتھ میں بھی تھا۔ غضبناک اٹیلا وحشت سے دیوانہ ہو رہا تھا۔ وہ محل میں داخل ہوا۔ محل کے محافظ دستے نے مدافعت کی معمولی سی کوشش کی تو ان لوگوں کو وہیں قتل کر دیا گیا۔

شائی کا کو میں نے دیکھا۔ وہ اپنے تخت پر ہاتھ ٹیکے کھڑا تھا۔ اس کے چہرے پر سکون ہی سکون تھا۔ کافی تندرست و توانا آدمی تھا۔ اس نے اٹیلا کو دیکھا لیکن ساکت و جامد کھڑا رہا۔ اٹیلا کے چہرے پر استہزائیہ سی مسکراہٹ تھی۔ میں نے دل ہی دل میں شائی کا کی تعریف کی۔ بڑا ہی بہادر آدمی تھا اور بہادروں کی قدر کرنا اچھی بات ہے۔

اٹیلا گھوڑے سے اتر کر اس کے نزدیک پہنچا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ شائی کا کے نزدیک پہنچ کر اس نے کہا۔ ''کیا تم شکست تسلیم کرتے ہو؟''

''ہاں تسلیم نہ کرنے کی کیا وجہ؟'' شائی کا نے اتنے پرسکون انداز میں جواب دیا کہ میں حیران رہ گیا۔

''خوب۔ تو تمہاری وہ سرکشی دم توڑ چکی ہے جس نے ہمیشہ اٹیلا کی قوت سے انکار کیا ہے۔''

''ہاں اٹیلا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مجھے شکست ہو چکی ہے لیکن مجھے اس شکست کا بالکل افسوس نہیں ہے کیونکہ میں نے انتہائی کوشش کی اور تمہاری فوجوں پر کاری ضربیں بھی لگائیں۔ اب اگر تقدیر میرے ساتھ نہیں تھی اور مجھے شکست ہونا ہی تھی تو اس سلسلے میں، میں کیا کر سکتا ہوں۔'' شائی کا نے جواب دیا۔ اس کے انداز میں ذرا بھی خوف یا بے چینی نہیں تھی۔

میں نے اٹیلا کی جانب دیکھا اور اٹیلا نے میری جانب، پھر اٹیلا مسکرایا اور بولا۔ ''تم نے دیکھا سالوس اعظم۔ یہ شائی کا ہے جس نے ہمیشہ میری قوت سے انکار کیا ہے لیکن اب چند لمحات کے اندر اندر اس کی گردن اس کے شانوں سے جدا ہو کر خود اس کے قدموں میں پڑی ہوگی۔ کیا یہ شائی کا کی بدترین شکست نہیں ہے؟'' اس نے مجھ سے پوچھا لیکن میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

اٹیلا خاموش نگاہوں سے شائی کا کو دیکھنے لگا پھر اس نے دوبارہ میری طرف رخ کیا اور بولا۔ ''سالوس اعظم اس فتح کا سہرا تمہارے سر پر بندھنا ہے اور اس خوشی میں شائی کا کا انجام بھی تمہارے ہی سپرد کیا جاتا ہے۔''

میں نے عجیب سی نگاہوں سے اٹیلا کو دیکھا۔ اس نے جو اختیار مجھے دیا تھا اور اس اختیار کے تحت میں جو کچھ کرتا وہ یقیناً اس کے لئے ناقابل قبول ہوتا اور ایسی شکل میں، میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اٹیلا سے میرے تعلقات کی نوعیت کیا ہو جاتی۔

لیکن مجھے تو وہی کرنا تھا جو میرے ذہن میں تھا۔ چنانچہ میں نے احتیاطاً اٹیلا کی جانب دیکھا اور اس سے پوچھا۔ ''خدائی قہر ہمیشہ اپنی زبان کی پابندی کرتا ہے اور میرا خیال ہے کہ دلیر اور توانا شخص کسی سے کوئی جھوٹ بات نہیں کرتا۔ تاہم میرا خیال ہے مجھے اس آزمائش میں نہ ڈالا جائے کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ میرا فیصلہ اٹیلا کو پسند نہ آئے۔''

''ہم جو چیز کسی کو دے دیتے ہیں اس کے بارے میں سوچنا تک چھوڑ دیتے ہیں۔ تمہیں اختیار دیا گیا ہے کہ جس طرح چاہو شائی کا اور ترابینہ کی قسمت کا فیصلہ کر سکتے ہو۔ حالانکہ ہم نے عہد کیا تھا کہ ترابینہ کے ہر گھر سے دھواں اٹھے گا اور گوشت جلنے کی بدبو پورے علاقے میں پھیل جائے گی۔ شائی کا کے جسم کو گھوڑے سے بندھوا کر ہم اس پورے علاقے میں گھسیٹیں گے جہاں وہ اپنے وجود کے ڈنکے بجواتا تھا لیکن سالوس اعظم تم نے اٹیلا کی فوجوں کو شائی کا کی فوجوں پر فتح دلائی ہے۔ تم نے ہمیں ترابینہ میں داخل ہونے کا موقع فراہم کیا ہے اور یہ موقع جس انداز میں فراہم کیا گیا ہے اور تم نے طاقت کا جو مظاہرہ کیا ہے اس کو دیکھ کر ہم نے اپنے تمام پچھلے فیصلے منسوخ کر کے حالات کو تمہارے اوپر چھوڑ دیا ہے تم جس انداز میں چاہو ترابینہ کی قسمت کا فیصلہ کرو۔ یہ ایک طرح سے تمہارا انعام ہے۔''

''اور جب اٹیلا کسی کو کوئی چیز انعام میں دے دے تو پھر وہ اس پر پورا حق رکھتا ہے۔'' میں نے مسکرا کر کہا اور شائی کا کی جانب دیکھا۔

''شائی کا! ایک بہادر انسان ہونے کی حیثیت سے میں نے تمہاری فوجوں کی دلیرانہ جنگ دیکھی ہے۔ تم نے جس انداز میں اپنا دفاع کیا ہے میرے نزدیک وہ قابل تعریف ہے۔ یہ درست ہے کہ تم ہمارے دشمنوں میں تھے لیکن جب دلیری کی آزمائش کا موقع ہو تو دوست یا دشمن کا کوئی خاص خیال نہیں رکھا جاتا۔ تم نے جس دلیری سے اٹیلا کی عظیم فوجوں کا مقابلہ کیا اس کے تحت میں تمہیں ترابینہ انعام میں دیتا ہوں۔ تمہیں تمہاری زندگی بخشی جاتی ہے۔ تم آزاد ہو، بالکل آزاد۔'' میں نے کہا۔

اٹیلا کے ہونٹ ایک دم بھنچ سے گئے تھے۔ اس کے جبڑوں کی رگیں ابھر آئی تھیں اور آنکھوں سے خون جھلکنے لگا تھا۔ اس نے میری جانب دیکھا۔ بڑا ہی بھیانک چہرہ تھا کمبخت کا۔ میں سمجھ گیا کہ اس کے لئے میرا یہ فیصلہ تعجب خیز بھی ہے اور ناقابل برداشت بھی۔ لیکن اس کے باوجود مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔

اور وہ بھی دل مسوسنے کے علاوہ کیا کر سکتا تھا۔ ظاہر ہے جو کچھ کہہ چکا تھا اس سے پھرنا آسان نہیں تھا۔

میں نے اٹیلا کی طرف دیکھا اور بھاری لہجے میں بولا۔ ''دلیر اٹیلا نے مجھے نائب اعظم صرف اس لئے مقرر کیا تھا کہ میں نے ان لوگوں کو قتل کر دیا تھا جو اٹیلا کے لئے ناقابل تسخیر تھے۔ اٹیلا نے نہ صرف مجھے ایک اچھا عہدہ دیا بلکہ اس نے اسپاکیہ کے ان لوگوں کی جان بخشی بھی کر دی جن کی میں نے سفارش کی تھی۔ اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ اٹیلا کی نگاہوں میں دوست ہو یا دشمن۔ اگر وہ دلیر ہے تو قابل احترام ہے۔ چنانچہ شائی کا کی دلیری کا احساس میں عظیم اٹیلا کو دلاتا ہوں۔ اس کی دلیری کے تحت میں نے جو فیصلہ کیا ہے اس پر میں شرمندہ نہیں ہوں۔ ہاں خدائی قہر اگر چاہے تو اس فیصلے کو منسوخ کر سکتا ہے۔''

اٹیلا خاموشی سے کبھی میری شکل اور کبھی شائی کا کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر وہ گھوما اور دوسری طرف رخ کر کے بولا۔ ''نہیں جس فیصلے کا اختیار تمہیں دیا گیا تھا وہ صرف تمہیں ہی کرنا تھا۔'' اور پھر وہ تیز رفتاری سے آگے بڑھ گیا۔

شائی کا تعجب خیز نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔ اٹیلا نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو شائی کا اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''کیوں۔ کیوں کیا گیا ہے یہ احسان میرے اوپر۔'' اس نے پوچھا۔

''اس لئے کہ تم بہادر ہو۔''

''لیکن تم میرے دشمن ہو۔''

''میں دشمن نہیں ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیا مطلب؟''

''تمہارا دشمن اٹیلا ہے۔''

''اور تم اس کے نائب اعظم ہو۔''

''اپنے بارے میں کچھ بتلانا فضول ہے شائی کا۔ بس یوں سمجھو کہ تمہاری دلیری نے مجھے متاثر کیا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں تمہاری طرف سے اٹیلا کی فوجوں سے جنگ کرنے لگتا۔ لیکن صرف اس صورت میں جبکہ میرے فیصلے کو منسوخ کرنے کی کوشش کی جاتی۔ ترابینہ تمہارا ہے اس میں جو کچھ تباہ و برباد ہوا ہے اس کے ذمہ دار اٹیلا اور تم ہو۔ اس ملک کو دوبارہ سنبھالنے اور بنانے کی کوشش کرو اور بس۔''

شائی کا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا مگر میں اسے روتا چھوڑ کر واپس پلٹ آیا تھا۔

اٹیلا نے پھر باہر آ کر شاید اپنے جنرلوں کو ہدایات جاری کر دی تھیں۔ چونکہ چند لمحات کے بعد میں نے دیکھا کہ اٹیلا کی فوجیں اسی برق رفتاری کے ساتھ باہر نکل رہی تھیں جس برق رفتاری سے اندر آئی تھیں۔ فوجی سارے علاقے خالی کر رہے تھے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی پھر میں نے اٹیلا کے بارے میں معلومات حاصل کیں اور پیلوس میرے نزدیک پہنچ گیا۔

''وہ واپس چلا گیا ہے پہاڑوں میں۔ اسی جگہ جہاں سے اس نے اس حملے کا آغاز کیا تھا۔''

''اوہ۔ پیلوس کوئی خاص بات؟''

''نہ جانے کیا خاص بات ہے۔ وہ شدید غصے کے عالم میں ہے۔ اس کے چہرے پر ایسی کیفیات ہیں جو اسے انتہائی جنونی بنا دیتی ہیں۔''

''کوئی بات نہیں ہے پیلوس۔ چلو۔''

اور پھر میں نے بھی ترابینہ چھوڑ دیا۔

چاروں طرف تباہی کے آثار نظر آ رہے تھے۔ جو کچھ ہوا تھا وہ میری کوششوں سے ہوا تھا لیکن نتیجہ جو بھی نکلا تھا بہتر ہی تھا۔ اگر اٹیلا محاصرہ کرنے کے بعد ان فوجوں کو شکست دے کر ترابینہ پر قبضہ کرتا تو یہ یقینی بات تھی کہ اس کی شدت غضب اور بڑھ چکی ہوتی اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ میری بات بھی نہ مانتا اور ترابینہ کے ایک ایک انسان کو قتل کرا دیتا۔ بہرحال پروفیسر، میرے نزدیک یہ کوئی اچھی بات نہ تھی۔ جو کچھ ہو چکا تھا اور ہو رہا تھا میں اس پر مطمئن تھا۔

فوجیں واپس اپنی مخصوص جگہ پر پہنچ گئیں۔ جہاں سے حملہ شروع کیا گیا تھا اور باقی لوگ جو بچ گئے تھے وہ بھی واپس آ رہے تھے۔ میں پیلوس کے ساتھ اپنے خیمے تک پہنچ گیا۔

خیمے بدستور لگے ہوئے تھے۔ میرا خیمہ بھی اپنی جگہ موجود تھا۔ بس فرق اتنا ہوا تھا کہ اٹیلا نے وہ علاقہ چھوڑ دیا تھا جہاں اس نے فوجوں کو قیام کرایا تھا۔ وہ اس جگہ واپس آ گیا تھا جہاں خیمے نصب تھے۔ خود اس کی کیا کیفیت تھی اس کے بارے میں، میں نے معلوم نہیں کیا اور نہ کوئی کوشش کی۔

میں اپنے خیمے میں چلا آیا اور میں نے پیلوس سے کہا کہ میری تینوں خادماؤں کو میرے پاس بھیج دیا جائے۔

اور ایشا، تفتا اور فروشاں خیمے میں آ گئیں۔ تینوں لڑکیاں، تینوں حسین و جمیل لڑکیاں۔ اتنے عرصے تک جو کچھ بھی ہوا تھا اس میں بھی کوئی بدمزگی نہیں تھی۔ لیکن ان تینوں کی موجودگی سے میں پوری طرح لطف اندوز ہونے لگا۔ حالتِ جنگ ختم ہو گئی تھی لہٰذا کوئی کام تو تھا نہیں، اس لئے ان کی صحبت اچھی لگ رہی تھی۔

لیکن جہاں تین لڑکیاں ہوں اور اتفاق سے تینوں ہی مجھے پسند کرنے والی ہوں تو پھر دلچسپ رقابت کیوں نہ جنم لے۔ ان تینوں میں رقابت کا انداز تھا اور تینوں میری توجہ کی طالب۔ چنانچہ کافی لطف رہا اور شام تک ہنسنے کے بہت سے مواقع ملے جبکہ وہ تینوں آپس میں جل بھن رہی تھیں اور بات بات میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ شام کو اٹیلا نے مجھے طلب کیا، پیلوس ہی مجھے بلانے آیا تھا۔

میں نے پیلوس کی شکل دیکھی اور پوچھا۔ ''کیا بات ہے پیلوس۔ کوئی الجھن کی بات تو نہیں ہے۔''

''میں نہیں جانتا سالوس اعظم۔ اٹیلا کا خادم خاص تمہیں بلانے کے لئے آیا تھا۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا اور پھر میں اسی حصار میں پہنچ گیا جو اٹیلا مخصوص طریقے سے خیموں کا بنایا کرتا تھا۔ اس میں صرف اس کی بیویاں رہتی تھیں۔

رات کا وقت تھا۔ میں نے دیکھا کہ اٹیلا ایک عجیب قسم کے بستر پر نیم دراز ہے۔ گردن اٹھی ہوئی ہے۔ چاروں جانب شراب کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ مٹکے ہی مٹکے اور اس کی سبھی بیویاں اس کے چاروں طرف بیٹھی ہوئی تھیں اور اسے شراب پلا رہی تھیں۔ اٹیلا مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے جام اٹھایا، کافی بڑا جام تھا اور وہ جام میری طرف بڑھایا اور مسکراتا ہوا بولا۔

''سالوس اعظم فتح ترابینہ کی خوشی کا جام۔'' میں نے جام اس کے ہاتھ سے لیا اور اپنے حلق میں انڈیل لیا۔ اٹیلا ہنسنے لگا تھا۔

''کیوں میں نے کہا نہیں تھا کہ بڑا انوکھا شخص ہے۔'' اس نے کچھ عورتوں کی طرف رخ کر کے کہا۔ ان میں مجھے چاہنے والی فورا بھی تھی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ مجبور تھی ورنہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ جاتی۔

عورتیں تحسین آمیز انداز میں مجھے دیکھ رہی تھیں۔ ''ہاں، یہ وہی ہے جس نے ایک عجیب و غریب ہتھیار بنایا اور تنہا بیس اور تیس گھوڑوں جیسی طاقت سے اسے ترابینہ کے قلعے کے عظیم الشان پھاٹک تک لے گیا اور دیکھنے والوں نے دیکھا کہ پھاٹک چور چور ہو گیا تھا۔ وہ پھاٹک جسے بے شمار لوگ مل کر نہ توڑ سکے تھے، جسے منجنیقیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکی تھیں اسے تن تنہا شخص نے چور چور کر ڈالا۔ اس دلیر نے اس شکل سے فتح کئے ہوئے ملک کو اس کے شاہ کے حوالے کر دیا کیسی انوکھی بات ہے۔'' اٹیلا ہنس پڑا اور دیر تک ہنستا رہا۔ وہ بے پناہ قہقہے لگا رہا تھا۔ غالباً شراب اس کے دماغ پر چڑھ گئی تھی۔

''لیکن مجھے مزہ نہیں آیا۔'' اس نے رک کر کہا۔'' بھلا جب تک اٹیلا کے فتح کیے ہوئے شہروں سے دھواں نہ اٹھے، زخمیوں کی چیخ و پکار سنائی نہ دے، مردوں کے ڈھیر نظر نہ آئیں تو پھر اسے اٹیلا کی فتح کیا ہوا شہر کیسے کہا جا سکتا ہے۔ ہاں اس بار یہ کمی رہ گئی لیکن کوئی بات نہیں۔ سالوس اعظم ہمارے ساتھ ہے۔ یہاں نہ سہی تھیوڈوس کے دربار میں، تھیوڈوس کے شہر میں یہ ساری خواہشات پوری کر لی جائیں گی۔ کیوں سالوس، کیا تم تھیوڈوس سے جنگ کے دوران بھی مجھے کوئی ایسا کارنامہ دکھاؤ گے؟'' اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''کیوں نہیں۔ میں اٹیلا کا خادم ہوں اور اس کے لیے جو خدمت بھی انجام دے سکوں گا اس پر مجھے بے حد خوشی ہوگی۔'' میں نے جواب دیا۔

اٹیلا خوش ہو کر قہقہے لگانے لگا پھر چند ساعت کے بعد بولا۔'' کھڑے کیوں ہو، بیٹھ جاؤ میرے پاس۔'' اس نے کہا اور میں نے حکم کی تعمیل کی۔ میں اٹیلا کو پہلی بار شراب پیتے دیکھ رہا تھا۔ وہ پی رہا تھا اور قہقہے لگا رہا تھا۔ اس کی بیویاں اس کے چاروں طرف بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ نشے میں مست ہوا جا رہا تھا۔ اس نے اتنی پی اتنی پی کہ اسے بالکل ہوش نہ رہا اور اس کے بعد جو مناظر دیکھنے میں آئے وہ کسی ہوشمند آدمی سے بعید نہ تھے۔ میں البتہ خاموشی سے بیٹھا اسے دیکھتا رہا، پھر جب اٹیلا بالکل ہی نیم دیوانہ ہو گیا تو میں وہاں سے اٹھ گیا۔

میں جانتا تھا کہ ہوش میں آنے کے بعد وہ میری موجودگی برداشت نہ کر سکے گا چنانچہ میں نے وہ جگہ چھوڑ دی اور اپنے خیمے میں پہنچ گیا۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ فورا میرے پاس پہنچ گئی۔ اس کے چہرے سے خوشی پھوٹ رہی تھی۔ اس نے مسکرا کر میری جانب دیکھا، میں نے بھی مسکرا کر اس کی پذیرائی کی۔ وہ بولی۔'' اوہو۔ میں تو سوچ رہی تھی کہ تمہاری تینوں خادمائیں تمہارے نزدیک ہوں گی۔''

''نہیں۔ چونکہ میں اٹیلا کے پاس گیا تھا اس لیے میں نے انہیں واپس بھیج دیا تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''اچھا ہی کیا۔ اب میں حاضر ہو گئی ہوں۔ اور میں بھی تمہاری ناچیز خادمہ ہی ہوں۔'' فورا نے کہا۔

میں نے چند ساعت سوچا اور پھر کہا۔'' فورا۔ اب صورت حال بدل چکی ہے۔ اٹیلا حالت جنگ سے نکل آیا ہے اور میرا خیال ہے اب اس کی پوری توجہ عورتوں کی جانب ہے چنانچہ ایسی صورت میں کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ رات کے کسی حصے میں وہ تمہیں طلب کرے۔ تمہیں نہ پا کر اس کی جو کیفیت ہوگی میرا خیال ہے وہ اچھی نہیں ہوگی۔''

''نہیں وہ اب ہوش میں نہیں آئے گا اور پھر اس کے پاس جتنی عورتیں ہیں ان میں میری گنجائش کہاں ہے؟'' فورا نے جواب دیا۔

'' یہ بھی ممکن ہے فورا کہ کوئی دوسری عورت اسے میرے اور تمہارے بارے میں بتا دے؟''

''اوہو کچھ نہیں ہوتا۔ تم کیوں فکر میں ڈوبے ہوئے ہو۔ میں تو تم سے زیادہ خراب حیثیت رکھتی ہوں اگر ہم پھنس بھی گئے تو سب سے پہلے تو میری ہی گردن ماری جائے گی تمہاری خطائیں تو وہ معاف کر دینے کا عادی ہے۔ میں نے سنا ہے کہ تمہارے معاملے میں وہ کافی درگزر سے کام لیتا ہے۔''

تو پروفیسر۔ فورا نے وہ رات بھی میرے ساتھ گزار دی اور اس کے بعد بہت کچھ ہوتا رہا۔ اٹیلا نے صرف عیش کرنے کی ٹھان لی تھی لیکن ایک وقت ایسا آیا جب اس کا دل اس عیش سے بھی بھر گیا۔ اس کی فوجیں تھیوڈوس کی جانب کوچ کرنے لگیں۔ اب اس نے تھیوڈوس پر حملہ آور ہونا تھا۔ دن رات کا سفر اور اس کے بعد وہی سارے انتظامات اور وہی سارے ہنگامے۔ یہاں تک کہ ہم لوگ تھیوڈوس کے علاقے میں پہنچ گئے اور اس

کے بعد اٹیلا نے ایلچی تھیوڈوس کے دربار میں اس سے مذاکرات کرنے کے لئے بھیجے۔

اور یہ اتفاق کی بات تھی کہ تھیوڈوس نے اٹیلا کی برتری تسلیم کرلی تھی اور اس نے اٹیلا کو اپنے دربار میں دعوت دی اور اٹیلا میرے اور چند افراد کے ساتھ تھیوڈوس کے دربار میں پہنچ گیا۔

تھیوڈوس نے بڑی عزت وتکریم کے ساتھ اسے بٹھایا اور اٹیلا کی برتری تسلیم کرتے ہوئے کہا۔ ''خدائی قہر اٹیلا میں تجھے خراج تحسین ادا کرنے کے لئے تیار ہوں۔''

اس وقت تھیوڈوس یہ باتیں کررہا تھا لیکن اس کا ایک خصوصی وزیرومشیر جو بلاشک وشبہ ایک بہادر اور دلیر آدمی تھا۔ اسے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔ جب ساری باتیں طے ہوگئیں تو اس نے کھڑے ہوکر اچانک اعلان کیا کہ وہ تھیوڈوس کے اس معاہدے سے متفق نہیں ہے۔ وہ کافی غصے میں نظر آرہا تھا۔

یہ بات اٹیلا کے سامنے کی گئی تھی جسے اٹیلا نے بھی سنا اور تھیوڈوس نے بھی سنا۔

تھیوڈوس غصے سے کھڑا ہوگیا۔ ''تمہیں یہ جرأت کیسے ہوئی کہ میرے سامنے اس قسم کی بیباکانہ گفتگو کرو؟'' اس نے گرج کر اپنے وزیر سے کہا۔

''میں تنہا نہیں ہوں میرے ساتھ بے شمار لوگ ہیں جو میرے ہم آواز ہیں ہم میدانِ جنگ میں اٹیلا سے جنگ کرنے کے بعد اس کے ہاتھوں مرجانا پسند کرتے ہیں لیکن یہ اطاعت ہمیں پسند نہیں ہے۔'' وزیر نے جواب دیا۔

''تمہارے ساتھ کتنے افراد ہیں؟'' تھیوڈوس نے پوچھا۔

وزیر نے اپنی تلوار نکال کر بلند کی اور فوراً ہی اس کے دربار میں سینکڑوں تلواریں بلند ہوگئیں۔ یہ وہ لوگ تھے جو اس معاہدے کے خلاف تھے چنانچہ اٹیلا مسکراتا ہوا کھڑا ہوگیا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔ اس نے اپنی تلوار نیام سے نکال لی۔

اٹیلا نے تھیوڈوس سے کہا۔ ''تم پیچھے ہٹ جاؤ سب سے پہلے یہ جنگ کرلی جائے اس کے بعد جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔''

اٹیلا کے ساتھ اس کے جنرل اور مٹھی بھر افراد بھی موجود تھے۔ تب ایک خون ریز واقعہ ہوا۔

اٹیلا اور اس کے ساتھی ان لوگوں پر پل پڑے تھے جنہوں نے تلواریں بلند کی تھیں اس کے ساتھ ہی جوابی کارروائی بھی شروع ہوگئی تھی لیکن یہ کارروائی صرف دربار کے اندر تک محدود تھی۔

تھیوڈوس کا سارا دربار خون سے رنگین ہوگیا۔ بلاشبہ اٹیلا کے افراد ان لوگوں پر حاوی رہے تھے۔ انہوں نے اس وزیر کو بھی قتل کردیا اور اس کے ساتھ بے شمار لوگوں کو بھی جو اس وزیر کے ہمنوا تھے۔

تھیوڈوس خاموشی کے عالم میں کھڑا یہ قتل وغارت گری دیکھتا رہا۔ اٹیلا اس وقت تک تلوار نکالے کھڑا رہا جب تک کہ تمام افراد قتل نہ ہوگئے ان کی لاشیں چاروں طرف بکھری پڑی تھیں۔ دربار کے چکنے فرش پر خون پھیل رہا تھا اور اٹیلا تلوار بلند کئے کھڑا تھا۔ جب وزیر کے ہمنوا تمام افراد مارے گئے تو اس نے تلوار نیچے کرلی اور بولا۔ ''کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے؟'' اس نے تھیوڈوس سے پوچھا۔

''ہرگز نہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں آپ قتل نہ کرتے تو میں قتل کرا دیتا۔ انہوں نے مجھ سے اونچی آواز میں گفتگو کرنے کی کوشش کی تھی۔''

اور اٹیلا نے تلوار نیام میں کر لی۔

اس کا مقصد تھا کہ وہ تھیوڈوس کی طرف سے مطمئن ہے اور جب اٹیلا کسی کی طرف سے مطمئن ہو تو اس کے بعد اس کے مزاج کو بدلنا مشکل تھا چنانچہ دربار سے بہت سا خراج اور بے شمار چیزیں وصول کر کے وہ باہر نکل آیا۔ تھیوڈوس بلسی خوشی ہمیشہ کے لئے اس کا باج گزار بن گیا تھا۔

اس طرح یہ خوفناک جنگ ٹل گئی جو بہرصورت میرے لئے براشگون نہ تھا کیونکہ میں کسی بھی قیمت پر اٹیلا کی فوجوں کے لئے وہ کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا جس میں میری ذات ملوث ہوتی۔ میں نے شائی کا کے خلاف جو کچھ کیا تھا وہ مجبوراً کیا تھا اور انجام شائی کا کے حق میں بہتری ثابت ہوا تھا۔ چنانچہ میں اس بات سے مطمئن تھا۔ اگر تھیوڈوس سے جنگ چھڑ جاتی اور اٹیلا مجھے کسی کام کے لئے کہتا تو ظاہر ہے کام تو مجھے کرنا پڑتا لیکن مجھے خوشی نہ ہوتی کیونکہ ان لوگوں سے بھی میری دشمنی نہیں تھی۔ میں ان کے لئے وہ سب کچھ کرنا نہیں چاہتا تھا جو اٹیلا کرنا چاہتا تھا۔

لیکن اب تک جو کچھ ہوا تھا وہ بہتر ہی تھا۔ اگر وہ بدبخت وزیر بیچ میں نہ بول پڑتا۔ تو یقیناً ان لوگوں کی بھی شامت نہ آتی جو اس کی وجہ سے خوامخواہ مارے گئے تھے۔

تب اٹیلا نے جشن منانے کا اہتمام کیا۔ اٹیلا بے پناہ شراب پی رہا تھا اس نے عیاشی میں دن رات ایک کر دیئے تھے۔ پھر جشن کے بعد واپسی کا سفر شروع ہوا۔ اب اس کا نجانے کیا ارادہ تھا۔

بہرحال ہم نے تھیوڈوس کا علاقہ چھوڑ دیا اور درمیان میں ایک جگہ قیام کیا۔ یہ جگہ موجودہ علاقہ ہنگری سے قریب ترتھی وہاں کا قیام اٹیلا کا آخری قیام تھا۔

اٹیلا کی عیاشیاں بدستور جاری تھیں۔ وہاں اس نے بے پناہ شراب پی لی تھی۔ ایک رات اس کے حرم سے بے شمار دہشت زدہ آوازیں ابھریں کئی عورتیں روتی ہوئی باہر بھاگ آئی تھیں انہوں نے بتایا کہ اٹیلا مر چکا ہے۔

بڑی حیرت کی بات تھی۔ میں اور اس کے چاروں جنرل اس کی طرف دوڑ پڑے۔ ہم نے دیکھا کہ اٹیلا بے سدھ پڑا ہے اس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ بعد میں یہی اندازہ ہوا کہ کثرتِ شراب نوشی کی وجہ سے اس کے دماغ کی رگ پھٹ گئی تھی۔ لیکن اٹیلا کی موت کے بعد جو صورتحال سامنے آئی وہ تعجب خیز تھی۔ جو لوگ ہمیشہ اس کے وفادار ہونے کا دعویٰ کرتے تھے فوراً ہی آپس میں لڑنے بھڑنے لگے۔ اٹیلا کے چاروں جنرلوں کو گرفتار کر لیا گیا اور پھر جب اٹیلا کی قبر بنائی گئی تو اس کی قبر کے چاروں کونوں پر اس کے جنرلوں کو قتل کر کے دفن کر دیا گیا۔ اس طرح اٹیلا کا یہ لشکر منتشر ہو گیا۔

میری کیفیت کچھ اور تھی۔ میں نے یہاں کوئی خاص مقام حاصل نہیں کیا تھا۔ وہ عورتیں جو اٹیلا نے مجھے دی تھیں اپنے طور پر منتشر ہو چکی تھیں اور میں یہاں تنہا رہ گیا تھا۔ چنانچہ میں نے ان سے الگ ہونے کی ٹھانی اور ایک دن فوجوں سے علیحدہ ہو کر اپنے گھوڑے پر بیٹھ کر کسی نامعلوم نئی منزل کی جانب چل پڑا۔



صدیوں کی طویل ترین زندگی میں بلاشبہ ایسے اوقات بھی آئے تھے جب میں نے تمہاری اس دنیا سے بیزاری محسوس کی تھی پروفیسر بعض اوقات میں ذہنی طور پر مفلوج ہو کر رہ جاتا تھا۔ حالانکہ بیزاری کے اس دور کا واحد علاج گہری اور طویل نیند تھی۔ اس نیند کے بعد جب میں جاگتا تھا تو بدلی ہوئی دنیا مجھے اتنی بری نہیں لگتی تھی۔

لیکن ایسے اوقات بھی آئے جب میرا دل سونے کو بھی نہیں چاہتا تھا۔ میں سمجھ نہیں سکتا تھا کہ میں کیا چاہتا ہوں اور پروفیسر ایسے وقت میں نے اپنے سوچنے میں کچھ تبدیلیاں پائی تھیں۔ میں ان اوقات میں خود اپنے بارے میں سوچتا تھا۔ میں سوچتا تھا کہ میں کیا ہوں؟ کیوں ہوں اور اس زمین پر تنہا کیوں ہوں؟ میرے جیسے دوسرے کیوں نہیں ہیں؟ مجھے کس لئے تخلیق کیا گیا ہے؟ وہ کون سی قوت ہے، جس نے ستاروں کو مستقبل کی پیش گوئی کرنے کی قوت دی ہے۔ وہ کیوں چمکتے ہیں؟ تیز ہواؤں میں زمین کیوں نہیں اڑ جاتی؟ آسمان یکساں رنگ میں کیوں نظر نہیں آتا۔ مجھ سے بے انتہا کمزور پرندے فضاؤں میں کیسے پرواز کرتے ہیں اور میں جو لافانی ہوں، میں جو صدیوں سے زندہ ہوں ان کی طرح قوت پرواز کیوں نہیں حاصل کر پاتا۔ اس طرح کیا وہ پرندے مجھ سے افضل نہیں ہیں۔ وہ فانی ہیں لیکن ان قوتوں کے حامل جو مجھ میں نہیں ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ قوتیں کہیں سے بخشی جاتی ہیں۔ کوئی مادی قوت اس سارے کارخانے کی نگران ہے اور میری نگاہیں اس قوت کو تلاش کرنے لگی تھیں لیکن......''

''ایک منٹ۔'' پروفیسر نے درمیان میں دخل دیا اور وہ چونک کر خاموش ہو گیا۔

''کہو پروفیسر۔''

''تم درمیان میں کہہ چکے ہو کہ تمہارا کوئی مذہب نہیں ہے۔''

''ہاں۔ میں کہہ چکا ہوں پروفیسر۔''

''تمہارے ان خیالات نے بھی کبھی تمہیں تحقیق کی طرف متوجہ نہیں کیا؟'' ☆

''یہ بات نہیں ہے پروفیسر، میں ابتدا سے ایک بات کا اظہار کرتا چلا آیا ہوں۔ شاید تم نے غور نہیں کیا۔ میں نے مذہب کی حیثیت کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ میں نے ان لوگوں کا احترام کیا جو کمزور انسان کے لئے راہوں کا تعین کرنے چلے آئے ہیں جو اس بڑی قوت کا احساس دلاتے ہیں جو طاقت بخشتی ہے۔ اس لافانی قوت کا اعتراف تو روئے زمین کے ایک ایک ذرے سے ہوتا ہے۔ میں نے اس قوت کے وجود کو ہمیشہ تسلیم کیا ہے لیکن خدا کو کسی فرقے یا مذہب میں ضم کرنے کی کوشش نہیں کی۔ مذاہب کی بنیادی باتوں کو میں دل سے تسلیم کرتا چلا آیا ہوں۔ لیکن خود کسی فرقے یا مذہب کی چھاپ نہیں لگائی کیونکہ جو بنیادی باتیں ہیں ان کو میں بھی مانتا ہوں۔ اس کے علاوہ مجھ جیسے انسان اگر تم مجھے انسان تسلیم کرو، اور کوئی ضرورت محسوس ہی نہیں ہوتی۔''

''بہت خوب۔ لیکن جتنے واضح الفاظ میں تم نے اس وقت اور اس برتر قوت کا اعتراف کیا ہے، پہلے کبھی نہیں کیا۔''

''تمہاری بھول یا عدم توجہی ہے پروفیسر۔ حالانکہ میں تو فنا اور بقا دینے والی اس قوت کا تذکرہ جگہ جگہ کرتا آیا ہوں جو مجھ پر بھی قادر رہی

ہے۔ اتنی بھرپور قوتوں کا مالک ہونے کے باوجود بعض اوقات میں کتنا بے بس ہو جاتا ہوں۔ میرا خیال ہے میں نے اس بات کو کبھی نہیں چھپایا۔ میں نے ہمیشہ چمکنے والے ستاروں کا ذکر کیا ہے۔ وقت پر نکل آنیوالے چاند پر میں نے کبھی دسترس حاصل نہیں کی اور اسے چھپانے کی قوت کا کبھی اظہار نہیں کیا۔ سیاہ بادلوں کے ٹکڑوں کو قوت حاصل ہے حالانکہ وہ بذات خود بے جان ہیں۔ وہ ہواؤں کے تابع ہیں اور ہوائیں کہیں اور سے آتی ہیں اور میں نے سورج کی تپش کو بھی کبھی روکنے کا دعویٰ نہیں کیا جبکہ بعض اوقات چمک وار دن مجھے ناگوار گزرتے ہیں۔ تو پروفیسر، لامحدود ہونے کے باوجود میں نے ہمیشہ اپنے محدود ہونے کا تذکرہ کیا ہے کیونکہ لامحدود وہ قوت ہے جو کائنات پر قادر ہے۔''

''بہت خوب۔'' پروفیسر نے اس کے خاموش ہونے کے بعد کہا۔ ''میں تو تمہارے بارے میں کچھ برے خیالات بھی رکھتا تھا۔''

''کیسے خیالات پروفیسر؟'' اس نے دلچسپی سے پوچھا۔

''تم میرے الفاظ کا برا تو نہیں مانو گے؟'' پروفیسر خاور نے پوچھا۔

''نہیں۔''

''ہماری تاریخ میں بہت سی ایسی ہستیاں گزری ہیں جنہیں کسی بھی طور عام انسانوں پر تھوڑی سی برتری اور قوت حاصل تھی۔ وہ اس وقت سے بہک گئیں اور انہوں نے خود کو لافانی کہنا شروع کر دیا یا بہ الفاظ دیگر خدائی کا دعویٰ کر دیا۔''

''خوب۔ پھر ان کا انجام کیا ہوا؟''

''ذلت، تباہی اور ایسی موت جس سے دوسروں کو عبرت حاصل ہوئی۔''

''کائنات کی کہانی ازل سے یکساں ہے۔ ہر دور میں، ہر صدی میں انسان غلط فہمیوں کا شکار رہا ہے۔ یہ کمزور بلبلہ تھوڑی سی قوت حاصل کرنے کے بعد خدا کو فراموش کر دیتا ہے۔ اپنی فنا کو بھول جاتا ہے اور ایسے میں فضول باتیں کرنے لگتا ہے لیکن دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ اسے ان غلط فہمیوں کی کیا قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔''

''بے شک۔ تو میں یہی سوال تم سے کرنے والا تھا۔'' پروفیسر نے کہا۔

''کیا۔'' اس نے پوچھا۔

''تم تو ان تمام انسانوں سے برتر قوت کے مالک ہو۔ تم تو صدیوں سے فنا نہیں ہوئے اور اس طرح تم عام انسانوں سے مختلف ہوئے۔ بعض اوقات تمہارے الفاظ سے ایسی خودسری جھلکتی ہے جیسے تم اپنی اس لافانی قوت کو اختتام سمجھتے ہو۔''

''نہیں پروفیسر۔ بے شک میں نے اپنی داستان میں اپنی حیثیت کی انفرادیت کا اظہار کیا ہے لیکن میں نے یہ نہیں کہا کہ ہوائیں میرے تابع تھیں اور نہ یہ کہ ستارے میرے اشارے پر جنبش کرتے تھے۔ اس کے علاوہ میں نے کچھ ایسی الجھنوں کا ذکر کیا ہے جن پر میں قابو نہیں پا سکا۔''

''ہاں یہ بھی حقیقت ہے۔'' پروفیسر نے اعتراف کیا۔

''یہ اپنی قوت کے محدود ہونے کا اعتراف تھا۔''

''خوب۔ تب تو یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ تم نے کبھی خود کو کوئی عظیم قوت کہلوانے کی کوشش نہیں کی ہو گی۔''

''نہیں پروفیسر۔ صدیوں کا تجربہ بھی اگر مجھے اسی قدر احمق رہنے دیتا تو پھر..... میں خود کو مضحکہ خیز ہی سمجھتا۔''

''میں تمہاری اس گفتگو سے بہت متاثر ہوا ہوں لیکن تم نے اپنے بارے میں کوئی فیصلہ کیا تو ہو گا کہ آخر تم کیا ہو؟ کیا تم نے دنیا کی نمود و نما کی روشنی میں خود کو نہیں جانچا؟ میرے خیال میں تم جو صدیوں کے محقق رہے ہو تم نے خود کو نظر انداز نہیں کیا ہو گا۔''

''ظاہر ہے پروفیسر۔''

''اوہ تو کیا فیصلہ کیا؟'' پروفیسر نے دلچسپی سے پوچھا۔ پروفیسر کا یہ سوال لڑکیوں کے لئے بھی کافی دلکش تھا چنانچہ وہ بھی پوری طرح متوجہ ہو گئیں۔

''نہیں پروفیسر۔ ابھی میں اس کا اعلان نہیں کر سکتا۔'' اس نے جواب دیا۔

''وہ کیوں؟'' پروفیسر نے مایوسی سے پوچھا۔

''صدیوں کی کتاب ابھی تمہارے دور تک آئی ہے پروفیسر اور یہ دور تمہارا اختتام ہو گا، میرا نہیں۔ مجھے تو ابھی اور آگے جانا ہے اور اس کتاب کی ترتیب میں، میں نے کوئی بے ایمانی نہیں کی ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ امانت ہے۔ اپنی شخصیت کے بارے میں، میں آخر میں لکھوں گا۔ اس وقت جب میں اس کتاب کا آخری صفحہ مکمل کروں گا۔''

پروفیسر خاموش ہو گیا تھا۔ کافی دیر تک یہ عجیب سی خاموشی طاری رہی۔ پروفیسر خاور نے ہی ایک طویل سانس لے کر کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ میں تمہارے اصولوں میں مداخلت کے لئے معذرت خواہ ہوں۔ بہر حال اس کے بعد تمہاری کہانی کون سے دور میں داخل ہوئی؟''

''ہاں۔'' وہ مسکرایا۔ ''ادوار کے عکس میرے ذہن کے لاتعداد خانوں میں اس طرح محفوظ ہیں کہ ذرا سا چھیڑنے پر آنکھوں کے سامنے تصویریں بکھر جاتی ہیں۔ اور۔ ایٹلا کی سلطنت سے رخصت ہونے کے بعد میں اپنے طاقتور گھوڑے پر بیٹھ کر کسی نامعلوم منزل کی تلاش میں سرگرداں ہو گیا۔ ذہن میں کوئی خیال نہیں تھا۔ کوئی تعین نہیں تھا کہ آئندہ کہاں جاؤں گا؟ کیا کروں گا؟ بس سورج نکلتے، چاند نکلتے۔ کبھی چاندنی پھیلتی، کبھی دھوپ پھیل جاتی۔ خوراک میرے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ ملتی نہ ملتی لیکن اپنے فانی ساتھی کا مجھے خیال تھا اور جب مجھے احساس ہوتا کہ آئندہ کسی ایسے صحرا سے گزرنا ہے جہاں گھاس اور پانی نہ مل سکے گا تو میں اس جگہ سے ان اشیاء کا ذخیرہ کر لیتا جہاں یہ آسانی سے دستیاب ہو جاتی تھیں۔ میرا وفادار گھوڑا میرا ساتھی تھا۔

وقت کا میں نے کوئی تعین نہیں کیا تھا اور زمین کی وسعت محدود نہیں تھی۔ آبادیاں نظر آتی تھیں لیکن پرکشش نہ ہوتیں اور مجھے اپنی طرف متوجہ نہ کر پاتیں چنانچہ میں آگے بڑھتا گیا اور پھر اتنا طویل عرصہ گزر گیا کہ میرا گھوڑا مجھ سے دور ہو گیا۔ اس پر عمر کی تہیں چڑھ گئی تھیں۔ وہ بوڑھا ہو گیا تھا اور مجھے محسوس ہونے لگا تھا کہ اب وہ میرا ساتھ نہیں دے سکے گا چنانچہ میں نے اس کے اوپر سواری کرنا چھوڑ دی۔ ہاں اس کی لگام اب بھی میرے ہاتھوں میں ہی ہوتی تھی۔ اس رفیق کو میں راستے میں نہیں چھوڑ سکتا تھا لیکن بعد ایک رات کے وہ چٹان کے سائے میں بیٹھ گیا۔ پھر لیٹ گیا اور پھر نہ اٹھا۔ اس نے دم توڑ دیا تھا۔

اور پروفیسر میں تو صدیوں سے اس کا عادی تھا۔ انسان ملتے تھے، ساتھ رہتے تھے، زندگی بھر کی رفاقتوں کے وعدے کرتے تھے۔ اپنا عہد پورا کرتے تھے اور پھر جدا ہو جاتے تھے اور میں اس کا عادی تھا چنانچہ میں نے اپنے رفیق کی لاش چٹان کے سائے میں کھسکا دی اور چمکدار سورج کے ساتھ سفر کرنے لگا۔

دور دور تک صحرا بکھرا ہوا تھا۔ چٹانیں جن کے درمیان بدنما جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں اور ان جھاڑیوں میں سانپ اور مختلف حشرات الارض بھاگتے دوڑتے پھر رہے تھے۔ کہیں کہیں اژدھے بھی نظر آ جاتے تھے جن کی سانسوں کی آواز جنگل کی خاموش فضا میں پراسرار تحریک پیدا کر دیتی تھی۔ ان کے ترتیب سے سرکتے بدن زندگی کے وجود کا احساس دلاتے تھے۔ میں رک کر انہیں دیکھتا اور آگے بڑھ جاتا۔ اس خطے کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں تھا۔ اب تو عرصے سے کوئی آبادی بھی نظر نہیں آئی تھی...... کہ میں اس علاقے کے بارے میں کوئی معلومات حاصل کر سکتا۔ بہرحال میں چلتا گیا۔ شام ہوئی تو میں نے یہ وسیع و عریض چٹانی میدان عبور کر لیا تھا اور اب اس کے آخری سرے پر تھا جہاں سے تھوڑے فاصلے پر جنگلات نظر آ رہے تھے۔

لیکن پھر کچھ آوازیں سن کر میں چونک پڑا۔ یہ آوازیں ایک چھوٹے سے پہاڑی ٹیلے کے دامن سے آ رہی تھیں۔ کوئی ساز بجا رہا تھا جس کی آواز بے حد پراثر تھی۔

آبادی، میرے ذہن نے نعرہ لگایا۔ لیکن میں بے اختیار اس طرف نہیں دوڑا بلکہ اطمینان سے آگے بڑھتا رہا اور پھر ایک ایسی جگہ رک گیا جہاں سے میں اس پہاڑی کے دامن میں دیکھ سکتا تھا۔ تب مجھے کچھ لوگ نظر آئے۔

گو شام ہو چکی تھی اور دھندلاہٹ پھیلتی جا رہی تھی لیکن پھر بھی میں نے ان لوگوں کو دیکھ لیا جن کی تعداد دس بارہ سے زیادہ نہ ہوگی۔ دبلے پتلے جسموں والے بے حد غریب لوگ تھے جنہوں نے میلے کچیلے موٹے لباس پہن رکھے تھے۔ ان کے سر گھٹے ہوئے تھے۔ ہاتھوں میں عجیب سے اوزار تھے جنہیں وہ بجا رہے تھے اور ان کے منہ سے کچھ آوازیں بھی نکل رہی تھیں جو صاف یہاں تک نہیں پہنچ رہی تھیں۔ انہوں نے اپنے درمیان آگ روشن کی ہوئی تھی اور اس آگ میں کوئی چیز بھی ڈالتے جاتے تھے جن سے دھواں بلند ہوتا اور دور تک خوشبو پھیل جاتی۔

'پوجا' میں نے سوچا۔ بہرحال کوئی آبادی قریب تھی اور یہ لوگ اس خطے کے باشندے تھے۔ اب اور کچھ وقت انسانوں میں گزار لیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ طویل عرصہ تک صحرا گردی رہی ہے میں نے سوچا۔

لیکن اس سے قبل کہ میں ان کی طرف بڑھتا۔ میں نے انہیں واپس پلٹتے دیکھا۔ وہ شاید پوجا کر کے واپس لوٹ رہے تھے۔ میں رک گیا۔ اب یہ جا رہے ہیں تو انہیں جانے دیا جائے۔ سمت معلوم ہو گئی ہے۔ بعد میں ان تک پہنچا جا سکتا ہے۔ طویل عرصہ کے بعد آج پھر دل میں کچھ کھانے کی خواہش جاگی تھی۔ چنانچہ میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی جنگلی جانور اب بھی نظر آ رہے تھے۔ میں نے ایک بڑے خرگوش کو تاکا اور زمین سے ایک پتھر اٹھا لیا جو اس خرگوش کے لئے کافی تھا اور پھر پتھر نے خرگوش کے پرخچے اڑا دیئے۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے اٹھا لیا۔ کافی وزنی خرگوش تھا۔ خوب پر گوشت۔ میں اسے لے کر چل پڑا۔ میرے دوستوں نے میری مدد کے لئے آگ روشن کر دی تھی۔ گو اس سے خوشبوئیں اب بھی اٹھ رہی

تھیں۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا تھا۔

چنانچہ میں نے آگ کی جانب رخ کیا اور پھر نزدیک پہنچ کر خرگوش کی کھال کھینچ لی۔ اس کے اندرونی بیکار اعضا نکال پھینکے تھوڑے سے کوئلے الاؤ سے علیحدہ کر کے خرگوش کا گوشت بھوننے لگا۔ پوجا کرنے والے کچھ پھل اور ایک بڑا سا آب خورہ آگ کے نزدیک رکھ گئے تھے جس میں پانی بھرا ہوا تھا۔ میں نے آسودہ نگاہوں سے ان چیزوں کو دیکھا۔

گوشت سینکنے کی بو دوسری تمام خوشبوؤں پر حاوی ہوگئی اور میں چاروں طرف دیکھنے لگے۔ تب اچانک ہی میری نگاہ غار کے اس دہانے پر پڑی جو چتے کی شکل میں تھا اور زیادہ چوڑا نہیں تھا۔ یعنی اتنا نہیں تھا کہ آدمی اس سے آسانی سے گزر جائے۔ ہاں لیٹ کر کوئی بھی اندر رینگ سکتا تھا۔ گویا یہاں ان لوگوں کی آمد کا مقصد کوئی خاص ہی تھا۔ بہرحال کھانے پینے کے بعد دیکھا جائے گا۔ میں نے سوچا۔ گوشت بھن گیا تو میں نے خرگوش کو دانتوں سے اکھیڑنا شروع کر دیا۔ بے حد لذیز اور خستہ گوشت تھا۔

پھر خرگوش ہضم کرنے کے بعد میں نے آب خورے کا ٹھنڈا اور شیریں پانی پیا پھر کچھ پھل کھائے اور کافی فرحت محسوس کی۔ تاریکی پوری طرح پھیل گئی تھی۔ اس لئے میں نے غار میں اس وقت داخل ہونے کا ارادہ ملتوی کر دیا اور پھر اسی جگہ لیٹ کر سو گیا۔

دوسری صبح سورج کی کرنوں نے پپوٹوں میں گدگدی کر کے جگایا گرم سورج چمکنے لگا تھا اور موسم کی تپش سورج کے نکلنے کا احساس دلانے لگی۔ میں ایک گہری سانس لے کر اٹھ گیا۔ قرب و جوار کے ماحول کو دیکھا اور پھر میری توجہ غار کے سائے کی جانب مبذول ہوگئی۔ اور کوئی کام تو تھا نہیں۔ میں نے سوچا کہ غار کو اندر سے دیکھ لوں۔ چنانچہ میں غار کے سائے کے قریب پہنچ گیا اور پھر میں لیٹ کر اس غار میں رینگ گیا۔ موٹی سل کے نیچے پہنچ کر میں نے پہلے گردن اندر ڈالی اور پھر حیران رہ گیا۔ غار کا دہانہ بہت چھوٹا تھا لیکن اندر سے وہ بہت کشادہ تھا۔ صاف ستھرا چکنی دیواروں والا غار جیسے اسے انسانی ہاتھوں نے تراشا ہو۔

چند ساعت کے بعد میں سیدھا کھڑا ہوگیا۔ اندر ایک پراسرار منظر تھا۔ عجیب سی خوشبو پورے غار میں بکھری ہوئی تھی۔ دن ہونے کی وجہ سے روشنی بھی چند رخنوں سے اندر آ رہی تھی۔ جس کی وجہ سے غار کا پورا ماحول اجاگر ہوگیا تھا۔ جو کچھ میں نے دیکھا، اس کی تفصیل یوں ہے۔ غار میں دیواروں میں بخور دان لگے ہوئے تھے جن سے خوشبو اٹھ رہی تھی۔ دھوئیں کی باریک لکیریں فضا میں منتشر ہو رہی تھیں اور انہی کی بو پورے غار میں پھیلی ہوئی تھی۔ غار کے آخری سرے پر پتھر کی ایک لمبی سل پڑی تھی۔ جن پر چند رنگین کپڑے نظر آ رہے تھے اور ان کپڑوں کے اندر کوئی انسانی جسم موجود تھا۔ شاید کسی متبرک ہستی کی لاش جو مقامی لوگوں کے لئے قابل احترام ہو۔ لاش کے سرہانے کچھ ناقابل فہم چیزیں رکھی ہوئی تھیں۔ یہ تھی اس غار کی کل کائنات۔

تجسس اور دلچسپی بڑھ گئی تھی۔ چنانچہ میں غار کے اندر رکھی ہوئی لاش کے بالکل نزدیک پہنچ گیا اور ایک بار پھر مجھے حیرت کا سامنا کرنا پڑا۔ لاش کے پورے بدن میں جگہ جگہ لمبی نوک والے خنجر پیوست تھے۔ یہ خنجر لکڑی کے خوبصورت دستوں والے تھے۔ جہاں وہ پیوست ہوئے تھے، وہاں سے خون بھی نکلا تھا لیکن یہ خون جم کر سیاہ ہوگیا تھا۔ جس کا مطلب تھا کہ اس کو طویل عرصہ گزر گیا ہے۔۔ گویا یہ جو کوئی بھی ہے اسے قتل کیا گیا

ہے۔اب میں نے لاش کا چہرہ دیکھا اور بالوں سے بے نیاز سر بھی گھٹا ہوا تھا۔آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر ایسا سکون تھا جیسے اسے ان خنجروں سے کوئی اذیت نہ ہوئی ہو۔حالانکہ قتل ہونے والے کے چہرے پر اذیت کے آثار ہونے چاہیے تھے۔اس کے علاوہ جو چیز حیران کن تھی وہ یہ تھی کہ لاش کی شکل نہیں بگڑی تھی۔اس کے گوشت سے تعفن بھی نہیں اٹھ رہا تھا۔حالانکہ خون کی کیفیت بتاتی تھی کہ اسے مرے ہوئے طویل عرصہ گزر چکا ہے۔

پھر اس کے نزدیک رکھے سامان کی طرف متوجہ ہو گیا۔سوکھے چمڑے کی بوتلیں تھیں جن میں سیال بھرا ہوا تھا۔میلا اور گدلے رنگ کا سیال،ایک چوکور سی چیز رکھی ہوئی تھی اور ان چیزوں کے ساتھ جو ایک چیز رکھی تھی۔وہ میرے لئے سب سے زیادہ دلچسپ تھی۔یہ ایک رول تھا۔جو کسی جھلی کا بنا ہوا تھا۔ایسے رول اکثر تحریروں کے لئے استعمال کیے جاتے ہیں۔

میں نے آگے بڑھ کر اسے کھول لیا۔ایک اجنبی زبان کی تحریر تھی۔میں اسے سمجھنے کی کوشش کرنے لگا اور صدیوں کے تجربے نے اس کا مفہوم واضح کر دیا۔تحریر سطر بہ سطر اس طرح لکھی ہوئی تھی۔

''عرصہ۔کرانوا کی تیسری آتشزنی کا ہزارواں.....

نام۔امبھا کر وسا۔

پوسا کا آخری پجاری کہ اس کے بعد پوسالاوے میں بہہ گیا.....

خیال: خود کو عظیم قوتوں کے نام کر دو اور نجات حاصل کرو۔''

پھر ایک اور تحریر تھی۔

''اے مجھے دیکھنے والے۔میں نے خود کو اشلوک کے حصار میں دیا اور ننگ سے اس غار کا دہانہ ان کے لئے جو وقت سے پہلے یہاں آئیں گے اور جب تو اندر آئے گا تو سمجھ کہ جاگنے کا وقت ہے۔سو میرے بدن کے سارے خنجر کھینچ لے اور میرے زخموں پر وہ ڈال دے جو میرے سرہانے بوتلوں میں بند ہے۔پھر جو بچے اس کو میرے حلق میں انڈیل دے تب میں جاگ جاؤں گا اور موت کی وادیوں میں جو کچھ دیکھا وہ میری آنکھوں میں محفوظ ہوگا۔لمحوں میں وہ جان لوں گا جو نہ جانتے ہوں گے دوسرے۔

امبھا کر وسا۔''

''سو پروفیسر۔یہ تو کچھ میری ہی نسل سے تھا۔تمہارا کیا خیال ہے۔''

''ہاں۔لیکن تم نے کوئی تحریر نہیں چھوڑی تھی۔'' خاور مسکرایا۔

''اس کی وجہ تھی۔''

''کیا؟'' پروفیسر خاور نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''اس نے اپنا کام ادھورا چھوڑا تھا۔وہ دوسروں کی مدد کا محتاج تھا جبکہ میں ہر طرح خود کفیل تھا۔میں ایک مخصوص وقت پر خود جاگ سکتا تھا۔اس کے علاوہ اس نے اپنی پہلی اور آخری کوشش کی تھی۔اس نے جو تجربہ کیا تھا۔اس کی نوعیت مختلف تھی۔''

''وہ کیا؟''

''ایک مخصوص طریقے سے اس نے خود کو قتل کر لیا تھا۔ لیکن اس کی مصنوعی موت کی ایک میعاد تھی اور اس کے بعد جو بھی اسے زندگی ملتی صرف ان لمحات کے لئے جو اس کی زندگی میں باقی رہ گئے تھے۔ جبکہ میری کیفیت دوسری تھی۔''

''کیا یہ تجربہ عام ہے؟'' پروفیسر نے پوچھا۔

''ہاں۔ اسے ایک مجاہدے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اتنا عام بھی نہیں کہ ہر شخص کر سکے۔''

''تبھی۔'' خاور نے کہا اور پھر خاموش ہو کر اس کے آگے بولنے کا انتظار کرنے لگا۔

''تو پروفیسر۔ میں نے اس شخص کی تحریر پڑھی جس کا نام اسہا کر دسا تھا اور پھر یہ تو ناممکن تھا کہ میں اس کے کہنے کے مطابق نہ کرتا۔ اس کی یہ خواہش پوری نہ کرتا۔ چنانچہ پہلے میں نے اس کے بدن کے سارے خنجر کھینچ لئے جو نیچے سے خون آلود تھے گویا اس کے بدن میں نیچے خون متحرک اور پتلا تھا۔ میں نے سارے خنجر کھینچ لئے اور پھر چمڑے کی بوتلیں کھول کر ان کا سیال اس کے زخموں پر انڈیل دیا۔ سارے کام میں نے اس کے کہنے کے مطابق کئے تھے۔

تب میں نے دیکھا کہ اس کے زخم حیرت انگیز طور پر مندمل ہونے لگے تھے۔ اس کام میں گو خاصا وقت لگا لیکن اس وقت جب تک سورج نہیں ڈوبا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ خون کی مانند سرخ آنکھیں۔ جنہیں اس نے کھولتے ہی بند کر لیا اور پھر دیر تک بند کئے رہا۔ ابھی اس کے حواس واپس نہیں آئے تھے۔

لیکن اس میں زیادہ دیر نہیں لگی اس نے پھر آنکھیں کھول دیں اور پھر انہیں بار بار کھولنے اور بند کرنے لگا۔ تب میں نے اس کے نیچے رکھے ہوئے کپڑوں میں سے ایک ٹکڑا حاصل کیا اور اسے اسی سیال میں بھگو کر اس کی آنکھوں پر رکھ دیا۔

اسہا کر دسا کو اس سے شدید فرحت محسوس ہوئی تھی۔ اس نے جنبش نہیں کی اور اسی طرح خاموش پڑا رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں نے اس کی آنکھوں سے کپڑا ہٹا لیا اور پھر اس کے بالکل سامنے آ گیا۔ اس کی آنکھوں کی پتلیاں ٹھٹک سی رہی تھی۔ وہ انہیں ہلانا تک بھول گیا تھا۔ ہاں پروفیسر اس کی کیفیت اس نوزائیدہ بچے کی سی تھی جو کچھ نہیں جانتا۔ شاید اسے امید نہیں تھی کہ اس کے جاگنے کے بعد اس کی حالت کیا ہوگی۔

لیکن اس وقت وہ بالکل بے بس تھا۔ میں نے اس کی حالت دیکھی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ یہ شخص اپنی حالت میں واپس نہیں آ سکتا تھا اگر اسے ایک مخصوص انداز میں بیدار نہ کیا جاتا اور یہ طریقہ میں جانتا تھا۔

چنانچہ میں نے اس کے سینے پر زوردار گھونسہ رسید کیا اور اس کے چہرے پر تکلیف کی آثار نمودار ہو گئے۔ گویا اس کے اندر احساس جاگا تھا۔ پھر میں نے اسے اٹھا کر دور پھینک دیا۔ اسے شدید چوٹ لگی تھی۔ لیکن گرتے ہوئے اس نے خود کو سنبھالنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں پھر اس کے قریب پہنچ گیا اور میں نے پھر اسے اٹھا کر پھینک دیا۔

اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس بار اس نے خود کو سنبھالنے کے لئے دونوں ہاتھوں کا سہارا لیا تھا۔ میں تیسری بار اس کے

نزدیک پہنچا اور اس کی آنکھوں میں خوف کے آثار ابھر آئے میں نے اٹھایا۔

''اس بار تمہیں پوری طاقت سے زمین پر دے ماروں گا۔'' میں نے خوفناک انداز میں کہا اور اس نے گردن ہلائی۔ پھر اس کے منہ سے نحیف سی آواز نکلی۔

''نہیں۔نہیں رک جاؤ۔''

''ہرگز نہیں۔ میں تمہیں مار ڈالوں گا۔'' میں نے اسے پھر ایک طرف پھینک دیا۔

''رک جاؤ۔ رک جاؤ۔ آہ رک جاؤ۔'' اس نے کہا اور میں نے اسے سہارا دینے کے لئے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

اس نے سہمے ہوئے انداز میں ہاتھ آگے بڑھایا۔ تب میں نے اسے اٹھا کر کھڑا کر لیا اور وہ کھڑے ہو کر جھولنے لگا۔ ابھی اس کے جسم میں خون رواں نہیں ہوا تھا۔ تب میں اسے سہارا دے کر غار میں چلانے پھرانے لگا۔

اور تھوڑی دیر کے بعد وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔ اس نے برسوں کے مراحل لمحات میں طے کر لئے تھے اور یہ میری کوشش تھی پھر اس کے حواس پوری طرح بحال ہو گئے۔

''امبھا کر وسا۔ کیا تم خود کو جانتے ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔ ہاں میں امبھا کر وسا ہوں۔''

''اب تم ٹھیک ہو۔ انتظار کرو۔ میں تمہارے لئے پھل وغیرہ لے کر آتا ہوں۔'' میں نے کہا اور پھر میں اس غار سے رینگ کر باہر نکل آیا۔ باہر پھل موجود تھے۔ میں نے اس میں سے تھوڑے سے کھا لئے تھے۔ بچے ہوئے پھل لے کر میں سیدھا اندر آ گیا۔

امبھا کر وسا زمین پر بیٹھا کراہ رہا تھا۔ میرے پٹخنے سے اس کے بدن میں کافی چوٹیں آئی تھیں۔ میں نے اسے پھل دیے۔ جنہیں اس نے تھوڑی دیر میں چٹ کر لیا اور پھر شاید اس کے بدن میں کچھ توانائی آئی وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''مجھے بھوک لگ رہی ہے۔'' اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''اوہ۔ ہاں ان پھلوں سے تمہارا کوئی بھلا نہیں ہوا ہوگا۔ لیکن میرے دوست ان کے علاوہ یہاں کچھ اور تھا بھی نہیں۔''

''لیکن میں بھوکا ہوں۔'' وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

''تب آؤ۔ باہر آؤ۔'' میں نے کہا اور وہ میرے ساتھ چل پڑا۔ وہ بھی رینگ کر باہر آیا اور متحیرانہ نگاہوں سے اس ماحول کو دیکھنے لگا۔

''آہ۔ یہ سب کچھ بدل گیا۔ یہ سب کچھ کتنا بدل گیا۔'' اس کے منہ سے آواز نکلی۔

''تمہاری بھوک کے لئے میں کیا بندوبست کروں؟''

''ان درختوں میں اور کچھ نہیں ملے گا۔ میں سخت بھوکا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ اگر مجھے کچھ کھانے کو نہ ملا تو حواس کھو بیٹھوں گا۔''

''ہوں۔'' میں نے گہری سانس لی۔ اب شکار کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ اتفاق سے ایک جنگلی بکری دوڑتی نظر آ گئی اور میں اس کے

پیچھے دوڑنے لگا۔ میں نے بکری کو پکڑ لیا۔ کافی طاقت ور تھی اور خوب اچھل کود کر رہی تھی۔ میں نے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑ کر چیر دیں۔ سینگ توڑے اور پھر اس کی کھال اتارنے لگا۔ جو گوشت میں پھنستی ہوئی اتر گئی۔ اور پھر میں اس کا پیٹ صاف کیا اور اسے آگ میں ڈال دیا۔ امبھا کروسا زمین پر لیٹ گیا تھا۔ اس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔

بکری بھن گئی تو میں اسے لے کر اس کے قریب پہنچ گیا۔ ''امبھا کروسا۔'' میں نے اسے آواز دی۔

''ہاں۔'' وہ نیم مردہ لہجے میں بولا۔

''اٹھو یہ کھا لو۔'' میں نے کہا اور وہ کھانے کے نام کے ساتھ ہی اٹھ گیا۔ اس نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ کھانے والی چیز کیا ہے۔ پھر اس نے کھانا شروع کر دیا اور جس انداز میں وہ کھا رہا تھا اسے دیکھ کر میں حیران تھا۔ درمیانے بدن کے انسان کے لئے ایک وزنی بکری کم نہیں ہوتی۔ امبھا کروسا پوری بکری ہضم کر گیا اور اس کے چہرے پر لالی آنے لگی۔ پھر وہ ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

لیکن دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ اس نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ دیکھتا رہا پھر بولا۔ ''تم۔ تم۔ کون ہو؟''

''خوب۔ اس کا مطلب ہے کہ اب تم مکمل حواس میں ہو۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''لیکن تم کون ہو؟''

''ایک مسافر۔''

''کہاں سے تعلق رکھتے ہو؟''

''اسی زمین سے۔''

''وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن زمین کے کون سے خطے سے؟''

''خطوں کی تفریق انسانوں نے کر رکھی ہے۔ میں صرف اپنا تعلق زمین سے سمجھتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور امبھا غور سے مجھے دیکھنے لگا۔

''کم از کم ان علاقوں کے تو معلوم نہیں ہوتے۔''

''ہاں۔ اس علاقے کا نہیں ہوں۔''

''پھر کہاں سے آئے ہو؟''

''کہا نا کہ ایک مسافر ہوں۔ بے منزل مسافر۔ جو بھٹکتا ہوا دور نکل آیا ہے۔''

''لاؤناڈ قبیلے کے بارے میں جانتے ہو۔''

''نہیں۔''

''نہ جانے ان کا وجود ہے یا مٹ گیا۔'' وہ جیسے خود سے بولا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ چند ساعت خیالات میں ڈوبا رہا پھر وہ چونک پڑا۔ ''لیکن تم۔ تم اس غار تک کیسے پہنچ گئے۔ تمہیں میرے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟ آہ کیا تم ہی وہ ہو جس نے مجھے

دوبارہ زندگی میں داخل کیا ہے۔''

''ہاں امھا کروسا۔ میں نے تمہاری وہ تحریر پڑھی تھی۔''

''اوہ۔ تم میری توقع کے برخلاف ہو۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن کیا میرا قبیلہ ختم ہو گیا۔ میرے علم نے یہ تو نہیں کہا تھا۔''

''تم اپنے ذہن پر آہستہ آہستہ زور ڈالو۔ ایک دم ساری باتوں کے بارے میں جان لینا تمہارے حق میں بہتر نہ ہوگا۔''

''تم بہت ذہین معلوم ہوتے ہو مسافر۔ تمہارا نام کیا ہے؟''

''صدیوں کا بیٹا۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیا۔'' وہ تعجب سے بولا۔

''ہاں۔ میں نے تمہیں اپنا درست نام بتایا ہے۔''

''لیکن یہ نام تو نہ ہوا۔'' اس نے کہا۔

''اب جو کچھ بھی ہے۔''

''بہر حال مسافر۔ ابھی میرا ذہن پوری طرح جاگا نہیں ہے۔ لیکن۔ لیکن مجھے تو بھوک لگ رہی ہے۔''

''کیا؟'' میں نے حیرت سے آنکھیں پھاڑیں۔

''ہاں میں بھوکا ہوں''

''تم ایک پوری بکری چٹ کر گئے ہو امھا کروسا۔''

''کیا۔'' وہ اچھل پڑا۔

''بکری۔ بکری۔''

''تب۔ تو کیا۔ کیا میں نے گوشت کھایا تھا؟''

''تم گوشت نہیں کھاتے؟'' میں نے پوچھا لیکن امھا کروسا کے چہرے پر دکھ کے آثار نظر آرہے تھے۔ اس کے انداز سے لگ رہا تھا جیسے اسے سخت صدمہ ہوا ہو۔ اس اجنبی انسان کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی تھی۔''

''اور وہ گوشت بکری کا تھا۔'' بالآخر اس نے بھرائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''جی ہاں۔'' مجھے غصہ آنے لگا تھا۔

''وہ بکری کہاں سے آئی تھی؟''

''آسمان سے اتری تھی تمہارے لئے۔ امھا کروسا اب تم پاگلوں کی مانند گفتگو کر رہے ہو۔ بہتر ہے تم اپنے ذہن پر زور نہ ڈالو۔''

''تم نے اسے شکار کیا ہوگا۔'' وہ بدستور اسی لہجے میں بولا۔

''جی نہیں وہ خود ہی دوڑتی ہوئی میرے پاس آئی تھی اور اس نے مجھ سے درخواست کی تھی کہ اسے کاٹ کر بھون لیا جائے اور امبھا کروسا کے پیٹ میں پہنچا دیا جائے۔'' لیکن میرے ان الفاظ کا بھی اس نے نوٹس نہیں لیا اور گردن جھکالی۔ پھر میں نے اس بے وقوف انسان کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے دیکھے۔ وہ آہستہ آہستہ کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

''تو جانتا ہے، تو جانتا ہے۔ اس میں میرا قصور نہیں تھا۔ میں بھوک سے جان دے دیتا لیکن کسی دوسرے جاندار کو پیٹ کا ایندھن نہ بناتا۔ قصور میرا نہیں ہے۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ میں نے اب حیران ہونے کا ارادہ ملتوی کر دیا تھا چنانچہ میں خاموشی سے اسے روتے بلکتے دیکھتا رہا۔ پھر وہ خود ہی خاموش ہو گیا اور میری طرف دیکھنے لگا۔ مجھ پر جھنجلاہٹ سوار ہونے لگی تھی۔

''اگر تم رو چکے ہو تو میں جاؤں؟'' میں نے کہا۔

''کک۔ کہاں۔ کہاں جاؤ گے؟''

''زمین اس علاقے میں سمٹ کر نہیں رہ گئی ہے۔'' میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''نہیں۔ لیکن اگر ابھی نہ جاؤ تو کیا تمہارا کوئی نقصان ہو جائیگا؟''

''ہاں۔ میرا دماغ خراب ہو جائے گا اور اگر زیادہ خراب ہو گیا تو پھر میں تمہیں دوبارہ سلا دوں گا۔ کبھی نہ جاگنے کے لئے۔''

''اوہ۔'' امبھا کروسا نے مجھے تعجب سے دیکھا اور پھر اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھر آئی۔ عجیب گدھا انسان ہے، میں نے سوچا۔

''تمہارا مذہب کیا ہے نوجوان؟'' اس نے تھوڑی دیر کے بعد پوچھا۔

''بہتے ہوئے خون کا پجاری ہوں۔''

''کیا۔ کس کے پجاری؟'' وہ حیران ہو کر بولا۔

''بہتے ہوئے خون کا۔ میرے قبیلے کے لوگ صبح کی عبادت میں ہزاروں انسانوں اور جانوروں کو ذبح کر دیتے ہیں اور پھر ان کے خون سے جو ندی بہتی ہے ہم اس کی پوجا کرتے ہیں اور اپنی پیشانیوں پر اس خون کا تلک لگاتے ہیں۔'' میں نے جھلائے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ امبھا کروسا کا رنگ فق ہو گیا تھا۔ وہ بدحواس نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔

''تو تم نے بھی انسانوں کو قتل کیا ہوگا۔''

''بے شمار۔ مجھے شانوں سے گردنیں اتارنے میں بڑا لطف آتا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔ امبھا کروسا نے بدستور سر پکڑے رکھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ پھر اچھل پڑا اور مجھے دیکھنے لگا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلنے لگی تھی۔

''اوہ۔ تم نے جھنجلاہٹ میں یہ بات کہی ہے۔ تم مجھ سے الجھ رہے ہو، کیا واقعی تم مجھ سے الجھ رہے ہو۔''

''یہ بھی پوچھنے کی بات ہے۔''

''لیکن کیوں؟''

''تم جب سے پیدا ہوئے ہو تم نے کوئی عقل کی بات کی ہے۔''

''شاید نہیں۔ لیکن میں کیا کروں۔ میرے قبیلے کے لوگ مجھے اپنا سب سے بڑا روحانی معالج مانتے تھے۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

''تب تمہارے قبیلے کے لوگ تم سے زیادہ پاگل ہوں گے۔''

''شاید۔ شاید تم درست ہی کہتے ہو۔'' اس نے نرم لہجے میں کہا۔

''تمہاری دماغی حالت اب کیسی ہے۔ یہ بتاؤ۔''

''اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔''

''بھوک کی کیا کیفیت ہے؟''

''بھوک۔ تم نے اب ایسی چیز کھلا دی ہے کہ اب بھوک کا کوئی تصور نہیں رہا۔ لیکن نہ جانے کیوں اتنی بھوک لگتی تھی؟''

''لیکن تم تو بکری ہضم کرنے کے بعد بھی بھوکے تھے۔''

''اب بھی بھوکا ہوں لیکن یہ نفس ہے۔ روح پر غلاظت کی تہیں چڑھی ہوئی ہیں اور وہ جسم کے تابع ہونے کی کوشش کر رہی ہے لیکن اب میرے حواس بحال ہو گئے ہیں۔ اب مجھے کسی شے کی ضرورت نہیں رہی ہے۔''

''رو کیوں رہے تھے؟''

''اوہ۔ پیٹ کا دوزخ بھرنے کے لئے کسی جاندار کی ہلاکت ہمارے لئے سب سے قبیح فعل ہے۔ ہر ذی روح اپنا الگ مقام رکھتی ہے اور کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ دوسری زندگی کو اپنے مصرف میں لائے۔ یہی اس کی تعلیمات ہیں اور ان کی پیروی۔ لیکن میرا قصور تو نہیں ہے۔ میں نے تو۔''

''کس کی تعلیمات ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''وہ جس نے نجات کا راستہ دکھایا۔ وہ جو عظیم ہے۔ اور جس کی تعلیمات عالم میں پھیلتی جا رہی ہیں۔''

''لیکن وہ کون ہے۔ اس کا کوئی نام تو ہوگا؟''

''ہاں۔ کھری ریاست کا شہزادہ گوتم۔ کپل وستو کے راجہ شدھودن کا بیٹا، جس کا اصل نام سدھارتھ تھا۔ جس نے مہ تیاگ لیا اور اس کے بعد علم کی روشنی سے زمین جگمگا دی۔ یہ اس کی تعلیمات ہیں۔ لوگ اسے مہاتما بدھ کے نام سے جانتے ہیں۔''

''تم اس کے پیرو ہو؟''

''ہاں، میں اس کا غلام ہوں۔''

''تمہارے ہاں گوشت نہیں کھایا جاتا۔''

''نہیں۔ ہم اپنے نفس کو رام کرنے کے لئے کسی دوسرے جاندار کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ زمین پر رینگنے والی چیونٹی بھی جینے کا حق رکھتی ہے کیونکہ وہ خود بخود نہیں پیدا ہوتی۔''

''کیا کھاتے ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''بدن کا دوزخ بھرنے کے لئے، مجبوریاں ہوتی ہیں، جو بھی اچھی چیز مل جائے۔'' اس نے جواب دیا۔

''کیا نام ہے تمہارے قبیلے کا؟''

''اڈناؤ۔'' وہ گہری سانس لے کر بولا۔

کافی دیر وہ کھلی ہوا میں بیٹھا رہا۔ اس کی حالت اب خاصی درست ہوگئی تھی۔ وہ مجھے دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہا تھا اور میں بھی اس میں دلچسپی لے رہا تھا۔ میں اس کے بارے میں بہت کچھ جاننا چاہتا تھا کیونکہ...... میں نے اس میں ندرت پائی تھی۔ لیکن اب اس کے لئے تھوڑی دیر تک آرام کرنا بھی ضروری تھا چنانچہ میں نے اسے اس کا مشورہ دیا۔ ''اچھا کرو سا۔ اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟''

''ایں۔'' وہ کسی خیال سے چونک پڑا۔

''مجھے اجازت دو گے؟''

''تم کہاں جاؤ گے مسافر؟''

''مسافر سفر کرتا ہے جہاں بھی نکل جاؤں، منزل کا کوئی تعین نہیں ہے۔''

''لیکن میں ابھی تمہارے ساتھ رہنے کا خواہشمند ہوں۔ اگر تمہارے پاس...... وقت ہو تو کچھ عرصہ میرے ساتھ گزار دو۔ میں تمہارے بارے میں حیران بھی ہوں۔''

''کیوں؟''

''مجھے تھوڑا سا علم آتا ہے۔ جس وقت تم نے بتایا کہ تم خون کے پجاری ہو تو میں نے اپنے علم کو آواز دی اور تب مجھے پتہ چلا کہ تم میری حالت کی وجہ سے ایسی بات کہہ رہے تھے۔''

''یہ ٹھیک ہے۔ تمہارے رویئے سے مجھے غصہ آگیا تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''اس کے علاوہ تمہارے بارے میں مجھے کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔''

''تمہارا علم تمہیں بتا دے گا۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''میں ایک لمبے عرصے کے بعد جاگا ہوں۔ ابھی میری حالت ٹھیک نہیں ہے۔ مجھے تمہارے سہارے کی ضرورت ہے، کیا تم مجھے سہارا دو گے؟''

''ضرور۔ لیکن اس حالت میں کہ اگر تم حواس میں رہو۔ تمہاری بدحواسی مجھے گراں گزر رہی ہے۔'' میں نے صاف الفاظ میں کہا۔

''میں پوری کوشش کروں گا۔''

''تب ٹھیک ہے۔ کیا ہم واپس غار میں چلیں۔''

''چلو۔ میرے ذہن میں بے شمار الجھنیں ہیں، میں اکیلا پریشان ہو جاؤں گا۔ مجھے تمہارے سہارے کی سخت ضرورت ہے۔'' اس نے

کھوئے ہوئے انداز میں کا۔ میں اسے واپس غار میں لایا۔ وہ غار کی ساری چیزوں کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔ ''نہ جانے میرے قبیلے کا کیا حشر ہوا؟''

''کیا تم اپنے اندر کمزوری محسوس کر رہے ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''کوئی خاص نہیں۔ بس بھوک لگ رہی ہے۔''

''کیا تمہارا جسم اور خوراک قبول کر سکے گا۔'' میں نے پوچھا اور وہ کچھ سوچنے لگا پھر بولا۔

''میرا خیال ہے نہیں۔ بس ایک تشنگی سی ہے۔''

''میرا خیال ہے یہ طویل عرصہ کی بھوک ہے۔ زیادہ کھاؤ گے تو مر جاؤ گے۔''

''شاید۔'' اس نے آہستہ سے کہا، پھر بولا۔'' ویسے تم حیرت انگیز ہو۔ اگر تمہارا تعلق ان علاقوں سے نہیں ہے اور لگتا بھی یہی ہے تو پھر تم ہماری زبان سے کیسے واقف ہو؟''

''میں دنیا کی بے شمار زبانوں سے واقف ہوں۔''

''ہاں تم حیرت انگیز انسان ہو۔ تم نے سب کچھ میری ہدایات کے مطابق کیا۔ لیکن آہ۔ میرے بدن میں اب بھی ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔ تم نے مجھے اٹھا اٹھا کر زمین پر کیوں مارا تھا۔''

''اپنے علم سے پوچھو۔'' میں نے جواب دیا۔

''تم ہی بتا دو۔'' اس نے تھکے تھکے لہجے میں کہا۔

''بات بہت طویل ہو جائے گی۔'' میں نے کہا۔

''کیا مطلب؟'' امبھا کروسا نے پوچھا۔

''مطلب یہ کہ امبھا کروسا! تمہیں شروع سے اپنے بارے میں بتانا پڑے گا کہ تم نے جو کوشش کی تھی، وہ کن خیالات پر مبنی تھی۔ تم کیا چاہتے تھے اور کتنا عرصہ تمہیں اس حالت میں گزر گیا اور اس دوران تم نے کیا کچھ کیا۔ تم یہ سب کچھ بتاؤ گے۔'' میں نے کہا اور امبھا کروسا کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ چند ساعت کے بعد اس نے کہا۔

''اوہ۔ میں تمہیں یہ سب کچھ بتا دوں گا۔ اس میں چھپانے کی کوئی بات نہیں ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے امبھا کروسا۔ تب تم مجھے بتا دو۔''

''پہلے تم میری ایک بات کا جواب دو۔'' اس نے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''چلو پوچھو۔''

''یہ بتاؤ کہ مجھے اس حالت میں دیکھ کر تمہیں کوئی حیرانی نہیں ہوئی۔ حالانکہ خود میرے اپنے قبیلے کے لوگ اس وقت یہی سمجھتے تھے کہ میں

پاگل ہو گیا ہوں اور جان دینے پر آمادہ ہو چکا ہوں۔ انہوں نے اسے صرف ایک بلیدان سمجھا تھا اور شاید طویل عرصے تک وہ لوگ یہی سوچتے رہے تھے کہ میں نے جو کچھ کہا ہے، اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے مکتی حاصل کرنے کا جذبہ کارفرما ہے لیکن میرے ذہن میں یہ بات تھی اور مجھے یقین تھا کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں اس کا نتیجہ وہی نکلے گا جو میرے ذہن میں موجود ہے۔ ہاں میں نہیں جانتا تھا کہ جب میں جاگوں گا تو وہ حالات کیا ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن وہ سلسلہ کیا تھا؟"

"میں تمہیں بتا چکا ہوں جوان کہ میں بدھ مت کا پیرو ہوں، ہمارے ہاں بہت سی چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو ہمیں ترکیب دنیا سکھاتی ہیں۔ ہم دنیا سے اس طرح نجات حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ بدھ کی تعلیمات کا ایک حصہ ہیں۔

گوتم مہاتما بدھ نے یہ نہیں کہا کہ انسان دنیا میں رہ کر دنیا کو چھوڑ دے لیکن انہوں نے نفس کو قتل کرنے کا مشورہ اپنے ہر سبق میں دیا ہے۔ اس وقت جب میں اپنے قبیلے میں روحانی رہنما کی حیثیت سے مقبول تھا کہ ایک دن مجھے اپنی مقبولیت کا خیال آیا۔ میں نے سوچا کہ بے شمار لوگ میرا کتنا احترام کرتے ہیں، کتنی عزت کرتے ہیں، دنیا کی ہر آسائش مجھے حاصل ہے۔ تب مجھے احساس ہوا کہ ان آسائشوں کو حاصل کر کے میں گناہ کر رہا ہوں اور یہ گناہ ناقابل معافی ہے۔

اگر میں اسی دنیا میں انہی حالات میں رہتا تو دنیا سے دور نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ میرا احترام کرنے والے اپنے احترام میں کمی نہیں کر سکتے تھے، سو میں نے یہی سوچا کہ خود کو کسی ایسی تکلیف میں ڈالوں کہ اب تک جو آسائشیں مجھے میسر رہی ہیں، ان کا کفارہ بھی ادا ہو جائے اور میں نجات بھی حاصل کر سکوں۔ اسی طرح میں آسائشوں کی زندگی سے دور ہو سکتا تھا۔

میرے علم نے مجھے بتایا کہ اگر میں خاص انداز میں کچھ جڑی بوٹیوں کا سہارا لیکر ایک خاص انداز میں موت کی نیند سو جاؤں تو ایک طویل عرصے کے بعد میری زندگی مجھے واپس مل جائے گی۔

جب میرے علم نے مجھے یہ بتایا نوجوان تو میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کیوں نہ میں بدھ کی تعلیمات کا سہارا لے کر دیکھوں۔ انسان کہاں تک ترقی کرتا ہے اور وہ دور جس میں میری زندگی مجھے واپس ملے گی، کون سا دور ہوگا۔ اس میں کون سی تبدیلیاں ہوں گی، سو میں نے جڑی بوٹیوں سے ایسا محلول تیار کیا کہ وہ نئی زندگی حاصل کرنے میں میرا معاون ثابت ہو۔

میں نے چند روز جانوروں پر اس محلول کے تجربات کئے اور جب اپنے تجربات میں کامیاب رہا تو میں نے اس غار میں آ کر خود کو ہلاک کر لیا۔ یہ خنجر جو تم نے میرے بدن سے نکالے ہیں، میں نے اپنے ہاتھ سے اپنے بدن میں داخل کئے تھے اور کوشش کی تھی کہ تڑپ بھی نہ پاؤں۔ بڑا اذیت ناک اور صبر آزما وقت تھا نوجوان مسافر۔

لیکن میں اس کڑے وقت کو جھیل گیا۔ یہ میرے گناہوں کا کفارہ تھا۔ میں نے ایک تحریر لکھ دی اور غار کے دہانے کو اس قدر تنگ کر دیا کہ لوگ مجھ تک نہ پہنچ سکیں۔ ہاں میں نے اپنے علم سے اس وقت کا تعین کر رکھا تھا کہ جب میں جاگنا چاہوں، سو میرے لوگ اس وقت میرے پاس پہنچ

سکتے تھے اور میرے علم کی طاقت اس غار کے دہانے کو اس قدر کشادہ کر دیتی کہ وہ اندر داخل ہو سکتے اور وہ اندر داخل ہونے والے نوجوان میں نے یہ تحریر تمہارے ہی لئے رکھی تھی۔ سو تم آ گئے اور یہ اتفاق ہی ہے کہ تم اتنے ذہین نکلے کہ تم نے سارے کام میری مرضی کے مطابق کئے۔ جن سے میں زندگی پا سکتا تھا۔''

''خوب۔ اسمھا کروسا خوب۔ بہرصورت تم صاحب علم آدمی ہو لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔'' میں نے کہا۔

''کون سی بات؟'' اس نے پوچھا۔

''اسمھا کروسا۔ تم نے کہا کہ تم نے غار کے دہانے کو تنگ کر دیا اور پھر تمہارے علم نے اسے کشادہ کر دیا۔ کیا تمہاری چٹانوں میں پھیلنے اور سکڑنے کی قوت موجود ہے۔'' میں نے پوچھا اور اسمھا کروسا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ہاں۔ علم بڑی قوتیں رکھتا ہے۔ کیا تم اس چھوٹے سے غار کو ایک بڑے دروازے کی شکل میں دیکھنا پسند کرو گے۔'' اس نے کہا اور میری آنکھوں میں دلچسپی امنڈ آئی۔ ظاہر ہے میں اس تجربے سے انکار نہیں کر سکتا تھا چنانچہ میں گردن ہلا دی۔

''تب تم یہ کھیل دیکھ لو اور اس کے بعد یہ سمجھ لینا کہ اسمھا کروسا کا علم اتنا کمزور نہیں ہے۔'' اس نے کہا اور پھر وہ آنکھیں بند کر کے زمین پر لیٹ گیا۔

میں حیرت اور دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسمھا کروسا نے آنکھیں بند کر لیں اور دونوں ہاتھ سینے پر رکھ لئے۔ عجیب سا لگ رہا تھا وہ، پھر اس کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہلنے لگے، وہ کچھ پڑھ رہا تھا اور چند ساعت اسی طرح بڑبڑاتا رہا۔

اس کے بعد دفعتاً روشنی تیز ہونے لگی اور میں نے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا۔

چٹانیں اپنی جگہ چھوڑ رہی تھیں اور دروازہ چوڑا ہو رہا تھا اور میری آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں۔

مشرق میں، میں نے جادو دیکھا تھا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ وہ میری زندگی کا بدترین دور تھا جس میں دوسروں کے ہاتھوں الجھنوں کا شکار رہا اور جادو سیکھنے کی کوشش میں ذلیل و خوار ہوا۔

لیکن میں جادو نہیں سیکھ سکا تھا۔ مشرق کا یہ علم میرے لئے کافی دلکش تھا لیکن پروفیسر شاید اسے سیکھنا میرے مقدر ہی میں نہیں تھا۔ اب اس شخص کی یہ انوکھی قوت دیکھ کر میرے ذہن میں پھر وہی جذبہ بیدار ہو گیا اور میرے دل میں اس کی عزت بڑھ گئی۔ میں نے سوچا کہ میں اس شخص کی زیادہ سے زیادہ خدمت کروں تاکہ وہ میرا دوست بن کر مجھے یہ علم دے سکے۔

غار کا دروازہ اتنا کشادہ ہو گیا تھا کہ اب اس سے دو تین آدمی بہ آسانی گزر سکیں۔ تب اسمھا کروسا نے آنکھیں کھول دیں۔ اس نے دروازے کی طرف دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''بہت خوب۔ میں تمہارے علم کا قائل ہو گیا ہوں اسمھا کروسا۔''

''اس طرح میں نے اب اس دور میں آنکھ کھولی ہے۔ نجانے کتنا وقت بیت گیا ہے؟''

''تم نے اپنے جاگنے کے لئے کسی وقت کا تعین کیا ہوگا؟''

''ہاں، آدھی صدی کا اندازہ لگایا تھا میں نے۔''

''یہ تو زیادہ وقت نہیں ہے۔ میرے خیال میں تمہارے.....''میں اچانک رک گیا۔ مجھے وہ لوگ یاد آگئے تھے جو یہاں پوجا کرنے آئے تھے۔

''ہاں تمہارے خیال میں؟''امیھا کروسا نے پوچھا۔

''اب یہ صرف خیال نہیں بلکہ حقیقت ہے امیھا۔''

''کیا؟''

''یہی کہ تمہارا قبیلہ موجود ہے اور اس نے تمہیں بھلایا نہیں ہے۔''

''کیوں۔ تم یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہو؟''

''اس لئے کہ تمہارے قبیلے کے لوگ اب بھی تمہارے پاس آتے ہیں۔ وہ تمہارے جاگنے کے منتظر ہیں اور یہاں آکر پوجا کرتے ہیں۔''

''تمہیں کیسے معلوم؟''

''میں نے انہیں خود دیکھا ہے۔''

''کب، کہاں؟''اس نے بے اختیار پوچھا۔ اس کے چہرے پر خوشی نظر آنے لگی تھی اور جواباً میں نے اسے تفصیل بتائی۔ امیھا کروسا بہت خوش نظر آرہا تھا۔ پھر اس نے آنکھیں بند کر کے کہا۔''تو میرے قبیلے نے مجھے یاد رکھا ہے۔''

''یقیناً۔''

''مجھے ان کی سلامتی کی خوش خبری سن کر بہت خوشی ہوئی ہے ورنہ یہاں اس ماحول میں کافی تبدیلیاں ہوگئی ہیں۔ کیا تم انہی کی وجہ سے اس غار کی طرف متوجہ ہوئے تھے؟''

''ہاں۔''

''یہ سب فطرت کے راز ہیں جن کے بارے میں اس نے مکمل کر بتایا ہے۔ اس نے کہا ہے کہ ہر کام فطرت کے اصولوں کے مطابق ہے۔ تم سوچ سکتے ہو وہ موجود ہے اور ممکن ہے۔ ناممکن بات تمہارے ذہن میں آ ہی نہیں سکتی اور کتنا سچ کہا ہے اس نے۔''

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ تب اس نے ہی کہا۔''لیکن اب تم یہ بتاؤ کہ تم مجھے کیا سمجھتے تھے اور تم نے میرے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا؟''میں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا اور بولا۔

''یہ تمہارے حق میں بہتر تھا۔''

''کیوں؟''

''تم نے اپنے جاگنے کے بعد کے حالات کا تعین نہیں کیا تھا کروسا۔ تم نے یہ نہیں سوچا تھا کہ آدھی صدی کے بعد جب تم جاگو گے تو

تمہارے اعضا اور تمہارا ذہن سو چکا ہوگا۔ جڑی بوٹیوں نے تمہاری زندگی تمہیں واپس دے دی لیکن اس کے بعد حالات پر تم نے غور نہیں کیا تھا۔''

''آہ، کیا مطلب، کیا کہنا چاہتے ہو تم؟''

''تم جاگے امبھا کروسا۔ تو تمہارے ذہن میں کچھ نہیں تھا۔ تم اس بچے کی مانند تھے جو نوازئیدہ ہوتا ہے اور اسے دنیا کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہوتا۔ تمہاری آنکھوں کی پتلیاں تک تمہارے قابو میں نہیں تھیں۔ جس طرح ایک نوازئیدہ کسی شے پر نگاہ نہیں جما سکتا۔''

''آہ، پھر؟'' امبھا کروسا نے تعجب سے پوچھا۔

''اسی طرح تم اپنے اعضا کو بھی جنبش نہیں دے سکتے تھے۔ اگر تم اس حالت میں وقت گزار لیتے اور ایک سورج بھی ڈھل جاتا امبھا کروسا، تو تم اسی غار میں مرجاتے۔ ظاہر ہے تمہارے ذہن میں کوئی تحریک نہ ہوتی اور تم بھوکوں مرجاتے۔''

''آہ، تو جو کچھ کہہ رہا ہے وہ ممکن ہے۔ وہ حقیقت ہے، پھر اس کے بعد کیا ہوا؟''

''میں نے سوچا کہ تمہیں ہوش تک لانے کے لئے ایسی حرکت ضروری ہے جو تمہیں حواس واپس کردے۔ ایک نوزائیدہ سوچ نہیں سکتا، سمجھ نہیں سکتا لیکن کسی تکلیف پر رو سکتا ہے اور یہ بات احساس زندگی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ تمہارے اعضا کو چوٹ لگی تو خود ان میں تحریک پیدا ہوئی۔ وہ اپنا بھولا سبق یاد کرنے لگے۔ انہوں نے بچنے کی کوشش کی اور یہ کوشش تمہارے حواس میں شامل ہوگئی، چنانچہ تم واپس آگئے۔''

امبھا کروسا دیوانہ وار مجھے دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار تھے۔ پھر اس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''لیکن۔ کیا اس حد تک سوچنے والے کو میں یا کوئی اور معمولی انسان کہہ سکتا ہے۔ اور اس کا مطلب ہے کہ تم بھی صاحب علم ہو لیکن میرے دوست۔ نہ تو تم نے اپنا نام بتایا اور نہ یہ بتایا کہ تمہارا مذہب کیا ہے؟''

''میرا مذہب سفر ہے امبھا کروسا۔ اور میرا نام مسافر۔''

''کیا مطلب۔ آخر کیوں؟''

''میں مذاہب کے بارے میں جاننے کا خواہشمند ہوں اور میری یہی جستجو میرا سفر بن گئی ہے۔ ابھی میں انسانیت کی منزلوں کے درمیان بھٹک رہا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

امبھا کروسا چند ساعت تک مجھے دیکھتا رہا پھر اس نے ایک گہری سانس لی۔

''گہرے انسان ہو۔'' امبھا کروسا نے ٹھنڈی سانس لے کہا۔ ''صاحب علم بھی ہو، میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ نئی زندگی میں میری ملاقات کسی ایسے شخص سے ہوجائے گی لیکن تم نے میرے اوپر احسان کیا ہے۔ تم نے جو کچھ بھی کیا ہے اس کے بارے میں، صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ میری تقدیر نے میری ساتھ بہتری کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ اگر تم نہ ہوتے اور تم نے وہ تدابیر اختیار نہ کی ہوتیں تو نجانے میرا کیا بنتا۔''

''ٹھیک ہے امبھا کروسا۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ میں نے تمہارے ساتھ کچھ کیا ہے تو یہی سہی۔ لیکن اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟''

''میرے دوست۔ میں تمہیں اپنے دل کی ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔''

''وہ کیا؟''

''وہ یہ کہ اگر تم چاہو تو کچھ عرصہ میرے ساتھ رہو، میں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ بڑا گیان حاصل کیا ہے میں نے۔ بڑی محنت کی ہے میں نے لیکن اس کے بعد بھی علم کی جستجو اور طلب ہر انسان کو رہتی ہے۔ اگر تمہیں مذاہب کے بارے میں کچھ معلوم ہے یا معلومات درکار ہیں تو تمہاری تھوڑی بہت مدد تو میں بھی کر سکتا ہوں اور وہ علوم جو تمہارے سینے میں دفن ہیں وہ تم مجھے دے دینا کیونکہ یہ میری زندگی کی خواہش رہی ہے۔''

''ٹھیک ہے امبھا کروسا۔ اگر تمہاری یہ خواہش ہے تو میں تمہارے ساتھ کچھ عرصہ رہنے کے لئے تیار ہوں لیکن مجھے بھی کچھ درکار ہوگا۔''

''کیا؟''

''میں تمہاری اس قوت کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں جو چٹانی دروازوں کو تنگ اور کشادہ کر دیتی ہے۔''

''اوہ۔'' امبھا کروسا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''تو تم اس کے بارے میں جاننا چاہتے ہو۔''

''ہاں۔''

''میں تمہیں اس کے بارے میں ضرور بتاؤں گا لیکن میں یہ وعدہ نہیں کرتا کہ میں وہ علم تمہارے سینے میں اتار دوں گا۔''

''اس کی پرواہ نہ کرو امبھا کروسا۔ میں جو کچھ چاہتا ہوں اس کے لئے صرف تمہارا تعاون ہی کافی ہوگا۔ باقی کچھ جان سکتا ہوں یا نہیں جان سکتا، اسے میرے اپنے حالات پر چھوڑ دو۔'' میں نے کہا۔

''میں تیار ہوں۔'' امبھا کروسا نے خوشگوار لہجے میں کہا اور پھر اس نے اٹھ کر دونوں ہاتھ پھیلا دیئے۔

وہ مجھے سینے سے لگانا چاہتا تھا، سو میں نے تعرض نہیں کیا اور اس نے مجھے سینے سے لپٹا لیا۔

''یہ ہماری دوستی کا ثبوت ہے۔ اس طرح ہم ایک دوسرے کے معاون اور دوست ہوں گے۔'' اس نے بھاری لہجہ میں کہا۔ یوں میں اور امبھا کروسا دوست بن گئے اور اس کے بعد ہمارے درمیان سے تکلف کے بہت سے پردے ہٹ گئے۔

غار میں ہم لوگ بیٹھے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے، تب میں نے امبھا کروسا سے پوچھا۔

''اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟''

''یہ بھی تم ہی بتاؤ میرے دوست۔ کیا میں اپنے آدمیوں کا انتظار کروں، کیا ان لوگوں کے بارے میں سوچوں جو یہاں میرے جاگنے کے تصور کو لئے ہوئے آتے ہیں اور میرے لئے کھانے پینے کی اشیاء رکھ کر چلے جاتے ہیں۔ یا پھر اگر تمہاری خواہش ہو تو میں خود ہی ان لوگوں کے درمیان جاؤں اور ان سے ملاقات کروں۔''

''کیا تم اندازہ لگا سکتے ہو امبھا کروسا کہ وہ کتنے عرصے کے بعد تمہارے پاس آتے ہوں گے۔'' میں نے پوچھا۔

''نہیں۔ مجھے اس بارے میں کچھ نہیں معلوم۔ میں نہیں جانتا کہ اب ان کی روایات کیا ہیں اور انہوں نے امبھا کروسا کو کیا درجہ دیا ہے اور اس کے سلسلے میں ان کے خیالات کیا ہیں؟''

''تب پھر یہاں رک کر انتظار کرنا بے مقصد ہوگا۔ کیوں نہ ہم ان کے درمیان پہنچ کر ان میں شامل ہو جائیں اور یوں بھی امبھا کروسا اگر وہ تمہیں نہیں پہچانتے تو کیا تم انہیں اپنی حیثیت کا احساس دلانا چاہو گے۔''

''ہرگز نہیں۔ میرے مذہب میں یہ گناہ ہے۔'' امبھا کروسا نے جلدی سے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''ہاں دوست۔ ہمارے مذہب میں انکساری اور خود اذیتی سب سے بڑی حیثیت رکھتی ہے۔ ہم سے کہا گیا ہے کہ اپنے نفس کی قربانی کے لئے ہم لوگ ہر جگہ خود کو مارنے کے لئے تیار رہیں۔ ہم ہر وہ کام نہ کریں جو ہمارا دل چاہتا ہے۔ چنانچہ نام ونمود کی خواہش فطری ہے اور میں خود بھی ان کمزوریوں کا شکار رہا ہوں............ لیکن نفس کشی کی تعلیم جو مجھے دی گئی ہے اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ میں ان کے درمیان کسی بھی حیثیت سے جانا نہیں چاہتا۔ میں نے جو کچھ سیکھا ہے، جو کچھ کیا ہے، اسے ان تک پہچانا جاتا ہوں۔''

''امبھا کروسا کیا تم نے اس نیند کے دوران کوئی خاص کیفیتیں محسوس کی ہیں۔''

''نہیں نوجوان مسافر لیکن موت سے پہلے میرے ذہن میں یہ خیال تھا کہ مرنے کے بعد ان وادیوں میں چلا جاؤں گا جہاں ارواح رہتی ہیں۔ وہاں کے حالات دیکھوں گا اور اس کے بعد جب اپنی دنیا میں واپس آؤں گا تو وہاں کے حالات میری نگاہ میں ہوں گے، اس صورت میں میں عجیب وغریب شخصیت کا حامل بن جاؤں گا اور وہ پیشن گوئیاں کرسکوں گا جو صرف موت کے بعد کی جاسکتی ہیں۔ جب کہ میں ایک زندہ انسان ہوں۔''

''تو پھر تم نے کیا محسوس کیا؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''یہی کہ انسان خدا کے ساتھ کسی طور چالاکی نہیں کرسکتا۔ قدرت نے انسان کو بے شمار قوتوں سے نوازا ہے۔ ان قوتوں سے جنہیں اس جیسے دوسرے انسان نہیں سمجھ سکتے لیکن خدا پر سب روشن ہے اور انسان نے کبھی انسانیت کی حد سے بڑھنے کی کوشش کی ہے تو اسے منہ کی کھانی پڑی ہے۔''

''یعنی۔'' میں نے پوچھا۔

''کھوئے ہوئے لمحات ایک تاریک دنیا میں گزرے ہیں۔ جہاں کوئی احساس تھا نہ زندگی۔ بس یوں سمجھو میں نے یہ عرصہ ضائع کیا۔''

''اوہ۔ گویا تم کچھ نہیں معلوم کرسکے؟''

''میری کیا مجال تھی۔ اہم معاملات قدرت نے صرف اپنے ہاتھ میں رکھے ہوئے ہیں۔''

''تب تو تمہیں اس عرصے کے زیاں کا بہت افسوس ہوگا۔''

''نہیں۔''

''کیوں؟'' میں نے پوچھا۔

''اس لئے کہ میں نے ایک تجربہ کیا ہے۔ جو کافی حد تک کامیاب رہا اور مجھے اندازہ ہوگیا کہ موت کے بعد بھی انسان پر موت کے بعد زندگی کے حالات منکشف ہو سکتے ہیں۔ قدرت کے نزدیک کوئی انسانی تجربہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔''

''اور تم اس بات کو عام کرو گے؟''

''ہاں کیوں نہیں۔ میں جھوٹ بول کر خود کو گناہ گار نہیں کروں گا۔''

''تب پھر تم ان کے درمیان چلو امبھا کروسا۔''

''جیسے تم مشورہ دو میرے دوست۔ میں اب تمہاری ہدایات پر عمل کروں گا۔''

''تب پھر کل صبح ہم چلیں گے۔''

''مناسب۔'' امبھا کروسا نے کہا۔ پھر بولا۔ ''میں نہیں جانتا اب میرے مذہب، میرے قبیلے کا کیا حال ہے؟ لیکن اس سے قبل وہ بڑے مہمان نواز تھے۔ بدھ کے پیرو اس کی تعلیمات پر بھرپور عمل کرتے تھے اور مجھے یقین ہے ان کے درمیان تمہیں مایوسی نہیں ہوگی۔ ہاں ایک بات تو بتاؤ؟''

''پوچھو۔''

''تم..... گوشت کھاتے ہو؟''

''ہاں۔''

''اس کے علاوہ تمہاری کیا خوراک ہے؟''

''وہ کچھ جو انسانوں کی ہوتی ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''تمہارے اندر کچھ انوکھی خصوصیتیں ہیں جو مجھے تمہارے بارے میں سمجھاتی رہتی ہیں۔''

''وہ کیا؟''

''تم عام انسان سے زیادہ ذہین اور باعلم ہو۔ اس کے علاوہ رنگ و روپ۔ اس زمین کے لوگوں کی مانند نہیں ہے۔''

''اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے امبھا کروسا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور امبھا کروسا ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

''میں تمہیں شکار کا گوشت تو نہیں مہیا کر سکوں گا۔ لیکن لیکن۔'' وہ خاموش ہو گیا۔

''ایک بات بتاؤ امبھا کروسا۔''

''کیوں؟''

''تمہارے ہاں مکمل نفس کشی ہے یا کچھ گنجائش ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''عورت کے معاملے میں تمہارے ہاں کیا روایت ہے۔ تم نسلوں کی افزائش کیسے کرتے ہو؟''

''مہاتما بدھ نے اس کی اجازت دی ہے۔ کیونکہ خدا کے پاس سے اس کی ممانعت نہیں ہے۔ اس نے دو اصناف اسی لئے پیدا کی ہیں کہ افزائش نسل ہو۔ اس لئے اس سے پہلو تہی ممکن نہیں۔''

''تمہارے بچے تھے؟''

''کیوں نہیں۔ میں نے شادی کی تھی اور میرے اکیس بچے تھے جن میں.....''

''کتنے بچے؟''میں نے تعجب سے پوچھا۔

''اکیس۔ جن میں بیس لڑکے تھے ایک لڑکی تھی۔''

''خوب جب تم نے تیاگ لیا تھا تو تمہاری بیوی زندہ تھی؟''

''ہاں اور ممکن ہے اب بھی زندہ ہو۔ ہمارے ہاں عمریں طویل..... ہوتی ہیں۔''

''تمہارے بیوی اور بچوں نے تمہیں روکنے کی کوشش نہیں کی؟''

''نہیں اگر وہ ایسا کرتے تو گناہ کرتے کیونکہ تیاگ ہمارے ہاں کا ایک مقدس عمل ہے۔''

رات کو کافی دیر تک ہم دونوں گفتگو کرتے رہے۔ پھر میں نے آرام کی تجویز پیش کی۔

''تم سکون سے سو جاؤں۔ میں عرصہ سے آرام کر رہا ہوں۔ میں جاگوں گا اور اپنی کھوئی ہوئی قوتیں تلاش کروں گا۔''امبھا کروسا نے کہا اور میں اسے قوتوں کی تلاش میں چھوڑ کر آرام کرنے لیٹ گیا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ دیر تک میں امبھا کروسا کے بارے میں سوچتا رہا۔ بہر حال اس نے جس انداز میں چٹانی دروازے کو کشادہ کر دیا تھا وہ ایک قابل حیرت عمل تھا اور اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ غیر معمولی قوتوں کا مالک ہے۔ اگر اس سے کچھ حاصل ہو جائے تو کیا حرج ہے؟۔

انہی خیالات میں، میں سو گیا۔ دوسری صبح امبھا کروسا نے ہی جگایا تھا۔ اس کے چہرے پر تعجب کے آثار تھے۔

''مسافر اٹھو گے نہیں۔''اس نے آہستہ سے کہا اور میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔

''سورج نکل آیا کروسا؟''

''ہاں۔ سورج کا سفر جاری ہو گیا ہے اور ہم ابھی تک غیر متحرک ہیں۔''اس نے جواب دیا۔ میں چند ساعت کے بعد تیار ہو گیا اور ہم دونوں غار سے باہر نکل آئے۔ امبھا کروسا چاروں طرف دیکھنے لگا پھر اس نے کہا۔''ہمیں کون سا رخ اختیار کرنا چاہیے؟''

''وہ۔''میں نے ایک طرف اشارہ کیا۔''تمہاری آدمی اسی طرف واپس گئے تھے۔''

''ارے ہاں تم تو انہیں دیکھ چکے ہو۔''امبھا کروسا نے کہا اور ہم دونوں چل پڑے۔ درختوں میں داخل ہو کر امبھا کروسا نے چند جنگلی پھلوں کے درخت تلاش کیے۔ ان سے پھل توڑے۔ خود بھی کھائے مجھے بھی پیش کیے۔ پھیکے اور بدمزہ پھل میں نے تو پسند کیے نہیں..... لیکن اس احمق نے بڑی رغبت سے انہیں کھایا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

''بے شک یہ تمہیں پسند نہ ہوں گے۔ لیکن دنیا ایسا ہی پھیکی اور بے مزہ جگہ ہے۔ یہاں زبان کی چاشنی جینا دوبھر کر دیتی ہے۔''

میں نے اس کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی۔ اور ہمارا سفر جاری رہا۔ امبھا کروسا کئی بار کچھ کہنے کے لیے منہ کھول چکا تھا۔ لیکن شاید اس کی

ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ وہ چاروں طرف دیکھتا بھی جا رہا تھا۔ بالآخر اس نے ہمت کر ہی ڈالی۔

''مسافر۔''

''ہوں۔ کہو میرا خیال ہے تم بہت دیر سے کچھ کہنا چاہتے ہو؟''

''ہاں۔ رات کو میں اپنے ماضی میں جھانک کر دیکھ رہا تھا میں نے اپنے علوم کا بھی ورد کیا اور اسی دوران تمہارا خیال بھی آ گیا میں نے تمہارے ماضی میں بھی جھانکنے کی کوشش کی۔ جس کے لئے میں تم سے معذرت خواہ ہوں۔ لیکن تمہارا ماضی۔''

''کیا معلوم کیا میرے ماضی کے بارے میں؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''تمہارا ماضی۔'' امبا کروسا نے گہری گہری سانس لے کر کہا۔ ''تمہارے ماضی نے میرے علم کو دھندلا دیا ہے مسافر۔ مجھے بتاؤ تم کون ہوں۔ کون کون ہو؟''

''کیا بتایا تمہارے علم نے؟'' میں نے پوچھا۔

''جنگیں، خوفناک جنگیں۔ بے شمار بیویوں والا۔ اور تم اس کے نائب تھے۔ نہیں۔ تم اس کے ساتھ تھے۔ جیسے اس کے قبیلے میں گھس آئے ہو دونوں نے ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی۔ آہ تم تو مشرق کی ایک جادوگرنی کے ساتھ بھی تھے اور تم ان میں بھی تھے جو آدم خور تھے۔ اس کے علاوہ تمہارا ماضی۔ اُفوہ۔ ایک ایسا گہرا کنواں ہے جس کی گہرائیوں میں اترتے رہو۔ اترتے رہو اور زمانہ بیت جائے یہ کیا ہے۔ یہ سب کیا ہے؟ مجھے بتاؤ مسافر۔''

''میں صرف ایک آوارہ گرد ہوں۔ تمہارے علم نے تمہیں جو کچھ بتایا ہے اس کے ذمہ دار تم ہو میں نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔ لیکن دل ہی دل میں، میں نے اس کے علم کو سراہا تھا۔ بہرحال اس کا علم مکمل تھا اس میں شک کی بات نہ تھی۔

''تمہاری عمر کتنی ہے؟''

''تجربات کی کوئی عمر نہیں ہوتی۔ میں نے اپنی عمر کو تجربات سے گنا ہے۔ اور اس طرح ابھی نوزائیدہ ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''بہرحال تم جو کچھ بھی ہو میں تمہاری عزت کرتا ہوں۔ نہ جانے ہمارا سفر کتنا طویل ہے۔''

''تھکن محسوس کر رہے ہو؟''

''نہیں۔ بلکہ یہ سفر خوشگوار ہے میرے لئے۔ ٹانگیں چلنا ہی بھول گئی تھیں۔'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور اس کے بعد خاموشی طاری ہو گئی۔ ہمارا سفر کافی تیز رفتاری سے جاری تھا۔ جنگلوں کا سلسلہ کافی طویل تھا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ امبا کروسا حیرت زدہ نظر آ رہا تھا۔

''میری بستی کافی سرک گئی ہے۔ پہلے وہ اتنی دور نہیں تھی۔ اب آرام کریں گے اور کل صبح سفر کریں گے۔''

''اگر تم چلنا چاہتے ہو تو چلتے رہو۔ میرے اوپر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ میں عادی ہوں۔'' میں نے کہا اور وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے بھی رات میں سفر جاری رکھنے کا فیصلہ کر لیا اور مجھے درحقیقت کوئی اعتراض نہیں تھا۔

ہاں جب سورج نے سرابھارا تو درختوں کا سلسلہ اچانک ختم ہوگیا اور ان درختوں کے دوسری جانب ایک انتہائی خوبصورت شہر نظر آنے لگا۔ مخصوص طرز کی عمارتیں تھیں۔ چھتری نما عمارتیں جن پر کئی چھتیں تھیں۔ رنگین اور خوبصورت چھتیں، چھوٹی بڑی خوبصورت عمارتیں۔

امبھا کروسا رک گیا تھا۔ اس کے چہرے پر جذبات کی پرچھائیں نظر آرہی تھیں۔ وہ مسرور تھا۔ غمزدہ بھی۔ نہ جانے کیا کیا کیفیتیں تھیں اس کے چہرے پر۔

''یہ میری بستی ہے۔ ہاں یہ میری بستی ہے۔ لیکن جب میں یہاں سے بھاگا تھا تو یہ اتنی خوبصورت نہیں تھی۔ اس وقت یہ اتنی گنجان بھی نہیں تھی۔''

''تمہیں اپنا مکان تلاش کرنے میں دقت ہوگی امبھا کروسا۔''

''زیادہ نہیں۔ لیکن جانتے ہو اس وقت میرے دل میں کیا ہے میری دلی خواہش ہے کہ میں دوڑ کر اپنے خاندان میں پہنچ جاؤں۔ اپنے بچوں کو سینے سے لگاؤں۔ لیکن۔'' اس کے ہونٹ بھینچ گئے۔ ''لیکن میں ان میں نہیں جاؤں گا۔ میری ساری ریاضت خاک میں مل جائے گی۔''

''کیا مطلب؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں نفس کشی ہی ہمارے مذہب کا سب سے بڑا کام ہے ہمیں نفس کشی کی ہدایت کی گئی ہے۔ دنیا کی محبت انسان کو کھینچتی ہے۔ اگر اپنے نفس کو قتل کرلیا جائے تو سکون ملتا ہے۔''

''تو تم ان میں نہیں جاؤں گے؟''

''نہیں۔'' اس نے سخت لہجے میں کہا۔

''پھر کہاں جاؤ گے؟''

''کسی بھی پگوڈے میں، میں کسی پگوڈے میں قیام کروں گا۔''

''پگوڈا کیا ہوتا ہے؟''

''عبادت گاہ۔ تمہیں اعتراض تو نہ ہوگا؟''

''نہیں۔ تم جانتے ہو۔ میں کسی طور تمہاری عبادت میں حصہ نہیں لے سکوں گا اور اس طرح تم خواہ مخواہ پریشان ہوگے۔''

''نہیں۔ تم میرے ساتھ ہی رہو گے۔ یہ میری خواہش ہے۔ آؤ ہم اس بلند چھت کے نیچے پناہ لیں گے۔'' اس نے ایک عمارت کی طرف اشارہ کیا اور میں نے شانے ہلائے۔ بھلا مجھے کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم پگوڈے میں داخل ہوگئے۔ ایک مخصوص طرز تعمیر کا نمونہ تھی یہ عمارت۔ باہر سے سکڑی ہوئی لیکن اندر سے بے حد کشادہ۔ چوڑے چوڑے میدان سے تھے، جن کے کناروں کو آراستہ کیا گیا تھا۔ بڑی نفاست اور صفائی تھی۔

امبھا کروسا جیسی شکل وصورت کے پجاری ادھر ادھر آجا رہے تھے۔ ہماری طرف کسی نے توجہ نہیں دی اور امبھا کروسا پگوڈے کی عقبی

سمت میں پہنچ گیا۔ جہاں بے شمار چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں بنی ہوئی تھیں۔ یہ رہائشی کوٹھریاں تھیں۔ عجیب عجیب مناظر دیکھنے میں آ رہے تھے۔ کچھ کوٹھریوں کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ کچھ کی زنجیریں لگی ہوئی تھیں۔ امبھا کروسا نے ایک کوٹھری کی زنجیر کھولی اور پھر اس کے کواڑ کھول دیئے۔

''یہ تمہاری رہائش گاہ ہوگی۔''

''اس کے لئے کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی؟''

''کسی کی نہیں۔ زمین کسی کی میراث نہیں ہوتی۔ سب یہاں مسافروں کی حیثیت سے آتے ہیں۔ کچھ عرصہ قیام کرتے ہیں اور پھر واپس چلے جاتے ہیں۔ پھر کسی سے اجازت لینا نہ لینا کیا معنی رکھتا ہے؟''

''خوب۔ یہ صرف تمہارا نظریہ ہے یا سب کا؟''

''میری ساری قوم کا۔ بدھ مت کے ہر پیرو کا۔''

''تب ٹھیک ہے کیا تم میرے ساتھ اس کوٹھری میں نہیں رہو گے؟''

''نہیں۔ دوسری بھی خالی ہے۔ میں کسی دوسری میں قیام کروں گا۔ تم آرام کرو اور ہاں جب تک یہاں ہو کوٹھری کے دروازے کھلے رکھنا تاکہ دوسروں کو پتہ چل سکے کہ کوئی یہاں مقیم ہے۔ خالی کوٹھریاں ہی بند کی جاتی ہیں۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے گردن ہلائی اور امبھا کروسا آگے بڑھ گیا۔ میں کوٹھری میں داخل ہو گیا۔ چھوٹی سی ضرور تھی لیکن ہوادار تھی۔ عقب میں ایک بڑی کھڑکی تھی جس کے دوسری جانب پانی کا تالاب تھا۔ تالاب کے دوسری طرف گھاس کا ایک چھوٹا سا قطعہ تھا۔ جس کے درمیان ہاتھ جوڑے ایک شخص کا بہت بڑا مجسمہ تھا اور طویل و عریض قطعے کے چاروں طرف گھنے درخت بکھرے ہوئے تھے جن کی شاخوں میں پھل لٹکے ہوئے تھے۔ کافی خوشگوار مناظر تھے جن سے میں کافی محظوظ ہوا۔ عقبی کھڑکی سے دوسری طرف کا منظر زیادہ دلکش تھا۔ بہ نسبت دروازے سے باہر والے مناظر کے۔ کوٹھری میں زمین پر کھانے کے لئے دو کپڑے پڑے ہوئے تھے۔ ایک آدھ برتن ایک موٹی چراغ۔ بس یہ سرمایہ تھا یہاں۔ میں نے ایک گہری سانس لی۔ اور عقبی کھڑکی سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔

میں ایک بار پھر انسانی آبادی میں آ گیا تھا اور اس میں شک نہیں تھا کہ یہ آبادی دوسری آبادیوں کی روایات سے مختلف تھی۔ اب یہاں میرے لئے کیا دلچسپی کا سامان نکلتا ہے۔ یہ دیکھنا تھا۔ اگر یہاں بھی کوئی بات نہ بنی تو آگے بڑھا جائے گا۔

کافی دیر خاموشی سے میں نے اپنی کوٹھری میں گزاری اور پھر دروازے پر کسی کی آہٹ سن کر اوپر دیکھا۔ امبھا کروسا نے اندر آنے کی اجازت مانگی تھی اور پھر وہ اندر آ گیا۔ امبھا کروسا کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نظر آ رہی تھی۔

''صدیوں کے مسافر۔ کوٹھری میں گھٹن محسوس کر رہے ہو گے۔''

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن کیا تم مجھے نفس کشی کی تربیت دو گے؟'' میں نے پوچھا۔

''بدھ کی تعلیمات دی نہیں جاتیں۔ وہ تو دل میں گھر کرتی ہیں اور انسان خود بخود ان کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔''

''ہاں امبھا کروسا۔ میں تم سے یہی کہنے والا تھا کہ مجھے ان تعلیمات سے آراستہ کرنے کی کوشش مت کرنا۔ دل میں گھر کر جانے والی بات رہنے دو۔''

''ٹھیک ہے مسافر۔ میں ایسا نہیں کروں گا۔''

''اب مجھے چند باتیں بتاؤ۔''

''ضرور۔ پوچھو۔''

''یہ عمارت پگوڈا کہلاتی ہے؟''

''ہاں۔''

''کیا یہاں کچھ پابندیاں ہیں؟''

''کیسی پابندیاں؟''

''عمارت کے دوسرے حصوں میں جایا جاسکتا ہے؟''

''بڑی خوشی سے۔ کوئی تمہاری طرف توجہ نہیں دے گا۔''

''نہانے دھونے، کھانے پینے کا کیا بندوبست ہوگا؟''

''صبح، شام دوپہر کھانا ملے گا۔ گو وہ تمہارے شایان شان تو نہیں ہوگا..... میں تمہیں پھل بھی بھجوادوں گا۔ اس کے علاوہ جس وقت دل چاہے تالاب میں نہا سکتے ہو۔ اس چھت کے نیچے سب آزاد ہیں اور اس کی زمین پر ہر جاندار کا حصہ ہے۔''

''میں تم لوگوں سے مختلف ہوں۔۔ اس پر تو کسی کو اعتراض نہ ہوگا؟''

''کوئی تم سے سوال نہیں کرے گا۔''

''بس یہی چند باتیں معلوم کرنا تھیں۔ ہاں امبھا کروسا تم نے اپنے بارے میں کیا سوچا؟''

''میں نہیں سمجھا؟''

''تم اپنے گھر والوں سے نہیں ملو گے؟''

''نہیں۔'' اس نے سخت لہجے میں کہا۔

''کیوں؟''

''میرا نفس میرے اندر بغاوت کر رہا ہے۔ ان کی محبت بے کل کر رہی ہے لیکن نفس کی پوجا کرنے والے بدھ کے پیرو نہیں ہو سکتے اس لئے میں ان کے پاس نہیں جاؤں گا۔ ہاں اگر خدا انہیں خود ہی ملانا چاہے تو دوسری بات ہے۔''

''یہاں تم نے انہیں اپنے بارے میں بتایا بھی نہیں۔''

''میں نام نہیں چاہتا۔ کیوں بتاؤں۔''

''عجیب انسان ہو۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ لیکن امبھا سنجیدگی سے کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔

''اس میں کوئی عجیب بات نہیں ہے۔ انسان جس قدر حقیر ہے اسے اپنی حیثیت جان لینا چاہئے۔ وہ اپنی مرضی سے ہل بھی نہیں سکتا۔ پھر وہ ایسی خواہشات کیوں کرے؟''

''اچھا اچھا ٹھیک ہے۔'' میں نے اسے روک دیا اور امبھا کروسا ہنسنے لگا۔ پھر گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولا۔

''ایک بات کا وعدہ کرو۔ اگر بدھ کی تعلیمات بھی تمہیں متاثر کریں تو۔ تم میرے پاس آؤ گے اور مجھے اس کے بارے میں بتاؤ گے۔''

''ضرور، ضرور۔'' میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔ امبھا کروسا کا قصور نہیں تھا۔ وہ ایک مذہبی انسان تھا اور یہی کر سکتا تھا جو کر رہا تھا۔ رہی میری بات تو مذہب کی اچھائیاں مجھے متاثر ضرور کرتی تھیں۔ لیکن میں رہنے والا تھا مذہب فنا ہو جاتے تھے اور اس کے بعد کوئی اچھا مذہب سامنے آ جاتا تھا۔ مقاصد سب کے یکساں ہوتے۔ انسانیت کے لئے سکون کے راستے۔ پھر میں کسی ایک مذہب سے کس طرح منسلک ہو سکتا تھا۔

لیکن امبھا کروسا میرے اس وعدے سے مطمئن ہو گیا تھا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہ چلا گیا۔ میں غور کرنے لگا تھا۔ اب یہ ضروری تو نہیں تھا کہ میں امبھا کروسا کا جانشین بن کر رہ جاتا اور اس کی ہدایات پر عمل کرتا رہتا۔ میں اس گھوڑے سے نکل بھی سکتا تھا۔ اس بستی کی سیر بھی کر سکتا تھا۔ یہاں سے میری اپنی حیثیت شروع ہو سکتی تھی۔

چنانچہ کافی دیر تک میں اس کوٹھری میں رہا اور پھر باہر نکل آیا۔ میں اس عمارت کی سیر کرنا چاہتا تھا۔ امبھا کروسا کا کہنا درست ہی نکلا میری طرف کسی نے توجہ نہیں دی تھی اور میں اس وسیع وعریض عمارت کے مختلف حصوں میں چلتا پھرتا رہا۔

پھر اس وقت میں اپنی کوٹھری کے عقبی حصے میں تھا جہاں وہ بڑا مجسمہ رکھا ہوا تھا کہ چند لوگ میرے نزدیک پہنچ گئے۔ لیکن انکے چہروں پر نرمی اور مسکراہٹ تھی۔

''اجنبی۔ کیا ہم تجھ سے کچھ پوچھ سکتے ہیں؟'' ان میں سے ایک نے کہا اور میں ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''پوچھو۔''

''تمہارے حلیے سے پتہ چلتا ہے کہ تمہارا تعلق اس بستی سے نہیں ہے۔ اس کے علاوہ تم راہب بھی نہیں ہو۔ کیا تم کسی اجنبی دیس کے مسافر ہو؟''

''ہاں۔ میں مسافر ہوں۔''

''تب تمہاری خدمت ہمارا فرض ہے۔ ہمیں بتاؤ یہاں تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے؟''

''تم مجھے کیا دے سکتے ہو۔ تم ہی مجھے بتا دو۔'' میں نے کہا اور وہ سب میری شکل دیکھنے لگے۔ پھر ایک شخص نے کہا۔

''مسافر ہم نااہل لوگ ہیں۔ بے مقصد اور ناکارہ شخص کسی کو کیا دے سکتا ہے۔ البتہ تم بتاؤ تمہیں کس چیز کی ضرورت ہے۔ کوشش کریں

گے کہ ایک میزبان کی حیثیت سے تمہیں تمہاری مطلوبہ شے فراہم کریں۔''

''نہیں تمہارا شکریہ۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا اور وہ سب گردنیں جھکا کر پیچھے ہٹ گئے۔

البتہ میں نے یہ بات محسوس کی تھی کہ وہ لوگ نرم مزاج اور اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔

بہت دیر تک میں پگوڈے میں گھومتا رہا۔ پھر میں نے ایک جگہ کچھ لوگوں کو جمع ہوتے دیکھا۔ شاید کوئی اہم رسم ادا ہوتے جا رہی تھی۔ چنانچہ میں بھی دلچسپی سے اس طرف بڑھ گیا۔ کافی جم غفیر تھا۔

میں نے دیکھا کہ ان لوگوں کے درمیان ... شخص جوان کی مانند نہیں تھا، اور نہ ان جیسے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور نہ ہی اس کا سر ان لوگوں کی مانند گھٹا ہوا تھا۔ لیکن اس کے چہرے پر بھی وہی منکسر المزاجی نظر آ رہی تھی۔ کھڑا ہوا ہے اور اس کے قریب بہت سارے لوگ موجود ہیں۔

کوئی خاص بات ہونے والی تھی۔ میں بھی ان لوگوں کے درمیان جا کھڑا ہوا۔ سب کے چہروں پر عجیب سے آثار تھے۔ پھر ان میں سے ایک نے چاروں طرف دیکھا اور اس کے بعد وہ سب کائی کی طرح پھٹ گئے ایک شخص اسی جانب آ رہا تھا۔

میں نے بھی اس کی طرف دیکھا وہ ایک راہب تھا۔ اچھا طویل القامت تھا۔ چہرے پر رعب تھا گو شکل وصورت ویسی ہی تھی جیسی دوسروں کی تھی لیکن یہ شخص کسی قدر منفرد نظر آ رہا تھا۔ جب وہ بھی ان کے نزدیک پہنچ گیا تو اس شخص کو کچھ بتانے لگا۔ پھر ان میں سے ایک نے گردن اٹھا کر کہا۔

''لاماسوہا۔ تمہاری یہ قربانی بدھ کے حضور تسلیم کرتا ہے اور تمہیں اجازت دیتا ہے۔'' اس نے کہا۔

''قربانی؟'' میں نے دل ہی دل میں سوچا اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ شخص اپنے جسم کے کپڑے اتار رہا ہے۔ اس نے تمام لباس اتار دیا۔ صرف نچلے حصہ کا کپڑا تھوڑا سا باقی رہ گیا تھا۔ پھر اس نے بدن پر کوئی چیز ملی۔ سفید سفیدی کوئی چیز تھی جس میں ہلکی سی پیلاہٹ شامل تھی۔ اس کے بعد اس نے چقماق سے آگ روشن کی اور اپنے بدن میں لگالی۔

میں تعجب سے منہ پھاڑ کر رہ گیا تھا۔ کیا یہاں یہ نسل بھی موجود ہے؟ لیکن میں نے دیکھا کہ تمام لوگ پیچھے ہٹ گئے تھے۔ اور وہ شخص مل جانے والے شے کی وجہ سے دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔ اس کے دانت بھینچے ہوئے تھے، مٹھیاں بند تھیں۔ لیکن اس کا بدن سلگ رہا تھا۔

اہم بات یہ تھی کہ نہ وہ تڑپ رہا تھا اور نہ منہ سے چیخ رہا تھا۔ بس جل رہا تھا خاموشی کے ساتھ اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے بدن نے شعلے پکڑ لئے۔ عجیب سی آگ تھی جس کے بارے میں میں تصور نہیں کر سکتا تھا کہ اس میں اتنی تیزی کیوں ہے۔ بہر صورت آگ میں جلتا ہوا شخص تھوڑی دیر تک چلتا رہا۔ پھر وہ زمین پر گر پڑا۔ دو تین بار اس کے ہاتھوں پیروں میں اینٹھن پیدا ہوئی اس کے بعد وہ خاکستر ہو گیا۔ تب میں نے اپنے قریب والے شخص کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

''سنو۔'' میں نے ایک شخص کو مخاطب کیا جو شکل وصورت سے راہب نظر آتا تھا۔ وہ میری طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کے چہرے پر نرمی کے آثار تھے۔

''مجھے۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''اسے کیا ہوا؟''

''کسے؟''اس نے تعجب سے پوچھا۔

''یہی جس نے اپنے بدن میں آگ لگائی ہے۔''

''اوہ یہ تیاگی تھا۔ دنیا کی محبت، دنیا کا حصول، اس کی ذات پر اس قدر مسلط ہو گیا تھا کہ یہ اس سے جان نہیں چھڑا پا رہا تھا۔ خواہشات، اسے غلام بنانے کے لئے لپک رہی تھیں اور وہ ان سے جان چھڑانا چاہتا تھا۔ کیونکہ یہی بدھ تعلیمات ہیں۔ جس وقت نفس اور خواہشات انسان کو اس قدر مجبور کر دیں کہ وہ ان کے بغیر جینا بھی محال سمجھے تو پھر نیکیوں کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ راستہ ہے موت۔ سو اس نے موت قبول کر لی۔''اس شخص نے جواب دیا۔

''اوہ گویا اسے یہ کسی قسم کی سزا نہیں دی گئی ہے۔''

''نہیں۔ انسان اپنا محاسب خود ہوتا ہے۔ اپنا سب سے بڑا محاسب۔ وہ خود ہی اپنے لئے سزا تجویز کر سکتا ہے اور یہی اس کے حق میں بہتر بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ دوسری جانب سے دی جانے والی سزا اس کی نیکیوں میں کوئی اضافہ نہیں کرتی۔ اس لئے اچھا تو یہ ہے کہ وہ خود اپنی سزا کا تعین کرے اور اپنے آپ کو سزا دے لے۔''اس نے جواب دیا اور آگے بڑھ گیا۔

میں سر کھجانے لگا تھا۔ یہ تو بڑا دلچسپ معاملہ ہے۔ گویا یہاں جزا و سزا پر کوئی نظام ہی نہیں۔ جس طرح چاہو اپنا حساب کر و اور بس۔

''واہ۔''میں دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ لیکن بہر صورت اس شخص کی دردناک موت میری نگاہوں میں گھوم رہی تھی۔

وہ کوئی دیوانگی یا جنون تو نہیں تھا۔ بڑے پرسکون انداز میں اس نے اپنے بدن کو آگ لگا کر خودکشی کی تھی اور یہ آسان کام نہیں تھا۔ اس کے بعد بھی وہ جس انداز میں جلا تھا وہ کوئی آسان کام نہ تھا۔ وہ نہ تو تڑپا اور نہ کراہا تھا۔ بڑی حیرت انگیز بات تھی لیکن دنیا میں حیرت کے سوا ہے ہی کیا۔ جہاں چلے جاؤں وہاں کوئی نہ کوئی چیز ایسی نظر آ جائے گی جو تمہارے لئے حیرت انگیز ہو گی۔ یہ دوسری بات ہے کہ تم اسے مسلط نہ کرو اور خاص طور سے مجھ جیسا شخص جو عجائبات سے گزر چکا تھا۔

میں بھلا ان حیرتوں سے دیوانہ کیسے ہو جاتا۔ لیکن پھر بھی میں نے اس بارے میں سوچا ضرور تھا۔

رات کو میں واپس اپنی قیام گاہ پر آ گیا۔ امبھا کروسا سے رات کو ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ لیکن میرے لئے کھانا لانے والے وہ لوگ تھے جن سے میری ملاقات بدھ کے مجسمے کے پاس ہوئی تھی اور اس وقت کھانے میں دودھ کی بالائی، پھل اور خشک میوے بھی تھے۔

انہوں نے کھانا میرے سامنے رکھ دیا۔

''امبھا کروسا اپنی کوٹھری میں ہے؟''میں نے بے خیالی سے پوچھا۔ لیکن ان لوگوں پر جو عمل ہوا تھا۔ اس نے مجھے احساس دلایا کہ میں کیا کہہ گیا ہوں۔

''کون۔ کس کا نام لیا تم نے؟''

ایک لمحے کے لئے مجھ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ اسھا کروسا کی مدد کی جا سکتی ہے، وہ خود تو اپنے نفس کی خاطر کچھ نہیں کرے گا۔ اگر میری کوشش سے اس کے اپنے اقارب اس سے مل جائیں تو کیا حرج ہے؟

''اسھا کروسا۔'' میں نے جواب دیا۔

''آہ۔ وہ ہم میں کہاں۔ اس کی تو صرف کہانیاں رہ گئیں ہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''اسھا کروسا کا نام کیوں لیا تم نے؟''

''کیا یہ کوئی خاص نام ہے؟''

''ہاں یہ ہمارے بہت بڑے روحانی رہنما کا نام ہے۔''

''تو کیا اس نام کا ایک ہی شخص ہوگا تمہارے ہاں؟''

''ہاں۔ جب وہ غائب ہوا۔ کسی اور نے یہ نام نہ رکھا۔''

''وہ کون تھا۔ کیا تم مجھے اس کے بارے میں بتاؤ گے؟''

''ایک مقدس ہستی۔ اس نے تیاگ لیا اور یہاں سے بہت دور چلا گیا۔''

''کیا وہ واپس آئے گا؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں اس نے یہی کہا تھا اور وہ جھوٹ نہیں بولتا تھا۔''

''اس نے کب واپس آنے کے لئے کہا تھا؟''

''اس نے کہا تھا اس وقت جب وہ واپس آئے گا تو اس غار کا دہانہ کشادہ ہو جائے گا جہاں وہ آرام کر رہا ہے۔''

''تو تم نے اس غار کو دیکھا؟''

''ہاں۔ اور میں نے سوچا کہ اب وقت قریب ہے۔ سوہا نے علم کی آنکھ سے اسھا کروسا کو دیکھا کہ وہ ہمارے درمیان ہے۔''

''سوہا کے علم نے تمہیں یہ نہیں بتایا کہ وہ تمہارے درمیان پہنچ چکا ہے اور تمہاری آنکھیں بند ہیں۔''

''کیا؟'' وہ اب حیرت سے چونک پڑے۔

''ہاں۔ اسھا کروسا تمہارے پاس ہے۔''

''کہاں؟ کہاں ہے وہ۔ وہ تو۔ نامعلوم غاروں میں طویل نیند سو رہا ہے۔''

''نہیں۔ وہ نیند سے جاگ اٹھا ہے اور اس وقت بھی تمہارے پگوڈے میں ہے۔''

''آہ۔ تم۔ تم خوش خبری دینے والے ہو۔ کیا تم ہمیں اس کے بارے میں نہیں بتاؤ گے؟''

''تم میں سے کوئی اسے پہچان سکتا ہے؟''

''خود سوہا۔صرف سوہا۔'' اس نے جواب دیا۔

''ہاں وہ بوڑھا آدمی اسے ضرور پہچان سکتا ہے۔تب پھر جاؤ اور سوہا کو ساتھ لو اور یہاں کی ساری کوٹھریاں دیکھ ڈالو۔'' میں نے کہا۔

وہ سب بتوں کی طرح کھڑے رہے اور پھر وہاں سے پلٹ کر بھاگے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

اور پھر تھوڑی دیر کے بعد ہی ہنگامہ ہو گیا۔ انہوں نے امبھا کروسا کو پکڑ لیا تھا اور وہ سب امبھا کروسا کے نام کے نعرے لگا رہے تھے۔ مجھے امبھا کروسا کی حیرت کے بارے میں سوچ کر مزہ آ رہا تھا۔ وہ تو بڑا پریشان ہوگا کہ آخر اس کا راز کیسے کھل گیا۔ بہر حال میں بھی تماشہ دیکھنے باہر نکل آیا۔ لوگوں نے امبھا کروسا کو کاندھوں پر اٹھا رکھا تھا اور وہ شرمسار نظر آ رہا تھا۔

بمشکل تمام پگوڈے کے ایک حصے میں اسے چھوڑا گیا لیکن اب بھی پورا پگوڈا اس کے گرد جمع تھا۔ لوگ اس سے طرح طرح کے سوالات کر رہے تھے۔ بہر حال امبھا کروسا خوب چکر میں پھنسا تھا۔ میں وہاں سے نکل آیا اور پگوڈے کے اس عقبی حصے کی طرف جا نکلا جہاں گوتم کا مجسمہ موجود تھا۔

چاندنی نکھری ہوئی تھی۔ ٹھنڈی ہوا پھولوں کی خوشبو چاروں طرف بکھیر رہی تھی۔ بہت ہی دلکش سماں تھا اور پھر جب اس چاندنی میں کسی کی گنگناہٹ گھل گئی تو بلاشبہ ماحول پر سحری طاری ہو گیا۔

نسوانی آواز تھی۔ نہایت شیریں لہجہ، کوئی لڑکی عجیب سا پرسحر گیت گا رہی تھی۔ میں مبہوت ہو گیا اور گنگناہٹ جاری رہی اور پھر گانے والی آہستہ خرامی سے میرے سامنے آ گئی۔ میں نے چھپنے کی کوشش نہیں کی تھی لیکن وہ مجھے دیکھ کر سہم گئی۔

گنگناہٹ رک گئی اور اس کا منہ کھلا رہ گیا۔ چاندنی انسانی روپ میں سمٹ گئی تھی۔ ایسے دلفریب نقوش تھے کہ میں تصور حیرت بن گیا۔ نازک سی، زندگی سے بھرپور، ہونٹوں پر ازلی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی لیکن اس وقت۔

یوں لگتا تھا جیسے اس کے بدن میں جان ہی نہ ہو۔ تب میں چند قدم آگے بڑھا اور اس کے سامنے پہنچ گیا۔

''گانے والی حسینہ۔خاموش کیوں ہو گئیں؟'' میں نے سوال کیا۔

''کیا۔کیا تو بدھ ہے؟ کیا پتھر کے مجسمے میں زندگی واپس آ گئی ہے؟'' اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔

''نہیں گانے والی، میرا اس پتھر کے مجسمے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔''

''او تو جھوٹ بول رہا ہے۔تو...... بدھا ہے۔ یہ ملکوتی مسکراہٹ، یہ چمکدار بدن، یہ حسین چہرہ۔ کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں؟''

اس نے میری طرف ہاتھ بڑھایا اور پھر چونک پڑی۔ سمٹ کر پیچھے ہٹ گئی۔

''لیکن تیرا چہرہ؟ نہیں تو بدھا نہیں ہے۔''

''میں تو پہلے ہی کہہ رہا ہوں۔''

''پھر۔پھر تو کون ہے؟''

''بیرونی دنیا کا ایک مسافر۔کیا تمہیں امہا کروسا کے بارے میں علم نہیں۔وہ واپس آ گیا ہے۔''

''کون واپس آ گیا ہے؟''

''تمہارا اوتار۔امہا کروسا۔کیا تم نے شور نہیں سنا؟''

''نہیں۔میں دور تھی۔مگر امہا کروسا۔وہ کہاں ہے؟ وہ تو طویل نیند سو گیا تھا۔''

''ہاں وہ جاگ کر واپس آ گیا ہے۔مگر تم کون ہو؟''

''شھانی۔''اس نے جواب دیا۔

''کہاں رہتی ہو؟''

''وہاں۔''اس نے کافی دور درختوں کے ایک جھنڈ کی طرف اشارہ کیا۔یہ بھی پگوڑے کا علاقہ ہی تھا۔

''تم بہت اچھا گاتی ہو۔''

''سب ہی کہتے ہیں مگر میں گا کہاں رہی تھی۔''

''گنگنا رہی تھیں؟''

''ہاں میں ایسے ہی۔''اس کے انداز میں شرم پیدا ہو گئی۔

''کیا تم مجھے گانا سناؤ گی؟''

''تمہیں۔''اس نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

''ہاں، میں مسافر ہوں۔تمہارا مہمان ہوں۔کیا تم میری یہ خواہش پوری نہ کرو گی؟''

میں نے کہا اور وہ کشمکش میں پڑ گئی۔پھر وہ گہری سانس لے کر بولی۔

''سناؤں گی۔لیکن ابھی نہیں۔نہ اس کے لئے یہ جگہ موزوں ہے اور نہ یہ وقت۔تم ناراض تو نہ ہو گے؟''

''نہیں۔لیکن وقت اور جگہ کے بارے میں بتاؤ۔''

''کل،رات کو۔میں تمہیں خود یہاں سے دور لے جاؤں گی۔''

''وعدہ؟''

''ہاں۔''اس نے شرمگیں انداز میں کہا اور پھر خاموشی سے سر جھکائے کھڑی رہی۔

''شھانی۔یہاں تمہارے ساتھ اور کون کون رہتا ہے؟''

''میری سکھیاں بہت سی ہیں۔کس کس کے نام بتاؤں۔''

''میرا مطلب ہے تمہارے والدین؟''

''میں پگوڈا کی خادمہ ہوں۔ ہمارے والدین نہیں ہوتے۔ ہمیں بچپن ہی سے بدھا کے قدموں میں بھیج دیا جاتا ہے اوراس کے بعد ہمارے والدین ہمیں اپنی اولاد نہیں کہتے۔ ہم یہ بھی نہیں جان سکتے کہ ہم کہاں پیدا ہوئے تھے اور نہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔''

''اوہ۔ کیا تمہیں اس طرح سکون ملتا ہے۔ کیا تمہارے ذہن میں یہ تجسس باقی نہیں رہتا کہ تمہارے والدین کون ہیں۔''

''بدھا کے قدموں میں سکون ہی سکون ہے۔ اس کی خدمت میں آنے کے بعد بے سکونی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں نے کبھی کسی کے بارے میں نہیں سوچا۔ اس کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی۔'' اس نے جواب دیا اور میں نے گہری سانس لی۔ تمام مذاہب میں عقیدت کا بڑا دخل رہا ہے اور درحقیقت یہ عقیدت ہی سکون بخشتی ہے۔ اس طرح یہ لڑکی بھی اپنے عقائد میں مکمل تھی اور یقیناً جس مذہب کے لوگ نفس کشی کو اس قدر اہمیت دیتے ہیں وہ برے نہیں ہو سکتے۔ یہ لڑکیاں وہاں پوری طرح محفوظ رہتی ہوں گی اور کسی ذہنی الجھن کا شکار نہ ہوتی ہوں گی۔

''تو پھر کل تم کہاں ملوگی، شبھانی؟''

''اسی جگہ۔ میں یہاں سے تمہیں ساتھ لے جاؤں گی۔''

''ٹھیک ہے۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔'' میں نے جواب دیا اور اس نے واپسی کے لئے قدم بڑھا دیئے۔ دیر تک میں اسے دیکھتا رہا۔ اس کی چال بھی دلکش تھی۔ بہکے بہکے قدم جوانی کے نشے سے چُور۔ لیکن اس سے بے خبر دیر تک میں تصور کی نگاہ سے اسے دیکھتا رہا۔

وہ مجھے بہت پسند آئی تھی۔ پھر میں واپس اپنی قیام گاہ کی طرف چل پڑا۔ اوراس کے بعد میں نے رات بھر آرام کیا۔ ذہن سے سارے خیالات نکال دیئے تھے اور مجھے اس میں کوئی پریشانی نہیں ہوئی تھی۔ دوسرے دن صبح کو جاگا ہی تھا کہ کسی نے اندر جھانکا۔

''کون ہے؟'' میں نے آواز دی اور دو راہب اندر آ گئے۔ وہ جھکے اور پھر سیدھے ہو کر بولے۔

''لامہ کروسا نے کہا تھا کہ جب تم جاگو تو تمہیں اس کا پیغام دے دیا جائے۔ ہم تمہارے جاگنے کا انتظار کر رہے تھے۔''

''کیا پیغام ہے؟''

''وہ تم سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔''

''ہوں۔'' میں نے گردن ہلائی۔ ''ٹھیک ہے تم انتظار کرو۔ میں نہالوں اور اسکے بعد چلوں گا۔'' میں نے جواب دیا اور انہوں نے اسی انداز میں گردن ہلا دی۔ پھر باہر نکل گئے۔ اپنی رہائش گاہ کے عقبی تالاب میں، میں اچھی طرح نہایا۔ بال وغیرہ درست کئے، لباس درست کیا اور پھر لامہ کروسا کے پاس چل دیا۔ میرے رہبر میرے ساتھ تھے۔

امبھا کروسا بدلے ہوئے انداز میں نظر آیا۔ وہ ایک بڑے سے ہال میں زمین پر پالتی مارے بیٹھا تھا اور کئی دوسرے لوگ سامنے دوزانو بیٹھے تھے۔

مجھے دیکھ کر وہ مسکرایا۔ اور پھر اس نے دوسرے لوگوں سے چلے جانے کے لئے کہا۔ اور وہ سب گردن جھکائے باہر نکل آئے۔ امبھا کروسا

نے مجھے بیٹھ جانے کا اشارہ کیا اور میں اس سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھ گیا۔

''تو تم نے میرا راز کھول دیا؟'' اس نے کہا۔

''ہاں۔ میں تمہاری اس نفس کشی سے متفق نہیں تھا۔ اس طرح اپنوں سے جدا ہوئے تھے اور اس کے بعد بھی ان سے دور تھے۔ تم بذات خود تو کسی پر عیاں نہ ہوتے حالانکہ یہ لوگ تمہارے اتنے عقیدت مند ہیں۔''

امبھا کردسا نے گردن جھکالی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ تب میں نے کہا۔ ''اگر تمہیں میرے اس عمل سے تکلیف ہوئی ہے امبھا تو مجھے افسوس ہے لیکن میرا ذہن اس نفس کشی کو قبول نہیں کر رہا۔ جب دنیا کا تعلق تم سے ہے تو پھر تم اس سے دور کیوں رہنا چاہتے ہو۔''

''نہیں میرے دوست۔ تم نے تو میرے اوپر ایک اور احسان کیا ہے۔'' وہ آہستہ سے بولا۔

''کیا؟'' میں نے چونک کر پوچھا۔

''تم نے درست کہا، دنیا میں رہ کر دنیا سے دور نہیں رہا جا سکتا۔ میرے ذہن میں شدید کشمکش تھی اور یہ کشمکش میری عبادت میں بھی دخل انداز ہو رہی تھی۔ میں دلجمعی سے کوئی کام نہیں کر پا رہا تھا۔ اس کے علاوہ کچھ مشکلات بھی پیش آ رہی تھیں۔ میں وہ نہیں کر سکتا تھا جو کرنا چاہتا تھا لیکن اب یہ مشکل حل ہوگئی۔ میں کسی طور کسی کو اپنے بارے میں نہیں بتانا چاہتا تھا لیکن اب......''

''شکریہ امبھا کردسا۔ ورنہ میں تو بددل ہو گیا تھا۔''

''اوہ، کیوں؟''

''یہ باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔''

''نوجوان مسافر۔ تم جو کوئی بھی ہو، اتنا تو میں جانتا ہوں کہ تم عام انسانوں سے مختلف، ان سے ذہین اور سمجھ میں نہ آنے والوں میں سے ہو۔ بہرحال میں ذرا سی فرصت ملتے ہی تمہیں بدھ کی تعلیمات کے بارے میں بتاؤں گا۔ اس کے بعد تمہاری سمجھ میں یہ سب کچھ آ جائے گا۔''

''کوشش کرنا...... لیکن اس سے زیادہ مجھے تمہارے اس علم سے دلچسپی ہے جس نے چٹانی دروازے کو کشادہ کر دیا تھا۔''

''میں تمہیں سب کچھ بتاؤں، سب کچھ...... اس سے تمہیں کیا کیا حاصل کرنا ہے اس کا فیصلہ تم بہتر طور سے کر سکو گے۔''

''یہ سلسلہ کب سے شروع ہوگا؟'' میں نے پوچھا۔

''بہت جلد۔ اب کچھ لمحات لوگوں میں گزریں گے، لوگ مجھ سے ملنے آئیں گے اور مجھ سے میرے گیان کے بارے میں پوچھیں گے۔''

''ہاں یہ تو ہے۔''

''اب صبح کا کھانا کھالو، اگر پسند کرو تو میرے ساتھ رہو۔ ویسے میری بستی تمہیں زیادہ پسند نہ آئی ہوگی کیونکہ یہاں حد سے زیادہ سادگی ہے۔''

''ہاں۔ حد سے زیادہ شدت پسندی ہے۔ مذہب نے بے شک بہت سی اچھی باتوں کا پرچار کیا ہے لیکن کمزور انسان دنیا میں اس لئے نہیں پھینکا گیا ہے کہ اس دنیا کی دلچسپیوں کو مکمل طور پر ترک کر دے۔ یہ ایک غیر فطری بات ہے اور اسے میرا ذہن قبول نہیں کرتا۔''

''قبول کرلے گا۔'' اسھا کروسا نے مدبرانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ مجھے بچہ سمجھتا ہو۔ بہر حال اس کی یہ غلط فہمی بہت جلد دور ہوجائے گی۔ ابھی وہ جو کچھ سوچ رہا تھا اسے سوچنے دیا جائے۔ ہاں ایک بات کا میں نے اعتراف کیا تھا۔ وہ یہ کہ دوسرے مذاہب میں اگر مذہب کے خلاف کوئی بات کہہ دی جائے تو لوگ چراغ پا ہوجاتے تھے۔ ان لوگوں میں حد سے زیادہ حلیمی تھی اور وہ کسی بات پر بیچ پا نہیں ہوتے تھے۔

اسھا کروسا کے ساتھ ہی ناشتہ کیا..... اس نے تو بہت مختصر کھایا تھا لیکن میرے لئے بہت کچھ تھا اور میں نے تکلف بھی نہیں کیا۔ پھر اس وقت میں وہیں تھا جب چند لوگوں نے آ کر اسھا کروسا کے سامنے گردن جھکا دی۔

''کیا بات ہے؟'' اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''آپ کے اہل خاندان اور دوسرے بہت سے لوگ آپ سے ملنے آئے ہیں مقدس کاہن۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''بلاؤ نہیں۔ بڑے ہال میں بٹھادو۔ میں آتا ہوں۔'' اسھا کروسا نے کہا اور وہ لوگ چلے گئے۔

''ان سے علیحدہ نہیں ملو گے اسھا کروسا؟ تم نے ان سب کو ایک ساتھ بلایا ہے۔''

''ہاں۔ تاکہ تفریق نہ ہوسکے۔ سب یکساں ہیں۔'' اسھا کروسا نے کہا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ ''آؤ مسافر! ویسے یہ عجیب بات ہے کہ میں تمہیں آج بھی مسافر کہتا ہوں۔ تمہارا کوئی نام تو ضرور ہوگا۔ اس نام کو تم نے کیوں چھپایا ہے، یہ میں نہیں جانتا۔''

''یہ بھی اپنے علم سے پوچھو اسھا کروسا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں بس ذرا سی مہلت مل جائے، میں تمہارے بارے میں جاننے کی کوشش کروں گا۔'' اس نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا اور ہم دونوں ہال میں آگئے۔ یہاں بہت سے لوگ پالتی مارے بیٹھے تھے۔ اسھا کو دیکھ کر وہ کھڑے ہوگئے۔

آنے والوں میں عورتیں بھی تھیں، نوجوان لڑکیاں اور لڑکے بھی۔ ان میں زیادہ تر اسھا کروسا کے اہل خاندان تھے۔ ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوگئے اور ان میں سے کچھ آگے بڑھے۔ انہوں نے اسھا کروسا سے لپٹنے کی کوشش کی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔

''ملنے والوں کو دیکھ کر تو خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے، تم رو رہے ہو۔'' وہ سنجیدہ آواز میں بولا اور پھر خود دوسرے لوگوں کے قریب جا کر ان کے سروں پر ہاتھ پھیرا۔

''آپ نے ہمیں اطلاع بھی نہ کرائی بابا۔'' ایک نوجوان نے کہا۔

''کیا ضروری تھا..... میں منتظر لوگوں میں خود ہی آ گیا۔''

''گھر چلیں۔'' ایک لڑکی نے کہا۔

''یہ کون ہے؟'' اسھا کروسا نے پوچھا۔

''آپ کی پوتی ہے۔''

''خوش رہے۔ عبادت گاہ سے بڑا گھر کون سا ہوتا ہے۔ تم سب خوش رہو۔ مجھ سے ملنے کو دل چاہے تو آجایا کرو..... کون روکتا ہے۔''

''تو آپ گھر نہیں چلیں گے؟''

''اگر تمہارا گھر اس عبادت گاہ سے برتر ہو تو مجھ کور چشم کو سمجھا دو۔ میں مان لوں گا۔''

''مگر ناناجی۔ ہم تو آپ کو لے کر چلیں گے۔'' ایک حسین لڑکی نے مترنم آواز میں کہا۔

''میری بچی۔ مجھے مہاتما کے چرنوں میں رہنے دو۔ اس سے زیادہ سکون کی جگہ مجھے کہیں نہ ملے گی۔'' امبھا کروسا نے کہا اور پھر میری طرف دیکھ کر بولا۔'' ہاں...... تم میرے مہمان کو اپنے پاس ضرور بلانا۔ یہ میرا محسن بھی ہے اور دوست بھی۔''

تب لوگ میری طرف متوجہ ہو گئے۔ بہت سی نگاہوں نے مجھے غور سے دیکھا تھا۔ اس کے بعد وہ لوگ گفتگو کرتے رہے۔ اور میں ان کی باتیں سنتا رہا۔ امبھا کروسا کے اہل خاندان بہت زیادہ تھے اور ان میں ہر عمر کے لوگ تھے۔ لڑکیوں کی تعداد بھی کافی تھی اور یہ تیاگی نہیں تھیں چنانچہ ان کی نگاہوں میں شرارت پائی جاتی تھی۔ دیر تک وہ لوگ یہاں رہے۔ دوسرے لوگ بھی مہا تیاگی کے درشن کو آرہے تھے۔ بالآخر میں وہاں سے چلا آیا...... مجھے زیادہ لطف نہیں آرہا تھا۔

رات کو ٹھیک وقت پر میں مہاتما بدھ کے مجسمے کے نزدیک پہنچ گیا اور مجھے وہاں گئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ شہانی بھی پہنچ گئی۔ اس نے مقامی طرز کا ڈھیلا ڈھالا لباس پہنا ہوا تھا جس میں پنڈلیاں گھٹنوں تک کھلی ہوئی تھیں۔ بال نہایت خوبصورت انداز میں بندھے ہوئے تھے۔ چہرہ دودھ سے دھلا محسوس ہوتا تھا اور وہ بے حد پیاری لگ رہی تھی۔

چاند آج بھی نکلا ہوا تھا اور روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔

''اجنبی۔'' اس نے آواز دی۔

''میں تمہارا منتظر ہوں شہانی۔''

''میں نے دیر تو نہیں کی؟''

''نہیں۔''

''تب آؤ...... ان پہاڑیوں کے درمیان چلیں۔ پھول راس کی وادی اس وقت خوشبوؤں سے مہک رہی ہوگی۔''

''چلو۔ میں تو تمہارا مہمان ہوں، جہاں دل چاہے لے چلو۔'' میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ چل پڑا۔ اس کی قربت مجھے سکون کی وادیوں میں لے گئی تھی۔ میں اس کے ساتھ چاندی کے کھیت میں چل رہا تھا اور ان پہاڑیوں کا فاصلہ زیادہ نہ تھا۔ پھول راس کی وادی حسین ترین تھی۔ یہاں خاموشی اور سکون پھیلا ہوا تھا اور درحقیقت یہ ملکی وادی تھی۔

درختوں اور پھولوں کے ایک کنج کے پاس وہ رک گئی۔ ''یہ میری پسند کی جگہ ہے۔'' شہانی نے گہری گہری سانسیں لے کر کہا۔ اس کے چہرے پر زندگی کی پوری تحریر لکھی ہوئی تھی اور وہ ایسی لڑکی نظر آرہی تھی جسے کبھی دکھ سے دوچار نہ ہونا پڑا ہو...... اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اور گہری ہو گئی تھی۔

''اب تم اپنا نام بتاؤ۔'' شمھانی نے کہا۔

''کیا تم میرے لئے ایک تکلیف اٹھاؤ گی؟''

''ضرور کہو۔''

''میرا نام تم ہی تجویز کردو۔''

''کیوں...... کیا تمہارا کوئی نام نہیں ہے؟''

''نہیں۔''

''یہ کیسے ممکن ہے؟''

''ممکن ہے شمھانی۔ یقین کرو۔ خود امبھا کر دسا مجھے مسافر کے نام سے پکارتا ہے۔''

''تب میں تمہیں...... میں تمہیں من پورنا کے نام سے پکاروں گی۔''

''من پورنا...... اس کے معنی کیا ہیں؟''

''وہ، جو دل کو پسند آئے۔'' اس نے کہا اور شرما کر ہنس پڑی۔

''کیا اس نام میں حقیقت ہے؟''

''حقیقت نہ ہوتی تو...... میں یہاں کیوں آتی۔'' اس نے کہا اور میں چند قدم آگے بڑھ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ پھولوں کی طرح نازک بدن بل کھانے لگا۔ پھر اس نے اپنا سر میرے سینے سے لگا دیا اور میرے سارے وجود میں خوشبو پھیل گئی۔

''یہ تو میری خوش بختی ہے شمھانی کہ تم نے مجھے پسند کرلیا۔ اب یہ علاقہ مجھے بے حد حسین لگنے لگا ہے۔''

''میں تمہارے بارے میں سوچتے ہوئے سب کچھ بھول جاتی ہوں پورنا۔ میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ سوچا ہے۔''

''کیا بھول جاتی ہو شمھانی؟''

''یہی کہ میں...... میں تو بدھ کی داسی ہوں۔ میں تو بے شمار پابندیوں میں گھری ہوئی ہوں۔''

''محبت یہ سب کچھ نہیں دیکھتی شمھانی۔ اور پھر محبت تو سب سے بڑی عبادت ہے۔ بدھ نے بھی محبت کا سبق دیا ہے۔''

''ہاں۔'' اس نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا اور پھر کافی دیر تک خیالات میں ڈوبی رہی پھر جیسے اسے کچھ یاد آ گیا۔ ''تم نے مجھ سے گانے کے لئے کہا تھا۔''

''ہاں۔''

''میں نے تمہارے لئے ایک گیت بنایا ہے۔''

''تم گیت بھی بنا لیتی ہو؟''

''نہیں۔ پہلی بار ایسا کیا ہے۔ تمہیں یاد کرتے ہوئے یہی خیالات دل میں آئے تھے۔'' اس نے شرمائے ہوئے انداز میں کہا۔

''تب سناؤ۔'' میں نے کہا اور اس نے مترنم آواز میں انتہائی دلکش اور پُرسحر انداز میں ایک گیت سنایا۔ جس کا مفہوم یوں تھا۔

''سنگلاخ چٹانوں کے رخنوں میں آسمان سے برسنے
والے پانی نے نمی پیدا کی اور پھر اس نمی نے چٹان کو
تولید کی قوت بخشی۔
تب ان رخنوں میں ایک ننھی سی کونپل نے
سر ابھارا۔ اپنے اردگرد نگاہ ڈالی، وہ سہم گئی کیونکہ
اس کے گرد پتھروں کے سوا کچھ نہ تھا۔
آہ...... دنیا کیسی بدنما ہے۔
لیکن زندگی گزاری جاتی ہے۔ سو اس نے
چٹانوں کو اپنا لیا...... پھر وقت کے قافلے گزرنے لگے۔
پتھر ہی پتھر...... یہی اس کی زندگی تھی۔
لیکن پھر دوسرے رخنے میں ایک پھول کھلا، کونپل
کا ساتھی ...... اور یہ چٹانیں حسین ہو گئیں۔
پھول اسے بہت بھایا تھا۔
درمیان میں پتھریلی چٹانیں ہیں۔ نجانے پھول
اور کونپل کے فاصلے کیسے ختم ہوں گے؟''

آخر میں وہ اداس ہو گئی...... میں نے صدیوں میں زندگی گزاری تھی پروفیسر، لیکن اتنا حسین رومانی لمحہ میری زندگی میں نہیں آیا تھا...... اس نے کس خوبصورتی سے اپنی ترجمانی کی تھی اور پھر اس کی آواز بے حد حسین تھی۔ میں دیر تک سحر میں ڈوبا رہا تھا۔

پھر میں چونکا...... اور اس کے ساتھ ہی وہ بھی چونک پڑی۔

''اب چلیں پورنا۔''

''اتنی جلدی۔''

''کل ہم پھر ملیں گے۔ اس سے زیادہ رکنا مناسب نہیں ہوگا۔ ہمیں حالات پر بھی نگاہ رکھنی چاہئے۔ کل تم یہیں پہنچ جانا۔ کل ہم دیر تک بیٹھیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا اور پھر ہم دونوں چل پڑے۔

میں نے شھانی کو اس کے ٹھکانے پر چھوڑا اور پھر واپس پگوڈا میں آ گیا۔ یہاں پگوڈے کے باہر ایک عظیم مجمع لگا ہوا تھا۔ بے شمار لوگ مجھے نظر آ رہے تھے۔ جگہ جگہ مشعلیں اڑسی نظر آ رہی تھیں۔ میں بھی ان لوگوں میں شامل ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد امبھا کروسا نظر آیا۔ وہ ایک چبوترے کی طرف بڑھ گیا اور لوگ اس پر پھول نچھاور کرنے لگے۔ وہ امبھا کروسا کے نام کے نعرے بھی لگا رہے تھے۔ یہ لوگ غالباً اس کی زیارت کے لئے ہی جمع ہوئے تھے۔

تب میں نے لامہ سویا کو بھی دیکھا جو اس چبوترے کے کنارے آ کھڑا ہوا تھا۔ پھر لامہ سویا نے کہنا شروع کیا تھا۔

''مہاتما بدھ کے پیرو! تم اس مہان منش کے درشن کر رہے ہو جس نے آدھی صدی موت کی وادیوں میں گزاری ہے، جس کا گیان مہان ہے، جس نے موت کی وادیوں کا راز معلوم کیا ہے، ہاں اس وقت جب یہ بستی بہت چھوٹی تھی، اس کی آبادی بہت تھوڑی تھی، امبھا کروسا مہان گیانی نے جیتے جی خود کو موت کی گود میں سلا لیا اور اسکے بعد تم میں سے ہر ایک کو معلوم ہے کہ یہ ایک روایت بن گئی۔ ہم ان غاروں میں جا کر اس کے جاگنے کا انتظار کرتے تھے لیکن ہماری بدقسمتی تھی کہ جب یہ جاگا تو ہم وہاں موجود نہ تھے۔ بہرحال مہا گیانی ہمارے سامنے موجود ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ اس کا گیان، اس کا تجربہ ہمیں برکتیں دے گا۔''

لوگوں نے ہاتھ باندھ کر جھک کر عقیدت کا اظہار کیا اور پھر لامہ سویا نے امبھا کروسا سے پوچھا۔ ''امبھا کروسا جی۔ کیا آپ موت کی وادیوں کے بارے میں ہمیں نہیں بتائیں گے؟''

''میرے بچو..... میرے بھائیو! کیا میں اس سے زیادہ روشنی والا ہوں جس نے ہماری آنکھوں میں بینائی دی ہے۔ جب اس نے ہمیں موت کی وادیوں کی کہانی سنائی تو مان لو، یہ کہانی کوئی نہیں سنا سکتا۔ میں نے اس کی کوشش کی تھی لیکن انسان اس زمین پر رینگنے والے کیڑوں کی طرح بے حقیقت ہے۔ قدرت نے جو راز اس پر منکشف کیے انہوں نے اس کی اپنی ذات کو فائدہ پہنچائے اور جو راز قدرت نے اس پر منکشف کرنا مناسب نہ سمجھے۔ انہیں اس کی کوشش، اس کی بینائی نہیں دیکھ سکتی خواہ وہ موت کی وادیوں میں جانے کی کوشش کرے یا آسمان کی وسعتوں میں۔ چھپی ہوئی باتیں چھپی ہی رہتی ہیں۔ ہاں، میری زندگی کے وہ لمحات جو میں نے زندگی سے دور رہ کر گزارے، مجھے صرف ایک سبق دیتے ہیں...... اور وہ سبق یہ ہے کہ تم حقیر ہو، تمہارے ہاتھ چھوٹے ہیں، تمہاری سوچ چھوٹی ہے، اپنی حدوں کو پار کرو گے، کچھ نہ ملے گا، کچھ بھی نہیں ملے گا۔ سو تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم اپنی حدود میں رہو، بدھ کی پیروی کرو، نفس کو قتل کرو اور خود کو حقیر جانو.....'' امبھا کروسا خاموش ہو گیا۔

پھر لوگ اس سے طرح طرح کے سوالات کرتے رہے۔ یہ سوالات میرے لئے دلچسپ نہیں تھے اس لئے میں وہاں سے چلا آیا اور اپنی قیام گاہ پر پہنچ گیا۔ میں شھانی کے ساتھ گزارے ہوئے لمحات سے لطف لینا چاہتا تھا۔ یہ بات تمہارے علم میں ہے پروفیسر، کہ ادوار میرے لئے میری پسند کی عورتوں کو جنم دیتے رہے ہیں اور عورت کسی نہ کسی طور میرے نزدیک پہنچ جاتی ہے۔

لیکن..... تجربے کی بات ہے کہ عورت کا قرب کسی بھی دور میں میرے لئے غیر دلکش نہیں رہا۔ نئی عورت نئے تجربات کی حامل ہوتی تھی۔

سب کی حیثیت ایک لیکن فطرت جدا جدا...... اور یہ تبدیلی ہی اس کی دلکشی ہے۔ سو میں شھانی کے بارے میں دیر تک سوچتا رہا...... اور اس کے بارے میں سوچتے سوچتے سو گیا۔ دوسری صبح جاگا تو معمولات میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔

پھر ضروریات سے فارغ ہو کر امبھا کروسا کے پاس پہنچا تو اس کے تین پوتے اس کے پاس موجود تھے۔ امبھا کروسا مجھے دیکھ کر مسکرایا۔

''یہ تمہیں لینے آئے ہیں۔'' اس نے کہا۔

''اوہ، اتنی جلدی کروسا؟''

''ہاں۔ ان کی خواہش ہے کہ تم چند دن ان کے ساتھ گزارو۔''

''میں ان کے ساتھ چلا جاؤں گا امبھا۔ لیکن کیا ضروری ہے کہ میں ان کے ساتھ رہوں، مجھے یہی جگہ پسند ہے۔''

''اوہ نہیں دوست، تم گھوڑے سے باہر کی دنیا بھی دیکھو تمہارے لئے یہ ماحول اجنبی ہوگا۔ ممکن ہے تمہیں پسند بھی آئے۔''

میں نے ایک لمحے کے لئے سوچا پھر آمادگی ظاہر کر دی۔ کروسا ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔ رہی رات کی بات تو یہ لوگ مجھے روکنے کی کوشش تو نہ کریں گے چنانچہ میں تیار ہو گیا۔ پھر جب میں ان کے ساتھ چلا تو تینوں نوجوانوں نے اپنا تعارف مجھ سے کرایا اور پھر ان میں سے ایک بولا۔

''بابا کروسا تمہیں مسافر کہہ کر پکارتا ہے۔ کیا تمہارا کوئی نام نہیں ہے؟''

''ہے لیکن میں نے اسے بتایا نہیں۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''اوہ کیوں؟''

''بس دل نہیں چاہا۔''

''ہمیں بھی نہیں بتاؤ گے؟''

''پورنا۔'' میں نے کہا۔

''آہ۔ بڑا دلکش نام ہے...... لیکن سنا ہے تم بدھ مت کے پیرو نہیں ہو۔''

''ہاں۔ میں اس مت کے ماننے والوں میں سے نہیں ہوں۔''

''تو...... تو کیا...... تم گوکلا کے خاندان سے ہو؟'' اس نوجوان نے کہا اور دوسرے نوجوان چلتے چلتے رک گئے۔

''کرتایا...... تو نے یہ نام کیوں لیا؟'' انہوں نے اس نوجوان سے کہا۔

''بس جلدی میں منہ سے نکل گیا...... شما چاہتا ہوں۔''

''تجھے معلوم ہے کہ یہ نام لینے کی کیا سزا ہے؟''

''مجھے افسوس ہے مگر یہ بات تمہارے درمیان رہے۔ میں پورنا سے بھی معافی چاہتا ہوں۔''

''مگر کس بات کی...... اس نام میں کیا خاص بات ہے؟''

''پورنا۔ براہ کرم اس احمق کی بات بھول جاؤ۔ ہم اس بدعتی کا تذکرہ بھی نہیں کر سکتے۔'' دونوں نوجوانوں نے کہا۔

''ایسی کیا خاص بات ہے اس میں؟''

''بس بس...... خدا کے لئے بس۔ گو قصور تمہارا نہیں ہے۔ بیوقوفی اس کرنایانے کی ہے۔ مگر تم ہمارے اوپر رحم کرو۔'' انہوں نے عاجزی سے کہا اور میں گہری سانس لی...... نجانے اس نام میں ایسی کیا خاص بات تھی۔ گوکلا...... میں نے دل ہی دل میں دہرایا اور یہ اندازہ لگالیا کہ دونوں جوان اس نام سے سخت متنفر بلکہ خوفزدہ نظر آتے تھے۔ بہرحال میں نے اسے ذہن میں محفوظ کرلیا۔ اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش ضرور کروں گا۔ میں نے سوچا۔

پگوڈے سے باہر کی دنیا زیادہ مختلف نہ تھی۔ ان کا تو مذہب ہی یہ تھا خود اذیتی نفس کشی، ہر جگہ یہی چیز عام تھی سوائے اس کے کہ دوسرے لوگ عام زندگی گزارتے تھے۔ ہر کام ہو رہا تھا، دکانیں اور بازار بھی تھے، سڑکوں پر گھومتی حسینائیں بھی تھیں۔

پھر جس مکان میں مجھے لے جایا گیا وہ مکان کیا، پوری ایک بستی تھی۔ طویل وعریض علاقے کو چہار دیواری میں گھیر لیا گیا تھا اور پھر اس میں کمرے بنے ہوئے تھے۔ امبھا کروسا کے اہل خاندان ایک ہی جگہ رہتے تھے اور چونکہ خاندان وسیع تر تھا اس لئے جگہ بھی ایسی ہی تھی۔ لیکن میں نے ایک بات ضرور دیکھی۔ اندر کا علاقہ بے حد صاف ستھرا تھا اور انہوں نے اسے نفاست سے آراستہ کیا تھا کھلے گھاس کے میدان اور درخت بھی کافی تعداد میں تھے۔

نوجوان مجھے لئے ایک مکان میں داخل ہو گئے...... یہ مکان بھی اپنی دستکاری سے آراستہ تھا اور پھر بلاشبہ انہوں نے میری خدمت کی۔ بے شمار نوجوان، بچے، بوڑھے مجھ سے ملنے آئے۔ سب ہی میرے لئے کچھ نہ کچھ لا رہے تھے۔ انہوں نے مجھ سے میرے بارے میں بھی بہت سے سوالات کئے تھے لیکن کوئی خاص دلچسپی مجھے یہاں محسوس نہ ہوئی اور میں ان لوگوں سے بلاوجہ کا اخلاق برتتا رہا...... پھر رات ہوگئی اور میں نے اجازت چاہی۔

''کیوں...... کہاں جاؤ گے پورنا؟''

''رات میں پگوڈے میں ہی گزاروں گا۔''

''کیوں...... کیا ہم تمہاری خدمت نہیں کر سکے؟''

''یہ بات نہیں ہے دوستو...... مجھے کچھ کام ہے۔''

''تب اس کام کی انجام دہی کے بعد واپس آجانا۔'' مجھ سے التجا کی گئی اور میں سوچنے لگا۔

''لیکن اگر مجھے دیر ہوگئی تو تمہیں پریشانی ہوگی۔''

''اگر تم آدھی رات کو بھی آئے تو ہم منتظر ہی ملیں گے۔'' انہوں نے کہا اور میں ان کے خلوص کو نہ ٹھکرا سکا۔

میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''ٹھیک ہے۔ اگر یہ بات ہے تو میں واپس آجاؤں گا۔''

''ہم تمہارا انتظار کریں گے۔'' انہوں نے کہا اور میں وہاں سے چلا آیا۔

تھوڑی دیر تک تو میں اس بستی کی سڑکوں پر گھومتا رہا اور پھر پھول راس وادی کی طرف چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنی جگہ پہنچ گیا۔ لیکن شمھانی پہلے سے وہاں موجود تھی۔

''پورنا......'' وہ آگے بڑھی۔

''تم آ گئیں شمھانی......اتنی جلدی؟''

''ہاں پورنا۔'' اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''کیا بات ہے شمھانی۔ تم پریشان نظر آ رہی ہو؟''

''ہاں پورنا۔ میں پریشان ہوں۔''

''کیوں شمھانی؟''

''بس پورنا...... مجھے یوں لگتا ہے جیسے...... جیسے کوئی بڑا حادثہ ہونے والا ہے۔ کوئی ایسی بات جس کے بارے میں، میں خود کچھ نہیں جانتی۔''

''کوئی خیال تمہارے ذہن میں ہوگا؟''

''ہاں۔''

''کیا خیال ہے؟''

''پورنا۔ تم مجھے کب ملے ہو...... صرف کل نا؟ لیکن...... لیکن پورنا۔ اب تمہارے بغیر دل نہیں لگتا۔ ساری رات اور سارا دن تڑپتی رہی ہوں۔ کوئی کام اچھا نہیں لگا۔ بس تمہاری صورت آنکھوں میں گھومتی رہی۔ پورنا۔ اب کیا ہوگا؟''

''پریشان کیوں ہو رہی ہو شمھانی...... کچھ نہیں ہوگا ہم ملتے رہیں گے روزانہ ملتے رہیں گے اور اگر تم چاہو گی تو میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔''

''کہاں؟'' اس نے بے اختیار پوچھا۔

''کہیں بھی...... یہاں سے دور جہاں ہمارے ملنے پر کوئی پابندی نہ ہو...... کیا یہاں تمہیں مجھ سے ملنے پر کوئی پابندی ہے؟''

''ابھی کسی کو پتہ بھی نہیں ہے۔ پتہ چل گیا تو کیا ہوگا؟''

''کیا ہوگا شمھانی؟''

''کوئی اس بات کو اچھا نہیں سمجھے گا۔ کوئی برداشت نہیں کرے گا کہ بدھ کی خادمہ کسی اجنبی نوجوان سے ملاقات کرنے جائے۔''

''خود تم کیا سوچتی ہو شمھانی؟''

''میں...... مجھے تو نجانے کیا ہو گیا ہے...... وہ ہو گیا ہے جو کبھی نہیں ہوا...... میں نے ساری زندگی کسی نوجوان کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھا۔ ہمیں یہی سبق دیا جاتا ہے۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ دنیا سے دور رہنے میں نجات ہے۔ ہم اگر نفس کے ہاتھوں میں کھیلیں گے تو مہاتما کے باغی کہلائیں گے

اور میں...... ساری رات یہی سوچتی رہی۔''

''بیٹھو شھانی۔ مجھے بتاؤ جو کچھ تم سوچتی رہی ہو۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم اپنی سوچ میں تنہا نہیں ہو۔ میں بھی تمہارا مددگار ہوں۔''

''ایں۔ تم بھی میری مدد کرو گے؟''

''پوری پوری۔'' میں نے جواب دیا اور اس کی گھبراہٹ کم ہو گئی وحشت زدہ ہرنی پہلی بار دنیا کے محبت کے جال میں پھنسی تھی...... اس لئے پریشان تھی۔

وہ بیٹھ کر گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ میں بھی قریب ہی بیٹھ گیا تھا۔'' آہ کتنا انوکھا، کیسا عجیب سکون ہے، کیسا انوکھا سرور ہے۔'' اس نے آنکھیں بند کر کے کہا اور اس کے بعد کافی دیر تک خاموش بیٹھی رہی۔ جیسے اس سرور سے لطف اندوز ہو رہی ہو۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر آنکھیں کھول دیں۔

''پورنا......'' اس نے مخمور انداز میں مجھے پکارا۔

''کیا کہہ رہی ہو شھانی؟''

''تم جیسا شخص میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ لیکن پورنا...... اب کیا ہوگا؟''

''تمہارے ذہن میں کیا خیالات آ رہے تھے شھانی؟''

''تمہارے پاس سے جانے کے بعد میں بستر پر جا لیٹی اور تم میری آنکھوں میں آ گئے میرا دل اس طرح بے چین ہونے لگا کہ میں برداشت نہیں کر پا رہی تھی۔ میں واپس تمہارے پاس آنا چاہتی تھی تب میں نے سوچا کہ میں آئی ہی کیوں تھی اور اب کل کا دن بھی باقی ہے۔ پورنا۔ ایسی ہی دوسری باتیں...... میں نے سوچا جب کسی کو معلوم ہوگا کہ میں تمہارے لئے کس قدر بے چین ہوں تو...... تو لوگ کیا کہیں گے۔ کیا وہ مجھے روکیں گے نہیں...... بس پورنا۔ ایسے ہی بہت سے خیالات میرے ذہن میں آتے رہے۔''

''ہوں۔'' میں نے ایک گہری سانس لی۔

''اب بتاؤ پورنا...... اب کیا ہوگا؟''

''شھانی۔ تم دنیا میں سے زیادہ کس کو چاہتی ہو؟''

''تمہیں......'' اس نے فوراً کہا۔

''مجھ سے پہلے؟''

''میں گوتم کی داسی تھی اور سب کا احترام کرتی تھی۔''

''تمہیں اپنے لوگوں سے محبت ہے؟''

''ہاں تھوڑی سی۔ لیکن تم سے زیادہ نہیں۔''

''اور اپنی بستی سے؟''

''اب تو کسی چیز سے بھی نہیں ہے تمہارے سوا۔''

''تب فکر مت کرو۔ ہم اسی طرح ملتے رہیں گے اور اگر کوئی ہمارے راستے میں آیا تو..... پھر ہم یہ بستی چھوڑ دیں گے۔''

''تم مجھے یہاں سے لے چلوں گے؟''

''ہاں۔''

''اور اگر دوسرے لوگوں نے روکنے کی کوشش کی تو؟''

''نہیں روک سکیں گے۔'' میں نے جواب دیا اور وہ مجھے دیکھتی رہی..... اس رات اسے جانے کی جلدی نہیں تھی۔ پھر جب ستارے دھندلے پڑنے لگے تو اس نے کربناک نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔

''پورنا۔''

''ہوں۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''روشنی ہو رہی ہے۔''

''ہاں شبھانی۔''

''اب جانا پڑے گا۔''

''کل رات؟''

''میں اسی جگہ آ جاؤں گی۔''

''میں انتظار کروں گا۔''

''میں بے کل رہوں گی تمہارے پاس آنے کے لئے۔'' اس نے بے قراری سے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ پھر وہ چلی گئی اور میں اسی جگہ کھڑا رہا۔ میں اس کے بارے میں فیصلہ کر رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اب یہ بستی مجھے چھوڑ رہی ہے۔ شبھانی کو لے جا کر میں کوئی غلط کام تو نہیں کروں گا۔ نہ کسی کی حق تلفی ہوگی۔ وہ تنہا ہے۔ مجھے چاہتی ہے..... بس اس کے سوا اور کیا چاہیے۔ رہ گئے یہ لوگ تو انہوں نے میرے اوپر کوئی احسان تو نہیں کیا تھا بلکہ میں خود ہی ان کے کام آ رہا ہوں ..... یہاں رہنے سے فائدہ بھی کیا..... ہاں صرف اسھا کر وسا کا وہ پراسرار عمل میرے لئے دلکش تھا جس نے چٹانی دروازے کو کشادہ کر دیا تھا لیکن شبھانی کے لئے اسے بھی نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

تب میرے ذہن میں گوکلا کا خیال آیا..... اوہ۔ غلطی ہوگئی شبھانی سے گوکلا کے بارے میں پوچھنا چاہیے تھا۔ میرا خیال ہے وہ ضرور بتا دے گی۔ بہر حال کل سہی..... میں نے سوچا اور پھر میں اپنے میزبانوں کی طرف چل پڑا۔

روشنی ابھی پوری طرح نہیں پھیلی تھی۔ میں اس مکان میں داخل ہو گیا۔ میرے لئے جو جگہ مخصوص کی گئی تھی اس کے بارے میں مجھے علم

تھا...... عمارت کے مکین یقیناً گہری نیند میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ چنانچہ میں احتیاط سے اپنی رہائش گاہ کے دروازے سے اندر داخل ہوا۔

لیکن جس جگہ میرے سونے کا بندوبست تھا وہاں ایک مست شباب پہلے سے محوِ خواب تھی۔ جوانی کی مست نیند میں گم سو رہی تھی۔ اس کا لباس بے ترتیب تھا اور بدن کے دلکش نقوش عریاں تھے...... میرے ذہن میں چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔ لیکن خود کو سنبھالنا ضروری تھا۔ یوں کسی کی نیند سے ناجائز فائدہ اٹھانا بہتر نہ تھا۔ لیکن اسے کیا سوجھی؟

جگانا مناسب نہیں تھا اور یہاں سونا...... اونہہ، پھر کہاں جاؤں؟ جگہ خاصی بڑی تھی۔ میں نے وہیں لیٹنے کا فیصلہ کر لیا اور پھر لڑکی سے تھوڑے فاصلے پر جالیٹا۔ اس وقت شمھانی سے ملاقات کے تاثرات ذہن سے نکل گئے تھے۔ اگر لڑکی نہ ہوتی تو شاید میں شمھانی کے بارے میں سوچتا لیکن روشنی میں لڑکی کا بدن اور نمایاں ہو گیا تھا۔ پھر اس کے بعد نیند کہاں اور خیالات کہاں......

دفعتہً اس نے کروٹ بدلی اور اب اس کا عقبی حصہ میرے سامنے تھا۔ لیکن میں نے محسوس کیا کہ وہ جاگ گئی ہے۔ بس ایک احساس سا تھا جو درست نکلا...... اس نے فوراً ہی دوبارہ کروٹ بدلی اور گردن اٹھا کر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ پھر اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور میں نے جلدی سے آنکھیں بند کر لیں۔ صرف تھوڑی سی درز آنکھوں میں رہنے دی تھی تاکہ اس کی حرکات دیکھ سکوں۔ اس نے ان ہی نگاہوں سے مجھے دیکھا پھر اسے اپنے بدن کا احساس ہوا اور وہ جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے اپنا لباس درست کر لیا تھا۔

لباس درست کرنے کے بعد وہ پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ اس کے چہرے کے نقوش رنگ بدلتے رہے۔ پھر اس نے دروازے کی طرف دیکھا اور اٹھ کھڑی ہوئی...... وہ دروازے کی طرف بڑھی۔ اس سے باہر جھانکا اور پھر باہر جھانکنے کے بعد واپس پلٹ آئی۔ دبے قدموں وہ میرے نزدیک پہنچی اور پھر مجھ پر جھک گئی۔ اب وہ مجھے غور سے دیکھ رہی تھی اور پروفیسر...... اس کی نگاہوں سے ایک عجیب سی محبت جھانک رہی تھی۔

مجھے اندازہ لگانے میں دشواری نہ ہوئی۔ پھر وہ آہستہ سے بیٹھ گئی۔ اب اس کی نگاہیں میرے سراپا کا طواف کر رہی تھیں۔ ایک بار پھر اس نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا۔

''میں جاگ رہا ہوں۔'' میں نے آنکھیں کھول کر کہا۔

''مجھے جانے دو...... صبح ہو گئی ہے۔''

''لیکن لوگ ابھی نہیں جاگے۔''

''جاگ جائیں گے۔'' وہ پھنسی پھنسی آواز میں بولی۔

''ابھی اس کے آثار نہیں ہیں۔''

''جانے دو مجھے......'' اس نے التجا کی اور میں نے اجازت دے دی۔

وہ اٹھی اور رک گئی۔ اب وہ بے بسی سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ ''تم...... تم ناراض تو نہیں ہوئے؟''

''کس بات سے؟''

''میں سوگئی تھی۔''

''تمہارے سونے سے میں کیسے ناراض ہوسکتا ہوں۔''

''میں تمہارا انتظار کررہی تھی۔ پھر جب بہت دیر ہوگئی تو مجھے نیند آگئی۔''

''میرا انتظار کیوں کررہی تھیں؟''

''مجھ سے یہی کہا گیا تھا کہ مہمان کے آنے کے بعد سوؤں۔''

''اوہ۔ یہ بات تھی۔'' اب بات میری سمجھ میں آگئی۔

''ہاں۔ تم رات کو کس وقت آئے تھے؟''

''بہت دیر میں۔''

''تبھی مجھے نیند آگئی۔ لیکن ..... لیکن تم سچ مچ ناراض نہیں ہوئے؟''

''نہیں۔''

''تب وعدہ کرو کہ میرے سونے کے بارے میں کسی کو نہیں بتاؤ گے؟''

''وعدہ۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''تمہارا کیا نام ہے؟''

''شانا۔''

''اامبھا کروسا کی کون ہو؟''

''نواسی۔'' اس نے جواب دیا۔

''تم میری کسی حرکت سے ناراض نہیں ہوئیں شانا۔'' میں نے پوچھا اور وہ شرم سے سرخ ہوگئی۔ اس کی پلکیں جھک گئیں۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔

''میں خواب میں بھی تمہیں ہی دیکھ رہی تھی۔ پھر جب جاگی تو تم مجھ سے زیادہ دور نہیں تھے۔ بس غلطی ہوگئی۔''

''تمہیں اس غلطی کا افسوس ہے؟''

''نہیں۔'' اس نے کہا اور رخ بدل لیا۔ پھر آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔ ''لیکن آج رات دیر سے مت آنا..... میں انتظار کروں گی۔'' اس کا مطلب ہے کہ تمام بدھ حسینائیں بدھو نہیں ہوتیں۔ لیکن جلدی آنے کا مسئلہ ٹیڑھا تھا۔ ظاہر وہ شمھائی رات کو آئے گی اور صبح سے پہلے نہیں جائے گی۔ اس کے علاوہ میرے دل میں شمھائی کے لئے جو انسیت پیدا ہوئی تھی وہ اس لڑکی کے لئے نہیں تھی۔ پھر لڑکی دنیا کے اسرار و رموز سے آگاہ معلوم ہوتی تھی، اس کے برعکس .....

بہر حال بدحاسیدہ کو مطمئن کرنا ہی ہوگا۔ میں نے سوچا اور آنکھیں بند کرلیں۔ لیکن اس کے بعد گھر میں چہل پہل شروع ہوگئی۔ وہاں اتنی بڑی تعداد اچھی لوگوں کی کہ سوتے رہنا محال تھا۔ پھر بھی میں کافی دیر تک کروٹیں بدلتا رہا اور پھر اٹھ گیا۔

دن حسب معمول گزرا۔ گھوڑے میں جا کر احمد کرو سے ملا۔ جواب کسی حد تک مطمئن نظر آرہا تھا۔ یوں شام ہوگئی اور جب رات ہوئی تو شعالی آنکھوں میں اتر آئی۔ میں اس کی طرف روانہ ہوگیا۔

شعالی کل کی مانند میری منتظر تھی۔ آج وہ بھرپور بے تکلفی سے مجھ سے ملی۔ اس نے میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔ وہ بہت خوش تھی۔ میں نے اس کی آنکھوں میں مسرتیں جگمگاتے دیکھی تھیں۔

''تمہاری کل کی گفتگو نے مجھے بہت سکون بخشا۔ میں آرام کی نیند سوئی۔ لیکن سونیا بہت چالاک ہے۔''

''سونیا کون ہے؟''

''میری سکھی ہے۔'' اس نے جواب دیا۔ ''رات کو جاگ گئی تھی۔ مجھے تلاش کرتی پھری اور دن میں جب میں جاگی تو اس نے خوب شرارت کی۔ کہنے لگی کہ کس کے ساتھ جاگتی رہی ہو۔''

''تم نے کیا جواب دیا؟''

''میں نے کیوں بتاتی۔ لیکن آج اس کی وجہ سے جلدی جانا پڑے گا۔''

''ٹھیک ہے۔ ابھی جب تک ہم یہاں سے روانہ ہونے کا ارادہ نہ کرلیں، کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہیے۔''

''نہیں چلے گا۔ میں کسی کو نہیں بتاؤں گی۔'' اس نے کہا اور میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ شاید کے لئے راستہ خود بخود ہموار ہوگیا ہے۔

ہم پیار محبت کی باتیں کرتے رہے۔ شعالی میری گود میں سر رکھ کر مستقبل کے خوابوں میں کھوگئی تب اچانک مجھے کوکا کی یاد آگئی۔

''شعالی۔'' میں نے اسے مخاطب کیا۔

''ہوں۔''

''کوکا کون ہے؟'' میں نے پوچھا اور شعالی جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھوں سے بھی خوف جھانکنے لگا تھا۔

''کیوں۔ یہ نام تمہیں کس نے بتایا؟''

''کسی نے بھی بتایا ہو تم اس کے بارے میں مجھے بتاؤ۔'' میں نے کہا۔

''اوہ۔ اس کا تذکرہ مت کرو۔ یہ تذکرہ بہت منحوس ہوتا ہے۔ یہ آفت لاتا ہے۔ اس کا نام بھی آئندہ مت لینا۔''

''لیکن شعالی۔ میں اس کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ یہ میری خواہش ہے۔''

''نہ کرو۔ اس کا تذکرہ۔ کچھ نہ کچھ ضرور ہو جائے گا۔'' اس نے التجا کی۔

''تمہارے علاوہ میں کسی سے نہیں پوچھ سکتا۔ مجھے بتاؤ شعالی۔ کیا تم میری اتنی سی بات نہیں مان سکتیں؟'' میں نے ضد کرتے ہوئے

کہا۔اور وہ پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔''بتاؤ شیھانی۔ ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گا۔''

''پورنا''اس نے آہستہ سے کہا۔''پورنا۔ میری بات مان لو۔ اچھا پھر یوں کرو..... تم اس کا نام دوبارہ مت لینا۔ میں تمہیں اس کے بارے میں بتا دوں گی۔''

''کیوں.....اس کا نام کیوں نہ لوں؟''

''کوئی نحوست آئے گی تو میرے اوپر ہی آئے گی..... تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔''

''تمہیں بھی نہیں پہنچے گا شیھانی..... تم اطمینان رکھو۔''

''وہ ایک جادوگرنی ہے۔ان پہاڑیوں سے بہت دور..... اس پہاڑی کے دامن میں ایک غار میں رہتی ہے۔جس کے سر پر بکری کے دو سینگ ابھرے ہوئے ہیں۔وہ خود کو مہان سمجھتی ہے اور مہاتما بدھ کی تعلیمات کا مذاق اڑاتی ہے۔ان علاقوں میں وہ کبھی نہیں آئی کیونکہ مہاتما کا گیان اس کے بدن پر کوڑے بن جاتا ہے۔ہم سب اس سے بے پناہ نفرت کرتے ہیں۔''

''زندہ ہے؟''

''ہاں۔صدیوں سے زندہ ہے۔کبھی نہیں مرتی۔''

''خوب۔کسی نے اسے دیکھا ہے؟''

''ہاں۔تیاگیوں نے اسے دیکھا بھی ہے؟''

''اس سے کوئی جھڑپ تو نہیں ہوئی؟''

''نہیں۔لیکن اس کا ذکر بھی نحوست سمجھا جاتا ہے۔''

''تبھی یہاں کے لوگ اس سے خوف کھاتے ہیں۔بس ایسے ہی ایک نوجوان نے میرے سامنے اس کا نام لے لیا تھا۔''

''اور وہ ٹھیک ہے؟''شیھانی نے پوچھا۔

''ہاں۔بالکل ٹھیک ہے۔''

''وقتی بات ہے۔اس پر مصیبت ضرور آئے گی۔آج نہ سہی چند روز کے بعد سہی۔''شیھانی نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔ظاہر ہے اس قسم کے توہمات میرے لئے نئے نہ تھے۔سادھو اور مہنت ایسی افواہیں اڑانے میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔کیونکہ وہ بدھ مت کو نہیں مانتی اس لئے یہ لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں اور اس کے نام سے بھی گھن کھاتے ہیں۔اسی لئے انہوں نے دوسروں کو روکنے کے لئے یہ کہانی گھڑ دی ہے۔بہر حال میں نے شیھانی کو سمجھایا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔وہ خوش ہو گئی تھی اور اس کے بعد میں نے محسوس کیا کہ وہ کچھ الجھ گئی ہے۔

چاند اپنا سفر طے کر چکا تھا۔میں نے اسے کافی تسلی دی اور پھر آدھی رات کے قریب وہ اٹھ گئی اور میں اسے چھوڑنے دور تک گیا۔پھر میں واپس اپنی رہائش گاہ پر آ گیا.....اور یہاں شانا میری منتظر تھی۔اس کی آنکھوں میں نیند اندی ہوئی تھی۔مجھے دیکھ کر وہ خوش ہو گئی۔

''میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی تھی۔'' اس نے کہا۔

وہ سارا وقت ہم دونوں نے آنکھوں آنکھوں میں گزارا۔ پھر جب دور مرغ بانگ دینے لگے تو وہ واپس چلی گئی۔

یوں پروفیسر...... دو لڑکیاں بیک وقت میرے نزدیک آ گئیں لیکن شانا شھائی کی جگہ نہ لے سکی۔ ساتواں دن تھا...... اس رات پھول راس وادی میں شھائی نہ پہنچی۔ اس رات گوکلا کے تذکرے کے بعد سے وہ زیادہ ہی خوفزدہ رہنے لگی تھی۔ حالانکہ کئی دن گزر گئے تھے لیکن اس کے ذہن سے خوف دور نہیں ہوا تھا۔ وہ بار بار کہتی تھی کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا۔

رات گزرتی جا رہی تھی اور میں شھائی کے لئے پریشان ہو گیا تھا پھر جب میں کافی الجھ گیا تو پگوڈے کی جانب چل پڑا...... پگوڈے میں حسب معمول خاموشی تھی۔ میں شھائی کو تلاش کرتا پھرا...... اور پھر میں ایک جگہ پہنچا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں پہلی بار شھائی سے ملاقات ہوئی تھی۔ یہاں میں نے دو افراد کو دیکھا۔ ان میں ایک امبھا کروسا تھا اور دوسری شھائی...... امبھا کروسا مہاتما بدھ کے مجسمے کے سامنے آنکھیں بند کیے ہاتھ جوڑے کھڑا تھا اور اس کے منہ سے آواز نکل رہی تھی۔ شھائی اس کے پیچھے خاموش کھڑی تھی۔ امبھا کروسا کہہ رہا تھا۔

''اس نے کہا ہے کہ اپنے نفس کو مارو...... انسان طلب کا پجاری ہے اور طلب شیطان ہے۔ لیکن مشکل ہے شیطان سے بچنا اور نجات کا راستہ شیطان سے دور بھاگنے میں ہے۔ سو اگر تمہارا نفس طلب کا غلام ہے تو بہتر ہے اس سے بچنے کے لئے خود کو فنا کر دو اور فنا نجات ہے...... فنا نجات ہے...... فنا نجات ہے...... فنا نجات ہے......''

میں نے آگے بڑھ کر شھائی کو جھنجھوڑا۔ لیکن اس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ اس کا پورا بدن کانپ رہا تھا، آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ میرے جھنجھوڑنے پر بھی وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوئی، اور میرے بازوؤں میں جھول گئی...... وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔ تب میں نے اسے خاموشی سے بازوؤں میں اٹھایا اور طویل فاصلہ طے کر کے اسے پھول راس کی وادی میں لے گیا۔ میں اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کافی دیر کے بعد وہ ہوش میں آ گئی۔ لیکن اس کے حواس اب بھی بگڑے ہوئے تھے۔ وہ مجھے دیکھ کر مجھ سے چمٹ گئی اور پھر رونے لگی۔

''شھائی۔ شھائی۔ تمہیں کیا ہوا...... مجھے بتاؤ تمہیں کیا ہوا؟''

''میں...... میں تمہارے پاس آ رہی تھی۔'' اس نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا۔ ''تب...... مہاتما کے مجسمے کے قریب سے گزرتے ہوئے مجھے یوں لگا جیسے کسی نے میرے پاؤں پکڑ لئے ہوں۔ میں ہل بھی نہ سکی اور میں نے دیکھا...... میں نے دیکھا، امبھا کروسا مہاتما کے سامنے بھگتی کر رہے تھے۔ ان کے الفاظ یہی تھے کہ...... اپنی خواہشات کے لئے خود کو مار دو۔ خواہشات پوری نہ ہونے دو...... خواہشات شیطان ہوتی ہیں اور میں ہل بھی نہ سکی۔ میں...... میں بھی تو بہک گئی تھی......'' وہ پھر رونے لگی اور میں پریشان ہو گیا۔

''شھائی ہوش میں آؤ۔''

''آ گئی ہوں...... ہوش میں آ گئی ہوں۔'' اس نے سسکتے ہوئے کہا۔ ''میں نے اسے بھلا دیا تھا۔ میں اپنی خواہشات کی غلام بن گئی تھی۔ مجھے واپس جانے دو۔''

''شمعانی۔'' میں چیخ پڑا۔

''میں واپس جانا چاہتی ہوں۔ مجھے واپس جانے دو۔'' اس نے کہا اور تڑپ کر میرے بازوؤں سے نکل گئی۔

''شمعانی۔ ہوش میں آؤ۔ ہم آج ہی یہاں سے نکل چلتے ہیں۔ تم نے وعدہ کیا تھا۔'' میں نے کہا۔ لیکن وہ تیزی سے دوڑ پڑی تھی۔

میں نے اس کا تعاقب کرنے کی کوشش نہیں کی اور خاموشی سے اپنی جگہ کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ میرے تاثرات عجیب تھے۔ اس لڑکی سے میں کافی متاثر ہو گیا تھا اور اسے اس طرح نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ لیکن اس کا ذہن پھر پلٹ گیا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے اب وہ دوبارہ مجھ سے ملنے کی کوشش نہیں کرے گی۔ چنانچہ اب کیا کرنا چاہیے۔

پھر میں نے فیصلہ کیا کہ اسے یہاں سے اٹھا کر لے جاؤں۔ خواہ زبردستی سہی۔ ٹھیک ہو جائے گی خود بخود...... جو ہو گا دیکھا جائے گا اور پھر یہ فیصلہ کرنے کے بعد ایک بار پھر میں پگوڈے کی طرف چل پڑا۔ ذہن میں، میں نے بہت سے فیصلے کیے تھے۔

رات کے آخری پہر میں جب میں دوبارہ پگوڈے میں داخل ہوا تو کچھ چہل پہل سی تھی۔ حالانکہ اتنی جلدی یہاں چہل پہل نہیں ہوتی تھی۔ راہب ایک طرف جا رہے تھے اور میں نے محسوس کیا کہ ان کا رخ بدھ کے مجسمے کی طرف ہے۔

دور ہی سے میں نے ایک منظر دیکھا۔ بدھ کے مجسمے کے قریب ایک انسانی بدن شعلوں میں گھرا ہوا تھا پورے بدن سے شعلے بلند ہو رہے تھے اور راہب جھمگٹ لگائے کھڑے تھے۔ میں بھی قریب پہنچ گیا۔

''کیا ہوا...... کیا بات ہے؟''

''شمعانی نجات کے راستے پر چل پڑی ہے۔ اس نے خود کو جلا کر راکھ کر دیا ہے۔ اس نے نجات حاصل کر لی ہے۔'' راہب نے مجھے بتایا...... اور میں ساکت رہ گیا۔ میرے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو گئے پروفیسر...... اس نے کہا تھا کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا۔ کیونکہ اس نے گوکلا کا نام لیا ہے...... اور جو اس نے کہا تھا، وہ ہو گیا تھا۔ شمعانی اب راکھ کے ڈھیر کے سوا کچھ نہ رہی تھی۔

☆............☆............☆

امبا کروسا مجھ سے تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑا تھا۔ سب خاموش تھے۔ ان کے عقیدے کے مطابق تو شمعانی نے ایک نیک کام کیا تھا لیکن میرا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ میں آہستہ آہستہ کروسا کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر میں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔

کروسا نے چونک کر مجھے دیکھا...... ''تم اس وقت......؟ یہاں؟'' اس نے تعجب سے پوچھا۔

''یہ کیا ہو رہا ہے۔ کروسا؟'' میں نے سرد لہجے میں سوال کیا۔

''ایک راہبہ نے خود کو بھسم کر لیا ہے۔''

''کیوں؟''

''نجات حاصل کرنے کے لئے۔'' کروسا نے سکون سے جواب دیا۔

''امھا کروسا...... یہ نجات کی ضرورت اچانک کیوں پیش آجاتی ہے؟''میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔

''انسان بہت کمزور ہے اور اس کا مقابلہ شیطان جیسے موذی بہکانے والے سے ہے۔ یہ کمزور ہستی اکثر اس کے جال میں پھنس جاتی ہے۔ لیکن بدھا نے اسے نجات کا راستہ دکھا دیا ہے اور اس کے بعد شیطان کی کچھ نہیں چلتی......''امھا کروسا نے سکون سے جواب دیا۔

''میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں کروسا۔''میں نے کہا۔

''کہو۔''

''یہاں نہیں۔ میرے ساتھ آؤ۔''میں نے کہا اور امھا کروسا میرے ساتھ چل پڑا...... میں اسے لے کر ایک گوشے میں پہنچ گیا۔

میرے ذہن میں بے پناہ غصہ تھا، حالانکہ جو کچھ ہوا تھا وہ ایک طور سے غلط نہ تھا۔ یہ ان کا اپنا عقیدہ تھا۔ اس میں کسی دوسرے کا دخل کیا معنی رکھتا تھا۔ لیکن بس یہ احساس تھا کہ شہانی کو وہ نہیں کرنا چاہیے تھا جو اس نے کیا تھا اور یہ بات بھی ذہن میں تھی کہ اسے اس کے لئے مجبور کیا گیا ہوگا......

میں نے امھا کروسا کی جانب دیکھا۔ اس کے چہرے پر کوئی خاص بات نہیں تھی...... وہی سکون، وہی مانوس انداز...... البتہ اس وقت اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نہیں تھی وہ سنجیدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا......

''کیا بات ہے مسافر......؟''اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''امھا کروسا۔ شہانی نے خود کو بھسم کیوں کیا؟''

''میں نے تجھے بتایا نا مسافر کہ اس کا نفس اس کی فطرت اسے کسی ایسے کام کے لئے مجبور کر رہی ہوگی جو بدھا کی تعلیمات کے خلاف ہو گا۔ اس نے خود کو اس کام سے باز رکھنے کی کوشش بھی کی ہوگی لیکن اس کے نفس نے وہ سب کچھ نہ کرنے دیا اور اس نے یہی بہتر سمجھا کہ وہ اپنی زندگی ختم کر دے...... نفس کو قتل کرنے کے لئے مر جانا ہمارے مذہب میں بہت بڑی نیکی ہے مسافر اور شہانی نے یہ نیکی حاصل کر لی......''

''ہوں...... کیا اس کی موت سے پہلے تم لوگوں کو یہ بات معلوم نہ ہو سکی کہ اس کی خودکشی کی وجہ کیا تھی......؟ اور جس چیز کو تم نفس کا نام دیتے ہو اس نے اسے کس بات کے لئے مجبور کیا تھا؟''

''ضروری نہیں مسافر کہ ہم ساری باتیں معلوم کریں......''امھا کروسا نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

''تو کیا کسی شخص کے مرنے یا خودکشی کرنے تک کے حالات سے تم واقفیت نہیں رکھتے۔ امھا کروسا......؟''میں نے تیکھے لہجے میں سوال کیا۔

''نہیں مسافر...... ہم اسے ضروری نہیں سمجھتے۔ ہاں اگر کوئی بات معلوم ہو جائے تو یہ دوسری بات ہے......''

''امھا کروسا۔ تمہیں معلوم ہے کہ شہانی کو اس کے نفس نے کیوں خودکشی پر آمادہ کیا......؟''

میرے سوال پر امھا کروسا مجھے عجیب نگاہوں سے دیکھنے لگا اور پھر اس نے بھاری آواز میں کہا......

''ہاں مجھے معلوم ہے......''

''اور میں جاننا چاہتا ہوں......''

''تم سب کچھ جانتے ہو مسافر.....'' اسھا کروسا نے جواب دیا۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب یہ کہ وہ ذات، وہ ہستی، وہ شخصیت تیری تھی جس کی وجہ سے اسے موت کی وادیوں میں جانا پڑا'' اسھا کروسا نے کہا۔

''اسھا کروسا۔ کیا اسے کسی نے اس بات کے لئے مجبور کیا.....''

''کس بات کے لئے؟''

''میرا مقصد خودکشی سے ہے.....''

''ہاں۔''

''کس نے مجبور کیا اسے؟'' میں نے بھاری لہجہ میں کہا۔

''اس کے دھرم نے اس بات پر مجبور کیا۔''

''اور کوئی شخص، ایسا بیرونی شخص جس نے اسے اس بات پر مجبور کرنے کی کوشش کی ہو.....؟''

''نہیں۔ ایسا کوئی نہیں ہے۔'' اسھا کروسا نے جواب دیا۔

''لیکن تم یہ سوال کیوں کر رہے ہو؟''

''اس لئے اسھا کروسا کہ میں جسے پسند کرتا ہوں۔ وہ صرف میری ملکیت ہوتی ہے اور اگر کوئی دوسرا شخص اس کے اور میرے درمیان مداخلت کرنے کی کوشش کرے تو پھر وہ میرے ہاتھوں موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔''

''نہیں نوجوان مسافر یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔'' اسھا کروسا نے کسی قدر بدلے ہوئے انداز میں کہا.....

''کیا بات اچھی ہے اور کیا بات بری۔ اس کے بارے میں، میں زیادہ نہیں سوچتا..... اسھا کروسا تم اس بات کو ذہن نشین کر لو کہ اگر مجھے یہ بات معلوم ہو گئی کہ شمھانی کو کسی نے مرنے پر مجبور کیا ہو گا تو میں اسے نیست و نابود کر دوں گا۔''

''نیست نابود کرنے والی صرف ایک ذات ہے۔ کوئی دوسری ذات نہیں.....'' اسھا کروسا نے جواب دیا..... اور میں اسے خون خوار نظروں سے دیکھنے لگا۔

''یہ تمہیں وقت بتائے گا اسھا کروسا۔'' میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

''بہت بہتر۔ اب مجھے اجازت دو..... مجھے اور بہت سے کام کرنے ہیں۔'' اسھا کروسا نے کہا اور مڑ کر واپس چل دیا۔

میرے ذہن میں چنگاریاں سی بھر گئی تھیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ یہ شخص خود کو بہت کچھ سمجھتا ہے۔ ابھی تک اسے میری حیثیت، میری شخصیت معلوم نہیں ہے۔ لیکن اب مجھے ان لوگوں کو اپنے بارے میں بتا ہی دینا چاہیے۔ حالانکہ شمھانی مر چکی تھی۔ اب وہ میری دسترس سے دور تھی اور میں اسے واپس نہیں لا سکتا تھا۔

میرے ذہن میں ان لوگوں کے خلاف نفرت وانتقام کا جذبہ ابھر رہا تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔

امبھا کر وسا تمام آداب بالائے طاق رکھ چکا تھا اس نے مجھ سے کس قدر بیزاری کا اظہار کیا تھا۔

اس نے کہا تھا کہ وہ جا رہا ہے کیونکہ اسے بہت سے اور بھی کام ہیں...... ظاہر ہے میں اسے لے کر آیا تھا اور میں اس کی وجہ سے یہاں تک پہنچا تھا۔ ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ میں کسی اور جانب کا رخ کرتا..... اور بہر صورت میں نے اس کی مدد بھی کی تھی۔

اب اگر ان تمام باتوں کے بعد اس ایک واقعہ کے لئے وہ ان تمام باتوں کو فراموش کر چکا ہے تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ بہر حال مجھے اس کی کسی امداد کی ضرورت نہیں ہے۔

دیر تک میں گھوڑے میں کھڑا انہی حالات کے بارے میں سوچتا رہا..... اور پھر میں نے فیصلہ کر لیا کہ اس بستی کو چھوڑ دینا ہی بہتر ہو گا..... کیا فائدہ ان بیکار لوگوں کو قتل کرنے سے، میں نے سوچا۔ ہاں...... لیکن امبھا کر وسا کے ان الفاظ کا جواب میں ضرور دینا چاہتا تھا۔

اور وہ جواب یہ تھا کہ میں شانا کو یہاں سے نکال لے جاؤں نہ سہی شبھانی، شانا ہی سہی۔

تب میں امبا کر وسا کے مکان کی جانب چل پڑا۔ جہاں میرا قیام تھا..... مجھے نہیں معلوم کہ یہاں تک شبھانی کی موت کی اطلاع پہنچی ہے یا نہیں...... یا ان لوگوں کو بھی یہ بات معلوم ہے کہ شبھانی کی موت کی وجہ میں بنا ہوں۔ یا نہیں معلوم۔

بہر صورت میں مکان میں داخل ہوا تو حسب معمول میری پذیرائی کی گئی۔ جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ ابھی ان لوگوں کو حالات کا کوئی علم نہیں ہے۔ انہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ امبھا کر وسا سے میرے تعلقات کس وجہ سے خراب ہو گئے ہیں۔ چنانچہ میں اپنی رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔

شانا تو بس میرے قدموں کی آہٹ کی منتظر رہتی تھی۔ چنانچہ وہ فوراً میرے پاس پہنچ گئی اور میں اسے گہری نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

شانا میرے قدموں کے نزدیک بیٹھ گئی تھی۔ وہ دل وجان سے مجھ پر فدا تھی اور اس کا کہنا تھا کہ میرے بغیر اس کی ہر رات سونی ہوتی ہے اور دن پھیکا پھیکا سا محسوس ہوتا ہے۔

''شانا۔'' میں نے اسے پکارا اور وہ پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

''کیا بات ہے پورنا؟'' اس نے پوچھا۔

میرے ذہن میں شبھانی ابھر آئی۔ کیونکہ یہ نام اسی نے مجھے دیا تھا۔ بہر صورت شانا بھی اس نام سے واقف ہو چکی تھی۔

''شانا میں یہ بستی چھوڑنا چاہتا ہوں......''

''کیوں......؟'' شانا کی آواز میں سراسیمگی تھی۔

''بس میں یہاں نہیں رہنا چاہتا......''

''لیکن اس کی وجہ پورنا......؟'' شانا عجیب سے لہجے میں بولی۔

''شانا۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں ایک آوارہ گرد ہوں اور کوئی منزل میرے لئے منزل کی حیثیت نہیں رکھتی۔ میں چلتے رہنا پسند کرتا

ہوں۔۔۔۔۔ راستہ میں اگر کبھی تھکن محسوس ہوئی یا پھر ٹھہرنے کا موقع ملا یا دل چاہا تو جو بھی آبادی نظر آئی وہاں کچھ عرصے کے لئے ٹھہر جاتا ہوں اور کچھ وقت قیام کرنے کے بعد وہاں سے آگے بڑھ جاتا ہوں۔۔۔۔ چنانچہ تمہاری بستی میں آئے ہوئے مجھے کافی دن ہو گئے ہیں۔لہٰذا اب میں یہاں سے جانا چاہتا ہوں۔۔۔۔''

''نہیں پورنا۔۔۔۔ایسا نہ کہو۔۔۔۔ایسا نہ کہو۔'' شانا سراسیمہ لہجے میں بولی۔

''شانا مجھے جانا ہی ہے۔۔۔۔ اور اب تو یہاں سے جانا بہت ضروری ہو گیا ہے۔تم یہ سمجھ لو کہ میں کسی بھی قیمت پر یہاں نہیں رک سکتا۔۔۔۔''

''کیوں۔۔۔۔آخر کیوں۔۔۔۔'' شانا نے روتے ہوئے پوچھا۔

''اس لئے کہ اب اس بستی کے لوگ میرے مخالف ہو چکے ہیں۔''

''بستی کے لوگ۔۔۔۔؟'' شانا نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں شانا۔''

''لیکن بستی کے لوگ تمہارے مخالف کیوں ہو گئے۔پورنا؟'' شانا نے اپنے آنسو خشک کرتے ہوئے کہا۔

''شانا تمہارے مذہب میں جو تعلیمات ہیں۔میں ان کے خلاف جا چکا ہوں۔اب یا تو میں یہاں سے چلا جاؤں، یا پھر دوسری صورت میں اس بستی کے لوگوں کو میری ذات سے نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔''

''پر اس کی وجہ کیا ہوئی پورنا۔۔۔۔'' شانا نے پوچھا۔

''وجہ میں تمہیں نہیں بتا سکتا شانا۔۔۔۔البتہ تمہارے لئے ایک پیش کش ہے۔'' میں نے کہا۔

''کیا۔۔۔۔؟'' شانا نے پوچھا۔

''کیا تم میرے ساتھ چلنا پسند کرو گی؟''

''کہاں۔۔۔۔؟'' وہ تعجب سے بولی۔

''جہاں بھی میں جاؤں۔۔۔۔کیا تم ایک ایسے مسافر کا ساتھ دو گی جس کی منزل نامعلوم ہے یا یوں کہا جائے کہ اس کی کوئی منزل ہی نہیں۔ بس جو چلتا ہی رہتا ہے اور چلتے رہنا چاہتا ہے۔۔۔۔ اگر تم میرا ساتھ دینا چاہو تو میرے ساتھ چلو۔۔۔۔'' میں نے کہا اور شانا گردن جھکا کر سوچنے لگی۔

پھر اس نے آہستہ آہستہ میری طرف دیکھا اور آگے بڑھ کر میری گردن میں بانہیں ڈال دیں۔۔۔۔ اس نے اپنا سر میرے سینے سے لگا دیا تھا۔'' میں تمہارے ساتھ جاؤں گی پورنا۔۔۔۔ میں تمہارے ساتھ جاؤں گی۔۔۔۔ میرا یہاں کچھ بھی نہیں رہا ہے۔''

تب اسی وقت دروازے پر آہٹ سی محسوس ہوئی اور شانا نے بھی شاید یہ آواز سن لی۔وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گئی۔

میں نے دیکھا کہ اسھا کروسا کے خاندان کے کچھ نوجوان دروازے کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں۔۔۔۔ ان میں ایک ادھیڑ عمر کا شخص بھی موجود تھا۔۔۔۔ یہ اسھا کروسا کا بیٹا تھا۔

اور یہاں اس کی خاصی حیثیت اور اہمیت تھی۔ وہ سب مجھے کڑی نگاہوں سے گھور رہے تھے۔

تب اس شخص نے آگے بڑھ کر شانا سے کہا..... ''شانا کھڑی ہو جا۔'' اور شانا کھڑی ہوگئی۔

''شانا..... '' وہ دوبارہ بولا۔'' کیا تمہیں اپنے نفس پر قابو نہیں رہا ہے کہ تو بدھا کی تعلیمات سے اس قدر غافل ہوگئی ہے کہ ان کی خلاف ورزی کرنے لگی ہے۔ احمق لڑکی ہمیں تو نفس کشی کی تعلیم دی گئی ہے پھر تو نفس کی غلام کیسے بن گئی؟ اگر تیرا دل اس شخص کو چاہتا ہے تو تیرے اوپر کوئی ایسی پابندیاں تو نہیں تھیں..... تو اسے حاصل کرنے کے لئے وہ سب کچھ کر سکتی تھی جو کسی نوجوان کے لئے کیا جا سکتا ہے..... لیکن تو نے جو کچھ کیا ہے، کیا اس کے بعد تیری حیثیت اس کالی ہستی سے مختلف رہ گئی ہے۔ جس کا نام ہم لوگ لینا پسند نہیں کرتے۔''

''بابا..... '' شانا نے احتجاجی لہجے میں کہا۔'' بابا میں اسے چاہتی ہوں اسے پیار کرتی ہوں..... اس کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہوں۔''

''یہ تو ہم سے کیوں کہہ رہی ہے؟ جو کچھ تو چاہتی تھی وہ تو تو کر چکی ہے اور یہ نوجوان میں اس کے بارے میں کیا کہوں، بس اس کے سوا کہ یہ آستین کا سانپ ہے۔'' نوجوان شخص غراتے ہوئے لہجہ میں بولا۔

''اپنی زبان کو قابو میں رکھو اے شخص۔'' میں نے خون خوار لہجے میں کہا۔ اور وہ شخص بھڑک اٹھا۔

''اور ہم لوگ قابو میں ہیں اے نوجون آدمی، ورنہ تم جو کچھ کر کے آئے ہو اب وہ شہر کے چپے چپے پر عیاں ہو چکا ہے۔''

''کیا مطلب؟'' ..... میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

''شھانی..... معصوم لڑکی شھانی۔ جو تمہاری وجہ سے موت کا شکار ہوئی ہے۔''

''سنو۔ سامنے سے ہٹ جاؤ۔ میں شانا کو لئے جا رہا ہوں اور تمہارے لئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ میں تمہاری نگاہوں کے سامنے تمہاری عزت کو اپنے چنگل میں دبوچ کر لئے جا رہا ہوں۔ اس سے زیادہ اگر کسی نے کچھ کرنے کی کوشش کی تو پھر تم میں سے کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا۔'' میرا پارہ عروج پر پہنچ گیا تھا۔

اس شخص نے تو کچھ نہ کہا لیکن ان نوجوانوں نے خونخوار نگاہوں سے مجھے دیکھا، پلٹے اور کہیں چلے گئے، جب وہ واپس آئے تو ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھے۔ وہ شخص جو ہمارے آگے کھڑا تھا چونک پڑا اور پھر اس نے نوجوانوں کی طرف دیکھا اور ان سے مخاطب ہو کر بولا۔

''نہیں اس کے باوجود کہ یہ ہمارا مہمان ہے، بہتر یہی ہے کہ ..... خاموشی سے اسے نکل جانے دو۔''

''لیکن..... اس نے، اس نے ہمارے اعتماد کو قتل کیا ہے۔ اس نے ہمیں دھوکہ دیا ہے۔ شھانی کی موت کے باوجود یہ اپنے آپ کو بے قصور سمجھتا ہے اور اس کے تیور بہت خراب ہیں۔ کیا ہم اس کو سزا نہیں دے سکتے.....؟''

''سزا اور جزا کسی اور کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے برا کیا ہے، برا پائے گا۔ اس نے شھانی کو موت کی طرف دھکیل دیا ہے اور اب شانا کو بھی موت کی طرف لے جا رہا ہے۔ ہم صرف اتنا کر سکتے ہیں کہ اس شیطان کو اپنی بستی سے نکال دیں۔'' اس شخص نے کہا اور دوسرے نوجوان خونخوار نظروں سے مجھے دیکھنے لگے۔

اور اب میرے لئے کچھ برداشت کرنا ممکن نہ تھا...... میں نے ایک ہی تھپڑ اس شخص کے گال پر مارا اور اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ وہ نیچے گر کر تڑپنے لگا تھا...... نوجوان بری طرح بپھر گئے۔ انہوں نے نیزے تانے اور یہ ممکن تھا کہ میں ان پر حملہ بھی کرتا اور انہیں نیست و نابود کر دیتا کہ مجھے دور سے امبھا کروسا کی آواز سنائی دی۔۔

''رک جاؤ۔ فوراً رک جاؤ۔'' اور نوجوان یہ سن کر رک گئے ......امبھا کروسا نہ جانے وہاں کیوں پہنچ گیا تھا۔

میں نے امبھا کروسا کی طرف دیکھا اور پھر غرائی ہوئی آواز میں کہا......''یہی بہتر ہے انہیں روک لو ورنہ یہ بھی اس کی مانند فنا ہو جائیں گے۔'' میں نے زمین پر پڑے ہوئے شخص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا.....جس کے منہ سے خون بہہ رہا تھا اور جو اب بھی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑ رہا تھا۔

امبھا کروسا نے اسے دیکھا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔''مسافر یہ میرا بیٹا تھا۔''

''کوئی بھی ہو امبھا کروسا...... اب مجھے تمہاری بستی کے کسی بھی فرد سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہاں میں اس لڑکی کو لئے جا رہا ہوں۔'' میں نے شانا کی طرف دیکھ کر کہا اور امبھا کروسا نے بھی شانا کی طرف دیکھا۔

دیر تک دیکھتا رہا اور پھر اس نے آہستہ سے کہا۔''شانا تو امبا کروسا کی پوتی ہے۔''

''ہاں۔'' شانا کے منہ سے سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔

''کیا تو اس نوجوان کے ساتھ جائے گی؟''

''نہیں۔'' اس نے آہستہ سے کہا اور میں چونک کر اس کی جانب دیکھنے لگا۔

شانا جو اب تک اس قدر محبت کا اظہار کر رہی تھی، نجانے کیوں ایک لمحہ میں بدل گئی تھی۔ وہ عجیب سی نظروں سے امبھا کروسا کو دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ میری طرف دیکھنے لگی۔

''بول مسافر اب تو کیا چاہتا ہے؟''

''اگر یہ نہ جانا چاہے تو میں اسے مجبور نہیں کروں گا امبھا کروسا۔'' میں نے زہرخند سے کہا۔

''یہ تیرے سامنے انکار کر رہی ہے......'' امبھا کروسا نے کہا۔

''ٹھیک ہے تب پھر میں یہاں سے جا رہا ہوں......'' میں نے کہا اور شانا کی جانب دیکھا۔ لیکن اس کا چہرے بدستور جھکا ہوا تھا۔

میں جانتا تھا کہ امبھا کروسا کی موجودگی میں شانا بدل گئی ہے لیکن مجھے اس کی پرواہ نہیں تھی......نہیں جاتی تو جہنم میں جائے میرا مقصد تو صرف اس بستی سے پیچھا چھڑانا تھا۔ باقی نوجوانوں کو میں نے معاف ہی کر دیا تھا...... حالانکہ انہوں نے مجھ پر نیزے تانے تھے......ظاہر ہے وہ جذباتی ہو گئے تھے اور جذباتی طور پر اگر کوئی عمل کر لیا جائے تو اسے معاف بھی کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ میں نے گہری نگاہوں سے ان کو دیکھا......''بابا...... بابا امبھا کروسا ہم اس شخص کو اس طرح نہیں جانے دیں گے......یہ ہمارے

اعتماد سے کھیل رہا ہے.....''نوجوانوں میں سے ایک نے کہا۔

''اوہ امبھا کروسا..... میں چاہتا ہوں تم ان لوگوں کو مجھے روکنے سے نہ روکو۔ میں خود یہاں سے چلا جاؤں گا اور اب میں شاناسے بھی دستبردار ہو چکا ہوں۔''

''نوجوانوں۔''امبا کروسا ان نوجوانوں سے مخاطب ہو کر بولا۔''بہتر یہی ہے کہ اسے نکل جانے دو۔''

''بابا کروسا اگر ہم نے اسے نکل جانے دیا تو ہم زندگی بھر سر نہ اٹھا سکیں گے ہمیں بھی خودکشی کرنا ہوگی۔''

''بہتر یہی ہے، میرے بچو۔ کہ اگر تمہارا غصہ، تمہارا نفس، تمہارا جلال، تمہارا دل یہی کہہ رہا ہے کہ اس کا خون بہا دو تو تم اپنے نفس کو قابو میں رکھو جس طرح بھی ممکن ہو تم اپنے نفس سے بچنے کی کوشش کرو، کیونکہ یہی تمہارا دھرم ہے اور یہی تمہاری تعلیم.....''

''تو پھر ہمیں وہ کرنے کی اجازت دی جائے جو دھرم کہتا ہے۔''ایک نوجوان بولا۔

''ہاں دھرم کی کسی بات سے روکنے کی مجال کس میں ہے۔''امبا کروسا نے کہا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے بجلی سی کوند گئی۔

نوجوانوں میں سے ایک نے اپنا نیزہ شانا کے سینے میں پیوست کر دیا اور شانا کے حلق سے خوفناک چیخ نکل گئی..... پھر اس نے دوسرے نوجوان کا نیزہ چھین کر اپنے سینے میں گھونپ لیا اور اس کے بعد..... یکے بعد دیگرے چاروں نوجوانوں نے بھی اپنے نیزوں کی انیاں اپنے پہلو کی طرف کر کے انہیں اپنے جسم میں داخل کر لیا۔

میں ساکت و جامد رہ گیا تھا..... یہ سب کچھ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

وہ آہستہ آہستہ نیچے گرنے لگے۔ جو کھڑا رہ سکتا تھا وہ ابھی تک کھڑا تھا..... باقی جس میں سکت نہیں رہ گئی تھی وہ زمین پر گر پڑا تھا..... اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ تمام نوجوان اور شانا ختم ہو چکے تھے۔

میں اب بھی حقارت آمیز نگاہوں سے انہیں دیکھ رہا تھا۔ یہ سب کچھ جو ہوا تھا مجھے بھلا اس کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔

چنانچہ میں نے امبھا کروسا کی طرف رخ کیا اور کہا۔''ٹھیک ہے امبھا کروسا میں جا رہا ہوں..... لیکن تمہاری بستی سے کچھ اچھی یادیں میرے ساتھ نہیں ہیں۔''

''تم اب بھی چاہو تو یہاں رک سکتے ہو نوجوان مسافر۔ ہم تمہیں منع نہیں کریں گے۔ لیکن تمہیں اخلاق اور ان پابندیوں کا خیال رکھنا ہوگا جو ہمارے مذہب میں بے حد ضروری ہیں..... ورنہ ہمیں دشمنی بھی آتی ہے.....''

''اوہ۔ امبھا کروسا میں تمہیں اس قابل ہی نہیں سمجھتا کہ تم سے دشمنی کی جائے.....''

اور امبھا کروسا زہریلی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔ شاید اس انداز میں اس کی قوم کے بارے میں میرا کہنا اسے برا لگا تھا..... بہر صورت میں نے اس کی پرواہ نہ کی پروفیسر اور لگا تار بڑھتا چلا گیا۔

''جو لوگ اتنے بزدل ہوں کہ اپنے ہاتھوں مر جانا پسند کریں، اور کسی دوسرے سے انتقام نہ لے سکیں، میرے نزدیک وہ کوئی بھی حیثیت

نہیں رکھتے۔ چنانچہ میں اب یہاں رک کر کیا کروں گا۔''

میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا..... اسھا کروسا نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی......

اس بستی سے کوئی خوشگوار یاد میرے ساتھ نہیں تھی..... حالانکہ شہانی ایک بڑے عرصے کے بعد مجھے اس روپ میں ملی تھی جو میرے لئے پسندیدہ تھا..... وہ لڑکی میری ساتھی بھی بن سکتی تھی اور ایک طویل عرصے تک میں اس کے ساتھ زندگی گزار سکتا تھا۔ لیکن بہرصورت وہ جس حماقت کا شکار ہوگئی، میں اسے حماقت نہیں کہوں گا، یہ ان کا مذہبی مسئلہ تھا اور کسی کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی گناہ ہے اور اگر ان کے ہاں یہی سب کچھ تھا تو ظاہر ہے میں کیا کر سکتا تھا.....؟

میرے سامنے جن نوجوانوں نے اپنے آپ کو قتل کیا تھا میری نگاہوں میں ان کی کوئی وقعت نہیں تھی۔ ٹھیک ہے ان کا مذہب انہیں نفس کشی سکھاتا تھا لیکن یہ مسئلہ میری سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ کسی کے لئے اسے مارنے کی بجائے خود جان دے دو.....

لیکن پروفیسر..... اصول، مذہب اور حالات جو کچھ بھی ہو ہمیں ان میں دخل اندازی کی ضرورت بھی کیا ہے.....؟

چنانچہ میں اس بستی سے نکل آیا..... ضروری نہیں تھا کہ میں اسی جانب رخ کرتا جہاں سے میں آیا تھا..... زمین تو بے حد وسیع تھی، جہاں بھی قدم اٹھتے وہیں چلا جاتا، جہاں بھی میری دلچسپی کا سامان ہوتا میں وہاں جا سکتا تھا.....

سو میں بستی سے باہر نکل آیا.....

لوگ حسب معمول اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ کچھ کو ان حادثات کا پتہ تھا، کچھ ان سے بے خبر تھے.....

بہرحال مجھے ان سے کیا غرض تھی۔ میں خاموشی سے اپنا سفر طے کرتا رہا۔ ویسے اس بستی میں آنے کے بعد صرف شہانی تھی جس کے ساتھ کچھ اچھا وقت گزارا تھا، باقی اور کچھ نہ مل سکا تھا مجھے۔

میں نے اسھا کروسا کے اس علم میں دلچسپی لی تھی مگر یوں لگتا تھا جیسے اس قسم کے علوم میری قسمت ہی میں نہیں ہیں..... اگر نہیں ہیں تو میں بھی ان کے لئے دیوانہ تو نہیں ہو رہا تھا۔ ظاہر ہے جادو سیکھ کر میں کیا کرتا.....؟

مجھے جادو سے کون سے فائدے اٹھانے تھے..... ہاں اگر ایک علم کی حیثیت سے وہ مجھے مل جاتا تو میں علم کے حصول کے لئے تو سرگرداں رہتا ہی تھا.....

میں نے نہ جانے کتنا سفر طے کیا تھا اور اس وقت میرے ذہن میں کچھ بھی نہیں تھا، جب میں نے اس سیاہ پہاڑی کو دیکھا، جس پر دو سینگ ابھرے ہوئے تھے..... بالکل سیدھے سیدھے سینگ..... جنہیں دیکھ کر حیرت ہوتی تھی..... حالانکہ ان کے نیچے کوئی ایسا سر نہ تھا جیسے بکری کی شکل مشابہت دی جاتی..... البتہ سینگ ویسے ہی تھے.....

اور مجھے گوکلہ یاد آ گئی..... وہ عجیب و غریب کردار، جس سے بدھ مت کے ماننے والے بے پناہ نفرت کرتے تھے اور جس کی نحوست..... اوہ..... اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا تھا۔ مرنے والے نوجوان وہی تھے جو مجھے لے کر اس مکان میں داخل ہوئے تھے، یعنی اسھا کروسا کے

وہ عزیز و اقارب جن کے حوالے مجھے کیا گیا تھا اور انہیں میں سے ایک نے گوکلہ کا ذکر بھی کیا تھا، جب کہ دوسروں نے اسے سرزنش کی تھی کہ گوکلہ کا ذکر مت کرو۔ کیونکہ اس کی نحوست تمہارے لئے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے......

اور اگر غور کیا جائے تو وہ سب ہی اس نحوست کا شکار ہو گئے تھے اور شمبھانی بھی...... جس نے یہ خدشہ ظاہر کیا تھا کہ گوکلہ کا تذکرہ کرنے سے نحوستیں ظاہر ہوتی ہیں...... وہ خود بھی اس کا شکار ہو گئی تھی......

اگر سوچا جاتا تو یہ بات ذہن میں آسکتی تھی کہ وہ سب گوکلہ کی نحوست کا شکار ہو گئے تھے...... لیکن دوسرے لمحے مجھے اپنے اس خیال پر ہنسی آ گئی...... ذرا میں بھی تو دیکھوں اس نحوست کو آخر وہ کون ہے اور کیوں منحوس ہے...... چنانچہ میرا رخ اس پہاڑی کی جانب ہو گیا۔

اچانک ہی دلچسپی کا سامان نکل آیا...... اگر گوکلہ مجھے مل جاتی ہے تو میں اس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش ضرور کروں گا...... میں نے سوچا...... یقیناً وہ جادوگرنی میرے لئے دلکش اور دلچسپ ثابت ہو سکتی ہے......

حالانکہ اس سے پہلے منورما کا تجربہ خاصا سخت تھا۔ وہ جس انداز میں میرے پیچھے پڑی تھی وہ تو خاصا بھیانک تھا اور سچی بات تو یہ ہے کہ وہ دور میری زندگی کا خاصا خراب ترین دور تھا......

لیکن اس کے باوجود میں ہار ماننے والوں یا خوفزدہ ہو جانے والوں میں سے تو نہ تھا...... میں منورما کو مدِ نگاہ رکھتے ہوئے گوکلہ کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا، چنانچہ میں تیزی سے پہاڑی کے دامن کی طرف چل پڑا...... جہاں ایک عجیب و غریب شکل کا غار مجھے نظر آ رہا تھا......

عجیب و غریب میں اس لئے کہہ سکتا تھا کہ اس کا دہانہ شیر کے منہ کی مانند تھا اور یوں لگتا تھا جیسے کسی چٹان کو تراش کر اس میں یہ سوراخ بنایا گیا ہو اور یہ غار قدرتی نہ ہو......

پھر بھی یہ دلچسپ جگہ میرے لئے پرکشش تھی، چنانچہ میں تیز رفتاری سے اس کی جانب بڑھنے لگا۔ اور چند ساعت کے بعد میں شیر کے منہ والے غار کے دہانے پر تھا...... جیسا کہ ادوناؤ کے لوگوں نے بتایا تھا کہ گوکلہ ان کے لئے منحوس نام ہے اور خود میں نے بھی عقیدے کا کرشمہ دیکھا تھا۔ یعنی یہ کہ جس نے میرے سامنے یہ تذکرہ کیا تھا۔ وہ اب موجود نہیں تھا...... لیکن اس بات کی حقیقت کیا تھی؟ یہ تو مجھے اس دہانے کے اندر داخل ہو کر ہی پتہ چل سکتا تھا......

لیکن یہ پتھر کا شیر، یہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا...... غار کے کسی دہانے کو یہ شکل دے دینا بلاشبہ بڑی ہمت تھی...... اور دہانہ بھی معمولی نہیں تھا۔ ایک چھوٹے موٹے پہاڑ کو ہی یہ شکل دی گئی تھی۔

کیا یہ انسانی ہاتھوں کا کرشمہ ہے۔ یا ہوا کی کاٹ نے یہ عجیب و غریب کارنامہ انجام دیا ہے......

بہر حال میں اس کے قریب پہنچ گیا اور قریب پہنچ کر اسے غور سے دیکھا......

بلاشبہ یہ انسانی ہاتھوں کا کارنامہ تھا۔ لیکن خوف کا یہاں کیا سوال پروفیسر...... اس کے اندر کیا ہو گا مجھے اس سے کوئی غرض نہیں تھی...... ان لوگوں سے بددل ہو گیا تھا، اب دیکھنا یہ تھا کہ اندر کیا ہے۔ چنانچہ میں اس عظیم الشان چٹان کے بالکل نزدیک پہنچ گیا جس میں شیر کا سر تراشا ہوا تھا اور

اسی وقت مجھے ایک خوفناک غراہٹ سنائی دی۔ یہ شیر کی غراہٹ تھی اور میں نے چٹان ہلتے ہوئے دیکھی، بالکل اسی انداز میں جیسے شیر گردن ہلا رہا ہو۔ اس کے ساتھ ہی شیر کی آنکھوں کے گڑھے روشن ہو گئے تھے.....

پھر ایک کرخت اور کسی قدر مکروہ آواز سنائی دی..... ''اپنی جگہ رک جاؤ..... اس سے آگے بڑھنے کی کوشش موت ہے.....''

''خوب تو تم بولتے بھی ہو.....'' میں نے مسکرا کہا۔

''اور جو کچھ کہا گیا ہے۔ درست بھی ہے۔''

''میں مرنا چاہتا ہوں.....'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن مرنے کے لئے تم نے اسی جگہ کا انتخاب کیوں کیا؟''

''یہ تو اپنی اپنی پسند ہے۔'' میں نے کہا اور آواز چند ساعت کے لئے رک گئی۔ پھر دوبارہ سنائی دی۔

''کیا تم بدھ راہب ہو؟''

''ہاں۔ ہوں۔''

''میری قوتوں کو آزمانا چاہتے ہو؟''

''یہی سمجھ لو۔''

''لیکن میرا خیال کچھ اور ہے۔''

''وہ بھی بتا دو۔''

''اپنی مذہبی رسومات کے تحت تم نے مرنے کا فیصلہ کیا ہے اور چونکہ تم لوگ مرنے کے معاملے میں زیادہ سے زیادہ اذیت کے طالب ہوتے ہو اس لئے تم نے اس جانب کا رخ کیا ہے۔''

''واہ۔ اے پیارے پتھر۔ تم تو زندہ انسانوں سے زیادہ ذہین معلوم ہوتے ہو۔ مگر تمہارے سر پر سینگ کیوں ابھرے ہوئے ہیں؟''

''کیا مطلب۔؟'' آواز ابھری۔

''ہاں۔ اوپر دو سینگ نظر آتے ہیں۔ کیسی انوکھی بات ہے کہ تم نیچے سے شیر اور اوپر سے بکری ہو.....'' میں نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا اور چند ساعت کے لئے پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ ''بہر حال میں اندر آ کر ہی تم سے ملاقات کروں گا۔'' میں پھر آگے بڑھا۔

''میں کہتا ہوں رک جاؤ..... اندر داخل ہونے کا نتیجہ دیکھ لو۔'' آواز آئی اور دوسرے لمحے شیر کا جبڑا بند ہو گیا۔ اس کے پتھریلے لمبے لمبے دانت ایک دوسرے میں پیوست ہو گئے۔ اور بلاشبہ ان کے درمیان آنے والی کوئی بھی شے بچ نہیں سکتی تھی..... دانت پھر کھل گئے.....

''اچھا کھیل ہے۔ لیکن میرے اندر داخل ہوتے وقت اگر تم نے ایسی حرکت کی تو ہمیشہ کے لئے دانتوں سے محروم ہو جاؤ گے۔''

''یہ بات ہے تو پھر ٹھیک ہے آ جاؤ.....'' آواز میں غصہ تھا..... لیکن جوں ہی میں دہانے کے قریب پہنچا۔ آگ کے شعلے وہاں سے نکل

پڑے۔ بڑی تیز آگ تھی جو میرے بدن کے گرد چھا گئی۔ لیکن کسی کو کیا معلوم تھا کہ اس آگ نے میرے لئے کیا فرحت فراہم کی تھی۔ میں شعلوں کے درمیان کھڑا تھا اور پھر بھیانک شعلے بند ہو گئے۔ میں نے قہقہہ لگایا ...... اور پھر میں غار کے دہانے میں داخل ہو گیا۔ اوپر نیچے کی دانتوں کی شکل میں ترشی ہوئی چٹانیں تیزی سے حرکت میں آئیں اور میں نے ان کے درمیان ہاتھ پھنسا دیئے...... میں نے جو کہا تھا وہی کرنا چاہتا تھا اس لئے میں نے مضبوطی سے انہیں پکڑ لیا اور پھر دونوں ہاتھوں کی قوت دو مختلف سمتوں میں صرف کرنے لگا...... یوں لگا جیسے چٹانیں اپنی جگہ واپس جانا چاہتی ہوں...... لیکن میں بھلا کہاں چھوڑنے والا تھا۔

پھر دو تڑاخے ہوئے...... اور چٹانوں کے دو بڑے ٹکڑے ٹوٹ کر اندر غار میں جا گرے...... اب شیر کے دانتوں میں ایک چھوٹا خلا بن گیا تھا...... میں اطمینان سے اندر داخل ہو گیا......

غار کا پہلا ہی حصہ دیکھ کر میں نے پسندیدہ انداز میں گردن ہلائی تھی۔ یہاں خاصی روشنی جو دیواروں میں نصب بڑے بڑے ہیروں سے پھوٹ رہی تھی۔ اندر کا ماحول بڑا صاف ستھرا تھا۔ لیکن میں ابھی جائزہ ہی لے رہا تھا کہ سامنے والی دیوار کے دوسرے دروازے یا چٹان کے دہانے سے دھڑا دھڑ انسانی ڈھانچے نکلنے لگے...... سوکھے ہوئے ڈھانچے، جن کے استخوانی ہاتھوں میں تیشے دبے ہوئے تھے اور وہ اس طرح پوزیشن لے رہے تھے جیسے میرے اوپر حملہ آور ہونے والے ہوں...... میں نے ان پھدکتے ہوئے ڈھانچوں کو دیکھا اور پھر زور سے آواز دی۔

''گوکلہ۔ میں تمہارا مہمان ہوں۔ کیا تمہارے ہاں مہمانوں کا استقبال اس طرح کیا جاتا ہے؟''

''مہان گیانی جی بن بلائے کے مہمان ہیں۔ زبردستی کے مہمانوں کو زبردستی سے ہی روکا جاتا ہے۔ تھوڑی سی زبردستی اور کرو۔ اس کے بعد تمہارے بارے میں سوچوں گا۔......'' ایک نسوانی آواز سنائی دی۔ لہجے میں چہک تھی۔

''لیکن اس کے بعد ہمارے تعلقات بہتر نہ رہیں گے۔''

''اس کا فیصلہ بعد میں کر لیں گے۔ ابھی تو میرے پاس بیشمار کھیل ہیں۔ میں تمہیں ان سب سے محظوظ کروں گی اور یہ وقت اتنا ہوگا کہ تمہیں یہاں آنے کا لطف آجائے گا۔''

''اگر یہ بات ہے تو ٹھیک ہے...... میں تمہاری اس جنت کو کھنڈر بنا دوں گا۔'' میں نے کہا اور خود ہی ڈھانچوں پر حملہ کر دیا۔ کئی تیشے خاصی قوت سے میرے بدن پر پڑے۔ لیکن میں نے ان میں سے دو کو پکڑ لیا اور پھر ان کی ہڈیاں ادھر ادھر بکھر گئیں...... دوسرے ڈھانچے آگے پیچھے سے میرے اوپر برابر حملہ کر رہے تھے لیکن میں ان میں سے دو دو کو ٹھکانے لگانے لگا اور ڈھانچے بکھرنے لگے۔ وہ خاموشی سے لڑ رہے تھے۔ ذرا سی دیر میں ان کی تعداد بہت کم رہ گئی۔

''رک جاؤ......'' نسوانی آواز نے حکم دیا اور ڈھانچے رک گئے وہ میری طرف رخ کئے کھڑے تھے...... ''چلو تم سب اٹھ جاؤ......'' اس نے کہا اور ایک حیرت انگیز منظر میرے سامنے تھا۔ بکھری ہوئی ہڈیاں یکجا ہو رہی تھیں اور پھر وہ تمام ڈھانچے کھڑے ہو گئے تھے اور لائن بنا کر واپس غار میں جانے لگے...... میں خاموش کھڑا ان کو دیکھ رہا تھا پھر آخری ڈھانچہ اندر چلا گیا...... اور جب خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے اسے مخاطب کیا......

''گوکلہ۔ دیر ہوگئی میں تمہارے نئے کھیل کا انتظار کر رہا ہوں۔''

''لامہ..... معلوم ہوتا ہے کافی ریاضت کی ہے..... لیکن بڑی تعجب خیز بات ہے..... تم لاؤ ناؤ قبیلے کے لوگوں میں رہنے کی بجائے اس طرف کیوں آ گئے ہو.....؟'' نسوانی آواز نے کہا۔

''یہ دوستانہ سوال ہے اور فی الحال ہماری دشمنی چل رہی ہے۔''

''تم کوئی دوستانہ احساس لے کر یہاں آئے ہو؟''

''ہاں..... میں دشمن بن کر نہیں آیا تھا۔''

''یہ نہ ماننے کی بات ہے۔''

''کیوں؟''

''اس لئے کہ تم میں سے ہر ایک کا مشن یہی رہا ہے کہ گوکلہ کو ختم کر دو۔ اسے فنا کر دو جو تمہارے مذہب کو نہیں مانتی.....''

''کتنے لوگوں نے ایسی کوشش کی ہے؟''

''ان میں سے کچھ کو تو تم دیکھ چکے ہو..... ان کے علاوہ بھی بہت سے ہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''یہ جن سے تم جنگ کر چکے ہو..... یہ سب مہان گیانی تھے، اور گوکلہ کو فنا کرنے آئے تھے۔ مگر میں نے ان سب کو زندہ ہی سکھا لیا ہے اور اب یہ میرے غلام ہیں۔''

''یہ سب لامہ تھے.....؟'' میں نے تعجب سے کہا۔

''ہاں..... ان کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔ ویسے بڑے نیک ہوتے ہیں یہ سب۔ مجھے فنا کرنے کا سودا ذہن میں لے کر آتے ہیں پھر میری غلامی کرتے ہیں۔ ان کی خوبی یہ ہے کہ یہ کبھی بغاوت نہیں کرتے.....'' نسوانی آواز آخر میں ہنس پڑی۔

''لیکن میرے خیال میں تمہارا علم مکمل نہیں ہے گوکلہ۔'' میں نے کہا۔

''اوہ۔ کیوں؟'' اس نے بھی دلچسپی سے پوچھا۔

''اس لئے کہ تم مجھے دیکھ نہیں سکتیں، صرف قیاس کر سکتی ہو۔''

''میں اب بھی نہیں سمجھی۔''

''میں بدھ لامہ نہیں ہوں۔ اس لئے نہ تم مجھے غلام بنا سکتی ہو نہ تمہارا علم میرے اوپر کامیاب ہو سکتا ہے۔ کیا ان لڑنے والوں کے علاوہ تمہارے پاس کچھ نہیں ہے؟''

''بہت کچھ ہے۔ اگر تم دیکھنے کے خواہش مند ہو تو میں تمہیں مایوس نہیں کروں گی۔ لیکن یہ تم نے کیا کہا کہ تم لامہ نہیں ہو۔''

''میرا اندازہ درست ہے نا کہ تم مجھے دیکھ نہیں سکتیں، صرف محسوس کر سکتی ہو۔''

''یہ بات نہیں ہے۔ ٹھہرو۔ میں تمہیں تمہارے بارے میں بتاتی ہوں۔'' اس نے کہا اور پھر میں نے دیکھا کچھ ہیروں کی چمک بڑھ گئی تھی۔ روشنی میرے اوپر پڑ رہی تھی۔ لیکن دوسری طرف خاموشی ہی رہی۔ پھر کافی دیر کے بعد اس کی آواز سنائی دی۔

''سنو۔ تم واقعی ان سے مختلف ہو۔ تم تو واقعی انوکھے ہو۔ لیکن پھر تم کون ہو؟''

''تم نے کہا تھا کہ تم ابھی میرے بارے میں بتاتی ہو۔''

''ہاں۔ لیکن تم نے خوب روپ بدلا ہے۔ تم نے اپنی ذات پر بیشمار خول چڑھا رکھے ہیں۔ ویسے میں تمہارے علم سے متاثر ہوئی ہوں۔ تم نے اپنے آپ کو جو بنا رکھا ہے وہ میری سمجھ میں بھی نہیں آیا۔''

''اور کبھی نہیں آئے گا گوکلہ..... لیکن تم ہو کہاں؟''

''تم سے بہت دور..... اتنی دور کہ تم مجھ تک نہیں پہنچ سکتے اگر میں نہ چاہوں۔ لیکن تم سچ بتاؤ کیا تم لامہ نہیں ہو.....؟''

''ہرگز نہیں۔''

''تم مہاتما بدھ کو بھی نہیں مانتے؟''

''اس طرح نہیں جیسے اس کے پیرو مانتے ہیں۔ ہاں اس کی تعلیمات میں بہت سی اچھائیاں ہیں۔ میں انہیں تسلیم کرتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہوں۔'' گوکلہ کی آواز ابھری۔ ''اور بدھ مت کا کوئی بھی ماننے والا بدھ کے بارے میں ایسے الفاظ ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے میں یہ بات تسلیم کر لیتی ہوں کہ تم بدھ لامہ نہیں ہو..... پھر تمہاری شکل و صورت اور حلیہ بھی ویسا نہیں ہے۔ یہ تمہارا بدن سنہرا کیوں ہے؟''

''اس آگ سے پوچھو جس نے مجھے جلانے کی کوشش کی تھی۔''

''کیا تم بہت بڑا علم رکھتے ہو؟''

''میں ان باتوں کا جواب تمہیں کیوں دوں؟ تمہارا محکوم نہیں ہوں۔ اگر تم دوستی کا ہاتھ بڑھاتیں تو پھر ہمارے ایک دوسرے پر حقوق ہوتے۔''

''لیکن میں نے تمہارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا۔ میں نے تمہیں قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اگر تم غیر معمولی نہ ہوتے تو ضرور مارے جاتے۔ ان حالات میں تمہاری قوت اور تمہاری عجیب حیثیت سے متاثر ہو کر اور یہ معلوم کرنے کے بعد کہ تم مذہباً بدھ نہیں ہو..... اگر میں تم سے دوستی کی خواہش ظاہر کروں تو..... کیا تم اسے قبول بھی کر لو گے.....؟''

''ممکن ہے.....'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن کیا اس دوستی میں خلوص ہوگا؟''

''یہ تو دوستی ہونے کے بعد ہی پتہ چل سکتا ہے۔''

''اور اگر یہ پیشکش میں اب کروں......'' ☆

''تب بھی میں اسے قبول کروں گا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ گوکلہ کہ میں خود کو بہت کچھ سمجھتا ہوں۔ اگر تمہارے ذہن میں خلوص نہ بھی ہو تب بھی میری ذات کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔''

''خود پر اتنا مان رکھتے ہو۔''

''ہاں......'' میں نے جواب دیا۔

''اگر میں یہ مان توڑ دوں تو......''

''تو پھر میں تمہیں تسلیم کروں گا......'' میں نے جواب دیا۔

''اور میرے احکامات کی تعمیل کرو گے؟''

''ہاں۔''

''خواہ میں تمہیں بھی ڈھانچے میں تبدیل کر کے اپنا غلام بنا لوں۔''

''ہاں۔ مجھے منظور ہے۔'' میں نے کہا اور گوکلہ کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

''تم اپنے وقت کے انوکھے انسان ہوں۔ لیکن...... میرا نام گوکلہ ہے۔ آؤ میرے پاس آ جاؤ۔ میں اپنے اور تمہارے راستے کے تمام پردے ہٹا رہی ہوں۔'' اس نے کہا اور میرے سامنے سے غار کی وہ عظیم الشان دیوار ہٹ گئی جس میں سوراخ تھا اور جس سوراخ سے ڈھانچے اندر آئے تھے۔ لیکن دوسری طرف ایک سپاٹ جگہ کے علاوہ کچھ نہ تھا...... ہاں آگے جا کر یوں لگتا تھا کہ جیسے اس چٹان کا اختتام کسی گہری کھائی میں ہوا ہو۔

''چلے آؤ اجنبی...... آگے آؤ اور اپنی ہمت کو آزماؤ......'' گوکلہ کی آواز ابھری اور میں آگے بڑھ گیا۔ ممکن ہے اس چوڑے میدان کے بعد کوئی گہری کھائی ہو...... اگر ایسا بھی ہوا تو میں کھائی میں کود جاؤں گا۔ نتیجہ کچھ بھی ہو۔ لیکن اس سپاٹ جگہ کے اختتام پر تھوڑا سا نیچے اتر کر ویسی ہی چوڑی سیڑھی تھی اور مجھے تھوڑی سی حیرانی بھی ہوئی۔ میں اس دوسری سیڑھی پر کود گیا اور اس کے اختتام پر میں نے ویسی ہی تیسری سیڑھی دیکھی۔

خوب۔ تو یہ میرے مان کا امتحان ہے۔ میں نے سوچا اور پھر میں نے تیزی سے یہ عظیم الشان سیڑھیاں طے کرنا شروع کر دیں۔ لیکن پروفیسر۔ مجھے واقعی الجھن ہونے لگی تھی...... سیڑھی کے بعد سیڑھی آتی جا رہی تھی اور اختتام نہیں تھا...... اب سیڑھیوں کے دونوں سمت کوئی منظر نہ تھا۔ اوپر آسمان اور دونوں طرف گہری کھائیاں...... ایک دفعہ میں نے سوچا بھی کہ ان گہری کھائیوں میں چھلانگ لگا دوں لیکن پھر میں نے خیال کیا کہ ممکن ہے گوکلہ اسے میری بزدلی تصور کرے۔ سو میں نیچے اترتا رہا...... اور سورج چھپ گیا...... چاند نکل آیا اور میں نے اپنے سفر جاری رکھا۔ چاند میرے ساتھ ساتھ سفر کر رہا تھا اور میں نہ جانے زمین کے کون سے طبق میں پہنچ گیا۔ اگر گوکلہ کا خیال تھا کہ میں تھک کر گر جاؤں گا تو یہ اس کی حماقت تھی کیونکہ اگر یہ سفر صدیوں بھی جاری رہے تو میں اسے طے کرتا رہوں گا اور کبھی تھک کر نہ بیٹھوں گا۔ اگر وہ خود اس سفر کو طویل کر رہی تھی تو بار اسے ہی ماننا پڑے گی۔ آخر وہ کب تک انتظار کرے گی۔

چاند آخری منازل طے کر رہا تھا اور میں سیڑھیاں اترتا جا رہا تھا۔ ذہن پر وحشت طاری تھی لیکن میں نے ایک لمحے بھی یہ احساس نہ ہونے دیا کہ میں تھک گیا ہوں۔ یہاں تک کہ آسمان سفید ہونے لگا اور پھر جب سورج نے سر ابھارا تو...... میں آخری سیڑھی سے نیچے اتر رہا تھا۔

اس کے آگے ایک وسیع و عریض جنگل پھیلا ہوا تھا۔ نہایت خوشنما جنگل یہاں درخت بکثرت تھے۔ لیکن ایسے انوکھے درخت جو میں نے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ پورے جنگل میں ایک خوشگوار مہک پھیلی ہوئی تھی۔

میں رک کر چاروں طرف دیکھنے لگے۔ تب میری نگاہ کسی سفید شے پر پڑی۔ ایک عظیم الشان انڈا تھا۔ اتنا بڑا انڈا جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ زمانہ قدیم میں، میں نے بے شمار بڑے بڑے جانور دیکھے تھے لیکن ان کے انڈے بھی اتنے بڑے نہیں تھے۔ بہر حال میں نے وہ فاصلہ بھی طے کیا اور اس کے قریب پہنچ گیا۔

لیکن وہاں پہنچ کر معلوم ہوا تھا کہ وہ انڈا نہیں کوئی عمارت ہے۔ اس میں صرف ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ میں نے ایک گہری سانس لی اور دروازے کی سیڑھیاں طے کرتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ پروفیسر، اندر کے مناظر بھی انوکھے تھے۔ اتنی حسین جگہ میں نے اس سے قبل نہیں دیکھی تھی۔ اندر جو روشنی تھی وہ قدرتی نہیں تھی۔ بس ایک عجیب سی سحر انگیز روشنی جسے کوئی نام نہیں دیا جا سکتا تھا۔ چاروں طرف چھوٹے چھوٹے گول حوض بکھرے ہوئے تھے جن کے درمیان سنہری چمکدار گھاس اگی ہوئی تھی۔ یہ حوض بھی سفید پتھر کے تھے۔ میں ان کے درمیان سے گزر کر اس بارہ دری کی طرف بڑھنے لگا جو رنگین دیواروں سے آراستہ تھی...... اور بارہ دری کے درمیان مجھے سنگ مرمر کے ایک تخت پر ایک حسین عورت نظر آئی جس نے بے حد خوشنما لیکن باریک لباس پہنا ہوا تھا۔ اس کے سر پر تاج بھی تھا جس میں رنگین پتھر چمک رہے تھے۔ بالکل جوان اور انتہائی پرکشش شخصیت کی مالک عورت تھی۔ اس کی آنکھیں بے حد حسین اور کشش انگیز تھیں اور ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ اس کے انداز میں شناسائی تھی۔

اور پھر مجھے دیکھ کر اس کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔ ''آؤ اجنبی نوجوان...... اس بارہ دری میں آ جاؤ......''

''تمہاری آواز سے میں جان رہا ہوں کہ تم گوکلہ ہو۔''

''ہاں۔ تمہارا اندازہ درست ہے۔''

''میرا خیال ہے تم خود تھک گئیں، گوکلہ۔''

''کس سلسلہ میں؟''

''اس سے زیادہ تم اس سفر کو طویل نہیں کر سکتی تھیں کیونکہ پھر تمہیں ہی اکتاہٹ ہونے لگتی۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہ تھکنے والے انوکھے انسان۔ پہلے تو اس طویل مسافت کو رکے بغیر طے کرنے کے لئے میری داد تحسین قبول کر۔ میرا خیال تھا تو اپنا علم آزمائے گا اور یہ فاصلہ مختصر کرے گا۔''

''افسوس میرے پاس کوئی ایسا علم نہ تھا۔''

''خوب۔ لیکن میں بھی تجھ پر واضح کر دوں کہ یہ فاصلے میں نے طویل نہیں کئے تھے۔ میں نے تیرے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں کھڑی کی۔''

''لیکن زمین کی گہرائیوں میں اتنی وسعت کہاں سے آ گئی؟''

''اوہ۔ تو نے زمین کی گہرائیوں کا تعجب کیا ہے..... یہ زمین کا آخری طبق ہے جسے پاتال بھی کہتے ہیں اور تحت الثریٰ بھی۔ اور یقین کرو کہ تو نے ایک رات میں اتنی تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے سات طبق طے کئے ہیں۔''

''ان الفاظ میں فریب کتنا ہے..... ؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''تجھے دیکھنے کے بعد تجھ سے فریب کرنے کو جی نہیں چاہتا۔'' اس نے جواب دیا۔

''خیر آنے والے وقت تیرے خلوص کی نشاندہی کر دے گا۔''

''یقیناً..... بیٹھ جا..... میں تجھے کیا پیش کروں..... خلوص دل سے بتا دے کیا تھک گیا ہے۔ آرام کرنا چاہتا ہے، بھوکا ہے، کچھ کھانا چاہتا ہے۔ سن تو میرا مہمان ہے اور تو پہلا مہمان ہے جسے میں نے تحت الثریٰ میں بلایا ہے..... جب تک تجھے مہمان کہوں گی دھوکہ نہ دوں گی.....''

''نہیں گوکلہ۔ نہ تھکا ہوا ہوں نہ بھوکا ہوں۔''

''پھر بھی کچھ تو کھا لے۔ میں تیرے لئے کچھ منگواتی ہوں۔'' اس نے کہا اور دونوں ہاتھ اوپر اٹھا لئے۔ تب میں نے خوبصورت تھالیاں فضا میں اڑتے دیکھیں۔ وہ ہمارے سامنے پہنچ گئیں۔ ان میں تازہ انگور، سیب، سنگترے اور دوسرے پھل رکھے ہوئے تھے۔

''انہیں کھانے سے تجھے کوئی نقصان نہ ہوگا۔'' اس نے بے تکان کہا۔

''تیری باتوں سے حماقت کی بو آتی ہے گوکلہ! میرے لئے وہ چیز منگا جو تیرے خیال میں مجھے نقصان دے سکے۔''

''اجنبی۔ حالات کس قدر بدل گئے ہیں، تیری شخصیت مجھے پسند آئی ہے۔ میں تم سے اظہار عشق نہیں کر رہی، نہ آئندہ کروں گی لیکن جس طرح میں اپنی دنیا میں انوکھی ہوں اسی طرح میرا خیال ہے کہ پہلے طبق میں بھی تجھ جیسا دوسرا نہیں۔ اس لئے میں تجھے پسند کرنے لگی ہوں اور اپنے اور تیرے درمیان اختلاف کم کرنا چاہتی ہوں۔''

''اس کی ایک ہی صورت ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا.....؟''

''تو مجھے اپنے بارے میں سب کچھ بتائے گی۔ یہاں تک کہ مجھے اپنے علم سے بھی روشناس کرائے گی۔''

''کیا تو بھی ایسا ہی کرے گا؟''

''ہاں۔ لیکن اس وقت جب تجھے میرے اوپر مکمل اعتماد ہو جائے گا۔''

''انوکھا ہے، سچ مچ انوکھا ہے۔'' وہ مسکرا کر بولی۔ پھر کہنے لگی۔ ''اس پاتال کے اندر آنے کے بعد بھی تیرا ایمان اپنے اوپر قائم ہے..... اگر ہے تو کیوں..... کیا تو یہاں سے بآسانی واپس جا سکتا ہے..... ؟'' اس نے سوال کیا۔

''تو پھر اپنی باتوں پر اتر آئی ہے گوکلہ۔ حالانکہ تو نے دیکھا کہ میں نے ابھی تک تیری کسی بڑی حیثیت کو تسلیم نہیں کیا۔ ہاں میں یہاں سے

واپس بھی جا سکتا ہوں اور...... اور بھی بہت کچھ کر سکتا ہوں۔''

''خام خیالی ہے...... بہر صورت جب ہم دوستی کی بات کرتے ہیں تو پھر ان باتوں کی گنجائش کیا رہ جاتی ہے۔''

''ہاں گنجائش تو نہیں رہتی۔ لیکن کبھی اگر تیرے ذہن میں یہ احساس پیدا ہو کہ میں کسی طور بے بس ہو گیا ہوں تو اپنی دوستی کو بالائے طاق رکھ کر اور مجھ سے کہہ دینا کہ میں جو کچھ کر سکتا ہوں کر لوں...... سو میں کر لوں گا۔''

گوکلہ پیار بھرے انداز میں مجھے دیکھ کر مسکراتی رہی، اس نے میری اس بات کا جواب کوئی نہیں دیا...... پھر بولی۔

''ٹھیک ہے۔ تو مجھے تیری یہ بات منظور ہے۔ تو مجھے اپنے بارے میں بتا، میں تجھے اپنے بارے میں تفصیلات بتاؤں گی لیکن اس سے پہلے میں پھر یہ چاہوں گی کہ تو کچھ کھا پی لے۔''

''اگر ہم دوست ہیں تو گوکلہ پھر اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔'' میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ میرے خیال میں اب اس سے سخت گفتگو کرتے رہنا مناسب نہ تھا۔ میں جو کچھ تھا، میں جانتا تھا۔ گوکلہ جو کچھ تھی یقیناً وہ بھی جانتی تھی۔ بہت ساری باتیں اس کے اندر میرے لئے پرکشش تھیں اور مجھے یقین تھا کہ وہ مجھ میں دلچسپی لے رہی ہے۔

گوکلہ نے میرے لئے جو کچھ منگوایا تھا میں نے اسے رغبت سے کھایا۔ گوکلہ خود بھی میرا ساتھ دیتی رہی تھی۔ ہاں وہ جگہ جہاں ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے بے حد خوبصورت اور آرام دہ تھی۔

البتہ میں نے دیکھا کہ یہاں کسی اور انسان یا جانور کا وجود نہ تھا، کوئی ایسی آواز کوئی ایسی تحریک دکھائی یا سنائی نہ دیتی تھی جس سے یہ احساس ہوتا کہ گوکلہ کے علاوہ بھی یہاں زندگی کے کچھ اور آثار ہیں۔ ویسے اس عورت کو میں نے گہری نظروں سے دیکھا تھا۔ جہاں تک اس کی کشش کا تعلق تھا تو بلاشبہ وہ سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخن تک اچھی اور پرکشش عورت کہی جا سکتی تھی البتہ اس کے بارے میں جو روایات تھیں وہ عجیب وغریب تھیں۔

تھوڑی دیر تک ہم لوگ خاموشی سے خشک میوے اور پھل کھاتے رہے۔ گوکلہ دل ہی دل میں مسکرا رہی تھی جس کا احساس اس کے چہرے پر بنتے مٹتے انداز سے ہو رہا تھا کہ وہ ناخوش نہیں ہے۔ کئی بار اس نے اپنی جادو بھری نگاہوں سے مجھے دیکھا بھی تھا اور مجھے یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہ میری ذات کو پڑھنا چاہ رہی ہو۔

میں نے یہ بات صرف محسوس کی تھی اس نے جواب میں نظر اٹھا کر اسے نہیں دیکھا تھا۔

ویسے بھی پروفیسر، حقیقت یہ تھی کہ میرے نزدیک گوکلہ بحیثیت عورت کے کوئی کشش نہیں رکھتی تھی...... کیونکہ عورتوں کے مسئلہ میں، میں تو کبھی متاثر ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ بڑی بڑی حسین عورتیں میری زندگی میں داخل ہو چکی تھیں...... گوکلہ سے زیادہ عجیب، اس سے زیادہ پراسرار، ہاں یہ دوسری بات ہے کہ ہر نئی آنے والی اپنے اندر الگ حیثیت اور الگ شخصیت رکھتی تھیں۔ اس کے علاوہ ادوار کے لحاظ سے بھی ان کے اندر کافی تبدیلیاں پیدا ہو جاتی تھیں...... اس طرح گوکلہ بھی میرے لئے دلکش تھی اور کچھ عرصہ اس کا ساتھ مل جاتا تو کوئی بری بات بھی نہ تھی۔ البتہ میں اس

سے اس قسم کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں خاموش ہی رہا۔

پھر گوکلا نے پیار بھرے انداز میں کہا۔ ''نوجوان اپنا نام نہیں بتاؤ گے؟''

''پورنا۔'' میں نے جواب دیا اور میری نگاہوں میں شہانی گھوم گئی۔ ایک لمحے کے لئے میرے چہرے پر ایک رنگ آیا لیکن اس طرح کہ گوکلا اسے بالکل محسوس نہ کرسکی۔ دوسرے لمحے میں پرسکون تھا۔

''پورنا...... بہت خوب، بلاشبہ تمہیں پسند کیا جاسکتا ہے۔'' وہ مسکراتی ہوئی بولی۔ ''میرا نام تمہیں کہاں سے معلوم ہوا؟''

''بستی کے لوگوں سے......'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ...... وہ مجھے کس انداز میں یاد کرتے ہیں۔''

''بہت ہی غلط انداز میں...... وہ تمہارا نام لینا پسند نہیں کرتے۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہاں وہ مجھے منحوس کہتے ہیں...... یہ بات مجھے معلوم ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ میں ان کے لئے بہت بڑی نحوست ہوں۔ دیکھو پورنا یہ تو انسان کی اپنی مرضی اور فطرت کی بات ہے۔ میں ان کے درمیان گئی تھی۔ میں نے ان کے ساتھ رہنا چاہا۔ میرے دل میں یہ خیال نہیں تھا کہ میں انہیں کوئی نقصان پہنچاؤں گی۔ لیکن انہوں نے اپنا مذہب مجھے مسلط کرنے کی کوشش کی، انہیں میری وہ قوتیں پسند نہ آئیں جن سے میں ان پر فوقیت رکھتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ میں بدھ مت کی پیرو بن جاؤں، اب پورنا یہ بھی تو ہے کہ اگر تم بذات خود کسی طاقت کے مالک ہو، تو تم کسی کے غلام کیوں ہو...... میں اپنے طور پر آزاد رہنا چاہتی تھی لیکن ان لوگوں نے زبردستی مجھے اپنے بنائے ہوئے ایک دائرے میں مقید کرنا چاہا اور میں نے اسے قبول نہ کیا۔ تب میں ان پہاڑوں میں آبسی...... تم یقین کرو میں نے ان کی ذات کو نقصان پہنچانے کی کوئی کوشش نہیں کی ہے۔ میں نے کبھی ان کے خلاف کوئی ایسا کام نہیں کیا جو ان کے لئے باعث تکلیف ہو، لیکن بدھ راہب مجھے نیست و نابود کرنا مذہبی مسئلہ سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ مجھے نیست و نابود کردیں گے تو انہیں بہت بڑا ثواب ملے گا۔ اب اگر ایسے لوگ میرے پاس آکر مجھے برباد کرنے کی کوشش کریں تو پورنا تم خود ہی بتاؤ، کیا پھر میرا حق نہیں ہے کہ میں انہیں نیست و نابود کردوں...... سو میں نے ایسا ہی کیا...... وہ ڈھانچے جو میرے لئے تم سے لڑے تھے یہ سب بڑے بڑے بدھ بھکشو تھے جو یہاں تک پہنچے اور میرا شکار بن گئے۔''

''ہوں۔ تو یہ سب خود تمہارے غاروں تک پہنچے تھے؟''

''ہاں پورنا۔ یہ سب مجھ پر حملہ آور ہوئے تھے۔ بڑی بڑی عجیب قوتیں لے کر مجھ پر حملہ کیا تھا...... میں یہ نہیں کہتی کہ کوئی مذہب کمزور ہے البتہ یہ دوسری بات ہے کہ کوئی جب کسی کو فنا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو دوسرا بھی اپنا بچاؤ کرتا ہے۔ میں ان پر حاوی ہوگئی۔ یہ دوسری بات ہے، میں نے خود کو کبھی دنیا سے الگ نہیں سمجھا۔ میں تو صرف اپنے طور پر زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ پھر ان لوگوں کو کیا تکلیف تھی کہ مجھ کو روکتے۔ کیا تم بھی ان کے مذہب سے تعلق نہیں رکھتے۔ کیا تم نے جو کچھ کیا ہے وہ حقیقت ہے؟''

''ہاں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو پھر تم ہی بتاؤ..... ان لوگوں نے تم پر اپنا مذہب مسلط کرنے کی کوشش کی ہوگی۔''

''نہیں مجھے اس بستی میں آئے زیادہ وقت نہیں گزرا۔ ممکن تھا وہ اس قسم کی کوشش کرتے لیکن ابھی تک ایسا نہیں کیا گیا۔''

''اوہ..... تو پھر تم کس حیثیت سے ان کے درمیان تھے؟''

''بس ایک مسافر کی حیثیت سے..... کیا تم نے امبھا کروسا کا نام سنا ہے؟''

''امبھا کروسا..... ہاں، کیوں نہیں۔ وہ شخص مجھے یاد آ رہا ہے۔ ایک بوڑھا راہب جو خاصی قوتوں کا مالک تھا اور بڑی حیثیت رکھتا تھا ان لوگوں کے درمیان..... لیکن اس نے تو مرن تیاگ لیا تھا۔ تم اس کے بارے میں کیا بتا رہے تھے۔''

''مرن تیاگ سے تمہاری کیا مراد ہے؟''

''ایک ایسی چلہ کشی جس میں موت قبول کر لی جاتی ہے اور زندگی سے ایک سمجھوتہ کر لیا جاتا ہے۔ یعنی زندگی کے کچھ سال وقت کو قرض دے دیئے جاتے ہیں لیکن یہ اس راہب کی منطق تھی۔ اس کی یہ کوشش کامیاب ہوئی یا نہیں مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں۔''

''امبھا کروسا کی یہ کوشش کامیاب ہوگئی تھی۔''

''تمہیں کیسے معلوم۔''

''جن غاروں میں اس نے چلہ کشی کی تھی میں انہی کی طرف جا نکلا اور پھر اسے اس کی بستی تک لانے والا میں ہی ہوں۔''

''اوہ۔ تب تو بستی والے تم سے بہت متاثر ہوئے ہوں گے۔''

''ہاں۔ لیکن وہ زندگی سے دور کے لوگ ہیں۔''

''بالکل درست کہا تم نے..... وہ دلچسپیوں سے منہ موڑتے ہیں حالانکہ کمزور انسان اس دنیا میں ایک بلبلے کی مانند آتا ہے۔ بیشک اس پر اخلاقی ذمہ داریاں ضرور ڈالی جاتی ہیں لیکن اس حد تک نہیں کہ وہ مقید کر دیا جائے۔''

میں خاموشی سے گردن ہلاتا رہا۔ پھر گوکلہ بولی۔ ''تم ان غاروں کی طرف کیوں آئے تھے؟''

''تم سے ملاقات کرنے۔''

''کیوں؟''

''اس لئے کہ میں نے تمہارے بارے میں بہت سی داستانیں سنی تھیں۔ تم سے ملنے، تمہیں دیکھنے کا اشتیاق تھا۔''

''اوہ۔ ہاں تم جیسا انسان ایسا ہی ہو سکتا تھا حالانکہ تم نے میری نحوست کے قصے وہاں سنے ہوں گے۔''

''ہاں۔ کچھ دلچسپ واقعات بھی دیکھے تھے۔''

''مثلاً۔'' اس نے دلچسپی سے کہا اور میں نے مختصراً اسے واقعات بتا دیئے۔ وہ بدستور مسکرا رہی تھی اور جب میں خاموش ہو گیا تو وہ بولی۔

''درحقیقت انسان عقیدوں کا غلام ہے اور فطرت اس کی رہنمائی اس طرف کر دیتی ہے جس طرف وہ سوچتا ہے۔''

''میرا بھی یہی خیال تھا۔''

''لیکن پورنا، تم ہو کون؟ اور ان علاقوں کی طرف کیسے آ نکلے؟ اس کے علاوہ تمہارا نام مقامی لوگوں کی مانند کیوں؟ اور تمہارا تعلق اس علاقے سے نہیں ہے۔''

''یہ نام بھی شمعانی نے دیا ہے۔''

''وہی لڑکی جس کے بارے میں تم نے بتایا کہ اس نے خودکشی کر لی۔''

''ہاں۔''

''اس سے قبل تمہارا نام کیا تھا؟''

''یہ ایسی بات ہے گوکلہ۔ جس کے بارے میں، میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔ اس وقت جب تم سے بہت سے سوالات ہو جائیں گے۔''

''اوہ کیوں۔''

''اس لئے کہ یہ بتانے کے لئے مجھے تمہیں بہت سی تفصیلات بتانی پڑیں گی۔ جس کے بعد تم میری حیثیت تسلیم کر لوگی اور میرے آگے ہتھیار ڈال دوگی.....''

''اوہ۔ اگر میں یہ کہوں کہ یہ ناممکن ہے۔'' وہ دلکش مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

''میں اسے ممکن بنا دوں گا۔ ایسی جلدی بھی کیا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گوکلہ ہنسنے لگی۔ پھر بولی۔

''ٹھیک ہے۔ آنے والا وقت ہم دونوں کے لئے دلچسپ تجربات لائے گا۔ اس لئے ہمیں انتظار کرنا چاہیے۔ اب رہ گیا سوال اس کا کہ ہمارا سلسلہ گفتگو آگے کہاں سے جڑے۔''

''میں مختصراً تمہارے سوال کا جواب دوں گا۔ میں ایک آوارہ گرد ہوں۔ بے مقصد گھومتا پھرتا ہوں۔ مجھے دنیا دیکھنے اور اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا بہت شوق ہے اور میں اس شوق کی تکمیل کے لئے سرگرداں ہوں.....''

''اوہ۔ تو تم نے زمین کا بہت بڑا حصہ دیکھ لیا ہوگا؟''

''ہاں۔''

''تم نے بہت سے علم سیکھے ہوں گے اور یہ سوال بیکار ہے کیونکہ اس کا اندازہ تو میں کر ہی چکی ہوں۔''

''کس طرح.....؟'' میں نے سوال کیا۔

''تم آگ سے نہیں جلے..... حالانکہ عام انسان ہوتے تو آگ تمہیں بھسم کر دیتی.....''

''اوہ۔ ہاں میں نہیں جلا۔''

''اس کے علاوہ پتھر کی مضبوط چٹانیں تم نے توڑ دیں۔ کیا تم اسے علم کی طاقت کے سوا کچھ اور کہو گے۔'' گوکلہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''نہیں گوکلہ۔تم اسے علم کی نہیں میرے بدن کی طاقت کہو۔''

''نہیں پورنا...... کسی کے بدن میں اتنی طاقت نہیں ہوتی۔''

''اس کا فیصلہ بھی بعد میں ہو جائے گا۔''

''ہاں ضرور!۔۔۔مگر جب اتنی باتیں بتا دیں ہیں تو اپنا نام بھی بتا دو تاکہ میں تمہیں اس نام سے پکاروں۔''

''میرا کوئی نام نہیں ہے۔''میں نے جواب دیا۔

''یہ کیسے ہو سکتا ہے؟''وہ تعجب سے بولی۔

''یہی بات ہے۔لوگ مجھے اپنی پسند کے نام دیتے رہے ہیں۔تم بھی اگر چاہو تو جس نام سے پسند کرو پکار سکتی ہو۔''

''مگر ایسا کیوں ہے؟''

''اس سوال کو بعد کے جوابوں میں شامل کر لو۔''میں نے کہا اور وہ ہنس پڑی۔

''چالاک ہو...... میرے بارے میں جان لیا اپنے بارے میں نہیں بتانا چاہتے۔لیکن میرے بارے میں سنو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔''

''میں حیران رہ جانا چاہتا ہوں۔''میں نے کہا۔

''ہوں...... تو سنو...... میرا نام ہی گوکلا ہے۔زمین کے بارے میں تمہاری معلومات کتنی ہیں میں نہیں جانتی...... لیکن چونکہ میں خلوص دل سے تمہیں اپنے بارے میں بتا رہی ہوں اس لئے یہ بات بھی میں خود ہی بتائے دے رہی ہوں...... زمین کی گہرائیاں مختلف درجے رکھتی ہیں۔ان میں سے کچھ جگہیں انسانوں سے آباد ہیں اور کچھ نہیں ہیں۔یہ زمین کا ساتواں طبق ہے اور اسے تمہاری زمین پر تحت الثریٰ کہا جاتا ہے۔جہاں تمہاری دنیا کے لوگوں کی پہنچ ناممکن ہے...... لیکن...... میں یہیں کی پیداوار ہوں۔''

''اس ساتویں طبق کی......؟''

''ہاں۔''اس نے جواب دیا۔

''تو کیا یہاں باقاعدہ آبادی ہے؟''

''ہاں۔اسی طرح جیسی تمہاری دنیا میں۔''

''لیکن ان اطراف میں تو کوئی نظر نہیں آیا۔میں نے باہر جنگل دیکھے جن میں جانور بھی نہیں اور کوئی جاندار تحریک نہیں ہے۔''

''اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں میری حکومت ہے اور میں اپنی دنیا کے لوگوں میں بھی ممتاز حیثیت رکھتی ہوں اور یہ علاقہ میں نے ترتیب دیا ہے...... میں نے یہاں سے تمام جانداروں کو نکال دیا ہے اور اب کوئی میری مرضی کے بغیر یہاں نہیں داخل ہو سکتا......''

''بہت خوب...... ویسے اس جگہ سے ہٹ کر آبادی موجود ہے؟''

''پوری پوری آبادی......''وہ مسکراتی ہوئی بولی......''بالکل تمہاری دنیا کی مانند...... ہاں طرز زندگی ذرا مختلف ہے۔''

''وہ کس طرح.....''

''ان کے مکانات پتھریلے نہیں ہوتے.....اس کے علاوہ وہ اتنے ترقی یافتہ نہیں ہیں۔ جتنے اوپر کے لوگ۔ تم دیکھ لو گے۔''

''ضرور گوکلہ۔ تم نے یہ تذکرہ کر کے میری دلچسپی بے پناہ بڑھا دی ہے۔ گوکلا اگر تم سب کچھ درست کہہ رہی ہو تو میں زمین کا یہ طبق ضرور دیکھوں گا اور میں چاہتا ہوں کہ ہمارے درمیان سے منافرت کے پردے ہٹ جائیں۔ میں کسی برے ارادے سے تمہارے پاس نہیں آیا۔ ان لوگوں نے مجھے ناپسند کیا تو میں وہاں سے بیزار ہو گیا۔ حالانکہ میں چاہتا تو ان لوگوں کو ٹھیک کر سکتا تھا۔''

''وہ کس طرح۔ '' گوکلہ نے پوچھا۔

''اپنی طاقت سے.....تم نے چٹانوں کو توڑنے کی بات کی تھی۔ کیا تمہیں اپنے غلام ڈھانچے یاد نہیں۔ جن کی ہڈیاں بکھر گئی تھیں۔''

''ہاں۔ اور تمہارے بدن پر ان کے تیشے ناکارہ تھے۔''

''تم نے دیکھا تھا۔''

''ہاں۔''

''لیکن کس طرح۔ تم تو یہاں تھیں۔''

''کیا تم نے اپنے علم کی چادر نہیں اوڑھ لی تھی۔ ایسی چادر جس نے تمہارے جسم کی حفاظت کی تھی۔'' گوکلہ نے سوال کیا۔

''نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس کا تجربہ بعد میں ہو جائے گا۔''

''خیر۔ بہر حال میں نے اپنے علم سے سب کچھ دیکھا۔ یہ سفید عمل ایک آئینہ ہے جس میں تمہاری دنیا میں دیکھ سکتی ہوں اور میری آواز بھی تم تک پہنچ سکتی ہے۔''

''بہت خوب..... میں تمہارے اس علم کی قدر کرتا ہوں۔'' میں نے متاثر لہجے میں کہا۔

''لیکن تم ابھی تک مجھے الجھا رہے ہو۔'' اس نے کہا۔

''نہیں گوکلہ۔ پہلے میری چند باتوں کے جواب اور دے دو۔''

''چلو پوچھو۔''

''تم جادو جانتی ہو؟''

''ہاں..... ہمارے ہاں..... زمین کے طبق میں یہ عام ہے۔ میں نے ایک طویل عرصہ میں یہ جادو سیکھا ہے اور اس میں مہارت حاصل کی۔''

''تمہاری عمر کتنی ہے؟''

''تمہاری زمین کی کئی صدیوں کے برابر۔ تم میری عمر چار سو سال کہہ سکتے ہو۔''

''اور تمہاری طویل عمریں تمہارے علم کا ہی ایک حصہ ہیں۔''

''نہیں۔''

''اوہ۔ تو پھر تم اتنے طویل عرصے سے زندہ کیسے ہو؟''

''زمین کے اس طبق میں عمریں طویل ہوتی ہیں۔ ہم تقریباً سو سال میں جوان ہوتے ہیں اور اس کے بعد پانچ چھ سو سال تک جوان رہتے ہیں اس کے بعد بڑھاپا شروع ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں طویل ترعمر ہزار یا گیارہ سو سال تک ہوتی ہے۔''

''اوہ۔'' میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ انوکھا انکشاف تھا۔

''کیا تمہاری اس زمین کے نیچے کچھ اور ہے۔''

''نہیں کیوں؟''

''بس سوچ رہا تھا ممکن ہے، وہاں کوئی میرا ہم عمر نکل آئے۔ مجھے اس سے مل کر خوشی ہوگی۔'' میں نے مسکرا کر کہا۔

''میں نہیں سمجھی۔''

''سمجھا دوں گا۔ بہر حال یہ بتاؤ تمہاری زمین کے لوگ آزادانہ ہماری دنیا تک پہنچ سکتے ہیں۔'' میں نے سوال کیا۔

''ہرگز نہیں..... کوئی بھی نہیں..... یہ کوشش صرف میں نے کی اور میں اپنی دنیا میں ممتاز ہوں..... میری دنیا کے صرف چند ہی لوگوں کو معلوم ہے کہ میرا تعلق باہر کی دنیا سے بھی ہے اور وہ میری عظمت کو تسلیم کرتے ہیں۔'' گوکلہ نے جواب دیا۔

''خوب..... تو گویا تمہارا تعلق زمین سے بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ اپنی دنیا سے۔'' میں نے سوال کیا۔

''ہاں۔ میں نے اس کے لئے کوشش کی ہے۔ میں تمہاری دنیا میں پہنچی ہوں اور میں نے تمہارے لوگوں کے بارے میں بہت کچھ معلوم کیا ہے۔ میں نے اتنی معلومات کی ہیں کہ اب میں اس طرح جانتی ہوں جیسا کہ اپنی دنیا کو.....''

''ہاں، مجھے اس کا احساس ہے اور مجھے یہ بات جان کر حیرت ہوئی ہے کہ تمہارا تعلق اس دنیا سے نہیں ہے۔''

''پورتا۔ اب مجھ سے ہی سب کچھ پوچھتے جاؤ گے یا تم بھی اپنے بارے میں بتاؤ گے.....''

''بات دراصل یہ ہے گوکلہ! کہ میں اندازہ کر رہا تھا کہ میرے بارے میں تمہارے خیالات کیا ہیں۔ اب تمہاری شخصیت کے جو پہلو میرے سامنے آئے ہیں ان سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ بلاشبہ تم اپنی دنیا میں ایک مکمل شخصیت ہو۔ ایک بھرپور حیثیت کی مالک اور اب اگر کوئی دوسرا تمہارا مقابل ہو تو اس سلسلے میں تمہیں کوئی تعرض نہ ہوگا اور نہ ہی تم حسد محسوس کرو گی، چنانچہ ان خیالات کے تحت میں اپنے بارے میں تمہیں سب کچھ بتا دوں گا.....'' میں نے کہا۔

''مجھے خوشی ہوگی..... رہا تمہاری دنیا کا مسئلہ تو دیکھو میں وہاں جا کر کوئی مذہب تو قبول نہیں کر سکتی تھی..... ہاں میری خواہش تھی کہ میں ان لوگوں میں رہوں، ان کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جانوں، ان کے ذریعے دوسرے علاقوں کے بارے میں معلومات حاصل کروں اور خود دوسرے علاقوں میں جاؤں..... لیکن وہ میرے مخالف بن گئے، میرے دشمن ہو گئے، یہ دشمنی انہی کی پیدا کی ہوئی ہے..... اس میں میرا کیا قصور تھا۔

کیا تم سمجھتے ہو پورنا، کہ ان کا رویہ درست تھا؟''

''ہاں، مجھے اس کا اعتراف ہے..... ان کا رویہ درست نہ تھا۔'' میں نے کہا۔

''تم بھی میرے لئے کوئی ایسی شخصیت نہ تھے پورنا، جسے میں قتل کر دینا ہی ضروری تصور کرتی ..... ہاں، چونکہ میں تمہیں بدھ راہب تصور کرتی تھی اور جب تم نے اس کے خلاف کہا تو میں نے اس پر یقین نہ کیا، تب میں نے تم پر اپنی قوتوں کا اظہار کرنا چاہا اور اپنی قوتوں کا اظہار تم پر کیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ میری قوتوں نے تم پر اثر نہ کیا اور یوں تم میری پسندیدہ شخصیت بن گئے۔ تم نے جس طرح پاتال کا سفر طے کیا پورنا، یہ تمہارا ہی کام تھا..... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ کوئی شخص اس طرح پاتال میں آ سکتا ہے۔ لیکن میں اپنی آنکھوں سے تمہیں تمام سیڑھیاں طے کرتے دیکھتی رہی ..... تم نے کہیں بھی کسی چیز کا سہارا نہ لیا اور یہ بات میرے لئے تعجب خیز بھی ہے پورنا .....

پھر جس طرح تم نے یہ طویل ترین سفر اتنے کم وقت میں اور رکے بغیر طے کیا ہے، تمہاری دنیا کے عام انسان یہ قوت نہیں رکھتے پورنا..... اور یہی بات میرے لئے حیرانی کا باعث بن گئی تھی.....''

''اس کی وجہ ہے گوکلہ۔''

''کیا؟''

''یہی کہ میں بھی اس دنیا کے عام انسانوں میں سے نہیں ہوں۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب؟'' گوکلہ نے دلچسپ نگاہوں سے دیکھا۔

''مطلب یہ ہے گوکلہ کہ اگر تم یقین کرو اور یقین نہ کرو تو اپنی تمام تر علمی قوتوں کو آزما لو..... اور میرے بارے میں معلوم کر لو یا پھر میرے بیان کی تصدیق کر لو، کہ میری عمر..... میری عمر لامحدود ہے، میں صدیوں سے زندہ ہوں۔ اتنے طویل عرصے سے زندہ ہوں جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتیں۔ میرا خیال ہے تمہاری دنیا میں آبادی کا وجود بھی نہیں تھا اس وقت جب میں پیدا ہوا تھا۔''

''کیا مطلب۔'' گوکلہ متحیرانہ انداز میں بولی۔

''ہاں گوکلہ جو کچھ میں نے کہا وہ درست ہے..... میں نے صدیاں دیکھی ہیں ادوار سے گزرا ہوں ..... صدیوں نے مجھے دیکھا ہے، یہ چاند، ستارے، سورج، زمین و آسمان نجانے کب سے میرے رازداں ہیں۔ اور میں دنیا کا سفر طے کرتا چلا آ رہا ہوں، میں نے صدیوں کا سفر طے کیا ہے۔ ان کے۔ ادوار دیکھے ہیں گوکلہ اور یہ صدیاں مجھے اس زمین پر بھٹکا رہی ہیں۔ چنانچہ امبھا کروسا یا دوسرے لوگ میری ذات کی گرد تک نہ پہنچ سکتے تھے۔ اور گوکلہ یہ کام تمہارے بس کا بھی نہیں۔

میں نے تم سے جو کچھ کہا ہے وہ حقیقت ہے، میں تمہارے علم کو دعوت دے چکا ہوں کہ وہ میرے بیان کی تصدیق کرے، اور میرے بارے میں فیصلہ کرے، اس لئے گوکلہ میں نے خود کو کوئی نام نہیں دیا۔ کیونکہ کوئی نام دینے والا موجود نہیں تھا۔ جس نے جو چاہا کہا۔ اس لئے میں نے تمہیں بھی دعوت دی کہ تم اپنی پسند کا کوئی نام مجھے دو..... میں نے صدیوں سے دیکھا ہے کہ لوگ مجھے اپنی پسند کا نام دے رہے ہیں..... اس کائنات

کے ہزاروں راز ہائے سربستہ میں نے حل کیے ہیں۔ اس کے باوجود نام کے سلسلے میں، میں لوگوں کا محتاج ہوتا ہوں...... وہ مجھے جو چاہے نام دے دیتے ہیں۔

ستارے میرے دوست ہیں گوکلہ، آگ میری بہترین ساتھی ہے۔ وہ میرے بدن کو کبھی نہیں جلاتی...... پانی کی گہرائیاں مجھے کبھی نہیں ڈبوتیں...... برف کی سردی میرے جسم کو کبھی نقصان نہیں پہنچاتی...... اور تمہاری دنیا کے وہ تمام حربے جنہیں تم دوسرے انسانوں کو نقصان پہنچانے انہیں قتل کرنے میں استعمال کرتے ہو میرے جسم، میری ذات کے لئے بے اثر ہیں۔ کیونکہ صدیوں نے مجھے ایک ٹھوس شکل دی ہے اور ایسا ٹھوس کردار دیا ہے جس میں کوئی لچک نہیں ہے۔ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ میں صدیوں پر حاوی ہوں تو غلط نہ ہوگا اور میں تمہیں اس کا تجربہ کرنے کی دعوت بھی دوں گا۔ میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی علم نہیں ہے کہ صدیاں میری معاون رہی ہیں اور میری تجربات بہت کچھ سکھاتے رہے ہیں اور یہی کچھ میرا علم ہے۔

تمہارا علم جسے تم جادو کہتے ہو وہ میں نہیں جانتا...... وہ میرے لئے متحیر کن ہے اور میں اسے سیکھنے کا خواہشمند بھی ہوں کیونکہ میرے پاس علوم کا ذخیرہ ہے۔ میں نے جو کچھ دیکھا اسے اپنے ذہن میں محفوظ کر لیا اور دنیا جو کچھ کرتی رہی ہے وہ بھی میرے ذہن میں محفوظ ہے...... چنانچہ تمہاری یہ زمین میرے لئے انوکھی اور اجنبی ہے۔ لیکن میں تم سے یقین سے کہہ رہا ہوں گوکلہ کہ مجھے کوئی زوال نہیں ہے۔''

تم کہتی ہو کہ تمہاری زمین کے لوگ گیارہ صدیاں زندہ رہ سکتے ہیں...... لیکن جہاں تک میرا سوال ہے میں تو صدیوں سے زندہ چلا آرہا ہوں، نجانے میرا یہ سفر کب تک جاری رہے گا۔

یہ تھی میری داستان گوکلہ۔ اس میں اگر کوئی جھول پاؤ تو یہ صرف تمہارا کام ہوگا کہ تم اس کی تصدیق کرو...... میں تمہیں ہر طرح کی آزادی دیتا ہوں...... ہاں اگر میری بات تسلیم کر لو تو پھر ایک درخواست میں تم سے کروں گا۔'' میں نے کہا اور گوکلہ کی طرف دیکھا۔

وہ پتھر کے بت کی طرح ساکت تھی۔ شاید اسے میری باتوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ بہرصورت وہ خاموش رہی...... اور اس کی یہ خاموشی مجھے عجیب سی لگ رہی تھی۔ اس نے مجھ سے سوال نہ کیا اور کافی دیر تک وہ خاموش رہی۔

''تم شاید حیرت کا شکار ہو گئی ہو گوکلہ؟''

''آہ......'' گوکلہ چونک پڑی...... اس نے نیچے سے اوپر تک مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا...... کیا جو کچھ تم نے کہا وہ حقیقت ہے۔ کیا تم مجھ سے کوئی خوبصورت اور گہرا جھوٹ نہیں بول رہے۔''

''نہیں گوکلہ...... میں کہہ چکا ہوں کہ اب ہم جب خلوص کی باتیں کر رہے ہیں تو اس میں جھوٹ شامل نہیں ہونا چاہیے۔ میں تم سے جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ بالکل صحیح ہے۔ اس میں جھوٹ کا کوئی پہلو نہیں۔''

''تب تم میرے لئے حیرت انگیز ہو پورنا...... حیرت انگیز صدیوں کے بیٹے۔'' اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ ''میں تمہاری عزت بھی کرتی ہوں، میں سوچ رہی ہوں کہ اب تک میں اپنے بارے میں غلط فہمیوں کا شکار رہی ہوں، لیکن تم سنو...... میری بات سنو۔ میں نے تم پر یقین کیا

ہے..... لیکن مکمل طور پر نہیں۔ کیونکہ بہر صورت میں بھی کمزوریوں کا شکار ہوں۔ میں تمہیں آزماؤں گی۔''

''ہاں۔ میری طرف سے کھلی اجازت ہے تمہیں اس سلسلہ میں ہر قسم کی اجازت ہے..... جس طرح تم چاہوں میں حاضر ہوں۔ لیکن اس کے بعد ہماری پرخلوص دوستی کا آغاز ہونا چاہیے۔ میں تم سے وہ سب کچھ سیکھوں گا۔ میں وہ سب کچھ دیکھوں گا جو میری پسند اور میری طلب ہیں۔''

''یقیناً تم نے جو کچھ بتایا ہے انہی کی بنیاد پر میں زمین کے ساتویں طبق پر تمہیں ایک مہمان کی حیثیت سے خوش آمدید کہتی ہوں۔'' گوکلہ نے کہا اور میں نے مسکرا کر گردن ہلادی۔

تھوڑی دیر تک ہم لوگ خاموش بیٹھے رہے پھر گوکلہ اٹھ کھڑی ہوئی..... ''آؤ پورنا..... اب ہم یہاں سے چلیں۔ یہ یوں سمجھو مہمان خانہ تھا جہاں میں نے تمہیں خوش آمدید کہنے کے لئے ٹھہرانا مناسب سمجھا لیکن اس سے آگے میری اور زمین ہے جہاں میں خود رہتی ہوں۔ تمہیں یقیناً میری قیام گاہ پسند آئے گی۔''

''زمین کا یہ طبق جس قدر خوشنما ہے۔ میرا خیال ہے زمین اس کی عشر عشیر بھی نہیں..... میں نے اس کا تھوڑا سا حصہ دیکھا ہے۔ لیکن یہاں جس قدر خوش گوار فرحت کا احساس ہوتا ہے اس کا کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں یہ کون سا وقت ہے۔''

''یہاں وقت کا کوئی تعین نہیں ہے پورنا۔ یہاں ہمیشہ ہی یہی وقت رہتا ہے۔ یہاں سورج نہیں چمکتا، ہاں جو فاصلہ تم نے طے کیا ہے اس کو دیکھتے ہوئے اگر تم یہ سوچو کہ روشنی کی پہنچ یہاں بھی اسی انداز سے ہوگی جس طرح تمہاری زمین پر تو یہ تمہاری بھول ہوگی تم یوں سمجھو پورنا کہ وقت یہاں..... زمین کے اس حصے میں ساکت و جامد ہے۔ ہاں صدیوں کے گزرنے کا احساس ہمیں زمین سے پھوٹنے والی کونپلوں سے ہوتا ہے۔ جب یہ چھوٹی ہوتی ہیں بڑھتی ہیں..... اور پھر درخت بن جاتی ہیں۔ اس کے بعد مرجھا کر سوکھ جاتی ہیں۔ اس طرح ہم صدیاں گزرنے کا اندازہ لگاتے ہیں۔ ہاں میں تمہاری زمین کے لوگوں کی مانند صدیوں کا تعین کر سکتی ہوں۔ لیکن یہاں کے لوگ صدیوں کو اس انداز سے نہیں جانتے۔''

''اوہ.....'' میں نے متاثر انداز میں گردن ہلائی۔ ''اس لحاظ سے گوکلہ تم یہاں بڑی مدبر ثابت ہوئیں۔''

''ہاں۔ یہاں کے لوگ مجھے اس حیثیت سے مانتے ہیں۔'' گوکلہ نے جواب دیا۔

''کیا تمہارے یہاں بھی حکومت کا تصور ہے۔ ذہانت اور طاقت کی برتری تسلیم کی جاتی ہے؟''

''ہاں۔ کیوں نہیں۔ فطرت کے اصول ہر جگہ یکساں ہیں۔ میں نے تمہاری زمین کے بے شمار اصول اپنے ہاں سے مختلف نہیں پائے۔''

''یہاں حکومت ہے؟''

''ہاں۔''

''حکمران کون ہے؟''

''پوشنا۔ پراسرار قوتوں اور بے پناہ طاقت کا مالک۔''

''سازشیں ہوتی ہیں۔ حکمرانی کی خواہش ذہنوں میں پروان چڑھتی ہے۔''

''بیشک۔''

''جنگیں بھی ہوتی ہیں؟''

''اس انداز میں نہیں جس طرح تمہارے ہاں ہوتی ہیں۔ اس معاملے میں ہمارے اصول پکے ہوتے ہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''میری دشمنی تم سے ہے۔ میں اس کا اعلان کروں گی اور تمہیں اس سے آگاہ کروں گی۔ پھر تمہارے مقابلے کے لئے اپنی قوت مجتمع کروں گی اور تم سے جنگ کروں گی۔ اس جنگ کے لئے پہلے ہی مجھے سوچنا سمجھنا پڑے گا۔ اگر میں محسوس کروں گی کہ میں تم سے کمزور ہوں اور جنگ نہیں کر سکوں گی تو پھر اس جنگ کے لئے کسی اور کو نامزد کروں گی اور وہ میری جگہ جنگ کرے گا۔ لیکن میرے مقابل کو آزادی ہوگی کہ وہ اسے اچھی طرح پرکھ لے جس کو میں نے نامزد کیا ہے۔ اسی طرح اگر وہ خود کو میرے فائز کئے ہوئے شخص کے ہم پلہ نہ پائے تو اپنی طرف سے کسی دوسرے کو تیار کر سکتا ہے۔''

''اوہ۔ یہ تو اچھا اصول ہے۔''

''ہاں۔ یہاں یہ ریت نہیں ہے کہ بس انسانوں کے غول لے کر چڑھ دوڑے اور جو کچھ پایا نیست و نابود کر دیا۔''

''اچھا اصول ہے۔ مجھے پسند آیا۔'' میں نے کہا اور پھر ہم دونوں یہاں سے اٹھ گئے۔ زمین کی یہ دور افتادہ گہرائیاں مجھے بہت پسند آئی تھیں پروفیسر۔ اور میں ان میں بے پناہ دلکشی محسوس کر رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ اس انوکھی سرزمین پر میرا دل خوب لگے گا اور میری کتاب میں وہ بھی شامل ہو جائیگا جو دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔''

''لیکن تحت الثریٰ کے بارے میں تو بہت سی روایات ہیں۔'' اچانک فرزانہ بول پڑی اور وہ چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

''کیا.....؟'' اس نے سوال کیا۔

''معاف کرنا تمہارے تسلسل میں فرق پڑا۔ لیکن یہ موضوع میرے لئے بہت دلکش ہے۔'' فرزانہ نے معذرت آمیز انداز میں کہا۔

''کوئی بات نہیں۔ پوچھو۔''

''تم نے اس دنیا کو دیکھا ہوگا؟''

''ہاں کیوں نہیں۔''

''جیسا اس نے کہا تھا ویسا ہی پایا۔''

''ہاں جیسا گوکلہ نے مجھے بتایا تھا ویسا ہی پایا۔''

''مگر ہمارے ہاں تحت الثریٰ صرف ایک روایت ہے۔''

''اس کی وجہ ہے۔''

''کیا وجہ ہے؟''

''تمہاری دنیا کے لوگ وہاں تک نہیں پہنچ سکے۔ لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہ کر سکے۔ اس لئے انہوں نے اس سے بہت سی روایات منسوب کر لیں۔''

''جیسے چشمہ حیواں کا تصور.....'' فرزانہ بولی۔

''چشمہ حیواں کا کیا تصور ہے پروفیسر؟'' اس نے خاموش بیٹھے ہوئے پروفیسر سے سوال کیا اور پروفیسر کسی خیال سے چونک پڑا۔

''تحت الثریٰ کو مختلف معنوں میں یاد کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے زمین کی گہرائیاں ہی متعین نہیں کر دی گئی ہیں بلکہ ایک ایسی جگہ جہاں عام انسانوں کے پہنچنے کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور جو دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔''

''میں نے کہا نا پروفیسر..... اس کی وجہ ہے۔''

''یعنی یہ کہ انسان اس تک نہیں پہنچ سکتا۔''

''ہاں یقیناً۔''

''لیکن ہماری تاریخ میں چند کردار ایسے ہیں جو اس تک پہنچے ہیں۔''

''ممکن ہے۔ ناممکن تو نہیں ہے..... کیا وہ کردار نمایاں خصوصیات کے حامل تھے؟''

''ہاں۔''

''تب مانا جا سکتا ہے۔ چشمہ حیواں کی بات رہ گئی۔''

''ہاں۔ اس سے ایک روایت منسوب ہے۔''

''کیا؟''

''یہ کہ اگر کوئی شخص اس چشمے سے پانی پی لے تو زندہ جاوید ہو جاتا ہے۔ تمہاری طرح کبھی نہیں مرتا۔''

''کیا کسی ایسے انسان کا وجود ہے؟''

''بظاہر نہیں۔''

''تب تم اسے بھی روایت کہہ سکتے ہو پروفیسر..... میں نے ایسا کوئی چشمہ یہاں نہیں دیکھا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ان کی طویل العمری کا راز یہی ہو۔''

''کیا؟'' فروزاں نے گہری سانس لے کر پوچھا۔

''یہی کہ وہاں کا پانی ہی ایسا ہو جو انسان کو لمبی عمر بخش دیتا ہو۔''

''بہرحال ایسا کوئی مخصوص چشمہ نہیں تھا وہاں؟''

''میں نے نہیں دیکھا۔''

''خیر..... تمہاری کہانی میں ہم نے درمیان میں دخل دیا ہے۔''

''نہیں ..... ایک دلچسپ بات مجھے معلوم ہوئی ہے۔ میں اس کے بارے میں بھی اور کچھ جاننا چاہتا ہوں۔'' اس نے کہا۔

''مثلاً؟''

''اس چشمے کو اور بھی کوئی نام دیا جاتا ہے؟''

''ہاں، مذاہب کے بیشتر عقیدوں میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ ہندو اسے امرت جل کہتے ہیں۔ مسلمان آب حیات ..... وغیرہ۔''

''بہر حال میں نے کوئی مخصوص چشمہ وہاں نہیں دیکھا پروفیسر۔ اور پھر ہم دونوں وہاں سے اٹھ گئے۔ گوکلہ جو کچھ ثابت ہوئی تھی وہ بے حد تعجب خیز تھا اور یہ حقیقت ہے پروفیسر کہ صدیاں گزارنے کے باوجود مجھے کوئی ایسا کردار نہیں ملا تھا جیسی یہ عورت تھی۔ میں ہنستا تھا اس بات پر کہ بدھ راہب اس سے نفرت کرتے تھے اور اس کے مقابل آنے کی کوشش کرتے تھے۔ حالانکہ گوکلہ کا جادو تو بہت بلند تھا اور ایسا انوکھا تھا کہ مجھ جیسا انسان بھی اسے نہ سمجھ سکا۔ اس کے سامنے منورما جیسی جادوگرنیاں اور بڑے بڑے مدبر کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے جنہوں نے اپنی پوری زندگی علوم سیکھنے میں گزار دی تھی۔

بہر حال گوکلہ مجھے اس انڈے نما عمارت سے نکال لائی اور پھر پھلوں سے لدے ہوئے ایک خوشنما باغ کی طرف چل پڑی جو دور سے ہی نظر آ رہا تھا۔ مہکتے ہوئے راستے، دھیمے دھیمے بادلوں جیسا سماں، انوکھی وادی تھی پروفیسر..... آج بھی وہ میرے ذہن میں محفوظ ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم باغ میں داخل ہو گئے اور پھر دور سے میں نے ایک اور عمارت دیکھی۔ یہ بھی سفید پتھروں کی عمارت تھی۔ لیکن اس کی بناوٹ اوپر کی دنیا جیسی تھی اور اسے انوکھا نہ کہا جا سکتا تھا۔ لیکن اس عمارت میں بھی کوئی دوسرا وجود نہیں نظر آیا۔ البتہ اندر کا منظر اتنا حسین تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ میں نے اس کے لئے پسندیدگی کا اظہار کیا تھا۔

''ہاں تمہاری دنیا کی عمارتوں کی مانند ہے۔'' گوکلہ نے کہا اور پھر اس نے مجھے میری رہائش گاہ دکھائی۔ ''میرا خیال ہے تم یہاں خوش رہو گے۔''

''یقیناً۔ یہ دلکش جگہ ہے۔ لیکن گوکلہ ..... تم نے یہاں کسی اور کو نہیں رہنے دیا؟''

''جانوروں اور پرندوں کو بھی نہیں۔''

''کیوں؟''

''میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ اس طبق میں جادو عام ہے۔ اسے بھی ایک فن کی حیثیت سے سیکھا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے بہت سے کام ہوتے ہیں..... لوگ ایک دوسرے کے علوم کی ٹوہ میں بھی رہتے ہیں۔ اس لئے میں نے جانداروں کو یہاں سے دور رکھا ہے۔''

''لیکن پرندے اور دوسرے جانور ..... انہیں تم نے یہاں سے کیوں ہٹا دیا؟''

''وہ بھی ان کے کام آ جاتے ہیں۔''

''اوہ..... وہ کس طرح؟''

''میں تمہیں تجربہ کر کے دکھا دوں گی۔''

''تب پھر گوکلہ۔ میں تم سے درخواست کروں گا کہ قیام کی بجائے تم متحرک رہو اور مجھے ان عجائبات کی سیر کراؤ۔''

''اگر ایک بات کہوں پورنا تو برا تو نہیں مانو گے؟''

''نہیں..... کہو۔''

''تم نے جو کچھ کہا ہے اسے کسی حد تک ثابت تو کرو تا کہ مجھے بھی یقین ہو کر میرا مقابل ایک انوکھا انسان ہے۔''

''یقیناً۔ میں تیار ہوں۔'' میں نے جواب دیا'' بولو کس انداز میں میرا امتحان لینا چاہتی ہو؟''

''تم نے کہا تھا کہ تم بے انتہا طاقتور ہو، آگ تمہیں نہیں جلا سکتی اور پتھروں کی وہ چٹانیں تم نے اپنے جسم کی طاقت سے توڑی تھیں۔''

''ہاں۔ میں نے درست کہا تھا۔''

''اگر تم جیسا کہ کہہ چکے ہو برا نہیں مانو گے اور درحقیقت برا نہ مانو، تو کیا میں تم سے کہوں کہ میں تمہارا امتحان لینا چاہتی ہوں۔''

''ضرور۔ میں ہر امتحان کے لئے تیار ہوں۔''

''اگر تمہیں میرے امتحان سے نقصان پہنچ گیا تو تم یہ تو نہیں سوچو گے کہ میں نے جان بوجھ کر تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے؟''

''نہیں ہرگز نہیں۔''

''تب میرے ساتھ آؤ.....'' گوکلہ نے کہا اور وہاں سے بھی باہر نکل آئی۔ اب وہ اس عمارت کے پچھلے حصے کی جانب جا رہی تھی۔ اس نے ایک کمرے سے گزرتے ہوئے سیاہ رنگ کے بیج اٹھا لئے اور مٹھی میں بند کر کے چل پڑی۔ تب وہ عمارت کے عقبی حصے میں بھوری چٹان کے قریب پہنچ گئی۔ میں نے زمین دیکھی، بھورے رنگ کی زمین تھی، ہماری زمین کی مانند۔

تب گوکلہ نے وہ سیاہ بیج زمین پر دے مارے اور میں نے ایک خوفناک منظر دیکھا۔

''زمین کے ایک طویل حصے میں ایک خوفناک آگ بھڑک چکی تھی۔ دیکھتے ہی خوف آتا تھا۔ عام لوگ اگر اس آگ کو دیکھتے تو خوف سے دبک جاتے۔ ایسی ہی خوفناک اور جاندار قسم کی آگ تھی جس میں نارنجی رنگ ضرورت سے زیادہ شامل تھا۔ لیکن میرے چہرے پر کوئی خوف نہ پیدا ہوا اور میرے آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک آ گئی۔ گوکلہ نے میرے امتحان کے لئے جو راستہ اختیار کیا تھا میں تو خود اسے پسند کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے اس کی جانب مسکرا کر دیکھا اور گوکلہ معنی خیز نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔ میں دل ہی دل میں اس کی اس حرکت پر مسکرا رہا تھا۔

''یہ آگ ہے اور بلاشبہ ایسی شدید آگ کہ جس قدر آگ کی طاقت کا تصور کیا جائے وہ اس پر پورا اترتی ہے۔ تو کیا میرے نوجوان ساتھی ۔ میرے مہمان۔ تم اس آگ میں داخل ہونا پسند کرو گے؟''

''میں نے کہا نا گوکلہ کہ جو کچھ میں کہہ چکا ہوں، اس کا ہر عملی ثبوت دینے کے لئے تیار ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور پھر اطمینان سے

شعلوں کی سمت بڑھ گیا۔ جو پوری آب و تاب سے بھڑک رہے تھے۔

گوکلہ سنسنی خیز نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی...... اور پھر میں شعلوں میں داخل ہو گیا۔

اور پروفیسر۔ بلاشبہ یہ آگ زندگی ہی تھی، ایسی آگ، جس کی طاقت بے پناہ تھی اور جو میرے جسم کو اس طرح چھو رہی تھی کہ اس سے قبل آگ نے اس مانند میرے جسم کو اس طرح نہیں چھوا تھا۔ مجھے یوں لگا جیسے میرے مسامات میں زندگی دوڑ رہی ہو۔ یہ تیز آنچ تو میری زندگی کی ضامن تھی اور میں اس آگ میں خود کو ضم کرنے لگا۔

مجھے احساس ہی نہ ہو رہا تھا کہ میں کہاں ہوں، کیا کر رہا ہوں، اس آگ میں کیوں آیا ہوں، بس ایک کیف و سرور کا سمندر تھا جو میری رگ و پے میں اترتا جا رہا تھا۔

اور احمق گوکلہ نہیں سمجھتی تھی کہ اس طرح تو اس نے میری زندگی کو جلا دی ہے...... اس طرح اس نے میری روح کے لئے وہ غذا فراہم کی ہے جو شاید میری روح کی سب سے بڑی طلب ہے، نجانے کیوں، نجانے کیوں...... گوکلہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں نہیں سمجھتا کہ میں اسے نظر آ رہا تھا یا نہیں۔ لیکن اس کے چہرے پر کسی قدر تشویش اور پریشانی کے آثار تھے۔

نجانے یہ کیسی تشویش تھی۔ وہ آگ کے بالکل قریب آ کھڑی ہوئی تھی اور گردن اٹھا اٹھا کر مجھے دیکھ رہی تھی شاید آگ کی موٹی چادر میں میرا ہیولا بھی اسے نظر نہیں آ رہا تھا۔

دیر تک میں غسلِ آتش سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ پھر جب شعلے میرے قدموں سے نیچے ہو گئے تو میں آگ سے باہر نکل آیا۔

گوکلہ کی خوشی بھری چیخ بھی ان چیخوں سے مختلف نہیں تھی جو ایسے موقع پر حیرت زدہ انسانوں کی ہوتی تھی۔ میرا بدن پوری رات کے چاند کی مانند سنہرا ہو گیا تھا اور میرے بال اور چمک اٹھے تھے۔ وہ دوڑتی ہوئی میرے قریب پہنچ گئی۔

''آہ...... پورنا...... تم تو...... تم تو...... ارے یہ تمہارا بدن......'' وہ میرے سینے پر ہاتھ پھیرنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں تحسین کے آثار تھے۔ ''لیکن آگ...... اُفوہ، آگ کسے بخشتی ہے۔ مگر تم صدیوں سے زندہ ہو تب بھی...... آگ سے تمہارا کیا واسطہ...... آہ۔ تم کتنے حسین ہو گئے ہو۔''

''کیا میں اپنے قول پر پورا اترا ہوں؟''

''ہاں مکمل طور پر...... اور پورنا...... یہ ناممکن ہے، بالکل ناممکن، بڑے سے بڑا جادو آگ میں جل کر راکھ ہو جاتا ہے۔ پھر تم نے محسوس کیا ہوگا، ہم ایک راستے سے گزرے تھے، ایک چوڑے در کے نیچے سے، جہاں ایک سیاہ مجسمہ ستون کی مانند کھڑا تھا۔''

''میں نے غور نہیں کیا۔''

''تم اس کے نیچے سے گزرے تھے جبکہ میں اس سے بہت دور سے آئی تھی تا کہ اس کا سایہ بھی مجھ پر نہ پڑے۔''

''ہاں...... شاید۔''

''جانتے ہو وہ کیسا مجسمہ ہے؟''

''نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''اس کے نیچے سے گزرنے والے کا سارا جادو سلب ہو جاتا ہے یہ میں نے ان دشمنوں کے لئے تعمیر کیا ہے جو علم میں مجھ سے بڑھ جانا چاہتے ہیں۔'' گوکلہ نے کہا۔

''اوہ۔ اس طرح تم نے میرا جادو سلب کرنے کی کوشش کی تھی؟'' میں مسکرا دیا۔

''ہاں۔ میں انکار نہیں کروں گی۔ اگر تم اپنے علم کے ذریعے آگ سے بچنے کی کوشش کرتے تو کامیاب نہ ہو سکتے اور جل کر راکھ ہو جاتے۔''

''گویا یہ بھی میری زندگی موت کی کسوٹی تھی؟''

''ہاں پورنا...... میں سوچ رہی تھی اگر تم ایک عام جادوگر ہو تو...... بہرحال اس دنیا کے راز یہاں سے باہر نہ جائیں۔''

''تم بہت گہری ہو گوکلہ۔''

''لیکن پھر بھی میرے خلوص میں کھوٹ نہیں تھا۔ یہ تو ایک پرکھ تھی، صرف ایک پرکھ...... اور میں نے اس بات کا برا بھی نہیں منایا ہے۔ میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ میں نے جو جو دعوے کیے ہیں انہیں آزمانے کے لئے میری بے خیالی میں کوئی بھی کارروائی کر سکتی ہو۔'' میں نے کہا اور گوکلہ پرخیال انداز میں مجھے دیکھتی رہی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔

''تمہاری ایک بات کی تو تصدیق ہو گئی پورنا...... یعنی یہ کہ تم ایک انوکھے انسان ہو جو جادو کی قوت نہیں رکھتا بلکہ کچھ ایسی قوتیں اس میں سرایت کر گئی ہیں جو سمجھ میں نہیں آتیں...... اور ان حالات میں تم میرے لئے بہت کارآمد ہو۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''ابھی تمہیں اس بارے میں نہیں سمجھاؤں گی۔''

''میں چاہتا ہوں تم جلد از جلد میرے سارے امتحان لے لو تاکہ اس کے بعد میں تمہارے ساتھ تمہاری اس دنیا کی سیر کر سکوں۔''

''اوہ۔ یہ کام اتنا مشکل نہیں ہے۔ اول تو میں اب تمہارا امتحان کیا لوں گی اور پھر ہمارے درمیان اتنا فاصلہ بھی نہیں کہ میں تمہیں اپنی دنیا کی سیر بھی نہ کرا سکوں۔''

''شکریہ۔'' میں نے گردن ہلائی اور پھر چونک کر بولا۔ ''ایک بات اور بتاؤ گوکلہ؟''

''پوچھو...... جو دل چاہے پوچھو۔ میں تو تمہیں دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہی ہوں۔'' اس نے مسکرا کر گردن جھٹکتے ہوئے پوچھا۔

''تمہارے ہاں...... بقول تمہارے یکساں کیفیت رہتی ہے یعنی دن اور رات کا کوئی تصور نہیں ہے۔ پھر تم آرام کے وقت کا تعین کس طرح کرتے ہو۔ یا پھر تمہاری طویل العمری کا راز یہ تو نہیں ہے کہ تم سوتے ہی نہیں ہو؟''

''نہیں۔ یہ بات نہیں۔ البتہ سونے اور آرام کرنے کے لئے کسی وقت کا تعین نہیں ہے۔ جب تھکن محسوس ہوئی آرام کرنے لیٹ گئے۔''

''اوہ۔ یہ انوکھا سلسلہ ہے۔ میرا خیال ہے ہماری دنیا کے رہنے والوں کے لئے یہ بات بڑی الجھن کا باعث ہو گی۔''

''یقیناً۔لیکن یہاں کے لوگ اس کے عادی ہیں اور پھر تمہیں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔تمہارا جب دل چاہے آرام کرلیا کرو۔''

''نہیں۔میں پریشان نہیں ہوں۔بس ان عجائبات کے بارے میں سوچ سوچ کر حیران ہوں۔''

''جس طرح میں تمہارے لئے۔''

''شاید۔''میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔''مرد اور عورت کے تعلقات کے بارے میں تم نے مجھے تفصیل نہیں بتائی۔''

''اوہ۔ہاں یہ بات اہم ہے خاص طور سے تمہاری دنیا کے لئے ایک بات تو بتاؤ صدیوں کے بیٹے، جیسا کہ تم نے بتایا اور جیسا حالات سے ظاہر ہے کہ تم اپنی دنیا کے عام انسانوں سے مختلف اور ایک عجیب انسان ہو۔خود تمہارے اندر کون سی باتیں عام انسانوں سے مختلف ہیں؟''

''میرا خیال ہے کہ کوئی خاص فرق نہیں۔''میں نے جواب دیا۔

''فرق تو ہے۔تم ان سے ہزار گنا طاقتور ہو تمہارا بدن صدیوں کی دھوپ میں تپ کر اتنا ٹھوس بن گیا ہے کہ اس پر کوئی شے اثر انداز نہیں ہوتی۔''

''ہاں۔یہ تبدیلی میرے اندر ہے۔''میں نے جواب دیا۔

''صدیوں میں کسی بھی دور میں تمہاری ضروریات کیا رہی ہیں؟''

''بالکل عام انسانوں کی مانند۔''

''کیا اس میں عورت بھی شامل ہے؟''

''یقیناً۔''میں نے جواب دیا۔

''کوئی عورت تمہارے قریب رہی؟''

''ہاں...... بارہا۔''میں نے احتیاطاً کہا۔

''تب تمہاری اولاد بھی ہوگی؟''

''نہیں۔''

''کیوں؟''اس نے دلچسپ نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پروفیسر۔کوئی عام عورت اس بے باکی سے یہ سوالات نہیں کرسکتی تھی۔لیکن یہ صدیوں پرانی عورت......ظاہر ہے یہ طویل تجربات رکھتی تھی۔

''شاید میں عام انسانوں سے اس مسئلے پر جدا ہو جاتا ہوں......شاید میری اولاد میری ہی خصوصیات کی حامل ہوتی اس لئے فطرت نے میرے اندر یہ تبدیلی کردی۔''

''یہ عجیب بات ہے اور اس طرح میری سمجھ میں نہیں آسکتی۔بہرحال تم حسین عورتوں سے متاثر ہوتے ہو۔ہاں یہ تو بتاؤ پھر ان عورتوں کا کیا ہوا۔انہوں نے کس طرح تمہارا ساتھ دیا؟''

''جب تک ان کی زندگی رہی جیتی رہیں......بوڑھی ہوگئیں اور پھر مرگئیں۔''

''تم اسی طرح جوان رہتے ہو؟''

''ہاں۔۔۔جب سے میں نے خود کو محسوس کیا۔ میں اسی مانند ہوں۔''

''تب تو تمہاری ساتھی بوڑھی عورتیں، بڑی احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتی ہوں گی؟''

''ہاں۔لیکن میں نے ان کی زندگی میں انہیں کسی بے اعتنائی کا احساس نہیں ہونے دیا اور انہیں مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوئی۔''

''ایسا کیوں ہوا پورنا..... لیکن ٹھہرو۔ تمہیں یہ نام شبھانی نے دیا تھا نا؟ لیکن بقول تمہارے وہ مر چکی ہے۔ اگر میں تمہیں اپنی پسند کا کوئی نام دے دوں تو؟''

''مجھے اعتراض نہیں ہوگا۔''

''تب میں تمہیں کاس کہوں گی۔''

''اس کے معنی مجھے بتاؤ؟''

''ناقابلِ تسخیر۔'' اس نے جواب دیا اور مسکرانے لگی۔

''لیکن ایسی بات نہیں ہے۔ میں قابلِ تسخیر ہوں۔'' میں نے بھی اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''تم نے سوال کیا تھا نا کہ میں نے ان عورتوں کا ساتھ کیوں دیا؟''

''ہاں۔''

''میں عورت سے مسخر ہو جاتا ہوں۔ ان سب نے جوانی مرے ساتھ گزاری، چنانچہ ان کے بڑھاپے کا احترام میرا فرض تھا۔''

''یہ تمہاری اچھائی ہے۔ لیکن ان کے اندر کی عورت غیر مطمئن ہوتی ہوگی۔ وہ تمہیں دیکھ کر ضرور احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتی ہوں گی۔''

''ممکن ہے۔ لیکن اب میرا سوال کا جواب دو۔''

''ہاں ضرور..... تم نے کیا پوچھا تھا؟''

''تمہارے ہاں عورت و مرد کے روابط کیا ہیں؟''

''میرا خیال ہے کائنات کا ہر ذرہ محبت کے جذبے سے آشنا ہے۔ جہاں خود تولیدی کا وجود ہے وہاں پر دو صنفیں ایک دوسرے سے متاثر ضرور ہیں۔ ہر جاندار خواہ وہ کسی شکل میں ہو، انسان ہو یا حیوان، صنف سے ضرور متاثر ہے۔ بلکہ بعض جگہ تو پودے اور ویسی ہی دوسری چیزیں بھی اسی طرف مائل ہیں۔ چنانچہ ہم تو انسان ہیں اور دو صنفوں کا وجود یہاں بھی ہے۔''

''روابط؟'' میں نے سوال کیا۔

''تقریباً تمہاری دنیا سے ملتے جلتے..... البتہ تمہارے ہاں اخلاقی پابندیاں ہیں۔ ہمارے یہاں نہیں۔ یہاں اپنی پسند اور خواہش ہر

کیفیت پر فوقیت رکھتی ہے۔''

''اوہ تو گوکلہ..... تمہاری پسند کا بھی کوئی مرد ضرور ہوگا؟''میں نے ایک نازک سوال کر دیا اور وہ کسی سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر ایک دم مسکرا پڑی۔''ہاں۔ میری پسند کا ایک مرد تھا۔ لیکن میں اس کی سب سے بڑی دشمن ہوں۔''

''کیا مطلب؟''

''کناشی..... پہلے وہ کناشی تھا، اب کچھ اور ہے۔ لیکن وہ کچھ بھی ہو۔ میں اسے کناشی ہی سمجھتی ہوں اور چونکہ اب وہ کناشی نہیں ہے اس لئے میں اس کی دشمن ہوں۔ کناشی گوکلہ کے بچپن کا ساتھی تھا۔ اس کے ساتھ پرورش پائی تھی اس نے۔ اس کے ساتھ زندگی گزارنے کا عہد کیا تھا۔ لیکن چونکہ وہ حکمران کا بیٹا تھا اسے حکمران بننا تھا۔ اس لئے اس نے علوم سیکھے اور چونکہ وہ اس کی استطاعت رکھتا تھا اور غیر معمولی تھا اس لئے وہ عظیم بن گیا..... اور عظیم بننے کے بعد گوکلہ اس کی نظروں میں ہیچ ہوگئی سو اس نے گوکلہ کو ٹھکرا دیا۔ پھر وہ حکمران بن گیا اور اس نے بچپن کے وعدے بھلا دیئے۔ اس نے اعلان کر دیا کہ وہ اسے اپنائے گا جو اس کے معیار کی ہوگی ورنہ تنہا رہے گا اور اولاد نہ پیدا کرے گا۔''

''خوب..... پھر کیا ہوا؟''

''گوکلہ اس سے نفرت کرنے لگی کیونکہ وہ مغرور ہوگیا تھا۔ تب گوکلہ نے اسے نیچا دکھانے کے خواب دیکھے اور ان خوابوں کی تکمیل میں مصروف ہوگئی۔ میرا علم تمہارے سامنے ہے۔ میں خود بھی کاس بن گئی اور میں نے ایک علاقے پر اپنی حکومت قائم کر لی۔ لیکن یہ علم کی حکومت ہے اور ابھی میں کناشی سے مقابلے کے قابل نہیں ہوئی ہوں۔ میں اپنی تمام قوتوں کو مجتمع کر کے اس کے سامنے جاؤں گی اور پھر اسے بدترین شکست دوں گی۔'' گوکلہ نے کہا اور مجھے ہنسی آنے لگی۔ شاید اس مخلوق کی تقدیر یہی تھی۔ کچھ بھی بن جائے لیکن کہیں نہ کہیں سے گڑبڑ نکل آتی ہے۔ یہ عظیم الشان جادوگرنی جس نے خود کو نجانے کیا بنا لیا تھا، خود بھی ایک احمقانہ چکر میں پھنسی ہوئی تھی..... لیکن پھر وہی بات تھی پروفیسر..... اگر اس کی تقدیر میں یہی تھا تو میں یا کوئی اور کیا کر سکتا تھا۔

''طاقت حاصل کرنے کے بعد تم نے اسے دیکھا تھا گوکلہ؟''

''کیوں نہیں۔ جب وہ شہنشاہ بنا تھا تو سب سے پہلے میں نے ہی اسے مبارک دی تھی۔''

''پھر اس نے کیا رویہ اختیار کیا؟''

''اس وقت تو کچھ نہیں..... لیکن شہنشاہ بننے کے کچھ عرصے کے بعد اس نے اعلان کیا کہ وہ اس سے شادی کرے گا جو اس کی مانند کاس ہو۔''

''پھر تم نے اس سے بات کی؟''

''ہاں۔ میں اس کے سامنے روئی تھی۔ گڑگڑائی تھی۔''

''کیا جواب دیا اس نے؟''

''کہنے لگا کہ وہ ناقابل تسخیر ہے اور چاہتا ہے کہ اس کی محبوبہ بھی اس جیسی ہو جبکہ میں ایک عام لڑکی ہوں۔''

''کیا اسے تمہارے بارے میں معلوم ہے؟''

''کس سلسلے میں؟''

''یہی کہ جنگلوں کے اس حصے پر تم نے اپنی اجارہ داری قائم کر لی ہے اور اب تم بھی کاس بن گئی ہو؟''

''اس قدر نہیں۔ ممکن ہے کسی نے اس تک شکایت پہنچا دی ہو۔ لیکن ایسی باتوں کو وہ زیادہ اہمیت نہیں دیتا۔ یہ ہمارے ہاں کا اصول ہے۔ اگر کوئی اپنے علم میں کامل ہو جاتا ہے تو وہ اپنے علاقے میں اپنی برتری کا اعلان کر دیتا ہے اور پھر وہاں من مانی کرتا ہے۔ پھر اس علاقے کے دوسرے باعلم لوگوں کے لئے جنگ کی بات ہوتی ہے اور وہ اسے نیچا دکھانے کے لئے کوشاں ہو جاتے ہیں اور اگر زیادہ طاقتور ہو جاتے ہیں تو برتری کا اعلان کرنے والے طلسم کو توڑ کر اسے غلام بنا لیتے ہیں۔ لیکن ان باتوں کی شہنشاہ کو پرواہ نہیں ہوتی کیونکہ وہ بہر حال سب پر قادر ہوتا ہے اور جب کوئی اس کے مقابل آئے تو وہ اسے ٹھیک کر دیتا ہے۔''

''ایسے واقعات بھی پیش آتے ہوں گے؟''

''کیوں نہیں۔ اس نے اپنی طاقت کا لوہا منوا لیا ہے اور اپنے ہر مقابل کو زیر کیا ہے۔''

''کیا وہ صرف علم کی قوت سے لڑتا ہے؟''

''نہیں۔ جسمانی قوت میں بھی وہ عظیم ہے۔'' گوکلہ نے بتایا اور میں اس طلسماتی دنیا کے بارے میں سوچنے لگا۔ واقعی بڑی انوکھی تھی۔ ہر لحاظ سے دلچسپ اور منفرد..... تھوڑی دیر تک سوچنے کے بعد میں نے کہا۔

''تم چاہو تو مجھ سے ایک سودا کر سکتی ہو گوکلہ۔''

''سودا..... کیا سودا؟''

''میں ہر طرح تمہاری مدد کروں گا۔ تمہاری طرف سے میں کناشی کو شکست دوں گا اور تمہیں اس سے برتر ثابت کر دوں گا..... اور اس کے بدلے میں تم مجھے اپنے علم سے آشنا کرو گی۔''

''تم.....'' گوکلہ کچھ سوچنے لگی۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ''تم بلاشبہ طاقتور ہو لیکن اس کے علم کے سامنے تمہاری کچھ نہیں چلے گی..... رہی میرے علوم کی بات..... تو..... کاس۔ میں تمہیں ان کی حقیقت سے آشنا کر دوں گی..... اگر تم چاہو تو انہیں حاصل کر لینا۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔''

''کوئی خاص مسئلہ ہوتا ہے انہیں حاصل کرنے کے لئے؟''

''ہاں بڑی سخت آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے، بڑا وقت درکار ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے تمہیں کامل بننے میں صدیاں لگ جائیں گی اور تمہیں احساس ہوگا کہ تم نے یہ دور ضائع کیا ہے۔ جبکہ ہماری تو زندگی کا دارومدار اسی پر ہوتا ہے۔''

''ہوں۔'' میں خیال میں ڈوب گیا۔

اور یہ حقیقت تھی پروفیسر..... ظاہر ہے میں اتنا وقت کسی ایسے علم کے حصول میں ضائع نہیں کر سکتا تھا..... حالانکہ وقت کا مسئلہ کوئی ایسا نہ تھا، میرے پاس بہت وقت تھا۔

گوکلہ صدیوں کی بات کر رہی تھی۔ میں اس وقت تک اس کے ساتھ اس علم کے حصول میں مصروف رہ سکتا تھا جب تک اس کی زندگی رہے۔ گو یہ زندگی کتنی بھی طویل کیوں نہ ہو۔

لیکن پھر وہی بات میرے ذہن میں آئی تھی کہ کیا اتنا وقت میں پرسکون رہ کر گزار سکتا ہوں..... یہ تو بڑا مشکل تھا جبکہ میں تو زندگی میں تنوع کا قائل تھا، زندگی کی سست رفتاری مجھے بالکل پسند نہیں تھی۔ بہرحال میں نے دل میں سوچا کہ میں معلوم کروں گا کہ اس علم کے حصول کا ذریعہ کیا ہے۔ چھوٹی چھوٹی چند باتیں معلوم ہو گئیں تو وہی میرے لئے بہتر ہیں۔ کیونکہ بہرحال مجھے جادو سیکھ کر کسی کو اپنا مطیع تو نہیں کرنا تھا اور نہ ہی میں کوئی ایسی جادوگری قائم کرنا چاہتا تھا جہاں میرا راج ہو۔ کیونکہ اس قسم کے مواقع تو مجھے ملتے رہے تھے ... لیکن میں نے اس سلسلے میں کبھی کوئی کوشش نہیں کی۔ چنانچہ میں خاموش رہا اور پھر اس خاموشی کو گوکلہ نے ہی توڑا۔

''کیوں کاس۔ کیا اب تم آرام کی ضرورت نہیں محسوس کر رہے؟''

''کیا مطلب؟''

''میرا مطلب ہے کہ کافی وقت گزر چکا ہے اب تم کچھ دیر آرام کر لو۔'' گوکلہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''جیسی تمہاری مرضی گوکلہ..... میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارا وقت تم میرے ساتھ بسر کرو۔ ظاہر ہے تمہارے اپنے بھی کچھ مسائل ہوں گے۔'' میں نے کہا اور گوکلہ مسکرانے لگی۔

''میرے مسائل کچھ بھی نہیں ہیں۔ بس سادہ سی زندگی گزار رہی ہوں۔ جو کچھ میرا مقصد ہے میں تمہیں بتا چکی ہوں۔ لیکن مجھے ایک بات پر بڑی حیرت ہے کاس۔'' گوکلہ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''کس بات پر؟''

''اس پر کاس کہ تم جس انداز میں یہاں آئے ہو اور جس طرح میں نے تمہارے اوپر اعتماد کیا ہے، یہ میری فطرت کے خلاف ہے۔ ہمیں ہر طرح ہوشیار رہنا ہوتا ہے۔ ہمارے علم میں یہ بات بھی نہایت ضروری ہے۔''

''اوہو۔ میرا خیال ہے تم ایک دلچسپ بات کہہ رہی ہو گوکلہ..... تم نے بڑے اطمینان سے میرا اعتبار کر لیا ہے نا؟''

''ہاں کیوں؟''

''اور یہ اطمینان اپنا جواب نہیں رکھتا۔''

''کیا مطلب؟''

''اگر میں واقعی جادوگر ہوتا اور تمہارے اس طلسمی بت کے نیچے سے گزرنے کے بعد اپنی قوتوں کو سمیٹتا تو آگ میرا کیا حشر کرتی ... اور

اس کے بعد اس چیز کو تم اطمینان کہہ رہی ہو۔"

''اوہ۔'' گوکلہ ہنس پڑی۔ ''ہاں بلاشبہ کاس۔ میں نے اطمینان کا لفظ غلط استعمال کیا ہے۔ ورنہ جو کچھ میں نے تمہیں بتا دیا ہے اس کے بعد میرے پاس کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے اور میرا خیال ہے کہ تم اگر مجھے نقصان پہنچانا چاہو تو بآسانی پہنچا سکتے ہو...... یہ دوسری بات ہے کہ میں اپنے بچاؤ کے لئے بھی کچھ کروں۔''

''گوکلہ...... یہ تصور ذہن سے نکال دو کہ میں تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہتا ہوں۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ میری تم سے براہ راست کوئی دشمنی نہیں ہے۔ کوئی بھی ایسا معاملہ نہیں ہے جو براہ راست میرے اور تمہارے درمیان ہو...... ہاں اگر ہوتا تو تم یقین کرو کہ تم اپنی تمام تر قوتوں کے باوجود مجھ سے زیر ہو جاتیں۔''

''تم بہت بڑی بڑی باتیں کرتے ہو کاس۔ بہرحال میں یوں مان لیتی ہوں کہ تم ایک ایسے انسان ہو جس کی عزت کی جا سکتی ہے اس کے علاوہ اس سے محبت بھی کی جا سکتی ہے۔'' گوکلہ نے جواب دیا۔

''نہیں گوکلہ۔ میں تمہیں ایک معمولی سی بات بتا دوں۔ وہ یہ کہ اگر میں تمہیں اپنے بازوؤں میں بھینچ کر اس مجسمے کے نیچے سے گزر جاؤں جس کے ہاتھ فضا میں بلند ہیں اور جس کے سائے سے بھی تم بچنے کی کوشش کرتی ہو تو پھر بتاؤ تمہارے اندر کیا رہ جاتا ہے؟''

''اوہ۔'' گوکلہ کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئیں۔ ''اوہ۔'' اس نے ایک بار پھر اسی انداز میں کہا اور پھر کچھ سوچنے لگی۔

''بے شک میں نے جلد بازی میں حماقت کی ہے۔''

''لیکن تمہاری یہ حماقت تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گی گوکلہ۔ میں تم سے کہہ رہا ہوں کہ میں کبھی تمہیں نقصان پہنچانے کے بارے میں سوچوں گا بھی نہیں۔ بھلا تم خود ہی بتاؤ مجھے اس سے کیا ملے گا...... ہاں اگر تم میری دشمن ہوتیں تو میرا خیال ہے اب تک تمہارا طلسم کدہ فنا ہو جاتا...... میں اسی قسم کا انسان ہوں۔''

گوکلہ نے کوئی جواب نہ دیا تھا اس کا چہرہ اتر سا گیا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلائی اور کہنے لگی۔

''اٹھو کاس...... آرام کرو۔''

اور میں اس کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ میری آرام گاہ بے حد دلکش تھی۔ ہر قسم کی خوبصورت چیزوں سے آراستہ وہ تمام چیزیں جو آرائش کے لئے استعمال ہوتی ہیں...... میں نے انہیں بے حد پسند کیا تھا۔ تب میں آرام کرنے کے لئے لیٹ گیا۔ گوکلہ دروازہ بند کر کے باہر نکل گئی تھی۔

نیند تو خیر کسے آتی۔ اس کے علاوہ یہاں چونکہ دن اور رات کا تعین نہیں تھا اور میں سونے کا مریض بھی نہیں تھا۔ اور یہ ضروری نہیں تھا کہ میں سو ہی جاتا...... ہاں۔ میں نے گوکلہ کی بتائی ہوئی ساری کہانی پر پوری طرح غور کیا...... غور کیا اور سوچتا رہا۔ پھر مجھے احساس ہوا کہ بلاشبہ میں ایک انتہائی دلچسپ جگہ آ پھنسا ہوں۔

گوکلہ نے اپنی بستی کے بارے میں جو کچھ مجھے بتایا تھا اس سے معلوم ہو رہا تھا کہ واقعی یہ بستی دلچسپ ہوگی اور یہ بھی ممکن تھا کہ یہاں کچھ

ایسی دلچسپیاں میری منتظر ہوتیں جو مجھے پسند آئیں۔

سو اگر اچھا وقت گزرا تو میں زیادہ سے زیادہ وقت یہاں گزارنا پسند کروں گا اور اگر طبیعت پر کوفت سوار ہوئی تو پھر گوکلہ سے اجازت لے لوں گا۔ ویسے یہ عورت جادوگرنی ضرور تھی اور بہت سی غلط باتیں اس کے اندر تھیں۔ جیسا کہ بدھ راہنماؤں نے مجھے بتایا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک اچھی دوست اور اچھی ساتھی بھی ثابت ہو سکتی تھی۔ بشرطیکہ اس کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا جاتا۔

دوسرا معاملہ کناشی کا تھا..... کناشی کے بارے میں گوکلہ نے مجھے جو کچھ بتایا تھا وہ بھی میرے لئے خاصا دلچسپ تھا۔ حالانکہ میں نہیں چاہتا کہ اب کسی ایسے جھگڑے میں پڑوں جس میں خواہ مخواہ کسی سے مقابلہ کرنا پڑے یا ایسی کوئی بات ہو۔

لیکن گوکلہ کے لئے..... اگر گوکلہ نے چاہا تو کناشی سے بھی نمٹ لیا جائے گا..... انہی خیالات میں آنکھوں میں غنودگی سی آ گئی اور پھر میں سو گیا۔

پھر گوکلہ ہی نے جگایا تھا..... غالباً نہا کر آئی تھی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور بے حد حسین لگ رہے تھی..... ایک لمحے کے لئے دل چاہا کہ اسے خود پر گھسیٹ لوں۔ لیکن دوسرے لمحے خیال آیا کہ وہ ایک محبت زدہ لڑکی ہے۔ ممکن ہے وہ میری اس بات کو پسند نہ کرے۔ چنانچہ میں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر روک لئے۔ گوکلہ خود بھی ایک قدم پیچھے ہٹ گئی تھی لیکن اس کی مسکراہٹ بدستور قائم رہی اب اس نے شیریں لہجے میں کہا۔

''کاس..... جاگو گے نہیں؟''

''میں جاگ گیا ہوں گوکلہ..... کیا بہت دیر سے سو رہا ہوں؟'' میں نے بھاری لہجے میں پوچھا۔

''ہاں۔ تمہیں طویل وقت گزر چکا ہے کاس۔'' وہ آہستہ سے بولی اور میں اٹھ گیا۔

وہ مسکراتی نگاہوں سے میری جانب دیکھ رہی تھی۔ پر اس کے ہونٹوں پر ایک شرارت آمیز مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔ ''آؤ ٹھنڈے پانی سے غسل کر لو کاس..... میرا خیال ہے تمہارے ذہن اور جسم کی تمام کسل دور ہو جائے گی۔''

''چلو گوکلہ.....'' میں نے بھاری لہجے میں کہا اور گوکلہ مجھے لے کر باہر نکل آئی۔

عمارت کے عقبی حصے میں انتہائی خوبصورت تالاب بنا ہوا تھا، جس کے کنارے سنگ مرمر کی پریاں ایستادہ تھیں اور وہ اپنے ہاتھوں سے تالاب میں پانی پھینک رہی تھیں۔ بڑا خوبصورت منظر تھا بڑی حسین نقش نگاری کی گئی تھی..... گوکلہ نے مجھے تالاب میں اتر جانے کے لئے کہا اور پھر بولی۔ ''میں تمہارے لئے لباس لے کر آتی ہوں۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا در حقیقت بہت ہی ٹھنڈا پانی تھا، بہت ہی سرد۔ لیکن اس وقت جسم کو بڑا دلکش لگ رہا تھا۔ میں دیر تک نہاتا رہا اور میرے رگ و پے میں سرور کی لہریں اترتی رہیں..... گوکلہ میرے لئے لباس لے آئی۔ جب وہ آئی تو میں پانی میں تھا۔ اس نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر واپس پلٹ گئی۔

جو لباس گوکلہ لائی تھی وہ میرے لئے اجنبی تھا لیکن پہننے کے بعد وہ مجھے بے حد آرام دہ محسوس ہوا تھا۔ ویسے پروفیسر۔ اس قسم کی چیزیں

میرے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ بارہا میں بے لباس بھی رہا اور مجھے کوئی احساس نہیں ہوا...... بدلتے ادوار کے ساتھ ہی اخلاق کا تعین بھی ہوتا تھا۔ میں کون کون سی اقدار اپناتا؟

لیکن گوکلہ ششدر رہ گئی تھی۔ وہ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''میں نے تو پہلے ہی اعتراف کیا ہے۔''

''کس بات کا گوکلہ؟''

''یہی کہ تم نے ادوار لوٹ لئے ہوں گے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ بدنصیب گوکلہ پہلے ہی زندگی کی چوٹ کھا چکی ہے۔'' اس نے ٹھنڈی سانس لی۔

''میں اب بھی نہیں سمجھا گوکلہ؟''

''تم بے حد خوبصورت ہو...... اور اس لباس میں جو کچھ لگ رہے ہو میں الفاظ میں نہیں بیان کرسکتی...... ایک بات اور کہوں کاس؟''

''کہہ دو......'' میں نے گہری سانس لی۔

''تم جب نیند سے جاگے تھے تو میں تمہارے پاس موجود تھی۔ تم نے بے اختیار مجھے اپنی بانہوں میں لینے کی کوشش کی تھی۔''

''ہاں گوکلہ...... اس وقت میرا ذہن نہیں جاگا تھا اور تم مجھے بہت خوبصورت لگ رہی تھیں تمہارے کھلے بالوں نے تمہاری دلکشی بڑھا دی تھی۔''

''کاس۔ اگر میں کناشی کی محبت کا شکار نہ ہوتی تو...... تو تمہارے قدموں میں زندگی گزارنا فخر سمجھتی۔ لیکن مجھے معاف کردو...... میں بچپن سے اس کی محبت کا شکار ہوں اور مرتے وقت تک رہوں گی۔ گو میں اب اس سے نفرت کرتی ہوں لیکن میں اپنی زندگی کے لئے کسی اور مرد کا انتخاب نہیں کرسکتی۔ افسوس تمہاری گرم جوش نگاہوں کے جواب میں میرے پاس کچھ نہیں ہے۔''

''میں اس بات کا برا نہیں مانوں گا گوکلہ...... تم اپنے ذہن سے یہ خیال اور ان لمحات کو نکال دو۔ میں تمہارے جذبات کا احترام کرتا ہوں...... لیکن کیا اس کے ساتھ ایک سوال بھی کرسکتا ہوں؟''

''ضرور۔ اب تم مجھ سے پوچھامت کرو...... اور سنو۔ میں نے جو امتحان کی بات کی تھی اسے بھی ذہن سے نکال دو۔''

''اوہ۔ کیوں؟''

''اس لئے کہ اب مجھے تمہاری ذات پر مکمل اعتماد ہے...... میں آنکھیں بند کرکے کہتی ہوں کاس کہ اب میں تمہیں اپنے سب سے قریب سمجھتی ہوں۔ ممکن ہے یہ میری محبت ہی ہو۔''

''لیکن میں تمہارے بچپن کے جذبات کی حفاظت کروں گا۔''

''اگر تمہاری ذات کی بلندیاں مجھے بہکائیں تو مجھے سنبھال لینا کاس...... عورت کا پیار بدنام نہ ہونے دینا کیونکہ...... تم بے پناہ کشش رکھتے ہو۔''

''میں وعدہ کرتا ہوں گوکلہ۔''

''تم کوئی سوال کر رہے تھے؟''

''ہاں..... اگر تم نے کناشی کو شکست دے دی اور وہ تمہارے قدموں میں آ گرا تب کیا تم اسے سینے سے لگاؤ گی؟''

میرے اس سوال پر وہ سر جھکا کر کچھ سوچنے لگی۔ پھر اس نے کہا۔

''نہیں کاس۔ میری انا اسے قبول نہیں کرے گی۔ میں نے انتقام کا پل تعمیر کیا ہے اور اس پل کی تعمیر میں مجھے بڑی مشکلات سے گزرنا پڑا ہے۔ میں اپنی محنت اکارت نہیں کروں گی۔''

''چلو ٹھیک ہے۔ اب کھانے کا بندوبست کرو۔ یہاں تو وقت کا تعین ہی نہیں ہوتا۔ لیکن پیٹ ہر تعین کر سکتا ہے۔''

''چلو ٹھیک ہے۔ ہم پیٹ ہی کو وقت کا آلہ سمجھ لیتے ہیں۔'' اس نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر میرے ساتھ روانہ ہو گئی۔ ہم عمارت کے ایک اور حصے میں پہنچ گئے اور یہاں انواع واقسام کے کھانے موجود تھے۔ گوکلہ نے مجھے اشارہ کیا اور تکلف کا سوال ہی نہیں تھا میں شروع ہو گیا۔

''کاس۔'' کھانے کے بعد گوکلہ نے مجھے مخاطب کیا۔ ''تم ہماری بستیاں دیکھنے کے خواہش مند ہونا؟''

''مناسب۔'' میں نے جواب دیا اور گوکلہ چند ساعت کی اجازت لے کر چلی گئی۔ پھر وہ آئی تو اس کے جسم پر دوسرا لباس تھا۔

''آؤ.....'' اس نے کہا اور میں بھی اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ پھر جب ہم دونوں اس عمارت کے بیرونی دروازے پر پہنچے تو میں نے یہاں دوسرے جاندار دیکھے..... سفید رنگ کے دو گھوڑے جو خوبصورت ساز سے آراستہ تھے۔

گوکلہ نے میری طرف دیکھا اور میں اچھل کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ گوکلہ بھی دوسرے گھوڑے پر جا بیٹھی تھی اور پھر دونوں گھوڑے آگے بڑھ گئے..... میں نے ان کے بارے میں گوکلہ سے کوئی سوال نہیں کیا اور ہم ایک اجنبی راستے پر دوڑنے لگے۔ راستہ میرے لئے اجنبی تھا۔ ظاہر ہے گوکلہ ان راستوں کو اچھی طرح پہچانتی ہو گی۔

لیکن میں اس حسین علاقے کی خوبصورتی میں گم ہو گیا۔ میں نے زمین کے بے شمار روپ دیکھے تھے۔ لیکن یہ گہرائیاں ..... یہ گہرائیاں اس قدر دلکش تھیں کہ نگاہیں خیرہ ہوتی تھیں۔ یہاں اجنبی رنگ بکھرے ہوئے تھے۔ گھاس کا رنگ کہیں سرخ تھا اور کہیں سبز۔ اسی طرح رنگ رنگ کے درخت تھے۔ ہر چیز تعجب خیز تھی اور سارا ماحول طلسمی معلوم ہوتا تھا۔

پھر ایک مخصوص جگہ سے نکلنے کے بعد گوکلہ نے کہا۔ ''اب میری زمین ختم ہو چکی ہے۔''

''اوہ۔ مطلب یہ کہ جس علاقے میں تم نے پابندی لگا رکھی ہے؟''

''ہاں۔''

''گوکلہ۔ مقامی لوگ تمہیں پہچانتے ہیں؟''

''نام سے..... مجھے بہت کم لوگوں نے دیکھا ہے۔''

''کیوں؟''

''ظاہر ہے میری زندگی کا ایک مشن تھا اور میں اپنے مشن کی تکمیل میں مصروف تھی اور لوگوں میں نہیں رہ سکی۔''

''اوہ۔ یہ بات ہے۔'' میں نے کہا..... راستے میں، میں نے عجیب سے جانوروں کی ایک ڈار دیکھی۔ ان کے صرف دو پاؤں تھے کھال چیتے کی کھال کی مانند تھی جن پر سفید اور نیلے نقش تھے۔ اپنے دو پاؤں پر وہ تیزی سے پھدکتے ہوئے جا رہے تھے جبکہ ان کی جسامت کافی تھی۔

''یہ کون سے جانور ہیں؟''

''بچن..... یہاں ان کا شکار کیا جاتا ہے اور ان کا گوشت بہت لذیذ ہوتا ہے لیکن انہیں شکار کرنا آسان نہیں ہے۔''

''کیوں؟''

''یہ سست روی سے جا رہے ہیں۔ لیکن خطرے کا احساس ہونے کے بعد یہ جس رفتار سے دوڑتے ہیں۔ تم اس کا تعین بھی نہیں کر سکتے۔''

''اوہو۔ کیا وہ بہت تیز دوڑتے ہیں؟''

''ہاں۔ گھوڑوں سے دس گنا زیادہ تیز۔''

''صرف دو پاؤں سے؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔ ان دو پاؤں میں انہیں بڑی قوت حاصل ہے۔'' گوکلہ نے جواب دیا۔

''پھر ان کا شکار کیسے کیا جاتا ہے؟''

''شکار.....'' اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور پھر اس نے جانوروں کی اس ڈار کی جانب دیکھا۔ ایک جانور کا انتخاب کیا اور پھر اس کی جانب انگلی اٹھا دی۔ جانور اوندھے منہ زمین پر گرا تھا۔ پھر وہ اٹھ نہ سکا۔

میں نے تعجب سے گوکلہ کی طرف دیکھا۔ لیکن دوسرے لمحے میرا تعجب رفع ہو گیا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ کام کر سکتی ہے۔

''کیا یہ مر گیا؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں زندہ ہے۔ بس چل پھر نہیں سکتا۔''

جانوروں کی ڈار برق رفتاری سے آگے بڑھ گئی تھی۔ تب میں نے گوکلہ کی جانب دیکھا اور کہا۔

''گوکلہ۔ تم اسے کھڑا کر دو۔''

''کیوں؟..... یہ بھاگ جائے گا۔'' گوکلہ نے کہا۔

''ظاہر ہے اس وقت ہم اس کا کریں گے بھی کیا۔ ہمیں فی الوقت شکار کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر تم کہو تو میں بھی اسے شکار کر سکتا ہوں۔'' میں نے کہا اور گوکلہ کافی حیرانی سے تعجب سے مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

''لیکن کیسے..... اپنے علم کے زور سے؟'' گوکلہ نے پوچھا۔

''ہاں۔علم کے زور سے۔''

''اوہ۔تب تو میں ضرور دیکھوں گی۔'' اس نے کہا اور میں اپنے گھوڑے سے نیچے اتر گیا۔

میں نے ایک پتھر اٹھالیا اور میرا علم تو یہی تھا پروفیسر۔جس کا مظاہرہ میں گوکلہ کے سامنے کرنا چاہتا تھا۔

گوکلہ نے اپنی اٹھی ہوئی انگلی نیچے گرادی اور جانور برق رفتاری سے اٹھ گیا۔بلاشبہ وہ اتنی تیزی سے اٹھ کر بھاگا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے بہت دور نکل گیا۔تب میں نے ہاتھ میں پکڑا ہوا پتھر پوری قوت سے اس کی جانب پھینک دیا۔

پروفیسر۔اگر پتھر اسے نہ لگتا تو مجھ سے شرمندگی سے گردن بھی نہ اٹھائی جاسکتی تھی لیکن میں نے اس وقت اس رفتار اور اس مہارت سے پتھر کو پھینکا تھا کہ وہ جانور کی دونوں ٹانگوں میں جا کر لگا ... گوکلہ نے تعجب سے اس پتھر کو دیکھا تھا اور پھر ہم برق رفتاری سے اس جانور کی طرف دوڑنے لگے۔دور ہی سے ہم نے اس جانور کو گرتے دیکھا تھا۔

گوکلہ اور میں اس کے سامنے پہنچ گئے تھے۔جانور کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں.....تب گوکلہ نے بغور جانور کی طرف دیکھا اور گہری گہری سانسیں لینے لگی۔پھر میرے جانب رخ کر کے بولی۔

''تم بے شک عظیم ہو کاس۔'' اس نے پیار بھرے لہجے میں کہا اور پھر جانور کو اٹھا کر گھوڑے پر رکھ لیا۔تب وہ دوبارہ بولی۔''یہ ہمارا شکار ہے۔لیکن تم نے وہ بات برقرار رکھی ہے کاس۔کہ تمہارا علم تمہاری قوت ہے اور بلاشبہ میں نے اس بات کو دل سے تسلیم کرلیا ہے۔'' گوکلہ نے کہا۔

عجائبات کی اس سرزمین پر گھوڑے دوڑتے رہے۔کافی وقت گزر گیا۔پتہ ہی نہ چلتا تھا کہ دن کا کون سا حصہ ہے۔بہر حال پھر گوکلہ نے ہی اپنے گھوڑے کی رفتار سست کردی۔

''کیوں گوکلہ؟'' میں نے پوچھا۔

''کیا تم بھوک نہیں محسوس کر رہے؟''

''ہاں۔میرا خیال ہے ہمیں کافی وقت گزر چکا ہے۔''

''بہت کافی۔''

''ٹھیک ہے۔شکار ہمارے پاس موجود ہے۔'' میں نے کہا اور ہم گھوڑوں سے اتر پڑے۔گوکلہ گہری گہری سانسیں لینے لگی۔پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کاس۔''

''ہوں۔'' میں نے اسے دیکھا۔

''تم ایک بات کا یقین کرلو کاس..... میرے دل میں تمہارے لئے وہ جذبہ پیدا نہیں ہوسکا جسے ایک عورت اور مرد کا جذبہ کہا جاسکتا ہے۔لیکن اس کے باوجود ہر لمحے مجھے احساس ہو رہا ہے کہ تم میری زندگی کا جزو بنتے جا رہے ہو۔''

''میں اس احساس کو فروغ نہیں دینا چاہتا گوکلہ۔''

''کیوں؟''

''اس لئے کہ میں خلوصِ دل سے تمہیں کناشی کی امانت سمجھتا ہوں۔'' میں نے کہا اور گوکلہ نے گردن جھکا دی۔

''بار بار اس کا تذکرہ نہ کرو۔''

''بہر حال تم اسے چاہتی ہو۔''

''تمہیں بھی چاہتی ہوں کاش...... اور اب الجھن میں پڑتی جارہی ہوں۔''

''کیسی الجھن میں؟''

''تمہارے ساتھ گزرنے والے لمحات میرے لئے بے حد دلکش ہیں مجھے زندگی سے ایک دلچسپی کا احساس ہونے لگا ہے۔''

''میں تمہیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔''

''کاش۔ اگر اس سفر کے دوران واقعی میں تم سے محبت کرنے لگی تو...؟''

''تب گوکلہ۔ میں سنجیدگی سے ایک بات کہوں گا۔''

''کیا؟''

''میں محبت کے معاملے میں بہت صاف ہوں۔ مجھے اپنا دوسرا نمبر پسند نہیں ہے۔ تم وقتی جذبے کے تحت مجھے چاہو گی اور میں اس چاہت کو قبول نہیں کروں گا۔''

''تمہارے جیسے مرد کے لئے یہی ضروری بھی ہے۔ اس سے تمہاری شان میں اضافہ ہوتا ہے۔'' گوکلہ پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھ کر بولی۔''اور میں بھی سوچتی ہوں کہ اگر ایسا ہو گیا تو...... تو میری پوری زندگی کی محبت اکارت جائے گی۔''

''وہ کس طرح؟''

''ظاہر ہے پھر مجھے کیا پڑی ہے کہ میں کناشی سے مقابلہ کرتی پھروں۔ یہ تو میری محبت کی توہین کا انتقام ہے...... اگر محبت ہی نہ ہو تو پھر توہین کیسی؟''

''زندگی کا مشن ضرور پورا ہونا چاہیے گوکلہ۔''

''میں سوچتی ہوں...... اچھا اب اس شکار کے بارے میں کیا خیال ہے؟''

''کیا تم لوگ گوشت بھون کر کھاتے ہو؟''

''ہاں۔''

''تب پھر میں تمہارے لئے گوشت تیار کرتا ہوں''

''چلو تکلیف کرو...... لیکن تم آگ کیسے جلاؤ گے؟''

''تم کیسے جلاتی ہو؟'' میں نے سوال کیا اور گوکلہ مسکرانے لگی پھر اس نے ایک طرف دیکھا۔

''سوکھے گھاس پھوس کا ڈھیر ایک طرف پڑا ہوا تھا۔ اس نے ہاتھ کی مٹھی بند کی اور گھاس کی طرف رخ کر کے مٹھی کھول دی۔ دوسرے لمحے گھاس میں شعلے بھڑک چکے تھے۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''اوہ۔ گوکلہ...... اس کا مطلب ہے تمہارے ہاں سارا کاروبار جادو سے ہوتا ہے۔''

''ہاں۔ زیادہ تر لوگ اپنا کام اسی طرح چلا لیتے ہیں لیکن وہ لوگ جو اس علم سے ناواقف ہیں...... اور جو نہیں رکھتے وہ دوسروں کے محتاج رہتے ہیں۔''

''خوب۔ اس کا مطلب ہے کہ جو شخص بستی کا سربراہ ہوگا باقی لوگ اس کے محتاج ہوتے ہوں گے۔''

''ہاں۔ یقیناً ایسا ہی ہوتا ہے۔''

''تب تو واقعی وہ اس کی بڑی عزت کرتے ہوں گے اس کے بغیر ان کا کوئی کام ہونا ہی مشکل ہے۔''

''ہاں مثلاً یوں ہوتا ہے جیسے آگ ہی کی بات ہے۔ انہوں نے ایک دفعہ آگ روشن کر دی اور دوسرے لوگ اس سے زندگی بھر استفادہ حاصل کرتے رہے۔ وہ یہ روشن آگ بجھنے نہیں دیتے۔''

''اوہ۔ اس طرح یہ گاڑی چلتی ہے۔ لیکن گوکلہ...... یہاں پر پھر وہی بات آجاتی ہے۔'' میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''کیا؟''

''میں بھی آگ جلا سکتا ہوں۔''

''کس طرح؟'' گوکلہ نے پوچھا۔

''اپنے علم کے ذریعے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گوکلہ ہنس پڑی۔

''تمہارا علم واقعی مجھے متحیر کر دیتا ہے۔ اچھا تو...... ذرا جلا کر دکھاؤ۔'' اس نے دوبارہ اپنی مٹھی بند کر لی اور شعلے جو بھڑک چکے تھے۔ سرد پڑ گئے۔ میں بھلا اسے اپنے علم سے آگاہ کیوں نہ کرتا۔ چنانچہ میں نے بھی گھاس کے اسی ڈھیر کا انتخاب کیا اور پھر دو وزنی پتھر اٹھا لئے۔ میں نے دونوں پتھروں کو ایک دوسرے پر زور سے گھسا اور آگ نکل پڑی۔ خشک گھاس نے ایک ہی بار میں آگ پکڑ لی اور دوبارہ روشن ہو گئی۔

گوکلہ دلچسپی سے میری طرف بڑھی اور اس نے تعجب سے آگ کو دیکھا۔

''حیرت انگیز...... انتہائی حیرت انگیز...... یہ بھی طاقت کا کرشمہ ہے؟'' اس نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

''نہیں۔ یہ تجربہ ہے۔ زمانہ قدیم کا انسان اسی طرح آگ روشن کرتا تھا۔ پھر ہم دونوں پتھروں کی اس خاصیت پر گفتگو کرتے رہے۔ جانور بھننے کے لئے آگ پر رکھ دیا گیا۔ گوشت کھانے کے بعد ہم وہیں آرام کرنے لیٹ گئے۔ گھوڑے گھاس چرنے لگے تھے۔

اور پھر اچانک ہی ہماری نظر بیک وقت ایک طرف اٹھی تھی۔ وہ ایک چوڑے پھیلاؤ کا درخت تھا اور اس پر بڑے بڑے پھل لٹکے ہوئے تھے۔ لیکن یہ پھل...... یہ پھل...... زندہ انسان تھے۔ آدھے بدن کے انسان...... جن کا نیچے کا دھڑ غائب تھا۔

گوکلا بھی سنجیدگی سے اٹھ گئی۔

''گوکلہ...... یہ...... یہ......''

''درخت کے پھل نہیں ہیں بلکہ...... آؤ۔'' وہ اسی سنجیدگی سے بولی اور ہم دونوں درخت کی جانب بڑھ گئے۔

☆......☆......☆

تحت الثریٰ کی ہر چیز انوکھی تھی۔ اب تک میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ میرے لئے بہت دلکش تھا۔ حالانکہ صدیاں میری نگاہوں میں تھیں اور زندگی کے بے شمار عجائبات میری نگاہوں سے گزرے تھے۔ لیکن جادو۔

پروفیسر اس علم سے میں ابھی تک ناواقف تھا۔ یہ سب کچھ ماورائے عقل تھا اور ذہن ان مناظر سے الجھ جاتا تھا۔ درخت میں جو لوگ لٹکے ہوئے تھے ان کے بال بہت لمبے تھے لیکن وہ عورتیں نہیں تھیں۔ سارے چہرے مردوں کے تھے۔ ان کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ پلکیں جھپک رہے تھے لیکن ان کے بدن نیچے سے غائب تھے اور یہ انوکھے پھل بڑے عجیب لگ رہے تھے۔ میں نے گوکلہ کا چہرہ دیکھا۔ اس کے چہرے پر غصے کے تاثرات تھے آنکھوں میں سبز چمک لہرا رہی تھی۔ وہ درخت کے نزدیک پہنچ کر رک گئی۔

''کہاں کے باسی ہو؟'' گوکلہ نے ایک سوال کیا۔

''چاندی کی زمین کے۔'' بیشمار آوازیں ابھریں۔

''کس کے پیغامبر ہو......؟''

''یوشنا کے۔'' وہی تمام آوازیں دوبارہ ابھریں۔

''کیا پیغام ہے؟'' گوکلہ نے پوچھا۔

''یہی کہ اس درخت کے بعد تمہاری زمین ختم ہو جاتی ہے۔ یوشنا تک یہ اطلاع پہنچ گئی ہے کہ تم نے زمین کے ایک حصے پر اپنی حکومت قائم کرنے کا اعلان کر دیا ہے اور قرب و جوار کے لوگوں کو پریشان کر رہی ہو۔ یعنی دوسرے تمہارے وجود سے پریشان ہیں۔ چنانچہ اس سے پہلے کہ یوشنا تمہیں سزا دینے کے لئے آتا اس نے تمہاری حد مقرر کر دی ہے اور حکم دیا ہے کہ اس حد سے زیادہ تمہیں بڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہاں اگر تم نے یہ بات نہ مانی اور آگے بڑھنے کی کوشش کی تو ممکن ہے یوشنا وقت سے پہلے ہی پہنچ جائے۔''

''اوہ۔ اوہ۔ میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ وہ وقت سے پہلے ہی میری جانب متوجہ ہو جائے۔'' گوکلہ نے کہا۔

اور پھر میری جانب دیکھ کر بولی۔ ''یہ پیغامبر ہیں کناشی کے اور تم نے سنا کہ کناشی کو بھی علم ہو گیا ہے کہ گوکلہ ایک طاقت ایک حیثیت حاصل کر چکی ہے۔ سو اس کا غرور کیسے برداشت کرے گا اس بات کو کہ وہ جو دم بھرتی رہی اس کی محبت کا آج اس کے برابر آنے کا دعویٰ کرے۔ اور یہ

درخت اس بات کی نشاندہی کرتا ہے جس پر اس کے پیغامبر لٹکے ہوئے ہیں۔''

''لیکن یہ کیسے پیغامبر ہیں گوکلہ۔''میں نے تعجب سے پوچھا۔

''یہ اس سرزمین کے لوگ ہیں کاس۔ یہ وہ ہیں جو عتاب کا شکار ہوتے ہیں اور یہاں قیدیوں کو قید کرنے کیلئے کسی قید خانے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ انہیں ایسی ہی سزائیں دی جاتی ہیں۔''

''تو کیا یہ قیدی ہیں اور سزا کاٹ رہے ہیں۔''میں نے پوچھا۔

ویسے پروفیسر سزاؤں کی یہ انوکھی قسم میں نے پہلی بار ہی دیکھی تھی جس پر میں حیران ہوا تھا لیکن اس قدر نہیں کہ اپنے تاثرات گوکلہ سے چھپا نا پاتا۔ حالانکہ اس زمین پر میں عجیب وغریب دنیائیں دیکھ چکا تھا۔ متحیر کن، پراسرار مسائل سے نمٹ چکا تھا۔ سو درخت پر لٹکے ہوئے یہ انسان میرے لئے زیادہ حیرانی کا باعث نہ بن سکے۔

''ہاں۔ ان کے ہاتھ چھین لئے جاتے ہیں، کبھی پاؤں چھین لئے جاتے ہیں، کبھی آنکھیں چھین لی جاتی ہیں اور وہ اپنی یہ سزا پوری کرتے ہیں۔''گوکلہ نے جواب دیا۔ اور بولی۔''کاش تم ان لوگوں کو دیکھو جن کے آدھے بدن غائب ہیں۔ ان کے آدھے بدن یوشنا کی تحویل میں ہوں گے اور جب ان کی سزائیں پوری ہو جائیں گی تو ان کے آدھے بدن جو اس وقت ان کے وجود سے علیحدہ ہیں انہیں مل جائیں گے۔ چنانچہ یوں سمجھو کہ یہ قیدی ہیں جنہیں پیغامبر کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔''

''بہت خوب۔ گویا یوشنا سے تمہاری چھڑ گئی۔؟''میں نے سوال کیا۔

''ہاں چھڑ تو پہلے ہی گئی تھی لیکن صرف میری طرف سے اور اب یوشنا یا کناشی میرے بارے میں مکمل طور پر واقف ہو گیا ہے۔ لیکن اس تک اطلاع پہنچانے والا کون ہے؟''گوکلہ نے پر خیال لہجے میں کہا اور آدھے جسموں والے لوگوں کی جانب متوجہ ہوگئی۔

''سنو۔''گوکلہ نے آدھے پیغامبروں کو مخاطب کیا اور ان سب کی نگاہیں گوکلہ کی جانب گھوم گئیں۔

''تم صرف قاصد ہو۔ اور قاصد اپنے فرائض انجام دیتے ہی دشمنی نہیں کرتے تم یوشنا کے قیدی ہو اس کے ہمدرد نہیں۔ تم نے اس کا پیغام مجھے دیا۔ میں نے سمجھا، سوچا، سنا اور اب میرا عمل میری مرضی کے مطابق ہوگا لیکن مجھے بتاؤ کہ یوشنا تک میری حکومت کی اطلاع کس نے پہنچائی؟''

''فلوس نے۔''ان لوگوں نے جواب دیا اور گوکلہ کی آنکھیں غصے سے سرخ ہوگئیں۔

''ہوں۔ مجھے یقین تھا۔''گوکلہ نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔''ٹھیک ہے گورنا کا مدبر یہ بات کیسے برداشت کرے گا کہ گوکلہ اس کی بستی پر قابض ہو۔ لیکن اس کے جواب میں اسے جو کچھ ملے گا وہ دنیا دیکھے گی۔''گوکلا نے کہا۔ اس کا چہرہ آگ کی طرح تمتما رہا تھا۔ پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کئے۔

وہ آسمان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ اس کے ہاتھوں کی مٹھیاں سخت سے سخت تر ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ نیچے گرائے اور انہیں درخت کی جانب پھیلا دیا۔ اس کے ہاتھ کی ہر انگلی سے شعلے نکل رہے تھے اور درخت میں آگ لگ گئی۔ درخت سے لٹکے ہوئے آدھے جسم والے

انسان کرب سے چیخنے اور چلانے لگے۔ ان کے جسم جلنے لگے تھے۔ لیکن ان کے جسم درخت سے کھل نہیں سکتے تھے۔ وہ بری طرح تڑپنے لگے تھے۔

میں یہ دردناک منظر دیکھ رہا تھا۔ درخت دھڑادھڑ جل رہا تھا۔ اس میں لٹکے ہوئے قیدی بھی اسی آگ کا شکار ہو رہے تھے۔ چند لمحات کے بعد درخت نے زمین چھوڑ دی۔ آگ بہت شدید تھی اور اس آگ سے میں اچھی طرح واقف تھا۔ کیونکہ تھوڑی دیر پہلے میرا اس آگ سے سابقہ پڑ چکا تھا۔

گوکلہ کے ہاتھوں میں اس سلسلے میں جو قوت تھی۔ وہ بے پناہ تھی۔ چند ساعت کے بعد جلتے ہوئے درخت کی لکڑیاں کوئلوں میں تبدیل ہونے لگیں اور پھر وہ راکھ بن گئی۔ لٹکے ہوئے قیدیوں میں سے اب کوئی بھی زندہ نہ بچا تھا۔

گوکلہ کا بدن آہستہ آہستہ کپکپا رہا تھا۔ پھر اس نے میری جانب دیکھا اور بولی۔

''میں نے کناشی سے اعلانِ جنگ کر دیا ہے اس کے قاصدوں کی موت اس کی سب سے بڑی توہین ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس کی اطلاع اسے بہت جلد پہنچ جائے گی۔''

''پھر اب۔'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''اب کیا کاس۔ اب آگے بڑھیں گے۔ آگے بڑھیں گے اور فلوس کو اس کی مخبری کی سزا دیں گے۔''

''ٹھیک ہے میری تو تقدیر ہی میں یہ لکھا ہے۔ لیکن پھر بھی گوکلہ چلو جیسا تم پسند کرو ویسا ہی ہوگا۔''

ہم دونوں وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ گوکلہ خاموشی سے چل رہی تھی اس کے چہرے پر نجانے کیسے کیسے تاثرات تھے۔ میں بھی خاموش تھا، حیرت کی اس دنیا میں میری عقل زیادہ ساتھ دے رہی تھی اور میں سوچ رہا تھا کہ یہاں کیسے کیسے اسرار ہیں۔ یہ عورت منورما سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ منورما جادوگرنی تھی۔ اس نے بہت کچھ کیا تھا۔ لیکن تحت الثریٰ کی یہ جادوگرنی اس سے بہت زیادہ تیز تھی۔ جس طرح کھڑا ہوا درخت جل کر خاک ہو گیا تھا۔ وہ قابل دید منظر تھا۔ نجانے اس کی قوتیں کون کون سے گل کھلا سکتی ہیں۔

یوں بھی پروفیسر میری زندگی تو تھی ہی تجربات کا مسکن۔ میں اس کے ساتھ آگے بڑھتا رہا۔

گوکلہ حد سے زیادہ خاموش تھی۔ بہت کچھ سوچ رہی تھی کناشی کے بارے میں۔ کناشی جو اس کا محبوب تھا لیکن جو اب اس کا دشمن تھا۔ اس شخص کے بارے میں جو کچھ کہا گیا تھا وہ میرے لئے خاصا تعجب خیز تھا۔ میں چاہتا تھا کہ یہاں اپنی قوتوں کو زیادہ سے زیادہ آزماؤں۔ اپنی قوتوں کو دیکھوں۔ اور غور کروں کہ تحت الثریٰ کا جادو زیادہ قوت رکھتا ہے یا کہ میں۔

چلتے رہے ہم دونوں۔ اور ایک طویل سفر کے بعد دور سے ایک بستی کے آثار نظر آئے۔ تب گوکلا نے کہا۔

''یہ گورنا ہے۔''

''جس کا مدبر بقول تمہارے فلوس ہے۔''

''ہاں۔ لیکن اس سے پہلے ہم لوگ اس بستی میں دوستوں کی مانند داخل ہوا کرتے تھے۔ فلوس نے بھی مجھ سے مکمل تعاون کا وعدہ کیا تھا

لیکن افسوس وہ وعدہ خلاف نکلا اور اس نے یہ اطلاع کناشی تک پہنچا دی۔ حالانکہ کناشی خود بھی بہت جلد اس کی کوششوں سے واقف ہو جاتا۔ لیکن اس کا مقصد صرف کناشی سے وفاداری اور مجھ سے دشمنی ہے۔ چنانچہ دشمنوں کو سزا دینا تو بہت ضروری ہے۔'' گوکلہ نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگ بستی کے نزدیک پہنچ گئے۔

دن اور رات کا کوئی تعین تھا ہی نہیں۔ بستی میں روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ تب ہم دونوں بستی میں داخل ہو گئے اور دیکھنے والے ہمیں دیکھ کر اپنے اپنے کاموں کو چھوڑ کر کھڑے ہو گئے۔ غالباً گوکلا ان کے لئے بہت بڑی حیثیت رکھتی تھی۔

ان کے چہروں پر خوف کے آثار سمٹ آئے تھے۔ وہ آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگے اور گوکلہ دھیمے سے میرے کان کے نزدیک منہ لا کر بولی۔

''دیکھ رہے ہو کاس۔'' اس نے کہا۔

''ہاں۔''

''کیا محسوس کر رہے ہو؟'' گوکلہ نے پوچھا۔

''میں محسوس کر رہا ہوں گوکلہ کہ یہ لوگ تم سے خوش نہیں ہیں۔''

''نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔ یہ سب مجبور ہیں۔ جیسا کہ میں تمہیں بتا چکی ہوں۔ انہیں اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے مدبروں کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ یہ مدبر ایک طرح سے چھوٹے چھوٹے حکمران ہوا کرتے ہیں۔ ان پر یہ ذمہ داری عائد کی جاتی ہے کہ وہ اپنے لوگوں کا خیال رکھیں۔ سو ان کے لوگ ان کے لئے مجبور ہوا کرتے ہیں اور اگر وہ ان کی اطاعت نہ کریں تو پھر کیا کریں۔'' گوکلہ نے کہا۔

''اس کا مقصد ہے گوکلہ کہ اس وقت وہ تم سے تعاون نہیں کریں گے۔''

''مجھے ان کے تعاون کی ضرورت بھی نہیں ہے۔'' گوکلہ نے جواب دیا۔

''خیر ظاہر ہے تم بہتر سمجھتی ہو گی ان معاملات کو، میں تمہارے ساتھ ہوں۔ سو جو چاہو کرو۔''

میں نے کہا اور گوکلا نے گردن ہلا دی۔ پھر اس نے ایک ہاتھ کھڑا کیا اور لوگ اس کی جانب متوجہ ہو گئے۔

''میرے نزدیک آؤ۔ گورنا کے لوگو میرے نزدیک آؤ'' اس نے آواز دی اور لوگ ایک دوسرے کی جانب دیکھنے لگے۔

پھر ان میں سے دو یا تین آدمی آگے بڑھے اور گوکلہ کے سامنے پہنچ گئے۔ لیکن وہ مؤدب نہ تھے۔

''تم۔ کیا تم مجھے کاس تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہو۔'' گوکلہ نے پوچھا۔

آگے بڑھ کر آنے والوں نے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھیں اور پھر ان میں سے ایک بوڑھا آدمی آگے بڑھا اور کہنے لگا۔

''گوکلہ۔ بلاشبہ تو عظیم قوتوں کی مالک ہو گی لیکن فلوس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم تیری اطاعت نہ کریں۔''

''اوہ۔ بوڑھا فلوس شاید یوشنا کا ہیرو بن گیا ہے۔'' گوکلہ نے غضبناک لہجے میں کہا۔

''یوشنا کا ہیرو بننا کوئی بری بات تو نہیں ہے گوکلہ۔ تمام بستیوں کے حکمران، اس زمین کا مالک۔ وہ ہم پر قادر ہے۔ اگر ہم اس کے حکم کی

تعمیل کریں تو کیا اس میں ہماری زندگی کی حفاظت نہیں ہے۔''

''ٹھیک ہے لیکن میں اس علاقے پر اپنی حکمرانی کا دعویٰ کر چکی ہوں۔'' گوکلہ نے مضبوط لہجے میں کہا۔

''اس کے لئے بہتر یہ ہے گوکلا کہ تو فلوس سے بات کر لے اور اس کے بعد جو نتیجہ ظاہر ہوگا ہم اس پر عمل کریں گے۔''

''ہوں۔ گویا اپنے طور پر تم مجھ سے تعاون کرنے کے لئے تیار نہیں ہو۔''

''ہم الجھن میں ہیں گوکلا، ہم تجھ سے بھی الگ نہیں ہیں اور کاس یوشنا کے احکامات کی تعمیل سے بھی انکار نہیں کر سکتے۔''

''ٹھیک ہے۔'' گوکلا نے آہستہ سے کہا اور ان لوگوں کو حکم دیا۔

''جاؤ۔'' وہ سب پیچھے ہٹنے لگے تھے۔

پھر گوکلا میری جانب مڑی اور بڑے دھیمے انداز میں مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولی۔

''ہم فلوس کے محل کی جانب چلتے ہیں کاس۔''

میں نے دونوں شانے ہلائے اور اس کے ساتھ چل پڑا۔ پروفیسر، مجھے اس بات سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی کہ گوکلا کہاں جا رہی ہے اور کیا کرنے والی ہے۔ میں تو ان تمام معاملات میں دلچسپی لے رہا تھا۔ یہ دنیا اوپر کی دنیا سے مختلف تھی اور اس کے علاوہ اس میں ایک دلکشی میرے لئے تھی۔ سو میں تو دیکھنے والا تھا اور دیکھنے میں کوئی حرج بھی نہیں تھا۔ ہاں اگر ضرورت پیش آتی اس بات کی کہ میرا عملی قدم بھی اٹھے اس سلسلے میں۔ تو میں نہیں تھا پیچھے کسی طور بھی اس سلسلے میں۔ چنانچہ گوکلا چلتی رہی اور پھر ایک خوبصورت محل کی جانب جا کر رک گئی جہاں دو آدمی پہرہ دے رہے تھے۔ گوکلا کو دیکھ کر انہوں نے اپنے ہتھیار زمین کی جانب جھکا دیئے اس کا مقصد تھا کہ اسے محل میں جانے کی اجازت نہیں ہے۔ گوکلہ نے خونخوار نگاہوں سے انہیں دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔

''چونکہ فلوس سے دوستانہ مراسم ختم ہو چکے ہیں اس لئے ابتدائی طور پر اس کے لئے پہلا تحفہ۔'' ☆

اس نے کہا اور پھر اس نے دونوں انگلیاں محافظوں کی جانب اٹھا دیں۔ محافظوں کو آگ لگ گئی تھی۔ ان کی دردناک چیخیں سن کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ تب گوکلا نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور عجیب سے انداز سے چاروں جانب دیکھنے لگی۔ تب اس نے ایک شخص کو اشارے سے بلایا اور بولی۔

''فلوس کو میرے سامنے پیش کر دو۔ اس کے برعکس اگر تم نے میرا راستہ روکنے کی کوشش کی اور مجھے یہاں سے ہٹانا چاہا تو تم سب اپنی زندگیوں کو کھونے کے خود ذمہ دار ہو گے۔'' اس نے غضبناک لہجے میں کہا۔

بھنبھناہٹیں گونجنے لگیں اور ان لوگوں کے چہروں پر خوف کے آثار نظر آنے لگے۔ پھر وہ پیچھے ہٹ گئے۔ ان میں سے چند افراد اندر چلے گئے تھے۔ تب محل کے دروازے پر فلوس نظر آیا۔

ایک طویل العمر بوڑھا جس کے گال برف کی مانند سفید تھے۔ اس کی پلکیں لٹک کر اس کے گال پر آ پڑی تھیں۔ آنکھیں کھولنے کے لئے

اسے ہاتھوں کا سہارا لینا پڑ رہا تھا۔ تب اس نے اپنی آنکھوں سے پلکیں اٹھائیں۔ آنکھوں پر زور دے کر پہلے گوکلا کو دیکھا اور پھر مجھے۔ پھر بھاری لہجے میں بولا۔

''گوکلا تو کس حیثیت سے اس بستی میں آئی ہے؟''

''کاس کی حیثیت سے۔''

''لیکن یوشنا کا حکم ہے کہ کاس کی حیثیت سے تجھے اس بستی میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔''

''اس نے یہ حکم تمہیں دیا ہے فلوس؟''

''ہاں۔''

''کیا تم اپنے اندر یہ قوتیں پاتے ہو کہ مجھے روک دو۔'' گوکلا نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''یوشنا نے مجھے کچھ قوتیں عنایت کی ہیں اور اس کا مصرف یہی ہے کہ میں تجھے روکوں۔ چنانچہ میں ان کے استعمال سے باز نہیں رہ سکتا۔'' بوڑھے فلوس نے سرد اور بے جان سے لہجے میں کہا۔

''تب ٹھیک ہے فلوس تم یوشنا کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دو اور میں اپنا حق استعمال کرتی ہوں۔'' گوکلا نے کہا۔

اور پھر وہ اس طرح سے پیچھے ہٹ گئی جیسے کہ کچھ کرنا چاہتی ہو۔ فلوس کے چہرے پر ایک لمحے کے لئے سراسیمگی کے آثار پیدا ہوئے تھے۔ پھر اس نے بھاری اور بردبار لہجے میں گوکلا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''گوکلا۔ مجھے علم ہے کہ تیری قوتیں بے پناہ بڑھ گئی ہیں۔ مجھے یہ بھی علم ہے گوکلا کہ تو نے اس علاقے پر قبضہ جمانے کا اعلان بے وجہ نہیں کیا ہوگا لیکن فلوس یوشنا کے اشاروں پر چلتا ہے اور اس کے احکامات پر عمل بھی کرے گا۔ چنانچہ اب جو کچھ ہوگا وہ یوشنا کے نام پر ہوگا۔'' فلوس نے کہا اور پھر لوگوں کو ادھر ادھر ہٹ جانے کے لئے کہا گیا۔ تمام لوگ پیچھے ہٹ گئے۔

گوکلا نے میری طرف دیکھا اور مجھ سے بولی۔ ''کاس۔ تم بھی پیچھے ہٹ جاؤ۔ یہ جسمانی لڑائی نہیں ہے اور تم بتا چکے ہو کہ تم صرف جسمانی لڑائیوں کے ماہر ہو۔'' گوکلا نے کہا اور میں گردن ہلا کر پیچھے ہٹ گیا۔

تب گوکلا نے آسمان کی جانب ہاتھ اٹھائے۔ اس کی دونوں انگلیاں تشنجی انداز میں ہل رہی تھیں۔ اس نے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں جکڑ رکھی تھیں۔ پھر اس نے اپنے ہاتھوں کو کھولا اور ان میں دو کالے گولے چمک رہے تھے۔ تب گوکلا نے وہ دونوں گولے فلوس کی طرف پھینک دیئے۔

خوفناک دھماکے ہوئے اور فلوس کے اردگرد آگ ہی آگ پھیل گئی لیکن میں نے دیکھا کہ نیلے رنگ کا ایک ہلکا سا غبار فلوس کے بدن سے خارج ہوا اور اس نے اس پھیلتی ہوئی آگ کو بجھا دیا۔

یہ کھیل میرے لئے بڑا دلکش تھا پروفیسر، مجھے یقین ہے کہ یہ سب کچھ تمہیں متاثر نہیں کر رہا ہوگا لیکن مجھے ایسا ہی لگا تھا۔ میں اس علم کا قائل ہوگیا تھا اور تحت الثریٰ میں تو شاید اس کھیل کی حکومت تھی جس کا اندازہ مجھے جگہ جگہ ہوا۔ وہ لوگ تو جادو ہی کے ذریعہ زندگی گزارتے تھے۔

آگ بجھ گئی تو گوکلا نے دوسرا وار کیا۔ اس بار سرد لہریں خارج ہوئی تھیں اور فضا میں بے حد ٹھٹھرا دینے والی خنکی پیدا ہوگئی تھی لیکن فلوس نے اسے بھی ناکام بنا دیا تھا۔ تب فلوس نے فضا میں ہاتھ اٹھا دیئے۔

''یوشنا مجھے تیری مدد کی ضرورت ہے''۔ اس نے ہاتھوں کو عجیب انداز میں چکر دیئے اور دوسرے لمحے میں نے عجیب و غریب منظر دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ فولادی سلاخوں کا بنا ہوا ایک چمکدار پنجرہ کہیں سے نمودار ہوا اور گوکلا اس پنجرہ میں قید ہو کر رہ گئی۔

فلوس نے سنجیدہ نگاہوں سے گوکلا کو دیکھا۔ گوکلا اس پنجرے کے اندر چاروں طرف چکر لگا رہی تھی۔ پھر اس نے پنجرے کی سلاخوں پر ہاتھ رکھے اور سلاخیں ٹیڑھی ہوگئیں لیکن حیرت کی بات تھی سلاخیں ٹیڑھی ہونے کے بعد سیدھی ہوگئی تھیں۔ گوکلا مختلف انداز میں ان سلاخوں کو توڑنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن سلاخیں ٹیڑھی ہوتیں اور پھر سیدھی ہو جاتی تھیں بالکل کسی ربڑ کی مانند اور چند ساعت کے بعد گوکلا کے چہرے سے پریشانی کا اظہار ہونے لگا۔

میں دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا لیکن فلوس نے دوبارہ ہاتھ اوپر اٹھائے اور فضا میں سے ایک اور پنجرہ در آیا۔ یہ پنجرہ میرے لئے آیا تھا۔ میرے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ پھیل گئی۔

واہ۔ اس کا مقصد ہے کہ فلوس نے سوچا کہ میں اس کا محافظ ہوں سو اس نے مجھے بھی قید کر دیا لیکن بہر صورت میں اپنے طور پر ابھی کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ منورما کا جادو میں دیکھ چکا تھا اور جادو بلاشبہ میری زندگی سے مختلف چیز تھی۔ میں اس طلسم میں پھنس کر رہ گیا تھا اور اس طلسم میں میری قوتیں بھی ختم ہو کر رہ گئی تھیں چنانچہ ابھی میں اس بات کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا کہ میں گوکلا کا مکمل طور پر ساتھی ہوں۔ میں پہلے یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ گوکلا کہاں تک قوتیں رکھتی ہے۔

لیکن یوں لگتا تھا جیسے گوکلا کی ساری قوتیں اس پنجرے میں قید ہو جانے کے بعد زائل ہوتی جا رہی ہیں۔ وہ اب کسی قدر سراسیمہ نظر آ رہی تھی۔ میں دیر تک اسے غور سے دیکھتا رہا۔ اچانک فلوس کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''گوکلا اس بات کا اعتراف کرنے میں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے کہ یہ قوت میری نہیں بلکہ یوشنا کی ہے ورنہ میری قوتیں تو تجھے کبھی بھی قید نہ کر سکتی تھیں لیکن دیکھ یوشنا نے بالآخر فتح پالی ہے اور وہ ناقابل تسخیر ہے۔ درحقیقت وہ اس سرزمین کا کاس ہے۔'' فلوس قہقہہ لگاتا ہوا بولا۔

''میں اسے فنا کر دوں گی۔ میں اسے فنا کر دوں گی۔'' گوکلا نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''بلاشبہ یہ تیری اور اس کی لڑائی ہے۔ اگر تو اسے فنا کر دے گی تو ہم سب تجھے برتر و اعلیٰ تسلیم کر لیں گے تیری اطاعت کریں گے لیکن فی الوقت تو یہاں قید ہے اور اس وقت تک قید رہے گی جب تک کہ یوشنا تیرے بارے میں کوئی نیا حکم نہ دے۔ ہاں گوکلا یہ کون ہے۔ اس کے بارے میں مجھے بتا کہ یہ بھی تیرا کاس ہے۔''

''میں نہیں مانتی۔'' گوکلا نے جواب دیا۔ یہاں شاید اس نے ذہانت و عقل مندی سے کام لیا تھا۔ وہ یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی کہ میں بھی جسمانی قوتوں کا مالک ہوں۔ مبادا میں کسی مصیبت میں گرفتار نہ ہو جاؤں۔

لیکن اس وقت پروفیسر، میں بزدلی سے کام نہیں لے سکتا تھا۔ مجھے کچھ بولنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

''ہاں فلوس۔ میں گوکلا کا ساتھی ہوں۔ میں اس کی قوتوں کا قائل ہوں۔ میں اس کا مددگار بھی ہوں۔ تم جو سلوک اس کے ساتھ کر رہے ہو وہی میرے ساتھ بھی کرو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔''

''خوب۔ خوب۔'' فلوس نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر اس نے اپنے لوگوں کی جانب دیکھ کر کہا۔

''جاؤ بستی والوں کے سامنے یہ باتیں دہرا دو۔ ان سے کہہ دو کہ گوکلا اب یوشنا کی قیدی ہے۔ اس کی برتری تسلیم نہ کریں۔ وہ علاقہ جسے گوکلا اپنی ملکیت سمجھتی ہے اس پر قبضہ کر لیں۔ گوکلا شکست کھا چکی ہے اور اب وہ اس وقت تک قید رہے گی جب تک کہ چھ بارشیں اس پر سے نہ گزر جائیں۔''

لوگ چاروں طرف دوڑ گئے اور فلوس اپنے محل کی جانب چلا گیا۔ گوکلا غضبناک انداز میں غرا رہی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ پنجرے کی سلاخیں توڑ کر پھینک دے۔ اس سلسلے میں وہ تھوڑی سی زخمی بھی ہوگئی تھی۔

میں یہ دلچسپ مناظر دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے اپنے ذہن میں ایک بات سوچی۔ اگر میں اپنا پنجرہ توڑنے کی کوشش کروں تو.....

کیا میں اس میں کامیاب ہو جاؤں گا؟ کیا جادو کی قوتیں میری صدیوں کی قوت پر بھاری پڑ جائیں گی؟ کیا مجھے پھر شکست کا سامنا ہوگا؟ یقین کرو پروفیسر، یہ باتیں میرے لئے خاصی تکلیف دہ تھیں اور یہی ساری باتیں سوچتے ہوئے کبھی کبھی میرا دل چاہتا تھا کہ میں اس علم سے استفادہ کروں، اسے بھی مکمل طور پر سمجھ لوں۔ میری جسمانی قوتیں بے پناہ تھیں اور میں ہر جگہ فاتح تھا لیکن یہ علم مجھ پر فاتح رہا تھا۔ میں چند ساعت سوچتا رہا، گوکلا مجھ سے زیادہ دور نہ تھی۔ تب میں نے اسے آواز دی اور گوکلا مجھے دیکھنے لگی۔

''گوکلا۔ کیا تم خود کو بے بس محسوس کر رہی ہو؟'' میں نے پوچھا۔

''نہیں۔ ہرگز نہیں۔''

''تب تم اس پنجرے سے آزاد کیوں نہیں ہو جاتیں؟''

''میں۔''

''ہاں تم۔''

''میں۔ میں کوشش کروں گی اور مجھے یقین ہے کہ میں اس سے نکل جاؤں گی۔ یہ کمبخت فلوس اپنی قوت پر نہیں بلکہ یوشنا کی قوت پر اکڑ رہا ہے۔'' گوکلا غراتی ہوئی آواز میں بولی۔

''لیکن اس نے صاف کہہ دیا ہے گوکلا کہ تم یوشنا کی قیدی ہو۔'' میں نے کہا اور گوکلا کے حلق سے ایک تیز غراہٹ ابھری۔

''نہیں میں کسی کی قیدی نہیں ہوں۔ اگر میں یوشنا کو شکست نہ دے سکی اور اگر میں فلوس کو جہنم رسید نہ کر سکی ..... تو ..... تو.....'' گوکلا دانت پیس کر خاموش ہوگئی۔ وہ اب کافی حد تک پریشان نظر آ رہی تھی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ اس کے اندر بے بسی ہے۔ مکمل بے بسی۔

تھوڑی دیر کے بعد بستی کے بے شمار لوگ اس جگہ پہنچ گئے تھے۔ وہ سب گوکلا اور مجھے دیکھ رہے تھے۔ ہم دونوں قیدی تھے لیکن میں نے یہ

بات بھی محسوس کی کہ وہ لوگ ہمیں اس طرح سے دیکھ کر خوش نہیں ہوئے تھے۔ بس ایک عجیب سی خاموشی ان سب کے چہروں پر طاری تھی۔ تب فلوس بھی وہاں آ گیا۔ اس نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

''یوشنا کے وفادارو۔ جیسا کہ تمہیں معلوم تھا کہ گوکلہ نے کچھ عرصہ قبل ایک مخصوص علاقے پر اپنا قبضہ جما لیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ کاس ہے۔ یوشنا کے خادم کی حیثیت سے یہ میرا فرض تھا کہ میں یوشنا کو اس بات کی اطلاع دوں۔ سو میں وہاں پہنچا اور میں نے اسے ساری باتیں بتائیں۔

لیکن یوشنا ایک عظیم قوت ہے۔ وہ صرف اس بستی ہی کا حکمران نہیں ہے بلکہ اپنی قوتوں کے ذریعہ ہم سب پر حکومت کرتا ہے۔ اس کی برکتیں ہم سب کو زندگی کی ضروریات سے مرصع کرتی ہیں۔ چنانچہ اس کے خادم کی حیثیت سے میں اس کے پاس پہنچا اور میں نے اسے ساری باتیں بتائیں اور یوشنا نے مجھے اپنی کچھ قوتیں عنایت فرما دیں۔ اس نے کہا کہ وہ خود تو بہت عظیم ہے اس تک پہنچنا تو بہت بعد کی بات ہے، وہ یہ کام صرف بستی کے حکمرانوں سے لے سکتا ہے تاکہ اس کے دشمن اس کی طاقت کا لوہا مان لیں۔ اس کا حکم تھا کہ گوکلہ اس علاقے میں نہ آئے اور گوکلا نے اس کا حکم نہ مانا۔

سو تم نے دیکھا کہ گوکلا یہاں آئی۔ اس علاقے میں جو اس کے لئے ممنوع ہے اور یہاں آنے کے بعد اس نے اعلان کیا کہ وہ کاس ہے۔ میں نے نہ تسلیم کیا اور یوشنا کا پیغام اور وہ قوتیں گوکلا تک پہنچا دیں جو یوشنا نے مجھے گوکلا کے لئے بخشی تھیں اور یہ ہدایت کر دی تھی کہ ان قوتوں کو گوکلا کے علاوہ کسی دوسری ذات پر استعمال نہ کیا جائے۔

سو میں نے اس کی امانت اس طرح خرچ کی جیسا کہ اس نے مجھے بتایا تھا اور دیکھو تم کہ گوکلا قید ہے اور مقصد ہے اس کا یہ کہ وہ کاس نہیں ہے اور سوچو تم یوشنا کتنا عظیم ہے اور دیکھو تم مجھے کہ میں اس کا وفاداروں میں سے ہوں۔ اس کا وفادار بن کر میں نے شکست نہیں کھائی۔ یوشنا عظیم ہے، عظیم رہے گا۔ آج تم یہ بات سن لو کہ گوکلا کسی علاقے کی حکمراں نہیں ہے۔''

لوگوں نے ان باتوں کا بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ یہ سن کر گوکلا کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا دماغ پھٹ جائے گا۔ وہ چہرے سے کافی پریشان نظر آ رہی تھی۔

سو میں نے اس وقت مداخلت مناسب سمجھی۔ حالانکہ میں نہیں جانتا تھا کہ فلوس یا یوشنا کے جادو سے میں کس حد تک بچ سکتا ہوں لیکن نجانے کیوں مجھے یہ باتیں پسند نہیں آئی تھیں اور میں یہ تسلیم نہیں کر پا رہا تھا کہ میں ان لوگوں کے سامنے بے بس ہوں۔ میں کبھی بھی بے بس نہیں تھا۔ میں صدیوں کا بیٹا تھا اور صدیوں کے طلسم سے آشنا تھا۔ سو میں نے غراتی ہوئی آواز میں کہا۔

''سنو گورنا کے لوگو..... فلوس نے اپنی قوت آزمائی ہے لیکن یہ سوچنا کہ یوشنا سب سے بہتر اور سب سے برتر ہے، تمہارے لئے مناسب نہ ہوگا اور تم مصیبت و تباہی میں پھنس جاؤ گے۔ یہ تباہی لانے والا میں ہوں گا۔

میں..... جو گوکلا کا ساتھی ہوں۔ یہ قید میں نے اس لئے قبول کی ہے کہ گوکلا نے مجھے اس سے آزاد ہونے کی پیش کش نہیں کی لیکن اب تم دیکھو کہ گوکلا کے پاس کون کون سی قوتیں ہیں۔'' میں نے کہا اور میرے دونوں ہاتھ اس آہنی پنجرے تک پہنچ گئے۔

میں نے ان سلاخوں کو جو ربڑ کی مانند کھنچ جاتی تھیں دونوں ہاتھوں سے ہٹایا اور سلاخیں سمٹتی چلی گئیں۔ صورت حال ایسی تھی کہ اگر میں ان

سلاخوں کو دوبارہ چھوڑ دیتا تو وہ دوبارہ اپنی جگہ پر پہنچ جاتیں لیکن میں نے دونوں ہاتھوں سے انہیں اتنا سمیٹ دیا کہ میں باہر نکل سکوں۔

اور پھر میں انہیں سمیٹتے ہوئے باہر نکل آیا اور لوگوں کے منہ سے عجیب وغریب آوازیں نکل گئیں۔ تب میں گوکلا کے پنجرے کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے گوکلا کو باہر نکال لیا، پھر اس نے خونخوار آواز میں کہا۔ ''ہاں، تو ہے یوشنا کی کوئی دوسری قوت جو تو مقابلے میں استعمال کر سکے۔''

فلوس متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ تب گوکلا نے میری جانب دیکھا اور کہنے لگی۔

''کاس فلوس کو فنا کر دے۔''

سو پروفیسر، اس عجیب وغریب بوڑھے کے لئے میرے دل میں ہمدردی تو تھی نہیں البتہ اس کی بزرگی مجھے اس کا احترام کرنے پر مجبور کر رہی تھی لیکن وہی بات ہے جس کے ساتھ رہنا اسی کے ساتھ گانا۔ چنانچہ میں فلوس کی جانب بڑھا۔

فلوس کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا اور میں آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کے نزدیک جا پہنچا۔

''میں تیرا مخالف نہیں ہوں بوڑھے فلوس۔ لیکن گوکلا کاس ہے۔ وہ اس بستی کی اور اس علاقے کی حکمراں ہے اور اس کی حکمرانی کے لئے تجھے ختم کرنا بہت ضروری ہے۔'' چنانچہ میں نے اپنا ہاتھ سیدھا کر کے فلوس کی گردن کی طرف بڑھا دیا۔

فلوس نے اپنے دونوں ہاتھ سامنے کر دیئے تھے۔ شاید وہ اپنی قوتیں آزمانا چاہتا تھا۔ اس کے ہاتھوں کی انگلیوں سے ویسے ہی شعلے نکل رہے تھے جیسے میں نے گوکلا کی انگلیوں سے نکلتے دیکھے تھے۔ وہ شعلے میرے بدن سے ٹکرائے۔

لیکن آگ۔ آگ اگر ساری قوتوں کا مظہر ہے تو آگ میری دوست ہے۔ میرا وجود آگ کے شعلوں میں گھر گیا لیکن میرے ہاتھ بوڑھے فلوس کی گردن پر تھے اور تب میں نے بوڑھے فلوس کو بھی ان شعلوں میں گھسیٹ لیا۔

تب دیکھنے کا منظر تھا۔ فلوس کے سفید بال دھڑا دھڑ جل رہے تھے۔ وہ چلا رہا تھا اور آگ اس کے بدن کے گرد تنگ سے تنگ تر ہوتی جا رہی تھی۔ وہ آگ جو اس نے میرے لئے بھیجی تھی اب اسے خود جلا رہی تھی اور جیسا کہ گوکلا نے بتایا تھا کہ ہر قسم کا جادو آگ میں جل کر ختم ہو جاتا ہے تو فلوس کی بھی یہی کیفیت تھی۔ وہ فنا ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ نیچے زمین پر پڑا تھا۔ تب گوکلا نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔

''گورنا کے لوگو۔ فلوس مارا جا چکا ہے۔ اور یہ ہماری بستیوں کا اصول ہے کہ جو فاتح ہو وہ ہر طرح اس بستی کی قسمت کا مالک ہوتا ہے تو بتاؤ تم کیا تسلیم کرتے ہو گوکلا کو اس بستی کا کاس..... یا نہیں؟

ہاں اگر تم اسے کاس تسلیم نہ کرو گے تو وہ تم پر تباہی لائے گی اور تم نے دیکھا میرے ساتھی کو کہ اس نے کس طرح یوشنا کے جادو کو ناکام بنا دیا۔ یہ بات تم ہی بہتر جانتے ہو کہ فلوس کی اپنی قوت نہ تھی جو تباہ ہو گئی فلوس تو صرف چند لمحات کا مہمان تھا البتہ میں یوشنا کو براہ راست للکارتی ہوں اور میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ چند ساعت کے بعد تم یوشنا کا بھی وہی حشر دیکھو گے جو فلوس کا ہوا ہے۔ تم اس بات کو اپنی آنکھوں سے دیکھو گے جس کا میں وعدہ کرتی ہوں۔''

بستی کے لوگوں پر سکوت طاری تھا۔ اس بات میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں تھی کہ فلوس مر چکا تھا۔ وہاں کے لوگ صرف جادو

کے پرستار تھے اور اس شخص کو مانتے تھے جو سب سے زیادہ طاقتور ہو۔

چنانچہ گوکلا کے بارے میں انہوں نے اس طرح اپنی محبت کا اظہار کیا جیسے وہ ہمیشہ اسے پوجتے آئے ہوں اور انہوں نے اس کے آگے پہنچ کر اپنا سر تسلیم خم کیا اور اس کی برتری کو مانا۔

گوکلا فاتحانہ انداز میں فلوس کے محل میں داخل ہوگئی تھی اور اس کے بعد اس نے ان تمام لوگوں کو قید کر دیا جو فلوس کے وفادار تھے مجھے حیرت اس بات پر ہوئی تھی کہ میں نے بوڑھے فلوس کو اچھی طرح دیکھا تھا۔

عمر کے لحاظ سے وہ بہت ضعیف تھا۔ اس کی پلکیں اور بال بالکل سفید اور بہت بڑھے ہوئے تھے اور اس سے یہ احساس بھی ہوتا تھا کہ وہ بہت زیادہ طویل العمر تھا۔ لیکن اس کے باوجود اس کے محل میں نوجوان لڑکیوں کی بہتات تھی جن کے بارے میں سوال کرنے پر مجھے گوکلا نے بتایا۔

کہ چونکہ فلوس حکمران تھا اس لئے ہر حکمران کے لئے یہ ضروری بات ہے کہ اس کے پاس بے شمار کنیزیں اور خادمائیں ہوں اور تم اس بات کا تو اندازہ لگا ہی چکے ہو کاس کہ یہاں عمروں کا تعین وہ نہیں ہے جو اوپر کی دنیا میں ہے۔ یہاں جوانی کے لئے بھی ایک بہت لمبی عمر کا تعین کیا جاتا ہے۔ یعنی اوپر کا انسان جس عمر میں جوان ہوتا ہے اس طبق پر عمر اس صورت میں صرف چند برس آگے بڑھتی ہے۔ یعنی اتنی عمر کا تعین ہوتا ہے کہ تمہارے ہاں چھٹی پشت جنم لے کر ختم ہو جاتی ہے۔

ساری باتیں حیرت انگیز تھیں پروفیسر۔ بلاشبہ زمین کے اس طبق پر آباد دنیا میرے لئے بے حد دلکش و تعجب خیز تھی اور میں ہر چیز کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ ابھی تک میرے ذہن میں یہ خواہش پیدا نہیں ہوئی تھی کہ یہاں میری بھی کوئی عورت ہو۔ تم جانتے ہو پروفیسر کہ عورت تو ہمیشہ ہی میری دنیا میں شریک رہی اور اب مجھے اس سے اتنا لگاؤ نہیں رہ گیا کہ اگر وہ نہ ہو تو میں زندگی کو ویران محسوس کرنے لگوں۔ میں تو مختلف تفریحات کا عادی تھا۔ کبھی ستارہ شناسی، کبھی ادوار کی تہذیب اور کبھی لوگوں کا انداز رہائش، سو یہ پرکشش دنیا مجھے پوری طرح مطمئن کر رہی تھی۔

''تعجب ہے۔ اس دنیا میں، جہاں تمہیں کاس کا مرتبہ دیا گیا تھا تمہاری کوئی عورت نہ تھی۔'' پروفیسر کی بیٹی نے پوچھا۔

اور میں نے اس کے سوال پر اس کی جانب دیکھا۔ ''ٹھیک ہے۔'' میں نے جواب دیا'' اس وقت تک زمین کے اس طبق پر میری کوئی عورت نہ تھی۔ آئندہ اگر آ جاتی تو کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہاں تو تم اس دنیا کی بات کر رہے تھے کاس۔'' پروفیسر نے کہا۔

''ہاں پروفیسر۔ میں زمین کے اس طبق پر کسی بددلی کا شکار نہیں تھا بلکہ خوش تھا۔ گوکلہ کی کیفیت بھی عجیب تھی۔ وہ اس خیال میں رہتی تھی کہ کسی طرح کناشی کو شکست دے اور اپنی محبت کا رنگ بدلے۔ نجانے اس کے ذہن میں کیا تھا۔ لیکن پھر بھی اس کی عجیب و غریب کیفیات میں نے بارہا نوٹ کی تھیں۔ بارہا محسوس کی تھیں۔

میں نے بغور فلوس کا محل دیکھا۔ بے حد شاندار محل تھا اور یہاں کے لوگوں کو درحقیقت اس حسن کا احساس نہ تھا، کیونکہ وہ خود بھی انہی چیزوں کی مانند حسین تھے۔

گوکلا کی صورت بھی دیکھنے کے قابل تھی۔ بلاشبہ اسے لاکھوں حسیناؤں میں حسینہ تسلیم کیا جا سکتا تھا۔ اس کے علاوہ فلوس کے محل میں جو خادمائیں اور کنیزیں تھیں اپنی مثال آپ تھیں اور اب بھی میں کسی جانب متوجہ نہیں ہوا تھا۔

ہاں گوکلا کے بارے میں محسوس کرتا تھا جب بھی وہ تنہا ہوتی ہے تو مجھے عجیب سے انداز میں دیکھتی رہتی ہے اس کی آنکھیں اس وقت بے حد عجیب اور ویران ہوتی ہیں۔ ان نگاہوں میں بہت کچھ ہوتا ہے۔

میں نے ان نگاہوں کو پڑھا تھا اور ان کے بارے میں تجزیہ بھی کر لیا تھا میرا اندازہ تھا کہ گوکلا دیوانگی کی حد تک اس شخص کو چاہتی ہے جس کا نام کناشی ہے اور جو یہاں کی روایت کے مطابق اب یوشنا کہلاتا ہے۔

لیکن محبت اور انتقام کے درمیان کی یہ عورت بڑی الجھی الجھی سی رہا کرتی تھی اور میں نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس کا انجام یا اختتام کیا ہوگا۔

ممکن تھا کہ اگر وہ کناشی پر قابو پا لیتی تو اسے معاف کر کے اپنے قدموں میں گرا لیتی۔ جہاں تک اس کے اپنے کہنے کا تعلق تھا تو وہ یہی کہا کرتی تھی کہ وہ بالآخر کناشی کو شکست دے گی اور اسے زمین کی گہرائیوں میں اس جگہ دفن کرے گی جہاں سے وہ کبھی ابھر نہ سکے۔ وہ اس کے جادو کو فنا کر دے گی۔

پھر بھی میں نہیں سمجھ سکا تھا۔ وہ انتقام اور محبت کے دو جذبوں میں پھنسی ہوئی تھی۔ وہ بیک وقت کناشی کو چاہتی تھی اور اس سے شدید قسم کی نفرت بھی کرتی تھی۔ البتہ میں نے محسوس کیا تھا وہ بے پناہ الجھی ہوئی تھی۔

اور اس کی الجھنوں کو محسوس کر کے میں نے گوکلا سے کناشی کے بارے میں بات کی۔

''لیکن گوکلا۔ کیا ضروری ہے کہ تم اپنے جادو سے کناشی کی قوتوں پر بھی قابو پا لو؟'' میں نے سوال کیا۔

''میں تمہارا مطلب نہیں سمجھ رہی ہوں کاس۔ تم یہی کہنا چاہتے ہو نا کہ میں فلوس کے جادو ہی سے نہ نمٹ سکی تھی لیکن تم یہ بھی تو دیکھو کہ وہ فلوس کا جادو نہیں تھا بلکہ کناشی کا جادو تھا۔ جہاں تک فلوس کی حیثیت اور قوت کا تعلق ہے تو اسے میں بآسانی فنا کر سکتی تھی۔''

''ٹھیک ہے کناشی ہی کا جادو سہی لیکن کیا تم اس کے سامنے بے بس نہیں ہو گئی تھیں؟''

''میرے ساتھ تم جو ہو۔'' اس نے پیار بھری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور میں نے اس کی جانب دیکھا پھر بولا۔

''ٹھیک ہے گوکلا۔ تمہیں معلوم ہے کہ میں تم لوگوں کی مانند جادو کی قوتیں نہیں رکھتا بلکہ ایک عام انسان کی حیثیت سے میں ذرا بالاتر ہوں۔ اس سے زیادہ کوئی بات نہیں ہے۔'' میں نے کہا۔

''کاس تم اپنے آپ کو جس قدر کمتر بنا کر پیش کرتے ہو۔ مجھے اس پر بعض اوقات حیرت ہوتی ہے اور بعض اوقات غصہ بھی آتا ہے۔''

''کیوں؟''

''اس لئے کہ تم وہ ہو جو اس روئے زمین پر دوسرا کوئی نہیں ہے۔'' گوکلا نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

''گوکلا تمہارا کہنا ممکن ہے کسی حد تک ٹھیک ہو لیکن جادو کے معاملے میں تو میری کوئی معلومات نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں تو میں کچھ نہیں

جانتا اگر میں تھوڑا سا جادو سیکھ جاتا تو زیادہ اچھا ہوتا۔''

گوکلا کچھ سوچنے لگی تھی۔ پھر اس نے پرخیال انداز میں مجھے دیکھا، اور بولی۔

''تو تم جادو سیکھنا چاہتے ہو کاس؟''

''ہاں گوکلا۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ یہ کیسا علم ہے جو ایک عام انسان کو اتنی طاقت دیتا ہے۔''

''لیکن اس کے لئے تمہیں طویل عمر درکار ہے کاس۔ میرا مقصد ہے کہ تمہیں اپنے سارے مشاغل ترک کرنے کے بعد تمہیں ایک لمبے عرصے تک تنہائیوں میں رہنا ہوگا۔ جادو سیکھنے کے لئے تنہائیاں بے حد ضروری ہیں۔''

''میں یہ تنہائیاں اپناؤں گا گوکلا کیونکہ میں اس علم کو سیکھنا چاہتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن میری ایک بات مانو گے کاس۔'' گوکلا نے لجاجت بھرے لہجے میں کہا۔

''ہاں کہو۔''

''کیوں نہ تم اس وقت تک اس خیال کو ذہن سے نکال دو جب تک کہ میں کناشی پر قابو نہ پالوں۔''

''ٹھیک ہے گوکلا مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔ لیکن پھر یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ تم کناشی کی قوتوں کے مقابلے میں مکمل نہیں ہو۔ اس انداز میں اگر کہیں تم کناشی پر قابو پانے میں ناکام ہو جاتیں تو میں تمہاری مدد کرتا بہرصورت میری جسمانی قوت جس قدر ہے اس کے ساتھ تو میں تمہاری مدد کروں گا لیکن سوچ لو اگر تم کسی جادو کی الجھنوں میں پھنس گئیں تو شاید میں تمہاری مدد نہ کرسکوں گا۔'' گوکلا کسی گہری سوچ میں گم ہوگئی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے میری جانب دیکھا اور بولی۔

''تب ہمیں سلانوس کو پکارنا پڑے گا۔''

''سلانوس کون ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

''استاد اعظم، جس نے مجھے علم کی دولت سے روشناس کرایا ہے اور جو اس زمین کے طبق کا قدیم ترین انسان ہے۔ بہت عظیم انسان ہے وہ اس دنیا کا حکمران، جو صدیوں سے زندہ ہے۔''

''اوہ..... کہاں ہے وہ؟''

''زمین کی گہرائیوں میں۔ وہاں جہاں برف کے تودے اکٹھے ہو گئے ہیں، دفن ہے۔ وہ ہمیشہ زمین میں دفن رہتا ہے۔ ہاں جب اسے پکارا جائے تو وہ اس پکار پر غور کرتا ہے اور جب قابل غور سمجھتا ہے تو آجاتا ہے۔''

''میں اس کے ساتھ ایک طویل عرصے تک رہی ہوں اور اسی نے مجھے علوم کی دولت سے بہرہ ور کیا ہے۔ لیکن تمہاری دنیا کے حساب سے جب بارہ برس گزر جاتے ہیں تو وہ خود بخود کچھ لمحات کے لئے زمین سے باہر آجاتا ہے اور باہر کی دنیا کے نظارے کرتا ہے۔ مستقبل کے بارے میں سوچتا ہے۔ مستقبل کی پیشن گوئیاں کرتا ہے اور پھر اپنی دنیا میں واپس چلا جاتا ہے۔'' گوکلا نے کہا۔

''اوہ۔'' میں نے تعجب سے آنکھیں پھاڑ دیں۔ گویا میری نسل کا کوئی دوسرا فرد۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ اور میری دلچسپی کچھ اور بڑھ گئی سو میں نے گوکلہ سے پوچھا۔ ''لیکن سلانوس کے پاس تم کیوں جاؤ گی گوکلا؟''

''اس سے مشورہ لینے۔ سلانوس سے میں نے یہ بات پہلے ہی کہہ دی تھی کہ میں جو کچھ سیکھ رہی ہوں وہ ایک انتقام کا جذبہ رکھتا ہے۔ بلاشبہ میں کاس بننا چاہتی ہوں لیکن اس میں بھی ایک جذبہ پنہاں ہے۔''

''وہ کیا گوکلا؟'' میں نے سوال کیا۔

''کاس دراصل میں کناشی کو شکست دینا چاہتی تھی اور اس سے انتقام لینے کے لئے میں نے یہ علم سیکھا۔ سلانوس اعظم نے پہلے تو مجھے منع کیا کہ میں کسی انتقام کے جذبے کے تحت جادو سیکھنے کی کوشش نہ کروں۔ لیکن پھر وہ میری لگن سے متاثر ہو گیا تھا۔ ایک طویل عرصے تک اس نے مجھے اپنی صحبت بخشنے کے بعد آزاد کر دیا تھا اور کہا تھا کہ میں اس سے زیادہ اس کے پاس نہیں رہ سکتی۔ ہاں میں نے اسے کبھی نہیں پکارا لیکن اس نے مجھے اجازت دی تھی کہ اگر میں زندگی میں تین بار اسے پکاروں اور اگر مجھے اس کی ضرورت پڑے تو وہ میری مدد کرنے پر تیار ہو جائے گا۔ چنانچہ کیوں نہ ہم اس سے مشورہ کریں۔ میں اس کے پاس جاؤں اسے پکاروں اور تمہارا مسئلہ اس کے سامنے پیش کر دوں۔'' گوکلا نے کہا۔

''ہاں ضرور گوکلا۔ میں اس سے ملنا پسند کروں گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''بس تو پھر ٹھیک ہے۔ ہم چلتے ہیں اور یہ بستی چونکہ میری ملکیت ہے۔ یہ علاقہ میرے زیر نگرانی ہے اس لئے یہاں سے جانے سے پہلے ضروری ہے کہ اپنا کوئی جانشین یہاں چھوڑ دوں۔

''جانشین کون ہوگا گوکلا؟'' میں نے سوال کیا۔

''اس جانشین کا مجھے انتخاب کرنا ہوگا کاس۔ اور یہ تو طے شدہ امر ہے کہ ہم اس وقت تک واپس نہیں لوٹیں گے جب تک کہ یوشا کے لئے کوئی مناسب فیصلہ نہ کر لیا جائے۔ یا ایسے کسی فیصلے کے تحت ہمیں یہاں آنے کی ضرورت پیش نہ آ جائے۔ کیا خیال ہے تمہارا؟'' گوکلا نے پوچھا اور میں پر خیال نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

''ٹھیک ہے گوکلا۔ یہ تمہاری زمین ہے یہ تمہارے معاملات ہیں ان کے بارے میں تم بہتر فیصلہ کر سکتی ہو۔ میں ہر طرح تمہارے ساتھ ہوں۔ جہاں تک قوتوں کے حصول کا معاملہ ہے۔ یوں بھی میں سمجھتا ہوں کہ وہ صرف تمہارے لئے ہے۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو دنیا کا کوئی جادو میرے لئے خطرے کا باعث نہیں ہے اس سے میں پوری طرح نمٹ سکتا ہوں۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اس جادو کے خلاف میری طاقت کوئی ایسا قدم نہ اٹھا سکے جسے میں موثر کہوں۔ چنانچہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے گوکلہ وہ تمہارے لئے ہے اور اس سرزمین کے معاملات مجھ سے بہتر تم جانتی ہو۔'' میں نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے کاس۔ میں تمہارے بارے میں بہت کچھ جان گئی ہوں اور مجھے امید ہے کہ اور بھی بہت کچھ جان جاؤں گی۔ میرا ذہن آج کل جس کشمکش کا شکار ہے ممکن ہے تم اس پر یقین نہ کرو۔ لیکن ٹھیک ہے وقت آنے پر ممکن ہے ہم کوئی بہتر فیصلہ کر سکیں۔''

میں نے گوکلا کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ ڈھکے چھپے الفاظ میں وہ جن خیالات کا اظہار کر رہی تھی میں ان سے واقف تھا اور پروفیسر جہاں تک میرا معاملہ ہے تو شاید میں تمہیں ہمیشہ یہی بتاتا رہا ہوں کہ میں نے بعض اوقات زندگی کے اقدار سے بے پناہ پستی میں گر کر اقدامات کئے ہیں اور مجھے اپنے ان اقدامات پر کوئی شرمندگی بھی نہیں ہوئی ہے۔ بس ظاہر ہے میں اپنا مطلب نکالنے کے لئے ایسے کام بھی کر سکتا تھا جو انتہائی پست ہوتے لیکن میرے ظرف نے کسی کمزور پر کسی مظلوم پر برتری حاصل کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا اور میں ہمیشہ ایسے لوگوں کی امداد ہی کرتا رہا۔

گوکلا بلا شبہ حسین تھی اس کے حصول کی خواہش بھی کی جاسکتی تھی لیکن اس نے جو باتیں کی تھیں ان سے پروفیسر میری انا کو زخم لگا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ یہ عورت ایک دوسرے مرد سے متاثر ہے اور اگر اس سے مایوس ہونے کے بعد یہ میری طرف راغب ہوتی ہے تو یہ میری شخصیت کا داغ ہے۔ کناشی اس کو مل جائے۔ اس سے ملاقات کے بعد وہ یا یا اسے اپنی نفرت کا شکار بنالے اور اس کے بعد یہ مجھ سے رغبت کا اظہار کرے تو شاید میں اسے اپنی زندگی کے کچھ لمحات دے دوں۔ لیکن اس صورت میں جب کہ وہ صرف جذباتی ہو کر مجھ تک آئے۔ یہ میرا خیال ہے میرے لئے قابل قبول نہیں تھا۔

گوکلا نے فلوس کے محل پر اس طرح قبضہ جمالیا تھا جیسے کہ وہ برسوں سے اس کی میراث ہو۔

گورنا بستی کے سارے لوگ اس کے ساتھ تعاون کر رہے تھے اس کے احکامات کی تعمیل کر رہے تھے۔

پھر جب ایک صبح اس نے اپنے دربار میں۔ ہاں پروفیسر میں اسے دربار ہی کہوں گا۔ وہی انداز تھا جو عام دنیا کا ہوتا ہے۔ تو جب اس نے اپنے دربار میں بے شمار لوگوں کو طلب کیا اور پھر اس میں سے ایک صحت مند اور توانا شخص کو اشارہ کر کے اپنے نزدیک بلایا تو میں نے دلچسپ نگاہوں سے اس شخص کو دیکھا۔

''تمہارا نام سلاسی ہے؟'' گوکلا نے سوال کیا۔

''ہاں میرا نام سلاسی ہے۔'' اس شخص نے نگاہیں جھکا لیں اور ادب سے جواب دیا۔

''اور میں یہ بھی جانتی ہوں سلاسی کے بے شمار لوگ تمہاری عزت کرتے ہیں اور تم سے محبت بھی کرتے ہیں۔''

''ہاں میں ان کے ہر طرح کام آنے کی کوشش کرتا ہوں۔'' سلاسی نے جواب دیا اور پھر متحیرانہ انداز میں بولا۔

''لیکن مقدس کاس۔ میں نہیں جانتا کہ تجھ سے یہ باتیں کس نے کہی۔''

''میرے علم نے سلاسی۔ کیا تم میرے علم کو علم نہیں سمجھتے؟'' گوکلا نے عجیب سے انداز میں پوچھا۔

''نہیں نہیں۔ مقدس کاس۔ میں ایسا نہیں سمجھتا، بس یونہی میں نے یہ سوال کر لیا تھا۔''

''تو سلاسی سنو۔ میں یوشنا کو شکست دینے کا عزم کر چکی ہوں اور اس عزم کے تحت میں خود اس کے پاس پہنچنا چاہتی ہوں چونکہ مجھے اسے شکست دینا ہے اور اس پورے علاقے پر مجھے اپنی حکمرانی قائم کرنی ہے۔ اس لئے ابتدائی طور پر میں اپنی مفتوحہ زمینیں تمہارے حوالے کر رہی ہوں۔ تم میرے نائب کی حیثیت سے اس زمین پر حکمرانی کرو گے اور میری غیر موجودگی میں میرے کاس رہو گے ہاں اپنی قوتیں تمہیں بخش رہی ہوں۔ وہ

تو تیں جن سے تم کسی بھی چھوٹے دشمن کا بآسانی مقابلہ کرسکوں گے اور مجھے یقین ہے اس بات کا کہ یوشا تم تک نہیں پہنچ سکے گا اور جب میں یوشا تک پہنچ جاؤں گی تو یہ دیکھوں گی کہ میری غیر موجودگی میں تمہاری کارکردگی کیا رہی ہے۔ ممکن ہے میں تمہیں پھر کسی علاقہ کا سب سے بڑا مدبر بنا دوں تو کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟''

''مقدس کاس کے احکامات کی تعمیل نہ کرنا گناہ عظیم ہے اور سلاسی اس گناہ عظیم کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ میری زندگی تیرے لئے حاضر ہے اور اب جب تو نے اتنا بڑا اعزاز بخشا ہے تو میں جو کچھ کروں گا کم ہوگا۔ میں اس اعزاز کو اپنے لوگوں کی اصلاح کرنے پر صرف کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں اس اعزاز کا جواب اسی طرح دے سکتا ہوں کہ تیرے نام کے ساتھ اس بستی کے لوگوں کو بہتر زندگی اور بہترین ضروریات فراہم کرتا رہوں۔''

''تو آؤ میرے سینے سے لگ جاؤ۔'' گوکلا نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور دوسرے لمحے وہ شخص گوکلہ کے جسم میں اس طرح پیوست ہوگیا جیسے وہ ایک جان دو قالب ہوں۔ لیکن اس ملاپ میں کسی قسم کے ایسے جذبات نہیں تھے جن میں ایک عورت اور مرد کا تصور ہو۔

سلاسی کے چہرے پر بے پناہ عقیدت تھی اور گوکلا کے چہرے پر ایسے تاثرات جیسے وہ اپنی کسی ادنیٰ ملازم سے گلے مل کر اسے عزت بخش رہی ہو تب سلاسی پیچھے ہٹا۔ اس نے اپنے ہاتھوں کی جانب دیکھا اور پھر اپنے پیروں کی طرف۔ اور ہوا یوں کہ اچانک سلاسی کے قدم زمین سے اٹھنے لگے۔ وہ فضا میں کئی گز اونچا چلا گیا تھا اور پھر وہ متحیرانہ انداز میں اسی طرح پیچھے ہٹنے لگا۔ لیکن اس کے پیروں میں زمین نہیں تھی۔ زمین کافی نیچے تھی اور دیکھنے والے تعجب سے اسے دیکھ رہے تھے۔

تب آہستہ آہستہ وہ زمین پر اتر آیا اور اس نے ایک مسرت آمیز نعرہ لگایا جس میں گوکلا کی تعریف و توصیف کی گئی تھی۔

''تو نے محسوس کیا سلاسی کہ اب تو وہ نہیں رہا جو پہلے تھا۔ کیا تجھے اپنے اندر کچھ تبدیلیاں محسوس ہوئیں؟''

''ہاں مقدس کاس۔ یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے زمین کے بہت سے پوشیدہ راز مجھ پر کھل گئے ہوں۔ میری پہنچ آسمانوں کی وسعتوں تک ہو بلاشبہ...... بلاشبہ میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ مجھ میں نمایاں تبدیلیاں آئی ہیں۔'' سلاسی نے کہا۔

''یہ تبدیلیاں وہ اعزاز ہیں سلاسی جو میں نے تجھے بخشا ہے۔'' گوکلہ نے کہا۔

''ہاں مقدس کاس۔ میں یہ اعزاز ہمیشہ سینے سے لگا کر رکھوں گا اور تیرے اس انعام کو ہمیشہ مدنگاہ رکھوں گا جو تو نے مجھے عطا کیا ہے۔''

''تو اب گورنا کے لوگوں تمہارا کاس اب سلاسی ہے۔ تم اس کے احکامات کی تعمیل کرو گے اور اگر یہ تم سے بدمعاملگی کرے یا تمہارے ساتھ سختی سے پیش آئے تو تم اس کا حساب سختی سے کرو گے۔ میں اس حساب کو دیکھوں گی اور اس کے بعد سلاسی کے مستقبل کا تعین کروں گی۔'' گوکلہ نے کہا۔

اور گورنا کے لوگوں نے گوکلہ کے نام کے نعرے لگائے اور پروفیسر بہت سی چیزیں وہاں بیرونی دنیا سے مختلف نہیں تھیں، خوشی کا انداز، غم کا اظہار، ایک دوسرے پر اعتماد اور بے اعتمادی سب کچھ اسی انداز میں تھا جس طرح تحت الثریٰ کے اوپر والی زمین پر۔ البتہ میں ایک خاموش تماشائی ہی کی حیثیت رکھتا تھا۔ گوکلہ نے سلاسی کو سب سے بڑا مدبر مقرر کرنے کے بعد یہ دربار برخاست کردیا۔ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ تب وہ میرے ساتھ فلوس کے محل کے اس حصے میں آگئی جہاں کبھی فلوس کی نشست ہوا کرتی تھی۔ وہ ایک نشست گاہ پر دراز ہوگئی تھی۔

انتہائی آرام دہ نشست گاہیں تھیں اور جس جگہ ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہاں کا ماحول بے حد رومان پرور تھا۔

گوکلہ کی نیم باز آنکھوں میں ہلکی ہلکی مسکراہٹ جھانک رہی تھی اور میں بغور اسے دیکھ رہا تھا۔

تب اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ ''بڑی خوشی ہو رہی ہے کاس کتنی خوشی ہو رہی ہے۔ میں زندگی کے ان مسائل سے آہستہ آہستہ عہدہ برآ ہوتی جا رہی ہوں۔ یہ جو میری طویل ترین زندگی میں ہمیشہ میرے ذہن سے چپکے رہا کرتے تھے، بس اب ایک آخری پھانس رہ گئی اور میں اسے پھانس ہی کہوں گی کیونکہ میرے ساتھ تم جیسا جواں مرد ہے۔ اور یہ پھانس یوشنا یا کناشی ہے۔ اور اس کے بعد میں نہیں جانتی کہ میری زندگی کا راستہ کیا ہوگا اور کون سا ہوگا اور تم اس راستے پر کہاں کھڑے ہوئے ہوگے۔''

گوکلہ کی باتوں کا میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ظاہر ہے وہ جو کچھ کہہ رہی تھی وہ اس کے جذبات تھے اور بے شمار لوگوں کے درمیان میری حیثیت ایک احمق کی طرح رہی تھی لیکن مجھے یہ حماقتیں ہی پسند تھیں۔

پروفیسر تم خود سوچو زندگی گزارنے کا کوئی نہ کوئی راستہ تو ہوتا ہی ہے۔ سو میں نے یہ راستہ پسند کر لیا تھا اور اگر میں اس سے دور ہٹنے کی کوشش کرتا تو کہاں جاتا؟ کسی ویرانے میں اگر قیام کرتا تو کب تک وہاں دل لگا رہتا..... میں انسانوں سے کچھ مختلف ضرور ہوں لیکن انسانیت کی خصلت سے دور نہیں ہوں۔

چنانچہ دنیا بھر کے مشاغل سے مجھے بھی دلچسپی تھی اور یوں ہی میں زندگی گزار بھی سکتا تھا۔

بے شمار لوگ میرے ساتھ رہے تھے۔ میں نے اپنی قوتوں سے ان کی امداد کی تھی اور ہوا یہی تھا پروفیسر کہ اس کے بعد وہ لوگ فنا ہو گئے تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے ان کا عروج دیکھا تھا۔ سکندر کی ابتداء و انتہا دیکھی تھی اور پھر ان کا اختتام بھی میری نظروں کے سامنے ہوا تھا۔ چنانچہ ایک طرح سے میں اپنے آپ کو ان سب سے ہی بہتر سمجھتا تھا اور ان کے معاملات میں دلچسپی لینا میرا مشغلہ تھا۔

دوسرے دن جس کا تعین صرف میں گزرے ہوئے وقت سے کر سکتا تھا..... میں اور گوکلہ تیار ہو گئے۔

سفر کے لئے ہم نے اپنے مخصوص گھوڑے لئے اور زادِ راہ کے طور پر گوکلہ نے چند چیزیں بھی رکھ لی تھیں۔ ہتھیار بھی تھے اور گوکلہ کا نائب سلاسی ہمیں بستی کے اس سرے تک چھوڑنے آیا تھا جس کے بعد طویل و عریض میدان شروع ہو جایا کرتے تھے۔

یہ میدان سرسبز گھاس، درختوں اور پھولوں سے لدے ہوئے تھے یوں بھی میں تمہیں بتا چکا ہوں پروفیسر کہ زمین پر تم اس طلسم کا تصور بھی نہیں کر سکتے جو میں نے تحت الثریٰ میں دیکھا۔ چشمہ کے متعلق تم نے اور تمہاری بیٹی نے سوال کیا تھا، تو میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں نے وہاں ایسا کوئی چشمہ نہیں دیکھا اور نہ ہی اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ تمہارے اپنے عقیدے کے مطابق اس کا کوئی وجود ہوگا لیکن میں اس سے آج تک ناواقف رہا ہوں۔ نہ میں نے اس چشمے سے پانی پیا ہے اور نہ ہی میں نے کسی سے اس کے بارے میں سنا ہے۔ ہاں تحت الثریٰ کے لوگوں کی طویل العمری کا راز اگر وہاں کا پانی تھا تو میں تمہاری بات کو اس انداز میں تسلیم کئے لیتا ہوں، بہر حال میں اور گوکلہ سفر کر رہے تھے۔

ہم جن راستوں سے جا رہے تھے وہاں چاروں طرف حسین مناظر بکھرے پڑے تھے، کہیں سرسبز میدان تھے، کہیں برف پوش پہاڑ، کہیں

درختوں کا سلسلہ، جو ختم ہونے کو نہ آ رہا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ زمین کے اس طبق پر ہریالی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ چنانچہ ہم سفر کرتے رہے۔

''ایک بات تم سے پوچھوں پھر مداخلت کر رہی ہوں جس کی معافی چاہتی ہوں۔'' فرزانہ نے اچانک کہا اور ایک لمحے کے لئے پھر وہی سکوت طاری ہو گیا جو اس قسم کے سوالات پر اکثر ہو جایا کرتا تھا۔

وہ شاید اس حسین دنیا سے واپسی پر اپنے آپ کو اجنبی اجنبی سا محسوس کر رہا تھا۔ چند لمحے وہ کھوئی کھوئی نگاہوں سے فرزانہ کو دیکھتا رہا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''ہاں مجھے تعجب تھا کہ بہت دیر سے تم نے کوئی سوال نہیں کیا.....'' اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''سوال بے حد اہم ہے۔'' فرزانہ نے کہا۔

''یقیناً ہوگا۔''

''تم اس دنیا میں کتنے عرصے رہے؟''

''ایک طویل عرصہ۔''

''کیا تم اس طویل عرصے کے ماہ و سال بتا سکتے ہو؟''

''نہیں..... میں ماہ و سال کا تعین نہیں کر سکتا لیکن ہم اسے ایک طویل ترین عرصہ کہہ سکتے ہیں۔ میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں نے وہاں زندگی کس طرح گزاری اور کیا کچھ دیکھا..... لیکن اگر تم اس عرصہ کا تعین کر سکتی ہو تو یہ سمجھ لو کہ وہاں میں نے صدیاں گزاریں۔''

''اوہ..... اتنا طویل عرصہ۔''

''ہاں۔''

''اور ایک ہی جگہ۔''

''ہاں۔''

''تو کیا تم اس کے بارے میں بتانا پسند کرو گے۔''

''ہاں۔ میں تمہیں بتا دوں گا اس بارے میں۔''

''ٹھیک ہے۔ میری مراد صرف یہی ہے کہ زمین پر ہم جس قدر خشکی اور پانی کا تعین کر سکے ہیں وہ یہ ہے کہ اس دنیا میں تین حصہ سمندر ہے اور ایک حصہ خشکی۔ تحت الثریٰ میں کیا سمندر موجود تھا؟''

''ہاں۔ بالکل اسی طرح جیسے تمہاری زمین پر۔''

''کیا اس کا حجم بھی اتنا ہی تھا؟''

''میں نہیں سمجھا فرزانہ۔''

''میرا مقصد ہے کہ اگر ہم اسے تقسیم کریں تو تین اور ایک کا فرق کیا وہاں بھی نمایاں تھا؟''

''یہ میں نہیں کہہ سکتا خاتون۔ لیکن وہاں بھی طویل ترین سمندر تھے جن کے راستے لمبے لمبے سفر ہوا کرتے تھے۔ اور جہاں تک زمین کا مسئلہ ہے میرے خیال میں وہاں کی زمین اس زمین سے کسی بھی طور کم نہیں تھی۔''

''بس میں یہی معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہاں کی زمین محدود تو نہیں تھی، اس میں اتنی وسعتیں تھیں جتنی کہ ہمارے ہاں ہیں۔''

''یقیناً بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہی۔''

''اوہ۔ اس کا مقصد ہے کہ تم نے تو وہاں بہت کچھ دیکھا ہوگا خاص طور سے اس صورت میں جب کہ تم نے اتنا طویل عرصہ وہاں گزارا۔''

''ہاں۔ وہاں میں نے بہت کچھ دیکھا جس کے بارے میں، میں تمہیں بعد میں بتاؤں گا۔''

''ٹھیک ہے۔'' پروفیسر خاور نے درمیان میں دخل دیا۔

''تو میں کہہ رہا تھا پروفیسر کہ ہم سفر کرتے رہے۔ حسین ترین مناظر چشمے، آبشار، وہ سب کچھ جس کا ہم اس دنیا میں تصور کرتے ہیں۔ وہاں پر بھی موجود تھا لیکن اس کا حسن اس دنیا سے کہیں زیادہ تھا۔

بالآخر میں یہی بات کہوں گا کہ ماہ و سال کا تعین تو میں نہیں کر سکتا کیونکہ وہاں نہ تو دن کا تعین تھا اور نہ رات کا، موسم اور روشنی وہاں ہمیشہ یکساں رہتے تھے۔ لیکن اپنے طور پر میں کچھ اندازے لگا لیا کرتا تھا۔

میں یہ اندازے لگانے میں ماہر تھا کہ ہم کتنا سفر طے کر چکے ہیں اور اپنے اندازے کے مطابق چوتھے روز ہم ایک ایسے میدان میں داخل ہو گئے جہاں سے میدانوں پر برف شروع ہو گئی تھی۔ یہاں آگے سبزہ نہیں تھا۔ یا ہو گا لیکن برف نے سبزے کو ڈھک لیا تھا۔ یہاں کہیں کہیں برف میں سیاہ دھبے نظر آ جاتے تھے جو دور سے سیاہ معلوم ہوتے تھے لیکن نزدیک پہنچنے پر ان میں چھپا ہوا سبزہ صاف نظر آ جاتا تھا۔ جس کا مقصد تھا کہ برف نے اس علاقے کو ڈھک لیا ہے۔ برف کا یہ حسین علاقہ اتنا حسین تھا کہ میں اسے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ چاروں طرف روئی کے اونچے اونچے پہاڑ تھے، کھلے کھلے میدان تھے۔ برف پیروں کے نیچے آ رہی تھی کہیں برف نرم تھی اور کہیں وہ سخت۔

گھوڑے البتہ وہاں ہمارا ساتھ نہ دے سکے اور گوکلہ نے ایک گہری سانس لے کر گھوڑے روک دیئے۔

کیا بات ہے گوکلہ؟''

''بس کاش یہاں سے ہمیں پیدل سفر کرنا ہے۔''

''اوہ۔ ٹھیک ہے لیکن گھوڑوں کو کہاں چھوڑ دگی۔''

''بس یہیں۔ گھوڑے سمجھدار ہیں، برف کے میدانوں میں داخل ہونے کی بجائے وہ سبز میدانوں میں گھومنا پسند کریں گے۔''

''لیکن اس کے بعد گوکلہ؟''

''اس کے بعد علم کا سفر شروع ہوگا۔''

''اوہو۔ ہاں میں سمجھتا ہوں کہ تم گھوڑوں کی محتاج نہیں ہو۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور گوکلا بھی مسکرانے لگی۔

''لیکن گوکلہ یہاں سے وہ جگہ کتنی دور ہے جہاں ہمیں استاد اعظم سلانوس سے ملاقات کرنا ہے؟''

''سلانوس کے بارے میں، میں تمہیں اتنا بتا دوں کاس کہ وہ بیکراں ہے، وہ سمندر ہے۔ اس کے سانسوں کی آوازیں زمین کے چپے چپے پر سنی جاسکتی ہے۔ اس کے علم کی عظمت کا یوشنا بھی قائل ہے بلکہ یوشنا نے بھی اس کی خدمت میں حاضر ہونے کی کوشش کی تھی لیکن نجانے کیوں عظیم سلانوس اسے ناپسند کرتا ہے۔ وہ جانتا تھا کہ یوشنا جس علم کے لئے اس کے پاس آیا تھا اور سلانوس اسے وہ علم نہیں دینا چاہتا تھا۔

لیکن کاس یہ زمین محدود نہیں ہے یہاں علوم کا ایک لامتناہی سمندر ہے جس کا سلسلہ غیر محدود ہے۔ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ کچھ ایسی آوازیں جو سمجھ میں نہ آنے والی ہیں کس کی ہیں۔ کون ہے وہ۔ جو علم کے سمندر کا ایک عظیم پھیلاؤ ہے اور اس زمین کے چپے چپے پر اس کی سانسیں حکمران ہیں۔

ہاں وہ خوابگاہ میں ہیں ایک نام رکھتے ہیں، ایک حیثیت رکھتے ہیں۔ شخصیت آشنا ہوتے ہیں وہ لوگوں کے لئے جیسے کہ سلانوس۔

لیکن یوشنا نے جن لوگوں سے تعلیم لی وہ بھی عظیم ہیں اور بلاشبہ وہ بھی علم کے سمندر ہیں۔ ان کا بھی علم محدود نہیں ہے ورنہ یوشنا اس پوری سرزمین کا کاس نہ ہوتا۔ تو میں تمہیں یہی بتا رہی تھی کہ سلانوس لامحدود ہے ہم اسے وہاں اس محل میں بھی آواز دے سکتے تھے اور اسے ہم یہاں بھی پکار سکتے ہیں۔ لیکن یہ دوسری بات کہ وہ اس آواز پر توجہ نہ دیتا ہاں جس جگہ اس نے مجھے تعلیم دی تھی اور جس جگہ پہنچ کر اسے پکارنا میرا فرض تھا میں وہیں پر آ گئی ہوں اور وہ جگہ برف کی یہ وادی ہی ہے۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ سلانوس اعظم درخت کی گہرائیوں میں سوتا ہے اسکی عبادت گاہ یا یوں کہوں کہ اس کی علم گاہ انہی درخت پوش پہاڑوں کے نیچے ہے اور وہ وہیں سکون محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ وہ دنیا کے ہنگاموں سے کنارہ کش ہو چکا ہے اس نے اپنی زندگی علوم کے حصول میں وقف کر دی ہے۔ وہ جو خوش نصیب ہوتے ہیں اگر اس تک پہنچ جائیں اور وہ اپنے علم کے سمندر کے کچھ قطرے انہیں دے دے تو ان کی نصیب جاگ اٹھتے ہیں۔ اب یہ میری اپنی تقدیر کی بات ہے کہ میں اسے اس بات پر آمادہ کر سکوں کہ جس مقصد کے تحت میں اس کے پاس آئی تھی وہ پورا نہیں ہو سکا اور مجھے مزید کچھ قوتوں کی ضرورت ہے، یہ قوتیں اگر مجھے میرے کاس کی شکل میں مل جائیں تب بھی مجھے اعتراض نہیں ہے کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ میں تنہا ہی ان قوتوں کی مالک ہوں۔

پورنا تم مجھے دل سے پسند آئے ہو۔ اور میں یہی چاہتی ہوں کہ تم بھی لامحدود قوتوں کے مالک بنو۔ تمہاری جسمانی قوتیں جس وجہ سے بھی ہوں۔ تمہارا علم جو میرے نزدیک ایک پراسرار علم ہے یا پھر جو کچھ تم نے کہا اسے ہی صحیح مان کر بھی میں تمہیں بے پناہ پسند کرتی ہوں اور میری خواہش یہی ہے کہ تم جو میری زندگی میں ایک بہترین معاون ثابت ہوئے ہو میری معیت میں کچھ اور حاصل کرو۔ وہ جو میری خواہش بھی ہے اور وہ جو تمہیں بہت کچھ دے سکتا ہے۔

سو ہم کچھ اور آگے بڑھیں گے اور اس کے بعد میں اپنی تمام تر آرزوؤں کے ساتھ سلانوس کو پکاروں گی اور اپنی تقدیر کو کسوٹی پر پرکھوں گی کہ اگر وہ ہماری آواز کی پکار میں ہم تک پہنچتا ہے تو کامیابی ہمارا مقدر ہے۔''

جو کچھ گوکلہ نے مجھ سے کہا تھا وہ میرے لئے بے حد حیرت انگیز تھا۔ درخت کے نیچے کی دنیا میرے لئے بہت دلکش تھی اور میں سوچ رہا تھا

کہ یہ سلانوس اعظم کون ہے۔ میری دلی خواہش تھی پروفیسر کہ اس زمین پر مجھے اپنی نسل کا کوئی فرد مل جائے۔ ایک آدمی مجھے ایسا ضرور مل جائے جس سے میں پوچھوں۔

کہ زندگی کا یہ رخ کون سا ہے جس پر میں گامزن ہوں۔ اس دنیا کو میرے انداز میں دیکھ کر اس کے بارے میں کیا فیصلہ کیا ہے یا نہیں کیا۔ تم یقین کرو پروفیسر کہ کبھی کبھی تو میں خود اپنی نگاہوں میں ایک معمہ بن جاتا ہوں۔ میں سوچتا ہوں کہ میں دنیا کے تمام انسانوں سے مختلف کیوں رہا۔ کون سی خصوصیت تھی مجھ میں؟ لیکن جو کچھ میرے اندر ہے، تھا، رہے گا۔ وہ میں تمہیں بتا چکا ہوں اس سے مختلف کوئی بات نہیں تھی...... ہم برف کے اس وسیع ترین میدان میں آگے بڑھتے رہے اور پھر ایک جگہ پہنچ کر گوکلہ رک گئی۔

میری نگاہوں نے اس کا جائزہ لیا اور میں سمجھ گیا کہ یہ اس کی منزل ہے۔ یہاں سے اسے یا تو ناکام واپس لوٹنا تھا یا پھر کامرانی کی بلندیوں پر چڑھنا تھا۔

گوکلہ رک گئی اور میں بھی رک گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے میری جانب دیکھا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے بولی۔

''کاش تم مجھ سے اتنی دور چلے جاؤ کہ میں تمہیں ایک چھوٹی سے نقطے کی مانند نظر آؤں۔ اس سے زیادہ تمہیں کچھ احساس نہ ہو۔''

''گوکلہ میں تمہیں اپنی قوتوں کے بارے میں بتا تا رہا ہوں۔ اگر تم مجھے اتنی دور چلے جانے کے لئے کہو گی کہ تم مجھے ایک نقطے کی مانند نظر آؤ تو اس کے لئے مجھے شاید اپنی دنیا ہی میں واپس جانا پڑے گا۔'' میں نے کہا۔

''میں نہیں سمجھی؟'' گوکلہ بولی۔

''تم اس برف کے میدان کے آخری سرے پر چلی جاؤ گوکلہ میں وہاں بھی تمہیں اسی انداز میں دیکھ سکوں گا جتنا یہاں اپنے قریب دیکھ رہا ہوں۔''

''سچ۔'' گوکلہ نے حیرت سے کہا۔

''ہاں میری آنکھوں کی بینائی لامحدود ہے گوکلہ۔'' میں نے جواب دیا۔

''میں کچھ نہ کہوں گی کاش۔ میں کچھ نہ کہوں گی۔ تم جو کچھ ہو، جس حد تک ہو وہ سب میرے لئے بڑا تعجب خیز ہے۔ خاص طور سے اس وقت جب تم کہتے ہو کہ تمہارے پاس وہ فن نہیں ہے جسے ہم جادو کہتے ہیں۔ ہاں اگر تم یہ کہتے کہ تمہارا جادو ہمارے جادو سے بے پناہ مختلف ہے اور زمین پر تم نے ایسے علوم سیکھے ہیں جو تحت الثریٰ میں رہنے والوں کے لئے تعجب خیز ہیں۔ تو شاید مجھے اتنی حیرت نہ ہوتی۔ لیکن تم صرف یہ کہتے ہو کہ تمہاری ذہنی اور جسمانی قوتیں ہی اس قدر ہیں کہ تمہیں تمام علوم پر سبقت حاصل ہے۔ تو وہ بات مجھے سخت متحیرانہ کر دیتی ہے بہر صورت میرے کہنے کا مقصد صرف یہ تھا کہ اب جب میں اپنے استاد سلانوس کو آواز دوں گی تو یہاں خاصا ہنگامہ ہوگا۔ خاصا شور ہوگا اور میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ سلانوس غضبناک ہو کر میرے سامنے آئے کیونکہ میں اسے اس کی نیند سے جگاؤں گی...... تو وہ تمہیں دیکھے اور تمہیں دیکھنے کے بعد اس کے ذہن میں کوئی اور بات پیدا نہ ہو جائے۔ یہ باتیں مجھے پریشان کرتی ہیں۔''

''مجھ خود سے کچھ فاصلے پر رہنے دے گوکلہ۔ میں برف کے کسی تودے کی آڑ میں ہو جاؤں گا اور اس کے بعد تو اپنا کام کر اور بس اس سے

زیادہ میرے بارے میں نہ سوچ۔'' میں نے کہا۔

''جیسی تمہاری مرضی کاس۔'' گوکلہ نے کہا اور میں نے اسے چھوڑ دیا..... میں اس سے کافی دور نکل آیا۔ اور پھر پہاڑ کے ایک بڑے تودے کی آڑ میں رک کر میں نے گوکلہ کو دیکھا۔

گوکلہ نے میری جانب سے توجہ چھوڑ دی تھی۔ اب وہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑا رہی تھی اور اس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آسمان کی جانب اٹھی ہوئی تھیں۔ کبھی کبھی یہ انگلیاں مڑتیں اور پھر سیدھی ہو جاتیں۔ پھر اس کے حلق سے ایک تیز آواز نکلی۔

''سلانوس۔'' بلاشبہ یہ آواز اتنی خوفناک اور اتنی شدید تھی کہ قرب وجوار سے برف کے ذرات اڑنے لگے اور پوری وادی اس آواز سے تھرا گئی۔ اس آواز میں اتنی شدت تھی کہ میرے کانوں کے پردے پھٹنے لگے ..... ماحول کی دلچسپی کو تو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا پروفیسر۔

گوکلہ نے تین آوازیں دیں اور برف کے ذرات فضا میں اس قدر منتشر ہو گئے کہ فضا میں کہر چھا گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ آواز کا یہ کون سا جادو تھا جس نے برف کو متزلزل کر دیا تھا۔

ہاں تھوڑی ہی دیر کے بعد البتہ ایک جگہ سے میں نے اس انداز میں دھواں سا اٹھتے دیکھا جیسے آتش فشاں پھٹ رہا ہو اور اس سے لاوا بہہ رہا ہو۔ لیکن یہ لاوا برف کا لاوا تھا۔ برف کے ذرات زمین سے بلند ہوتے جا رہے تھے اور پھر وہ اتنی بلندی پر پہنچ گئے کہ حیرت ہوتی تھی۔

برف کا ایک اور پہاڑ نمودار ہو گیا تھا جو ذرات کی شکل میں تھا۔ پھر یہ ذرات آہستہ آہستہ زمین پر بیٹھنے لگے۔ اور چند ساعت بعد جب ذرات کا دھواں چھٹا تو میں نے ایک انتہائی طویل القامت بوڑھے کو دیکھا۔

اتنا طویل القامت جس کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ گوکلہ اس کے قدموں کے نزدیک ایک ننھی سی بچی محسوس ہو رہی تھی۔ بوڑھا جو برف کا بنا ہوا معلوم ہوتا تھا اپنی برفیلی نگاہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے نیچے نگاہ کی اور گوکلہ کو دیکھا۔ چند ساعت وہ اسے دیکھتا رہا تھا۔ پھر اس کا حجم کم ہونے لگا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ پوری طرح انسانی شکل میں آ گیا۔

گو میں ان دونوں سے مناسب فاصلے پر تھا لیکن ان کی آواز سن سکتا تھا۔ ان کی حرکات دیکھ سکتا تھا۔ گوکلہ نے سر جھکا لیا تھا تب برف کے بوڑھے کی آواز ابھری۔

''کون ہے تو؟''

''گوکلہ ہوں سلانوس۔ تیرے قدموں میں ایک طویل عرصہ گزار چکی ہوں۔'' گوکلہ نے جواب دیا۔

''تب تو یہ جانتی ہو گی کہ میں اپنے نیند و آرام میں دخل اندازی پسند نہیں کرتا۔'' سلانوس نے کہا۔

''میں جانتی ہوں سلانوس۔'' گوکلہ نے جواب دیا۔

''اس کے باوجود تو نے مجھے ان آوازوں میں پکارا جو میری نیند میں خلل انداز ہوتی ہیں اور ان آوازوں سے کوئی اجنبی واقف نہیں لیکن تو نے ان سے فائدہ اٹھایا جو تجھے میری بتائی ہوئی تھیں۔''

''ہاں سلانوس۔'' گوکلہ نے صاف لہجے میں کہا۔

''تب یقیناً کوئی ایسی ہی بات ہوگی جس کے لئے تجھے یقین ہوگا کہ میں اسے سن کر اپنی نیند میں خلل اندازی پر ناراض نہیں ہوں گا۔''

''نہیں سلانوس تو طاقت اور عظمت کا دیوتا ہے۔ تیرے پاس قوتیں ہیں جو تجھے عام کاموں سے مبرا کرتی ہیں۔ لیکن وہ جن کے پاس قوتیں نہیں ہیں وہ کہاں جائیں۔ اگر وہ اپنی الجھنیں اپنی پریشانیاں لے کر تیرے پاس آتے ہیں تو اس لئے کہ وہ تجھ پر مان رکھتے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ سلانوس انہیں مایوس نہیں کرے گا۔'' گوکلہ نے جواب دیا۔

''لیکن سلانوس کسی کا پابند نہیں ہے کہ جب کوئی اسے پکارے وہ اس کی خدمت میں پہنچ جائے۔''

''میں یہ بھی جانتی ہوں عظیم سلانوس لیکن صرف یہ بتا کہ میری الجھن مجھے کہاں لے جاتی۔ کیونکہ میرے پاس جو کچھ ہے وہ تیرا رہین منت ہے اس صورت میں، میں تیرے پاس نہ آتی تو کہاں جاتی۔''

''تو کس الجھن میں گرفتار ہے گوکلہ۔''

''سلانوس تو نے میری جانب سے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔ تو ابھی تک نیند میں گم ہے۔ اس لئے نہ تو نے مجھے پہچانا اور نہ ہی میرے بارے میں سوچا اور میں یہ سوچ بھی نہیں سکتی کہ سلانوس ان لوگوں سے کوئی سوال کرے گا جو اس کی بارگاہ میں صرف اس لئے حاضر ہوتے ہیں کہ اس سے امداد چاہیں۔ سلانوس کا علم لامحدود ہے اور سلانوس کی قوتیں بھی لامحدود ہیں اور لامحدود قوتوں کا مالک اپنی قوتیں سمیٹے برف کی گہرائیوں میں پوشیدہ ہے اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ وہ حکمران ہے اور جو لوگ اس کے مقابل آئیں گے اس سے شکست کھائیں گے۔ نیند کی یہ سیری اسے وسعت بخشتی ہے اور وہ اپنی دنیا میں مگن رہتا ہے لیکن وہ جو اس کے طالب ہوں آخرکار اس کے پاس تو پہنچیں گے ہی۔ ظاہر ہے انہیں سلانوس کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ سلانوس کے غلام ہوتے ہیں۔''

سلانوس چند ساعت خاموش رہا۔ پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور گوکلہ سے مخاطب ہو کر بولا۔ ''تیرے ساتھ اور کون ہے؟''

''عظیم سلانوس کی قوتیں جاگ رہی ہیں؟'' گوکلہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور سلانوس کے چہرے پر تمکنت پیدا ہوگئی۔

''اسے آواز دے۔''

''جو حکم سلانوس۔'' گوکلہ نے کہا..... اور مجھے آواز دی۔

''کاس۔ سامنے آجاؤ''

اور میں برف کے تودے سے باہر نکل آیا۔ میں گوکلہ اور سلانوس کی ساری باتیں سن چکا تھا۔

سلانوس نے اپنی سرد نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ دیکھتا رہا اور پھر یوں محسوس ہوا جیسے اس کی آنکھوں میں روشنیاں جاگ اٹھی ہوں۔ اس کی نگاہوں میں دلچسپی پیدا ہوگئی تھی۔ اس نے مجھے سر سے پاؤں تک بغور دیکھا اور پھر آہستہ سے مسکرایا بھی۔

میں بوڑھے سلانوس کے کچھ کہنے کا انتظار کرتا رہا تھا۔ جب بوڑھا میرا بغور جائزہ لے چکا تو گوکلہ سے مخاطب ہوا۔

''واہ۔انوکھا انسان ہے۔گوکلہ یہ کون ہے؟''

''عظیم سلانوس۔اس نے اپنا نام پورنا بتایا ہے لیکن چھوٹی چھوٹی تو توں کے ساتھ میں اسے کاس تسلیم کر چکی ہوں۔''

''صرف کاس۔'' سلانوس نے استہزائیہ انداز میں کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

سلانوس کے لہجے میں کوئی ایسی ہی بات تھی جس نے مجھے چونکنے پر مجبور کر دیا تھا تاہم میں نے کوئی ردعمل ظاہر نہ کیا۔ حالانکہ میرے ذہن میں بھی بہت سے سوالات مچل رہے تھے لیکن میں صرف انہیں ہی دیکھتا رہا تھا۔

''میں نہیں سمجھی سلانوس۔''

''تو سمجھے گی بھی نہیں گوکلہ۔ابھی تیرا علم محدود ہے۔'' سلانوس نے کہا اور پھر میری جانب دیکھ کر بولا۔

''کاس۔صرف کاس۔خوب۔ یقیناً تجھے اپنی اس توہین پر غصہ آنا چاہئے تھا لیکن تو بڑا سرد مزاج ہے۔ شاید اس برف کی مانند اور یہ بھی ممکن ہے کہ شاید تو نے زندگی کا طویل حصہ برف کے نیچے گزارا ہو۔ بہرحال میں پہلے گوکلا سے بات کرلوں پھر تجھ سے تفصیلی گفتگو کروں گا۔''

باعلم بوڑھے کی یہ گفتگو میرے لئے خاصی سنسنی خیز تھی اس نے جس انداز میں حجاب اور جھجھکے بغیر میرے بارے میں تبصرہ کیا تھا اس نے مجھے چونکا دیا تھا۔ چنانچہ میں اس کی بات میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو گیا تھا۔ تب سلانوس گوکلا کی جانب متوجہ ہو کر بولا۔

''کیا تو برف کی گہرائیوں کے مسکن تک جانا پسند کرے گی۔''

''عظیم سلانوس۔اپنی اس خادمہ سے سوال نہ کرو۔ اسے صرف حکم دو۔ کیا میں اس قابل ہوں کہ دوبارہ عظمت کی اس درس گاہ تک پہنچ سکوں؟''

''ہاں گوکلا تو نے مجھے آواز دی تھی اور میں اپنی نیند، اپنے سکون میں مداخلت پسند نہیں کرتا۔ تو نے جو الفاظ کہہ کر مجھے متاثر کرنے کی کوشش کی وہ تاثر انگیز ضرور تھے لیکن اس کے باوجود وہ مجھے مطمئن نہیں کر سکے تھے لیکن تمہارے ساتھ جو ہے اسے دیکھنے کے بعد میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ آؤ.....آؤ''۔

بوڑھا آگے بڑھ گیا۔ گوکلہ میری طرف دیکھ کر مسکرائی اور پھر ہم دونوں بوڑھے کے پیچھے چل پڑے۔ زیادہ نہیں چلنا پڑا۔ بوڑھا برف کی زمین کے ایک غار کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر وہ غار کی گہرائیوں میں اترنے لگا۔ یہاں بھی سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں لیکن ہم زیادہ گہرائیوں میں نہیں گئے۔

یہ ایک عظیم الشان غار تھا۔ لاانتہا وسیع اور کشادہ۔ لیکن یہاں بے انتہا چیزیں پڑی ہوئی تھیں۔ انوکھی چیزیں۔ ان میں زمانہ قدیم کے ان جانوروں کے عظیم الشان ڈھانچے بھی موجود تھے جواب مفقود ہیں۔ بڑی بڑی مچھلیوں کے اجسام بھی تھے۔ انسانی ڈھانچوں کی تعداد بھی کافی تھی۔ بڑے بڑے مرتبان بھی رکھے ہوئے تھے۔ ایک جگہ حوض میں زندہ مچھلیاں بھی تیر رہی تھیں۔ مصنوعی درخت بھی تھے۔ سب سے حیرت انگیز وہ درخت تھے جو غار میں مخصوص طور سے لگائے گئے تھے اور ان پر پھل لٹک رہے تھے حالانکہ یہاں دھوپ وغیرہ کا کوئی گزر نہیں تھا۔

غرض دیکھنے کے قابل جگہ تھی اور میں اسے دیکھ رہا تھا اور بوڑھا میری صورت دیکھ رہا تھا۔ گویا ہم دونوں ایک دوسرے کو پہچاننے کی کوشش کر رہے تھے پھر میری نگاہیں بوڑھے سے ملیں اور وہ مسکرایا۔

''میں اپنی اس مختصری دنیا میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں کاس۔'' اس نے کہا۔

''اور میں تمہاری اس توجہ کا شکر گزار ہوں۔''

''میری توجہ نہیں کاس میری توجہ بے مقصد نہیں ہے۔ میرا علم میرے ذہن میں ٹھوکریں مار رہا ہے اور میرے علم نے کبھی مجھے دھوکا نہیں دیا۔''

''شاید۔'' میں نے آہستہ سے کہا۔

''بہرحال ہم پہلے اس کی سنیں گے۔ میں اسے پہچان گیا ہوں، ہاں گوکلہ مجھے یاد آ گیا ہے کہ میں نے تجھے علم دیا تھا لیکن اس وقت تیرے سینے میں انتقام کی آگ روشن تھی۔''

''یہ آگ آج بھی سلگ رہی ہے سلانوس۔''

''کیا تو اپنا انتقام نہیں لے سکی۔''

''نہیں مقدس سلانوس۔ تو نے گوکلہ کو وہ علم نہیں دیا جو یوشنا کے مقابلے پر برتر ثابت ہو سکے۔''

''اس کی وجہ میں نے تجھے بتائی تھی گوکلہ۔ علم انسان کو صلاحیت بخشتا ہے، قدرت بخشتا ہے لیکن وہ جو قادر ہو جائیں موم کی مانند ہو جاتے ہیں اور جب وہ پتھروں کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں تو زمین پگھل جاتی ہے۔ کھیتیاں اجڑ جاتی ہیں، سرخی بکھر جاتی ہے۔ اگر تیرا علم تجھے موم بنا دیتا تو اس کے حصول میں کہیں آگے ہوتی۔''

''لیکن جس کا مقصد حیات انتقام ہو تو.....'' گوکلا نے کہا۔

''تو طلسم اس سے بھاگتا ہے۔''

''لیکن تو کان کھول کر سن لے سلانوس۔ میں یوشنا سے انتقام کی قوت تجھ سے حاصل کروں گی اگر تو مجھے اس غار سے باہر پھینک دے گا تو میں تجھے چیخ چیخ کر پکارتی رہوں گی۔ اور اس برف میں فنا ہو جاؤں گی۔ میں تجھ سے فتح لے کر جاؤں گی سلانوس، یا موت۔'' گوکلا کا چہرہ تمتمانے لگا اور سلانوس ہنس پڑا۔

''ضدی بچے پیارے لگتے ہیں۔ تیرا کیا خیال ہے صدیوں کے تجربہ کار۔'' اس نے میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا لیکن اس نے جس نام سے مجھے پکارا تھا اس نے میرے احساس کو یقین کی شکل دے دی۔ بوڑھا دانشور بلاشبہ اپنے علم میں ان تمام لوگوں سے آگے تھا جو اب تک مجھے مل چکے تھے اور میں تو ہمیشہ باعلم لوگوں کی قدر کرتا رہا ہوں۔

سومیرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''ہاں تیرا خیال درست ہے سلانوس۔''

''لیکن میں اس ضدی بچی کا کیا کروں؟''

''بچوں کی ضد پوری کرنا ہی پڑتی ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن علم تو دلوں کو وسعت دیتا ہے۔ طاقت کی دنیا تو محبت کا مسکن ہوتی ہے۔ میں اس کے انتقام کی تکمیل کے لئے اسے وہ کچھ کیسے دے

دوں جس کی یہ اہل نہیں ہوگی۔''

''میں خود کچھ نہیں مانگ رہی سلانوس۔ اگر تیرا خیال ہے کہ میں تیرے دیئے ہوئے علم کو اس انتقام کے بعد بھی ناجائز طور پر استعمال کروں گی تو اس کے لئے میری ایک تجویز ہے۔'' گوکلا نے کہا۔

''کیا؟'' سلانوس نے کہا۔

''مقدس سلانوس۔ اس نے اپنا نام پورا بتایا ہے۔ اس نے اپنے بارے میں عجیب و غریب باتیں بتائی ہیں۔ اور متحیر کن بات یہ ہے کہ یہ جو کچھ کہتا ہے وہ کر دکھاتا ہے۔ اس کے علوم منفرد ہیں۔ ہاں میں نے اسے دیوار طلسم شکن کے نیچے سے نکال کر آگ میں جھونک دیا لیکن آگ نے اسے اور روشن کر دیا اور مقدس سلانوس۔ تو جانتا ہے کہ آگ سارے طلسم توڑ دیتی ہے لیکن اس کی قوتیں بحال رہیں۔ یوشنا نے اپنے خادم فلوس کو قوتیں دیں اور مجھے فنا کرنے کے لئے کہا لیکن اس نے اپنے ہاتھوں سے فلوس کو ختم کر دیا۔ اس کے باوجود یوشنا سے مقابلے کے لئے میں اسے مکمل نہیں پاتی۔ میں چاہتی ہوں کہ تو اسے وہ قوتیں عطا کر دے کہ میری جانب سے یہ یوشنا کو للکارے اور اسے شکست دے۔''

''اوہ۔ تو قوتیں اس کے لئے چاہتی ہے؟''

تب اس نے میرا بازو پکڑ کر مجھے گھسیٹ لیا اور تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔ اور ایک بار پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''میرے علم نے میری آنکھوں کو جو بینائی بخشی ہے ان کے تحت اکثر اوقات میرے اندازے غلط نہیں نکلتے۔ تیری تحریر میرے علم میں اضافہ بنے گی۔''

''میری تحریر۔'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔ تو صدیوں کی پراسرار کتاب ہے۔ میرا علم بھی یہی بتاتا ہے اور تیرے اندر نہ جانے کیا کیا چھپا ہوا ہے میں ان رازوں میں اسے تلاش کر لوں گا۔''

''تب میں تجھے یہ کتاب پڑھنے کی دعوت دیتا ہوں۔''

''میں تیرا شکر گزار ہوں۔ آ۔ اب میں تجھے سرد زاویئے سے روشناس کراؤں۔ اس طرف آ۔'' اس نے کہا اور مجھے پھر ایک طرف کھڑا کر دیا۔ خود وہ ان زاویوں سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا اور میرے بدن میں سرد لہریں دوڑنے لگیں۔ بلاشبہ یہ سردی نقطہ انجماد سے ہزار گنا زیادہ تھی۔ میری جگہ اگر کوئی دوسرا ہوتا تو اس کی رگوں میں خون جم کر پتھر ہو جاتا لیکن میرے بدن کو یہ شدت برداشت کرنے کی عادت تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں سے بھی ہٹ گیا۔ تب اس نے مجھے بہت سے زاویئے دکھائے اور اس کا یہ دانش کدہ تو درحقیقت ایسا تھا پروفیسر کہ دل چاہا کہ بوڑھے کی زندگی کی کتاب یہیں بند کر دوں اور اس پر قبضہ جما لوں لیکن کسی ایسے صاحب علم کا قتل میرے ہاتھوں کبھی نہیں ہو سکتا تھا۔

''میرے دل میں، ذہن میں بے شمار سوالات ہیں جو میں تجھ سے کرنا چاہتا ہوں اور بدبختی سے میں ان کی ترتیب درست نہیں کر پا رہا لیکن اس کے بغیر میں تجھ سے سوالات بھی نہیں کر سکتا۔ تو نے اس دانش کدے کو دیکھا۔ کیسا پایا؟''

''ایسا کہ اس سے قبل کسی ایسی جگہ کا تصور بھی نہیں کیا تھا۔''

''میں نے جس انداز میں اسے تعمیر کیا ہے ابھی اس کے بہت سے پہلو پوشیدہ ہیں لیکن تو نے یہ بھی دیکھا کہ میں نے تجھے شدید آگ اور سردی میں کس طرح دھکیل دیا۔ حالانکہ میں تیری موت نہیں چاہتا تھا۔''

''اس سلسلہ میں کیا کہو گے۔''

''علم کا اعتماد۔''

''چلو ٹھیک ہے۔ میں نے یہ بھی تسلیم کر لیا اور تمہارے اس دانش کدے کو بھی برتر واعلیٰ سمجھتا ہوں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تم وہ کہو جو کہنا چاہتے ہو۔''

''تب یہاں سے چلو نشست گاہ میں بیٹھ کر گفتگو ہوگی۔''

''چلو۔'' میں نے کہا اور ہم اس عجیب وغریب جگہ سے باہر آ گئے۔ میں تو اب اس بوڑھے کا عاشق ہو گیا تھا۔ بلاشبہ اس کا علم بے پناہ تھا اور اس نے جو کچھ کیا تھا وہ بہت خوب تھا۔ ایک دوسری جگہ ہم دونوں آ کر بیٹھ گئے۔

''پہلے میں تم سے ایک سوال کرتا ہوں۔'' سلانوس نے کہا۔

''ضرور۔''

''گوکلہ کے لئے تم کس قدر سنجیدہ ہو؟''

''اس کی خواہشات پوری ہونا چاہئیں۔''

''ہاں۔ یوشنا بلاشبہ بے پناہ پراسرار قوتوں کا مالک ہے۔ لیکن اس کے باوجود وہ بہتر نہیں ہے۔ اسے اپنی طاقت پر ناز ہے اور اس طاقت کے ساتھ وہ انصاف نہیں کرتا۔ ایک زمانے میں وہ میرے پاس بھی حصول علم کے لئے آیا تھا لیکن میں نے اس سے معذرت کر لی۔ میں اپنا علم غلط استعمال کے لئے نہیں دے سکتا تھا۔ لیکن گوکلہ بھی انتقام کی دیوانی ہے۔ خیر ایک بات اور بتاؤ۔ جب تم اس کی مدد کرنا چاہتے ہو تو پھر تم اسے یہاں کیوں لائے؟''

''خود اس کی خواہش تھی۔''

''کیا مطلب؟''

''میں نے یوشنا کے پہلے ہرکارے فلوس کا خاتمہ کر دیا لیکن میں نے گوکلہ کو یہ بات بتا دی تھی کہ میں نے اسے علم کی نہیں جسم کی قوتوں سے ختم کیا ہے اور ان قوتوں کے بارے میں، میں اسے بہت ثبوت دے چکا تھا چنانچہ گوکلہ نے فیصلہ کیا کہ پہلے مجھے تمہارے پاس لائے اور تم سے درخواست کرے کہ مجھے علم کی قوت بھی دو۔ اس کے بعد مجھے یوشنا کے مقابلے پر لے جایا جائے۔''

''لیکن تم نے اس فیصلے سے اتفاق کیوں کیا؟'' بوڑھا بدستور چبھتے ہوئے سوالات کر رہا تھا۔

''تمہارا کیا خیال ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''یہی کہ تمہیں کسی اور قوت کی ضرورت نہیں تھی۔ تم...... اپنے تجربات میں اضافہ کے لئے یہ بات مان سکتے تھے لیکن کسی سے قوت لے کر تم کسی کے مقابلے کی تیاری نہیں کر سکتے۔''

بوڑھے کی ہر بات مجھے متحیر کر دیتی تھی پروفیسر، میری داستان میں تم ایسے کئی مدبروں کے بارے میں سن چکے ہو جنہوں نے میرے بارے میں جاننے کے دعوے کئے۔ ان میں بڑے بڑے ستارہ داں بھی تھے لیکن ستاروں میں میرا ماضی الجھا ہوا ہے اس لئے وہ کچھ نہ بتا سکے لیکن یہ شخص اس طرح میرے بارے میں گفتگو کر رہا تھا جیسے میرے اوپر ایک نگاہ ڈالنے کے بعد یہ میرے بارے میں سب کچھ جان گیا ہو۔

''کیوں۔ تم نے یہ کیوں سوچا؟''

''اس لئے کہ تم اپنی قوت سے مطمئن ہو اور یہ اطمینان تمہارے چہرے اور بدن کے ایک ایک عضو سے نمایاں ہے۔'' سلانوس نے جواب دیا۔

''تیرے دعوے بڑے فیصلہ کن ہوتے ہیں سلانوس۔ کیا تیرے خیال میں تیرے انداز میں کوئی لچک نہیں ہو سکتی؟''

''کیوں نہیں۔ لیکن میں تجھے مکمل طور پر جان سکتا ہوں۔''

''تب پھر کیوں نہ پہلے تو مجھے میرے بارے میں سب کچھ بتا دے اس کے بعد ہم دوسری باتیں کریں گے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔ بہت سوں نے مجھے میرے بارے میں بتانے کی کوشش کی ہے لیکن ناکام رہے۔''

''ممکن ہے میرا علم بھی پورے طور پر میری مدد نہ کر سکے۔ لیکن اس کے باوجود میں کوشش کروں گا کہ دوسروں سے زیادہ بتا سکوں۔''

''تو نے ابتدائی اندازے کیا لگائے جن کے تحت تو بول رہا ہے؟''

''تیرا تعلق تحت الثریٰ سے نہیں ہے۔''

''ٹھیک ہے۔''

''لیکن اس کے باوجود تیرے چہرے پر صدیوں کے رنگ بکھرے ہوئے ہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''تیرے چہرے کے ہر نقش میں ماضی کی ایک داستان پوشیدہ ہے۔ تیری یہ چمکدار حسین آنکھیں کسی ایک دور کی تخلیق نہیں اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تو نے طویل ترین ادوار کے نظارے کئے ہیں۔''

''یہ صرف تیرا مشاہدہ ہے۔''

''ہاں۔ میرے علم کا ایک حصہ۔''

''اس مشاہدے سے تو نے کیا اندازہ قائم کیا؟''

''یہی کہ تو انوکھی حیثیت کا انسان ہے۔ کیونکہ اوپر کی دنیا میں اتنی طویل عمریں نہیں ہوتیں کہ صدیوں کے نقش یوں لکیروں میں کندہ ہو جائیں اس لئے بلاشبہ تو دوسروں سے مختلف اور عجیب قوتوں والا ہے۔''

''خوب۔ یہ تونے مشاہدے کی بات کی۔ اب اپنے علم کی روشنی میں میری تفسیر بتا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور تم جانتے ہو پروفیسر کہ میں خودستائی کا شوقین نہیں تھا۔ اپنے بارے میں اس کے منہ سے سن کر اس کے تحیر سے لطف اندوز نہیں ہونا چاہتا تھا بلکہ مجھے عظیم انسانوں کی تلاش رہتی تھی۔ بوڑھے کے اس طلسم خانے میں، میں نے جو تھا وہ اسرار و مدبر کی اعلیٰ مثال تھا۔ اور اگر یہ شخص علم و ہنر کا سمندر ہے تو میں بھی اس سے بہرہ ور ہونا چاہتا تھا۔ چنانچہ یہ خواہش صرف اسی طلب کا نتیجہ تھی۔

''یقیناً۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے بارے میں جاننے کے شوقین ہیں۔ مجھے تیری ذات سے لگاؤ ہے تو تجھے میرے علم سے۔ کیا میں نے غلط کہا؟''

''نہیں۔ تیرا خیال درست ہے۔''

''تو میں خود بھی دیر کرنے کا قائل نہیں ہوں لیکن یہ تو بتا کہ کیا تو اوپر کی دنیا کے لوگوں کی مانند آرام کا قائل ہے؟''

''نہیں۔ بلکہ میں اس سلسلہ میں تمہاری دنیا کے نظام سے زیادہ متاثر ہوں۔''

''یعنی؟''

''یعنی یہ کہ انسان اپنی جسمانی قوتوں کے تحت جب تک مصروف عمل رہ سکے رہے اور جب تھکن محسوس کرے تو آرام کرے۔ ایک تعین کے تحت آرام کا وقفہ کم از کم میرے جیسے انسانوں کے لئے ضروری نہیں ہے۔''

''ہاں یہی بات ہے۔ یہاں نہ دن نکلتا ہے نہ رات ہوتی ہے بس جب تھکن محسوس کرو، آرام کرلو۔ لیکن تو نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔''

''نہیں سلافوس۔ میں آرام کی ضرورت نہیں محسوس کر رہا بلکہ تیرے جیسے عالم کے ساتھ تو شاید میں کبھی تھکن نہ محسوس کروں۔''

''تب پھر آؤ۔ ہم ایک بار پھر اسی دانشکدے میں چلتے ہیں، میں وہاں تیرا مشاہدہ کروں گا اور اپنے ذہن میں اس کی تفسیر تحریر کرلوں گا کیا تو اس کے لئے تیار ہے؟''

''یقیناً۔'' میں نے جواب دیا اور ہم دونوں اس نشست گاہ سے اٹھ گئے۔ ایک بار پھر میں رنگوں کی اس پراسرار دنیا میں پہنچ گیا جو بلاشبہ میرے لئے پرکشش تھی۔

''اس دانشکدے میں کائنات کا ہر زاویہ موجود ہے۔ آ میں تجھے ماضی کے سائے میں کھڑا کردوں اس طرف آ۔'' اس نے کہا اور میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ بوڑھا سلافوس مجھے ایک رخ پر کھڑا کر کے ہٹ گیا۔ اور پھر اس کی نگاہیں اوپر اٹھ گئیں۔ میں اسے دیکھتا رہا اور اس کے ساتھ ساتھ میری نگاہیں بھی ان اطراف کا طواف کرتی رہیں جہاں جہاں وہ دیکھ رہا تھا۔

دانشکدے کے رنگین زاویوں میں الجھ کر میں نجانے کتنی دیر تک کھڑا رہا۔ میں نے اپنی کیفیت تبدیل نہیں کی تھی۔ بوڑھے سلافوس کے ساتھ میں مکمل تعاون چاہتا تھا اور تعاون کر بھی رہا تھا۔

بہرصورت پروفیسر ایک بات کا تو میں اندازہ لگا چکا تھا کہ وہ بلاشبہ ان تمام دانشوروں سے زیادہ دانشور اور ان تمام باعلموں سے زیادہ

عالم ہے جو مجھے مل چکے تھے۔ جنہوں نے اپنے طور پر ستارہ دانی میں اور بہت سے علوم میں کمال حاصل کیا تھا۔ سلانوس ان سب سے افضل واعلیٰ تھا اور اس کا مظاہرہ صرف اس دانشکدے سے ہوتا تھا جس کی دیواریں ہشت پہلو تھیں اور ہر دیوار ایک نئے رنگ کی حامل تھی اور ہر نیا رنگ علم کا منبع۔

کافی دیر اسی طرح گزر گئی۔ سلانوس کی نگاہیں بھٹکتی رہیں اور اس کے چہرے پر مختلف تاثرات ابھرتے رہے۔

گو میں ان تاثرات کا صحیح تجزیہ نہ کر سکا تھا لیکن میں اتنا سمجھ رہا تھا کہ کوئی ایسی بات ہے جس نے سلانوس کو متحیر کیا ہے پھر اس نے گردن جھکائی اور کافی دیر تک آنکھیں بند کئے رہا۔ پھر نگاہیں اٹھا کر میری جانب دیکھا۔

''تیرا شکریہ صدیوں کے بیٹے۔ تیرا شکریہ۔ اب اس زاویئے سے واپس آ جا۔'' اس نے کہا۔

اور پروفیسر اس نے مجھے جس نام سے پکارا تھا بلاشبہ اس میں اس کے علم کی تفسیر تھی۔ میں نے آخری بار اسے مدبر و دانشور تسلیم کر لیا اور میرے دل میں اس کا بے پناہ احترام جاگ اٹھا۔

میں نے تہیہ کر لیا پروفیسر کہ اگر یہ شخص میرا دوست بن کر مجھے اپنے علم سے روشناس کرائے گا تو شاید ساری زندگی میں اس سے زیادہ کسی کی عزت نہیں کروں گا۔ چنانچہ میں اس کے کہنے سے ہٹ آیا۔ اس نے میرے بدن کو ٹٹول کر دیکھا اور متحیرانہ انداز میں بولا۔

''بلاشبہ تو میری زندگی کے سارے علوم کا ذخیرہ ہے۔ ایک خزانہ ہے جو میں نے تیری شکل میں دیکھا اور پایا اور میں اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ تیری قیمت اتنی ہے کہ میرا یہ سب کارخانہ یہ دانش کدہ جو میں نے شدید محنت کے بعد زمین کے نیچے قائم کیا ہوا ہے اور یہ ساری کاوشیں جو میں نے آج تک کی ہیں۔ اگر تیرے عوض رکھی جائیں تو تو اس سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔''

''اوہ سلانوس تم نے میری اتنی تعریفیں کر دیں کہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اب تمہارا شکریہ ادا کروں یا احمقوں کی طرح سے تمہاری شکل دیکھوں۔'' میں نے کہا۔

''نہیں میرے دوست نہیں۔ تو کائنات کی ایک ایسی تفسیر ہے کہ میں حیران رہ گیا ہوں۔ ہاں اگر تو چاہے تو دوستی کے سلوک کے طور پر تو صرف میرے ساتھ تعاون کر جو میں تجھے کہوں اس کی حقیقت کا اعتراف یا انکار کرتا رہ۔''

''ٹھیک ہے میں تیار ہوں۔''

''تب آ۔ اب ہم یہاں سے چلتے ہیں اور میں تجھے تیرے بارے میں بتاؤں۔ پھر تو مجھ سے جو سوالات چاہے کرنا۔'' بوڑھے نے کہا اور ایک بار پھر ہم وہاں سے نکل آئے..... ان تمام حالات میں کسی بوریت کا تعلق نہیں تھا خاصی دلچسپ صورت حال تھی۔

نشست گاہ میں آ کر ہم بیٹھ گئے۔ سلانوس بدستور پر شوق نگاہوں سے مجھے دیکھے جا رہا تھا۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر میری دونوں آنکھیں چوم لیں۔

''ان آنکھوں نے صدیاں دیکھی ہیں۔ ان آنکھوں نے وہ سب کچھ دیکھا ہے جو کوئی اور نہیں دیکھ سکا ہو گا۔ بلاشبہ۔ بلاشبہ یہ آنکھیں عظیم ہیں۔ میں نہیں جانتا میرے دوست کہ میں تجھ کو کس نام سے پکاروں۔ اگر میں تجھے صدیوں ساز کہوں تو غلط نہ ہو گا بلکہ میرے خیال میں یہی بہتر ہے

لیکن گوکلہ نے کہا تھا کہ کوئی تجھے پورنا کے نام سے پکارتا تھا۔ میں تجھے پورنا کہوں، کاس کہوں، صدیوں کا بیٹا کہوں، کیا کہوں۔ کیا تو مجھے بتانا پسند کرے گا صدیوں کے بیٹے کہ میں تیرا کیا نام لوں۔'' بوڑھے سلانوس نے پوچھا۔

''یہ تیری سوچ پر منحصر ہے سلانوس۔ تو جو نام چاہے مجھے دے۔'' میں نے جواب دیا۔

''تب میں تجھے کاس ہی کہوں گا۔ بلاشبہ میں جسے کاس کہوں گا وہ درحقیقت کاس ہی ہوگا۔ ناقابل تسخیر۔ اور تو تو اس وقت سے ناقابل تسخیر ہے جب کہ تسخیر کا تصور بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔ ہاں میرے دوست میرا علم یہی کہتا ہے۔ اور کیا تو اس بات کو بتانا پسند کرے گا کہ کب تو نے دنیا کی ابتداء نہیں دیکھی۔ کیا تو نے اس وقت بھی اپنے آپ کو محسوس نہیں کیا تھا جب انسان محسوسات سے بہت دور تھا جواب دے میرے دوست جواب دے۔''

''ٹھیک ہے۔'' میں نے گردن ہلائی۔

''اور پھر بدلتے ہوئے ادوار کے ساتھ تیری زندگی آگے بڑھتی رہی۔؟'' سلانوس نے سوال کیا۔

''یہ بھی ٹھیک ہے سلانوس۔''

''تو نے دنیا میں تہذیب کا ارتقاء دیکھا، تو نے انسان کی عقل و دانش کا تماشا دیکھا، تو نے دیکھا کہ انسان کس طرح ترقی کی جانب گامزن ہوا، تو نے یہ بھی دیکھا کہ انسان کس طرح اپنے طور پر زندگی گزارنے کے بہتر ذرائع حاصل کرسکا۔''

اور میں بوڑھے سلانوس کی باتوں کو بغور سنتا رہا اور اس کے مشاہدے کا قائل ہوگیا۔ وہ اپنے فن میں یکتا تھا اور میں اسے تسلیم کرچکا تھا۔

''تو نے ٹھیک کہا بوڑھے سلانوس۔ میں تیری قدر تیری عزت کرتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''سن صدیوں کے بیٹے سن۔ تو ہر دور میں انسان کا معاون رہا ہے میرے دوست لیکن اس کے باوجود میں یہ کہوں گا کہ میرا سارا علم تیری شخصیت کے سامنے نااہل ہوجاتا ہے۔ میں حیرت سے دیکھتا ہوں کہ تو وہ ہے جس کے لئے کوئی تعین نہیں کیا جاسکتا اور جس کا علم نہ ستاروں میں پوشیدہ ہے اور نہ چاند کی روشنی میں۔ نہ زمین کی تنہائیوں میں، نہ آسمان کی وسعتوں میں۔ ہاں تیرے بارے میں کوئی حتمی بات تو شاید کوئی بھی نہ کہہ سکے اور جو کچھ بتانے کی کوشش کرے گا تیرے لئے وہ حتمی نہ ہوگا میں نے تیری شخصیت کو جانچا ہے لیکن تیری ماہیت اور علیت سے ابھی تک لاعلم ہوں۔''

''تمہارا خیال درست ہے سلانوس۔ اپنی ماہیت کے بارے میں تو کوئی آخری فیصلہ میں بھی نہیں کر پایا ہوں۔''

''اور میں نے تیرے بارے میں جو کچھ کہا کیا اس میں غلط ہوں؟''

''نہیں۔ میرا خیال ہے جن صدیوں کا تم ذکر کر چکے ہو وہ صدیاں میری زندگی میں آکر گزر چکی ہیں اور ان صدیوں میں مجھے بے شمار دانشور ملے، بے شمار ستارہ شناس ملے، یونان میں، مصر میں، بابل میں اور نہ جانے کہاں کہاں میں نے ایسے لوگوں سے ملاقاتیں کیں جو علم و دانش کا پیکر تھے اور جنہوں نے دنیا کا ایک ایک راز معلوم کرلیا تھا لیکن میرے بارے میں کوئی بھی اتنی تفصیل سے نہیں بتا سکا جتنا کہ تم نے بتایا ہے۔ اور بلاشبہ مجھے وہ سارے ادوار یاد ہیں جن سے گزر کر میں تم تک پہنچا ہوں..... سو میں نے خلوص دل سے تمہارے علم کا اعتراف کیا ہے سلانوس اور میں نے تمہیں ایک اعلیٰ مدبر تسلیم کرلیا ہے۔ یوں میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم سے کوئی بات نہیں چھپاؤں گا جبکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جنہوں نے مجھے متاثر

کیا اور میرے بارے میں جاننے کے خواہش مند رہے لیکن میں نے انہیں تفصیل نہیں بتائی اور وہ تشنہ رہے۔''

''تیراوجود اس دنیا کا سب سے بڑا عجوبہ ہے اور میں تجھے خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ایک پیشکش بھی کرتا ہوں۔''

''کیا؟''

''میں نے جو کچھ بھی حاصل کیا ہے۔ اب تک میں نے جتنا علم سیکھا ہے میں اس کا کوئی پہلو تجھ سے پوشیدہ نہیں رکھوں گا۔ سب کچھ تیرے سامنے وہ ہوگا۔ تجھے بھی ادوار کی، انسان کی، کائنات کے سربستہ رازوں کی جستجو ہے اور میں بھی انہی کا رسیا ہوں۔ سو ہم دونوں مل کر اپنے علوم کا تبادلہ کرینگے اور نئے علم سیکھنے کے لئے کاوشیں بھی۔''

''مجھے منظور ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور پروفیسر بلاشبہ یہ دوسری زندگی کا سب سے شاندار دور رہا۔ اس دور کو میں ان صدیوں کا سنہری دور کہوں گا کیونکہ ایک عظیم دانشور میرے ہاتھ لگا تھا۔

''بڑی عمدہ بات ہوئی ہے۔ بہت ہی اعلیٰ۔ ہاں اب گوکلہ کی بات کرو۔ یوشنا کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟''

''گوکلہ اسے چاہتی ہے؟''

''ہاں۔ لیکن اس کی چاہت نے اب دشمنی کا رنگ بدل لیا ہے۔''

''کیا یہ دشمنی بھی محبت کا ایک رنگ نہیں ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

''بلاشبہ۔ لیکن اس میں ایک تبدیلی کا امکان ہے۔'' بوڑھے سالانوس نے کہا۔

''وہ کیا؟''

''بعض اوقات رازداں بھی محبوب بن جاتے ہیں۔''

''اوہ۔ لیکن میں اس سے اس کی محبت نہیں چھینوں گا۔''

''عورت کا تیری زندگی میں کیا دخل رہا ہے؟'' سلانوس نے پوچھا۔

''ایک ضرورت، ایک لحاتی ضرورت، کبھی میں نے اسے مونس بھی سمجھا ہے، عمر کا ساتھی بھی سمجھا ہے اور درحقیقت عورت کا یہی روپ کامل ہے۔ لیکن میرے لئے نہیں۔''

''کیوں؟''

''اس لئے کہ اس کی عمر میرا ساتھ نہیں دے سکتی۔''

''وہ بوڑھی ہو جاتی ہوگی؟''

''ہاں اور پھر مر جاتی ہے۔''

''تیرے دل میں محبت کا عنصر ہے؟''

''ایک انسان ہی کی مانند۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو ہمدردی کو تو محبت نہیں سمجھتا؟''

''اس میں ایک تبدیلی کرلو۔ ہمدردی میرا ضمیر ہے۔ محبت میری ذہنی پختگی ہے، میں محبت کو وہ رنگ نہیں دے سکتا جو انسان دیتے ہیں۔''

''یعنی؟''

''فنا و بقاء میرے بس میں نہیں ہیں میں نے کسی مرنے والے کو موت سے چھیننے کی کوشش نہیں کی ہے۔ میں نے اسے زندہ کرنے کے خواب نہیں دیکھے اور جب وہ زندہ ہوتا ہے تو اس سے دوری کا تصور نہیں کیا۔ لیکن موت کے بعد اسے بھولنے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی۔''

''غالباً اس لئے کہ تو اس کا عادی ہو گیا ہے۔''

''سو فیصدی۔''

''تو عام انسانوں کی مانند کبھی تھکتا نہیں؟''

''نہیں۔ مری جسمانی قوتیں کبھی زوال پذیر نہیں ہوتیں۔''

''تجھے نیند آتی ہے؟''

''نیند نہیں۔ البتہ میں عام انسانوں کی طرح کبھی کبھی سکون کا متلاشی ہوتا ہوں۔ لیکن اس وقت جب میرے سامنے کوئی مشغلہ نہ ہو۔ اوپر کی دنیا کے لوگ دن رات کے عادی ہوتے ہیں۔ چنانچہ رات کو زندگی معطل ہو جاتی تھی اور اس کے ساتھ ہی مجھے بھی خاموش ہونا پڑتا تھا۔ ہاں میرے اندر ایک بیزاری کی کیفیت ضرور ہے۔''

''کیسی بیزاری؟''

''ادوار کی طوالت۔ مسلسل ایک ہی کیفیت مجھے ماحول سے بیزار کر دیتی ہے اور اس وقت میں سکون کا متلاشی ہوتا ہوں۔ اس سکون کے لئے میں ایک طویل نیند سو جاتا ہوں اور اس طرح سونے کے بعد جب میں جاگتا ہوں تو ادوار بدل چکے ہوتے ہیں اور پھر یہ بدلا ہوا ماحول میرے لئے غیر دلچسپ نہیں ہوتا میں اس میں پوری دلچسپی لیتا ہوں۔''

''یہ نیند کتنی طویل ہوتی ہے؟'' سلاتوس نے پوچھا۔

''بعض اوقات صدیاں بیت جاتی ہیں۔''

''اس دوران تیرا بدن؟''

''محفوظ رہتا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو اس کی حفاظت کے لئے کوئی بندوبست کرتا ہے؟''

''ہاں مختصر سا۔''

''کیا کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تو نیند کے عالم میں کسی کے ہاتھ جاگا ہو؟''

''بارہا۔لیکن جب میرے اندر زندگی دوڑتی ہے تو دوسروں کی جو کیفیت ہوتی ہے وہ قابل دید ہوتی ہے۔''

''یقیناً ہوتی ہوگی لیکن یہ تو بتا کہ اگر نیند کے دوران کوئی تیرے سکون میں مداخلت کرے تو کیا تیری آنکھ کھل جاتی ہے؟''

''ہاں۔''

''کیا تو کسی میعاد کا تعین کر کے نہیں سوتا؟''

''تعین ہوتا ہے لیکن اگر درمیان میں مداخلت ہو جائے تو میں جاگ جاتا ہوں۔''

''بدلے ہوئے ادوار کے ڈھنگ ہی اور ہوتے ہوں گے؟''

''بیشک۔''

''تو خود کو ان میں ضم کس طرح کر لیتا ہے؟''

''اس کا ایک ذریعہ ہے۔''

''کیا۔'' اس نے پوچھا۔

''ستارہ شناسی میں ستاروں سے ادوار کی باتیں کرتا ہوں اور وہ مجھے مستقبل کی تفصیل بتا دیتے ہیں۔ میں جاگتا ہوں تو اس دور سے ناواقف نہیں ہوتا۔''

''یقینی امر ہے۔'' بوڑھے نے سر ہلاتے ہوئے کہا کہ وہ سمجھنے والا تھا اور جانتا تھا ان ساری باتوں کو کسی باعلم کی مانند۔''تو تیری زندگی تو صدہا کہانیوں سے عبارت ہوگی۔''

''کہانیاں ہی تو اکتاہٹ سے بچاتی ہیں۔''

''ہاں۔لیکن میری زندگی میں یہ حسن نہیں ہے۔''

''کیوں؟''

''اس لئے کہ میں تیری طرح لامحدود نہیں۔ بلاشبہ میں بھی صدیوں سے زندہ ہوں لیکن میری عمر کا اختتام ہے اور میں اس دور کی جستجو نہیں کرتا جو ایک طویل وقفے کے بعد آنے والا ہوتا ہے اور اس دور میں مگن رہتا ہوں جس میں سانس لے رہا ہوں۔'' بوڑھے سلانوس نے جواب دیا۔

''بات عورت کی ہو رہی تھی۔'' میں نے اسے یاد دلایا۔

''ہاں عورت کی بھی اور گوکلہ کی بھی۔''

''یقیناً گوکلہ ہی کے سلسلے میں یہ بات نکلی تھی اور جو کچھ تو کہہ رہا ہے سلانوس میرا خیال ہے اسے سمجھنے میں، میں نے غلطی سے کام نہیں لیا۔ تو نے کہا تھا کہ کبھی کبھی راز داں محبوب بھی بن جاتا ہے۔ اور یہ منزل تو آ کر گزر چکی ہے سلانوس۔''

''اوہ۔ گویا۔ گوکلہ نے تجھ سے اظہارِ عشق کیا تھا۔''

''نہیں۔ اسے اظہارِ عشق نہ کہو۔ اس نے یہی کہا تھا کہ وہ کناشی سے نفرت کرتی ہے اور میرے ساتھ رہ کر میری کچھ خوبیوں سے متاثر ہو کر اس کے ذہن میں یہ تصور پیدا ہو چلا ہے کہ کاش کناشی سے پہلے وہ مجھ سے ملی ہوتی۔''

''یہی تو ابتداء ہے میرے دوست۔'' بوڑھے سلانوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور میں اس رنگین مزاج بوڑھے کو دیکھنے لگا۔

''لیکن میں اس ابتداء کو ابتدا ہی رہنے دوں گا۔''

''آخر کیوں؟''

''اس لئے کہ یہ میری زندگی کا اصول نہیں رہا ہے۔ عورت بیشک میری زندگی میں بار بار داخل ہوتی ہے لیکن میں نے کبھی بھی خود کو کسی عورت کے لئے نمبر دو نہیں سمجھا۔ اگر رہا ہوں تو اس کا واحد محبوب رہا ہوں اور اگر کسی کو محبت سے مایوس ہو کر کسی کے حصول میں ناکام رہ کر کوئی عورت میری جانب آئے، میرے لئے وہ قابل قبول نہیں ہوتی۔'' میں نے جواب دیا۔

''خوب۔ خوب، تو گوکلہ کی اعانت میں عورت نہیں ہے.....؟'' سلانوس نے پوچھا۔

''ہرگز نہیں۔ قطعی نہیں۔''

''تب ٹھیک ہے۔ لیکن اگر وہ تجھ سے اس قدر متاثر ہو گئی کہ کناشی کے بعد اس نے تجھے اپنی زندگی میں داخل کرنے کے بارے میں سوچا تو کیا ہوگا؟''

''میں نہیں کہہ سکتا سلانوس کہ کیا ہوگا لیکن اتنا میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ عورت کو کبھی اپنی منزل نہیں سمجھتا۔''

''ہاں۔ تیری زندگی سے یہ بات واضح ہے۔ ...تو ٹھیک ہے تو گوکلہ کی مدد کر دے حالات جو کچھ بھی ہوں اور جس انداز میں بھی آگے بڑھیں ان کو دیکھ لینا اور اگر تو چاہے تو کناشی سے جنگ میں تو خود بھی جا اور میں بھی چلوں گا ہم دونوں اسے اس کی منزل تک پہنچا دیں۔''

''اوہ کیا تو اس کے لئے تیار ہو جائے گا سلانوس؟''

''کیوں نہیں۔ تیرے ساتھ تو اب میں زندگی کے بہت سے لمحات گزارنے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔'' سلانوس نے جواب دیا۔

''تب ٹھیک ہے۔ میں اپنی جسمانی قوتوں سے اس شخص کو زیر کرنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن اگر کبھی تیری ضرورت پیش آ جائے تو تو مدد کر دینا۔ اس سلسلے میں تجھے اتنا ساتھ تو دینا ہوگا۔''

''ہاں یہی بہتر ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ اگر جسمانی قوتوں سے اسے زیر کیا جائے تو بات اتنی بری نہ ہوگی۔''

''ہاں سلانوس میں تیری بات سے اتفاق کرتا ہوں۔''

''بالکل ٹھیک ہے کاس، اگر ہم اپنے علم کو کسی انسان کو نقصان کے لئے استعمال کریں تو ہمارا ضمیر کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا اور یہ علم سے بغاوت بھی ہوگی۔ چنانچہ اگر کسی جسمانی قوت کے تحت کسی انسان کو زیر کر بھی لیا جائے تو اپنے آپ کو لامحدود قوتوں کا حامل بتاتا ہے تب انسان کو اتنا

برا نہیں لگتا۔

لیکن علم کے حصول کے لئے ایک شرط بھی عائد ہوتی ہے اور یہ شرط علم کی طرف سے ہی عائد کی جاتی ہے۔ چنانچہ اگر کناشی سے مقابلے میں تجھے کچھ دقتیں پیش آئیں تو میں تیرے ساتھ رہوں گا۔ دوسری صورت میں یہی بہتر ہے کہ تو جسمانی طور پر اسے شکست دے اور گوکلہ کو اس کی منزل پر پہنچا دے اور اس کے بعد ہم اسے چھوڑ دیں گے۔ وہ اپنی زندگی کے راستے طے کرے گی اور ہم اپنے علم کے۔''

سلانوس نے کہا اور بات طے ہوگئی۔ گوکلہ اب تک ہمارے کمرے میں نہیں آئی تھی، تب سلانوس ہی نے کہا کہ اب غذا کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔ چنانچہ اس نے غذا کی تیاری کی لئے وقت مانگا اور میں گوکلہ کی تلاش میں چل پڑا۔

اس عجیب وغریب ماحول میں میں اجنبی ضرور تھا لیکن سلانوس نے مجھ پر اس قدر اعتبار کر لیا تھا کہ اس نے مجھے راستہ بتانے کی ضرورت بھی نہیں سمجھی اور میں اس کارخانے کے ایک ایک حصے کو دیکھتا ہوا چلتا رہا۔

کئی بار میں نے گوکلہ کو آوازیں بھی دیں۔

تھوڑی دیر کے بعد گوکلہ مجھے نظر آ گئی۔ وہ ایک گول دروازے سے جو پتھریلے غار میں قدرتی ہی معلوم ہوتا تھا نکل رہی تھی۔

گوکلہ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ اس نے مجھے دیکھا اور پھر مضمحل سی میرے نزدیک پہنچ گئی۔

''اوہ کاس۔'' اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

''کیا تم سوگئی تھی گوکلہ؟''

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ بس یونہی میں نے ایک مناسب جگہ لیٹ کر آنکھیں بند کر لی تھیں..... ہاں سناؤ۔ وہ سلانوس کہاں ہے؟'' گوکلہ نے اسی مضمحل لہجے میں پوچھا۔

''غذا کا بندوبست کرنے گیا ہے ہم لوگوں کے لئے۔''

''خیر۔ تمہارے اس سے دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے؟''

''ہاں گوکلہ بلاشبہ وہ علم وعمل کا سمندر ہے۔'' میں نے جواب دیا اور گوکلہ پھیکے سے انداز میں مسکرادی۔

''اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ سلانوس کا علم لامحدود ہے۔ وہ بے پناہ وسعت رکھتا ہے۔''

''یقیناً۔'' میں نے جواب دیا۔

''تمہاری اس سے کیا بات ہوئی کاس؟''

''بہت ہی کارآمد گفتگو اور گوکلہ تجھے یہ سن کر خوشی ہوگی کہ سلانوس بھی ہمارے ساتھ کناشی کی سرکوبی کے لئے چلے گا۔''

''کیا۔؟'' گوکلہ اچھل پڑی۔

''ہاں سلانوس اس کے لئے تیار ہوگیا ہے کہ وہ ہمارے ساتھ چلے۔'' میں نے جواب دیا۔

''اوہ......اوہ......کاس۔'' گوکلہ بے اختیار میرے نزدیک آ گئی۔ اس نے میرے سینے پر دونوں ہاتھ رکھے اور پھر اپنا سر بھی ٹکا دیا۔

لیکن میں نے اس کی پذیرائی نہیں کی تھی۔ ''کاس تو ایسی ہی بے پناہ قوتوں کا مالک ہے کوئی بھی تیرا مطیع ہو سکتا ہے۔ سلانوس جس نے شاید کبھی زندگی میں تحت الثریٰ کے کسی انسان کو اتنی اہمیت نہ دی ہوگی کہ وہ اسے کچھ وقت بھی دے سکے۔ ہاں اس نے جن لوگوں کو علوم سکھائے ہیں خود سے کافی دور رکھا ہے۔ البتہ انہیں حکم دیتا رہا۔ ہدایات جاری کرتا رہا لیکن اپنی قربت کی خواہش سلانوس نے کبھی پوری نہیں کی تھی۔

لیکن تو......تو ابتداء ہی سے میری لئے بھی پراسرار رہا ہے اور شاید سلانوس کے لئے بھی اور کتنے تعجب کی بات ہے کہ سلانوس ایک ایسے معرکے میں حصہ لینے کا فیصلہ کر چکا ہے جس کے لئے وہ مجھے بار بار منع کر چکا ہے لیکن کاس۔ کاس تو ایسی ہی قوتوں کا مالک ہے۔''

''میری صرف یہ خواہش ہے گوکلہ کہ میں تمہیں تمہاری منزل تک پہنچا دوں۔''

''اور اس کے بعد۔'' گوکلہ نے برق پاش نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''اس کے بعد میں اپنے راستے چل پڑوں گا۔'' میں نے بے رحمی سے جواب دیا۔

''تیرے راستے؟'' گوکلہ عجیب سے لہجے میں بولی۔

''ہاں گوکلہ تیری یہ دنیا عجیب ہے۔ میں اس سے بے حد متاثر ہوا ہوں میں اس دنیا کے چپے چپے کو دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''لیکن اگر تو میرے ساتھ اس دنیا کو دیکھے تو کوئی حرج ہے؟''

''ہاں گوکلہ۔''

''کیا حرج ہے کاس۔؟'' گوکلہ دکھ بھرے لہجے میں بولی۔

''میں طویل عرصے سے اس دنیا کو تنہا دیکھتا آ رہا ہوں اور مجھے بھی تنہائی کی عادت پڑ گئی ہے اگر کوئی ایسی شخصیت میرے ساتھ ہو۔ جو اس دنیا کی مانند دلکش ہو تو میری توجہ ہٹ جاتی ہے اور میں تحقیق کی قوت کھو بیٹھتا ہوں۔''

''لیکن کاس میں تیرے کام میں مداخلت نہیں کروں گی۔''

''تو کیا چاہتی ہے گوکلہ؟''

''تیرا قرب۔''

''کیوں؟'' ''تیرا محبوب تو کناشی ہے۔''

''نہیں کاس۔ اب میرا محبوب تو ہے۔''

''مجھے یقین نہیں ہے گوکلہ۔''

''کیوں؟''

''ایک بات بتا۔ کیا تو کناشی سے انتقام کے جذبہ کو ترک کر سکتی ہے؟''

''تو یہ چاہتا ہے؟''

''اگر چاہوں تو؟''

''تو میں اس جذبہ کو ترک کر سکتی ہوں۔ حالانکہ اس کے بعد مجھے اپنی طویل زندگی کے زیاں کا شدید افسوس ہوگا۔''

''لیکن تیری توجہ میری طرف کیوں ہوگئی گوکلہ؟''

''اس لئے کہ تو کناشی سے بھی عجیب ہے۔ تو اس سے زیادہ خوبصورت ہے اور تو اس سے زیادہ خوبیوں کا مالک ہے۔'' گوکلہ نے جواب دیا۔

''کیا جذبے یوں فنا ہو جاتے ہیں گوکلہ۔ یا تو تھک گئی ہے؟''

''میں صرف الجھی ہوئی ہوں کاس۔''

''کیوں الجھی ہوئی ہے؟''

''اس سے قبل۔ یعنی اس وقت سے قبل جب تو میرے سامنے نہیں آیا تھا۔ میرے دل میں صرف ایک جذبہ تھا کناشی سے انتقام۔ لیکن اب ایک اور خیال پیدا ہو گیا ہے۔''

''کیا خیال؟''

''تیرا خیال۔ تیری شخصیت کا معمہ اب میرا دوسرا خیال بن گیا ہے کہ تو کیا ہے۔ اور جب تیرے بارے میں سوچتی ہوں تو الجھ جاتی ہوں اور پھر تو میری نگاہوں میں میرے خیال میں ایک معمہ بن کر رہ جاتا ہے۔ میں سوچتی ہوں کہ میں کناشی کے لئے وقت کیوں ضائع کروں۔''

''یہ خیال کی پائیداری تو نہیں گوکلہ۔؟''

''ہاں مجھے احساس ہے۔''

''اس طرح تو تیری ساری زندگی کا مقصد ختم ہو جاتا ہے۔''

''مجھے یہ بھی احساس ہے۔ لیکن بس۔ میں پریشان ہوں کاس۔ میں سخت پریشان ہوں۔''

''میں اس سلسلہ میں ایک تجویز پیش کر سکتا ہوں۔''

''کیا؟'' اس نے پوچھا۔ درحقیقت اس کے چہرے پر پریشانی کی جھلکیاں تھیں۔

''تو اپنے جذبے کی آگ کو سرد نہ کر گوکلہ۔ کناشی سے اپنا انتقام لے اسے شکست دے دے۔ اسے نیچا دکھا اور جب تو اس پر قابو پالے اور اسے مسخر کر لے تو پھر فیصلہ کرنا کہ تو کناشی کو زیادہ چاہتی ہے یا مجھے۔''

گوکلہ سوچ میں ڈوب گئی پھر تھکے تھکے لہجے میں بولی۔ ''تیری تجویز اچھی ہے لیکن اس میں کچھ الجھنیں بھی ہیں۔''

''وہ کیا؟'' میں نے پوچھا۔

''اگر کناشی تیرے ہاتھوں مارا گیا اور میرے دل نے کہا کہ میں اسے زیادہ چاہتی تھی تو۔ پھر میں کیا کروں گی اور اگر تو کناشی کے ہاتھوں

فنا ہو گیا تو کیا میں اپنے دل کو سمجھا سکوں گی؟ کیا مجھے تیری موت کا دکھ نہ ہوگا؟"

"گوکلہ میں تیرا ساتھ دے سکتا ہوں لیکن اسی شرط پر کہ تو پہلے اپنے مقصد کی تکمیل کر اس کے بعد میرے بارے میں سوچ۔"

"ٹھیک ہے۔ یہ بھی ٹھیک ہے۔" اجنبی ہوئی عورت نے کہا اور پروفیسر میں خاموش ہو گیا۔

عورت خوبصورت تھی پروفیسر۔ لیکن اس کا یہ روپ مجھے پسند نہیں آیا تھا۔ ممکن تھا کہ اس وقت میں گوکلہ کا ساتھ قبول کر لیتا جب تک مجھے سلانوس نہیں ملا تھا۔ لیکن عورتیں تو بہت مل سکتی تھیں۔ ہاں سلانوس جیسا شخص بار بار نہیں ملے گا۔ اگر میں گوکلہ کی بات مان کر اس کا ساتھ قبول کر لیتا تب بھی الجھن تھی اور وہ الجھن یہ تھی کہ پھر میں ایک مستقل عورت کا ساتھی بن جاتا جس کے ذہن میں یہ احساس ہوتا کہ میرے لئے اس نے اپنے مشن سے توبہ کر لی ہے۔ اس طرح مجھے اس کی بھرپور پذیرائی کرنی پڑتی اور گوکلہ اسے اپنا حق سمجھتی۔ لیکن تحقیق کی کتاب کا کوئی باب ایسا نہیں تھا کہ میں نے کسی عورت کے لئے اپنی جستجو ترک کی ہو اور نہ ہی اب میں یہ چاہتا تھا۔

پھر سلانوس نے ہماری گفتگو کا سلسلہ توڑ دیا۔ وہ غذا کا انتظام کرنے کے بعد ہمارے پاس پہنچ گیا تھا۔

اس نے ہمیں دعوت دی اور ہم دونوں اس کے ساتھ چل پڑے کھانے کے دوران سلانوس نے کہا۔ "لڑکی میں تجھ سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ تو میرے لئے قابلِ اعتنا نہیں تھی۔ لیکن میری آنکھوں نے وہ ہیرا دیکھ لیا جو تو ساتھ لائی تھی اور مجھے اپنی بینائی پر فخر ہے۔ اس طرح میں تیرا بھی شکرگزار ہو گیا اور بالآخر ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم دونوں تیری مدد کریں۔"

"میں تمہاری شکرگزار ہوں مقدس استاد۔" گوکلہ نے کہا۔

"کیا تو جانتی ہے کہ یوشا کی موت کے بعد تو اس سرزمین کی کاس ہوگی؟"

"ہاں۔ اگر اسے شکست دے سکی۔"

"کیا بات ہے تو اتنی خوش نہیں ہے گوکلہ؟"

"ہاں۔ مقدس سلانوس۔ میں ایک الجھن میں گرفتار ہو گئی ہوں۔"

"کیسی الجھن؟"

"بعض اوقات مقاصد کے راستے زندگی کی منزل بن جاتے ہیں۔"

"صاف صاف کہہ.... کیا کہنا چاہتی ہے؟"

"میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں سلانوس۔"

"کس سے؟" سلانوس اچھل پڑا۔

"کاس سے۔ اور اب میرے دو مقصد ہو گئے ہیں جن میں سے ایک کو میں ترک کرنے کے لئے تیار ہوں۔" گوکلہ نے کہا۔

"کون سے مقصد ترک کر دے گی تو؟"

''یوشنا سے انتقام کے مقصد کو۔''

''تب میں اس سے کہوں گا کہ تجھ پر اعتبار نہ کرے جن کی زندگی کے دھارے اس طرح بدل جاتے ہیں وہ قابل اعتماد نہیں ہوتے۔''
سلانوس نے کہا اور گوکلہ نے سر جھکا لیا۔ پھر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

تب سلانوس نے میری جانب دیکھا اور بولا۔''اب بول کاس اب تیرا کیا مشورہ ہے۔ اگر تو اس لڑکی کو قبول کرتا ہے تو ظاہر ہے مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے ظاہر ہے اس کے لئے مجھے تیرے ساتھ اس دنیا سے نکلنا پڑے گا اور یقینی طور پر اس کے لئے ہمیں اپنے وہ مشاغل کچھ وقفے کے لئے ترک کرنا ہوں گے جنہیں ہم جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ بلکہ یوں سمجھ کہ جنہیں ہم شروع کرنا چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر گوکلہ اس کام کے لئے تیار نہ ہو تو کیا تمہیں اس سے دلچسپی رہے گی؟''

''میرا خیال ہے نہیں۔''میں نے جواب دیا۔

''کیوں؟''

''اس کی وجہ یہ ہے کہ نہ مجھے یوشنا سے کوئی دشمنی ہے نہ میں اس کی قوتوں کو للکارنا چاہتا ہوں۔ مجھے اس چیز کی کیا ضرورت پڑی ہے۔ ظاہر ہے مجھے اس چیز کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ میرے دل میں یہ خواہش تو نہیں ہے کہ میں تحت الثریٰ میں کسی کاس اعظم کی حیثیت اختیار کروں۔ جب یہ تمام خیالات میرے ذہن میں نہیں ہیں تو پھر مجھے اس کی موت سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔''

''بے شک۔''سلانوس نے کہا۔

اور گوکلہ بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئی۔

''نہیں۔ نہیں۔ مقدس سلانوس نہیں۔ میں بھٹک گئی تھی، میں راستہ بھول گئی تھی مقدس سلانوس۔ میرا مشن صرف ایک ہے...... میرا مشن صرف ایک ہے اور تمہیں میری مدد کرنا ہی ہو گی۔''

''بھٹکی ہوئی لڑکی تیرے اندر وہ جذبہ نہیں رہا ہے جسے لے کر تو یہاں تک آئی تھی۔''

''ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن میں جذباتی ہو گئی تھی۔ میں لمحاتی طور پر بھٹک گئی تھی۔ لیکن میں آج بھی اتنی ہی پائیدار ہوں۔''
گوکلہ نے کہا۔ اور میں نے محسوس کیا کہ اس کے اندر ایک عجیب سی تمکنت پیدا ہو گئی تھی۔ پھر اس نے میری جانب دیکھ کر کہا۔

''کاس مجھے معاف کر دے۔ بیشک میں تیرے قابل بھی نہیں ہوں اور مجھے وہ کرنا بھی نہیں چاہیے تھا جو میں نے سوچا............ لیکن اسے میری کمزوری سمجھ یا بھول...... اب میں اسی زندگی میں واپس لوٹ آئی ہوں جس میں چند ساعت قبل تھی۔ میں کناشی سے جنگ چاہتی ہوں۔''
میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور سلانوس بھی خاموش ہو گیا تھا لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب گوکلہ کہیں چلی گئی تو سلانوس نے مجھ سے کہا۔

''اب تیرا کیا خیال ہے کاس؟''

''سلانوس میں تجھ سے صرف ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔''

''کیا؟''

''وہ یہ کہ مجھے اپنی تحقیق اپنی طویل تر زندگی کا مشن دنیا کی تمام تر چیزوں سے زیادہ عزیز ہے اور میں اس میں کسی بھی صورت میں گوکلہ کی مداخلت پسند نہیں کرتا۔ اگر وہ یوشنا سے انتقام لینا نہیں چاہتی اور اسے معاف کر چکی ہے تب بھی میں اسے اپنی زندگی میں کوئی جگہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرا اپنا مقصد دوسرا ہو چکا ہے۔''

''بالکل ٹھیک ہے کاس۔ ہم اپنے علم سے نجانے کون کون سی منازل طے کریں گے اس میں ایک عورت کو رخنہ انداز نہیں ہونا چاہیے۔''

''مگر اب کیا کیا جائے؟''

''گوکلہ کو اس کی جگہ پہنچا دیا جائے۔ یوشنا کو شکست دینے میں پوری طرح دلچسپی لے رہا ہوں۔ چنانچہ ہمیں اس کی کوئی بات نہیں ماننی چاہیے۔ اس میں یہ جو نئی سوچ پیدا ہوئی ہے میرا خیال ہے ہمیں اسے ہوا دینی چاہیے۔ یعنی یوشنا سے جنگ اور بہتر یہ ہے کہ ہم جلد از جلد یہاں سے نکل چلیں۔ تاکہ یوشنا کو شکست دینے کے بعد اپنی دنیا میں واپس آ جائیں اور اس کے بعد اگر وہ ہمیں لاکھوں آوازیں دیں تب بھی ہم برف کی اس تحقیقاتی مرکز سے باہر نہیں نکلیں گے۔'' میں نے کہا۔

''بلاشبہ..... بلاشبہ۔ تحقیق کرنے والے کامل لوگ وہی ہوتے ہیں جو زندگی میں کسی بھی رکاوٹ کو برداشت نہ کریں اور میں جانتا ہوں کہ تیری صدیاں کیوں کامیاب ہیں۔ تو نے کسی ایک منزل کو اختتام نہیں بنایا کاس۔ تیری یہ زندگی صدیوں چلے گی کیونکہ جو لوگ کہیں اختتام نہیں سمجھتے وہ آگے بڑھتے ہی رہتے ہیں۔ ٹھیک ہے ہم کچھ عرصے کے بعد یوشنا سے جنگ کریں گے۔''

اور پروفیسر میں نے اور سلانوس نے مل کر ایک پروگرام باقاعدہ ترتیب دے لیا۔

بلاشبہ اس سفر میں گوکلہ کا جوش وہ نہیں تھا جو کچھ عرصہ قبل تھا وہ گم صم نظر آ رہی تھی۔ لیکن بہرصورت ہم اس کی اس کیفیت کو زیادہ اہمیت نہیں دے رہے تھے۔ بلکہ یوں سمجھا جائے تو بہتر ہے کہ ہم اس بوجھ کو سر سے اتارنا چاہتے تھے۔ یہ دوسری بات ہے کہ مقدس سلانوس اگر چاہتا تو گوکلہ کو اپنی دنیا سے باہر نکال سکتا تھا۔ یعنی وہ اپنے غاروں میں بند ہو جاتا اور گوکلہ کی کسی پکار پر کان نہ دھرتا۔ خواہ وہ پکار پکار کر مر جاتی۔ لیکن چونکہ ہم گوکلہ کے مشن کی تکمیل کے لئے یہاں تک آئے تھے اس لئے اسے کسی بھی طور نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ ہاں اگر وہ اپنی منزل پا لیتی تو اچھا تھا اور البتہ یہ بات طے ہو چکی تھی کہ اس کی منزل یہاں نہیں تھی۔ چاہے وہ یوشنا کو قتل کر دے یا اسے معاف کر دے۔

تو میں اس دلکش اور پراسرار دنیا کے مناظر سے لطف اندوز ہوتا آگے بڑھتا رہا۔ سلانوس اور گوکلہ میرے ساتھ تھے۔ گوکلہ نے خود میں ایک نیا عزم پیدا کیا تھا۔ اس نے راستے میں بھی یہ بات کہی تھی کہ وہ منزل سے بھٹک گئی تھی اور اس کے لئے معافی چاہتی ہے۔

جوں جوں ہم آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ مناظر حسین ہوتے جا رہے تھے۔ درمیان میں بستیاں بھی پڑیں لیکن ہم نے انہیں نظر انداز کر دیا اور پھر روشنی کا سفر کرتے ہوئے ہم ایسے علاقے میں پہنچ گئے۔ پروفیسر جسے روح کائنات کہا جا سکتا ہے..... اس سے زیادہ حسین منظر کا تصور نہیں کیا جا سکتا کس قدر خوبصورت جگہ تھی وہ۔ حسن و جمال بے مثال۔ تب سلانوس نے کہا۔

''بیشک اس نے اپنے علم سے اسے لازوال حسن بخشا ہے لیکن اس کا علم بے عمل ہے۔''

''کیوں سلانوس؟''

''ہم اس کے دشمن کی حیثیت سے اس کے اس قدر نزدیک پہنچ گئے ہیں۔ لیکن وہ ہم سے لاعلم ہے جبکہ اسے نہیں ہونا چاہیے تھا۔''

''اوہ۔ یہ درست ہے۔''

''یہ درست نہیں ہے۔'' ایک آواز فضا میں گونجی اور اس کے ساتھ ہی ماحول پر اندھیرا سا چھا گیا۔ ایک تیز آواز فضا میں گونجنے لگی۔ اور پھر ہوا کے تیز جھونکے ہماری طرف آنے لگے یہ جھونکے اپنے دامن میں ریت اور مٹی کے بگولے سمیٹے ہوئے تھے۔

سلانوس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''کاس۔'' اس نے مجھے پکارا۔

''ہوں۔''

''وہ ہم سے لاعلم نہیں ہے۔ اس نے تیز آندھیوں کو ہمارے استقبال کے لئے بھیجا ہے اور میں یہاں خودغرضی سے کام لوں گا۔''

''وہ کس طرح؟'' میں نے پوچھا۔

''یہ آندھیاں اتنی تیز ہوں گی کہ جو کچھ ان کے جلو میں ہوگا تمہارے سامنے آجائے گا لیکن ہم ان کا مقابلہ کریں گے۔ تم ان کے مقابلے میں اپنی کون سی قوت استعمال کرو گے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔'' سلانوس نے کہا۔

''تو پھر دیکھو سلانوس۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہواؤں کا شور بے پناہ تھا اور اب اس میں گڑگڑاہٹیں بھی شامل ہو گئی تھیں۔ سلانوس نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور پھر ایک ساتھ گرا دیئے اور میں نے صاف محسوس کیا کہ گوکلہ اور اس کا بدن ٹھوس چٹانوں میں بدل گیا۔ وہ دونوں پتھر کے بن گئے تھے۔ تب میں نے دونوں پاؤں مضبوطی سے زمین میں جما لئے اور اگر یہ پاؤں زمین چھوڑ دیتے پروفیسر تو پھر میں اپنی باقی زندگی خود کو فنا کرنے میں صرف کرتا۔ لیکن اس سے قبل میں اپنی صدیوں کی کتاب جلا دیتا جس میں، میں نے اپنی قوت کے تذکرے کئے تھے۔

میں نے دیکھا۔ تناور درخت تنکوں کی مانند اڑے چلے آرہے تھے۔ وزنی چٹانیں اس آندھی میں اڑ رہی تھیں اور آندھی برق رفتاری سے ہماری طرف آرہی تھی۔ میں قہر آلود نگاہوں سے اس سیاہ طوفان کو دیکھ رہا تھا جو پوری تیزی اور تندی سے ہماری طرف بڑھ رہا تھا۔

قریب اور قریب......اور قریب......اور۔

☆..................☆..................☆

سیاہ طوفان قریب آ گیا۔ درختوں کے اڑتے ہوئے تنے میرے بدن سے ٹکرائے لیکن میرے بدن کی چھوٹی سی رکاوٹ انہیں روک نہ سکی اور وہ سنسناتے ہوئے آگے نکل گئے۔ اڑتی ہوئی چٹانیں میرے بدن پر لگتیں اور ریزہ ریزہ ہو جاتیں۔

یہی کیفیت ان دونوں کی تھی۔ میں جانتا تھا کہ یہ گوکلا کا علم نہیں بلکہ سلانوس کا علم ہے۔ گوکلا تو شاید یوشنا کے اس پہلے ہی حملے سے فنا ہو جاتی اور میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر واقعی سلانوس ہمارے ساتھ نہ آتا تو میں گوکلا کی حفاظت کس طرح کر سکتا تھا۔ جو کچھ سلانوس نے کیا تھا وہ تو میرے لئے ممکن نہ تھا۔

میں زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتا تھا کہ گوکلا کو اپنے بازو میں دبوچ لیتا اور اس آندھی سے بچانے کی کوشش کرتا لیکن اس شدید آندھی میں ممکن تھا کہ میرے قدم بھی اکھڑ جاتے..... اس وقت تو میں اپنی پوری قوت اس بات پر صرف کر رہا تھا کہ میرے پاؤں زمین سے اکھڑنے نہ پائیں اور جس جگہ جمے ہوئے ہیں جمے رہیں۔ لیکن اگر گوکلا میرے بازوؤں میں ہوتی تو شاید اسے سنبھالنے کے لئے بھی خاصی مشکلات اٹھانا پڑتیں۔

اور میں نے سلانوس کو تسلیم کر لیا تھا۔ یہ اس کا علم تھا کہ جس نے گوکلا کو ایک ایسی چٹان میں تبدیل کر دیا تھا جو جتنی باہر تھی اس سے پچاس گنا زیادہ اندر زمین میں دفن تھی اور یہ تیز ہوائیں اسے اکھاڑ نہ سکتی تھیں۔

میں سلانوس کے اس وسیع علم کے بارے میں سوچ رہا تھا اور خوفناک تیز و تند طوفان اپنی بھیانک آواز کے ساتھ ہمارے جسموں سے ٹکراتا گزرتا رہا..... نقشہ ہی بگڑ کر رہ گیا تھا۔

جتنے درخت اکھڑے تھے ظاہر ہے فوری طور پر وہ دوبارہ زمین پر نہیں لگ سکتے تھے۔

گویا یوشنا نے اپنی تمام تر قوت سے یہ آندھی ہماری جانب بھیجی تھی۔ بڑے بڑے پتھر جو ہماری طرف اڑ کر بری طرح ہمارے جسموں سے ٹکرا رہے تھے اتنا بڑا حجم تھا ان کا پروفیسر کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے..... لیکن بوڑھے سلانوس کے علم نے ان پتھروں کی کسی ٹکر سے ہمیں نقصان پہنچنے نہ دیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ یوشنا کو اس آندھی کا حشر معلوم بھی تھا یا نہیں۔ اس کی دوربین نگاہیں ہم لوگوں کو اس انداز میں دیکھ رہی تھیں یا اس سیاہ طوفان میں ہم بھی اس کی آنکھوں سے پوشیدہ تھے جبکہ میں اس پورے ماحول کو اب بھی دیکھ سکتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ سلانوس اب بھی علمیت میں مجھ سے کہیں آگے ہے۔ بے شک میری جسمانی قوتیں ایک حیثیت ضرور رکھتی تھیں اور میرا اس طرح جمے رہنا نہ تو کوئی جادو تھا اور نہ ہی کوئی ایسا علم جس کے ذریعے میں نے یہ قوتیں حاصل کی ہوں..... میں صرف اپنی اس صلاحیت سے کام لے رہا تھا جس نے صدیوں سے اب تک مجھے زندہ رکھا ہوا تھا۔ بالآخر طوفان ہم پر سے گزر گیا..... اس کے پیچھے کی فضا اسی مانند صاف تھی جیسی طوفان آنے سے قبل۔

ہاں ہمارے حلیئے جو کچھ بن گئے تھے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتے تھے۔ گوکلا تنکوں کا پہاڑ معلوم ہو رہی تھی اور یہی کیفیت سلانوس کی بھی تھی۔ اب وہ صرف پتھر نہیں رہ گئے تھے بلکہ ان کے جسموں سے گھاس پھوس اس طرح لپٹ گئی تھی کہ وہ صرف گھاس پھوس کا درخت ہی محسوس ہو سکتے تھے۔ لیکن میری کیفیت یہ نہیں تھی۔ اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ اس دوران میں ساکت و جامد نہیں رہا تھا بلکہ پاؤں ہلاتا رہا تھا۔

میں تھوڑا سا مختلف تھا...... تب میرے کانوں میں سلانوس کی آواز گونجی۔

''عظیم کاس!......''

''ہاں سلانوس۔ کیا بات ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''میں تیرا معترف ہو گیا ہوں عظیم کاس۔ بلاشبہ تیرے بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا ..... میرا علم کہتا ہے کہ یہ قوت جس نے تجھے اس زمین پر اس طرح ساکت و جامد رکھا، جادو کی نہیں ہے۔ یہ صرف تیری جسمانی قوت ہے جو پہاڑوں تک کو متزلزل کر سکتی ہے لیکن کیا اس دنیا کے لوگ اس بات پر یقین کریں گے۔''

''میرا خیال ہے ممکن نہیں ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہاں۔ یقیناً میرا خیال تم سے مختلف نہیں ہے۔ یقیناً وہ تجھے کوئی بہت بڑا جادوگر سمجھتے ہوں گے۔ ایک ایسا جادوگر جو ناقابل تسخیر ہو۔ بہرحال میری جانب سے اس شاندار کارکردگی پر مبارکباد قبول کرو اور ہاں۔ اب میں تمہارے درمیان نہیں رہوں گا کیونکہ مجھے اعتماد ہے کہ تو باسانی یوشنا کی قوتوں سے نبٹ سکتا ہے۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ یوشنا کے پاس اب ایسا کوئی حربہ نہیں ہے جو وہ تیرے اوپر یا گوکلہ کے اوپر استعمال کرے گا۔ یہ اس کا سب سے کامیاب وار تھا جس میں وہ ناکام رہا...... میں نہیں چاہتا کہ یوشنا مجھے دیکھے اور سوچے کہ گوکلہ کچھ جادوئی قوتیں لے کر میرے ساتھ اس تک آئی ہے۔ میں صرف یہی چاہتا ہوں کہ تو کاس کی حیثیت سے یوشنا کو شکست فاش دے اور مجھے یقین ہے کہ تو اس مقابلہ میں کامیاب رہے گا اور یوں میں تجھ سے زیادہ دور نہیں رہوں گا اور جب بھی تجھے میری ضرورت پڑی اور مجھے محسوس ہوا کہ اب تو میری مدد کا محتاج ہے تو میں تیرے نزدیک آ جاؤں گا۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہاں چند ساعت کے بعد ایک عجیب وغریب منظر دیکھنے میں آیا۔

وہ یہ تھا کہ ان میں سے ایک پہاڑ جو سلانوس کا تھا آہستہ آہستہ زمین بوس ہونے لگا..... اس پر سے تمام تنکے گر گئے۔ گویا ان کے نیچے موجود سلانوس، موجود نہیں تھا۔

البتہ گوکلہ کے ہاتھ ان تنکوں کو اپنے وجود سے علیحدہ کر رہے تھے اور بمشکل تمام وہ اس میں سے نکلنے میں کامیاب ہوئی۔ اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے...... پہلے اس نے میری جانب دیکھا اور پھر سلانوس کی جانب ..... اور پھر متحیرانہ انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگی۔

''کیا دیکھ رہی ہو گوکلہ؟'' میں نے سوال کیا۔

''مقدس...... مقدس سلانوس۔'' وہ آہستہ سے بولی۔

''وہ واپس جا چکا ہے۔''

''کک۔ کیا مطلب؟''

''ہاں وہ واپس جا چکا ہے۔'' میں نے مضبوط لہجے میں کہا۔

''لیکن کہاں؟'' گوکلہ اب تک متعجب تھی۔

''اپنی دنیا میں۔''

''تمہیں کیسے معلوم کاس۔''

''اس نے جاتے ہوئے مجھے اس کی اطلاع بھی دی ہے۔''

''لیکن کیوں..... کیا وہ ہماری مدد نہیں کرنا چاہتا۔'' گوکلا نے بے چینی سے سوال کیا۔

''اگر وہ ہماری مدد کرنا نہیں چاہتا گوکلہ تو اس آندھی سے ہم لوگوں کا حشر کیا ہوتا۔ کیا تم اس کا اندازہ کر سکتی ہو۔''

''ہاں..... بے شک..... بے شک..... یہ ایسا علم تھا جس سے میں بے خبر ہوں۔'' گوکلہ نے جواب دیا۔

''اور یوشنا ناکام رہا ہے۔''

''ہاں۔ اسے ناکام رہنا چاہیے تھا کاس..... مقدس سلانوس ہمارے ساتھ ہے۔''

''ٹھیک ہے گوکلہ۔ وہ ناکام ہے اور آئندہ بھی ناکام رہے گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن سلانوس کیوں واپس چلا گیا۔''

''اس نے شاید یہاں اپنی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔''

''مگر کیا ہم یوشنا پر قابو پانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔''

''ہو جائیں گے گوکلہ..... میرے ساتھ آؤ..... عورتوں میں یہی خرابی ہے کہ وہ بے پناہ بولتی ہیں۔ حد سے زیادہ سوالات کرتی ہیں اور اپنی عقل سے بعید از قیاس باتیں کرتی ہیں کہ سوالات کا جواب دینے والا اکتا جائے۔'' میں نے کسی قدر جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور گوکلہ خاموش ہو گئی۔

میں نہیں سمجھ سکتا پروفیسر، کہ یہ اپنی کسی توہین کا احساس تھا یا گوکلہ کی حماقت کا کہ وہ مجھے اتنا معمولی انسان سمجھ رہی تھی کہ سلانوس کی مدد کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا۔ حالانکہ جو کچھ ہو چکا تھا اسے، اس سے ہی اندازہ لگا لینا چاہئے تھا کہ سلانوس نے مجھے اس جگہ تنہا چھوڑ دیا تھا اور یہ میری قوتیں تھیں جس نے مجھے اس انداز میں بحال رکھا تھا لیکن شاید چند ہی ساعت بعد گوکلہ کو اس بات کا احساس ہو گیا۔ لیکن شاید قصور اس کا بھی نہیں تھا۔ اس خوفناک آندھی نے اس کے حواس معطل کر رکھے تھے اور وہ سوچ سمجھ کے مادے کو چند ساعت کے لئے گنوا چکی تھی لیکن جوں ہی اس کے حواس بحال ہوئے اس نے متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھا اور بولی۔

''لیکن کاس تمہیں تو کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔''

''ہاں گوکلہ۔''

''اور تم بھی اسی مانند ہو۔''

''ہاں۔'' میں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

''اور میں جانتی ہوں کہ تمہارے اوپر سلانوس کا جادو نہیں چلا تھا۔ سلانوس نے تمہیں اس آزمائش میں تنہا چھوڑ دیا تھا۔ مگر تعجب ہے تمہارے قدم زمین پر اس طرح جم گئے جیسے دو ستون ہوں جو اپنی لمبائی سے کہیں زیادہ زمین میں دفن ہوں اور بڑے بڑے طوفان ان کو نہ ہلا سکتے ہوں۔''

''آؤ گوکلہ۔ آگے بڑھیں۔'' میں نے کہا اور گوکلہ نے گردن ہلا دی۔ ہم آگے کی جانب چل پڑے۔

پھر اس نے چاروں طرف دیکھا اور بولی۔ ''لیکن میں نہیں جانتی کاس کہ سلانوس کیوں چلا گیا۔''

''اگر جانا چاہتی ہو تو اس کے پاس واپس چلی جاؤ اور اگر یوشنا کے شہر میں جانا چاہتی ہو تو میرے ساتھ آؤ۔'' میں نے غصہ سے کہا اور گوکلہ ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئی۔

اور پھر سہمے ہوئے انداز میں میرے ساتھ چلنے لگی۔ تب تھوڑی دور چلنے کے بعد میں نے اس سے کہا۔

''گوکلہ کیا تم یہی کیفیت لے کر یوشنا سے مقابلے پر آنا چاہتی تھیں۔''

''یہ بات نہیں ہے کاس۔ یہ بات نہیں ہے۔''

''پھر کیا بات ہے؟''

''تو میری ذہنی کیفیت کو سمجھ کاس۔ میرے ساتھ دو ایسے ستون تھے جن پر مجھے ناز تھا اور میں ان ستونوں کے سہارے آگے بڑھ رہی تھی۔ گویا میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ اب مجھے اپنی قوتوں کے استعمال کی ضرورت نہیں ہوگی۔ میرے ساتھ جو قوتیں ہیں وہ یوشنا کو تباہ و برباد کر دیں گی لیکن سلانوس کے چلے جانے سے میں تھوڑی سی پریشان ہو گئی تھی۔ تاہم مجھے تیرے اوپر بھی اعتماد ہے۔ تُو جو سلانوس کی مانند زمین پر جم سکتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ پتھر بن کر نہیں بلکہ اپنی اصلی حیثیت میں...... آہ...... کاش...... کاش...... تو مجھے اپنی قربت میں قبول کر لیتا...... کاش، میں ان تمام جھگڑوں سے آزاد ہو کر صرف تیری پناہ میں رہتی۔''

''میرا خیال ہے گوکلہ...... اس آندھی نے تیرے حواس مکمل طور پر معطل کر دیئے ہیں۔ تُو وہ باتیں کر رہی ہے جو غیر انسانی ہیں اور میرا ان معاملات سے کوئی تعلق بھی نہیں ہے۔ یہاں تو یوشنا کے مقابلے کے لئے آئی ہے لیکن تو عشق کے مرکز میں داخل ہو رہی ہے۔''

''یہ بات نہیں ہے کاس...... میں نے غلط نہیں کہا۔ تم ان باتوں کو غیر انسانی قرار دے رہے ہو اور میں کہتی ہوں کہ یہ باتیں سو فیصدی انسانی فطرت سے گہرا تعلق رکھتی ہیں۔ بے شک میں یہاں عشق کے مرکز میں داخل ہونے نہیں آئی لیکن تم یہ تو سوچو کہ اگر تم میری محبت کو قبول کر لو تو میں یوشنا کا خیال دل سے نکال دیتی ہوں۔''

''اگر تو یوشنا کا خیال دل سے نکال دیتی گوکلہ تو میں تیری ذات سے بالکل ہی منحرف ہو جاتا۔''

''کیوں؟'' گوکلہ نے تعجب سے پوچھا۔

''اس لئے کہ جب تو اپنے برس ہا برس کے منصوبے کو ایک شخص کے لئے اس طرح تباہ و برباد کر سکتی ہے تو اس کا مقصد ہے تیرا ذہن ایک پائیدار حیثیت نہیں رکھتا۔''

''یہ بھی غلط کہہ رہے ہو کاس۔ میں شاید کسی بھی مدد کے لئے اپنی محبت کو اس طرح نہ ٹھکرا سکتی تھی۔ تمہیں دیکھنے کے بعد میرے ذہن میں بہت سی تبدیلیاں پیدا ہوئیں ورنہ اس سے قبل تو میری زندگی کا مقصد ہی ایک تھا۔''

''میری خواہش ہے گوکلا کہ تو صرف اپنا مقصد حاصل کر اور جو کچھ تجھے حاصل کرنا ہے اسے حاصل کر لے۔ میرا تصور ذہن سے نکال دے۔ میں تیرا ساتھ تو کبھی نہ دے سکوں گا۔'' میں نے صاف لہجہ میں کہا۔

اور گوکلا ایک ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ وہ آہستہ آہستہ میرے ساتھ چل رہی تھی۔ پھر اس نے بھاری لہجہ میں کہا۔

''نجانے کیوں میری تقدیر مجھے بار بار ذلیل کرا رہی ہے۔ تو یقین کر کاس کہ میں نے پہلے بھی اس بارے میں سوچا تھا اور خود پر نفرین کی تھی۔ اب میں شرم سے کٹی جا رہی ہوں۔'' اس نے افسردہ سے لہجے میں کہا۔

لیکن میں گوکلا سے بالکل بھی متاثر نہیں ہوا تھا۔ سو میں اسی سرد لہجے میں بولا۔

''میرے پاس صرف ایک رائے ہے گوکلا۔''

''وہ کیا۔ جلدی کہہ کاس۔'' گوکلا بے چینی سے بولی۔

اور مجھے اس کی بے چینی پر ہنسی آ گئی۔ نادان لڑکی سمجھ رہی تھی کہ میں شاید اس سے اظہار عشق کروں گا لیکن میں بے وقوف نہیں تھا پروفیسر، میری زندگی کا کوئی مقصد تھا اور میں اسے تعمیر میں صرف کرنا چاہتا تھا۔ میں عورت کا غلام نہیں بن سکتا تھا اور گوکلا مجھے نہ جانے کیا بنانا چاہ رہی تھی۔ سو میں نے کہا۔

''وہ یہ کہ میرا خیال اپنے ذہن سے بالکل نکال دے اور اپنے مقصد پر ڈٹی رہ۔'' میں نے کہا اور گوکلا چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

''ٹھیک ہے کاس۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ تجھ سے اس موضوع پر کچھ نہ کہوں گی۔'' اس نے مضبوط لہجے میں کہا۔

ہم دونوں یوشنا کے شہر کی جانب جا رہے تھے جو ہمیں دور سے ہی نظر آ رہا تھا۔

اور بلاشبہ پروفیسر اس سارے علاقے کی طرح یہ شہر بھی نہایت خوبصورت تھا۔ دور سے دیکھنے پر اتنا حسین نظر آتا تھا کہ آنکھیں خیرہ ہوئی جاتی تھیں لیکن میں اس بات کا منتظر تھا کہ بہت جلد یوشنا کی جانب سے کوئی قدم اٹھایا جائے گا...... اور وہ صرف اس آندھی سے ہی مطمئن نہ ہو گا اور بلاشبہ جس شخص نے اتنی دور بیٹھ کر ہماری وہ گفتگو سن لی تھی جو ہم سرگوشیوں کے انداز میں اس کے بارے میں کر رہے تھے اور اس کا جواب دینے کے بعد اس نے اپنی قوت کا کرشمہ دکھایا۔ وہ ہماری طرف سے لاعلم نہ ہو گا اور اس بات سے مطمئن نہ ہو گا کہ اس کے دشمن فنا ہو چکے ہیں۔

اگر وہ مطمئن نہیں ہو گیا تھا تو اب تک اسے دوسری کارروائی کر دینا چاہئے تھی...... یا پھر یہ کہا جا سکتا تھا کہ اس آندھی کی ناکامی اس کے اعصاب پر بجلی بن کر گری تھی اور وہ حیرت سے گنگ رہ گیا ہو۔ اس نے سوچا ہو گا کہ اب کون سی قوت استعمال کی جائے جو اس کے دشمنوں کو فنا کر سکے۔

ہاں ایک بات پر اسے تعجب ضرور ہوا ہو گا کہ اس سے قبل تین انسان تھے اور تین انسان اس کے دشمن تھے اور اب ان میں سے دو باقی رہ گئے تھے۔ ممکن ہے وہ یہ سوچے کہ ان میں سے ایک آندھی میں فنا ہو گیا۔

گوکلہ عشق و محبت کی باتیں ختم کر چکی تھی لیکن وہ مضمحل سی تھی اور اب میں سوچ رہا تھا کہ یوشنا جو کچھ کارروائی کرے گا، اب اس سے مجھے تنہا ہی نمٹنا پڑے گا۔

یوشنا کا خوبصورت شہر قریب آ گیا تھا اور میں اس کے حسن سے بے حد متاثر تھا۔ میں نے گوکلہ کو بھی اس طرف متوجہ کیا۔

''گوکلہ۔ کیا تم اس سے قبل بھی یہ شہر دیکھ چکی ہو؟''

''کیوں نہیں۔'' گوکلہ نے اداس لہجے میں جواب دیا۔

''بے حد خوبصورت شہر ہے۔''

''ہاں..... اس دنیا میں بے مثال.....'' گوکلا نے جواب دیا۔

اس کے چہرے پر ماضی کے سائے رینگنے لگے تھے..... اور شاید اسے اپنا کناشی یاد آ گیا تھا..... کناشی جو اس سے محبت کرتا تھا۔

یوشنا کے شہر میں داخل ہونے کے بعد ہم تھوڑی دور ہی چلے تھے کہ اچانک سامنے سے بے شمار لوگوں کا ہجوم ہمیں اپنی جانب آتا نظر آیا۔

میں اور گوکلا رک گئے تھے۔ ویسے جس حصے سے ہم داخل ہوئے تھے وہاں پر ہم نے کسی انسان کا وجود نہیں دیکھا تھا۔ گویا اب وہ میرے اور گوکلہ کے وجود سے واقف ہو گئے تھے اور یوشنا شاید کوئی پیش بندی کرنا چاہتا تھا۔ کناشی نے بندوبست کر لیا تھا اس بات کا کہ ہم شہر میں داخل ہو کر شہریوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ غالباً اس نے اس بات کا فیصلہ اس وجہ سے کیا ہو گا کہ ہم اس کی آندھی سے بچ گئے تھے جو اس کے جادو کا سب سے زبردست وار تھا۔

ہمیں جو ہجوم نظر آیا اس میں سب سے آگے کناشی کے سپاہی تھے۔ گوکلہ نے مجھے اس کے بارے میں بتایا۔

''کاس۔ یہ کناشی کا محافظ دستہ ہے۔''

''ہوں۔'' میں نے ہنکارہ بھرا اور پھر بولا۔ ''کیا تم یوشنا کے محافظ دستے کے بارے میں اچھی طرح جانتی ہو؟''

''ہاں کاس۔ اس بارے میں، میں اچھی طرح جانتی ہوں۔''

''اس کا مقصد ہے کہ دستے کے پیچھے کناشی بھی ہو گا۔''

''امکان کی بات نہیں ہے وہ ہم سے ملنے آ رہا ہے۔''

''کیا؟'' میں نے سوالیہ انداز میں گوکلہ کی جانب دیکھا۔

''ہاں۔ وہ آ رہا ہے۔ یوشنا ہم سے ملنے کے لئے آ رہا ہے۔'' گوکلا دانت پیس کر بولی۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ تاہم میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور اس ہجوم کی جانب دیکھنے لگا جو ہمیں دیکھ کر رک گیا تھا۔ ہم خود بھی رک گئے تھے۔ غالباً وہ ہمارے آگے بڑھنے کا انتظار کر رہے تھے اور ہم ان کا۔

ہجوم درمیان سے چھٹا اور دو سفید گھوڑے نظر آئے۔ ان سفید گھوڑوں میں سے ایک پر بہت ہی باوقار شخصیت سوار تھی۔ بھرپور نوجوان تھا

وہ۔ اس کے پیچھے ایک باریش بوڑھا تھا۔ خاصا ضعیف العمر معلوم ہوتا تھا وہ۔ اس کے اعضا سست ہو گئے تھے۔ میں نے بغور ان کا جائزہ لیا۔

''اوہ.....اوہ یہ ستیا ہے۔''

''ستیا کون؟'' میں نے سوال کیا۔

''کناشی کا جادوئی مشیر۔''

''اوہ۔ تو وہ اپنے محافظ کے ساتھ آیا ہے۔'' میں نے جواب دیا اور گوکلہ کچھ نہ بولی۔

بہرحال ہم اس کے نزدیک آنے کا انتظار کرتے رہے۔ دونوں گھوڑے سست روی سے سفر کر رہے تھے اور پورا ہجوم ان کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔

تب کناشی نے ہم سے کچھ فاصلے پر گھوڑا روک لیا۔ اس کے ہونٹوں پر ایک حسین سی مسکراہٹ تھی۔

اور بے شک، بلا کسی شبہ کے پروفیسر، میں نے تسلیم کیا کہ وہ بے پناہ خوبصورت تھا اور جوانی اس پر ٹوٹ کر آئی تھی۔

لمبا تڑنگا، بلند قامت اور تندرست جسم کا مالک کناشی اپنی تیز بڑی بڑی کسی گہرے سمندر کی مانند گہری آنکھوں سے ہمیں دیکھتا ہوا آگے بڑھا اور پھر ہم سے چند گز کے فاصلے پر آ کر رک گیا۔

''گوکلہ کو یوشنا کا سلام۔'' اس نے ماتھے پر دو انگلیاں لگا کر مسکراتے ہوئے کہا۔

''یوشنا..... یوشنا.....'' گوکلہ نے سوال کیا۔

''ہاں.....صرف اور صرف یوشنا..... اور تو اس بات کی مختار نہیں کہ تو یوشنا کو اس نام سے پکارے، جس نام سے وہ کبھی مشہور تھا۔''

''ٹھیک ہے، تو کیا سمجھتا ہے کہ میں تیرے پاس مفاہمت اور دوستی لے کر آئی ہوں۔'' گوکلہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''ہرگز نہیں..... میں جانتا تھا کہ تو ان عورتوں میں سے ہے جو مفاہمت اور دوستی کی قائل نہیں ہوتیں۔''

''بالکل ٹھیک جانتا ہے۔ تو نے میرے بارے میں بالکل درست سوچا ہے..... اور یہ بھی سوچا تو نے کہ میں نے تیرے مقابلے کے لئے کیا کچھ تیاریاں نہیں کیں۔''

''ہاں، ہاں مجھے نظر آ رہا ہے۔ غالباً یہ تیرا محافظ ہے۔'' یوشنا نے میری طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ یہ محافظ نہیں ہے۔'' گوکلا سخت لہجے میں بولی۔

''تو کیا تو یہ بتانا پسند کرے گی کہ یہ کون ہے۔''

''یہ میرا کاس ہے۔'' گوکلا نے جواب دیا۔

''ٹھیک..... ٹھیک..... ٹھیک..... تو یہ بھی کاس ہے اور تو خود بھی کاس ہے۔''

''تو کیا شک کرتا ہے میرے کاس ہونے پر؟''

''ارے نہیں، نہیں...... نہیں۔ میں شک نہیں کرتا گوکلہ۔'' یوشنا طنزیہ لہجہ میں بولا۔ ''تو نے خود بھی تو ایک علاقے پر اپنی حکومت کا اعلان کر دیا تھا لیکن اس کے بعد میں نے تجھے پیغام بھجوایا تھا کہ تو اس سلسلے کو بند کر دے۔ یوشنا اس سارے علاقے کا حکمراں ہے اور وہ اپنی اس حکمرانی میں کسی کا پیوند برداشت نہیں کرے گا۔''

''تو جسے پیوند کہہ رہا ہے یوشنا، وہ مستقبل میں تیرے اس علاقے کا حکمراں ہے۔'' گوکلہ نے جواب دیا۔

''اور اس کا نام گوکلا ہے۔'' یوشنا نے کہا اور ایک زوردار قہقہہ لگایا...... اس کا مشیر بھی مسکرانے لگا تھا۔

یوشنا نے اپنے مشیر کی جانب دیکھا اور بولا۔ ''ستیا تم نے دیکھا...... یہ...... یہ مستقبل کا حکمراں ہے۔ کیا ان علاقوں پر کسی عورت کی حکمرانی قائم ہو سکتی ہے۔'' یوشنا طنزیہ لہجے میں بولا۔

''ہرگز نہیں...... ہرگز نہیں...... عورت صرف عورت ہے۔ وہ کبھی کا س نہیں بن سکتی۔'' محافظ نے جواب دیا۔

''اور اس کے ساتھ جو مرد ہے بلاشبہ یہ کچھ انوکھا سا ہے شاید گوکلہ کے تصورے سے علم کا شاہکار۔''

''ہاں لگتا تو ایسا ہی ہے۔'' محافظ مسکراتا ہوا بولا۔

''لیکن گوکلا سے پوچھو کہ کیا اس ننھے سے شاہکار کو لے کر وہ یوشنا کے مقابلہ پر آئی ہے۔''

''تم لوگ جس قسم کی باتیں کرنا چاہو کرتے رہو مجھے اس پر کوئی بھی اعتراض نہیں...... لیکن یوشنا بہتر یہ ہوگا کہ کام کی بات کرو۔ میں تمہیں مہلت دیتی ہوں اس بات کہ اگر تم چاہو تو مختصر سا سامان لے کر اپنے عزیز و اقارب اور ضروری اشیا سمیت اس علاقے کے کسی ایسے گوشے میں چلے جاؤ جہاں تم اپنی زندگی کے بقیہ لمحات بسر کر سکو۔ میں تمہیں اس کی مہلت اور اجازت دوں گی۔ یہ میری رعایت ہوگی تمہارے لئے اور صرف اس لئے کہ میں بچپن میں تمہیں چاہتی تھی...... اور اگر تم اس رعایت سے فائدہ اٹھانے کے لئے تیار نہ ہو تو پھر مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ۔''

''اوہ...... اوہ گوکلا...... تو اپنی اوقات سے بڑھ کر بات کر رہی ہے۔ کیا فلوس کو ختم کرنے کے بعد تو سمجھتی ہے کہ تو یوشنا کی قوتوں کو فنا کر سکتی ہے۔'' یوشنا غراتے ہوئے لہجہ میں بولا۔

''ہاں یوشنا، میں یہی سوچ کر یہاں تک پہنچی ہوں اور تو دیکھ تو نے جس سیاہ طوفان کو ہم لوگوں کے لئے بھیجا تھا ہم نے اسے کس طرح ناکارہ کر دیا تھا...... اس کے بعد ہم منتظر رہے کہ تو اپنی کسی اور قوت کو آزمائے گا مگر شاید تیرے پاس اور کوئی قوت نہیں تھی۔''

''گوکلہ کیا تو یہ چاہتی ہے کہ یہ لشکر جو میرے پیچھے ہے، تیز دوڑ لگائے اور تیرے ساتھی کے جسم کو روندتا ہوا آگے نکل جائے۔ کیا تو یہ چاہتی ہے کہ تمہارے جسم زمین بوس ہو جائیں اور تمہارا گوشت اس زمین کے ذرات کی مانند ہو جائے اور تمہارا نام و نشان نہ ملے...... لیکن اگر تو یہ نہیں چاہتی تو مجھے غصہ دلانے والی بات مت کر، مجھے بتا کہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کروں...... تو اپنی دانست میں مجھے فنا کرنے آئی ہے، مجھ سے جنگ کرنے آئی ہے...... حالانکہ ہونا تو یہ چاہئے کہ میں تجھے تیری جسارت کا مکمل طور پر مزہ چکھا دوں اور تجھے تیرے وجود سمیت ہمیشہ کے لئے دفن کر دوں...... لیکن میں یوشنا ہوں...... اور یوشنا اپنی رعایا کا محافظ بھی ہوتا ہے اور ان پر مہربان بھی...... میں جانتا ہوں کہ تیری کوئی حماقت تجھے اس حد تک لے آئی

ہے، ممکن ہے اس شخص نے تجھے احساس دلایا ہو کہ تو برتر و اعلیٰ ہوگئی ہے لیکن یوشنا سے مقابلے سے پہلے سوچ، کیا تو اس قابل ہے کہ یوشنا کا مقابلہ کر سکے، یا تیرا یہ کاس اتنی ہمت رکھتا ہے کہ یوشنا کے مقابلے پر آئے...... تو جانتی ہے گوکلہ کہ میں علم کا سہارا اس وقت لیتا ہوں جب اپنے جسمانی سہارے کھو بیٹھوں...... اور میرا جسمانی سہارا۔ میں سمجھتا ہوں اس پورے علاقہ میں مجھ جیسا کوئی اور نہ ہوگا۔ کوئی ایسا نہ ہوگا جو میرے گرز، میرے تیشے کی تاب لا سکے، کیا تو اپنے محافظ و معاون کو آگے بڑھائے گی ... ہاں میں تیرے اوپر ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا کیونکہ یوشنا کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے کسی عورت کو قتل کرے البتہ میرا گھوڑا تیری گردن چبانے میں فخر محسوس کرے گا اور اسے اس بات کا احساس نہیں ہوگا کہ وہ کیا چبا رہا ہے...... بول کیا چاہتی ہے تو؟'' یوشنا نے کہا۔

اور اب خاموش رہنا بہتر نہ تھا۔ سو میں نے گوکلہ کو کندھے سے پکڑ کر پیچھے ہٹایا اور آگے بڑھ کر بولا۔

''یوشنا! میں اس کے ساتھ آیا ہوں...... عورت سے بات کرنے میں تو بڑا تیز و طرار اور چست و چالاک معلوم ہوتا ہے۔ کیا تو ہمیشہ عورتوں سے اسی قسم کی باتیں کرتا آیا ہے۔...... مجھے یقین ہے کہ تیری مردانہ وجاہت اور تیز زبان سے شاید عورتیں متاثر ہو جاتی ہوں گی...... لیکن کیا کسی ایسے شخص کے سامنے بھی تو نے عورت کو للکارا ہے جو اپنے آپ کو اس کا محافظ سمجھتا ہے۔ اگر نہیں تو آج آ...... اور تو یہ دیکھ کہ وہ عورتیں جن کے محافظ ہوں ان کو للکارنے کا حشر کیا ہوتا ہے۔''

یوشنا کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہوگئی۔ اس نے غیظ و غضب سے بھری ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولا۔

''احمق انسان تو اس علاقے کے کون سے حصے سے تعلق رکھتا ہے۔''

''میں......'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''میں اس پورے علاقے سے تعلق رکھتا ہوں...... اور میرا تعلق آج کل اس حصے سے ہے جہاں تو حکمرانی کر رہا ہے...... میں دعویٰ کرتا ہوں کہ تو صرف عورتوں سے گفتگو کرنے کے قابل ہے چنانچہ کسی محل کے زنان خانے میں تو تیرا گزر ہو سکتا ہے لیکن کسی ملک کے حکمراں کی حیثیت سے نہیں کیونکہ تو بالکل نااہل و ناکارہ ہے۔''

میرا جواب یوشنا کے حواس پر بجلی بن کر گرا تھا...... وہ آپے سے باہر ہو گیا اور غیظ و غضب میں ڈوبا ہوا آگے بڑھا...... پھر اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

''اگر میں چاہوں تو میرے بدن سے خارج ہونے والا ایک شعلہ تجھے ہمیشہ کے لئے فنا کر سکتا ہے لیکن زیادہ بولنے والے، بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے والے، تجھے زندگی کے چند لمحات اور دیتا ہوں تاکہ دیکھنے والے دیکھیں کہ یوشنا سے بدکلامی کرنے والا کس اذیت سے موت قبول کرتا ہے۔''

''میں نے خود کو گوکلا کا محافظ کہا ہے اور صرف اس کے لئے تجھ سے جنگ کروں گا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو، تو میرے قابل نہیں ہے۔ ایسے مغرور اور احمق لوگوں کو میں اپنے قریب بھی دیکھنا پسند نہیں کرتا۔'' میں یوشنا کو اور زیادہ غصہ دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''گوکلا کے محافظ۔ تو کیسی موت پسند کرتا ہے۔ شاید تو اس کا کاس ہے۔ خوب، خوب۔ دیکھے گی یہ احمق عورت کہ کیا پایا اس نے میرے مقابل آ کر۔ لیکن ایسے نہیں، میں تمہیں عزت دوں گا۔ ان لوگوں کی مانند جو جنگ کرنے آتے ہیں اور فیصلہ سب کے سامنے ہوتا ہے۔ تو گوکلا، آج تو

رہے گی..... کل میدانِ جنگ میں سب کے سامنے تیرا کاس میرے مقابل آئے گا..... اور اگر وہ مارا جائے تو میں تجھے بھی دعوت دوں گا کہ تو مجھے وہ کچھ دکھا جس کے بل پر تو مجھ سے مقابلہ کرنے کے لئے چلی آئی ہے۔ بہتر یہی ہے گوکلہ کہ اس قسم کے کسی مسئلے کو مسئلہ بنا نہیں رہنا چاہئے، تیرے ذہن میں اگر حکومت کی خواہش ہے تو میرے لئے ناقابل برداشت ہوگی اور میں نہیں چاہوں گا کہ ایسا کوئی خواہش مند میری مملکت میں زندہ رہ سکے۔ چنانچہ بہتر یہی ہوگا کہ اپنے کاس کی موت کے بعد تو بھی موت کی آغوش میں جا سو..... اور یہی تیرے لئے بہتر ہوگا کیونکہ انسان اگر اپنی زندگی میں کسی ایسی خواہش کی تکمیل نہ کر سکے جو اس کے لئے شدید تر ہو تو موت ہی اس کی تمام حسرتوں کا بہترین حل ثابت ہوتی ہے۔ اور میں یہی چاہوں گا کہ تو جسے میں برسوں سے جانتا ہوں، جو میری طویل عرصے کی شناسا ہے، کسی ایسی اذیت کا شکار ہو کر زندگی نہ گزارے جو اسے ہمیشہ پریشان رکھے..... چنانچہ آ اور کچھ وقت میری مہمان رہ۔ تھوڑا عرصہ گزار کر، تھوڑا وقت نکال کر میں تجھے وادیٔ موت کی جانب بھیج دوں گا۔'' یوشنا نے نہایت غرور بھرے لہجے میں کہا۔

اور پروفیسر، اس کا یہ مغرور انداز مجھے ایک آنکھ نہ بھایا..... میں نے طے کر لیا تھا کہ یوشنا کی اہمیت کو، اس کے غرور کو توڑ کر دم لوں گا۔

یوشنا نے گھوڑے کا رخ موڑا اور اپنی فوج کی جانب مڑ گیا۔ گوکلہ کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

میں نے ان تاثرات کو دیکھا..... وہ خاصی افسردہ نظر آ رہی تھی۔ تب وہ حزینہ انداز میں مسکرا دی۔

''کیا خیال ہے کاس؟''

''جو تیرا خیال ہو گوکلہ۔''

''اس نے کچھ وقت طلب کیا ہے۔ کیوں نہ ہم اسے وہ وقت دے دیں کاس۔'' گوکلہ نے بے جان سے لہجے میں پوچھا۔

''گوکلہ جو تیری مرضی مجھے کیا اعتراض۔ لیکن اس وقت تک ہماری حیثیت کیا ہوگی۔''

''اس کا فیصلہ تو وہی کرے گا۔'' گوکلا نے جواب دیا۔

اس کی ذہنی کیفیت کیا تھی اس بارے میں، میں کوئی اندازہ نہیں لگا پایا تھا۔ وہ کیا سوچ رہی ہے، کیا چاہتی ہے، کیا کرے گی، اس بارے میں، میں جان نہ سکا تھا۔ بہرحال وہ جو کچھ بھی چاہتی میں تو اس سے تعاون کرنے کے لئے آیا تھا..... اور ہر موقع پر اس کا معاون بننا چاہتا تھا۔

چنانچہ میں بھی اس کے ساتھ کھڑا رہا..... تب یوشنا کے بہت سے آدمی ہمارے نزدیک آئے اور ان میں سے ایک نے گوکلہ سے کہا۔

''موت کی وادیوں میں جانے والی، کچھ وقت یوشنا کی مہمان رہ کر ہمیں خدمت کا موقع دے۔ ہمارے ساتھ آ۔''

گوکلہ نے غمزدہ انداز میں گردن ہلا دی اور پھر آگے بڑھ گئی۔ میں بھی اس کے ساتھ تھا۔ یوشنا نے غالباً ان لوگوں کو ہدایت دے دی تھی کہ ہمیں کہاں ٹھہرنا ہے اور ہمارے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے۔

اور پھر ایک خوبصورت سے مکان میں، میں اور گوکلا داخل ہو گئے۔ یہاں ہماری اچھی خاصی خاطر مدارت کی گئی اور اس حسین علاقہ کو دیکھ کر میں تو حیران ہی رہ گیا تھا، اتنا خوبصورت علاقہ تھا کہ جہاں سے جانے کو جی نہ چاہے۔

یوشنا جس انداز میں ہمارے سامنے آیا تھا اور پھر جس انداز میں اس نے ہمیں کچھ وقت دیا تھا، میں نے تو اس کے بارے میں سوچا نہ تھا..... لیکن گوکلہ اس بارے میں بہت کچھ سوچ رہی تھی۔

طویل وقت تک وہ خاموش رہی۔ اس نے مجھ سے بھی کوئی بات نہ کی۔ پھر جب ہم دونوں نے آرام کی ضرورت محسوس کی تو ایک جگہ جا کر لیٹ گئے..... یہ آرام کی جگہ تھی..... تب گوکلہ نے میری جانب دیکھا اور بولی۔

''کاس۔ تم بھی خاموش ہو۔''

''ہاں گوکلہ۔ میں تمہاری طرف سے بولنے کا انتظار کر رہا تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''میں کیا بولوں کاس..... تم نے میری زبان ہی چھین لی۔'' اس نے غمزدہ لہجے میں کہا۔

''میں نے.....'' میں نے تعجبانہ لہجے میں پوچھا۔

''ہاں کاس۔''

''مگر کیوں کر.....؟''

''کاس میں یہاں نہیں آنا چاہتی تھی۔ میں نے تمہیں کہا تھا کہ یوشنا بے حد مغرور ہو گیا ہے۔ کناشی شاید اب اپنا نام بھی بھول گیا ہے۔ اب وہ خود کو کناشی نہیں سمجھتا۔ وہ صرف یوشنا رہ گیا ہے اور یوشنا نے جس طرح مجھ سے بات کی، جس انداز میں مجھ سے شناسائی کا اظہار کیا وہ تم نے سن لیا۔ کیا اس کے بعد بھی میں تم سے کوئی توقع رکھ سکتی ہوں۔ حالانکہ کاس میں تمہیں بہت سی باتیں بتاؤں تو تم حیران رہ جاؤ۔''

''وہ کون سی باتیں ہیں گوکلہ۔'' میں نے اشتیاق سے پوچھا۔

''کاس..... یوشنا مجھے بے حد چاہتا تھا، دم بھرتا تھا میری محبت کا، جب ہم چھوٹے سے تھے تو یوشنا کی زندگی کا زیادہ تر وقت میرے ساتھ ہی گزرتا تھا۔ وہ میری ایک ایک بات سے خوش ہوتا تھا، میری ناز برداریاں کرتا تھا اور ہر وقت مجھے اپنے سینے سے لگائے پھرتا تھا۔ ہم اس طرح اپنی زندگی کی منازل طے کرتے رہے لیکن پھر نہ جانے کیوں اس کے ذہن میں بہت سی تبدیلیاں آگئیں۔ کاس میں حیران رہ گئی تھی وہ عجیب وغریب ہو گیا تھا۔ حالانکہ مجھے امید تھی کہ وہ ہمیشہ مجھے اسی طرح چاہتا رہے گا۔ ہمیشہ اسی طرح سینے سے لگائے رکھے گا لیکن نجانے کیوں، نجانے کیوں اس کی یہ حالت ہوگئی اور اس نے میری محبت کا دم بھرنا چھوڑ دیا..... اور اب دیکھا تم نے کاس، کیا یہ گفتگو کسی محبت کرنے والے کی ہو سکتی ہے، اس نے مجھ سے اس طرح گفتگو کی، جیسے وہ صرف میرا اشنا سا ہے، اس شناسائی کی نوعیت کیا تھی۔ شاید یہ سوال ہمیشہ کے لئے اس کے ذہن سے نکل گیا ہے.....'' گوکلہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے ٹپکنے لگے۔

لیکن ان آنسوؤں نے مجھے متاثر نہیں کیا تھا..... میں گوکلہ پر جھلا گیا تھا، میرے ذہن میں ایک عجیب سا احساس پیدا ہو گیا تھا۔ آخر یہ عورت چاہتی کیا ہے، یوشنا کی بھی تعریفیں کر رہی ہے، مجھے بھی احمق بنانا چاہتی ہے۔ میں ایک عجیب سی الجھن کا شکار ہو گیا تھا۔ مجھے اس کے ان آنسوؤں سے نفرت ہو گئی تھی۔

لیکن پھر بھی میں نے اپنی اس نفرت کا اظہار نہ کیا اور گوکلا کی باتیں خاموشی سے سنتا رہا۔

''لیکن کاس میں اب اس سے پیار نہیں کرتی، میں اسے نہیں چاہتی، میں اس سے محبت نہیں کرتی۔ اب اگر میدانِ جنگ میں تو اسے قتل کر دے گا تو اسے شکست دے دے گا تو مجھے کوئی اذیت نہیں ہوگی۔ میں یہی سوچوں گی کہ اس مغرور شخص کا یہی انجام ہونا چاہیے۔ لیکن کاس۔ اگر تو اس کے ہاتھوں مارا گیا تو اس کے بعد..... اس کے بعد میری زندگی میں کوئی دلکشی باقی نہ رہ جائے گی میں فوراً اسے للکاروں گی اور کوشش کروں گی اس بات کی کہ وہ جلد از جلد مجھے بھی موت کے گھاٹ اتار دے.....''

''تو کہنا کیا چاہتی ہے گوکلہ۔ تیری باتیں جس قدر الجھی ہوئی ہیں شاید تو انہیں محسوس نہیں کر رہی۔ لیکن میں ان باتوں کی وجہ سے الجھن میں پڑ گیا ہوں۔'' میں کسی قدر جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

''اوہ۔ کیا میں نے ایسی کوئی بات کہی ہے جس نے تجھے الجھن میں ڈال دیا ہے کاس؟'' گوکلہ نے پوچھا۔

''ہاں گوکلہ۔ تو دو مختلف باتیں کر رہی ہے.....''

''کیا مطلب کاس.....'' گوکلہ تعجب سے بولی۔

''میرا خیال ہے گوکلہ تو اتنی نادان نہیں ہے۔ میری بات کو سمجھنے کی کوشش کر۔ تو مجھے بتا کیا میں سے قتل کر دوں یا نہ کروں؟''

''کاس.....'' گوکلہ استہزائیہ انداز میں بولی۔

''نہیں۔ گوکلہ میں ان باتوں کو نہیں مانتا تو اپنی مرضی جلد بیان کر..... باقی رہا مسئلہ میرا تو اس سرزمین پر مجھے قتل کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ میں جیسا ہوں ویسا ہی رہوں گا۔ لیکن اس کے بعد اگر میں اسے قتل کر دوں تو تو مجھے کچھ نہ کہے گی۔ تو میرے سامنے روئے گی بھی نہیں اور میں یہ بھی نہیں چاہوں گا کہ ہمیشہ تیرا حاشیہ بردار بنا رہوں۔ میں تیرے قریب زیادہ وقت نہ گزار سکوں گا گوکلہ سو تو جلد از جلد فیصلہ کر لے.....''

''مگر میں اب بھی نہیں سمجھی کاس۔ کیا فیصلہ۔ تو کیا کہنا چاہتا ہے۔'' گوکلہ میری باتوں سے سخت متحیر نظر آ رہی تھی۔

''میں نے اس وقت تک تیرا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا تھا..... گوکلہ۔ جب تک کہ تجھے تیری حیثیت نہ دلوا دوں۔ میں یوشنا کو شکست دوں گا اور اس کے بعد یہاں سے جانا پسند کروں گا۔''

''لل..... لیکن کہاں.....؟''

''جہاں میرا دل چاہے گا گوکلہ۔''

''تو کیا تو بتانا نہیں چاہتا کاس؟''

''ہاں گوکلہ میں اس پوری دنیا میں کسی کے سامنے جواب دہ نہیں ہوں۔'' میں نے سخت لہجے میں کہا۔

''کاس تم سچ کہتے ہو کہ تم مجھے جواب دہ نہیں ہو لیکن تمہاری اس ساری گفتگو سے مجھے ایک ہلکا سا احساس ہوتا ہے.....''

''کیا احساس؟''

''شاید تم مجھ سے ناراض ہو؟''

''نہیں ..... ناراض نہیں .....''

''پھر کاس۔تم خود ہی وجہ بتا دو.....'' گوکلہ اپنائیت سے بولی۔لیکن مجھے اس کی اس اپنائیت سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

''دراصل گوکلہ میں تیری دوہری شخصیت سے نالاں ہوں۔''

''دوہری شخصیت؟''

''ہاں اگر تو اسے چاہتی ہے تو اس کے قتل پر کیوں آمادہ ہو گئی اور اگر نہیں چاہتی تو تیرے اندر یہ جو کیفیت ابھر رہی ہیں، ان کا مقصد کیا ہے.....؟ جہاں تک میرا مسئلہ ہے میں تجھے بتا چکا ہوں کہ میں تجھے اپنی عورت کی حیثیت سے قبول نہیں کر سکتا.....اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تو یوشا کی محبت کا شکار ہے اور صرف مجبوراً میرا ساتھ پسند کر رہی ہے۔''

''نہیں کاس.....ایسا نہ کہو۔'' گوکلہ نے درد بھرے لہجے میں کہا۔

''کیوں نہ کہوں۔''

''تم نے..... دراصل.....غلط سمجھا۔'' وہ اٹک اٹک کر بولی۔

''براہ کرم گوکلہ میں کسی قسم کی ذہنی اذیت نہیں پال سکتا۔تم جو محسوس کر رہی ہو کیا اسے بیان نہیں کر سکتیں.....'' میں اب کافی جھنجھلاہٹ کا شکار ہو چکا تھا۔

''میں.....کاس.....میں.....دراصل.....میں واقعی الجھی ہوئی ہوں.....'' گوکلہ نے کہا اور رونا شروع کر دیا۔

اور پروفیسر ہر دور کی عورت میں مجھے ایک نمایاں خوبی یا نمایاں خامی نظر آئی..... وہ نمایاں خوبی یا خامی اس کے آنسو ہیں پروفیسر ہر دور کی عورت روتی ہے، جب وہ بے بس ہو جاتی ہے، جب وہ اپنی حماقتوں سے خود ہی تنگ آ جاتی ہے تو رونا شروع کر دیتی ہے اور رونا تو مجھے قطعی پسند نہیں تھا۔بہر حال جھنجھلاہٹ کا اظہار میرے لئے مناسب نہیں تھا۔

چند ساعت کے بعد میں ٹھیک ہو گیا اور پھر میں نے گوکلہ کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''گوکلہ تو یقین کر کہ تو بہت احمق ہے۔''

''کیا مطلب.....'' گوکلہ ایک دم حیران رہ گئی۔

''تو اپنے طور پر اس پورے علاقہ کی کاس بننے کی کوشش کر رہی ہے اور عورتوں کی طرح رو بھی رہی، جبکہ اس پوری مملکت کا کاس بننے کے لئے تجھے اپنے عورت پن کو بھول جانا چاہیے..... تجھے کافی سخت جان ہونا چاہیے۔''

''میں مرد نہیں ہوں کاس۔'' گوکلہ نے جواب دیا۔

''تو پھر مملکت کا کاس کیوں بننا چاہتی ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

''میں سمجھتی ہوں کہ یہ ذمہ داری میں بہتر طور پر اٹھا سکتی ہوں۔ کاس لیکن...... وہ دراصل...... میں الجھ گئی ہوں۔''

''الجھنے کی ضرورت نہیں ہے گوکلہ...... وہ فیصلہ جو تو کر کے آئی ہے، تو نے جس انداز میں یوشنا کو للکارا ہے اب اس کے بعد کچھ سوچنا بے کار ہے۔ آنے والا وقت اس بات کا فیصلہ کرے گا کہ مستقبل کیا ہوگا۔ گوکلہ اس علاقے کی حکمران تو ہوگی یا یوشنا......'' میں نے کہا اور گوکلہ سرد آہ بھر کر بولی۔

''ٹھیک ہے کاس۔'' وہ چند ساعت سوچتی رہی۔ اس نے اپنے آپ کو کافی درست کر لیا...... پھر سنبھلے ہوئے لہجہ میں بولی۔

''میں سمجھتی ہوں یوشنا اتنا بہادر نہیں ہے جتنا کہ خود کو ظاہر کرتا ہے۔''

''کس طرح سمجھتی ہے تو؟'' میں نے پوچھا۔

''کیا تم نے محسوس نہیں کیا......؟''

''نہیں......''

''اس نے وقت مانگا ہے۔''

''تو اس سے کیا ہوتا ہے گوکلہ......؟'' میں نے سپاٹ لہجے میں سوال کیا۔

''کاس تم جانتے ہو وقت مانگنے کا مطلب کیا ہوتا ہے۔''

''نہیں میں نہیں جانتا......''

''سوچنے کے لئے کچھ کرنے کے لئے...... وہ اپنے دانش کدے میں جائے گا، تمہارا زائچہ تیار کرے گا، اسے پرکھے گا اور اس کے بعد تمہارے مقابلے کی تیاریاں کر کے تمہارے سامنے آئے گا۔ وہ بلاشبہ ایک چالاک انسان ہے۔ تمہیں للکارتے وقت اس کے ذہن میں غیظ و غضب تھا۔ لیکن اس کے بعد شاید اسے عقل آ گئی۔ اس نے سوچا کہ اس کی بھیجی ہوئی آندھی تمہیں اکھاڑ نہ سکیں۔ نہ تباہ کر سکیں تو اس کا مطلب ہے کہ واقعی تم کچھ لے کر آئے ہو۔ چنانچہ اس نے طیش میں آ کر اس وقت مقابلہ کرنے کی کوشش کی بجائے وقت طلب کیا اور تمہیں اپنے مہمان کی حیثیت سے رکھ لیا۔ اب وہ تمہارے بارے میں معلومات کر کے آئے گا اور اس کے بعد تم سے جنگ کرے گا۔'' گوکلہ نے کہا۔

''اوہ۔ اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا گوکلہ۔'' میں نے جھلا کر کہا۔

''فرق کیوں نہیں پڑے گا۔ کاس۔''

''اس لئے کہ فرق اس وقت پڑے گا جب وہ میرے بارے میں صحیح معلومات حاصل کر کے آئے گا اور جب وہ صحیح معلومات حاصل کر کے آئے گا تو مجھ سے جنگ نہیں کرے گا......'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ہو سکتا ہے لیکن ایسی صورت میں اسے خاموشی سے روپوش ہو جانا پڑے گا۔'' گوکلہ نے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''ہاں۔ یہ یہاں کا قانون ہے کہ اگر دو للکارنے والوں میں سے ایک خاموشی سے روپوش ہو جائے تو دوسرے کو فاتح قرار دیا جاتا ہے اور پھر گم ہو جانے والے کی کوئی حیثیت کسی کی نگاہ میں نہیں رہتی، وہ لوگوں کی نگاہ میں مفتوح بن جاتا ہے۔''

''اوہ۔ تب تو ٹھیک ہے۔ بہر حال میں تمہیں صرف ایک بات بتاؤں گا یا ایک پیش گوئی کروں گا کہ یوشنا کی موت بالکل نزدیک ہے اور تم اس کے لئے تیار رہو۔'' میں نے کہا اور گوکلہ نے گردن ہلا دی تھی۔

میرے ذہن میں یوشنا کے لئے کوئی خاص بات نہیں تھی۔ بس میں جانتا تھا کہ مقابلہ ہوگا اور اس کے بعد یوشنا کوئی بھی قوت لے کر آجائے میں اسے فنا کردوں گا۔ مجھے اس بات کا یقین تھا۔ یوشنا نے ہماری خاطر مدارات میں واقعی کوئی کمی نہ اٹھا رکھی تھی، اس کے ساتھی ہمارے آگے پیچھے پھر رہے تھے، ہر ممکن کوشش تھی ان کی کہ وہ ہماری ہر ضرورت پوری کردیں۔

میں نے تو کوئی تکلف نہیں کیا تھا لیکن گوکلہ شدید جذباتیت کا شکار رہی تھی۔ غالباً کناشی اس کے ذہن میں اب بھی اسی قوت سے موجود تھا جیسے پہلے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس کی محبت اب انتقام کی شکل اختیار کر گئی تھی۔

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں پروفیسر کہ وہاں دن رات کا یا گزرنے والے وقت کا کوئی تعین نہیں کیا جا سکتا تھا۔ البتہ ان لمحات میں جبکہ لوگ آرام کرتے تھے اور جب جاگتے تھے تو اسے آج یا کل کا نام دے دیا کرتے تھے۔ غالباً کل کا تصور ان کے ذہن میں بھی موجود تھا۔ چنانچہ اس لحاظ سے جب وقت گزر چکا تو یوشنا کے وہ آدمی، جو اس وقت بھی ہمارے سامنے موجود تھے۔ جب یوشنا نے مقابلے کے لئے کہا تھا، بالآخر ہمارے پاس پہنچ گئے۔ انہوں نے مسکراتے ہوئے استہزائیہ انداز میں مجھے دیکھا اور کہنے لگے۔

''گوکلہ اور گوکلہ کے کاس۔ کیا گزرے ہوئے وقت نے تمہیں کچھ سکھایا ہے؟ کیا تمہارے ذہنوں میں کچھ تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں؟ اگر کوئی تبدیلی پیدا ہوئی ہے تو ہمیں اس کے بارے میں بتا دو تاکہ ہم یوشنا کو جا کر اطلاع دے دیں کہ اس نے جو انتظامات کئے ہیں، انہیں ترک کر دے اور اگر تم اپنے فیصلوں پر برقرار ہو تو پھر یوشنا تمہیں میدان جنگ میں آنے کی دعوت دیتا ہے۔''

''اوہ۔ کیا یوشنا بذات خود ہم سے خوفزدہ ہے اور اگر خوفزدہ ہے تو اسے ہمارا پیغام دو کہ وہ علاقہ چھوڑ کر کہیں چلا جائے اور کسی پہاڑ کے دامن میں یا کسی ویران علاقے میں اپنا مسکن بنا لے جہاں انسانوں کا گزر نہ ہو۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اسے تلاش کر کے قتل کرنے کی کوشش نہیں کریں گے لیکن اگر اس کی موت نے اسے طلب کر ہی لیا ہے تو پھر اس سے کہو کہ مقابلے سے بھاگنے کی کوشش نہ کرے۔'' میں نے جواب دیا اور میرے اس جواب پر تمام لوگوں کے چہرے غصے سے سرخ ہو گئے تھے لیکن انہوں نے ایک لفظ بھی نہ کہا۔ تب کچھ دیر کے بعد ان میں سے ایک شخص نے کہا۔

''تو پھر میدانِ جنگ میں چلنے کی تیاری کرو۔''

''ٹھیک ہے تم جاؤ ایک آدمی کو یہاں چھوڑ جاؤ۔ ہم آتے ہیں۔'' میں نے کہا اور اس شخص نے گردن ہلا دی۔

پھر ان میں سے ایک آدمی رہ گیا اور باقی لوگ چلے گئے۔ میں نے گوکلہ کی طرف دیکھا۔

گوکلہ کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا، تب میں نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

''گوکلہ۔ جس مقصد کے تحت یہاں آئی ہو اسے پورا کرو...... اور مقصد پورا کرنے کا یہ انداز نہیں ہوتا۔''

''میں...... میں...... میں معذرت خواہ ہوں، میں شرمندہ ہوں، بس میں اپنی ذہنی کیفیات تمہیں نہیں بتا سکتی کاس۔''

''اور اب میں کچھ پوچھنا بھی نہیں چاہتا گوکلہ۔ میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا ہے اور اب یوشنا سے جنگ میرا ذاتی مسئلہ بن گیا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ میں تمہیں روکنے کی کوشش نہیں کروں گی کاس۔ چلو چلتے ہیں۔'' گوکلہ نے کہا۔

اور میں آگے بڑھ آیا...... اور بلاشبہ اب اس عورت سے مجھے الجھن سی ہونے لگی تھی۔

اس نے اتنی شدید تگ و دو کی تھی اور میں نے اس کا بھرپور طور پر ساتھ دیا تھا۔ اب یہ بات تو مناسب نہیں تھی کہ یہاں تک آنے کے بعد میں واپس چلا جاؤں۔

''اگر تمہیں اس بات سے شدید اختلاف ہے تو میں نظر ثانی کر سکتا ہوں۔'' بالآخر میں نے کہا۔

''میں تو اب خاموش ہوں کاس۔'' وہ بولی۔

''لیکن تمہارا چہرہ بہت سی کہانیاں سنا رہا ہے۔''

''تم ان کہانیوں پر غور مت کرو۔''

''آخر کیوں؟''

''بس تم اسے عورت کی کمزوری خیال کرو۔''

''حالانکہ جس مقصد کے لئے تم نے اتنی تگ و دو کی ہے، اس کی تکمیل کے وقت تمہیں اتنا ہلکا نہیں ہونا چاہیے۔''

''بس مجھے تم دونوں ہی عزیز ہو۔ کسی ایک کو نقصان پہنچا تو میں...... میں......'' وہ خاموش ہو گئی۔

اس کی دورخی کیفیت مجھے ناپسند تھی۔ میدانِ جنگ میں یہ تو نہیں ہو سکتا تھا کہ میں گوکلہ کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھوں اور یوشنا سے رعایت برتوں۔ میں نے بے شمار انسانوں سے جنگ کی تھی اور انہیں شکست دی تھی لیکن اس بار میرا مقابلہ ایک ایسے انسان سے تھا جو جسمانی قوتوں کے علاوہ ایسی پوشیدہ قوتوں کا مالک بھی تھا جن کے بارے میں، مجھے کچھ نہیں معلوم تھا۔

میدانِ جنگ بلاشبہ میدانِ جنگ تھا۔ انسانوں کا ایک سمندر تھا ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ پھر جب دور سے انہوں نے ہمیں دیکھا تو ساری گردنیں اس طرف گھوم گئیں۔ ایک عجیب منظر تھا اور میرے ذہن میں گدگدی ہو رہی تھی۔ اس قسم کے مناظر میری زندگی میں پہلی بار نہیں آئے تھے، پروفیسر۔ میں تو بارہا ایسے مقابلوں میں حصہ لے چکا تھا۔

میں فاتحانہ شان سے میدان میں داخل ہوا۔ گوکلہ میرے ساتھ تھی ویسے اصولوں کا خیال رکھا گیا تھا۔ چونکہ گوکلہ خود جنگ نہیں کر رہی تھی بلکہ اس کے کاس کو جنگ کرنا تھی۔ اس لئے اس کے لئے بھی ایک عمدہ نشست گاہ بنائی گئی تھی اور وہاں وہ ایک فریق کی حیثیت سے بیٹھی ہوئی تھی۔

دوسری طرف یوشنا بھی اپنی جگہ بیٹھا تھا۔ وہ ایک انوکھے لباس میں تھا۔ ایک عبا پہنے ہوئے جس میں ہیرے ٹنکے ہوئے تھے۔

گوکلہ کو اس کی نشست پر بھیج دیا گیا اور میں بھی اس کے نزدیک ایک دوسری نشست پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد چند لوگ ایک مخصوص طرز کے ڈھول لے کر میدان میں آ گئے اور زور زور سے انہیں پیٹنے لگے۔ گوکلہ خاموش تھی۔ وہ سکوت کے عالم میں تھی اور اس کا چہرہ دھواں دھواں ہو رہا تھا۔

ڈھول پیٹتے رہے اور پھر ایک بوڑھا آدمی چند لوگوں کے ساتھ میدان میں آ گیا۔ اس نے ہاتھ اٹھائے اور ڈھول خاموش ہو گئے بولتے ہوئے لوگ بھی خاموش ہو گئے تھے۔ تب بوڑھے کی آواز ابھری جو اس کی عمر کی بہ نسبت کافی تیز تھی۔ اس نے گرجدار آواز میں کہا۔

''وطن والو۔ جو کچھ تمہارے سامنے ہو رہا ہے، تمہارے لئے اجنبی نہیں ہے۔ بستیوں کا حکمراں وہی ہوتا ہے جو ہزار آنکھیں، ہزاروں ہاتھ اور پاؤں رکھتا ہو۔ جس کی قوت دوسری تمام قوتوں پر حاوی ہو خواہ وہ انسان ہوں یا جانور، خواہ وہ آگ ہو یا طوفان۔ ان چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہمارا کاس ہوتا ہے لیکن صدیوں کے اصولوں کے مطابق اگر کوئی زیادہ قوتیں لے کر سامنے آئے تو وہ بھی قابل احترام ہوتا ہے اور اس سے پوچھا جاتا ہے کہ خود اس کی خواہش کیا ہے۔ اگر وہ حکمرانی طلب کرے تو پھر کاس اعظم پر واجب ہوتا ہے کہ وہ خود کو اس سے برتر ثابت کرے۔ آنے والا اگر کسی چیز کا طالب ہوتا ہے تب بھی کاس اعظم کو اس کے بارے میں غور کرنا ہوتا ہے۔ اگر کاس اعظم قبول کرے تو وہ چیز آنے والے کو بخش سکتا ہے اور اگر وہ قبول نہ کرے لیکن آنے والے کی طلب برقرار رہے تو کاس اعظم اسے سزا دے سکتا ہے۔ سو لوگوں۔ تم نے گوکلہ کا نام ضرور سنا ہوگا۔ کچھ عرصہ قبل کی مجلس میں گوکلہ کا نام زیر بحث آیا تھا کیونکہ یہ عرصہ دراز کی بات ہے جب گوکلہ نے پہاڑوں کے ایک سلسلہ میں اپنی مملکت کا اعلان کیا تھا لیکن پھر یوشنا نے ہمارے حکمران نے فلوس کو طاقت دی کہ وہ گوکلہ سے سب کچھ چھین لے۔ گوکلہ کو پیغام دیا گیا۔ اس نے وہ پیغام ٹھکرا دیا اور اپنے کاس کے ذریعے فلوس کو ختم کرا دیا اور بالآخر وہ اپنی حکمرانی تسلیم کرانے یہاں تک چلی آئی۔ مقدس یوشنا نے اصولوں کا احترام کیا۔ یہاں سے اس نے آندھی بھیجی، جو گوکلہ کو زیر نہ کر سکی اور پھر یوشنا نے کھلے میدان میں گوکلہ سے مقابلہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ہم وطنوں۔ چونکہ یہ مقابلہ گوکلہ کے کاس سے ہے جو مرد ہے اور بلا شبہ تم نے دیکھا ہوگا کافی مختلف نظر آتا ہے عام لوگوں سے۔ اس لئے اس مقابلے کو جسمانی مقابلہ اور اس کے بعد علم کا مقابلہ کہا جا سکتا ہے۔ اب گوکلہ کا کاس اور مقدس یوشنا ایک دوسرے سے سوالات کریں گے اور میں ان کے درمیان ثالث کے فرائض انجام دوں گا۔''

بوڑھے نے پہلے یوشنا کی طرف اور پھر میری جانب دیکھا اور یوشنا اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ وہ مسکراتا ہوا میدان کے درمیان آ گیا۔ بوڑھے نے مجھے اشارہ کیا اور میں بھی میدان میں پہنچ گیا۔ درمیان میں بوڑھا کھڑا ہوا تھا۔

''تم دونوں ایک دوسرے سے طریق جنگ یا دوسرے کسی بھی مسئلے پر سوالات کر سکتے ہو، ایک دوسرے کا مافی الضمیر معلوم کر سکتے ہو۔ پہلا سوال یوشنا کرے گا۔''

خوبصورت نوجوان نے گردن خم کی اور میری جانب دیکھنے لگا۔ پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ''نوجوان تیرا نام کیا ہے؟''

''گوکلہ مجھے کاس کہہ کر پکارتی ہے۔''

''ٹھیک ہے لیکن تیرا نام تو ہوگا؟''

''وہ اسے ظاہر نہیں کرنا چاہتی۔'' میں نے جواب دیا۔

''اور تو؟'' اس نے پوچھا۔

''میں اس کی ہر خواہش سے تعاون کرنا چاہتا ہوں۔''

''کیا گوکلا تجھ سے عشق کرتی ہے؟'' اس نے براہ راست سوال کیا اور مسکرانے لگا۔ اس کے انداز میں شرارت تھی جیسے لوگوں کے سامنے وہ کوئی اہم انکشاف کرنا چاہتا ہو۔

''نہیں۔ بلکہ وہ تجھ سے عشق کرتی ہے کناشی۔ وہ تیرے بچپن کی ساتھی ہے جسے تو یوشنا بن کر بھول گیا ہے، جبکہ اس سے قبل تو اس سے پیار کرتا تھا۔'' میں نے اس کا داؤ اسی پر پلٹ دیا اور یوشنا ایک لمحے کے لئے میرے جواب سے بوکھلا گیا۔

''کیا تو اسے بھول گیا یوشنا؟'' میں نے فوراً پوچھا۔

''نہیں۔ لیکن میں نے اس سے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا اور جب اس نے اپنی محبت کا حوالہ دیا تو میں اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔''

''گویا تو اسے پہچانتا ہے؟''

''کیوں نہیں۔'' یوشنا نے جواب دیا۔ وہ کچا پڑ گیا تھا اور بدلہ لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ چند لمحات اس نے سوچا پھر بولا۔ ''تو بات یوں ہوئی کہ گوکلا مجھ سے عشق کرتی ہے اور تو گوکلا کو چاہتا ہے؟''

''نہیں۔ ہم دونوں کے درمیان چاہت کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔''

''پھر تو اس کا مددگار کیوں بنا؟''

''یہ بات اس کے اور میرے درمیان ہے۔''

''کیا تو اس کی تخلیق ہے؟''

''نہیں۔''

''کیا اس نے تجھے اپنے علم سونپے ہیں؟''

''نہیں۔'' میں نے صاف گوئی سے کام لیا۔

''گویا تو جن قوتوں سے جنگ کرے گا وہ تیری اپنی ہوں گی؟''

''ہاں۔''

''اگر تو یہ جنگ جیت لے تو حکمراں گوکلا رہے گی یا تو خود؟''

''گوکلا۔''

''اور تیری حیثیت کیا ہوگی؟''

''کچھ نہیں۔''

''کیا گوکلہ تجھ سے شادی کرے گی؟''

''نہیں۔'' میں نے سکون سے جواب دیا۔

''پھر کون سا لالچ تجھے موت کے نزدیک لے آیا ہے؟''

''میں غرور شکن ہوں۔'' میں نے بھاری لہجے میں کہا اور میری یہ آواز سکوت طاری کر دیتی تھی کیونکہ اس میں میرا غضب ہوتا تھا اور یہ غضب اس وقت جاگتا تھا جب کوئی خود کو عظیم تر ثابت کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ سو لوگوں نے چونک کر مجھے دیکھا۔

''کیا مطلب؟'' یوشا نے پوچھا۔

''گوکلہ کی زبانی میں نے سنا کہ تو یوشا ہے۔ مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کیونکہ مجھے حکومت کرنا پسند نہیں۔ تب اس نے کہا کہ تو عظیم تر ہے۔ سو میں نے تسلیم نہ کیا کیونکہ عظیم میں ہوں اور کسی دوسرے کا یہ دعویٰ غلط ثابت کرنا میرا فرض ہے۔ چنانچہ میں گوکلہ کو لے کر یہاں آیا۔''

''اس کا، کاس بن کر؟''

''ہاں۔''

''ٹھیک ہے۔ تجھے اپنی عظمت ثابت کرنے کا پورا حق ہے۔ صرف ایک سوال کا جواب اور دے۔''

''ضرور پوچھو یوشا۔ ضرور پوچھو۔''

''تو نے علم کہاں سے حاصل کیا ہے؟''

''کہیں سے نہیں۔''

''کیا مطلب؟'' یوشا تعجب سے بولا۔

''ہاں۔ میں تجھ سے علم کی قوت سے نہیں لڑوں گا بلکہ صرف میری جسمانی قوتیں تیرے مقابل آئیں گی۔'' میں نے کہا اور میری آواز بیشمار لوگوں کے لئے حیرت کا باعث بن گئی۔ خود یوشا نے تعجب سے بوڑھے ثالث کو دیکھا اور تعجب سے بولا۔

''یہ کیا کہہ رہا ہے؟''

''جو کچھ کہہ رہا ہے وہ بے حد تعجب خیز ہے۔'' بوڑھے نے بھی گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''کیا اس سے جنگ میری توہین نہیں ہے؟ کیا یہ جاننے کے بعد بھی میں اس سے جنگ کروں یہ علوم سے ناواقف ہے؟'' یوشا نے حقارت سے کہا۔

''نوجوان کاس۔ تو جو کچھ کہہ رہا ہے، اسے سمجھتا بھی ہے؟''

''اچھی طرح۔''میں نے ہنس کر جواب دیا۔

''اور تو مقدس یوشنا کو اپنی جسمانی قوتوں سے زیر کرے گا؟''

''یقیناً۔''

''یوشنا سے کہو کہ اپنے علم کی قوت سے مجھے پیس ڈالے۔ اگر وہ ایسا کرے گا تو بہر حال برتر و اعلیٰ رہے گا ورنہ میرے ہاتھوں مارا جائے گا۔''میں نے بھی حقارت سے جواب دیا اور یوشنا غیظ و غضب سے سرخ ہو گیا۔

''یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ شخص جھوٹ سے کام لے رہا ہو۔''بالا آخر اس نے کہا۔

''لیکن یہ جنگی اصول کے خلاف ہے۔ اے شخص اگر تو صرف جسمانی قوتوں سے جنگ کرے گا تو کیا اس کا ثبوت بھی دے گا؟ کیا تو آتش دائرے سے نکلے گا جو طلسم شکن ہے اور تیرے پاس سحر کی جتنی قوتیں ہیں سب جل کر راکھ ہو جائیں گی۔ سحر تو ایک امانت ہوتی ہے جس کی توہین کی جائے تو وہ ختم ہو جاتا ہے۔''

''تیری گفتگو بہت طویل ہے بوڑھے، اور یہ حقیقت ہے کہ تو کنتاشی کا نمک خوار ہے لیکن اس وقت تو نے ثالثی کی مقدس امانت سنبھالی ہوئی ہے اس کے ساتھ بھی انصاف کر۔ میں اس آتش دائرے سے گزرنا چاہتا ہوں تاکہ تم لوگوں کی شکو اس ختم ہو اور میں اس کا غرور توڑنے کے لئے عملی کارروائی کروں۔''میں نے ناگواری سے کہا اور بوڑھے نے گہری سانس لی۔

''تو نے ٹھیک کہا۔''اس نے جواب دیا اور پھر لوگوں کو اشارہ کیا۔ وہ اس کے قریب آ گئے تو بوڑھے نے انہیں ہدایات دیں اور وہ چلے گئے۔ تب اس نے یوشنا سے پوچھا۔

''یوشنا۔ کیا تو اس کے خلاف صرف جسمانی قوت صرف کرے گا؟''

''جسمانی بھی اور سحر کی قوت بھی۔ میں اسے ہر طرح زیر کروں گا۔ میں کوئی پابندی قبول نہیں کروں گا۔''یوشنا نے کہا۔

''کیا تم اس کے لئے تیار ہو؟''اس نے مجھ سے پوچھا۔

''ہاں۔ میں تیار ہوں۔''

تب بوڑھے نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور پھر ہم دونوں کے درمیان سے ہٹ گیا۔ یوشنا اپنے تخت کی طرف چل پڑا اور لباس وغیرہ بدلنے لگا۔ اب وہ جنگ کا لباس پہن رہا تھا اور پروفیسر۔ میں تو کسی لباس کا عادی ہی نہیں تھا سوائے اس مختصر لباس کے جسے پہن کر جنگ کرنے کا صحیح لطف آتا تھا۔ یعنی جانور کے چمڑے کا مخصوص لباس، جو صرف ستر پوشی کر لیتا تھا۔ چنانچہ میں نے بھی اپنا لباس اتار دیا اور صدیوں کی رعونت میرے وجود پر چھا گئی۔ وہ رعونت جو ساری دنیا کو حقیر سمجھتی ہے، کوئی بھی ہو فانی ہے اور وجود بخشنے والے نے مجھے ایک نہ مٹنے والا وجود عطا کیا تھا۔ چنانچہ کسی کی مجال کہ مجھے زیر کرنے کی سوچے اور اگر سوچے تو میں اس کا وجود ہمیشہ کے لئے فنا کر دوں۔

آتشی دائرہ روشن ہو گیا۔ ایک عظیم حلقہ جو کسی دھات کا بنا ہوا تھا اور اس کے کنارے آگ اگل رہے تھے۔ لانے والے اسے بڑے تقدس

کے ساتھ لائے تھے اور پھر چھ بوڑھے آدمیوں نے اس پر منتر پڑھے اور دائرے کے شعلے نیلاہٹ اختیار کر گئے۔

تب انہی میں سے ایک بوڑھے نے زور زور سے کہا۔ ''دیکھنے والو۔ دائرہ طلسم شکن ہو گیا ہے۔ یوشنا کے عظیم مقابل نے کہا ہے کہ اس کے پاس کوئی علم نہیں ہے وہ صرف جسمانی قوتوں سے جنگ کرے گا اور اس کی پرکھ کے لئے یہ دائرہ روشن کیا ہے۔ اگر وہ جھوٹ بول رہا ہے تو اپنا طلسم کھو بیٹھے گا اور اس کے بعد بھی اسے یوشنا سے جنگ کرنا ہوگی۔ سو۔ اے شخص آ اور اپنے دعوے کا ثبوت دے۔''

میں آگے بڑھا اور دائرے میں داخل ہو گیا۔ ایک کے بجائے کئی بار میں اس دائرے میں آنے جانے لگا اور اس تیز آگ سے خوب لطف اندوز ہوا۔ دیکھنے والے مجھے تعجبانہ نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور یوشنا بھی کسی قدر حیران نظر آ رہا تھا۔

تب وہی بوڑھا آگے بڑھا جو ثالث تھا۔

''ٹھیک ہے نوجوان، تو صادق ہے اور اب یہاں کوئی نہیں ہے جو تیری بات پر یقین نہ کرے۔ بس لوگوں دائرے ہٹا دو۔''

اور پھر میدان صاف ہو گیا پروفیسر...... اور یہ شخص جو میرے سامنے ہتھیاروں سے لیس ہو کر آیا، میرے لئے چیونٹی کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس نے میرے تیشے کی ضرب نہ دیکھی تھی اور پھر جب میرا پسندیدہ ہتھیار مجھے مل جائے تو پھر میری جولانی کا کیا ٹھکانہ۔

ہتھیاروں کے انتخاب کا حق مجھے دیا گیا تھا اور نہ جانے اتنا بھاری تیشہ انہوں نے کیوں بنایا تھا۔ میں نے ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر اسے اٹھا لیا اور اسے تولنے لگا۔ میری آنکھیں خوشی سے چمکنے لگیں۔ تیشہ کافی بھاری اور میری پسند کے مطابق تھا۔

دیکھنے والی آنکھوں میں دلچسپی کی چمک بڑھتی جا رہی تھی۔ بالآخر میدان صاف ہو گیا اور اب ہم دونوں ایک دوسرے کے مقابل تھے۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ میرے مقابل نے بھی تیشہ ہی پسند کیا تھا لیکن اس کا تیشہ ہلکا تھا اور وہ اسے نہایت پھرتی سے ہلا سکتا تھا جبکہ اس کے خیال کے مطابق میں بھاری تیشے کو زیادہ پھرتی سے حرکت نہیں دے سکتا تھا۔

مقابلہ شروع ہو گیا۔ یوشنا بے حد چالاک و چست معلوم ہوتا تھا۔ تیشہ ہلاتے ہوئے اس نے کئی بار مجھے جھکائی دی لیکن مجھے بدکنے کی کیا ضرورت تھی۔ اگر تیشہ میرے بدن پر آ بھی پڑتا تو کون سا مجھے نقصان پہنچاتا اس لئے میں نے اسے کسی ناتجربہ کار بچے کی طرح نظر انداز کیا اور یوشنا نے میری اس لاپرواہی سے فائدہ اٹھانے کے لئے حملہ کر دیا۔

لیکن اس بار میں نے تیشہ سامنے کر لیا تھا۔ پوری قوت سے چلایا ہوا تیشہ میرے بھاری تیشے پر پڑا اور یوشنا کے ہاتھ سے نکل گیا۔ یوشنا کا ہاتھ جھنجھنا گیا تھا۔ وہ میرے وار سے بچنے کے لئے کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اس کا تیشہ میرے قدموں میں پڑا تھا لیکن میں اپنی شان کے خلاف نہیں کر سکتا تھا۔ کسی کو نہتا سمجھ کر حملہ کیوں کرتا۔

میں نے پاؤں کے انگوٹھے سے اس کے تیشے کو اس کی جانب اچھال دیا اور بڑی حقارت تھی میرے اس انداز میں۔ یوشنا نے تیشہ لپک لیا تھا لیکن وہ اس حقارت آمیز رویے سے جھلا گیا تھا۔ وہ پھرتی سے آگے بڑھا اور تابڑ توڑ کئی حملے مجھ پر کئے لیکن اس بار میں نے صرف جسمانی پھرتی دکھائی تھی۔ اس کے وار سائیں کی آوازوں کے ساتھ میرے ادھر ادھر سے گزرنے لگے اور پھر میں نے پہلا وار کیا اور بڑا کاری وار تھا۔

یوشنا کا تیشے والا ہاتھ بازو کے قریب سے کٹ گیا اور یوشنا کے حلق سے طویل کراہ نکل گئی۔ اس کا ہاتھ اور تیشہ نیچے گر پڑا تھا۔ یوشنا نے دوسرا ہاتھ کٹے ہوئے بازو کے ابلتے خون پر رکھ لیا اور دانت پیس کر زور سے ایک آواز نکالی۔ دوسرے لمحے اس کا کٹا ہوا ہاتھ زمین سے بلند ہوا۔ تیشہ اسی طرح اس میں دبا ہوا تھا اور پھر یہ بازو مجھ پر حملے کرنے لگا۔ میں نے دانت پیس کر ان حملوں کو روکا اور پھر میں نے بھی دو تین بار تیشہ گھمایا اور بازو کے ٹکڑے کر دیئے۔ پھر میں برق رفتاری سے یوشنا کی طرف لپکا اور میں نے اس پر وار کیا لیکن دوسرے لمحے یوشنا کا بدن دھواں بن گیا اور میرا تیشہ اس سے گزر گیا لیکن یوشنا میرے عقب میں نمودار ہوا تھا اور اس بار اس کے دونوں ہاتھ سلامت تھے اور وہ ہنس رہا تھا۔

''میرے ہزار وجود ہیں نوجوان۔ تجھے ایک ہزار بار مجھے قتل کرنا ہوگا۔ بلاشبہ تو نے میرا ایک وجود فنا کر دیا۔ دیکھ وہ پڑا ہوا ہے میرا مردہ وجود لیکن کب تک، تو کتنوں کو قتل کرے گا۔ آ کوشش کر۔ میں کئی بار تیرے ہاتھوں مرنے کو تیار ہوں۔''

میں نے تھوڑے فاصلے پر پڑی یوشنا کی لاش کو دیکھا لیکن یوشنا میرے نزدیک بھی کھڑا تھا۔ اب میں جھلا گیا تھا۔ میں نے وار کیا اور یوشنا کی گردن اڑ گئی لیکن فوراً ہی تیسرے یوشنا نے وہ گردن لپک لی۔ وہ تب بھی مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے اپنا ایک ہاتھ پھیلایا اور درجن بھر یوشنا میرے مقابل آ گئے۔ میرا کام تیز ہو گیا۔ ایسے شخص کو اب رعایت دینا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ میرا تیشہ جس رفتار سے کام کر رہا تھا وہ دوسروں کے لئے سخت حیران کن تھی۔

ذرا سی دیر میں، میں نے ان کا صفایا کر دیا۔ میدان میں یوشنا کی تقریباً پندرہ لاشیں پڑی تھیں اور یوشنا اپنے لئے ہتھیار منتخب کر رہا تھا۔ اس بار میں نے کافی لمبی تلوار اٹھائی تھی۔ پتلی اور لمبی تلوار، کیونکہ تیشے وہ ایک بار بھی میرے جسم کو نہیں چھو سکا تھا۔

ایک بار پھر وہ مسکراتا ہوا میرے سامنے آ گیا۔

''یوشنا۔ اگر تیرے دس ہزار وجود ہوں تب بھی میں ان میں سے ایک بھی نہیں چھوڑوں گا۔ بس تو میدان چھوڑ کر مت بھاگنا۔''

''نہیں میرے شیر۔ اگر بھاگنا چاہوں تو تب بھی بھاگ نہیں سکتا۔ فیصلہ لازمی ہے۔ دونوں میں سے ایک کو فنا ہونا پڑے گا۔''

''تب ٹھیک ہے۔'' میں نے کہا اور اس کے بعد ہم دونوں کے درمیان ایک خوفناک جنگ ہونے لگی۔ یوشنا بڑی بے جگری سے لڑ رہا تھا۔

لیکن میں بھی اس وقت شدید محنت کر رہا تھا۔ میں اس پر یہ ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتا تھا کہ ہتھیار میرے بدن پر بے اثر ہیں اور پھر میں نے مزید دس بار اسے قتل کیا۔ ایک مرتا تھا تو دوسرا عقب سے آ جاتا تھا۔ پھر وہ ایک دم گھبرا گیا۔ یوشنا کی ایک نہیں چل رہی تھی اور میدان میں اس کی لاشوں کے انبار لگے جا رہے تھے۔

دیکھنے والے ساکت تھے۔ گوکلہ کا چہرہ عجیب ہو رہا تھا اور اب یوشنا کی ہنسی بھی گم ہوتی جا رہی تھی۔ اب وہ سنجیدہ تھا۔ پھر وہ تشویش زدہ نظر آنے لگا۔ پھر اتنی لاشیں میدان میں بچھ گئیں کہ میدان بھرنے لگا۔ میرے بدن پر ابھی ایک نشان بھی نہیں لگا تھا۔

تب اچانک یوشنا رک گیا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا اور پھر بوڑھے کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

''میں اب نہیں لڑنا چاہتا۔''

چاروں طرف ہنگامہ ہوگیا تھا۔ ''یوشنا نے ہار مان لی۔ یوشنا کو شکست ہوگئی۔ یوشنا کو شکست ہوگئی۔'' لوگ بری طرح سے چیخ رہے تھے۔

''خاموش ہو جاؤ۔ خاموش ہو جاؤ۔'' بوڑھا چیخا۔

''کاس گوکلہ۔ مقدس گوکلہ۔ ہماری یوشنا گوکلہ ہے۔'' لوگ بری طرح شور مچا رہے تھے۔

''خاموش ہو جاؤ۔ خاموش ہو جاؤ۔ سنو تو، خاموش ہو جاؤ۔''

''اب ہم تمہاری بات نہیں مانیں گے۔ ہم اب تمہاری بات نہیں مانیں گے۔'' لوگ بدستور چیخے جا رہے تھے۔

تب بوڑھا گوکلہ کے پاس پہنچا۔ ''تم انہیں حکم دو کہ وہ خاموش ہو جائیں۔'' اس نے گوکلہ سے استدعا کی لیکن گوکلہ کے حواس خود غائب تھے۔

بمشکل تمام وہ کھڑی ہوئی۔ ''خاموش ہو جاؤ۔ خاموش ہو جاؤ۔'' اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا اور لوگ خاموش ہو گئے۔ تب بوڑھے نے کہا۔

''وطن کے لوگو! سنو۔ شور مچانے سے کیا حاصل، جو کچھ ہوا ہے، وہ سب کے سامنے ہے۔ کناشی جو، اب سے کچھ دیر قبل، ہمارا یوشنا تھا، ہمارے آباؤ اجداد کی مقدس رسم کے مطابق شکست کھا چکا ہے اور یہ شکست اس نے خود اپنے منہ سے قبول کی ہے۔ تم نے دیکھا کہ گوکلہ، کاس گوکلہ، عظیم گوکلا اپنے جس کاس کے ساتھ آئی تھی، اس نے سب سے پہلے یہ ثابت کیا کہ وہ کسی جادو کے زیر اثر نہیں ہے۔ وہ جادوئی قوتوں سے نہیں بلکہ جسمانی قوتوں سے جنگ کرے گا اور اس کے لئے وہ مقدس دائرہ جو ہمارے آباؤ اجداد کے دور سے ہر قسم کے جادو سلب کرنے کی قوت رکھتا آیا ہے، اس نے یہ ثابت کیا کہ گوکلہ کا کاس کسی جادوئی قوت کے زیر اثر نہیں ہے اور اس کاس نے اس دائرے سے نکل کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ درست ہے۔ بلاشبہ اس نے اپنی جسمانی قوتوں سے یوشنا کے بے شمار ہم شکلوں سے، اس کے ہزاروں قوتوں سے جنگ کی اور لوگو تم جانتے ہو کہ یہ جنگ ناقابل یقین تھی۔

کسی جسمانی قوت سے ایسی جنگ نہ دیکھی گئی نہ سنی گئی۔ بہر حال کاس گوکلہ جس مقصد کو لے کر یہاں آئی تھی وہ پورا ہو گیا ہے اور انہوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ طاقت ان کے زیر اثر ہے۔ سو ہم اپنے آباؤ اجداد کے ان اصولوں کو نہیں بھولیں گے۔ میرا مقصد کاس گوکلہ سے ہے۔ جنگ جیت جانے کے بعد وہ ہماری حکمراں ہے۔ اس پورے علاقے کی حکمراں ہے اور اس بات کو تسلیم کر لینے میں کسی کو عار نہیں ہے کہ کاس گوکلہ سب سے زیادہ طاقتور ہیں، سب سے زیادہ باعلم ہیں۔''

''ہم تسلیم کرتے ہیں محترم ستیا۔'' ہجوم کی آواز سنائی دی لیکن بوڑھے نے انہیں خاموش ہونے کا اشارہ کیا اور ہجوم پر پھر سناٹا چھا گیا۔

''یہ کاس انہوں نے جہاں سے بھی حاصل کیا، جس طرح انہوں نے اسے اپنی مدد پر آمادہ کیا، یہ ان کا اپنا مسئلہ ہے اور یہ تمام کام ہمارے اصولوں سے ہٹ کر نہیں ہے اس لئے گوکلہ کو کاس تسلیم کر لینے میں ہم میں سے کسی کو بھی عار نہیں ہے۔ رہی کناشی کی بات، جو کبھی یوشنا تھا تو اب اس کی کوئی حیثیت نہیں رہ گئی ہے۔ ہاں وہ شخص جس نے اسے زیر کیا ہے، اس کی زندگی کا مالک ہے اور کناشی اس کا غلام۔ کناشی اگر اس کے احکامات سے سرتابی کرے گا تو رسم کے مطابق اس کو ریزہ ریزہ کر دیں گے۔

چنانچہ اب کہنا یہ ہے کہ جس طریقے سے ہمارے یہاں یہ رسومات چلی آ رہی ہیں، اسی طریقے سے انہیں انجام دیا جائے۔ ہم کناشی کے

ہاتھ باندھ کر اسے نئے کاس کے سامنے پیش کر دیں گے اور نیا کاس مکمل طور سے اس کا مالک ہوگا۔ چنانچہ میں اعلان کرتا ہوں کیونکہ مجھے اس کا حق بخشا گیا ہے کہ اب ہماری کاس گوکلہ ہے۔''

ایک بار پھر شور سے کان پڑی آوازیں سنائی نہیں دے رہی تھیں۔ لوگ بے پناہ چیخ رہے تھے، چلا رہے تھے اور گوکلہ کے نام کے نعرے لگا رہے تھے۔ اور یہ تو ہوتا ہی چلا آ رہا تھا پروفیسر، کوئی نئی بات تو تھی نہیں اور میں جانتا تھا کہ اس کے بعد بھی یہی ہنگامے ہوں گے۔ چنانچہ میں خاموشی سے ایک طرف ہٹ گیا۔ پھر جب کناشی کے ہاتھوں میں رسی باندھ کر اس کا سرا میرے ہاتھ میں دیا گیا تو میں نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا۔

کناشی نے گردن جھکا لی تھی۔

دوسرے لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے تھے۔ گوکلہ کو بے شمار افراد نے گھیر لیا تھا۔ گویا اب وہ مجھ سے کچھ دور ہٹ گئی تھی۔ تب میں نے کناشی کے قریب پہنچ کر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھا اور مسکرا دیا۔

کناشی نے نگاہیں اٹھا کر میری جانب دیکھا، اس کی آنکھوں میں خجالت تھی۔ تب میں نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں سے رسی کھول دی اور نرم لہجے میں کہا۔

''فتح و شکست میدان جنگ کا زیور ہے میرے دوست۔ یہاں پر ہمیں انہی دونوں چیزوں میں سے کچھ ملتا ہے۔ تمہارے لوگوں کی رسم کے مطابق تمہیں میری غلامی میں دے دیا گیا ہے لیکن میں تمہیں ایک باوقار شخصیت سمجھتا ہوں، ایک ایسا حکمراں، جس نے اپنی قوت سے حکومت حاصل کی تھی اور حکمراں غلط فیصلے نہیں کرتے۔ آج تک ہم دونوں ایک دوسرے کے مخالف تھے لیکن آج تم میری پناہ میں ہو اور جو لوگ میری پناہ میں ہوتے ہیں، میں ان کے ساتھ ایسا سلوک کرتا ہوں کہ کبھی ان کی دل آزاری نہ ہو۔ سو اس سلسلے میں اس رسی کی ضرورت نہیں ہے۔ تم میری محبت کی ڈور میں بندھ کر میرے ساتھ آؤ اور تعاون کرو۔''

کناشی نے تعجب سے میری شکل دیکھی۔ غالباً اسے ان الفاظ کی توقع نہیں تھی۔ اس نے یہی سوچا ہوگا کہ فاتح مفتوحوں کے ساتھ جو سلوک کرتے ہیں وہ قطعی انسانیت سوز ہوتا ہے۔ وہ ان کے لئے نرم لہجے نہیں رکھتے۔ میرے نرم لہجے نے اسے حیران کر دیا تھا۔

تب میں نے اسے اشارہ کیا اور کناشی میرے ساتھ ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ اس وقت گوکلہ تک پہنچنا ممکن نہیں تھا کیونکہ اس کے مداح، اس کے عوام اسے گھیرے ہوئے تھے اور اسے کسی قیمت پر چھوڑنے کو آمادہ نہیں تھے۔ وہ کشاں کشاں گوکلہ کو یوشنا کے محل کی طرف لے جا رہے تھے، جہاں اب گوکلہ کی حکمرانی ہوگی۔ پھر گوکلہ نے ہی ان لوگوں سے کچھ کہا اور بہت سے لوگ میری تلاش میں چل پڑے۔

مجھے پانا تو کوئی مشکل کام نہ تھا کیونکہ میں ان سب میں نمایاں تھا۔ چنانچہ بوڑھا ستیا اور اس کے بہت سے ساتھی میرے نزدیک پہنچ گئے۔ انہوں نے مجھے بھی اسی طرح دائرے میں لے لیا تھا جیسے انہوں گوکلہ کو لیا تھا۔ کناشی میرے ساتھ تھا۔

انہوں نے تعجب سے کناشی کے کھلے ہوئے ہاتھ دیکھے، بوڑھے کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

''جو حیران کن فاتح ہوتے ہیں اندر سے بڑے عجیب ہوتے ہیں۔'' بوڑھے نے کہا اور میں مسکرا دیا۔

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا اور ان کے ساتھ چل پڑا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں بھی گوکلہ کے نزدیک موجود تھا۔

گوکلہ کے چہرے پر اس وقت بھی عجیب سے تاثرات تھے۔ وہ مسرور بھی نظر آ رہی تھی اور غمزدہ بھی۔ اس نے پہلے مجھے دیکھا پھر کناشی کی طرف اور نہ جانے کیوں وہ کھوسی گئی لیکن چند لمحات کے بعد ہی اسے جیسے ہوش آ گیا اور اس نے بوڑھے سے کہا۔

''ہم محل کی جانب جانا چاہتے ہیں۔ ان لوگوں سے کہو کہ آرام کے بعد ان سے دوبارہ ملاقات کی جائے گی۔''

بوڑھے نے گوکلہ کے الفاظ دہرا دیئے اور لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ تب ہمیں محل کی جانب لے جایا گیا۔ اس بار محل میں ہمارا داخلہ بہت ہی اعلیٰ طریقے سے تھا۔ گو اس سے قبل بھی ہمارے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا گیا تھا لیکن اس وقت ہم مالک کی حیثیت سے اندر داخل ہوئے تھے۔

گوکلہ نے بالکل تنہائی طلب کر لی تھی۔ ہاں اس نے صرف مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں اس کے ساتھ آؤں۔

چنانچہ محل کے ایک بہت بڑے کمرے میں گوکلہ مجھے لے کر پہنچ گئی۔ باقی لوگ باہر ہی ٹھہر گئے تھے۔ کناشی کو ان کے حوالے کر دیا گیا تھا۔

تب گوکلہ نے کمرے کا دروازہ بند کیا اور میری جانب دیکھنے لگی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی اور پھر اس نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور میرے نزدیک آ کر مجھ سے لپٹ گئی۔

''اس کے باوجود تو مجھے کہتا ہے کہ میں تجھ سے پیار نہ کروں۔'' اس نے کہا لیکن میرے جذبات نے اس کی کوئی پذیرائی نہیں کی تھی۔ میرے ہاتھوں نے اس کے گرد کوئی حلقہ نہیں بنایا۔ وہ کافی دیر تک اس بات کی منتظر رہی کہ میں بھی اسے محبت سے سینے سے چمٹا لوں۔ اس فتح کی خوشی میں، میں اسے قبول کر لوں یا اس بات کا اعلان کر دوں کہ میں بھی اسے چاہتا ہوں لیکن یہ سب جذبات کی باتیں تھیں پروفیسر اور میں اتنا احمق یا جذباتی نہیں تھا۔ چنانچہ میں خاموش ہی رہا۔ البتہ میں نے گوکلہ کو خود سے جدا کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میں اس کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا تھا۔ پھر اسی وقت کسی نے دروازے پر دستک دی اور میں نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی۔

آنے والا استیاہی تھا۔ اس نے ادب سے گردن جھکائی اور بولا۔

''امور سلطنت کے سارے لوگ جمع ہو گئے ہیں۔ وہ نئی حکمراں کے احکامات سننا چاہتے ہیں، میں انہیں کیا جواب دوں؟''

''صرف ایک۔'' گوکلہ نے غضب ناک لہجے میں کہا۔ ''اور وہ یہ کہ جب تک میں ان میں سے کسی کو طلب نہ کروں کوئی مجھ تک آنے کی کوشش نہ کرے۔''

''جو حکم۔'' بوڑھے نے جواب دیا اور واپس چلا گیا۔ گوکلہ اب بھی عجیب سی نگاہوں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے ایک گہری سانس لے کر کہا۔ ''کاس۔ میں تیرے لئے الجھن بن گئی ہوں نا؟''

''نہیں گوکلہ۔ البتہ مجھے تجھ پر حیرت ہے۔''

''کیوں؟''

''تو نے کناشی کی محبت کے کتنے افسانے سنائے تھے مجھے۔''

''ہاں لیکن کاس تم عورت کو نہیں سمجھو گے۔'' گوکلہ غمزدہ سانس لے کر بولی اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''کیا کہنا چاہتی ہے تو؟''

''تم سمجھو گے کہ تم فاتح ہو اس لئے میں تم سے الفت کا اظہار کر رہی ہوں۔''

''نہیں۔ یہ بات نہیں ہے اس لئے کہ بہر حال میں نے تیرے لئے ہی یہ سب کچھ کیا ہے اور اس بات کو تو اچھی طرح جانتی ہے کہ میں حکومت کا خواہش مند نہیں ہوں۔''

''ہاں یہ درست ہے۔''

''ایسی صورت میں، میں یہ بات نہیں سوچ سکتا۔''

''بہر حال میں تجھے مجبور نہیں کروں گی۔ البتہ مجھے بتاؤ اب کیا کرو گے؟''

''تم سے ایک اجازت طلب کروں گا گوکلہ۔ چونکہ اب تم اس پورے علاقے کی حکمراں ہو اس لئے مجھے یہ اجازت دو کہ میں تمہارے اس علاقے میں کہیں بھی چلا جاؤں میرے اوپر پابندی عائد نہ ہوگی۔''

''ایسے الفاظ کہہ کر مجھے شرمندہ مت کرو۔ میں تمہاری منت کرتی ہوں۔''

''اوہ۔ میرا مقصد یہ نہیں تھا۔''

''میرے بارے میں تم نے کیا سوچا؟''

''تھوڑی دیر کے بعد بتاؤں گا۔'' میں نے جواب دیا اور پھر گوکلہ کے پاس سے چلا آیا۔ حالانکہ پروفیسر۔ وہ عورت تھی۔ جس قدر طاقت ور تھی، مجھے اس کے بارے میں علم ہو گیا تھا۔ اس کے جادو سے تو میں قطعی متاثر نہیں تھا لیکن بہر حال عورت کی دلکشی بذاتِ خود بہت بڑا جادو ہوتی ہے اور یہ جادو میرے اوپر چل سکتا تھا کیونکہ طویل عرصہ گزر چکا تھا عورت کی قربت حاصل کیے لیکن نہ جانے کیوں اس عورت سے کدورت تھی مجھے، میں کسی قیمت پر اس کا قرب نہیں چاہتا تھا۔

تب میں کناشی کے پاس پہنچ گیا، جو بے چارہ اب ایک قیدی بن گیا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''کاس۔ عظیم کاس۔'' اس نے کہا۔

''کناشی۔'' میں نے سنجیدگی سے اسے مخاطب کیا۔ ''میں تم سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔''

''تو مجھ سے اجازت کیوں لے رہے ہو۔ تم میرے مالک ہو۔'' اس نے کہا۔

''میدانِ جنگ میں ہم دشمن تھے لیکن چونکہ اب دشمنی ختم ہو گئی ہے اس لئے ہم دونوں عام انسان ہیں۔ تمہاری دنیا کی رسم کے مطابق میں تمہارا مالک ہوں لیکن میں نے اس بات کو دل سے تسلیم نہیں کیا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''کیا مطلب؟''

''میں تمہارا آقا نہیں ہوں۔''

''تو کیا تم نے مجھے آزاد کر دیا؟''

''اسی وقت، جب میں نے تمہاری رسیاں کھولی تھیں۔''

''بیشک تو عظیم ہے۔ اگر مجھے تیری عظمت کا اندازہ ہوتا تو میں کبھی تجھ سے جنگ نہ کرتا۔ طاقت کے نشے سے چور مست ہاتھی ہمیشہ منہ کے بل گرتے ہیں لیکن جو طاقتور ہونے کے علاوہ متحمل مزاج بھی ہوتے ہیں۔ وہ ناقابل تسخیر ہوتے ہیں۔ یہ میرا علم ہے لیکن اس کے باوجود میں تیرا پرستار ہوں۔ بتا کیا حکم ہے میرے لئے؟''

''کناشی۔ کیا یہ حقیقت ہے کہ گوکلہ تجھ سے محبت کرتی تھی؟''

''طاقت کا سحر عجیب ہوتا ہے کاس۔ طاقت ور بننے سے قبل ہم دونوں ایک دوسرے کے لئے دیوانے تھے لیکن پھر میں نے سوچا کہ میں ناقابل تسخیر ہوں اور گوکلہ..... وہ صرف ایک خوبصورت لڑکی ہے۔ اپنی عورت کے بارے میں، میں نے سوچا کہ اسے بھی میری مانند عظیم ہونا چاہیے اور وہ میرے ذہن سے نکل گئی لیکن آج شکست سے دوچار ہونے کے بعد جیسے سارے طلسم ٹوٹ گئے ہیں۔''

''کیا محسوس کر رہے ہو؟'' میں نے دلچسپ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''یہی جیسے ایک طویل سفر کے بعد واپس آیا ہوں۔''

''گوکلہ کے لئے اب تمہارے دل میں کیا مقام ہے؟''

''صرف احساس شرمندگی۔ میں اس کے سامنے نہیں جا سکتا۔''

''اور اگر وہ تمہیں قبول کر لے؟''

''ناممکن ہے۔''

''میں اسے ممکن بنانا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا اور وہ تعجب سے مجھے دیکھنے لگا۔

''میں نہیں سمجھا؟''

''میں تمہیں اپنی غلامی سے آزاد کر چکا ہوں اس لئے اب تمہیں حکم نہیں دے سکتا لیکن ایک دوست کی حیثیت سے ایک خواہش کا اظہار ضرور کرنا چاہتا ہوں۔''

''سر آنکھوں پر کاس۔''

''تم گوکلہ کو واپس لاؤ گے، کوشش کرو گے کہ اس کے دل پر لگی نفرت کی مہر ٹوٹ جائے اور پھر اس سے شادی کر لینا۔ میری صرف یہی خواہش ہے۔''

کناشی کی آنکھیں تعجب سے پھیل گئی تھیں۔ وہ متحیرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے بڑی خجالت سے کہا۔

''مجھے صرف ایک بات بتادو کاس۔''

''ہاں ضرور پوچھو۔''

''کیاتم بھی اسے چاہتے ہو؟''

''قطعی نہیں۔''

''پھر تم نے اس کے لئے یہ سب کچھ کیوں کیا؟ ایسا تو کوئی نہیں کرتا۔ کسی نے آج تک کسی دوسرے کی ایسی بھرپور مدد نہ کی ہوگی۔''

''ممکن ہے لیکن میں اسی فطرت کا مالک ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔ کناشی پریشان ہو گیا تھا۔

''کیا سوچے گی وہ میرے بارے میں..... کیا سوچے گی وہ..... وہ تو یہی خیال کرے گی کہ شکست کھانے کے بعد میں زندگی بچانے کے لئے اس سے محبت کی بھیک مانگ رہا ہوں۔ وہ مجھے ٹھکرا دے گی کاس۔ وہ مجھے قبول نہیں کرے گی۔''

''تمہیں یہ کوشش کرنا ہوگی کناشی۔''

''ٹھیک ہے۔ میں تمہارے حکم سے سرتابی نہیں کروں گا۔'' اس نے ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا۔

اور پھر ان دونوں کی گفتگو میں نے بھی سنی پروفیسر۔ گوکلہ نے بلاشبہ کناشی کو بہت ذلیل کیا۔ اس نے وہی سب کہا جو کناشی نے مجھ سے کہا تھا لیکن چونکہ وہ میری طرف سے مایوس ہو چکی تھی۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ میں اس کی محبت قبول نہیں کروں گا اس لئے بالآخر وہ مان گئی اور پھر آنسوؤں بھری شکایت کے بعد گوکلہ نے اسے سینے سے لگا لیا۔

میرا کام ہو چکا تھا اور اب مجھے کیا پڑی تھی کہ اخلاقی قدروں کی پابندی کرتا، چنانچہ یہ ضروری تو نہیں تھا کہ میں ان لوگوں کو اپنی روانگی کے بارے میں بتاتا۔ وہ اس بات پر ضد کرتے کہ میں ابھی یہاں رکوں، میری خوشامدیں کرتے اور میں مجبور ہو جاتا۔ یہ ساری باتیں میرے لئے ناقابل قبول تھیں۔ میں اس بستی میں گو بہت سی باتوں سے متاثر ہوا تھا لیکن سب سے زیادہ مجھے جس ہستی سے دلچسپی تھی وہ سلانوس تھا۔

سلانوس نے مجھے جو کچھ دکھایا اور بتایا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس جیسا شخص مجھے صدیوں میں نہیں ملا ہے۔ یہ سلانوس ہی تھا، جس نے اپنے ہشت پہلو دانش کدے میں میرا ماضی تلاش کر لیا تھا ورنہ اس سے قبل بے شمار لوگوں نے کوشش کی تھی لیکن وہ میرے بارے میں کچھ نہ جان سکے تھے۔

بہرحال سلانوس سے جو کچھ طے ہوا تھا میں اسی کے مطابق کام کرنا چاہتا تھا۔

چنانچہ اس شام میں نے ایک گھوڑا طلب کیا اور گھومنے کے انداز میں باہر نکل آیا۔ اس سے قبل بھی میں گھومنے کے لئے چلا جایا کرتا تھا اور گوکلہ کو اس بات پر کوئی تشویش نہیں ہوا کرتی تھی۔

ویسے گوکلہ اور کناشی اب ایک دوسرے میں گم ہو گئے تھے۔ شہر والوں کی کیا کیفیت تھی، مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ چنانچہ میں نے اپنا گھوڑا شہر سے باہر جانے والے راستے پر ڈال دیا اور تھوڑی دیر کے بعد میں اس راستے پر تھا۔ جہاں سے گزر کر میں یوشنا کے شہر میں داخل ہوا تھا۔

میرا گھوڑا برق رفتاری سے جا رہا تھا۔ چند ساعت کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میرے پیچھے کسی اور گھوڑے کے قدموں کی آہٹ بھی ہے۔

میں نے گھوم کر دیکھا تو بابا سلانوس میرے پیچھے سیاہ رنگ کے گھوڑے پر سوار چلا آ رہا تھا۔ اس کی داڑھی اڑ رہی تھی اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے اپنے گھوڑے کی لگامیں کھینچ لیں اور یہی عمل میں نے بھی کیا۔ سلانوس چند ساعت کے بعد مسکراتے ہوئے بولا۔

''کہاں جا رہے تھے پورنا؟''

''تمہارے پاس۔'' میں نے جواب دیا۔

''مگر میں تو خود تمہارے پاس موجود تھا۔'' سلانوس نے کہا۔

''مجھے نہیں معلوم تھا سلانوس۔ البتہ تمہارے اس طرح مل جانے سے مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔''

''ہاں پورنا۔ میں تم سے بالکل دور نہیں تھا۔ بہت نزدیک تھا اور تم نے جو کچھ کیا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔''

''اوہ۔ گویا تم وہاں میدان جنگ میں بھی موجود تھے؟''

''ہاں۔ میں نے ایک ایک لمحہ تمہیں دیکھا ہے۔ میں نے تمہیں کہاں چھوڑا ہے۔ دراصل پورنا میں تمہاری طاقت کے بارے میں مکمل طور سے جاننا چاہتا تھا اور اس کے علاوہ میں کچھ غلط فہمیوں کا بھی شکار تھا، جن کی اب میں نے تصحیح کر لی ہے۔''

''کیسی غلط فہمیاں سلانوس؟''

''میں یہی سوچ رہا تھا کہ ممکن ہے کہیں کسی جگہ تو یوشنا کی طاقت سے مار نہ کھا جائے۔ حالانکہ تو نے دیکھا ہوگا پورنا کہ یوشنا جسمانی قوتوں میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ میری مراد کناشی سے ہے چونکہ یوشنا اب گوکلہ ہے، کناشی جسمانی طور پر بھی بہت طاقتور تھا لیکن پہلے چند حملوں ہی میں اسے احساس ہو گیا کہ اس کے مقابل جو شخص ہے وہ اس سے کئی گنا زیادہ طاقتور ہے۔ تب اس نے فوراً اپنے علم کا سہارا لیا اور اگر وہ اپنے علم کا سہارا نہ لیتا تو میرا خیال ہے پہلی چند ساعتیں ہی اس کے غرور کا خاتمہ کرنے کے لئے کافی ہوتیں لیکن وہ جس طرح تم سے لڑا، اس کا تمہیں اندازہ ہوگا۔ اس نے اپنی ساری قوت مکمل طور پر جنگ میں جھونک دی تھی۔ اس نے اپنی جسمانی اور علمی دونوں قوتوں کو تم پر آزمایا لیکن مجھے خوشی ہے کہ وہ تم پر فتح نہ پا سکا۔''

''ہاں اور میرے لئے یہ تجربہ بڑا دلکش تھا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بلاشبہ، بلاشبہ اس نے بہت سی قوتیں حاصل کر لی ہیں اور میں اس کا معترف بھی ہوں۔''

''لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی سلانوس۔'' میں نے کہا۔

''کون سی بات؟''

''اس نے کہا تھا کہ میں ہزار وجود رکھتا ہوں لیکن میں نے جتنے لوگوں کو قتل کیا میرا خیال ہے وہ ہزار تو نہ تھے۔''

''بالکل صحیح ہے۔ دراصل اس میں یوشنا کی ایک سوچ شامل تھی۔''

''کیا؟ میں نہیں سمجھا؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''آؤ سفر شروع کرتے ہیں۔ گھوڑوں کو آگے بڑھاؤ۔ ظاہر ہے ہمیں راستے میں گفتگو ہی کرنی ہے۔'' سلانوس نے کہا اور میں نے گردن ہلادی۔ تب ہمارے گھوڑے سست روی سے آگے بڑھنے لگے۔ سلانوس میرے گھوڑے کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ تب اس نے میری جانب دیکھا اور بولا۔

''دراصل یوشنا نے اپنی تھوڑی سی قوت بچا کر رکھنا چاہی وہ آخر دم تک کچھ نہ کچھ کرنا چاہتا تھا۔''

''اوہ۔ لیکن اس سے اس کا مقصد واضح نہیں ہوا؟''

''ہاں درست ہے۔ مقصد اس وقت واضح ہوتا جب وہ کچھ کر لیتا لیکن وہ کچھ نہ کر سکا تھا اور جب اس نے محسوس کر لیا کہ وہ ہار رہا ہے تو اس نے اپنے ہزار وجود میں سے صرف چند کو سامنے کیا۔ جتنے اس کے روپ تم نے قتل کئے اس کے بعد اسے شکست تسلیم کر لینی چاہیے تھی لیکن اس کے ذہن میں ایک اور بات تھی کہ اگر اس کی جان بچ جائے تو اپنے چند وجود بچا کر لے جائے تاکہ انہیں استعمال کر سکے۔''

''اوہ۔ تو گویا اس کی نیت صاف نہ تھی؟''

''ہاں بلاشبہ۔ تم کیا سمجھتے ہو۔ کیا وہ تمہاری غلامی پسند کرتا۔ ہرگز نہیں میرا خیال ہے وہ اس وقت تک تم سے محبت سے پیش آتا جب تک وہ تم سے خوف محسوس کر سکتا اور اس کے بعد وہاں سے فرار ہو جاتا تاکہ بچا کھچا علم اس کے کام آ جاتا۔''

''خوب۔ بہرحال مجھے اس بات سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور نہ ہی میں یوشنا کو غلام بنانا چاہتا تھا۔ یقین مانو سلانوس کہ اس علاقے میں آ کر میں نے بے شمار حیرت انگیز چیزیں دیکھی ہیں۔ بے شمار چیزوں نے مجھے متاثر کیا لیکن اس علاقے کا حسن اور گوکلا بھی شامل تھی۔ یقین کرو اگر گوکلا کنانشی سے محبت نہ کرتی تو میں اسے اپنی عورت بنانا پسند کرتا لیکن میں کسی ایسی لڑکی کو اپنی عورت بنانا پسند نہیں کرتا جو مجھ سے پہلے کسی دوسرے کا دم بھرتی ہو اور اس کی محبت سے مایوس ہو کر میرے پاس آئی ہو۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ مکمل طور پر مجھے ہی چاہتی ہو خواہ اس کی کیفیات کچھ بھی ہوتی۔

لیکن یہاں جس چیز نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا ہے وہ تم ہو سلانوس اور میں نے اسی لیے کو بہتر سمجھا ہے ان دوسرے لمحات سے جس میں تمہارا ساتھ نصیب ہو۔ میں تم سے بہت کچھ سیکھنا چاہتا ہوں۔ تمہاری تخلیق حیرت انگیز ہے۔''

''تمہاری مراد میرے دانش کدے سے ہے؟'' سلانوس نے پوچھا۔

''نہ صرف دانش کدہ بلکہ وہ ساری چیزیں جو تم نے اپنے برفانی غاروں میں چھپا رکھی ہیں۔''

''ہاں وہ میرا علم ہے اور میں نے اپنے علم سے تمہارے بارے میں اور بھی بہت کچھ معلوم کیا ہے۔''

''خوب، خوب۔ مجھے یقین ہے کہ جو کچھ تم نے معلوم کیا ہے۔ وہ غلط نہ ہوگا۔ یہ اعتماد میں نے صدیوں میں بہت کم لوگوں پر کیا ہے۔''

''میں اس کے لئے تمہارا شکر گزار ہوں۔'' سلانوس نے جواب دیا۔

''لیکن بتاؤ تو سہی سلانوس، آخر تم نے۔ میرے بارے میں مزید کیا معلوم کیا؟'' سلانوس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

اس کے بعد کافی دیر تک خاموشی رہی۔ میں اس کے بولنے کا منتظر تھا لیکن جب میں نے محسوس کیا کہ وہ کسی خیال میں ڈوبا ہوا ہے تو میں بھی خاموش ہو گیا۔

''طویل مسافت طے کرنے کے بعد بالآخر ہم برف کے اس عظیم تہہ خانے میں پہنچ گئے جہاں سلانوس کی دنیا پھیلی ہوئی تھی۔ یہاں پہنچ کر سلانوس نے مجھ سے کہا۔

''اس دوران جب تم گوکلہ کو اس کے مقصد کی تکمیل میں مدد دے رہے تھے۔ میں یہاں تمہارے استقبال کی تیاریوں میں مصروف تھا۔''

''اوہ۔ لیکن تم نے تو کہا تھا سلانوس کہ تم مجھ سے زیادہ دور نہیں تھے؟''

''ٹھیک ہے لیکن تم نے ایک بات نہیں سوچی۔''

''کیا؟''

''جب کناشی کا علم اسے ہزار وجود بخش سکتا ہے تو سلانوس نے بھی علوم کے حصول میں طویل وقت ضائع کیا ہے۔''

''اوہ۔ واقعی تم نے درست کہا۔''

''آؤ۔ پہلے میں تمہیں تمہاری قیام گاہ دکھا دوں۔ غاروں کے اس عظیم سلسلہ میں بظاہر ہم دونوں کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ کیا تم یہاں اکتاہٹ محسوس کرو گے؟''

''ہرگز نہیں۔''

''تو صدیوں کے بیٹے۔ تم مجھے اپنے صدیوں کے تجربات سے روشناس کراؤ گے اور میں تمہیں علم کے کرشمے دکھاؤں گا۔''

''میں بھی یہی چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا اور ہم دونوں چل پڑے۔ ایک انتہائی پرسکون اور آرام دہ جگہ اس نے میری قیام کے لئے منتخب کی تھی۔ میں نے اس سے مکمل طور پر اتفاق کیا اور اس جگہ کو اپنی رہائش گاہ کے طور پر قبول کر لیا۔ بوڑھے سلانوس نے میرے آرام کی تمام چیزیں مہیا کر دی تھیں۔ پھر اس نے کہا۔

''اس کے باوجود تم یہاں محدود نہیں ہو۔ میں تمہیں ایک ایسے فن سے روشناس کراؤں گا جو تمہاری روح تک خوش کر دے گا اور تم تنہائی سے نہیں اکتاؤ گے۔''

''کیا مطلب؟''

''بتاؤں گا، بتاؤں گا۔'' بوڑھے نے پراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے گردن ہلائی پھر بولا۔ ''بہرحال تم نے بھی ایک طویل سفر کیا ہے۔ اور طویل جدوجہد کی ہے۔ تم تھک گئے ہو گے۔ میں بھی تھک گیا ہوں اس لئے کچھ دیر ہم آرام کریں گے۔''

''مناسب۔'' میں نے جواب دیا۔

''تو مجھے اجازت؟'' اس نے اٹھتے ہوئے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ بوڑھا چلا گیا اور اس کے جانے کے بعد میں اس آرام دہ بستر پر

لیٹ گیا جو میری اس قیام گاہ میں موجود تھا۔ لیٹنے کے بعد میں نے اپنے ذہن کو آزاد چھوڑ دیا اور میرے ذہن میں صدیاں گردش کرنے لگیں، نجانے کیا کیا یاد آیا لیکن یہ یادیں میرے لئے غم ناک نہیں تھیں۔ میں ایک تماشائی سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا تھا اس یادوں کے ہجوم کے درمیان۔

اور نہ جانے کس وقت آنکھیں بند ہوگئیں، پلکیں جڑ گئیں اور یکساں رہنے والا وقت سرکنے لگا۔ جب میں جاگا تو میرے نزدیک پھلوں کے برتن اور شراب کے جگ رکھے ہوئے تھے۔ یہ سلانوس کی کارروائی ہوگی۔

میں نے کچھ پھل کھائے، دو چار جام شراب کے چڑھائے اور پھر میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ لمبی سرنگ سے گزر کر بالآخر میں سلانوس کی تجربہ گاہ میں پہنچ گیا جہاں وہ اطمینان سے لیٹا ہوا کچھ سوچ رہا تھا۔

میری آہٹ پر وہ چونکا اور سیدھا ہوگیا۔ اس کے ہونٹوں پر استقبالیہ مسکراہٹ پیدا ہوگئی تھی۔ ''آؤ۔ تم گہری نیند سو گئے تھے پورنا۔''

''ہاں۔ یہ پرسکون جگہ نشہ آور ہے۔''

''یقیناً یقیناً اور اس پر تمہاری جوانی۔ یہ کتنی تعجب خیز بات ہے پورنا کہ ہم لوگ صدیوں کی عمر رکھتے ہیں۔ خود کو بے حد طویل العمر گردانتے ہیں لیکن بالآخر ہم جوانی سے گزر کر بڑھاپا بھی پاتے ہیں اور تم، اس طرح جوان ہو کہ دیکھ کر رشک آتا ہے۔''

''ایک بات بتاؤ سلانوس؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔ پوچھو۔''

''تمہیں بوڑھا ہوئے کتنا عرصہ گزر گیا؟''

''جب میں نے خود کو جوانی کی امنگوں سے دور پایا تو میری عمر تین صدیاں تھی اور اس کے بعد مزید چار صدیاں گزر چکی ہیں۔''

''اوہ۔ اتنا طویل بڑھاپا۔''

''ہاں۔ بے شک بڑھاپا اتنا طویل نہیں ہونا چاہیے۔ جوانی کتنی ہی طویل ہو کوئی احساس نہیں ہوتا۔'' بوڑھے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تمہاری جوانی کیسی گزری؟''

''بری نہیں رہی۔''

''یہاں مردوں اور عورتوں کی عمر یکساں ہی ہوتی ہوگی؟''

''ہاں لیکن موت کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے۔''

''تمہاری جوانی کی ساتھی؟''

''مر چکی ہے۔''

''اس کے بعد کوشش نہیں کی؟''

''بڑھاپا آ گیا۔'' بوڑھے نے ہنستے ہوئے کہا اور میں بھی ہنسنے لگا۔ کافی دیر تک ہم دلچسپ گفتگو کرتے رہے اور پھر میں نے سلانوس سے

کہا۔ ''یوں تو تم نے اپنی عظیم الشان تجربہ گاہ میں جو کچھ دکھایا ہے۔ وہ سب میرے لئے حیران کن ہے اور اس سے میں نے تمہاری ذہنی صلاحیتوں اور بے پناہ تخلیقی تجربوں کا اندازہ کیا ہے لیکن تم نے مجھ سے ایک اور حیرت انگیز بات کہی ہے بابا سلانوس۔ اس کا کیا مقصد تھا۔ یہ میں جاننا چاہتا ہوں۔''

''کون سی حیرت انگیز بات؟'' بابا سلانوس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی جس سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ میرا مطلب سمجھ گیا ہے لیکن اس کے باوجود مجھ سے کہلوانا چاہتا ہے اور میں نے اس میں عار محسوس نہیں کی اور کہا۔

''تم نے کہا تھا بابا سلانوس کہ تم میری تنہائی دور کرنے کے لئے بھی کچھ کر سکتے ہو۔'' میں نے کہا۔

''ہاں میں نے کہا تھا۔''

''میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ تنہائی کیسے دور ہوگی اور کون لوگ میری اس تنہائی کے رفیق ہوں گے؟''

''بڑی دلچسپ لگے گی تمہیں یہ بات پورنا۔ تمہاری آنکھوں میں صدیاں بسی ہوئی ہیں۔ ان صدیوں میں تمہاری زندگی میں بے شمار لڑکیاں آئی ہوں گی ان کی شکلیں تمہارے ذہن میں موجود ہوں گی۔ ان کی خوشبوں کی مہک تمہارے نتھنوں میں ہوگی۔ کیا یہ غلط ہے؟'' بابا سلانوس نے رنگین لہجے میں پوچھا اور میں مسکرا دیا۔

''ہاں۔ تمہارا خیال درست ہے۔''

''دیکھو پورنا ماضی میں جو کچھ ہو چکا ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی، یعنی ماضی جس انداز میں گزرا ہے ہم اپنی کوششوں سے اس میں کوئی ردوبدل نہیں کر سکتے لیکن جو کچھ گزر چکا ہے وہ فضاؤں میں محفوظ ہے، تمہارے ذہن میں محفوظ ہے اور یہ ہوائیں تمہارے ذہن کو چھو کر بھی گزرتی ہیں۔ ایسی صورت میں اگر ہم چاہیں تو ماضی کچھ لمحات کے لئے واپس بھی بلایا جا سکتا ہے۔ یعنی ماضی کے آئینے میں جھانک کر تم ان ستاروں تک پہنچ سکتے ہو جو تمہاری زندگی میں آ چکے ہیں۔ اسی لحاظ سے تمہاری پسندیدہ لڑکیاں جو تمہارے ساتھ زندگی میں آ چکی ہیں ان سب کا دیدار تم دوبارہ کر سکتے ہو خواہ کسی بھی انداز میں وہ موت سے ہمکنار ہوئی ہوں۔'' بوڑھے سلانوس نے کہا اور میں حیران رہ گیا۔

''لیکن بابا سلانوس۔ ماضی کا یہ قرب ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آیا۔''

''سمجھ جاؤ گے پورنا۔ مقصد دراصل یہ ہے کہ وہ لڑکیاں جو کسی بھی حالت میں تم سے جدا ہوئی ہیں تمہیں دوبارہ مل سکتی ہیں اور اسی انداز میں ماضی کے گزرے ہوئے لمحات کو دوبارہ موڑا جا سکتا ہے اور وہ تم تک پہنچ سکتی ہیں لیکن اگر تم ان سے حال کے بارے میں معلومات کرو گے تو ظاہر ہے وہ لاعلم ہوں گی لیکن ماضی کے وہ لمحات جو تمہاری زندگی کے دلکش ترین ہیں انہیں لوٹایا جا سکتا ہے اور وہ تمہیں اس بارے میں بتا دیں گی، چنانچہ تم جب بھی محسوس کرو کہ تم تنہائی اور بے کیفی کا شکار ہو رہے ہو تو ماضی کے کسی ورق کو الٹا لو اور ایک بوجھ سے نجات پا جاؤ۔'' سلانوس نے کہا۔

''اوہ۔ کیا یہ ممکن ہے؟'' میں نے سخت حیران کن لہجے میں کہا۔

''ہاں۔''

''لیکن کیسے سلانوس کیسے؟'' میں اپنے تعجب پر قابو نہ پا سکا تھا۔

''پورنا۔ میرے دانش کدے میں جو کچھ ہے بلاشبہ تم اس سے بے حد متاثر ہو گے۔ تم جب چاہو وہاں جا سکتے ہو۔ میں تمہیں ماضی کے اوراق الٹنے کا طریقہ بتا دوں گا۔ بات صرف ایک زاویے کی ہے جسے پہچاننا تمہارا کام ہوگا۔''

''سلانوس۔ بس میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جس سے میں تمہاری کارکردگی اور ذہانت کی تعریف کر سکوں۔''

''بس بس۔ میں اپنی تعریف سے خوش ہونے والوں میں سے نہیں ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرے مقابل ایک ایسا شخص ہے جو مجھ سے بدرجہا تجربہ کار اور حیران کن شخصیت کا مالک ہے۔'' سلانوس نے جواب دیا۔

''بہر حال سلانوس میں جلد از جلد تمہارے اس تجربے سے روشناس ہونا چاہتا ہوں اور اس کے علاوہ بھی میری یہ خواہش ہے کہ ہم اپنا وقت ضائع کیے بغیر اپنے اپنے تجربات کا اظہار کریں۔ میں تمہارے اس دانش کدے کو دیکھ کر بے حد متاثر ہوا ہوں اور اپنے بارے میں یہ سوچنے لگا ہوں کہ صدیوں کا تجربہ مجھے کوئی ایسی چیز نہیں دے سکا جس سے میں کوئی ایسا دانش کدہ بناتا، جہاں ماضی، حال اور مستقبل کے آئینے موجود ہوتے۔''

سلانوس مسکرانے لگا اور پھر بولا۔ ''تو آؤ میرے دوست میں تمہیں اس ہشت پہلو غار کی سیر کراؤں۔''

''چلو سلانوس۔'' میں خوشی کے ساتھ اٹھ گیا۔

سلانوس مجھے غار میں لے گیا۔ چمکتے ہوئے رنگین زاویے اپنی لہریں بتا رہے تھے۔ سلانوس ان زاویوں کے بارے میں مجھے بتانے لگا۔ پھر اس نے مجھے ایک زاویے پر کھڑا کر دیا اور بولا۔

''پورنا۔ یہ ماضی کا زاویہ ہے۔ تم یہاں ذرا سی تبدیلی رخ کے ساتھ ماضی کے اس حصے میں جھانک سکتے ہو جہاں سے تم گزر آئے ہو۔ بولو تمہیں کون سا رخ درکار ہے؟ کم از کم کتنی صدیاں پہلے کی بات کر رہے ہو؟''

''سلانوس۔ میں آٹھ صدیاں پیچھے لوٹنا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا اور سلانوس نے میرے جسم کو ایک مخصوص زاویے سے کھڑا کر دیا۔

پھر اس نے مجھ سے آہستہ سے کہا۔ ''پورنا اپنی گردن آہستہ آہستہ گھماؤ۔'' اس نے میرے سر کو ایک رخ پر متعین کرتے ہوئے کہا۔

''بہتر سلانوس۔'' میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔

''اب تم دیکھو، تمہارے سامنے ماضی رقصاں ہے۔'' سلانوس نے کہا اور میں اس کے متعین کردہ رخ میں جھانکنے کی کوشش کرنے لگا۔

لیکن پروفیسر بے حد حیران کن بات تھی بے پناہ حیران کن۔ میں صدیوں میں وہ کچھ نہ پایا تھا جو اس بوڑھے سلانوس نے مجھے دیا تھا۔

اور پروفیسر ماضی کے اس زاویے پر کھڑے ہو کر میں نے سب سے پہلے لیپاس کا تصور کیا۔ لیپاس، جو میری زندگی میں بہت ہی اہم شخصیت کی مالک تھی، میری محبوبہ، جسے میں نے اکثر یاد کیا تھا اور بلاشبہ میں اس کے قرب سے بہت آگے نکل آیا تھا لیکن لیپاس ابھی تک میرے ذہن سے چمٹی ہوئی تھی۔

سو میں نے دیکھا کہ سمندر کی لہریں، تیز و تند لہریں برق رفتاری سے میری جانب آ رہی ہیں۔ ان لہروں پر ایک خوبصورت سا جہاز پھسل رہا ہے۔ آہستہ آہستہ وہ جہاز میرے نزدیک پہنچ گیا اور مجھے محسوس ہوا کہ جہاز نے میرے بدن کو چھو لیا ہے۔ پھر کچھ لوگوں کے چیخنے کی آوازیں سنائی

دیں۔ان لوگوں نے ہاتھ آگے بڑھائے اور مجھے جہاز پر کھینچ لیا۔

میں نے دیکھا کہ یہ سب میرے جانے پہچانے لوگ تھے۔ سب کے سب مجھ سے آشنا نظر آتے تھے۔ میں نے ان کی جانب غور سے دیکھا اور وہ مسکرانے لگے۔ تب میں نے دور سے لیپاس کو دیکھا۔

وہی مردانہ لباس، جس میں، میں نے اسے پہلی بار دیکھا تھا، پہنے ہوئے ایک مستول سے لگی کھڑی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ میں آہستہ سے اس کے نزدیک پہنچ گیا۔

''مجھے پہچانتی ہو لیپاس؟'' میں نے پوچھا۔

''کیوں نہیں۔ بھلا یہ کیا بات ہوئی لیکن تم گئے کہاں تھے.....؟'' اس نے پیار بھری آواز میں کہا اور میں تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔ میں نے سوچا کہ لیپاس کو میری آمد پر یقیناً کوئی حیرت نہیں ہونا چاہیے کیونکہ یہ ماضی ہے۔ وہ ماضی جو اپنی اصل شکل میں میرے سامنے ہے اور میں نے سوچا کہ وہ کون سا منظر تھا جب میں سمندر میں نیچے اترا تھا اور اترنے کے بعد اس کے پاس گیا تھا لیکن مجھے یہ سب کچھ یاد نہ آسکا لیکن لیپاس کا دور اس کی موجودگی میرے لئے کافی دلکشی کا باعث تھی۔ میں اس وقت کو دیکھ رہا تھا جس سے میں ایک طویل عرصہ تک وابستہ رہ چکا تھا اور وہ میری زندگی میں میں ایک خاص دخل رکھتی تھی۔

تب میں نے کچھ اور سوچا۔ بلاشبہ بوڑھے سالانوس نے مجھے ماضی میں دھکیل دیا ہے لیکن کیا میں اس ماضی کو چھو بھی سکتا ہوں؟

سو تجربے کے لئے میں نے ہاتھ بڑھا کر لیپاس کا ہاتھ پکڑ لیا اور لیپاس نے محبوبانہ انداز میں اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا اور میں نے اس خوبصورت ہاتھ کو چوم لیا۔

''لیپاس۔ میں نہیں جانتا کہ تم اس وقت کیا ہو لیکن جو کچھ بھی ہو میرے بارے میں کیا محسوس کر رہی ہو؟''

''کچھ بھی نہیں..... کچھ بھی تو نہیں لیکن تم کیسی باتیں کر رہے ہو، میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔''

میں نے ایک طویل سانس لی اور گردن گھما کر دوسری جانب دیکھا۔ لیکن شاید یہاں غلطی ہوگئی تھی۔

جونہی میں نے گردن گھمائی میرے سامنے بے شمار تصاویر بکھر گئیں۔ اب نہ وہ جہاز تھا، نہ لیپاس تھی اور اس وقت میں نے جو کچھ دیکھا، وہ بھی میرے لئے تعجب خیز تھا۔

بہت دور پہاڑی چٹانوں کے درمیان بے شمار لوگ ننگ دھڑنگ، وحشی صفت بھاگ دوڑ رہے تھے۔ غالباً وہ کسی جانور کے شکار کی فکر میں سرگرداں تھے اور اسی وقت میرے کانوں میں بوڑھے سالانوس کی آواز گونجی۔

''نہیں میرے دوست نہیں۔ میں نے تمہیں جس زاویے میں کھڑا کیا تھا۔ اس میں تمہارے ذہن میں گردش وہیں تک تھی جہاں تک تم نے سوچا تھا لیکن زاویہ بدلنے کی شکل میں تمہارا ذہن دوسری جانب مڑ گیا ہوگا تم اس ماحول کو محسوس کرو جس میں اس وقت خود کو پا رہے ہو۔ سوچو کیونکہ یہ سب کچھ تمہارے اپنے ذہن کا عکس ہے۔ اس میں کوئی بات اجنبی نہیں ہے۔ ہاں صرف یہ ہے کہ تم جس کردار سے روشناس تھے اسے گم کر بیٹھے ہو۔''

''اوہ۔'' میں نے متعجبانہ لہجے میں کہا اور اس زاویے سے ہٹ آیا۔ نہ جانے کیوں میرا ذہن کسی حد تک چکرا گیا تھا۔ تب میں نے سلانوس سے پوچھا۔

''اس کا مقصد ہے سلانوس کہ میں جس ماحول میں جانا چاہتا ہوں اس میں، میں جس زاویے کی طرف رخ کروں مجھے اسی رخ پر کھڑا رہنا ہوگا؟''

''ہاں۔ جب تم اس ماحول میں خود کو جذب پاؤ گے تو بھول جانا کہ تم کسی زاویے پر ہو اور اس وقت تم وہاں سے واپس نہ آ سکو گے کیونکہ تمہارا جسم ساکت ہو جائے گا البتہ تمہارا تصور ایک عملی حیثیت اختیار کر کے اس دور میں داخل ہو جائے گا لیکن ابھی چونکہ تم صرف ایک تماشائی کی حیثیت سے اس ماحول میں تھے اور تم نے خود کو اس ماحول میں جذب نہیں کیا تھا بلکہ حیرانی کی منزل میں تھے اس لئے تمہارے چہرہ گھمانے سے وہ منظر تمہاری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ ہاں اب اگر تم چاہو تو میں تمہیں دوبارہ اسی زاویے میں لے جا سکتا ہوں لیکن میرا مقصد یہ ہے کہ پہلے میرے تجربے کی روشنی میں ان تمام مناظر کو دیکھو جس کا تعلق تمہاری زندگی سے ہے۔''

''دلچسپ۔ نہایت ہی دلچسپ۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''سلانوس۔ تو بلاشبہ حیرت انگیز قوتوں کا مالک ہے۔ تیرا یہ طلسم کدہ جسے تو نے نہ جانے کتنی کاوشوں سے بنایا ہے۔ اسے میں اپنی کتاب میں جگہ ضرور دوں گا۔ بلاشبہ میں نے تجھ جیسے افراد نہ کبھی دیکھے اور نہ ہی مجھے کبھی ایسا آدمی نصیب ہوگا۔'' میں نے کہا اور سلانوس مسکرانے لگا۔

''ویسے مجھے تمہاری واپسی کا دکھ ہے پورنا۔ دراصل میں تمہیں یہ بتانا بھول گیا کہ زاویے کے رخ کو متعین کر لینا ضروری ہے لیکن کیا کوئی ایسا جذباتی منظر تو نہ تھا جو تمہارے لئے بہت بڑی اہمیت رکھتا ہو؟''

''نہیں سلانوس۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن ظاہر ہے انسان جس ہستی کا سب سے پہلے تصور کرتا ہے وہ اس کی پسندیدہ ترین ہستی ہوتی ہے۔ بلاشبہ میں اپنی ایک ایسی ہی ہستی کو دیکھ رہا تھا۔''

''کیا وہ تیری محبوبہ تھی پورنا؟''

''ہاں سلانوس۔''

''کیا نام اس کا؟'' سلانوس نے پوچھا۔

''لیپاس۔ میری قدیم محبوبہ لیپاس۔ اس کے ساتھ میں ایک سمندری جہاز میں سوار تھا سلانوس۔ میرا خیال ہے عورتوں میں مجھے اس عورت نے بے پناہ متاثر کیا اور ابھی میں اسے جی بھر کے دیکھ رہا تھا کہ منظر بدل گیا۔''

''تم پھر اسی زاویے کو اپنا سکتے ہو پورنا۔ بات صرف یہ ہے کہ ابھی یہ زاویے تم سے اجنبی ہیں۔ تم جب چاہو اس دنیا میں واپس جا سکتے ہو، جب بھی چاہو خود کو کسی بھی ماحول میں، کسی بھی منظر میں ضم کر سکتے ہو۔ یہ تمہاری اپنی قوت کی بات ہوگی۔ یہ تمہارے اپنے بس میں ہوگا۔ آؤ میں تمہیں ان سے روشناس کرا دوں۔'' سلانوس نے کہا۔

اور پھر وہ مجھے ان زاویوں کے بارے میں بتانے لگا اور میں حیرانی سے ان ساری چیزوں کو دیکھتا رہا۔ بلاشبہ ماضی میں لوٹ جانے کا یہ بہترین طریقہ تھا۔

میں ان ساری چیزوں کو دیکھتا اور سمجھتا رہا۔ یوں بھی یہ میرے لئے کوئی اہم بات نہ تھی کہ میں انہیں بخوبی ذہن نشین کرلوں۔ چنانچہ اس وقت میں نے ماضی کے کسی بھی حصے میں گم ہونے کی بجائے ان زاویوں سے واقفیت زیادہ ضروری سمجھی اور سالانوس سے پوچھا۔

''کیا اسی طرح تم مستقبل کو بھی دیکھ سکتے ہو؟''

''یقیناً۔''

''اس کا مقصد ہے کہ تمہارے پاس اس سے بھی زیادہ اہم چیز موجود ہے جو میرے پاس ہے۔ میں مستقبل بینی کے لئے ستاروں کا سہارا لیتا ہوں لیکن ستاروں سے زیادہ دلکش طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے دانش کدے میں بیٹھ کر ماضی میں بھی جھانک لیتے ہو اور مستقبل کی پیشگوئی بھی کر لیتے ہو۔''

''یقیناً اور یہ سارا علم ستاروں کے علم ہی سے حاصل کیا گیا ہے لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ ستارے آسمان پر ہوتے ہیں اور میرا یہ دانش کدہ روئے زمین پر ہی ساری چیزوں سے روشناس کرا دیتا ہے۔''

''تب تو سالانوس تم نے مستقبل کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم کیا ہوگا۔''

''ہاں۔ مستقبل کے بہت سے کردار بہت سی چیزیں میری نگاہوں کے سامنے ہیں۔ ان میں تحت الثریٰ کے اس حصے کا ماضی اور مستقبل بھی ہے جہاں ہم لوگ ہیں اور اس دنیا کا بھی جسے تم اپنی دنیا کہتے ہو۔''

سالانوس نے کہا اور میں حیرت سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ گویا اس نے ہماری دنیا کا تعین بھی کرلیا تھا اور یوں بھی اس نے میرے بارے میں جو کچھ بتایا تھا اس کے بعد یہ سوچنا تو حماقت کی بات تھی کہ اسے میرے بارے میں یہ ساری تفصیلات معلوم نہ ہوں گی۔ اسے یقیناً یہ بھی معلوم ہوگا کہ میں گوکلہ کے پاس کیسے آیا۔ بہرحال اس باعلم بوڑھے سے میں جتنا متاثر ہوا تھا، صدیوں کی زندگی میں کوئی شخص، کوئی ہستی مجھے اتنا متاثر نہیں کر سکتی تھی۔

تھوڑی دیر تک میں بوڑھے سالانوس کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر میں نے عقیدت بھرے لہجے میں کہا۔ ''تم نے یہ سب کچھ کس طرح کیا ہوگا سالانوس؟''

''سخت جانفشانی سے۔ میں نے اپنے علم کو یہاں تک پہنچانے کے لئے بہت سی ایسی چیزوں کو چھوڑ دیا جو مجھے بہت عزیز تھیں۔''

''بلاشبہ۔ تمہیں باہر کی دنیا سے بہت دور جانا پڑا ہوگا۔''

''ہاں۔ میں نے ساری دنیا چھوڑ دی تھی۔ ساری دنیا۔'' بوڑھے نے ایک طویل سانس لے کر جواب دیا۔

''بہرحال سالانوس۔ میں نے اس سے قبل تم جیسا مدبر نہیں دیکھا۔ میں تمہارے علم، تمہاری صلاحیتوں کا اعتراف کرتا ہوں۔'' دیر تک میں بوڑھے سالانوس سے مختلف سوالات کرتا رہا۔ میرے ذہن میں نئی روشنیاں جاگ رہی تھیں۔ اگر سالانوس کا یہ دانش کدہ مستقبل میں بھی لے جا سکتا ہے تو، یہ تو بہت ہی شاندار بات ہے۔ ماضی کو تو دیکھا ہوا ہوتا ہے لیکن مستقبل.....

اگر انسان مستقبل کی تصویر دیکھ لے تو اس سے بڑی بات کیا ہو سکتی ہے چنانچہ چند ساعت کے بعد میں نے اس سے سوال کیا۔

''اس کا مطلب یہ ہے کہ بابا سلانوس کہ ہم مستقبل کے زاویے میں داخل ہو کر اس کے مناظر بھی دیکھ سکتے ہیں۔''

''ہاں کیوں نہیں۔''

''تم کبھی مستقبل میں گئے ہو؟''

''میں؟ ہاں لیکن صرف چند بار۔ میں نے یہ زاویے آزمائے تھے اور میری یہ تخلیق حیرت انگیز ثابت ہوئی۔''

''کیا محسوس کیا تم نے؟''

''ظاہر ہے وہ سب انوکھا تھا، ناقابل فہم لیکن میرا خیال ہے اب صورت حال مختلف ہوگی۔'' بوڑھے نے پر خیال نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''میں تمہارے بارے میں مخلص ہوں نوجوان پورنا۔ خود میری بستی میں لائق و فائق نوجوان ہیں جن کا علم بھی کافی ہے لیکن جو کچھ میں نے کہا ہے، وہ ان کی سمجھ میں نہیں آئے گا اور اس کی ایک خاص وجہ ہے اس لئے کبھی میں نے وہ نہیں کیا جو کرنا چاہتا ہوں۔''

''میں اب بھی نہیں سمجھا۔''

''ان کے علوم تحت الثریٰ تک محدود ہیں اور تحت الثریٰ کی کہانی مختصر ہے۔ بلاشبہ یہاں بھی بے شمار واقعات پیش آئے ہیں لیکن اس میں ایک خرابی ہے وہ یہ کہ یہاں کے مسائل میں ابتداء سے انتہا تک کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔''

''اوہ! یعنی تمہارے خیال میں یہاں کا انسان ترقی سے ہمکنار نہیں ہوا؟''

''ہوا، لیکن ایک محدود دائرے میں اور اس کے مستقبل میں بھی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ بالکل یکساں، جبکہ اوپر کی دنیا میں تجسس بہت زیادہ ہے اور تجسس ترقی کی پہلی منزل ہے۔''

''خوب۔'' میں نے دلچسپی سے گردن ہلائی۔

''اس لئے میں نے اپنے وطن کے کسی نوجوان کو اپنے ساتھ شریک نہیں کیا، جبکہ تمہاری کیفیت دوسری ہے۔ بے شک تم ان علوم سے آراستہ نہیں ہو جو یہاں رائج ہیں لیکن تمہاری آنکھوں میں صدیاں سمائی ہوئی ہیں۔ تم نے انسان کو ابتداء سے دیکھا ہے۔ تمہارا علم چشم دید ہے اور تم تجربات کی ان منزلوں سے گزر چکے ہو جہاں کوئی علم نہیں لے جا سکتا اس لئے میرے دوست صرف تمہیں مجھ سے دلچسپی نہیں مجھے بھی تم سے اتنی ہی دلچسپی ہے۔''

''شکریہ سلانوس۔''

''مجھے تو خوشی ہے کہ مجھے کوئی ایسا ساتھی مل گیا جو مجھے سمجھ اور پڑھ سکتا ہے۔''

''میں نے صدیوں پر مشتمل ایک کتاب تحریر کی ہے سلانوس۔ اس میں انسان کے بارے میں بہت کچھ درج ہے۔''

''آہ! وہ قابل دید چیز ہوگی۔ کیا میں اسے پڑھ سکوں گا؟''

''کیوں نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''میری طرف سے مطمئن ہو جاؤ تب میں تم سے وہ کتاب طلب کروں گا اور پھر میں اس کا مطالعہ کروں گا۔''

''ضرور لیکن یہ تو بتاؤ، اگر ہم ماضی یا مستقبل میں جائیں گے تو خود اس دور میں ہماری کیا حیثیت ہوگی، صرف ایک دیکھنے والے کی؟''

''کیا یہ سوال کوئی دوسرا کر سکتا تھا؟ ہرگز نہیں، تم نے مجھے سمجھا تم نے میری کاوشوں کو محسوس کیا تبھی یہ سوال تمہارے ذہن میں ابھرا۔'' بوڑھے نے تحسین آمیز لہجے میں کہا۔

''تو بتاؤ سلانوس؟''

''ماضی گزر چکا ہے۔ میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ ماضی میں ہم کوئی رد و بدل نہیں کر سکتے۔ ہاں اگر ہم ماضی کے زاویے سے گزر کر وہاں اس ماحول میں پہنچیں تو ہمیں کسی ایسے کردار کا انتخاب کرنا ہوگا جسے ہم ماضی سے اغوا کر لیں اور پھر اس کی حیثیت اختیار کر لیں۔ اس شخصیت کی حیثیت سے ہم ماضی میں داخل ہو سکتے ہیں۔ دوسری صورت میں ہم صرف دیکھنے والے ہوں گے جو ماضی میں کوئی دخل اندازی نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس ہم مستقبل میں خود اپنے لئے کوئی جگہ بنا سکتے ہیں کیونکہ ہم صرف مفروضہ ہوں گے اور وہ قوت ہمارے بعد کا وقت ہوگا۔''

''گویا مستقبل میں ہم اپنی مرضی کا کردار ادا سکتے ہیں؟''

''یقیناً۔''

''بہت خوب اور اس کے لئے ہمیں کوئی اقدار قبول نہ کرنا ہوں گے؟''

''بلاشبہ۔''

''تو کیا تم مجھے مستقبل کی سیر نہیں کراؤ گے سلانوس؟''

''کیوں نہیں۔''

''اچھا یہ بتاؤ کیا مستقبل میں جانے کے لئے ہمیں کسی دور کا تعین کرنا ہوگا یا کہیں بھی کسی بھی دور میں ہماری گنجائش نکل سکے گی؟''

''ہم کسی بھی دور میں جا سکتے ہیں لیکن مستقبل کے سلسلہ میں ایک کمزوری رہ گئی ہے۔'' بوڑھے سلانوس نے جواب دیا۔

''وہ کیا؟''

''ابھی میری کاوش مستقبل کی مخصوص حدود میں ہیں، یہ لامحدود نہیں ہوئی ہیں۔ یعنی میں صرف ایک مخصوص دور تک جا سکتا ہوں، اس کے بعد کے دور کے لئے ابھی مجھے کافی کام کرنا ہوگا۔''

''کتنی دور تک جا سکتے ہیں ہم؟''

''تقریباً ہزار صدیاں آگے۔ ممکن ہے اس سے بھی کچھ آگے۔ بس، اس کے آگے ابھی تاریکی ہے۔'' سلانوس نے جواب دیا۔

''بہت کافی ہے سلانوس۔ معمولی بات نہیں ہے۔'' میں نے پرجوش لہجے میں کہا۔ بلاشبہ اس شخص کی کاوشیں قابل قدر تھیں اور اس سے بہت کچھ سیکھا جا سکتا تھا۔ میں سلانوس سے اس بارے میں بہت سے سوالات کرتا رہا۔ پھر میں نے خاموش ہو کر ایک گہری سانس لی۔

''تو صدیوں کے بیٹے تمہارا اور کوئی سوال باقی رہ گیا ہے؟''

''نہیں سلانوس۔ بہرحال میں تمہارے علم کی عظمت کا قائل ہو گیا ہوں۔ میرے پاس جو کچھ ہے وہ تمہارے علم نے تجھے بتا دیا ہے۔ مجھے بتاؤ میں تمہارے لئے کیا کر سکتا ہوں۔''

''تمہارا بدن چاند کی طرح چمکتا ہے اور آگ اور پانی تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔ تمہاری جوانی صدیوں سے یونہی برقرار ہے اور نہ جانے کب تک برقرار رہے گی۔ میں تم سے کچھ نہیں چاہتا۔ تمہاری جسمانی خوبصورتی اور طاقت کے بارے میں، میں اپنے طور پر تحقیق کروں گا۔ بس تم مجھے اس کی اجازت دو۔'' بوڑھے سلانوس نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''تم ایسا کیوں چاہتے ہو سلانوس؟ کیا اپنے علم میں اضافے کے لئے؟''

''ظاہر ہے اور میرے لئے انتہائی دلکش بات ہے لیکن اس کے علاوہ بھی میرا کچھ اور مقصد ہے۔'' سلانوس صاف گوئی سے بولا۔

''وہ کیا؟''

''میں خود بھی تم سے متاثر ہوں۔ اگر میں صدیوں کے سفر میں تمہارا ساتھی بن جاؤں تو صدیوں کی تاریخ بدل جائے۔''

''سلانوس۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں تمہارے ہر تجربے کا ہدف بنوں گا۔ مجھے منظور ہے۔'' میں نے خلوص دل سے کہا اور بوڑھے کی آنکھوں میں بے پناہ چمک پیدا ہو گئی۔

''میرے دوست، میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں تمہاری ضرورت کی ہر چیز فراہم کروں گا، تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی میرے پاس اور سنو یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ میں فوری طور پر اپنا کام مکمل کرنے کے بارے میں سوچوں۔ ہاں ہم دونوں اپنے اپنے کام شروع کر دیں گے۔ تم اس پورے دانش کدے کی ایک ایک چیز کے بارے میں تحقیق کر سکتے ہو۔ مجھ سے جو پوچھنا چاہو گے میں خلوص دل سے تمہیں بتا دوں گا اور جب بھی موقع ملے گا میں تم سے تحقیق کروں گا۔''

''پورے خلوص کے ساتھ منظور ہے لیکن سلانوس، تمام باتوں سے قطع نظر، جوانی اور دلکشی کے حصول کے پیچھے کوئی رنگین جذبہ بھی ہے؟''

''ہاں میرے دوست، جوانی کی طلب ایک ایسی طلب ہے جو شاید آخری سانس تک باقی رہتی ہے۔ انسان سب کچھ بھول جائے لیکن جوانی کو نہیں بھول سکتا۔''

''خوب۔ مگر بدبختی سے جو لوگ اس سے آشنا ہیں وہ اس کے زیاں کی نہیں سوچتے اور بعض اوقات اس سے بہرہ ور نہیں ہوتے۔''

''اپنی بات کر رہے ہو؟''

''یہی سمجھ لو۔ گوکلا کی آخری خواہش یہی تھی کہ میں اس کے ساتھ رہوں۔ وہ اپنے صدیوں پرانے محبوب کو چھوڑنے پر آمادہ تھی۔''

''اوہ۔ پھر، کیا وہ تمہیں پسند نہیں تھی؟''

''یہ بات نہیں ہے سلانوس لیکن میرے لئے وہ دوسری عورت ہوتی۔ یوں تو میری زندگی میں بے شمار عورتیں ایسی آئی ہیں جو ملکائیں تھیں اور انہوں نے اپنے شوہروں سے چھپ کر میری قربت حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن وہ وقتی حیثیت رکھتی تھیں۔ اپنے ساتھ ایک مستقل عورت کی حیثیت سے کسی کو جگہ دینے کے لئے میرا ایک معیار ہے جس پر گوکلہ پوری نہ اترتی تھی۔''

''آہ! خوب۔ یہ جوانی بول رہی ہے۔ یقین کرو میرے دوست، جوان لوگوں کو دیکھ کر دل جاگ اٹھتے ہیں۔ میں بھی یہی سب کچھ چاہتا ہوں۔'' بوڑھے سلانوس کے چہرے پر حرص کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اتنا باعلم ہونے کے باوجود اس وقت وہ بچہ لگ رہا تھا اور انسان کا یہ روپ بھی میرے لئے دلچسپ تھا پروفیسر، بہر حال میں نے سلانوس کی ساری شرطیں منظور کر لیں۔ اس دور میں میرے علم نے صدیاں پھلانگ لی تھیں اور بوڑھا سلانوس مجھے دنیا کا سب سے زیادہ باعلم شخص نظر آیا تھا۔

ہم لوگ اس وقت تک گفتگو کرتے رہے جب تک تھک نہ گئے۔ باتیں تھیں کہ ختم ہونے ہی کو نہ آتی تھیں۔ تب سلانوس نے ایک انگڑائی لیتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔ ''پورنا۔ کیا تم تھکن نہیں محسوس کر رہے؟''

''اوہ! میں تھکتا نہیں سلانوس۔ میں اکتا ضرور جاتا ہوں۔ تھکن میرے قریب سے بھی نہیں گزرتی۔ لیکن اگر میری دلچسپی کا سامان موجود ہو تب، اور تمہاری باتیں اتنی دلکش ہیں کہ اگر صدیوں کرتے رہے تو میں نہ تھکوں۔''

''کیا یہ بات قابل رشک نہیں ہے؟'' بوڑھے نے تحسین آمیز نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

''کیوں، کیا تم تھکن محسوس کر رہے ہو۔''

''شدت سے لیکن تمھارے چہرے پر ایسی ایک بھی لکیر نہیں ہے۔''

''بہر حال میری خواہش ہے کہ تمہارا علم، تمہاری تحقیق تمہیں بھی وہی صفات عطا کرے جو میرے اندر ہیں۔ صدیوں کے سفر میں اگر تم جیسا دانش مند ہم سفر مل جائے تو میرے لئے اس سے زیادہ خوشی کی کیا بات ہوگی۔''

بوڑھے کی آنکھوں میں خواہشوں کے چراغ جل رہے تھے۔ تب اس نے کہا۔ ''کیا ماضی تمہارے ذہن میں بھی ہے پورنا اور اس ماضی کی داستانیں بھی دلکش ہوں گی۔ کیا تم مجھے بھی ان داستانوں میں کوئی کردار بنا سکتے ہو؟''

''میں نہیں سمجھا؟'' میں نے تعجب سے کہا۔

''ماضی میرے لئے صرف ایک کہانی ہے لیکن ان کہانیوں میں تمہاری حیثیت ایک کردار کی ہوگی۔ اگر تم اپنے ماضی کے کسی حسین ورق کو الٹو تو تم خود اس میں موجود ہو گے۔ اس وقت اگر تم چاہو تو مجھے اس زاویے میں آواز دے سکتے ہو لیکن میرے لئے کردار کا انتخاب تمہیں کرنا ہوگا اور جب میں اس کردار کی حیثیت سے تمہارے ماضی میں داخل ہوں گا تو ظاہر ہے بدلا ہوا ہوں گا لیکن خود میرا وجود ایک ہوا کی مانند ہوگا اور اس کے محافظ بھی تم ہو گے۔ بولو کیا تم یہ ذمہ داری قبول کرو گے؟''

''اوہ! کیا یہاں تک ممکن ہے؟''

''ہاں۔ یہ میرے علم کا ایک حصہ ہے۔''

''تب میرے دوست، ہم کچھ حسین کہانیوں کا انتخاب کریں گے۔ میں تمہیں ماضی کے دلکش کرداروں کے درمیان لے جاؤں گا اور تم مجھے مستقبل میں۔''

''منظور۔'' بوڑھے سلانوس کا چہرہ جگمگانے لگا۔ اس کے خوابوں پر مجھے حیرت ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ مجھ سے گفتگو کرتا رہا پھر بولا۔

''اب مجھے اجازت دو پورنا۔ اگر تم آرام کرنا چاہو تو تمہاری مرضی اور اگر زاویوں کی سیر پسند کرو تو میرا خیال ہے تم جیسے ذہین انسان کو میری ضرورت نہیں پڑے گی۔''

''اپنی غیر موجودگی میں تمہیں میری یہاں موجودگی پر کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا سلانوس؟''

''سلانوس اپنی زندگی کی اس ساری کمائی کو تمہارے اشارے پر تباہ کرسکتا ہے۔ تم جیسا دوست مل جائے تو اس کے بعد دوسری چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔''

''شکریہ سلانوس۔'' میں نے جواب دیا اور پھر سلانوس اس دانش کدے سے نکل گیا۔ اس کے اس قدر اعتماد نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔ بہرحال اس کے جانے کے بعد میں دیر تک خیالات میں ڈوبا رہا۔ یہ جو کچھ تھا میرے لئے ناقابل یقین تھا۔ ماضی کے یہ آئینے کس قدر دلکش تھے۔ میں ان کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ ان تمام چیزوں سے میں پوری طرح لطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔ خاص طور سے مستقبل میں جانا میرے لئے بہت دلکش تھا۔

رہی بوڑھے سلانوس کی طلب، تو اس بے چارے کا مستقبل مجھے زیادہ بہتر نظر نہیں آتا تھا کیونکہ اس سے قبل بھی کسی نے میری مانند جوانی حاصل کرنے کی کوشش کی تھی اور آگ میں جل کر خاک ہوگیا تھا۔ بہرحال اگر اس کا علم اسے کچھ دے سکے تو مجھے کیا اعتراض ہوسکتا تھا۔

کافی دیر تک میں خیالات میں ڈوبا رہا اور پھر میں نے اس دانش کدے بلکہ..... حیرت کدے کو آزمانے کا فیصلہ کرلیا۔ ماضی کے بے شمار نقوش میرے ذہن میں موجود تھے لیکن میں کسی خاص دور میں جانے کا خواہش مند نہیں تھا۔ بس یہ زاویہ مجھے جہاں بھی پہنچادے۔

چنانچہ میں تیار ہوگیا۔ جو کچھ مجھے بوڑھے سلانوس نے بتایا تھا، اس کے مطابق میں ماضی کے زاویے کے سامنے پہنچ گیا۔ میں نے پہلے ایک رخ اختیار کیا اور اس کے بعد اپنے انداز میں تبدیلی پیدا کرنے لگا۔ انوکھی تخلیق تھی یہ۔ میری نگاہوں کے سامنے بے شمار تصاویر رقصاں ہوگئیں اور پھر میں نے رک کر سانس لی تو کچھ جانے پہچانے نقوش ابھر آئے۔ میں اس جگہ ساکت ہوگیا تھا۔

آہ! زیادہ پرانی بات نہیں تھی۔ درخت سے چمٹی حسینہ کو میں نے صاف پہچان لیا تھا۔ یہ شمانہ ہی تو تھی، جو خوفزدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ مجھے یاد آیا، اس وقت میں نے یہ درخت جڑ سے اکھاڑ دیا تھا اور شمانہ کو درخت سمیت لے کر چل پڑا تھا۔

خوفزدہ شمانہ مجھے اجنبی نگاہوں سے دیکھتی رہی۔ میرے دل میں اس کے لیے پیار امنڈ رہا تھا۔ تب میں نے اسے آواز دی۔

''شمانہ!'' اور وہ چونک پڑی۔

''تم....تم کون ہو؟''

''سیوتا.... تیرا سیوتا۔ کیا تو نہیں پہچانتی مجھے؟''

''نہیں۔ تو دواکا کی بیٹی ہے نا جس نے سکائی بستی کے لئے آتش فشاں میں کود کر جان دی تھی؟''

''ہاں لیکن میں تمہیں نہیں پہچانتی۔''

''شمانہ! شمانہ تو مجھے پیار کرتی ہے.... تو....'' لیکن شمانہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تب اچانک مجھے سلانوس کی بات یاد آئی۔ اگر تم ماضی کو بدلنے کی کوشش کرو گے تو یہ تمہارے لئے ممکن نہ ہوگا۔ ہاں تم ماضی کو دہرا سکتے ہو۔

تب میں نے اس درخت کو گرفت میں لے لیا اور اسے اکھاڑ کر ایک جگہ رکھ دیا اور پھر شمانہ کا گداز بدن میرے بازوؤں کی گرفت میں تھا۔ میں نے نگاہوں کے زاویے میں بال برابر تبدیلی کی اور خود کو شمانہ کے ساتھ چھوٹی سی کشتی میں پایا۔ بادبان کھل گئے تھے اور شمانہ کے حسین نقوش نمایاں ہو گئے۔ چمپئی رنگ، جاندار چہرہ، لمبے لمبے بال جو ہوا میں اڑ رہے تھے۔

''لیکن اس طرح تو سمندر کی سیر کا کچھ لطف نہیں آئے گا۔''

''کشتی کو گہرے سمندر میں پہنچنے دو پھر لطف آئے گا۔'' اس نے مسکرا کر کہا اور پھر حکیم ہاکو کی آواز سنائی دی۔

''میں نے تم جیسا انسان کبھی نہیں دیکھا اور پھر جھیل کا ایک خوبصورت منظر جہاں شمانہ کسی مچھلی کی مانند تیر رہی تھی۔ سیماب بھرا ہوا تھا اس کے بدن میں۔ مجھے شدید بے کلی محسوس ہونے لگی اور میں اس منظر کو تلاش کرنے لگا۔ جب یہ سیماب میری آغوش میں تھا اور وہ منظر بھی میری گرفت سے دور نہ رہا۔ شمانہ کی محبت ٹوٹ پڑی تھی اور وہ میری آغوش میں تڑپ رہی تھی۔

اور میں اس زاویے پر ساکت ہو گیا۔ کب تک نہ جانے کب تک۔ میرا دل نہیں چاہتا تھا کہ میں اس منظر کو نگاہوں سے اوجھل ہونے دوں.... اور طویل ترین وقت گزر گیا۔ نہ جانے کب سلانوس میرے پاس پہنچ گیا۔ اس کی نگاہوں میں شوق تھا لیکن میں شمانہ میں کھویا ہوا تھا۔

تب مجبوراً سلانوس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور میں چونک پڑا۔ میرا دماغ ایک دم گھوم گیا اور سب کچھ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

''مجھے افسوس ہے میرے دوست۔'' سلانوس نے کہا لیکن میں کھوئی کھوئی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ سلانوس گہری نگاہوں سے میری صورت دیکھ رہا تھا۔ ''یوں لگتا ہے جیسے میں نے تمہارا کوئی پسندیدہ وقت چھین لیا؟''

''آہ! یہ تم ہو سلانوس؟'' میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے ایک آہ بھر کر کہا۔

''میں نے اخلاق و شرافت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔'' اس نے کہا۔

''تم کب آئے؟''

''دیر ہوئی لیکن میں نے ماضی کے اس زاویے میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کی ورنہ میں بھی تمہارے سہارے اس منظر کو دیکھ سکتا تھا جو تم

دیکھ رہے تھے۔''

''تب تو تم نے بہت اچھا کیا۔'' میں پھیکے انداز میں مسکرایا۔

''آہ! کیا تمہاری کوئی محبوبہ تھی تمہارے ساتھ؟''

''ہاں۔''

''اور تم اسے چاہتے بھی تھے؟''

''ہاں سلانوس۔''

''مجھے واقعی افسوس ہے اور میں شرمندہ ہوں لیکن کیا تم اسی وقت سے یہاں ہو، میرا مطلب ہے جب میں یہاں سے گیا تھا؟''

''ہاں۔ کیا تمہیں دیر ہوگئی۔ میرا مطلب ہے تم نے آرام نہیں کیا؟''

''عزیزم۔ میں کافی دیر تک آرام کرنے کے بعد یہاں تک پہنچا ہوں۔ اتنا آرام کہ میرے اعضا پرسکون ہو گئے ہیں اور تم اس وقت سے یہاں موجود ہو؟''

''ہاں۔'' میں نے ایک سرد آہ بھری۔

''ماضی تمہارا جانا پہچانا ہے لیکن مستقبل ہم دونوں کے لئے اجنبی ہوگا اور پھر مستقبل میں ہم خود ایک کردار ہوں گے اور ایک کردار کی حیثیت سے ہم اس ماحول سے زیادہ لطف اندوز ہوسکیں گے۔ کیا خیال ہے؟'' سلانوس نے پوچھا۔

''ہاں۔ لیکن تم نے یہ عجیب چیز بنائی ہے سلانوس۔'' میں نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

''تم ابھی تک اداس ہو؟''

''میرا ماضی۔'' میں نے کہا۔ ''میرا ماضی بے شمار ایسی داستانوں سے پُر ہے جو وقت نے میری نگاہوں سے اوجھل کر دیں۔ حالانکہ میں انہیں نظر انداز نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن گزرتے وقت کے آگے میری ایک نہیں چل سکی اور وہ مجھ سے جدا ہو گئے جن کی جدائی مجھے منظور نہیں تھی۔''

''ایک بات اور ہے پورنا۔ ایک طرح سے تمہاری یہ طویل العمری تمہارے لئے تکلیف دہ بھی ہوگی؟''

''کس طرح؟''

''ماضی کے داغ۔ حالانکہ تم عام انسانوں سے مختلف ہو۔ تمہارے اندر بہت سی خصوصیات انسانوں سے بالکل مختلف ہیں لیکن اس کے باوجود تم انسانوں سے زیادہ دور نہیں ہو اور انہی کے درمیان وقت گزار رہے ہو کیونکہ تمہارا کوئی الگ قبیلہ نہیں رہا۔ اگر تم اپنے قبیلے والوں کے درمیان رہتے تو انسانوں کے اس قدر قریب نہ آتے۔ ان حالات میں تمہاری ذہنی کیفیات بعض اوقات انسانوں سے مختلف نہ ہوتی ہوں گی۔''

''ہاں۔ یہ حقیقت ہے۔''

''ان حالات میں ماضی کے داغ بعض اوقات ضرور دکھتے ہوں گے؟''

''ہاں سلانوس۔ گو میں نے زمین و آسمان کی گردش کی تبدیلی کو قبول کر لیا ہے لیکن بعض کردار..... بعض کردار اب بھی ذہن میں دہکتے ہیں۔''

''اس وقت بھی تم کسی ایسے ہی کردار میں کھوئے ہوئے تھے؟''

''ہاں۔''

''کوئی لڑکی؟'' بوڑھے نے اوباشوں کے سے انداز میں پوچھا۔

''ہاں۔'' میں نے جواب دیا۔ میری کیفیت اب درست ہوتی جا رہی تھی۔ میں دانش کدے کے اس سحر سے نکل آیا تھا۔

''کون تھی وہ؟'' بوڑھے نے پوچھا اور میں نے اسے فوما کی داستان سنائی۔ ثمانہ، سکائی، ہاکو اور سکائی کے اندر گھس آنے والوں کے بارے میں تفصیل بتائی۔ بوڑھے کا چہرہ دلچسپی سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بچوں کی سی چمک تھی۔ یہاں تک کہ میں نے اسے ثمانہ کی موت کی تک کی کہانی سنا دی اور جب میں خاموش ہوا تو بوڑھے کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔

''آہ! میرے دوست۔ تمہاری یہ کہانی بے شمار مختلف تبدیلیاں لئے ہوئے ہے لیکن اس میں قدیم کلچر اور ایک اجنبی دنیا کی ساری داستانیں چھپی ہوئی ہیں۔ کیسی دلکش، کیسی انوکھی، کیسی حیرت انگیز اور سنو، آئندہ جب تم اپنے ماضی میں لوٹو گے تو میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گا۔ میں اس انوکھی دنیا کو ضرور دیکھوں گا۔''

''ضرور سلانوس۔'' میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''اس وقت غالباً تمہاری محبوبہ تمہاری آغوش میں ہوگی؟'' بوڑھے کے منہ سے رال بہہ رہی تھی۔ مجھے تعجب ہوا، اتنی چیزوں پر قدرت کے باوجود وہ عورت سے اس قدر دور ہے اور ان کے لئے ترستا ہے۔

''ہاں۔ ثمانہ کا دلکش وجود میری آغوش میں تھا اور کتنی حسین تھی وہ۔ میں تمہیں اس سے ضرور ملاؤں گا لیکن ایک شرط پر۔''

''کیا، کیا؟ جلدی کہو۔''

''اس سے قبل تم مجھے مستقبل کی سیر کراؤ گے، جیسا کہ ہمارے درمیان معاہدہ ہوا تھا۔''

''بالکل۔ بالکل۔ تیار ہو جاؤ۔ ہمیں خود بھی مستقبل کا ایک کردار بن جانا ہے، اس ماحول کو سمجھنے کی دقتیں ضرور پیش آئیں گی لیکن..... لیکن.....''

''سب ٹھیک ہو جائے گا، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔'' میں نے کہا اور بوڑھا مسکرانے لگا۔ بہر حال اب ہم اس حیران کن ایجاد کے سہارے مستقبل کے سفر کی تیاریاں کر رہے تھے۔

☆.........☆.........☆

سلانوس بلاشبہ بہت بڑا مفکرِ اعظم تھا۔ اس دور کی زبان میں اگر کہا جائے پروفیسر۔ تو وہ ایک عظیم سائنسدان اور ایک عظیم ستارہ شناس تھا۔ دانش کدے کو تخلیق کر کے اگر یوں کہا جائے کہ اس نے تسخیرِ کائنات کر لی تھی تو بے جا نہ ہوگا۔ اس کے پراسرار زاویے جن جہانوں کی سیر کراتے تھے ان کے بارے میں سوچ سوچ کر عقل دنگ رہ جاتی تھی۔ بلاشبہ یہ دانش کدہ میری صدیوں کی دیکھی ہوئی تمام چیزوں سے زیادہ عجیب اور ان تمام علوم سے زیادہ بہتر تھا جو میری نگاہوں میں آ چکے تھے۔

میں نے اس میں اپنا ماضی دیکھا اور اس ماضی میں، میں نے حقیقتاً یہی محسوس کیا کہ میرا ماضی ایک بار پھر لوٹ آیا ہے اور اس بار بھی میرے تاثرات وہی تھے۔ ان میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ میں جن گزرے ہوئے کرداروں سے ملا تو میرا عمل یہ تھا کہ مجھے اس بات کا مکمل طور پر احساس تھا کہ میں ان گزرے ہوئے کرداروں سے مل چکا ہوں اور ان کے ساتھ جو واقعات پیش آ چکے ہیں، وہ ماضی ہیں۔

اس کے باوجود میں نے ان واقعات کی دلکشی میں کوئی فرق نہیں محسوس کیا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے تاریخ ایک بار پھر خود کو دہرا رہی ہو اور وہی سب کچھ ہو رہا ہوں جو میں کر چکا ہوں۔ اس میں کوئی فرق نہیں تھا۔ ہاں ایک احساس تھا، ایک جانا پہچانا احساس جو کسی کام کو کرنے کے بعد ہوتا ہے۔ اور یہی دانش کدے کے زاویوں کی سب سے بڑی خوبی تھی۔ ورنہ ہم ماضی کو اگر اس انداز سے دیکھیں کہ وہ ماضی ہے اور ہم تماشبین تو کوئی خاص بات پیدا نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن جب اچانک ہماری شخصیت ماضی میں اس انداز میں شامل ہو جاتی تھی تو ہم متعجب رہ جاتے تھے۔

سلانوس نے ماضی کی اس دنیا میں مجھے تنہا چھوڑ دیا اور میں برف کے اس وسیع و عریض میدان کے نیچے آباد یہ دنیا دیکھ دیکھ کر متعجب ہو رہا تھا۔ بلاشبہ یہ ایک عجیب و غریب کائنات تھی جہاں کا حکمراں سلانوس تھا۔

اس نے مجھے جو کچھ دکھایا، جو کچھ عمل اس نے کر رکھے تھے، اسے دیکھ کر مجھے یوں لگا جیسے میرا صدیوں کا تجربہ اس کی فکر کے آگے ہیچ ہے۔ سلانوس اکثر مجھ سے ملاقات کیا کرتا تھا اور مجھ سے میری ضروریات کے بارے میں معلومات حاصل کرتا رہتا تھا۔ اس دوران میں جب بھی سلانوس سے ملا، میں نے اس کی فکر، اس کی سوچ، اس کے عمل، اس کے کردار کو سراہا اور سلانوس نے مسکرا کر میرا شکریہ ادا کیا، تب..... ایک دن مسکراتے ہوئے اس نے مجھ سے کہا۔

''میرے عظیم مہمان۔ حالات کے تحت میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہیں مختلف نام دیتا رہوں۔ یوں سمجھو کہ تم اس فکر و عمل کی دنیا میں ایک دیکھنے والے کی حیثیت رکھتے ہو اور میں تم میں ایک اور دنیا تلاش کر رہا ہوں۔''

''میں نہیں سمجھا سلانوس۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''تمہارا ماضی گو تمہارے لئے کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتا چونکہ تم اس سے گزر چکے ہو۔ لیکن میرے لئے وہ بہت کچھ ہے جبکہ تم اس سے گزر کر اسے فضول سمجھتے ہو۔ جب تم زاویوں میں پنہاں ہو کر ماضی کے کسی جزیرے میں چلے جاتے ہو تو میں بھی تم سے زیادہ دور نہیں ہوتا۔''

''کیا مطلب؟'' میں چونک پڑا اور سلانوس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، ایک عجیب و غریب پراسرار سی مسکراہٹ۔

''ہاں۔ میں نے غلط نہیں کہا۔ تم اس وقت ایک جیتے جاگتے وجود ہوتے ہو اور میں بھی ایک جیتے جاگتے وجود کی مانند ہوتا ہوں۔ گو تمہارے سامنے نہیں ہوتا لیکن میں اپنے آپ کو اس زاویے کی سیدھ میں آزاد چھوڑ دیتا ہوں جہاں سے گزر کر تم ماضی میں داخل ہوتے ہو۔''

''اوہو تو اس کا مقصد ہے کہ تم بھی میرے ساتھ ہوتے ہو۔''

''ہاں۔ لیکن ایک ہوا کی شکل میں، ایک روشنی کی صورت میں، وہاں صرف میرا تصور تمہارے سامنے ہوتا ہے اور صرف دیکھنے والی آنکھ تمہارے ماضی کو دیکھتی ہے۔ یوں میرے لئے تم ایک ایسی کتاب ہو جسے میں صدیوں کی کتاب کہہ سکتا ہوں۔ اور تم ان زاویوں میں اپنا ماضی دیکھ کر لطف اندوز ہوتے ہو۔ اس طرح ہم دونوں نہایت عمدگی سے اپنا اپنا کام انجام دے رہے ہیں۔''

''لیکن سلانوس۔ میں تو یہی سمجھتا رہا ہوں کہ تم صرف میرے لئے ایثار کر رہے ہو۔ تم نے اپنے اس دانش کدے کو میرے لئے جس طرح کھول دیا ہے بلاشبہ یہ بہت بڑی بات ہے اور میرا خیال ہے تم نے جس فراخدلی کا ثبوت دیا، بہت کم لوگ اس فراخدلی کا ثبوت دے سکتے ہیں اور اس بات پر میں تمہارا بے حد شکر گزار ہوں۔''

''اس کی وجہ ہے میرے دوست۔'' سلانوس نے بھاری لہجے میں کہا۔

''کیا؟''

''یہ کہ تم اس قابل ہو کہ دنیا کی ہر چیز سے تمہیں روشناس کرایا جائے۔ خود تمہاری نگاہوں میں صدیوں کا جو تجربہ پوشیدہ ہے۔ وہ میرا مددگار ہے۔ تم یقین کرو، تمہاری آنکھوں سے میں نے ماضی کو دیکھا اور اس سے بہت کچھ حاصل کیا۔ لیکن میرا خیال ہے تم میری بات سمجھ رہے ہو گے۔ میں جس انداز میں تمہارا تعاقب کرتا ہوں، وہ بہت ہی دلکش اور دلچسپ ہے۔ ماضی کے زاویے بلاشبہ تمہیں ہر دور سے آشنا کرا سکتے ہیں لیکن جس دور میں کوئی ایسا کردار تمہاری نگاہوں میں رچا ہوا ہو جس کو میں اچھی طرح جانتا ہوں تو پھر اس کردار کی سوچ تمہارے ذہن میں شامل ہو کر تمہیں ایک دل خوش کن تصور دے گی۔'' سلانوس نے کہا۔

''اوہ۔ تو اس کا مقصد ہے کہ اب تم کچھ اور آگے بڑھ گئے۔ یعنی وہاں صرف تم ایک روح کی حیثیت سے نہیں ہوتے بلکہ میرے وجود میں شامل ہوتے ہو؟''

''ہاں۔ صدیوں کے بیٹے ہاں۔'' سلانوس نے کہا۔

''تو پھر بابا سلانوس...... ایک بات تو بتاؤ۔''

''پوچھو۔''

''کیا اس وقت جب میں ایسے لمحات میں ہوتا ہوں جو زندگی کے دلکش لمحات کہلاتے ہیں تو تمہارا وجود مجھ سے کتنی دور ہوتا ہے؟''

''تم سے...... تم دور کی بات کر رہے ہو، میں تو تم میں شامل ہوتا ہوں پورا۔'' سلانوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ تو گڑبڑ ہو گئی سلانوس۔'' میں نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

''کیوں؟''

''اس کا مقصد ہے کہ میری وہ محبوبائیں، جو ماضی میں میری آغوش میں ہوتی تھیں اور اب ان کا کچھ حصہ تم تک بھی پہنچ جاتا ہے۔'' اور سلانوس بھی ہنسنے لگا پھر وہ ایک آنکھ دبا کر مسکراتا ہوا بولا۔

''میں بوڑھا ہو چکا ہوں میرے دوست۔ میں زندگی کی ان لذتوں سے بہت پیچھے رہ چکا ہوں۔ اگر تمہارے سہارے میرا ماضی مجھے کچھ دے جاتا ہے تو کیا تم اسے پسند نہیں کرتے۔ کیا تم نہیں چاہو گے کہ وہ لمحات جو سلانوس کے ہاتھوں چھوٹ چکے ہیں اسے مل جائیں۔''

''نہیں نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے بابا سلانوس۔ میں تو تمہیں آئندہ کی دعوت بھی دیتا ہوں۔ بہر حال تمہاری دنیا میں مجھے بہت کچھ ملا ہے، میں نے بہت کچھ پایا ہے۔'' میں نے کہا اور سلانوس سنجیدہ ہو کر بولا۔

''اگر یہاں رہ کر تم اور بھی کچھ حاصل کر لو تو مجھے صرف خوشی ہی ہوگی۔ ظاہر ہے میرے لئے اس سے اچھا موقع اور کون سا ہوگا۔''

''لیکن بابا سلانوس۔ میں اب چاہتا ہوں کہ تم کوئی ایسی چیز مجھے دکھاؤ جس سے میں ناآشنا ہوں۔ میں اپنے تجربات میں ہمیشہ اضافے کا خواہش مند رہا ہوں۔''

''مثلاً مجھے بتاؤ تم کیا جاننے کے خواہش مند ہو۔ تم اپنے تجربوں میں کیا اضافہ چاہتے ہو؟'' سلانوس نے آمادگی سے پوچھا۔

''میں اپنا ماضی دیکھتا رہا ہوں بابا سلانوس..... کیا اس ماضی میں کبھی مجھے تمہارا ماضی بھی نظر آ سکتا ہے؟''

''کیوں نہیں۔ جس طرح تم اپنا ماضی لیتے ہو، میرا ماضی بھی واپس آ سکتا ہے۔ لیکن میرے ماضی میں ایسی کوئی خوبی نہیں جس سے تم بہت زیادہ لطف اندوز ہو۔ ایک عام اور سپاٹ ماضی ہے۔''

''تب بھی میں چاہتا ہوں کہ ماضی کا کوئی ایسا ورق میرے سامنے آئے جو میری نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔''

''میرا اپنا اندازہ ہے صدیوں کے بیٹے۔ میرے دوست کہ بے شک تم صدیوں میں ایک وجود بن کر رہے ہو تمہاری اپنی حیثیت بے شمار علاقوں سے منسلک رہی ہے لیکن وہ علاقے اب بھی تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ ہوں گے جہاں تم اس وقت نہیں پہنچ سکے ہوگے۔ کیونکہ ہر دور میں دنیا تو اتنی ہی وسیع تھی اور اس وسیع دنیا میں بے شمار لاتعداد واقعات رونما ہوئے ہوں گے۔ ایسے واقعات جو تمہاری نگاہوں سے پوشیدہ ہوں گے۔ چنانچہ ان ادوار میں بھی تمہارے لئے یقینی طور پر دلکشی ہو سکتی ہے۔ تم وہ بھی دیکھ سکتے ہو جو اس وقت تم نہیں دیکھ سکے۔ حالانکہ وقت گزر چکا ہے اور تمہاری صدیوں کی کتاب صرف ان واقعات سے مرصع ہے جو تمہیں پیش آ چکے ہیں۔ تم نے اس میں صرف اپنے تجربات تحریر کئے ہیں۔ اب ماضی کے یہ اوراق تمہیں اور بھی بہت سے رازوں سے روشناس کریں گے۔ میری آنکھوں میں خوشی کی چمک پیدا ہو گئی تھی۔

بلاشبہ سلانوس نے جو کچھ کہا تھا وہ تو درست ہی تھا۔ ماضی میں بھی بے شمار واقعات ایسے ہوں گے جو مجھ سے پوشیدہ رہے اور میں ان تک نہیں پہنچ سکا۔ میری کتاب ان واقعات سے ناآشنا تھی۔ ایسی صورت میں کچھ خوبصورت واقعات اگر میری کتاب میں شامل ہو سکیں تو اس سے اچھی کیا بات ہو سکتی تھی۔ لیکن یہاں پھر وہی سوال تھا کہ خود ماضی میں میرا اپنا وجود کیا ہوگا؟ اس بارے میں، میں صرف دیکھنا چاہتا تھا کہ سلانوس نے اس

بارے میں کیا کیا ہے۔ یہ عظیم مفکر، عظیم سائنسداں جو کچھ نہ کر لیتا کم تھا۔ میں اس کی صلاحیتوں سے متفق تھا۔

''بابا سالانوس۔ بلاشبہ ہماری دنیا کا ماضی بے شمار ایسے واقعات سے پر ہوگا جو میری پہنچ سے دور رہے ہوں۔ لیکن اس وقت میں تحت الثریٰ میں ہوں۔ میرے ذہن میں یہ خواہش بھی ہے کہ میں تم لوگوں کے بارے میں مکمل طور پر جان سکوں۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ تم تحت الثریٰ کے کسی باب کو میرے سامنے کھول دو۔''

''کیوں نہیں ہوسکتا۔ ظاہر ہے ماضی ہر جگہ کا ماضی ہوتا ہے، تحت الثریٰ میں بھی ایسے بے شمار واقعات پیش آچکے ہیں جو دلکشی کے حامل ہیں۔ ...اگر تم چاہو تو میں تمہارے لئے ان کا انتخاب کروں۔''

''میں بڑی خوشی سے اس بات کو تسلیم کرتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''تو پھر مجھے اجازت دو پورنا۔ میرے پاس بھی ایک ایسی کتاب ہے جس میں ایسے واقعات درج ہیں جو خاصے دلچسپ اور دلکش ہیں۔ تو میں ان میں سے کوئی ایسا دلکش زاویہ تلاش کر کے تمہیں وہاں تک لے جاؤں گا جو تمہیں ان واقعات تک پہنچا سکے۔''

''مثلاً؟'' میں نے سوال کیا۔

''یہ تو میں تمہیں بعد ہی میں بتاؤں گا کیونکہ میں ابھی تک تجربات کو ایک حد تک رکھے ہوئے تھا اور یہ تجربات میری ذات تک محدود تھے۔ ہاں جب کوئی ایسا دیکھنے والا اور کوئی ایسی چشم بینا میرے ساتھ ہو جس کے سامنے میں جوابدہ ہوں تو پھر ظاہر ہے ایسی صورت میں پورنا...... انسان کی دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔ اس ماحول اور ان حالات میں اس کے لئے دلکشی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ جنہیں وہ فرضی طور پر دیکھتا چلا آیا ہے اور اس وقت میرا یہی حال ہے۔ اس ماحول سے میری دلچسپی آج کئی گنا زیادہ بڑھ گئی ہے۔''

''خوب۔ تو تم اب اس سلسلے میں کچھ کرنا چاہتے ہو؟''

''ہاں۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ ماضی کے جس دور میں تم جارہے ہو وہاں تمہاری اپنی بھی ایک حیثیت بن جائے اور اس کے لئے مجھے ایک ایسے کردار کا انتخاب کرنا ہے جو ماضی میں موجود ہو۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ ہم ماضی کے لئے کوئی کردار تخلیق نہیں کر سکتے۔ لیکن اس کردار کو چرا ضرور سکتے ہیں۔''

''اوہو۔ اس کا مقصد ہے کہ میں خود پر کوئی کردار بھی طاری کرسکتا ہوں؟'' میں نے سوال کیا۔

''ہاں میرے دوست پورنا...... لیکن اس کے لئے خاصی محنت کرنا پڑے گی اور اس کردار کے لئے ضروری بھی۔''

''میں تو تیار ہوں سالانوس۔ میرا خیال ہے اس سے اچھی کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی لیکن ایک بات میں جاننا چاہتا ہوں۔''

''کیا؟''

''جب میں اس کردار کی روح اپناؤں گا تو میری اپنی صلاحیتوں کا کیا ہوگا؟'' میں نے سالانوس کی جانب دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یہی تو سب سے بڑی خوبی ہے میرے دوست کہ تمہاری اپنی صلاحیتیں اسی طرح برقرار رہیں گی۔''

''حیرت انگیز۔ بے حد حیرت انگیز۔ گویا میں اس کردار کی مادیت میں شامل ہو کر اپنی سوچ بھی برقرار رکھ سکوں گا؟''

''بیشک۔ تم اس کردار کو اپنانے کے باوجود خود میں زندہ رہو گے اور تمہیں یہ احساس رہے گا کہ یہ کردار مستعار ہے۔''

''حیرت انگیز، بے حد حیرت انگیز۔'' میں نے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔ بوڑھے سلانوس نے مجھے جو کچھ بتایا تھا وہ عقل سے بعید بات تھی اور پروفیسر۔ میں بھی جو کچھ تمہیں بتا چکا ہوں اس میں تمہارے لئے بھی عقل سے بعید بہت سی باتیں ہوں گی لیکن ہمیں ان باتوں کو قبول کرنا ہی ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ ہمارے ہوش وحواس سے دور رہتی ہیں اور جب ہم ان کا ثبوت پیش کرتے ہیں تو یہ سوچتے ہیں کہ یا تو ہم اس دنیا کے انسان نہیں ہیں یا اس دنیا کو دیکھ رہے ہیں جو ہم سے مختلف ہے۔

''ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔'' پروفیسر نے اس کی بات کی تائید کرتے ہوئے جواب دیا۔

''تو پروفیسر۔ بوڑھا سلانوس میرے پاس سے چلا گیا اور میں اپنی رہائش گاہ میں واپس آ گیا۔

اب تک میری زندگی جن ادوار یا جس انداز میں گزری تھی۔ اس میں نیا پن تھا۔ میں یکسانیت کا شکار بھی ہو جایا کرتا تھا لیکن اس یکسانیت کو ختم کر لینا میرے لئے زیادہ مشکل نہ ہوتا تھا۔

اس بار جس دانشور سے میرا واسطہ پڑا تھا اس کے بارے میں میری سوچ بڑی عجیب تھی۔ بلاشبہ صدیوں میں میرے سامنے اس طرح کی کوئی شخصیت نہیں آئی تھی اور یہ شخصیت ان تمام مفکروں اور دانشوروں سے بلند اور اعلیٰ تھی جو اب تک مجھے مل چکے تھے۔ یوں تو بے شمار لوگوں کے بارے میں، میں نے اس انداز میں سوچا تھا لیکن یہ بات بھی ایک ثبوت ہے اس بات کا کہ جوں جوں تہذیب آگے بڑھتی رہی ہے، جوں جوں انسان ادوار سے آگے بڑھتا گیا ہے تو اس کی سوچ میں ایسی عجیب عجیب تبدیلیاں نمودار ہوتی رہی ہیں جو بعد میں حیرت انگیز بن جاتی ہیں۔ لیکن اس کے بعد ایک اور انسان پیدا ہوتا ہے جو پہلے انسان سے بہت زیادہ تیز، چالاک اور عظیم دانشور ہوتا ہے۔

اور تم یقین کرو پروفیسر کہ انسان کو یہ عطیہ ادوار دیتے ہیں۔ سو میں نے سوچا کہ اس انداز میں تو کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ بلاشبہ جتنے لوگ مجھے ملتے رہے تھے وہ علم و دانش کے پیکر تھے معاملہ فہم تھے، وہ میرے لئے اجنبی تھے لیکن جنہیں میں نے بڑا تسلیم کیا، ان کے پاس بھی کچھ نہ کچھ ایسی چیزیں تھیں جو دوسروں سے مختلف تھیں اور یہ بدلتے ہوئے ادوار ہی کا عطیہ تھا...... انسان کی ترقی کا مظہر تھا۔

اس گفتگو کا پس منظر یہ ہے پروفیسر کہ یہ ہو سکتا ہے آنے والے وقت کی کہانی سناتے وقت میں کسی ایسے مفکر یا دانشور کا ذکر کروں جو سلانوس سے کہیں زیادہ ارفع و اعلیٰ ہو۔ لیکن اس وقت جس دور کی میں بات کر رہا ہوں۔ سلانوس نے مجھے جو کچھ دکھایا، جو کچھ میں نے اس کے پاس دیکھا اور محسوس کیا، وہ اتنا کچھ تھا کہ میں حیران رہ گیا۔

اب تک میں اس تحت الثریٰ میں حسن و عشق کی چاشنی سے دور رہا تھا بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ تحت الثریٰ میں آنے کے بعد میں نے بے شمار چیزیں دیکھی تھیں لیکن انہیں چھونے سے گریز کیا تھا۔

گو کہ میرے اس قدر نزدیک رہی تھی لیکن وہ عورت کی حیثیت سے میرے لئے ناقابل بھروسہ تھی۔ میں اسے اپنے قرب میں برداشت

نہیں کرسکتا تھا۔ چنانچہ میں اس عورت سے دور ہی رہا تھا۔

یوں تحت الثریٰ میں رہنے کے بعد جو تشنگی میرے ذہن میں ابھرتی تھی اسے ان زاویوں نے دور کر دیا تھا۔ میں جب اپنے ماضی میں جاتا تھا تو مجھے ایک عجیب سے سکون کا احساس ہوتا تھا، چنانچہ عورت کی تشنگی میرے ذہن میں نہیں تھی۔

سو جب سلانوس میرے پاس واپس آیا تو میں بڑے سکون سے بیٹھا ہوا تھا اور سلانوس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

''تو تلاش کیا ہے میں نے ایک ایسا باب میرے دوست جو بلاشبہ تمہارے لئے دلکش ہوگا۔''

''ہاں۔ یہ باب ہے اس طویل عرصے قبل اس وقت کا جب تحت الثریٰ میں بھی لوگ زندگی گزارنے کے مناسب طریقوں سے واقف نہیں تھے لیکن انسانیت اور نظم کا ایک تصور ضرور تھا اور اسی تصور کے تحت سردار بھی ہوا کرتے تھے اور ان کے مسائل بھی۔ گو مسائل زیادہ الجھے ہوئے نہیں تھے لیکن بہرصورت مسائل ہی ہوا کرتے تھے اور جو کہانی تمہاری نگاہوں کے سامنے آئے گی وہ بھی چھوٹے چھوٹے مسائل کی کہانی ہے لیکن میں تمہیں روشناس نہیں کراؤں گا اس سے کہ اگر تم ہو گئے روشناس اس کہانی سے تو تمہارے اندر میں تمہارے افکار میں تمہارے دیکھنے میں وہ دلچسپی یا وہ تجسس ہوگا جو کہ اس کہانی کو جانے بغیر تمہیں محسوس ہوگا اور محسوس کرو گے اس طرح تم لطف۔''

''ہاں یہ تو ٹھیک ہے۔'' میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''البتہ اتنا میں تمہیں ضرور بتا دوں کہ کہانی ہے اپی ٹس کی۔ اپی ٹس جو اس وقت تحت الثریٰ کے ایک بہت بڑے حصے کا حکمراں تھا اور بلاشبہ ایک انتہائی بہادر اور دلیر شخص تھا۔ بہت بڑا دانش مند تھا اور اس کے دور میں بہت ساری ترقیاں ہوئیں۔''

''تو کیا تو مجھے بتائے گا سلانوس کہ وہ ترقیاں کیا تھیں۔''

''ہاں پورنا۔ تحت الثریٰ میں زراعت کا تصور اس نے شروع کیا اور یہ جو تم سبزہ و باغات دیکھ رہے ہو، اس میں بہت بڑا حصہ اپی ٹس کا ہی تھا۔ اپی ٹس نے لوگوں کو زندہ رہنے کا ایک اور طریقہ سکھایا اور لوگوں نے اس پر عمل بھی کیا۔ لیکن...... ہماری کہانی اس بات سے متعلق نہیں ہے بلکہ ہم تو ایک اور ہی زاویے کو کھول رہے ہیں۔ ایک ماضی کا انکشاف کر رہے ہیں اور اس دور کی بات کر رہے ہیں جو بہت ہی دلکش گزرا تھا جو تحت الثریٰ کی تاریخ میں آج تک محفوظ ہے۔ ہاں میں تمہیں ایک بات اور بتانا چاہتا ہوں پورنا۔''

''وہ کیا سلانوس۔'' میں نے پوچھا۔

''وہ یہ کہ جب تم خود کو کسی اور رنگ میں پاؤ جو تم سمجھ نہ پاؤ تو اس سلسلے میں تم حیران نہ ہونا بلکہ یہ سمجھ لینا کہ یہ میری اس کاوش کا نتیجہ ہے جو میں نے تمہیں اس ماحول میں ضم کرنے کے لئے کی ہے۔ ہاں تم سمجھ رہے ہو نا میری بات، میرا مقصد ہے کہ اگر میں تمہیں کسی ماضی کے کردار میں شامل کردوں تو تم اس ماضی سے گھبرانا نہیں۔ بلکہ اس صورت میں تم اس ماضی کو زیادہ اچھی طرح دیکھ سکو گے۔ میں تمہیں محسوسات کے اس حصے میں لے جا رہا ہوں جہاں تم خود کو اس کا جزو پاؤ گے۔''

''اور اس ماحول میں تمہاری اپنی کیا حیثیت ہوگی سلانوس؟''

''دور نہ ہوں گا پورنا۔ تم سے زیادہ دور نہ ہوں گا۔ تم بے فکر رہو۔'' سلانوس نے جواب دیا اور میں نے گردن ہلا دی۔

''تب ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔''

''تو پھر آؤ۔'' سلانوس نے کہا اور میں آگے بڑھ گیا۔ نہ جانے بوڑھا سلانوس کون سے علم کے ذریعے یہ ناقابلِ یقین کارنامہ انجام دینا چاہتا تھا۔ بہرحال اس شخص پر مجھے مکمل اعتبار تھا اور میں نے جو کچھ دیکھا تھا اور جو کچھ محسوس کیا تھا اس سے اس بات پر میں یقین کر سکتا تھا کہ سلانوس جو کچھ کہہ رہا ہے اس میں کوئی غلط بات نہیں ہے۔

ہشت پہلو دانش کدہ حسبِ معمول تھا۔ اس کے زاویے ایک دوسرے پر منعکس ہو رہے تھے اور بوڑھا دانشور میرا بازو پکڑے اس انداز میں ان زاویوں کے درمیان چل رہا تھا جیسے رقص کر رہا ہو۔ اسے کسی مخصوص زاویے کی تلاش تھی اور یہ تو میں جانتا تھا کہ وہ نہ صرف اس دانش کدے پر حاوی ہے بلکہ یہاں سے نکل کر بھی بہت سی پراسرار قوتوں کا مالک تھا۔ چنانچہ میں اس کے ساتھ بے حد مطمئن تھا اور مجھے کوئی ایسا احساس نہیں تھا جو میرے ذہن میں تردد بیدار کرتا۔ میں بھی اس بوڑھے دانشور کے ساتھ ساتھ اس کی مرضی کے مطابق چل رہا تھا۔ دوسری وجہ اس کی یہ تھی کہ میں خود بھی نت نئے تجربات کا شوقین تھا۔

یوں بھی پروفیسر۔ مجھے اس سے کیا فرق پڑ سکتا تھا۔ میں تو ایک مطمئن انسان تھا جسے دنیا کی کسی چیز کا کوئی خوف نہیں تھا۔ چنانچہ بوڑھا سلانوس ترا زاویوں کی تلاش میں سرگرداں رہا۔ میرا بازو اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا۔ میرے خیال کے مطابق اسے یہ فکر ہوگی کہ زاویہ اسے ماضی میں گم کر دے گا اور کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اس سے پیچھے رہ جاؤں۔

ہاں۔ ان زاویوں سے گزرتے ہوئے میرے دل و ذہن میں بے شمار خیالات آ رہے تھے۔ میری نگاہیں بھی ایسے عجیب و غریب مناظر دیکھ رہی تھیں جو اس سے پہلے میری نگاہوں کے سامنے سے نہیں گزرے تھے۔ ہاں اتنا میں جانتا ہوں کہ یہ سب تحت الثریٰ کی باتیں ہیں اور بوڑھا انہی کے درمیان چکرا رہا ہے۔ اسے ایک مخصوص زاویے کی تلاش ہے جس میں وہ جانا چاہتا ہے اور پھر اچانک میں نے بوڑھے کی گرفت میں سختی محسوس کی۔

اور دفعتاً میں نے محسوس کیا جیسے میرا بدن بے حد ہلکا ہو گیا ہو۔ بوڑھا اب مجھ سے آ لگا تھا۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ حلقے کی صورت میں میرے گرد پھنسا دیے تھے۔ پھر یوں لگا جیسے ہم ہواؤں میں پرواز کرتے جا رہے ہوں۔ ہلکی ہلکی ہوا تھی۔ پھر ایک عجیب سا احساس ہوا اور ایک عجیب سا ماحول نظروں کے سامنے آ گیا۔

بھورے رنگ کے پہاڑ تھے جن کے دامن میں سبزہ پھیلا ہوا تھا اونچے اونچے پہاڑ، دیکھنے سے یہ کوئی بڑی چراگاہ معلوم ہو رہی تھی۔ درمیان میں بھیڑوں کے غول کے غول موجود تھے۔ موٹی موٹی بھیڑیں جو اون سے بھری ہوئی تھیں۔ سبز گھاس کے درمیان سفید بھیڑیں بے حد خوبصورت معلوم ہو رہی تھیں۔

''بڑا دلکش منظر ہے سلانوس۔'' میں نے اپنے عقب میں دیکھتے ہوئے کہا لیکن سلانوس، اس کا تو کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ میں نے قرب و

جوار کے مناظر کو دیکھا مجھے یوں لگا جیسے یہ ساری چیزیں اجنبی ہوگئی ہوں۔

''سلانوس۔'' میں نے ایک بار پھر اسے آواز دی لیکن سلانوس کا کوئی پتہ نہیں تھا۔ تب مجھے ایک حیرت انگیز احساس سے دوچار ہونا پڑا اور میں بابا سلانوس کا قائل ہو گیا۔

''میرا جسم، میرا لباس، یہ سب، یہ سب عجیب و غریب تھا، میں نے اپنے جسم کو دیکھا۔ میں ڈھیلے ڈھالے لباس میں ملبوس تھا اور سر پر عمامہ۔ میں نے کبھی ایسی پگڑی نہیں باندھی تھی۔

اوہو گویا۔ گویا۔ میں نے حیرت سے سوچا۔ زاویوں کا استعمال تو میں اس سے پہلے بھی کر چکا تھا۔ میں نے وہ تمام مناظر دیکھے تھے جو مجھے میرے ماضی میں لے جاتے تھے لیکن ماضی کے کسی دور میں اپنی شخصیت، ایک مکمل شخصیت کو کسی دوسری شخصیت میں ضم کر دینا یہ ایک تعجب خیز بات تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں دانش کدے کی دانش کا دخل نہیں تھا بلکہ یہ بوڑھے کی اپنی کوشش تھی کہ اس نے وہ کردار بھی مجھے دینے کے لئے میری ظاہری شخصیت کو ختم کر دیا۔

میرے چہرے پر ہلکی ہلکی ڈاڑھی بھی اگ آئی تھی۔ جبکہ اس سے پہلے اس کا کوئی وجود نہیں تھا اور جب میں نے اپنے ہاتھ کی طرف غور کیا تو اس میں ایک لکڑی بھی تھی۔ اوہو تو میں چرواہا ہوں۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا اور دفعتاً میرے ذہن میں کچھ نام ٹکرانے لگے۔

میرا نام ہیکی ہے۔ اوہو واقعی میں تو سچ مچ ماضی کا ایک کردار بن چکا ہوں۔ ہیکی واقعی ایک عجیب و غریب نام ہے لیکن چرواہا۔ میں نے تعجب سے سوچا۔ اچانک ہی میں بہت ساری بھیڑوں کا مالک بن گیا ہوں اور پھر بھیڑیں چرا رہا ہوں لیکن میرا باپ کون ہے اور یہ کون سے ماحول کی بات ہے۔ تب مجھے احساس ہوا کہ میرے باپ کا نام ہیڈس ہے اور ہم خاندانی چرواہے ہیں۔

بڑی دلچسپ بات تھی یعنی میں جس رنگ میں تھا جس حلیے اور لباس میں تھا، اس کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ میں کون ہوں کیا ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ مجھے اپنی اصل شخصیت بھی یاد تھی یعنی کہ میں جو تھا اس کے بارے میں بھی جانتا تھا اور جو نہیں تھا اور بنا ہوا تھا اس کے بارے میں بھی اچھی طرح جانتا تھا۔ کتنی تعجب خیز بات تھی لیکن اس کے باوجود مجھے یہ ماحول بے حد پسند آیا تھا۔

اب دیکھنا یہ تھا کہ اس بدلی ہوئی شخصیت میں مجھے کیا کرنا ہوگا، جو شخصیت، جو روپ مجھے دے دیا گیا تھا اس کی اپنی حیثیت کیا تھی اور میرا باپ اور اس کے علاوہ جو میرے متعلقین ہیں وہ مجھ پر کسی قسم کا شک کرتے ہیں یا نہیں۔ ویسے اس کا کوئی امکان نہیں تھا۔ بڑی دلچسپ بات تھی اور میں اس سے پوری طرح لطف اندوز ہو رہا تھا، میں وہ سب کچھ جانتا تھا جو مجھے اس کردار میں کرنا تھا۔

دیر تک میں ان بھیڑوں کو اور اس بدلے ہوئے ماحول کو دیکھتا رہا۔ کتنی حسین جگہ تھی۔ بس دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ یعنی تحت الثریٰ کا وہ حصہ جو اب اس دنیا سے بھی مفقود ہو چکا ہے، میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ بوڑھے سلانوس کی عظمت پر میں جس قدر رشک کرتا کم تھا وہ عظیم تھا..... بے حد عظیم۔

اس نے وہ چیز بنائی تھی جس کے بارے میں، میں سوچتا ہوں کہ اس دور کے لوگ اگر آخری کوشش بھی کر لیں تو بڑا مشکل ہوگا اس کے

لئے۔ کیونکہ اس کے بعد میں نے ایسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

کافی دیر تک میں بھیڑوں کو دیکھتا رہا اس ماحول پر غور کرتا رہا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ وقت ہوتا جا رہا تھا جب واپسی کی تیاریاں کی جاتی ہیں۔ دفعتاً میں نے اپنے دونوں ہاتھ اپنے چہرے کے آگے رکھے اور ایک عجیب سی آواز میرے ہونٹوں سے نکلی۔ میں نے اس آواز پر غور کیا اور ہنس پڑا لیکن اس آواز کا ردعمل بہت ہی عجیب تھا۔ وہ بھیڑیں جو منتشر تھیں۔ دفعتاً چاروں طرف سے ایک ہی جگہ جمع ہونے لگیں اور میں حیران رہ گیا۔

''خوب، بہت خوب۔ یعنی جانور بھی اس طرح سے کسی آواز سے واقف ہو سکتے ہیں۔ میں نے سوچا اور اس پہاڑے قطعے سے نیچے اترنے لگا جہاں سے بیٹھا ہوا میں بھیڑوں کو دیکھ رہا تھا، جب تمام بھیڑیں جمع ہو گئیں تو میں نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی لکڑی کو اشارہ کیا اور وہ آگے بڑھنے لگیں۔ گویا اب میں اپنی بستی کی طرف واپس جا رہا تھا۔ میری رفتار زیادہ تیز نہیں تھی کیونکہ بھیڑیں سست روی سے چل رہی تھیں۔

پھر اس وقت جب ایک چھوٹی سی ندی کے قریب سے گزر رہا تھا تو میں نے ایک حسین چہرہ دیکھا۔

یہ ایک لڑکی تھی۔ تحت الثریٰ کی اپسرا، اس نے مجھے دیکھا اور دور ہی سے آواز لگائی۔

''ہے ہیکی۔'' اس نے مجھے آواز دی اور میں رک گیا۔

''کیا بات ہے پشکا؟''

''تُو ایک ہی سوال بار بار کیوں کرتا ہے۔ جانتا ہے میں تیرے ہی انتظار میں ندی کے کنارے کھڑی ہوا کرتی ہوں اور جب تُو یہاں سے گزرتا ہے تو اسی اجنبی لہجے میں مجھ سے پوچھتا ہے کہ کیا بات ہے پشکا؟'' وہ منہ چڑاتے ہوئے بولی۔

''پشکا! تو میرے لئے میرے پاس مت آیا کر۔ میں تجھ سے کئی بار کہہ چکا ہوں کہ میرا پیچھا چھوڑ دے۔''

''ہاں۔ ہاں، تیری تو بس ایک ہی عادت ہے کہ تُو ایک بات کہہ دیتا ہے اور کبھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔''

''تیری بھی تو بس ایک ہی عادت ہے۔ ہر دفعہ ندی کے پاس آ کھڑی ہوتی ہے۔ اس وقت جب میں واپس جاتا ہوں، مجھے آواز دیتی ہے اور ایک ہی بات پوچھتی ہے۔ ہے ہیکی! کیسے ہو؟ کہاں جا رہے ہو؟ کیا کر رہے ہو؟'' میں نے مسخرے پن سے کہا اور وہ ہنس پڑی۔ اس کی ہنسی بڑی دلکش تھی۔ ایسے جیسے نقرئی گھنٹیاں بج رہی ہوں۔ تب میں نے اپنا جائزہ لیا اور میرے ذہن میں بے شمار خیالات در آئے۔

ہاں۔ یہ پشکا ہے۔ مجھ سے محبت کرتی ہے اور میری ہی بستی کی ہے لیکن میں تو اسے نہیں چاہتا۔

اور یہ افسوس کی بات ہے۔ میں نے سوچا۔ اے جناب سلانوس صاحب۔ کیا ماضی میں تھوڑی بہت ردوبدل ہو سکتی ہے؟ لڑکی خاصی اچھی ہے، خاصی دلکش ہے لیکن یہ جناب حضرت، ہیکی، یہ اس سے نخرے کر رہے ہیں۔ آخر کیوں؟ کیا سمجھتے ہیں خود کو۔ دیکھو بھائی سلانوس۔ جب تم نے اس قدر تبدیلیاں کی ہیں تو ایک چھوٹی سی تبدیلی اور کر دو۔ وہ یہ کہ اگر میں کسی کو دیکھوں، اسے پاؤں، اسے چاہوں تو اس کو حاصل کرنے کی قوت مجھ میں ہونا چاہئے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا لیکن جناب صورت حال بدلی نہیں جا سکتی تھی۔ ماضی میں ردوبدل ناممکن تھا۔

تو پروفیسر! میں نے اس لڑکی کو پسند کیا لیکن ہیکی، جس کی حیثیت مجھے دی گئی تھی اسے بالکل پسند نہیں کرتا تھا۔ عجیب آدمی ہوگا وہ بھی، اتنی

حسین لڑکی کو پسند نہیں کرتا تھا لیکن اب تو اس آدمی کے کردار ہی میں مجھے وقت گزارنا تھا اور ماضی کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا تھا چنانچہ میں نے اس لڑکی کی جانب سے اپنی توجہ ہٹالی اور بھیڑیں ہانکتا ہوا آگے بڑھ گیا۔☆

وہ میرے نزدیک چل رہی تھی اور راستے میں مجھ سے طرح طرح کی باتیں کرتی جارہی تھی۔ بڑی شرارتی تھی۔ وہ مجھ سے میری بھیڑوں کے بارے میں پوچھتی اور پھر پلٹ کر ایک دم کہتی۔ ''ارے ہبکی۔ اس میں کچھ بھیڑیں کم ہیں۔'' میں چونک جاتا کیونکہ یہ ساری بھیڑیں میری اپنی نہیں تھیں بلکہ بستی کے مختلف لوگوں کی تھیں۔ میں انہیں چراتا تھا اور بستی کے لوگ مجھے دوسری چیزیں مہیا کر کے دیتے تھے۔

پھر میں بستی میں داخل ہوا تو پشکا مجھ سے الگ ہٹ گئی۔ ''کل اسی وقت میں تیرا انتظار کروں گی۔'' اس نے آہستہ سے کہا اور میں نے اسے گھورتے ہوئے دیکھا۔ وہ مجھے منہ چڑاتی ہوئی بھاگ گئی تھی۔

میں ایک لمحے تک اسے دیکھتا رہا۔ پھر بستی کے ان مکانات کی جانب بڑھ گیا جہاں سے میں بھیڑیں چرانے کے لئے لایا کرتا تھا۔

میں نے ان تمام بھیڑوں کو ان کے احاطے میں پہنچایا۔ یہ میرا کام تھا اور پوری بستی سے چرانے کے لئے لائی جانے والی بھیڑیں باندھتا پھرا۔ پھر جب میں نے آخری بھیڑ بھی وہاں کے لوگوں کے حوالے کر دی تو پھر میں ایک جانی پہچانی بستی میں داخل ہو گیا جہاں میرا ایک مکان تھا۔

گویا بڑے ہی غریب تھے ہم لوگ، کیونکہ ہمارے گھروں میں اپنی ایک بھیڑ بھی نہیں تھی۔ میرا باپ دروازے کے سامنے بیٹھا ایک عجیب قسم کا لمبا سا بانس کا ٹکڑا منہ میں لگائے تھا جس سے بار بار دھواں بلند ہو رہا تھا۔ گویا وہ کسی قسم کا تمبا کو پی رہا تھا۔ اس نے مجھے دیکھا اور بولا۔

''اوہو چرواہے یا شہزادے۔'' اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''کیا بات ہے بابا؟'' میں نے کہا۔

''میں پوچھ رہا ہوں کہ تمہیں چرواہا کہوں یا شہزادہ۔''

''جو دل چاہے کہہ لو بابا۔'' میں نے خوش دلی سے جواب دیا۔

''ارے نہیں بھئی۔ جو تم کہو گے وہی کہوں گا حالانکہ تم شہزادہ بننے کا خواب دیکھ رہے ہو جب کہ بدقسمتی یہ ہے کہ تم چرواہے ہو اور یہ امکان نہیں ہے کہ تم شہزادے بنو، چنانچہ میرے بچے! تم چرواہے ہو چرواہے ہی رہو گے۔'' میں نے بوڑھے کی باتیں سنیں لیکن اچانک ایک اور پیاری سی لڑکی میرے سامنے آگئی۔ ''اوہو بھیا آگئے۔'' اس نے بڑے پیار سے مجھے پکارا۔

''بھیا'' میں نے تعجب سے سوچا۔ عجیب سی بات تھی پروفیسر! ساری زندگی میں نے نہ ماں کے بارے میں سوچا نہ باپ کے بارے میں لیکن اب میرا باپ بھی تھا، ماں بھی تھی اور ایک پیاری سی بہن تھی اور یہ ساری چیزیں مجھے عجیب سی لگ رہی تھیں۔

میرا ہاتھ خود بخود اس لڑکی کے سر پر جا پہنچا، میں نے پیار سے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ ''کیسی ہو؟''

''ٹھیک ہوں بھیا، تم واپس آگئے۔ بس میں تمہارا انتظار ہی کر رہی تھی۔'' اس لڑکی نے جس نے مجھے بھیا کہا تھا مسکرا کر جواب دیا۔

''چلو اب تو میں آگیا؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔ دیکھو بھیا۔ میں نے تمہارے لئے کیا کچھ تیار کر کے رکھا ہے۔''

''کیا؟'' میں نے اس سے پوچھا۔ اور لڑکی میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اندر کی طرف لے گئی...... وہ جگہ جہاں وہ لڑکی مجھے لے کر گئی تھی شاید باورچی خانہ تھی۔ تب لڑکی آگے بڑھی اس نے مٹی اور پتھر کے برتنوں میں سے چند چیزیں نکال کر میرے سامنے رکھ دیں۔ یہ سب کھانے کی چیزیں تھیں جنہیں میں بڑے شوق سے کھانے لگا اور واقعی اس ماحول میں مجھے بے حد لطف آیا تھا۔ لڑکی پیار بھری نظروں سے مجھے اب بھی تک رہی تھی اور مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میں بھی اسے بہت چاہتا ہوں۔

''ہاں تو بھیا۔ اب تیاریاں کس دور میں ہیں؟''

''کیسی تیاریاں؟''

''تم اپی لس کے جشن میں جا رہے ہو نا؟ اور وہاں تم پرسی فون کے حصول کے لئے شہزادوں سے جنگ کرو گے، کیوں ہے نا یہی بات؟''
اس نے سوال کیا اور میرے ذہن میں کچھ اور عجیب و غریب باتیں آ گئیں۔

''تو تیرا کیا خیال ہے۔ کیا میں اس قابل نہیں ہوں؟''

''نہیں نہیں۔ دیکھنے والے کچھ بھی کہیں۔ پر یہ بات تو بستی کے بچے بچے کی زبان پر ہے کہ ہیکی جیسا جوان ساری بستی میں تقریباً ناممکن ہے۔''

''تو پھر مجھے جانا چاہیے کیوں؟''

''کیوں نہیں بھیا۔ بات اگر اچھی نسل اور ان لوگوں کی نہیں ہے جن کے پاس گھوڑوں کے بڑے بڑے گلے اور پتھروں کے اونچے اونچے مکان ہیں یا جو خوبصورت لباسوں میں ملبوس رہتے ہیں تو میں یہی کہوں گی کہ میرے بھیا جیسا کوئی بھی دوسرا ان پورے علاقوں میں کوئی نہ ہوگا اور اگر پرسی فون خود ایسی لڑکی ہے جسے اونچی عمارتوں اور گھوڑوں کے بڑے بڑے گلوں کی ضرورت نہ ہو تو وہ میرے بھیا کے علاوہ کسی کو پسند نہ کرے گی۔ رہی مقابلے کی بات تو میں یہی کہوں گی کہ بھلا ہیکی جیسا تو جوان اور دوسرا...... نہیں...... وہ کہاں۔'' اس نے شرارت آمیز انداز میں مسکراتے ہوئے کہا اور میں بھی مسکرا پڑا۔

''لیکن بابا تو کہتا ہے کہ میں چرواہا ہوں اور چرواہا ہی رہوں گا۔'' میں نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔

''بابا کی تو تم بات ہی نہ کرو بھیا۔ بابا تو میرا خیال ہے پیدا بھی دو چار بھیڑیں لے کر ہی ہوا ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لکڑی ہوگی اور وہ بھیڑیں ہانکتا ہوا ماں کے شکم سے برآمد ہوا ہوگا۔'' لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

''سچ کہتی ہوں بھیا۔'' وہ نہ جانے کس قسم کا انسان ہے، جب دیکھو کاروبار کی باتیں، جب دیکھو بھیڑوں کی باتیں۔ گویا اس کا پسندیدہ مشغلہ یہی ہے کہ کتنی عمر کی بھیڑ کتنا اون دے سکتی ہے، کتنی عمر کی بھیڑ بچہ پیدا کر سکتی ہے اور کتنی عمر میں دودھ۔'' لڑکی نے ہونٹ سکوڑ کر کہا اور مجھے بے حد ہنسی آئی۔

پھر مجھے اپنی ماں نظر آئی۔ یہ عورت جو کسی زمانے میں بے حد خوبصورت ہوگی لیکن اب تو عجیب و غریب تھی بے حد موٹی تھی وہ۔

تو یہ تھا ماضی کے اس دور میں میرا کنبہ میرا خاندان اور سلانوس کا وہ عطیہ جو اس نے ماضی میں مجھے عطا کیا تھا۔

لیکن خوب تھا یہ عطیہ اور حالات یہ بتا رہے ہے کہ ماضی کا یہ عطیہ جو سلانوس میرے سامنے لایا ہے یقینی طور پر دلچسپ ہوگا اور اس پر میرا کردار۔ اس نے تو سونے پر سہاگے کا کام انجام دیا تھا۔ میں جس انداز میں سوچ رہا تھا یا دیکھ رہا تھا اور محسوس کر رہا تھا وہ بڑا ہی مزے دار تھا اور اس سے میں پوری طرح سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ کھانے پینے کے بعد میری ماں مجھ سے باتیں کرنے لگی اور جو راز مجھ پر منکشف ہوئے وہ یہ تھے۔

کہ تحت الثریٰ کے ان علاقوں کا شہنشاہ اپی ٹس جس کا جشن ہونے والا تھا۔ پری فون اس کی بیٹی ہے۔ اس نے اپنے جشن سے قبل یہ اعلان کیا تھا کہ اس جشن میں وہ اپنی بیٹی پری فون کے لئے شوہر کا انتخاب کرے گا اور اس انتخاب کے لئے اس نے دور دور کے نوجوانوں کو طلب کیا تھا جو پری فون کے شوہر بننے کے لئے مقابلہ کر کے اس کے قابل ہونے کے بارے میں لوگوں کو بتا سکیں اور خود کو اس اہل بنالیں کہ وہ آئندہ اپی ٹس کی جگہ شہنشاہ یا اس کے نائب ہوں گے۔

بات کچھ یوں تھی کہ یہاں بھی شاہی خاندان اسی طرح پرورش پاتے تھے اور حکومتیں اسی طرح پشت در پشت تبدیل ہوا کرتی تھیں جس طرح کہ ہماری بیرونی دنیا میں اور اپی ٹس چونکہ کسی نرینہ اولاد کا مالک نہیں تھا اس لئے اس نے اپنی بیٹی کے ذریعے اپنی حکومت کا وارث منتخب کرنا تھا۔ سو یہی ہوتا تھا تحت الثریٰ میں بھی کہ جب شہنشاہ کی اولاد نرینہ نہ ہو اور کوئی بیٹی ہو تو اس طرح بیٹی کے شوہر کو یہ حکومت مل جایا کرتی تھی اور اس طرح وہ اپنی بیوی کے ناطے سے شہنشاہیت کے دور میں داخل ہو جایا کرتا تھا۔ اس طرح خاندان بھی بدلتے رہا کرتے تھے اور حکومت بدستور ایک ہی خون کے پاس رہا کرتی تھی۔

تو اس جشن میں جن نوجوانوں کو طلب کیا گیا تھا، ان میں سے کسی پر ذات پات کے لحاظ سے کوئی پابندی نہ تھی کہ وہ صرف نسل، رنگ یا دولت سے تعلق رکھتے ہوں۔ بس ضرورت صرف اس بات کی تھی کہ جو مقابلے میں جیت جائے اور اپی ٹس کا جانشین ثابت ہونے کے لئے خود کو اس کا اہل ثابت کرے۔

اور یہ جو حضرت ہیکی تھے یعنی میں، تو وہ بھیڑیں چراتے چراتے اچانک تحت الثریٰ کے اس علاقے کے شہنشاہ بننے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ تندرست و جوان تھے۔ اس لئے شاید ان کے قبیلوں کی لڑکیوں نے انہیں چڑھا دیا تھا۔ ان میں ہیکا نامی لڑکی کو تو میں دیکھ ہی چکا تھا، وہ بہت زیادہ محبت کا اظہار کرتی تھی اور پھر میری بہن جس کے خیال کے مطابق اس پورے قبیلے میں مجھ جیسا خوبصورت جوان اور کوئی تھا ہی نہیں۔ تو ان سب نے مل کر ہیکی کا دماغ خراب کر دیا تھا اور وہ سوچنے لگا تھا کہ اپی ٹس کی بیٹی پری فون کے انتخاب میں وہ خود بھی حصہ لے۔

ویسے یہ اچھی بات تھی اور میرا خیال ہے کہ اوپر کی دنیا میں بھی یہی سب کچھ ہوتا تھا۔ اس میں کون سی نئی بات تھی۔ گویا کسی کے حصول کے لئے مقابلہ اور مقابلہ یقینی طور پر تلوار اور نیزے کا ہوگا یا پھر ممکن ہے کہ گوکلہ کے سلسلے کی طرح اس میں بھی کوئی جادو کا سلسلہ کارفرما ہو لیکن مجھے الجھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہیکی کا کردار مجھ پر مسلط تھا اور مجھے وہی کچھ کرنا ہوگا جو ہیکی نے کیا ہوگا اور یقینی طور پر جو انجام ہیکی کا ہوا ہوگا وہی میرا بھی ہوگا لیکن ایک بات جو میرے ذہن میں ابھی پیدا ہوئی تھی وہ یہ بھی کہ سلانوس کہاں ہے۔

کیا اس نے اس دنیا میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا یا پھر لیا تھا تو وہ مجھ سے دور کیوں تھا؟

اگر وہ میرے نزدیک ہوتا تو کم از کم اس موضوع پر اس سے گفتگو کرتا۔ ماضی میں ظاہر ہے اس نے بھی اپنا کوئی نہ کوئی کردار پیدا کیا ہوگا اور یہیں کہیں قرب وجوار میں ہوگا لیکن کہاں؟

اور پھر اچانک مجھے ہنسی آ گئی۔ میں سلانوس کو پری فون کی حیثیت سے ماضی کے اس حصے میں دیکھ رہا تھا اور میں بہت ہنسا۔ ایسی احمقانہ باتیں میرے ذہن میں گردش کرتی رہی تھیں...... بہرحال ان سب کے باوجود مجھے اس ماحول سے بہت دلچسپی تھی۔ مجھے بہت لطف آ رہا تھا۔

اپنی قیام گاہ پر جو میرے معمولات تھے، میں ان کے مطابق کام کرتا رہا۔ بہت سی باتیں میرے ذہن میں خود بخود آ جاتی تھیں، بہت سے رشتے میرے ذہن میں خود بخود آ جاتے تھے۔ یوں بھی یہ سیدھے سادے لوگوں کی بستی تھی۔ میرا گھرانہ بھی سیدھا سادا ہی تھا۔ ایک چرواہے کا گھرانہ جس میں میرا باپ ہیڈلس ساری زندگی بکریاں چرانے کے بعد آج کل معطل ہو کر اپنی ذمے داری میرے سپرد کرنے کے بعد اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا۔

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہبکیل بھی ساری زندگی بھیڑیں چراتا۔ اس کا باپ اس کی کہیں شادی کر دیتا، وہ بچے پیدا کرتا اور پھر اپنی بھیڑیں اپنی اولاد کے حوالے کر کے اس دنیا سے سدھار جاتا لیکن تحت الثریٰ کے ماضی میں بھی دلچسپ داستانیں بکھری پڑیں تھیں اور ان داستانوں میں سے ایک داستان ہبکیل کی بھی تھی۔

اب وہ داستان کیا تھی یہ تو آئندہ ہی معلوم ہو سکتا تھا۔ میں تو اس داستان سے مکمل طور پر ناواقف تھا اور نا ہی بوڑھے سلانوس نے مجھے اس کے بارے میں بتایا تھا۔ یوں میں اجنبی زندگی کے موڑ کاٹ رہا تھا۔

سو ہوا یوں کہ اپنے معمولات کے مطابق ایک دن میں بھیڑیں لے کر نکلا اور اس میدان میں پہنچ گیا جہاں بھیڑیں چرتی تھیں۔ میں نے بھیڑوں کو چھوڑ دیا اور خود اسی پہاڑ پر جا بیٹھا جہاں سے بیٹھ کر میں حسین موسم اور سرسبز درختوں کا نظارہ کیا کرتا تھا۔ سبز رنگ کے میدان میں سفید بھیڑیں کپاس کی گڑیوں کی مانند ہوا میں تیرتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں اور بے حد دلکش لگ رہی تھیں۔

اس نکھرے ہوئے ماحول میں ان سفید بھیڑوں کا حسن کچھ اور بڑھ گیا تھا اور میں اپنے طور پر بیٹھا ہوا سوچ رہا تھا کہ تحت الثریٰ کا موسم یہاں کا ماحول اور یہاں کا رکا ہوا وقت کتنا عجیب وغریب ہے۔ کم از کم اور باتوں کو اگر نظر انداز کر بھی دیا جائے تو اس موسم کو نظر انداز کرنا بہت مشکل ہے اور میں جو صدیوں پر نگاہ رکھتا تھا، اس ماحول میں خود کو بے حد خوش پا رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا میں اپنی عمر کا کچھ حصہ اس دور میں ضائع تو نہیں کر رہا؟ لیکن ایک بات اور بھی میرے ذہن میں تھی کہ یہ ماضی تھا جس کا شمار میری زندگی میں اضافے کا باعث نہیں بن سکتا تھا، ہاں اس میں وہ لمحات ضرور ضائع ہوں گے جو میرے تخلیقی لمحات ہوں گے۔

سو میں نے دور سے ایک شخص کو دیکھا جو میری جانب چلا آ رہا تھا۔ وہ ایک بہت ہی خوبصورت گھوڑے پر سوار تھا۔ تندرست وتوانا گھوڑا۔ اور آنے والا ایسا لگتا تھا جیسے میرے پاس ہی آ رہا ہو۔ سو جب وہ کچھ قریب آیا تو میں نے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی۔ اس نے شناسائی کے سے انداز میں ہاتھ ہلایا اور میں جان گیا کہ وہ ہایون ہے۔ ہایون میرا گہرا دوست تھا۔

میں نے محسوس کیا کہ میرے دل میں بھی اس کے لئے بڑی گنجائش ہے اور میں بھی اسے دیکھ کر خوش ہوگیا ہوں۔ یوں ہاپون اس بھوری پہاڑی کے نزدیک پہنچ گیا۔ میں پہاڑ سے اترنے لگا۔ ہاپون خود بھی گھوڑے سے نیچے اتر گیا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ پھیلائے اور میرے دونوں توانا ہاتھ اس کے شانوں سے جالگے۔

''آہ۔ میرے دوست ہمکی۔ تم یہاں موجود ہو اور تم جانتے ہو کہ ہاپون جب بھی آتا ہے تمہارے لئے کوئی عمدہ خبر ہی لے کر آتا ہے۔''

''کیا خوش خبری ہے وہ میرے دوست؟'' میں نے سوال کیا۔

''بتاتا ہوں ذرا صبر کرو۔'' ہاپون نے کہا اور پھر بولا۔ ''کیا تمہیں معلوم ہے کہ اپی ٹس کا جشن جلد سے جلد شروع ہونے والا ہے۔ میں نے دیکھا تھا ان علاقوں کو دلہن بنا رکھا ہے، اس کے علاقے کے بہت سے لوگ اس میں خیمہ زن ہیں اور کیا میرے دوست تم نے ملتوی کر دیا ہے اپنے ارادے کو؟''

میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میرا جگری دوست ہے اور اس کا راز مجھ پر عیاں ہوتا جا رہا تا کہ وہ کون ہے، کہاں رہتا ہے؟ وہ تحت الثریٰ کے ایک دوسرے علاقے میں رہتا تھا اور وہ میرا مخلص دوست تھا اور میں بھی اسے پسند کرتا تھا۔

''نہیں میرے دوست۔ ارادے کہاں ملتوی کیے جاتے ہیں لیکن مجھے اپنے باپ سے خوف محسوس ہوتا ہے۔''

''کیوں۔ کیسا خوف؟'' ہاپون نے پوچھا۔

''وہ ہمیشہ مجھ پر طنز کرتا رہتا ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ میں ایک چرواہا ہوں، مجھے اپنی زندگی بھیڑوں میں بسر کرنا چاہیے لیکن میں شہزادہ بننے کے خواب دیکھ رہا ہوں لیکن میں شہزادہ نہیں بن سکتا۔ میں چرواہا ہوں اور چرواہا ہی رہوں گا۔ میں اپی ٹس کی بیٹی کو اپنی دلہن نہیں بنا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جشن میں شرکت کے لئے بڑے بڑے سورما جائیں گے اور میں ایک منحنی سا آدمی ہوں جو فنون سپہ گری سے پوری طرح واقفیت بھی نہیں رکھتا، اس کے باوجود میرا عزم مصمم ہے اور میں اس جشن میں شرکت کرنا چاہتا ہوں۔''

''تو کب؟'' ہاپون نے پوچھا۔

''کب تک ہمیں روانہ ہو جانا چاہیے؟''

''بس جس قدر جلد ہو سکے۔ میرا خیال ہے کہ تم میرے ساتھ ہی چلو۔''

''ہاپون۔ کیا تم مجھے ایک بات بتاؤ گے؟''

''ضرور۔ پوچھو۔''

''کیا تم بھی اس جشن میں، اس مقابلے میں شرکت کا ارادہ رکھتے ہو؟''

''نہیں بھئی نہیں۔''

''کیوں کیا اس کی کوئی وجہ ہے؟''

''یہ بھی اور نہیں بھی۔ یوں بھی میں اپنے بازوؤں کو اس قدر مضبوط نہیں پاتا اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ مجھے لڑائی بھڑائی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ البتہ مجھے دیکھنے کا شوق ہے اور جب میرا دوست اس جشن میں شریک ہو ہی رہا ہے تو پھر مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ اس جشن میں شرکت کے لئے ٹانگ اڑاؤں۔ یوں بھی میں جانتا ہوں کہ میں کسی بھی صورت میں ایپی ٹس کی بیٹی کو حاصل نہیں کر سکتا۔ میرے نزدیک ساری باتیں بے مقصد ہیں۔''

''ٹھیک ہے ہاپون۔ جب میں بھیڑیں لے کر واپس جاؤں گا تو تم میرے ساتھ چلو گے اور میرے اس سخت گیر باپ کو متاثر کرنے کی کوشش کرو گے۔ اس سے کہو گے کہ قسمت آزمانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یوں بھی اسے میرے شوق میں مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔''

''او ہو۔ دراصل باپوں سے مجھے ہمیشہ ڈر لگتا ہے۔ خود میرا باپ بھی میری نگاہ میں ہے جس نے مجھے ہمیشہ کسی قابل ہونے سے روکا اور اس لئے روکا کہ کہیں میں اپنا پیشہ نہ چھوڑ دوں۔ میں آج بھی برتن بناتا ہوں کل بھی برتن بناؤں گا اور یوں میری پوری زندگی برتن بناتے بناتے گزر جائے گی۔ اب تو وہ برتن میرے ذہن میں اس طرح رچ بس گئے ہیں کہ ان سے ہٹ کر میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ایپی ٹس کی بیٹی کے لئے مقابلہ کرنے سے بہتر ہے کہ کوئی اور برتن تخلیق کر لیا جائے۔'' ہاپون نے مسخرے پن سے کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

بہرصورت اس وقت تک وہ میرے ساتھ رہا جب تک بھیڑوں کو لے جانے کا وقت نہ آ گیا اور پھر میرے ساتھ ہی وہ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑ کر میرے گھر آیا تھا۔ ہاپون نہ صرف میرا دوست تھا بلکہ میرے گھر میں بھی نہایت مقبول تھا۔ اس کا اندازہ مجھے یوں ہوا کہ وہ میری بہن کا منگیتر بھی تھا۔

میرے گھر میں اس کی بہت عزت کی گئی کیونکہ میرے باپ نے طے کیا تھا کہ ہاپون کے ساتھ میری بہن کی شادی ہوگی۔ چنانچہ ہاپون کی خوب خاطر مدارت ہوئی۔ اس کا گھوڑا احاطے میں باندھ دیا گیا۔ میری ماں ہاپون سے باتیں کرتی رہی اور میری بہن ہاپون کے لئے خاص خاص کھانے تیار کرتی رہی۔ ہاپون اس خاطر مدارت کے لئے نہیں آیا تھا۔ بس اس کے ذہن میں یہ بات تھی کہ وہ مجھے جشن میں لے جانے کے لئے تیار کرے۔ سو اس وقت جب آرام کا وقت نزدیک آیا تو اس نے میری ماں میرے باپ اور میری بہن کو دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

''کیا خیال ہے ہیگی۔ کیا تم ایپی ٹس کے جشن میں شرکت کے لئے نہیں جاؤ گے؟''

''ارادہ تو رکھتا ہوں۔'' میں نے دبی زبان میں کہا اور میرا باپ تمسخرانہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ پھر ہاپون کی طرف دیکھ کر بولا۔

''کتنا وقت رہ گیا ہے جشن میں؟''

''بس تیاریاں مکمل ہو گئی ہیں۔ میں اس طرف کا ایک چکر لگا کر آیا ہوں۔ کیا عظیم الشان انتظامات ہو رہے ہیں۔ اب تو سارے انتظامات مکمل ہو گئے ہیں۔ کیونکہ کچھ وقت کے بعد جشن شروع ہو جائے گا۔'' ہاپون نے جواب دیا۔

''ہوں۔ تو تم اس جشن میں شرکت کے لئے جا رہے ہو؟'' میرے باپ ہیڈلس نے پوچھا۔

''ہاں بزرگ محترم۔''

''تو پھر جوان ہاپون۔ کیا میں اپنی بیٹی کے لئے کسی دوسرے شوہر کی تلاش میں نگاہیں دوڑاؤں؟'' میرے باپ کے لہجے میں بدستور طنز تھا۔

''میں نہیں سمجھا بزرگ محترم؟''

''یقیناً تم بھی اپی نس کی بیٹی پری فون کے شوہر بننے کے امیدوار ہو گے اور جشن میں ہونے والے مقابلوں میں حصہ لو گے؟''

''ہاں۔ صرف ایک شکل میں بزرگ۔'' ہاپون بہت چالاک تھا۔

''کون سی شکل؟''

''بشرطیکہ وہاں برتن بنانے کا مقابلہ ہو۔ جنگ و جدل سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے محترم بزرگ۔ ہاں برتن بنانے کے مقابلے میں، میں ضرور حصہ لوں گا۔''

''واہ۔ واہ۔ جی خوش کر دیا تم نے ہاپون۔ بالکل درست کہا تم نے جو جس کام سے واقف ہو۔ اسی کے بارے میں سوچنا چاہیے۔ لیکن ہمارا بیٹا ایسا نہیں۔ ہمکی ہمیشہ اپنے معمول سے اپنی فطرت سے بغاوت پر آمادہ رہتا ہے۔ اس بیوقوف کا خیال ہے کہ وہ پری فون کا مناسب ترین شوہر ہے اور اپنا حق حاصل کر کے اس علاقے کی عزت کو چار چاند لگا دے گا۔'' میرے باپ نے تمسخرانہ انداز میں کہا اور پھر بری طرح ہنسنے لگا۔

مجھے غصہ آنے لگا تھا لیکن ہاپون چالاکی سے کام لے رہا تھا۔ اس نے متعجبانہ انداز میں میری صورت دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اوہ۔ تو کیا میرے دوست۔ میرے عزیز ترین دوست ہمکی۔ تم اس بارے میں سوچ رہے ہو؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ جشن میں شرکت کے لئے تو بہت دور دور سے لوگ آئیں گے اور ان میں ایک سے ایک جنگجو ہوگا۔''

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ تب ہاپون خود ہی میرے باپ سے بولا۔ ''آپ کو کیسے معلوم بزرگ ہیڈلس کہ ہمکی یہ ارادہ رکھتا ہے؟''

''پوری بستی اس کے ارادے سے واقف ہے۔''

''ہرگز نہیں۔ ممکن ہے لوگوں نے مذاق میں یہ بات اڑا دی ہو۔ کیا آپ نے ہمکی سے اس بارے میں کچھ پوچھا ہے؟ اور اس سے پوچھنے کی ضرورت بھی کیا ہے۔ اور اگر یہ جشن میں جائے گا تو میرے ساتھ اور میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ اس کے خیال کو ہوا دوں، نہ صرف ہوا دوں بلکہ اگر اس کے ذہن میں ایسی کوئی حماقت ہے تو اسے نکال دوں۔''

''ہاں بیٹے۔ تم سمجھدار ہو۔ بھلا ایک چرواہے کا بیٹا ان سورماؤں سے کیسے مقابلے کرے گا؟''

''بالکل بالکل۔ میرا خیال ہے میرا دوست انہیں بھی بھیڑیں سمجھتا ہے۔'' ہاپون ہنستا ہوا بولا اور پھر میرے باپ سے کہنے لگا۔ ''تو میں اس لئے آیا ہوں بزرگ کہ اپنے دوست کو اپنے ساتھ جشن میں شرکت کے لئے لے جاؤں۔''

''تمہیں تو منع ہی نہیں کر سکتا اس نالائق کے ذہن سے خناس تو اتر جائے۔ اس بات کی ذمے داری کون لیتا ہے کہ یہ کوئی حماقت کرنے کی کوشش کرے گا تو اسے روک دیا جائے گا؟'' میرے باپ نے کہا۔

''میں یہ ذمے داری قبول کرتا ہوں۔'' ہاپون نے کہا۔

''تب ٹھیک ہے۔ مجھے اعتراض نہیں ہے۔'' ہیڈلس نے جواب دیا اور ہائیون نے میری کلائی پکڑلی۔

''اٹھو ہکی۔ مجھے تم سے کچھ دوسری باتیں کرنا ہیں اٹھو۔'' اور اس کے بعد اس نے مجھے ایک لمحہ وہاں نہ رہنا دیا اور ایک سنسان گوشے میں لے آیا۔

''کیسی رہی؟'' اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''نہایت نامعقول بات ہے۔ میرا ارادہ اٹل ہے۔ اگر میں جشن میں جاؤں گا تو اس مقابلے میں ضرور حصہ لوں گا۔''

''احمق.... بالکل ہی احمق۔'' ہائیون غصے سے بولا۔

''کیا مطلب؟''

''اگر تمہارا باپ ہیڈلس تمہیں جشن میں شرکت کی اجازت ہی نہ دے تو تم کیا کرو گے؟''

''اس کے فیصلے سے بغاوت۔'' میں نے جواب دیا۔

''وہ کس طرح؟''

''چھپ کر فرار ہو جاؤں گا۔''

''اوہ۔ لیکن اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس نے تمہیں اجازت دے دی ہے۔'' ہائیون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''لیکن تم نے اس سے کیا وعدہ کر لیا ہے۔''

''جو کیا ہے ٹھیک کیا ہے۔ مقصد تمہیں یہاں سے لے جانا تھا۔ سو میں نے یہ معرکہ سر کر لیا ہے۔ اگر تم بغاوت کر کے جاتے تو تمہارے ذہن میں الجھن ہوتی اور تم اس جشن سے پوری طرح لطف اندوز نہ ہو پاتے اور وہ دشمن سے چھیڑ نہ رہتی۔ باقی رہی دوسری بات تو نہ گھوڑا دور ہے نہ میدان، وقت آنے پر دیکھا جائے گا۔''

''لیکن ہائیون۔ صاف صاف کہے دیتا ہوں اگر تم نے مجھے مقابلے میں حصہ لینے سے روکا تو میں تمہاری بات نہیں مانوں گا۔''

''بڑی مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہے بے چارہ ہائیون اور کیوں نہ ہو۔ اس گھر میں اسے کسی لڑکی کا شوہر بن کر آنا ہے۔ ارے ہاں وہ تمہاری پشکا کا کیا حال ہے؟''

''تم اسے میری پشکا کیوں کہتے ہو؟ میں اسے ذرا پسند نہیں کرتا۔''

''حالانکہ اسے پسند کیا جا سکتا ہے لیکن ذہن میں پری فون رچی بسی ہو وہ بھلا کسی پشکا کو کیا اہمیت دے گا۔ خیر۔ اس بدقسمت لڑکی کے لئے افسردہ ہونے کے سوا کیا کیا جا سکتا ہے۔''

پری فون واقعی چالاک تھی۔ میں اس حسینہ کی ذہنیت سے اچھی طرح واقف تھا لیکن اس سلسلے میں میری اپنی ذہانت پوشیدہ تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ماضی میں کوئی رد و بدل ممکن ہی نہیں تھا بلکہ اگر میں ایسی کوشش کرتا تو ناکام بھی ہو سکتا تھا۔ ☆

چنانچہ اسی لئے میرے باپ نے جاتے وقت کچھ ہدایات مجھے کی تھیں اور ہائپون کو اور ہائپون نے بصد خلوص انہیں تسلیم کر لیا تھا۔ اس نے کسی بات میں کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے مجھ سے بھی التجا کی تھی کہ میں خاموش رہوں اور اس بات میں دخل اندازی نہ کروں۔ یوں اس نے میرے باپ کو تیار کر لیا تھا اس بات پر کہ وہ بخوشی مجھے اجازت دے دے اور میرا باپ پوری طرح مطمئن تھا چنانچہ میں بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور ہم دونوں چل پڑے۔

پھر جب ہم نے پہلی منزل پر قیام کیا تو ہائپون نے اس بارے میں سنجیدگی سے مجھ سے گفتگو کی۔ "ہاں میرے جوان ساتھی اب تم بتاؤ تمہارے ارادے کیا ہیں؟"

"کس بارے میں؟" میں نے سوال کیا۔

"کیا واقعی تم جشن کے مقابلوں میں حصہ لینا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔"

"میرا خیال ہے۔ میں تم سے عمر میں کچھ بڑا ہوں۔ چنانچہ ان لمحات کے تجربے کو مدنگاہ رکھتے ہوئے میں بھی تم سے یہی کہوں گا کہ اس خیال کو ترک کر دو اور ناراض ہونے کی بجائے مجھ سے اس بارے میں بحث کرو کہ میں تمہیں کیوں منع کر رہا ہوں۔"

"میں اس بارے میں کسی مشورے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔"

"خیر۔ خیر ایک بات بتاؤ۔"

"پوچھو۔" میں نے بیزاری سے کہا۔

"کیا تم نے پرسی فون کو دیکھا ہے کبھی؟"

"نہیں۔"

"میں نے دیکھا ہے۔" اس نے کہا۔

"اوہ کیا واقعی۔ اس کی شکل و صورت کیسی ہے؟"

"ایسی کہ اگر اپی نس میری اولادوں کو بھی یہ حکومت بخش دے تو میں اس سے شادی نہ کروں۔ یار تم یہ تو سوچو کہ اگر بیوی خوبصورت نہ ہو تو کیا حکومت کو چاٹا جائے؟"

"پرسی فون خوبصورت نہ ہو...... ناممکن ہے۔"

"نہیں یہ بالکل درست ہے۔ تم خود دیکھ لو گے۔ ہاں یہ بتاؤ اگر وہ خوبصورت نہ ہوئی تب پھر تم اس مقابلے میں حصہ لو گے؟"

"ہرگز نہیں۔ ایک وقت اس کی زیارت کرائی جائے گی۔ وہ دوسروں کے سامنے ضرورت آئے گی۔ کم از کم ان کے سامنے جو اس کے لئے جانیں نچھاور کریں گے۔"

''بس تو پھر یہ فیصلہ اس وقت ہو جائے گا۔''

''ہاں۔عقل کی کم از کم ایک بات کہی تم نے۔'' ہاپون نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر ہم ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے۔ ہاپون نے اپنی دانست میں گویا مجھے کسی حد تک رام کر لیا تھا لیکن ماضی کبھی نہیں بدلتا۔

ہم نے دور سے خیموں کا شہر آباد دیکھا۔ یہ شہر روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ اس کو خوب روشن کیا گیا تھا اور اس سے کافی خوبصورتی پیدا ہو گئی تھی۔ ایسا حسین سجایا گیا تھا اس علاقے کو کہ دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔ میں دلچسپی سے یہ سارے مناظر دیکھ رہا تھا۔ میرا دوست ہاپون دوسرے کاموں میں مصروف تھا۔ اس نے اپنے لئے بھی ایک خیمہ حاصل کیا تھا اور اسے لگانے کے لئے مناسب جگہ تلاش کرنے لگا۔

میرے مشورے پر ہاپون نے اپنا خیمہ ایک خاص جگہ دوسرے خیموں سے ہٹ کر ایک چھوٹی سی گنگناتی ندی کے قریب لگایا تھا جس کا پانی بے حد شفاف تھا اور جس کی تہہ صاف نظر آتی تھی اس میں گول اور خوبصورت سے پتھر ندی کے شفاف پانی میں بہت حسین دکھائی دیتے تھے اور ہاپون نے بھی اس جگہ کو بے حد پسند کیا تھا۔

''لیکن ہم خیموں کی رو سے کچھ ہٹ گئے ہیں۔ہکلی۔'' اس نے اپنا خیمہ نصب کرتے ہوئے کہا۔

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے ہاپون۔ اس جگہ خیمہ لگانے پر کوئی پابندی تو ہے نہیں اور پھر کون سا زیادہ فاصلہ ہے۔ یہاں سے کھڑے ہو کر ہم سب کو ہی دیکھ سکتے ہیں اور اس گنجان جگہ کی نسبت زیادہ پر سکون ہے۔''

''ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے میرے دوست۔ اور یوں بھی تم جانتے ہو تمہارا دوست ہر معاملے میں تم سے متفق ہوتا ہے۔'' ہاپون نے کہا اور تھوڑی دیر کے بعد خیمہ نصب ہو گیا۔ تب ہم نے اپنے گھوڑے خیمے کی پشت پر باندھ دیئے اور سفر کی تکان دور کرنے کے لئے آرام کرنے لگے۔ بعض اوقات میں اپنی کیفیات میں نمایاں تبدیلی محسوس کرتا تھا۔ یعنی میری جسمانی حیثیت وہ نہیں تھی جو میری اصلی شخصیت کے ساتھ تھی۔ چونکہ میں ماضی کے کردار میں ڈھل گیا تھا اس لئے ایک عام انسان تھا اور ان خصوصیات سے خاصا دور چلا گیا تھا اور جو میری ذات کا خاصہ تھیں یا پھر میری ذات میں پوشیدہ تھیں۔ یہ صرف اس وقت محسوس ہوتا تھا جب میں خود کو محسوس کرتا تھا لیکن جب میں خود کو اس کردار میں ضم سمجھتا تو مجھے کوئی احساس نہیں ہوتا تھا لیکن جب میں اپنے ذہن کو ٹٹولتا اور غالباً لاشعور میں جھانکتا تو میری شخصیت ابھر آتی تھی اور پھر مجھے وہ ساری باتیں ایک خواب کی مانند محسوس ہونے لگتی تھیں۔ اسوقت شاید میں اپنی اصلی حیثیت میں ہی آ جاتا تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میری جسمانی ساخت پر بھی وہ چیز اثر انداز ہوتی ہے یا نہیں۔۔۔ اگر کبھی اس کا تجربہ کرنے کی ضرورت پیش آئی تو اس کا تجربہ بھی کر لیا جائے گا۔ میں نے سوچا۔

یہاں آنے والے لوگوں کے لئے اوپی ٹس نے معقول بندوبست کیا تھا۔ یعنی انہیں عمدہ خوراک تقسیم کی جاتی تھی۔ ان کے گھوڑوں کے لئے بھی خوراک مہیا کی جاتی تھی اور اس کام پر بے شمار غلام مامور تھے۔

چنانچہ ہمیں آرام کرتے ہوئے زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ چند غلام ہمارے گھوڑوں کے لئے راتب لے آئے۔ ہاپون نے راتب لے لیا اور انہیں گھوڑوں کے سامنے رکھ دیا۔ پھر وہ ان میں سے ایک غلام سے کہنے لگا۔

''بھائیوں ۔ میں خود بھی بھوکا ہوں ۔'' جس پر غلاموں نے جواب دیا کہ وہ قطعی فکر نہ کرے ۔ انہیں بہت جلد خوراک مہیا کردی جائے گی ۔

میں ان ساری چیزوں کو نہایت دلچسپی سے دیکھتا رہا۔ حالانکہ یہ ماحول میرے لئے اجنبی تھا لیکن بے حد دلکش تھا۔

سلاقوس جس نظریے کے تحت مجھے یہاں بھیجا تھا۔ اس کے لئے میں اس کا شکر گزار تھا اور ...... تحت الثریٰ کا ماضی شاید کبھی میری نگاہ میں نہ آتا لیکن آج میں ماضی کے اس جزیرے میں تحت الثریٰ کے ماضی کے ایک ورق میں گم تھا۔

تھوڑی دیر تک ہم دونوں آرام کرتے رہے پھر نہ جانے کس طرح ہائپون کی آنکھ لگ گئی۔

میں نے اسے سوتے دیکھا۔ ہائپون کی تیز تیز سانسیں ابھر رہی تھیں اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''سوتے رہو میرے دوست ۔ میں تو ان خیموں کی سیر کے لئے جا رہا ہوں۔'' میں نے کہا اور اپنے خیمے سے باہر نکل آیا۔

بھانت بھانت کے لوگ تھے اور سب کے سب خوبصورت ، ان میں عورتیں بھی تھیں مرد بھی تھے۔ عورتیں غالباً وہ تھیں جنہیں لوگ اپنے ساتھ لائے تھے۔ کچھ عورتیں مقامی تھیں جو سیر و تفریح کی غرض سے اور کچھ اپنے رشتے داروں سے ملاقات کے لئے یہاں آ گئی تھیں۔ ماحول کافی حد تک بے تکلف تھا۔ دوسرے معنوں میں ایک ایسا ماحول جسے کافی حد تک دلچسپ و دلکش کہا جا سکتا تھا۔ کوئی ایسے اقدار نہ تھے کہ مرد عورت سے دور رہے۔ جشن کے سلسلے میں ناچ گانے ہو رہے تھے۔ موسیقی کی تیز لہریں ابھر رہی تھیں اور ہر شخص اپنی اپنی دھن میں مست تھا۔

ان میں وہی نہیں تھے جو شہزادی پری فون کے لئے مقابلہ کرنے آئے تھے بلکہ ایسے لوگوں کی تعداد تو انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی۔ ہاں جشن میں شرکت کے لئے آنے والے بے شمار لوگ تھے اور یہ سب اپی ٹس کے رشتے داروں میں سے تھے۔

میں خود بھی انہی کی معیت میں خیموں کے شہر میں گھومتا رہا۔ کئی جگہ ناچ رنگ دیکھ کر میں رکا۔ رقاصائیں اپنے فن کا کمال دکھا رہی تھیں۔ ان کے جسم بے حد خوبصورت تھے اور ادائیں بے حد دلکش۔ لوگ غول در غول ان کے گرد جمع تھے اور وہ ان کا دل بہلا رہی تھیں۔ کئی جگہ مجھے کئی لڑکیاں بے حد پسند آئیں لیکن دکھ کی بات یہ تھی کہ ہرکیں کی حیثیت سے میں پری فون کے لئے مقابلہ کرنے آیا تھا اور اس صورت میں مجھے کوئی ایسی اوچھی یا چھچھوری حرکت نہیں کرنا چاہیے تھی جس سے میں دوسروں کی نگاہوں میں آ ؤں۔ اور پھر پری فون کے لئے مقابلہ کرنے کے قابل نہ رہوں۔

ظاہر ہے شہنشاہ اپی ٹس اپنی بیٹی کے لئے کسی پر وقار کا انتخاب کرنا پسند کرتا اور کوئی ایسا آدمی جو کسی رقاصہ کے ساتھ رنگ رلیوں میں مصروف ہو جائے قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتا اور یقینی طور پر اس کے لئے مقابلے میں شامل ہونا وقت طلب امر بن جاتا چنانچہ میں نے ان رقاصاؤں کو دور ہی سے دیکھنے پر اکتفا کیا اور اپنے طور پر خود کو مطمئن کر کے آگے بڑھتا رہا۔

خیمے اتنے طویل و عریض علاقے میں ایستادہ تھے کہ ان کے درمیان ایک وقت میں گھوم لینا ممکن نہیں تھا۔ تاہم میں جتنی دور تک گھوم سکا، گھومتا رہا۔ پھر میں نے واپسی کی سوچی۔

کافی دیر گزر چکی تھی اور میرا خیال تھا کہ کہیں میرا دوست ہائپون جاگ نہ اٹھا ہو اور جاگنے کے بعد کہیں میرے لئے پریشان نہ ہو۔ چنانچہ میں واپس اپنے خیمے کی جانب چل پڑا۔ میں تیزی سے اپنا راستہ طے کر رہا تھا۔

اور کیا ہی اچھی بات تھی کہ ہم نے اپنا خیمہ ان تمام خیموں سے ہٹا کر ندی کے کنارے لگایا تھا۔ ورنہ خیموں کے اس شہر میں اپنے خیمے کی تلاش واقعی ایک مشکل کام ہوتا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اپنے خیمے کے نزدیک پہنچا اور میرا خیال درست ہی تھا۔

میرا دوست ہاپون احمقوں کے سے انداز میں منہ پھاڑے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ میرے نزدیک آ گیا۔

''کہاں چلے گئے تھے ہکی۔ میں تمہارے لئے پریشان تھا؟'' اس نے گھبرا کر سوال کیا۔

''کیوں؟'' میں نے طنزیہ لہجے میں سوال کیا۔

''بس، بس یونہی۔ نجانے کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہاری حفاظت کرتا رہوں۔'' ہاپون نے کہا۔

''اپنے دل کی اس احمقانہ چاہ کو ذہن سے نکال دو۔ میں بچہ نہیں ہوں اور نا ہی تم یہاں کے نگراں ہو۔'' میں نے کہا اور ہاپون گردن ہلانے لگا۔

''ٹھیک ہے لیکن تم اس خیال کو کیا کرو گے کہ میں اپنے ذہن میں تمہیں بچہ ہی تصور کرتا ہوں۔''

''آخر کیوں۔ کیا اس کی کوئی وجہ بتا سکتے ہو۔'' میں نے سوال کیا۔

''ہاں ہاں کیوں نہیں؟''

''تو پھر بتاؤ کہ اس کی وجہ کیا ہے؟''

''بھئی اگر تم بچہ نہ ہوتے تو پرسی فون کو حاصل کرنے کے لئے مقابلہ کرنے کی کیوں سوچتے۔'' ہاپون نے کہا اور میں جھلاہٹ میں اسے دیکھنے لگا۔

''کیا مطلب ہوا اس بات کا۔'' میں نے غصیلے لہجے میں پوچھا اور ہاپون نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے۔

''نہیں نہیں میرے دوست۔ ان الفاظ سے نہ تو تمہاری توہین مقصود ہے اور نہ ہی تمہیں کمتر ثابت کرنا ہے۔ بس بات صرف یہی ہے کہ مقابلے میں شرکت کے لئے وہ بڑے بڑے سورما آئے ہیں جو اپنے علم اور اپنی قوت پر ناز کرتے ہیں اور خود وہی کیا، لوگ بھی انہیں مانتے ہیں اور ان کے درمیان تم...... بہرصورت بھیڑوں کے نگراں ہی کہلاؤ گے۔'' ہاپون نے کہا اور دانتوں میں زبان دبا لی جیسے اس کے منہ سے کوئی غلط جملہ نکل گیا ہو۔

میں اسے غصیلی نگاہوں سے دیکھتا رہا پھر میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''ٹھیک ہے ہاپون۔ اور تم دیکھو گے کہ تمہارے ان بڑے بڑے سورماؤں کے درمیان ہکی کیا کارنامے دکھاتا ہے۔''

''یقیناً۔ یقیناً۔ تمہاری اولوالعزمی مجھے یہی امید ہے، یہ بتاؤ کہاں کہاں ہو آئے؟''

''بہت دور نکل گیا تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''جشن خوب زور و شور سے جاری ہوگا؟''

''ہاں۔ خیموں کے درمیان رقاصاؤں کے ڈیرے بڑے ہی خوبصورت ہیں اور ان میں ناچنے والیاں بھی بے حد حسین۔''

''واہ واہ۔'' ہاپون دونوں ہاتھ ملتا ہوا بولا۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان ایک ایسا رشتہ قائم ہونے والا ہے کہ اگر میں یہاں اپنے طور پر کوئی تفریح کرنا چاہوں تو مجھے سوچنا پڑے گا۔''

''کیوں.....؟'' میں نے سوال کیا۔

''اس لئے کہ تم اپنے باپ سے میری شکایت بھی کر سکتے ہو اور اس کے بعد میری شادی کا مسئلہ کھٹائی میں پڑ جائے گا۔'' ہاپون نے کہا اور میں ہنسنے لگا۔

''نہیں ہاپون ایسا نہیں ہوگا۔ میں خود بھی تمہارے ساتھ شریک ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تم..... ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے میرے دوست لیکن کیا پری فون کے لئے ہونے والے مقابلوں کے باوجود تم ان رقاصاؤں میں دلچسپی لو گے؟''

''دراصل مجھے نہیں معلوم ہاپون کہ پری فون کے لئے مقابلہ کرنے میں کیا کیا ذرائع اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ لیکن اگر ہم دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہی رہیں اور اس وقت تک خود کو ظاہر نہ کریں میرا مقصد یہ ہے کہ یہ نہ بتائیں کہ ہم میں سے ایک پری فون کے لئے مقابلہ کرنے والوں میں شامل ہے تو ہم اپنے طور پر تفریح کر سکتے ہیں۔ میرا مطلب ہے کہ ہمیں کون دیکھے گا اور کون ہمیں یاد رکھنے کی کوشش کرے گا۔ یہاں تو سب اپنے اپنے طور پر جس طرح چاہتے ہیں مصروف ہیں۔''

''ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے لیکن بس بات یہی ہے کہ ہم دوسروں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہیں۔''

''ہم پوشیدہ رہیں گے۔'' میں نے کہا اور ہاپون تیار ہو گیا۔ تب ہم باہر نکل آئے اور اس کے بعد جشن کی ہنگامہ آرائیوں میں مصروف ہو گئے۔ رقص و رنگ کی محفلیں جگہ جگہ پر تھیں اور لوگ اپنے طور پر ان میں دلچسپیاں لے رہے تھے۔

پھر ایک رقاصہ میرے نگاہوں کا مرکز بن گئی۔ کمسن اور خوبصورت تھی اور بڑا خوبصورت رقص کر رہی تھی۔ یہ استقبالیہ رقص تھا جس میں وہ دور سے آنے والوں کی آمد پر خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ ہاپون نے میری دلچسپی کو محسوس کر لیا اور مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ کس سیاست کے تحت یہ ڈرامہ کر رہا ہے۔ اس نے اس انداز میں اس رقاصہ کی تعریف کی کہ میرا دل بے چین ہو گیا۔

''واہ۔ واہ۔ کیا حسین لڑکی ہے اور کتنی خوبصورت، کیا روئے زمین پر تم نے اس سے زیادہ خوبصورت لڑکی دیکھی ہے؟''

''میں نے روئے زمین کے صرف مختصر سے حصے کو دیکھا ہے ہاپون۔ اس لئے کیا کہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''اس کے باوجود میرا تجربہ تم سے زیادہ وسیع ہے ہمیکی۔ ذرا دیکھو تو سہی کتنا حسین رقص کر رہی ہے۔ بلاشبہ اسے لاکھوں میں ایک کہا جا سکتا ہے لوگ نام و نمود کے دیوانے ہوتے ہیں۔ وہ حکومت کے خواہش مند ہوتے ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ورنہ اگر پری فون اور اسے ایک دوسرے کے سامنے کھڑا کر دیا جائے تو اس کے سامنے پری فون تو کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی، میں نے اسے دیکھا ہے اور ہمیکی جب تم بھی اسے دیکھو گے تو یہی سوچو گے کہ لوگ کیسے دیوانے ہوتے ہیں جو کسی ایک عورت یا تھوڑی سی زمین کے لئے جان دیئے چلے آتے ہیں۔'' ہاپون نجانے کیا کیا کہتا رہا۔ لیکن میں رقاصہ کے رقص میں محو تھا اور اس کے حسین بدن کے انجانے خطوط میں کھویا ہوا تھا۔

حالانکہ رقص بڑا شاندار تھا لیکن رقاصہ کے بدن کی گولائیاں مجھے اپنی طرف کھینچ رہی تھیں حتیٰ کہ رقاصہ رقص کرتے کرتے میرے نزدیک آ گئی اور میں نے اپنی گردن سے قیمتی موتیوں کا ہار نکال کر اس کی گردن میں ڈال دیا رقاصہ نے ایک خاص ادا سے مسکرا کر مجھے دیکھا اور سرخم کر دیا۔ اس کی آنکھوں میں بھی پسندیدگی کے آثار تھے۔

رقاصہ کئی بار رقص کرتے ہوئے میرے نزدیک آئی اور پھر جب وہ میرے نزدیک ہی تھی تو اس نے آہستہ سے کہا۔

''رکنا...... جانا نہیں......'' اور پھر وہ اپنی حسین کمر کو بل دیتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ میں حیران رہ گیا تھا۔ ہاپون بدمعاش نے اس کے جملے سن لئے تھے۔ پھر وہ ہنستے ہوئے بولا۔

''تو یہ ہوتی ہے قسمت اور اسے کہتے ہیں تقدیر حالانکہ ہاپون بے چارہ بھی جوان ہے، تندرست و توانا بھی ہے اور بدشکل بھی نہیں ہے اور پھر یہاں جو اتنے سارے لوگ موجود ہیں سب کے سب احمق ہیں جو اس رقاصہ کا رقص دیکھ رہے ہیں حالانکہ وہ تمہارا انتخاب کر چکی ہے اور تم نے اس کا۔ ٹھیک ہے بھائی ہاپون۔ تم یہاں کیوں کھڑے ہو؟''

وہ پیچھے پلٹ کر جانے لگا تب میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ ''ارے، ارے ہاپون ہر وقت کا نخرہ اچھا نہیں ہوتا۔'' میں نے کہا۔

''اوہ۔ اس میں نخرے والی کیا بات ہے؟ اگر تم انسان ہو تو تم ہاپون بھی اپنے سینے میں دل رکھتا ہے کیا وہ اس رقاصہ کو پسند نہیں کر سکتا۔ اب یہاں اس کی موجودگی کا کیا جواز ہے؟''

''گویا تم یہاں اب میرے لئے کچھ لمحات رک نہیں سکتے؟''

''تمہارے لئے تو ساری زندگی رک سکتا ہوں، ایسی کیا بات ہے۔'' ہاپون مسکراتا ہوا پلٹ آیا۔

پھر رقاصہ نے اپنا رقص ختم کیا اور لوگ وہاں سے واپس جانے لگے۔ ظاہر ہے وہ سب رقص کے لئے جمع تھے۔ جب رقاصہ نے اپنا کاروبار بند کر دیا تو پھر ان کے رکے رہنے کا کیا جواز باقی رہ جاتا ہے لیکن میں اور ہاپون وہاں ٹھہرے رہے۔ رقاصہ نے میری طرف دیکھا اور مسکراتی ہوئی میرے نزدیک پہنچ گئی۔

''اگر مناسب سمجھو تو تھوڑی دیر یہاں بیٹھو۔'' اس نے برق پاش نگاہوں سے مجھے دیکھا اور بولی۔

''بہتر۔'' میں نے جواب دیا اور رقاصہ کے قریب پہنچ گیا۔

''ارے ہاں یہ کون ہے۔ شاید تمہارا دوست۔'' اس نے سوال کیا۔

''ہاں۔''

''تب پھر آؤ۔ تم بھی آ جاؤ۔'' اس نے ہاپون کی طرف دیکھ کر کہا اور ہاپون بھی میرے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

میں، ہاپون اور رقاصہ تینوں ایک بڑے خیمے میں داخل ہو گئے۔ رقاصہ کے جو ساتھی تھے ان کے خیمے الگ الگ تھے اور غالباً وہ اس کے معاملات میں مداخلت کے عادی نہیں تھے کیونکہ وہ سب اپنے اپنے خیموں میں واپس چلے گئے تھے۔ تب رقاصہ ہمیں اپنے خیمے میں لے گئی۔ اس نے

ہمیں بیٹھنے کے لئے چمڑے سے منڈھی ہوئی کرسیاں پیش کیں اور ہم دونوں بیٹھ گئے۔

''میں تمہارے لئے شربت کا انتظام کرتی ہوں۔'' اس نے کہا اور خیمے سے باہر نکل گئی۔

''واہ۔ بھئی واہ۔ میں تو تمہاری قسمت پر رشک کر رہا ہوں ہکلی۔'' ہاپون نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے اس وقت تم خاموش رہو تو بہتر ہے، ہمیں ذرا دیکھنا چاہیے کہ یہ کیا کرنا چاہتی ہے؟''

''چاہتی ہے؟ اب بھی یہ سوال کر رہے ہو کہ کیا چاہتی ہے۔'' ہاپون نے کہا اور میں خاموش ہو گیا۔

رقاصہ اندر داخل ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک آفتابہ اور چند گلاس تھے جس میں اس نے شربت گلاسوں میں انڈیل کر ہمیں دیا اور تیسرا گلاس خود لے کر بیٹھ گئی۔ ''بات یہ ہے کہ میں نفایہ کی رہنے والی ہوں۔ نفایہ میں میرا ایک شناسا ایسا بھی تھا جو بالکل تمہاری صورت کا تھا۔ بچپن ہی سے میں اسے پسند کرتی تھی اور وہ مجھے چاہتا تھا لیکن پھر یوں ہوا کہ وہ ایک پہاڑی سے اچھل کر گر گیا اور اس کی ہڈیاں سرمہ بن گئیں۔ میرے ذہن میں آج تک اس کی صورت نقش ہے، ظاہر ہے میں اسے دوبارہ نہیں پا سکی تھی لیکن میں نے تمہیں دیکھا تو وہ میرے ذہن میں اس بری طرح آیا کہ میں نے اسکی شکل میں تمہیں دعوت دے دی۔''

''خوب۔ تو گویا میں کسی کا ہم شکل ہونے کی وجہ سے تمہاری توجہ کا مرکز بنا ہوں۔'' میں نے سوال کیا۔

''تو اس میں حرج ہی کیا ہے۔ ظاہر ہے اگر رقیب روسیاہ موجود نہ ہو تو پھر عیش ہی عیش ہوتے ہیں۔'' اور رقاصہ مسکرانے لگی۔

''ٹھیک کہا تم نے۔ لیکن میں تمہارے نام سے واقف ہوں۔'' رقاصہ نے سوال کیا۔

''یہ ہکلی ہے اور میرا نام ہاپون ہے۔'' ہاپون نے جلدی سے جواب دیا اور میں مسکرانے لگا۔

''بڑی خوشی ہوئی تم دونوں سے مل کر۔ لیکن کیا ہکلی تم میرے ساتھ کچھ وقت گزارنا پسند کرو گے۔'' اس نے کہا۔

''ہاں کیوں نہیں۔'' میں نے جواب دیا اور رقاصہ مسکرانے لگی۔ پھر وہ ہاپون کی جانب دیکھ کر بولی۔

''لیکن اس خلوت میں تمہاری کیا گنجائش ہے؟''

''کچھ نہیں۔'' ہاپون نے جلدی سے اپنا شربت حلق میں انڈیلا اور کھڑا ہو گیا۔ پھر وہ خیمے کے دروازے کی جانب پہنچ کر پلٹا اور رقاصہ سے بولا۔

''میں جانے سے پہلے تم سے کچھ بات کہنا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھے کچھ لمحات دو گی۔'' اس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

''ہاں کہو۔ کیا بات کرنا ہے۔'' رقاصہ نے کہا۔

''نہیں نہیں۔ اپنے دوست کے سامنے میں تم سے کچھ نہ کہوں گا۔''

''ٹھیک ہے پھر میں باہر آتی ہوں۔'' اس نے میری طرف دیکھ کر کہا اور معذرت کے انداز میں گردن خم کر کے باہر نکل گئی۔ نجانے وہ بدمعاش ہاپون اس سے کیا کہنا چاہتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد رقاصہ مسکراتی ہوئی اندر آئی۔

''بڑا ہی مسخرہ ہے تمہارا دوست ۔ بڑی ہی عجیب باتیں کرتا ہے ۔ کہنے لگا کہ نوجوان ہسکی کا میں زبردست خیال رکھوں وہ بچوں کی طرح معصوم ہے اگر زیادہ بچپن کرے تو اسے سہارا دیا جائے ۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی ۔''

میں نے رقاصہ کے چہرے کی جانب دیکھا۔ نجانے وہ سچ کہہ رہی تھی یا پھر مجھے بنا رہی تھی ۔ بہر صورت رقاصہ سے ہر قسم کی توقع رکھی جا سکتی تھی چنانچہ میں خاموش ہو گیا۔

تب رقاصہ نے میرے لئے ایک گلاس شربت کا تیار کیا اور اپنے ہاتھ سے میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''تم سے شناسائی پر، تم سے قربت پر میں جس قدر خوش ہوں اس کا اظہار نہیں کر سکتی ہم اظہار کے طور پر چند ایسے کام کر لیا کرتے ہیں جن سے ہماری خوشیوں کا اظہار ہو جایا کرتا ہے سو کیا تم میرے ساتھ ایک گلاس شربت پینا پسند کرو گے؟''

''کیوں نہیں ۔'' میں نے جواب دیا اور رقاصہ خوش ہو گئی۔ اب اس بات کا جواز نہ رہا تھا کہ میں اس سے سوال کرتا کہ وہ کیوں میری جانب متوجہ ہوئی کیونکہ اس نے مجھے اس بارے میں بتا دیا تھا۔

رقاصہ کا قرب بے حد حسین تھا، اس کے جذبات کی خوشبو میرے ذہن و دل کو معطر کر رہی تھی اور یہ قرب طویل سے طویل تر ہو گیا۔

رات ہوئی تو رقاصہ نے شراب کے جام اور صراحیاں نکال لیں سو میں ہسکی کی حیثیت سے اس کا تھ کیوں نہ دیتا ... میں نے شراب پینا شروع کر دی ۔ ہاں یہ بات مجھے یاد نہیں رہی تھی کہ اس وقت تک میری اصلی حیثیت نمایاں نہیں رہ سکتی تھی جب تک میں نہ چاہتا۔ ہسکی کی حیثیت ہی کیا تھی سو وہ چند جام پینے کے بعد غنودہ ہو گیا۔ وہ نہ جانے کب تک رقاصہ کی آغوش میں کھیلتا رہا۔ اسے یاد نہیں تھا کہ اس نے رات کیسے رقاصہ کے ساتھ گزاری ۔ ہاں صبح کو بھی وہ ہوش میں نہ آیا اور جب خوب سورج چڑھ گیا تو رقاصہ نے ہی اسے جھنجھوڑ کر جگایا۔

''ہسکی ۔ میرے عزیز کیا تم نہیں جاگو گے؟'' اس نے کہا اور میں نے انگڑائی لے کر اسے دیکھا۔

بڑی ہی حسین نظر آ رہی تھی وہ۔ غالباً ابھی ابھی غسل کر کے آئی تھی اور اس کے لانبے بالوں سے پانی کے حسین قطرے چمک رہے تھے اور میرے جذبات پھر سے مچلنے لگے۔

''نہیں ۔ یوں نہیں ۔'' رقاصہ نے میرے سینے پر سر رکھ کر مچلتے ہوئے کہا۔

''لیکن کیا تم اپنے مشن پر نہیں جاؤ گی؟''

''کون سے مشن پر؟''

''تم رقص و سرود، ناچ گانے کے لئے یہاں آئی ہو، یقیناً تمہیں شاہ اپی لس نے بلایا ہو گا اور اگر تم باہر جا کر شاہ کے لوگوں کا دل نہ بہلاؤ گی تو کیا اس بات پر تم سے باز پرس نہیں کی جائے گی؟''

''نہیں ۔'' رقاصہ نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ ہم پیشہ ور ناچ گانے والے ضرور ہیں لیکن کسی کے پابند نہیں ۔ اپی لس کے بلاوے پر یہاں آئے ہیں اور اس بات کے مشتاق ہیں کہ وہ ہماری عزت کرے چنانچہ اگر میں نہ جاؤں تو یہاں میلہ نہیں لگے گا اور بس۔ اس سے زیادہ کچھ نہ ہو گا۔''

''تب پھر ٹھیک ہے۔''میں نے گردن ہلادی اور رقاصہ نے شراب کے برتن پھر سے نکال لئے اور اب جب شراب وشباب یکجا ہو جائیں تو پھر ہوش میں آنے کو کس کا دل چاہتا ہے۔ میں پھر سے بے ہوش ہو گیا اور یہ بے ہوشی نجانے کتنی طویل رہی۔ تب میرا دوست ہاپون ہی میرے پاس پہنچا اور اس نے شکایتی انداز میں کہا۔

''غالباً تم یہ بھول گئے ہیکی کہ تم کسی اور کے ساتھ یہاں آئے تھے اور وہ اکیلا تمہارے خیمے میں تمہارا منتظر ہوگا۔''

''اوہ ہاپون۔ میں تو تمہارے پاس آنے ہی والا تھا۔''میں نے جواب دیا۔

''نہیں۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جب تک یہ قتالہ یہاں موجود ہے تمہارے پاس پہنچنے کا کوئی امکان نہیں ہے اور تم بھلا ہاپون کو یاد کرو گے نہیں یہ دنیا بڑی بے وفا ہے اور انسان بڑا بے مروت۔ برسوں کی دوستی بھول جاتے ہیں۔ اور خوشی کے چند لمحات کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔''ہاپون مجھے شرمندہ کرتا رہا اور میں مسکراتا رہا پھر اس نے مجھ سے کہا۔''کیا اب بھی تم میرے ساتھ نہیں چلو گے؟''

''کیوں نہیں ہاپون۔ ہاں میں ذرا غنایہ سے اجازت لے لوں۔''

''بہت خوب...... بہت خوب۔ گویا اب اپنے دوست کے ساتھ جانے کے لئے تم غنایہ سے اجازت لو گے۔''

''ہاں ہاں۔ کیوں نہیں۔ میں غنایہ کی قربت کو بے حد پسند کرتا ہوں سو اگر دوبارہ اس کے پاس واپس آنے کے لئے میں اس سے دوستانہ تعلقات رکھوں تو اس میں کیا حرج ہے۔''میں نے کہا۔

''ٹھیک ہے کوئی حرج نہیں۔''ہاپون نے جواب دیا اور میں غنایہ کے پاس واپس پہنچ گیا۔ غنایہ بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔ اس نے مسکرا کر میری جانب دیکھا لیکن میں نے محسوس کیا کہ اس کی مسکراہٹ اس قدر پر جوش نہیں ہے۔ پھر بھی میں نے کہا۔

''میں جا رہا ہوں غنایہ اور ممکن ہے، بہت دیر تک واپس نہ آ سکوں۔''

''ٹھیک ہے کوئی ہرج نہیں ہے تم اپنے تمام کام نمٹالو۔ اس کے بعد میرے پاس آ جانا۔''غنایہ نے جواب دیا۔

اور میں نے محسوس کیا کہ اس کے انداز میں گرمجوشی نہیں ہے۔ مجھے اس بات پر تعجب ہوا تھا لیکن ایک رقاصہ سے اس سے زیادہ کیا توقع رکھی جا سکتی تھی۔ میں بھی اتنا سستا نہ تھا کہ اس کی قربت کے لئے دیوانہ ہو جاتا ظاہر ہے یہاں تو میں کسی اور ہی مقصد کے لئے آیا تھا اور وہ مقصد پورا کرنے میں ہی میری عافیت تھی۔ ورنہ ہاپون کا مذاق اس کے طنز میرے دل کو چھلنی کر دیتے وہ یہی کہتا کہ میں عقل کھو بیٹھا اور وہاں سے خوفزدہ ہو کر واپس چلا آیا۔ چنانچہ میں اپنے دوست ہاپون کے ساتھ واپس خیمے میں چلا آیا۔ تب میں نے ہاپون سے کہا۔

''ہاپون میرے دوست یہ تو افسوس کی بات ہے کہ میں اپنا کافی قیمتی وقت اس رقاصہ کے چکر میں ضائع کر چکا۔ میں نہیں جانتا کہ یہاں جشن کی تقریبات میں کیا کچھ ہوا اور کیا کچھ ہونے والا ہے۔ بہرصورت میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر ہی یہاں سے واپس لوٹوں گا اور مجھے اس سے کوئی نہیں روک سکتا۔ ہاں ذرا یہ تو بتاؤ کہ جشن کی کیا تفصیلات ہیں۔ معاملہ کہاں تک پہنچ چکا ہے۔''میں نے سوال کیا۔

''بس کوئی خاص بات نہیں کل صبح پرسی فون کا دیدار کرایا گیا تھا لوگوں کو اور اب وہ اپنے خیمے میں واپس جا چکی ہے اور اس کے بعد جشن

لوگوں کو عقل آئی وہ تو خاموشی سے اپنے خیموں میں واپس چلے گئے اور جو احمق اب بھی حکمرانی کے طلبگار ہیں وہ جان کی بازی لگا رہے ہیں۔ مقابلے شروع ہو چکے ہیں اور بہت سے لوگ یا تو مارے جا چکے یا زخمی ہو چکے ہیں۔'' ہاپون نے بتایا اور میں سن رہ گیا۔

''کیا..... کیا پری فون کا دیدار کرا دیا گیا؟ کیا تم بھی اس میں شامل تھے ہاپون؟''

''میں شامل تو تھا لیکن پری فون کے بارے میں، میں تمہیں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ میں اسے دیکھ چکا ہوں۔ وہ انتہائی بدشکل عورت ہے، اسے لڑکی کہنا تو میرے خیال میں لڑکیوں کی توہین ہے۔''

''تعجب ہے۔ تعجب ہے لیکن اب کیا کیا جائے، میں تو ان مقابلوں میں حصہ لینا چاہتا ہوں لیکن میں پری فون کی صورت بھی نہ دیکھ سکا۔''

''ہاں۔ اب تو مجبوری ہے۔ تم اس کی صورت کیسے دیکھ سکتے تھے تم تو اس وقت عنایہ کی آغوش میں خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔''

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ بلاشبہ اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ میں ایک رقاصہ کے لئے اپنے مقصد سے ہٹ گیا ہوں۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر پری فون شکل وصورت کی اتنی بری ہے تو کیا میں اسے بیوی بنا کر بستی میں لے جاؤں تو لوگ مجھے ہوشمند سمجھیں گے۔ ہاں وہ ضرور مجھے عقل مند گردانیں گے۔ ایسا عقل مند جس نے دولت کے پیچھے اپنا سب کچھ لٹا دیا لیکن میرے ذہن میں ان دونوں میں سے کوئی چیز نہیں تھی۔ بلاشبہ اگر پری فون میری پسند کی لڑکی ہوتی جیسا کہ میرا خیال تھا تو پھر حکمرانی ہاتھ آ جاتی تو برا نہ تھا لیکن اب جب کہ مجھے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ وہ صورت وشکل کی انتہائی خراب ہے تو پھر مجھے کیا کرنا چاہیے تھا۔ میں اسی پیچ وخم میں الجھا ہوا تھا اور اس کا کوئی حل میرے پاس نہیں تھا۔

ہاپون بدبخت سیر وتفریح کے لئے نکل گیا تھا۔ اس بدبخت نے مجھے ساتھ لینا بھی مناسب نہیں سمجھا تھا اور وہ ایک حد تک صحیح بھی تھا کیونکہ میں نے ایک رقاصہ کے جال میں پھنس کر اسے نظر انداز کیا تھا۔ سو اب اس کی باری تھی۔ لیکن میں نے اس کی پروا نہیں کی۔ اس شام میں پریشانی کے عالم میں کافی دور نکل گیا جیسا کہ میں نے بتایا کہ میرا خیمہ ندی کے ساتھ تھا اور یہ بڑی دور تک گنگناتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔ خیموں کا ایک لمبا سا چکر کاٹ کر میں پھر ندی کے کنارے پہنچ گیا اور نجانے کیا ہوا کہ مجھے ایک چمکدار پتھر بے حد بھایا۔ یہ پتھر پانی کے ریلے کے ساتھ آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا کبھی وہ رک جاتا کبھی ریلے کے ساتھ بہتا اور کبھی آگے بڑھنے لگتا اور اس پتھر پر نگاہیں جمائے میں بھی آگے بڑھتا رہا۔

یہ ایک احمقانہ سی بات تھی لیکن انداز بے خیالی کا تھا اور اس میں میرے کسی جذبے کو دخل نہ تھا۔ ہاں یہ دوسری بات تھی کہ بعض اوقات حالات اور تقدیر کچھ ایسا وقت اور کچھ ایسے حالات بخش دیتے ہیں کہ پتہ بھی نہیں چلتا۔ وہ ناواقف ہوتا ہے کہ تقدیر اسے کہاں لے جا رہی ہے لیکن تقدیر اسے وہاں لے جاتی ہے جس راستے کو وہ کھو چکتا ہے۔ سو میں بھی چمکدار پتھر کے ساتھ سیر کرتا ہوا نہ جانے کہاں نکل گیا۔ تب میں نے سوچا کہ یہ پتھر نہ جانے مجھے کہاں لے جائے گا شاید ندی کے آخری کنارے تک، اور میں اتنی دور نکل جاؤں گا کہ مجھے راستے کا بھی اندازہ نہیں رہے گا۔ گو یہ ندی ایک بہترین راستے کی لکیر تھی لیکن اب اس سے آگے بڑھنا عقلمندی نہیں تھی۔ لیکن میں اس پتھر کو اتنا پسند کر چکا تھا کہ اب اسے چھوڑنا مناسب نہیں تھا۔ سو میں نے ندی میں قدم رکھا، پانی میں اترا اور وہ پتھر میں نے اپنے ہاتھوں میں اٹھا لیا۔

کیا حسین پتھر تھا۔ میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا لیکن اچانک ایک عجیب سی بات ہوئی۔

پتھر میرے ہاتھ ہی میں تھا۔ جب میں نے نسوانی قہقہوں کی آوازیں سنیں۔ میں پہلے مڑ کر دیکھنے لگا۔ نجانے یہ پریاں کہاں سے اتریں تھیں یقینی طور پر زمین سے ان کا کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا تھا۔ سب کی سب زرق برق لباسوں میں ملبوس تھیں اور ان کے درمیان ایک ایسا چہرہ تھا جسے دیکھ کر عقل حیران رہ جاتی تھی۔

دمکتا ہوا حسین چہرہ، آنکھیں تھیں کہ جگمگاتے ہوئے ہیرے۔ میں متعجبانہ انداز میں کھڑا انہیں دیکھتا رہا۔ پھر ان کی نگاہ بھی مجھ پر پڑ گئی۔ تب وہ ایک دم ہنستے ہنستے خاموش ہو گئیں۔ وہ سب متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھنے لگیں۔ تب ان سے ایک آگے بڑھ کر مجھ سے بولی۔

''تمہیں نہیں معلوم کہ اس علاقے میں آنا ممنوع ہے؟'' اس نے بھاری لہجے میں مجھ سے کہا۔

لیکن میں نے لڑکی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا مجھ پر تو سحر طاری ہو گیا تھا۔ میں ان ستاروں کے جھرمٹ میں چھپے ہوئے اس منور چاند کو دیکھ رہا تھا جس سے ایک عالم منور ہو رہا تھا۔ میں اسے دیکھتا رہا۔ تب ایک لڑکی نے آگے بڑھ کر میرا شانہ جھنجھوڑ دیا۔

''تم نے سنا نہیں کہ میں نے کیا کہا ہے کیا تم ہوش و خرد سے بالکل ہی بیگانہ ہو گئے ہو۔'' لڑکی کا لہجہ کافی تیز ہو گیا تھا۔

''کیا بات ہے؟'' میں نے چونک کر اس سے پوچھا۔

''یہاں آنا ممنوع ہے۔''

''اچھا۔'' میں نے بے خیالی سے جواب دیا۔

''اچھا کے بچے۔ میں کہہ رہی ہوں یہاں عام لوگ داخل نہیں ہو سکتے اور ہاں تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟''

''پتھر۔''

''کیسا پتھر؟'' لڑکی نے چونک کر پتھر کو دیکھا۔

''ہاں یہ پتھر ہی مجھے یہاں تک لایا ہے اس پتھر نے ہی میری رہنمائی کی ہے۔'' میں نے آہستہ سے کہا لیکن میری نگاہیں اسی چاند کا طواف کر رہی تھیں۔

''تب تم یہ رہنما پتھر ہمیں دے دو کہیں یہ ہی تمہاری موت کا سبب نہ بن جائے۔'' اسی لڑکی نے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''اگر اس پتھر نے میری رہنمائی کی ہے اور یہی اس بات کا موجب بنا ہے کہ میں اس چاند سے ٹکڑے کو دیکھوں تو یہ میرے لئے بے حد قیمتی ہے اور میں اسے کسی طور تمہارے حوالے نہ کروں گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''خواہ تمہاری جان کیوں نہ لے لے۔''

''جان کیا حیثیت رکھتی ہے۔ اگر کوئی عزم ہو تو۔''

''اوہو...... تو تمہارے ذہن میں کوئی عزم ہے۔''

''ہاں۔''

''اوہو......وہ کیا ہے؟''

''میں اس کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔''

''کس کے بارے میں؟''اس لڑکی نے چونک کر مجھے دیکھا۔

''وہ جو تمہارے درمیان ایسی ہی نظر آرہی ہے کہ ستاروں کے جھرمٹ میں چاند۔''

''خوب۔ بہت خوب۔ تو گویا تم شاعر ہو۔''اس نے کہا۔

''ہاں اسے دیکھ کر شعر کہا جاسکتا ہے۔''میری نگاہیں ابھی تک اس پر جمی ہوئی تھیں اور میں خود کو ذہنی طور پر عجیب تر پا رہا تھا۔ وہ نہیں تھا جواب تک رہا تھا بلکہ وہ تھا جس کے خول میں، میں آ گیا تھا۔

نوجوان حسینہ الجھی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ شاید سمجھ نہیں پائی تھی کہ میں کون ہوں اور ان سے ایسی باتیں کیوں کر رہا ہوں جو اس کی ساتھی تھیں۔ اس کے چہرے پر بے چینی کے آثار تھے۔ پھر وہ چند قدم آگے بڑھ آئی۔ اب وہ میری نگاہوں کے سامنے تھی اور میں اسے مبہوت پرشوق نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ تب اس نے آہستہ سے کہا۔

''نسیان کیا بات ہے؟''

''عجیب سا نوجوان ہے، الٹی سیدھی باتیں کر رہا ہے شہزادی پری فون ہماری سمجھ میں تو کچھ نہیں آ رہا۔ ہم اس کی باتوں کا کیا جواب دیں۔ آپ خود ہی اس سے پوچھیں کہ یہ کون ہے اور اس نے ممنوعہ علاقے میں آنے کی جرات کیسے کی......''تب حسین نگاہیں سوالیہ انداز میں میری جانب اٹھیں۔

''کون ہو تم؟''باریک لبوں سے پوچھا گیا۔

''لوگ مجھے ہمکی کہتے تھے لیکن اب میرا دل چاہتا ہے کہ خود کو کچھ نہ کہوں بس تیرا سایہ سمجھ لوں خود کو۔''میں نے جواب دیا۔

''عجیب الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہو کیا تم نہیں جانتے کہ اس علاقے میں آنا ممنوع ہے۔''

''ہاں۔ میں نہیں جانتا تھا لیکن اگر مجھے یہ علم ہو جاتا کہ یہاں تو ہے تو پھر میں سارے امکانات کو نظرانداز کر دیتا۔''میں نے کہا۔

''تم اپنی زندگی سے بیزار ہو؟''

''تھا نہیں......ہو گیا ہوں۔''

''ہوں......کب سے؟''طنزیہ انداز میں پوچھا گیا۔

''جب سے تجھے دیکھا ہے۔''میں نے بھی اسی انداز میں جواب دیا۔

''کیا چاہتے ہو؟''بارعب پروقار آواز ابھری۔

''یہ کہ یا تو تجھے حاصل کرلوں یا پھر زندگی ختم کرلوں۔''

''ہوں......تو اس کے ذرائع تو موجود ہیں۔''پری فون کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''کون سے ذرائع؟''

''یہاں میرے حصول کے لئے مقابلے ہونے والے ہیں اگر مجھے حاصل کرنا چاہتے ہو تو ان مقابلوں میں حصہ لینے والوں کو شکست دو یا حصول میں ناکام رہ کر خودکشی کرنا چاہتے ہو تو میرے خیال میں اس کا آسان ذریعہ بھی یہی ہے۔''

''ہاں میں اس ذریعہ سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤں گا لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا کہ تم پری فون ہو۔''

''اوہو یہ تم میری...... توہین کر رہے ہو۔'' اس نے کسی قدر ناگواری سے پوچھا۔ اس کی حسین پیشانی پر ہلکی سی شکنیں نمودار ہو گئی تھیں۔

''نہیں۔ بلکہ جب تمہارا دیدار عام ہوا تھا تو میں اس مجمع میں موجود نہیں تھا۔'' میں نے جواب دیا۔

''اچھا تو یہ بات ہے۔ ٹھیک ہے نوجوان اگر تمہارے ذہن میں یہ بات ہے تو میرا مشورہ مناسب ہے تم اپنی قوت کے جوہر دکھاؤ اور میرے باپ کو متاثر کرلو، مجھے تمہارے نزدیک آنے میں کوئی تامل نہیں ہوگا۔''

''میں ایسا ہی کروں گا اور اب جبکہ یہ تیری ہدایت ہے۔''

''ہدایت نہیں۔ میں تمہاری طلب کے جواب میں کہہ رہی ہوں۔''

''گویا تیرے ذہن میں میرے لئے کوئی گنجائش نہیں نکل سکتی؟'' میں نے دکھ بھرے لہجے میں سوال کیا۔

اور شاید میرے اس انداز نے اس کے اندر کوئی تبدیلی پیدا کی۔ اس نے عجیب سے انداز میں اپنی ساتھی لڑکیوں کو دیکھا اور پھر میری طرف دیکھنے کے بعد اپنی ساتھیوں سے پوچھا۔

''تم ذرا تھوڑی دور ہٹ جاؤ۔ میں تنہائی میں اس سے گفتگو کر کے اسے کچھ سمجھانا چاہتی ہوں۔''

شوخ لڑکیاں شوخ انداز میں پیچھے ہٹ گئیں۔ ان کے چہروں پر معنی خیز مسکراہٹ تھی اور وہ میٹھی نگاہوں سے مجھے دیکھتی ہوئی جا رہی تھیں میں احمقانہ انداز میں پری فون کے سامنے کھڑا ہوا تھا۔ تب پری فون کے چہرے پر عجیب سے تاثرات نظر آئے اور اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔

''کیا تمہارے خیال میں یہ تمہاری دیوانگی نہیں ہے؟'' اس نے سوال کیا۔

''آپ کا اشارہ کس جانب ہے پری فون؟'' میں نے سوال کرتے ہوئے کہا۔

''تم یہاں غالباً جشن میں شرکت کرنے آئے تھے اگر تم میرے حصول کے لئے آئے ہوتے تو تمہاری تمام توجہ میری جانب ہوتی۔ گویا اس وقت تک تمہارے ذہن میں میرا کوئی خیال نہیں تھا جب تک کہ تم نے مجھے دیکھا نہیں تھا اور اب اس وقت اگر تمہیں یہ معلوم نہ ہوتا کہ میں پری فون...... ہوں تو تم ان مقابلوں کا تصور نہیں کرتے۔''

میں نے ایک لمحہ کے لئے سوچا۔ دل تو چاہا بتادوں کہ میں کس مقصد کے تحت یہاں آیا تھا لیکن اس کی موجودگی میں یہ سب کچھ کہنا اس کے حسن کی توہین تھی چنانچہ میں نے اس بات کو تھوڑا بدل دیا۔

''ہاں پری فون تمہارا خیال درست ہے میں تمہارے حصول کے لئے نہیں آیا تھا اور اس کی ایک خاص وجہ ہے۔''

''وہ کیا؟''

''اس کی وجہ یہ ہے کہ پری فون کہ وہ لوگ جو تمہیں دیکھے بغیر تمہارے حصول کے خواہش مند نہ تھے دراصل وہ تمہاری قربت نہیں چاہتے تھے وہ نہیں جانتے تھے کہ تم کیا ہو انہیں بس ایک حسین شہزادی اور ایک حسین مملکت کی ضرورت تھی۔ ان کے ذہن میں ایک حسین مملکت کا تصور موجود تھا جب کہ حسین شہزادی ان کے تصور سے دور تھی۔ انہوں نے اسے دیکھے بغیر اس کے لئے جنگ کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ شہزادی کیسی بھی ہو وہ ہر قیمت پر اسے حاصل کرنے کے بعد اس کی حکومت کو حاصل کرنا پسند کریں گے۔ خود میں ان میں شامل نہیں تھا لیکن جب سے میں نے تمہیں دیکھا ہے میں تمہارا حصول، قرب چاہتا ہوں اور اگر تمہارے قرب کے لئے مجھے جان بھی دینا پڑے تو وہ میرے لئے ناگوار خاطر نہ ہوگی۔ رہی حکومت کی بات تو مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔''

''آہ.... آہ.... تم بڑی عجیب باتیں کرتے ہو۔ ایسی عجیب باتیں، جو مجھے متاثر کرتی ہیں لیکن اب میں تمہارے لئے پریشان ہو جاؤں گی۔''

''وہ کیوں.....؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''کیونکہ تم میرے حصول کے لئے جنگ کرنے کا فیصلہ کر چکے ہو اور وہ جو محبت کرتے ہیں خونخوار نہیں ہوتے۔ جبکہ یہاں ایسے ایسے وحشی درندے سامنے آئیں گے جو جنگ و جدل کے عادی ہوں گے۔''

''تم نے ٹھیک کہا پری فون۔ محبت کرنے والے خونخوار نہیں ہوتے۔ وہ قتل و غارت سے دلچسپی نہیں رکھتے لیکن انسان کے سامنے جب کوئی مطمع نظر آ جائے، کوئی اس کی منزل بن جائے اور اس منزل تک پہنچنے کے لئے اسے دشوار گزار راستوں سے گزرنا پڑے تو میرا خیال ہے اس سے زیادہ پامرد مسافر اور کوئی نہیں ہوتا۔'' میں نے کہا اور پری فون سحر زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

اس کی آنکھوں میں پیار کے تاثرات سمٹ آئے تھے، تب وہ جذب کے سے عالم میں بولی۔ ''گویا تم میرے لئے زندگی کی بازی لگانے کو تیار ہو۔''

''ہاں پری فون صرف اور صرف تمہارے لئے تمہاری حکومت کے لئے نہیں اور میں تمہیں پیشکش کرتا ہوں کہ جب میں تمہیں جیت لوں تو تم اپنی حکومت میں مجھے کبھی شامل نہ کرنا۔''

پری فون چند لحات کے لئے گردن جھکا کر کچھ سوچنے لگی پھر اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

''تم نے..... تم نے مجھے تردد کا شکار کر دیا ہے۔''

''کیوں.....؟'' میں نے سوال کیا۔

'' اس سے قبل میں نے اپنے آپ کو داؤ پر لگا رکھا تھا اور میرے ذہن میں یہ خیال نہیں تھا کہ کون مجھے جیت لے گا بلکہ میں اسی طرح دلچسپی لے رہی تھی جس طرح میرے وطن کے دوسرے لوگ۔ لیکن اب مجھے ان مقابلوں سے کوئی دلچسپی نہ رہے گی۔'' اس نے دوسری طرف رخ کرتے ہوئے کہا۔

''آخر کیوں؟''

''اس لئے کہ اب میں نہیں چاہتی کہ کوئی شخص مجھے جیتنے میں کامیاب ہو تمہارے سوا۔'' شہزادی پری فون نے جواب دیا اور میں متعجب رہ گیا۔ اس نے گویا چند لمحات ہی میں اعترافِ محبت کرلیا تھا اور پروفیسر۔ میں۔ میں خوشی سے دیوانہ ہوگیا تھا۔ یعنی میرے زبان گنگ ہوگئی تھی، میں ایک عورت کے حصول کے لئے اس قدر سنجیدہ تھا کہ اس سے قبل کبھی نہ ہوا تھا لیکن اس میں بہت زیادہ تعجب کی بات نہیں تھی کیونکہ میں جس روپ میں تھا اس میں مجھے یہی کرنا چاہیے تھا۔ ٹھیک ہے کیونکہ یہ تو ماضی تھا۔ ماضی جو گزر چکا تھا لیکن بڑا ہی دلچسپ اور حیرت انگیز ماضی کیونکہ میں جس انداز میں سوچ رہا تھا اس میں میری اپنی سوچ بھی شامل تھی۔ اگر اس سوچ میں اس شخص کی یعنی ہیکی کی سوچ اس طرح ضم ہو جاتی جس طرح کہ ہوگئی تھی تو ...... یہ ماضی کی ایک حیرت انگیز داستان تھی اور اس کے بارے میں صحیح بات تو بابا سلانوس ہی بتا سکتا تھا کہ اس سوچ میں کون سا جذبہ شامل تھا لیکن سلانوس اس طرح غائب ہوا تھا کہ اس کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا تھا، بار بار میں نے اس کی ضرورت محسوس کی تھی اور میرا دل چاہا تھا کہ سلانوس بھی میرے ساتھ موجود ہو اور مجھے مشوروں سے نوازے لیکن سلانوس تو اس طرح غائب ہو چکا تھا جیسے کہ اس کا کوئی وجود ہی نہ ہو۔ پری فون گردن جھکائے کچھ سوچ رہی تھی اور میں اس کی شکل دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے آہستہ سے اس کے نزدیک پہنچ کر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھ دیئے اور دکھ بھرے لہجے میں بولا۔

''مجھے افسوس ہے پری فون کہ میں تمہاری خوشگوار اور خوشنما زندگی میں ایک دھبہ لگا چکا ہوں۔ میں نے تمہارے ذہن کی سفید چادر پر خواہ مخواہ گندگی ڈال دی ہے۔'' میں نے پژمردہ لہجے میں کہا۔

''نہیں ہیکی اسے گندگی نہ کہو۔ یہ تو زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہوتا ہے۔ آہ نجانے کیوں یہ چمکدار پتھر تمہیں یہاں تک لے آیا۔ شاید چمکدار پتھر میری قسمت کی تاریکیوں میں اور زیادہ اضافہ کرے گا۔''

''لیکن کیوں پری فون تم ایسا کیوں سوچ رہی ہو؟''

''اس لئے ہیکی کہ میرے لئے ہونے والے مقابلوں میں جو لوگ شریک ہیں ان کے بارے میں، میں نے بہت کچھ سنا ہے۔ تحت الثریٰ کے کونے کونے سے بہت سے لوگ آئے ہیں جنہیں اپنی طاقت پر ناز ہے۔ تم بھلا ان سب کا مقابلہ کس طرح کر سکو گے؟''

''میں تمہاری محبت کے سہارے ان سے جنگ کروں گا پری فون۔ مجھ سے اس قدر بددل نہ ہو۔''

''نہیں۔ میں تمہیں ان سے جنگ کرنے کے لئے نہیں جانے دوں گی۔'' پری فون نے کہا اور مجھے تعجب ہونے لگا۔ لڑکی تھوڑی سی دیر میں اس قدر متاثر ہوگئی تھی کہ اب وہ میرے لئے پریشان ہو رہی تھی۔

میں سوچتا رہا اور پری فون عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتی رہی پھر میں نے پری فون سے کہا۔

''اس کے علاوہ کوئی حل بھی کیا ہوسکتا ہے پری فون؟''

''سوچو...... کچھ سوچو۔ تم اگر چاہو تو میں خاموشی سے تمہارے ساتھ یہاں سے نکل چلنے کو تیار ہوں۔'' پری فون نے پیشکش کی اور میں حیران رہ گیا۔

یہ تو تاریخ میں ایک عجیب وغریب تبدیلی رونما ہو رہی تھی یعنی بے شمار لوگ پرسی فون کو حاصل کرنے کے لئے زندگیاں داؤ پر لگانے کے لئے آئے تھے اور ایک ایسا شخص جو بذاتِ خود کچھ بھی نہ تھا جو ایک چرواہے کا بیٹا تھا اس کا دل جیتنے میں کامیاب ہو گیا تھا اور پرسی فون اس کے لئے سب کچھ ترک کر دینے کو تیار تھی۔

پرسی فون کے ساتھ کی لڑکیاں اب کافی دور چلی گئی تھیں اور اب قرب وجوار میں کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ میں اس کا ہاتھ پکڑ کر ندی کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ پھر میں دھیرے سے کہا۔

''پرسی فون۔ تمہاری یہ پیشکش میرے لئے دلکش ہے لیکن کیا شاہ اپی ٹس تمہیں اس بات کے لئے معاف کر دے گا؟''

''نہ کرے۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ یہ چند لمحات میرے لئے بڑے دلکش ثابت ہوئے ہیں۔ یہ وہ لمحات ہیں جو میری زندگی میں کبھی نہیں آتے۔ میں نے اس انداز میں کبھی نہیں سوچا تھا۔ میں نے یہ بات کبھی کسی سے نہیں سنی تھی کہ کوئی پتھر کے سہارے چلتا ہوا یہاں تک آئے گا اور میری پوری زندگی پر اس طرح قابض ہو جائے گا۔ میں تو اب یہ سوچ رہی ہو کہ اگر کسی نے مجھے حاصل کر لیا تو کیا میں ذہنی طور پر اس شخص کو قبول کر سکوں گی۔ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ میرے لئے ناممکن ہے۔ تم مجھے بتاؤ اب کیا کرنا چاہیے۔ ہاں میں تمہارے لئے ایک ترکیب بھی اور کر سکتی ہوں۔''

''وہ کیا۔؟''

''اپنے کچھ تیر انداز متعین کر کے مختلف جگہوں پر چھپا دوں اور ہر اس شخص کو ہلاک کرادوں جو تجھ سے مقابلہ کرے اور تجھ پر حاوی نظر آئے۔''

''اوہو.....'' میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''یہ تو بڑی بچکانہ سوچ ہے۔ ظاہر ہے تیر اندازوں کے چلائے ہوئے تیر دوسروں کو نظر آئیں گے۔'' میں نے کہا اور پرسی فون پریشان نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔

''تو پھر تم ہی کچھ بتاؤ نا۔ میں نہیں چاہتی کہ تم مقابلہ کرو اور میں تمہیں کھو بیٹھوں۔ بس اب میں تمہارے سوا اس دنیا میں کسی کو نہیں چاہتی۔''

''پرسی فون میں تمہیں لے کر یہاں سے فرار ہو سکتا ہوں۔ شاہ اپی ٹس میری تلاش میں کونے کونے کو کھنگال ڈالے مجھے اس کی بھی پرواہ نہیں میں تمہیں پوشیدہ رکھنے میں کامیاب رہوں گا۔ لیکن یہ تمہاری ہی توہین ہے اور میں اپنی محبت کی یہ توہین نہ چاہوں گا۔ میں تمہیں بزدلوں کی طرح لے کر نہیں بھاگ سکتا۔ میرے لئے موقع ہے پرسی فون کہ میں تمہیں اپنے بازوؤں کی طاقت سے جیتوں، اپنی زندگی کی بازی لگا کر جیتوں اور میں بزدل نہیں ہوں اس لئے میں تم سے آخری بار کہہ رہا ہوں کہ میں مقابلہ کروں گا اور تمہیں جیت لوں گا۔''

پرسی فون کی آنکھوں میں بہت زیادہ پیار امنڈ آیا تھا، پھر وہ آہستہ سے میرے نزدیک آئی اور اس نے میری گردن میں اپنے بازو ڈال دیئے اور میرے سینے پر سر رکھتے ہوئے بے حد جذباتی انداز میں کہنے لگی۔

''میرے محبوب۔ میں تمہاری کامیابی کے لئے دعا کروں گی۔'' اس نے گویا اعتراف کر لیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ تب میں نے اس کے شانے تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے پری فون۔ اب ہماری ملاقات تمہارے اپنے محل میں شاہ اپی ٹس کے سامنے ہوگی جہاں وہ تمہارا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دے گا۔'' میرے لہجے میں بے پناہ عزم تھا۔ پری فون نے میری پیشانی چومی، میری آنکھیں چومیں اور پھر آہستہ سے پیچھے ہٹ گئی۔

''ٹھیک ہے میرے محبوب۔ اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ میری دعاؤں میں تمہاری کامیابی پوشیدہ ہوگی۔''

''یقیناً۔'' میں نے اس کے ہاتھ دبائے اور اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا پتھر اسے دے دیا۔ اور بولا۔

''یہ پتھر رہنما پتھر ہے۔ اس پتھر نے مجھے تمہارا پتہ بتایا ہے، تم تک پہنچایا ہے۔ چنانچہ آج سے یہ تمہارے پاس رہے گا میری نشانی کے طور پر اور میں تم سے اس وقت واپس لوں گا جب ہم پہلی رات کی تنہائیوں میں یکجا ہوں گے۔''

پری فون نے پتھر ہونٹوں سے چوم لیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا کانوں کی لوئیں کانپ رہی تھی۔ تب وہ واپس پلٹ پڑی اور میں ندی کے کنارے کنارے اپنے ٹھکانے کی جانب چل پڑا۔

ساری رات پری فون میری نگاہوں میں گھومتی رہی نجانے کیا ہوگیا تھا پروفیسر۔ حسن و عشق کا جو صحیح مزہ میں نے چکھا تھا وہ یہی تھا۔ اس سے قبل میں نے اس انداز میں عشق و محبت کے بارے میں سوچا تھا لیکن یہ سوچ اس سوچ سے بڑی مختلف تھی اور مجھے پہلی بار یہ احساس ہوا تھا کہ مجھ سے مختلف لوگ کس طرح ایک دوسرے کو چاہتے ہیں بلاشبہ ان کی چاہت زیادہ شدید ہوتی ہے کیونکہ آج میری اپنی خود وہی کیفیت تھی۔

مقابلے شروع ہو چکے تھے۔ ہائیون مجھے ان مقابلوں سے دور رکھنا چاہتا تھا اور یہ تو مجھے بعد ہی میں معلوم ہوا کہ وہ کس گہرے مقصد کے تحت میرے ساتھ چالیں چل رہا تھا۔ سو جب مقابلے شروع ہوئے اور جتنے لوگ خیموں میں خیمہ زن تھے وسیع و عریض میدان میں پہنچ گئے۔ یہاں مقابلے ہو رہے تھے تو وہاں ہائیون اور ہیکی شامل نہیں تھے۔ میں چونکہ رات کو بہت دیر سے سویا تھا اس لئے صبح دیر تک سوتا رہا اور ہائیون بدمعاش نے مجھے سونے دیا۔ اس نے مجھے جگانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ پھر میں خود ہی جاگا تھا اور گزرتے ہوئے وقت کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ ہائیون ایک کونے میں بیٹھا اپنے خنجر سے ایک لکڑی کو نوکدار انداز میں چھیل رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر مسکرا دیا۔

''تو اب ان رقاصاؤں کی محبت تمہارے سینے میں اس قدر گہرا رنگ اختیار کر گئی ہے کہ تم راتوں کو گردش کرتے رہتے ہو۔'' اس نے کہا اور میرے ذہن میں پری فون ابھر آئی۔ میں مسکرانے لگا تھا اور میں نے کہا۔

''ہاں ہائیون۔ تم نے مجھے ایک نئی دنیا سے روشناس کرایا ہے بات صرف غنایہ تک ہی نہ تھی۔ بلاشبہ وہ کم سن اور حسین لڑکی تھی۔ یہاں پر اس سے بھی زیادہ حسین لڑکیاں موجود ہیں۔''

''ہاں بالکل ہیں۔ وہ رقاصہ، غنایہ تو ان کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے۔'' ہائیون نے میری ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔

''لیکن ایک بات اور ہے ہائیون۔'' میں نے کہا۔

''وہ کیا؟''

''میری سمجھ میں نہیں آتا۔ ہائیون ہم یہاں کسی اور مقصد کے تحت آئے ہیں اور تم مجھے ان رقاصاؤں کی جانب متوجہ کر رہے ہو۔''

''اس کی وجہ ہے ہسکی۔'' ہائپون نے کہا۔

''کیا وجہ ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

''بات یہ ہے کہ یہاں جو لوگ جشن میں شرکت کے لئے آئے ہیں۔ وہ ان ہنگاموں کو اور جشن میں موجود مقابلوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتے بلکہ وہ صرف اپنے طور پر لطف حاصل کرنے آئے ہیں اور کر رہے ہیں۔ تم مجھے دیکھو کیا میرے انداز میں کہیں مایوسی اور کوئی ایسی حسرت نظر آئی کہ میں بھی سوچتا کہ کاش میں پرسی فون کے لئے مقابلہ کرنے والوں میں شامل ہوتا۔'' ہائپون نے کہا۔

لیکن ہسکی بہت زیادہ چالاک تھا۔ پروفیسر وہ دوستی میں کسی قسم کی مات کھانا نہیں چاہتا تھا۔ سو فوراً بولا۔

''تمہاری بات اور ہے ہائپون۔ تم تو میرے حق میں دستبردار ہو چکے ہو۔''

''ہاں اور تمہیں یہ مشورہ دیتا ہوں کہ تم دوسروں کے حق میں دستبردار ہو جاؤ۔'' ہائپون نے جواب دیا اور میں تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔

''تم..... تم پھر وہی بات کر رہے ہو جو کئی بار کر چکے ہو اور جس کا جواب میں نے ہمیشہ نفی میں دیا ہے۔ میں صرف اور صرف اسی کے لئے مقابلہ کرنے آیا ہوں۔ ارے ہاں۔'' مجھے جیسے کچھ یاد آیا اور میں دفعتاً چونک پڑا۔

''مقابلے تو آج سے شروع ہونے والے تھے۔''

''تھے کیا ہو چکے ہیں۔''

''کیا مطلب.....'' میں نے اچھل کر پوچھا۔

''پرسی فون کے لئے بے شمار دیوانے جان دے چکے ہیں اور وہاں ایک خیمے میں ایک حسین رقاصہ اس صاحب نظر کی منتظر ہے جو پرسی فون یا حکومت کا دیوانہ نہ ہو۔ بس صرف اور صرف حسن و عشق سے لطف اندوز ہونا جانتا ہو۔''

''کیا مطلب؟''

''میں نے اسے دیکھا ہے اس کا نام سماتا ہے اور کیا بتاؤں تم کو ہسکی کہ جو ایک بار اسے دیکھ لے دوبارہ کسی کو دیکھنے کی آرزو نہ کرے۔ مجھے تو تعجب ہے ان بدبختوں پر جو اس جیسی حسینہ کو چھوڑ کر پرسی فون کے لئے جان دینے کو آمادہ نظر آتے ہیں اور اس کے لئے میدان جنگ میں کود پڑے ہیں۔''

''تمہاری باتیں عموماً احمقانہ ہوتی ہیں اور میں نے کبھی ان سے اتفاق کیا ہے نہ کروں گا۔ بہرحال مقابلے تو ابھی شروع ہی ہوئے ہیں۔ میرا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ میں جب چاہوں ان میں شرکت کر سکتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا۔

''گویا..... گویا اب بھی تمہارے ذہن میں مقابلوں کا سودا ہے۔''

''کیوں..... ؟ اب کیا ہو گیا۔''

''لل..... لیکن۔'' ہائپون کچھ بول نہ پایا۔

''ہاں..... کیوں۔ کیا تمہارے خیال میں، میں نے خوفزدہ ہو کر اپنا ارادہ ترک کر دیا ہوگا؟'' میں نے طنزیہ لہجے میں سوال کیا۔

''خوفزدہ ہونے کی بات نہیں ہے بھائی۔ اگر تمہیں ایک جوان اور حسین عورت کی جستجو ہے تو یہاں ایک نہیں ایک سو ایک عورتیں تمہیں مل سکتی ہیں۔''

''ان ایک سو ایک میں سے مجھے صرف ایک درکار ہے اور وہ ہے پرسی فون۔'' میں نے جواب دیا۔

''گویا غنایہ نے تمہارے ذہن پر کوئی اثر نہیں کیا؟''

''نہیں۔ بلاشبہ وہ ایک حسین لڑکی تھی، محبت کرنے والی لیکن اس کے انداز میں بازاری پن تھا اور وہ پوری زندگی مجھ سے منسلک رہنا بھی نہ چاہتی تھی میرے دوست ہاپون اور نہ میں اس سے۔''

''تو پھر ساتا کو دیکھو۔''

''جتنوں کو دیکھ لیا جائے بے کار ہے، بے مقصد ہے۔ آؤ اب مقابلے دیکھیں گے۔''

''گویا اب تک میں نے جو کچھ کیا ہے وہ بے مقصد رہا۔''

''کیا کیا ہے تم نے؟''

''جو کچھ کیا ہے میرے بھائی اس میں مجھے بڑی ہی خواری نصیب ہوئی ہے۔''

''کیا مطلب؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''میں نے غنایہ کو اس بات پر آمادہ کیا تھا اور اسے الگ سے ایک بڑی رقم بھی دی تھی کہ وہ تم پر اپنی محبت کا فریب ڈال دے اور تم اس وقت پرسی فون کو نہ دیکھنے پاؤ۔ جب اس کا دیدار کرایا جائے اور تم غنایہ کی محبت میں گرفتار ہو کر اپنے مشن کو بھول جاؤ۔ یہی میرا مقصد تھا۔''

''گویا اپنی دانست میں تم نے مجھے پرسی فون کے دیدار سے محروم رکھا۔''

''ہاں۔''

''اور اس کی وجہ کیا تھی میرے دوست؟''

''یہ کہ تم بلاوجہ ایک نئی مصیبت میں پھنس جاتے۔ پرسی فون شکل و صورت کی جیسی ہے کم از کم ان حسیناؤں سے اچھی نہیں ہے۔ سو میں نے سوچا کہ وقت ضائع کرنے کی بجائے بہتر یہی ہے کہ تم اس کی جانب مائل نہ ہو۔''

''لیکن اس سے تمہیں کیا فائدہ ہوا ہاپون؟'' میں نے اس کی بات کا برا مانے بغیر مسکرا کر پوچھا۔

''فائدہ......؟'' ہاپون نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ ''فائدہ صرف یہ تھا کہ میں تمہارے باپ ہیڈسن سے وعدہ کر کے آیا تھا کہ تمہیں پرسی فون کے چکر میں نہ پھنسنے دوں گا اور اگر میں یہ وعدہ نہ کرتا تو بلاشبہ تمہارا باپ تمہیں کبھی اس جشن میں شرکت کی اجازت نہ دیتا اور میں تمہاری ہم جلیسی سے محروم رہ جاتا۔''

''افسوس تم نے غلطی کی، اگر تم اس سلسلے میں مجھ سے مشورہ کر لیتے تو میں تم سے کہتا کہ اطمینان سے جشن کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ میں کچھ

وقت کے بعد تم سے آن ملوں گا۔'' میں نے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''ظاہر ہے اگر میرا باپ مجھے اس جشن میں شرکت سے روکتا تو میں چھپ کر یہاں آجاتا۔''

''وہ کس طرح؟''

''وہ اس طرح کہ بھیڑوں کا گلہ لے کر پہاڑوں میں جاتا اور پھر وہاں سے گھر نہ جاتا اور سیدھا جشن میں شامل ہو جاتا۔''

''گویا تم اپنے ارادے میں اس قدر پر عزم تھے۔''

''تھا نہیں ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور پھر بولا۔ ''چلو آؤ اب ہم مقابلے دیکھیں گے۔''

''اور سا تا۔ میرے بھائی۔ ایک نظر دیکھ لو اسے، اگر پسند نہ آئے اور پری فون پر ہزار بار ترجیح نہ دو تو میرا نام ہائیون سے بدل کر کچھ اور رکھ دینا۔''

''افسوس ہائیون۔ پری فون سے رات کو میرا سامنا ہو چکا ہے۔''

''رات کو......؟'' ہائیون نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں۔''

''لیکن...... کیسے؟''

''یہ سب فضول باتیں ہیں میرے دوست، بس تم یہ سمجھ لو کہ وہ پورے خلوص سے مجھ سے شادی کرنے پر آمادہ ہے۔ اگر آج یہ مقابلے ترک کر دیئے جائیں تو وہ انتہائی محبت سے میرا ہاتھ تھام لے گی۔''

''کیا...... کیا کہہ رہے ہو۔؟'' ہائیون نے تعجب سے پوچھا۔

''بالکل سچ کہہ رہا ہوں میرے بھائی۔ یہ ندی جس کے کنارے ہم نے خیمہ لگایا ہے دور تک چلی جاتی ہے اور وہاں جہاں خیموں کا شہر ختم ہو جاتا ہے ایک انتہائی کونے میں جا کر ایک بہت بڑا خیمہ ایستادہ ہے جس کے چاروں طرف اس قسم کے انتظامات کر دیئے گئے ہیں کہ وہاں کوئی پہنچ نہ سکے اور وہ خیمہ پری فون کا ہے لیکن ندی کے کنارے کنارے چلنے والوں کی پہنچ سے وہ خیمہ دور نہیں ہے۔ بالآخر یہ رہنما ندی پری فون تک پہنچا دیتی ہے۔ اس ندی میں موجود ایک تیز چمکدار پتھر میرا رہنما بن گیا تھا اور اس نے مجھے ندی کے نزدیک لے جا کھڑا کیا۔ وہ مجھے ملی اور میں نے اس کی جستجو کی اور تب نوجوان اور حسین شہزادی نے مجھ سے محبت کا اظہار کیا اور کہنے لگی کہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ تحت الثریٰ کے کسی بھی گوشے تک جانے کو تیار ہے۔ مقابلہ کرنے والوں کو مقابلہ کرنے دیا جائے اور ہم یہاں سے بہت دور نکل جائیں۔ لیکن میں نے اسے اس حیثیت سے قبول نہیں کیا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں شاہ ایپی لس کے عہد کو پورا کرنے کے بعد اسے پانا پسند کروں گا اسے بھگا لے جانا میں پسند نہیں کرتا کیونکہ یہ محبت کی توہین ہے میں اسے دلیرانہ طور پر حاصل کروں گا۔ میں اس کے لئے مقابلہ کروں گا اور اپنے مقابلوں کو شکست دے کر اس کا جائز مالک بن جاؤں گا۔ یہ میرے محبت کا ثبوت ہوگا۔ تب وہ راضی ہو گئی حالانکہ اس نے یہ تجویز بھی پیش کی تھی کہ وہ اپنے تیر اندازوں کو جمع کرلے گی جو مجھ سے مقابلہ کرنے

والوں کو خفیہ طور پر ہلاک کر دیں لیکن میں نے اس کی تجویز قبول نہیں کی۔ کیونکہ میں بزدلی کا کوئی نشان چھوڑنا نہیں چاہتا۔ سو میرے دوست ہاپون اگر تم مجھے بزدل بنانے کی کوشش کرو تو یہ تمہاری حماقت ہو گی اور میں نے یہ حماقت اپنی پسندیدہ شخصیت پری فون کے سامنے کرنا بھی پسند نہیں کی اور نہ ہی میں اسے مناسب سمجھتا ہوں۔''

ہاپون سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔ کافی دیر وہ اسی حالت میں گردن جھکائے بیٹھا رہا پھر اداس لہجے میں گویا ہوا۔

''افسوس۔ صد افسوس۔ اب تو میری کوئی حیثیت ہی نہ رہی۔ یعنی میں جو کچھ کہہ آیا تھا اس میں نیچا ہوں گا۔ تمہیں مقابلوں سے روکنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ لعنت ہے ساتا پر اور لعنت ہے غنایہ پر جو اچھی خاصی رقمیں وصول کرنے کے باوجود میرے مقصد میں مجھے کامیاب نہ کرا سکیں۔'' ہاپون بہت زیادہ پریشانی کا اظہار کر رہا تھا اور مجھے اس کی پریشانی پر ہنسی آ رہی تھی۔

کافی دیر تک وہ بیٹھا اسی انداز میں خود پر لعنت ملامت کرتا رہا اور میں جشن کے سلسلے میں تیاریاں کرتا رہا۔ پھر میں نے اس سے کہا۔

''ہاپون۔ اگر تم میرے ساتھ جانا نہیں چاہتے تو میں تنہا ہی جا رہا ہوں۔'' میں نے کہا اور کھڑا ہو گیا۔

''ارے بھائی۔ ارے بھائی ذرا کچھ تو سن لے میری، کچھ تو میری عزت کا خیال کر۔''

''ہاپون۔ مجھے افسوس ہے کہ تم کیسے دوست ہو جو مجھے میرے مقصد میں کامیابی کی دعا دینے کی بجائے عورتوں کی طرح بین کر رہے ہو۔ تم ایسے منہ بنا رہے ہو جیسے تمہارا جوان بیٹا مر گیا ہو۔''

''ارے بھائی اس وقت تو تو میرے نوجوان بیٹے کی ہی مانند ہے میں تیرے باپ ہیڈسن سے یہ وعدہ کر چکا ہوں کہ میں تجھے مقابلے میں حصہ نہ لینے دوں گا اور تیرے ذہن سے یہ خبط نکال دوں گا اور اس کے لئے میں نے کیا کچھ نہ کیا۔ میں نے تجھے پری فون کے دیدار سے روکے رکھا صرف اس لئے کہ تیرا عزم اور پختہ نہ ہو جائے اور تو ان مقابلوں میں حصہ نہ لے سکے۔''

''اور اب؟'' میں نے سوال کیا۔

''اب تو میرے ہاتھ میں کچھ نہ رہا۔'' ہاپون نے جواب دیا۔

''تو میں نے کہا نا کہ اگر تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں رہا تو تم خوشی سے میرا ساتھ دو اور اب میں چلتا ہوں کیونکہ اس سے زیادہ اصرار میرے نزدیک حماقت ہے۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ پری فون کے لئے مقابلہ کرنے والوں کا طریقہ کار کیا ہے اور وہ کس انداز سے جنگ کرتے ہیں اور ہاں یہ مقابلے کب تک جاری رہیں گے۔'' میں نے سوال کیا۔

ہاپون چار و ناچار میرے ساتھ باہر نکل آیا تھا۔ اس نے میری بات کا فوراً کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ پھر بولا۔ ''اس وقت تک عزیز دوست جب تک کہ جیتنے والا صرف ایک نہ رہ جائے۔''

''ہوں۔'' میں نے کہا۔ ''تو پھر آؤ چلیں۔''

''چلو۔'' ہاپون نے کہا اور ہم تیزی سے اس جانب چلنے لگے جہاں خیموں کا پورا شہر موجود تھا۔ بڑا ہی رش تھا اور اس رش سے گزر کر اندر

داخل ہونا بڑا ہی مشکل کام تھا لیکن بہتر بات یہ تھی کہ یہ میدان بلند و بالا پہاڑوں کے درمیان واقع ہوا تھا اور جو لوگ انسانوں کے سروں پر سے نگاہیں نہ جما سکے تھے وہ پہاڑوں پر چڑھ گئے تھے اور ان پہاڑوں سے وہ میدان میں ہونے والے مقابلوں کو بخوبی دیکھ رہے تھے۔ فاصلہ تھوڑا سا زیادہ ہو گیا تھا لیکن وہاں سے بہتر طریقے سے دیکھا جا سکتا تھا۔ سو ہم نے ایک ایسے ہی ٹیلے کا انتخاب کر لیا۔ یہاں اور بھی بے شمار لوگ موجود تھے، میدانِ جنگ میں حکومت کے خواہش مند بے شمار تنومند لوگ مقابلے کی تیاریاں کر رہے تھے اور کچھ مقابلہ کر رہے تھے۔ تلواریں، نیزے، کلہاڑے جو تحت الثریٰ میں مختلف ساخت کے تھے لیکن ان کا استعمال بیرونی دنیا سے مختلف نہیں تھا وہ ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں مصروف تھے، لڑنے والے اپنے مقابل کو شکست دینے، قتل کرنے یا پھر زخمی کرنے کے علاوہ اور کچھ نہ چاہتے تھے اور یہ ہو رہا تھا، طاقتور مقابل کمزور مقابل کو میدان سے باہر نکال رہا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ایک مقابل نہیں تھا بلکہ کئی کئی مقابل تھے جو ایک سے جیت جاتا تو فوراً دوسرے سے مقابلے شروع کر دیتا۔ زخمیوں کو اور لاشوں کو اٹھانے کا معقول انتظام موجود تھا۔ مرنے والوں کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ انہیں اٹھا کر نہ جانے کہاں ڈال دیا جاتا تھا، ان کو لے جانے کے لئے ایک راستہ بنا ہوا تھا۔

شاہ اوپی لس پتھروں کے ایک بلند تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے نزدیک اس کے امراء بھی تھے۔ وہ بڑی دلچسپی سے یہ مناظر دیکھ رہا تھا۔ وہ موٹے اور بھدے جسم کا ایک اچھے خدوخال کا شخص تھا جس کے چہرے پر درندگی اور سفاکی صاف نمایاں تھی۔ گویا وہ ان مقابلوں میں بہت دلچسپی لے رہا تھا۔

میں اور ہاپون ان سارے مناظر کو دیکھتے رہے، مقابلوں کے لئے کوئی باقاعدہ تنظیم نہیں تھی بس جو شخص چاہتا میدان میں آ جاتا اور مقابلوں میں شریک ہو جاتا۔ میری نگاہ کسی ایسے شخص کو تلاش کر رہی تھی جو اب تک حاوی چلا آ رہا ہو اور میں نے محسوس کیا کہ کئی آدمی تھے جو اپنے مقابل کو شکست دے کر دوسروں سے جنگ کرنے لگے تھے۔ ''لیکن اس کا طریقہ کار کیا ہے؟'' میں نے ہاپون سے سوال کیا اور ہاپون چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

''اس قتل و غارت گری کے مقابلے میں تم مجھ سے پوچھ گچھ کر رہے ہو۔'' اس نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

''ظاہر ہے تم بھی ان میں شریک ہو، مقابلے دیکھنے کے لئے آئے ہو۔'' میں نے سوال کیا۔

''بحالتِ مجبوری۔'' ہاپون نے جواب دیا۔ ''ورنہ مجھے خون خرابے سے زیادہ حسن و عشق کی چاشنی پسند ہے، اب بھی چاہو تو سماتا تک پہنچنے کے راستے نکل سکتے ہیں۔'' ہاپون نے کہا اور مجھے غصہ آ گیا۔

''مجھے سمجھ نہیں آتا ہاپون کس قسم کے انسان ہوں۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرا عزم ہے کہ میں مقابلوں میں حصہ ضرور لوں گا اور جب مر جاؤں گا تو میری لاش انہی لاشوں کی طرح اٹھوا کر پھنکوا دی جائے گی۔ زخمی ہوا تو کسی طبیب تک پہنچ جاؤں گا۔ تم اگر جانا چاہو تو مجھے یہاں سے اٹھا کر نہ لے جانا۔ لیکن بار بار میرے جذبات کو مجروح کرنے کی کوشش نہ کرو۔'' میں نے شدید غصے میں کہا اور ہاپون کھسیا گیا۔

''اوہو۔ تو رنگ اتنا گہرا ہے میرے دوست۔''

''ہاں۔ بے حد۔'' میں نے جواب دیا۔

''تب میں تمہاری ناپسندیدگی کو کیوں مول لوں جبکہ میرے جیسے دس آدمی ...مل کر اسے نہیں اتار سکتے۔'' ہائپون نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''کاش تم یہ بات پہلے سمجھ لیتے تو بلاوجہ میرا ذہن تمہاری طرف سے اتنا خراب نہ ہوتا۔''

''ٹھیک ہے میرے دوست۔ اب تم اپنے ذہن کو تبدیل کرلو میں تمہیں اب ان مقابلوں سے نہیں روکوں گا لیکن کچھ مشورے ضرور دوں گا۔''

''کیا؟'' میں نے سوال کیا۔

''مطلب یہ کہ تمہیں کیا ضرورت ہے کہ تم ابھی سے جا کر مقابلوں میں شریک ہو جاؤ اور بلاوجہ ایک کی بجائے دس آدمیوں سے مقابلہ کرو۔ اس سے کیا فائدہ۔''

''میں اب بھی نہیں سمجھا۔'' میں نے کہا۔

''سمجھنے کی کوشش کرو۔ جو لوگ ابتدا میں مقابلے میں شریک ہوگئے ہیں میرا خیال ہے وہ خسارے میں رہیں گے۔ وہ آج شام تک لڑتے رہیں گے اور اگر وہ دوسروں پر بھاری رہے تو کل انہیں دوبارہ مقابلہ کرنا پڑے گا۔ صورت حال یہ ہے کہ مقابلہ کرنے والے ایک ایک کر کے زخمی یا قتل ہوتے چلے جائیں گے اور پھر جو افراد باقی رہ جائیں گے وہ مقابلہ کریں گے گویا ایک مقابل کو اگر وہ شروع ہی سے حاوی رہا تو پھر اس مقابل کو سب سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ اس کے برعکس میرے ذہن میں ایک اور ترکیب ہے اور میرا خیال ہے کہ ہر سمجھدار آدمی وہی کرے گا۔'' ہائپون نے کہا اور میں نے جلدی سے پوچھا۔

''کیا ....'' میں ہائپون کی باتوں میں کافی حد تک دلچسپی لے رہا تھا۔

''اطمینان سے بیٹھے رہو اور اس وقت کا انتظار کرو جب مقابلے ختم ہونے پر آئیں۔''

''تو پھر....؟''

''تو پھر یہ کہ تم صرف اس آدمی سے مقابلہ کرنا جو تمام مقابلوں کو شکست دیکر تنہا رہ گیا ہو اور اپنا ثانی کسی کو نہ سمجھتا ہو۔ اس طرح تمہیں اپنی پوری قوت مجتمع کر کے صرف ایک شخص سے مقابلہ کرنا پڑے گا اور وہ شخص بے شمار لوگوں سے لڑ چکا ہوں اس لئے تھک گیا ہوگا۔ اس تھکے ہوئے آدمی سے مقابلہ کرنے کے لئے تم اپنی قوت صرف کر دینا اور میرا خیال ہے کہ یہ بات یہاں کے قانون کے خلاف نہیں ہوگی۔ یعنی تم اس مقابلے میں بآسانی حصہ لے سکتے ہو جو آخری ہو۔'' ہائپون نے کہا اور میں ہائپون کے بارے میں سوچنے لگا۔ ہائپون بلاشبہ ایک چالاک آدمی تھا نجانے دوسرے لوگوں نے یہ بات کیوں نہ سوچی تھی حالانکہ اگر یہ بات سوچی جاتی تو شاید مقابلے کے لئے ایک بھی شخص میدان میں نہ آتا۔ یہ تو بڑی دلچسپ بات ہے۔'' میں نے ہائپون سے مکمل اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

''بلاشبہ ہائپون تمہارا ذہن سازشوں میں اور چالوں میں اپنا ثانی نہیں رکھتا ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بات یہ ہے کہ جب کوئی نادان دوست پیچھے پڑ ہی جائے تو اس کا ساتھ دینا ہی پڑتا ہے۔'' ہائپون نے مضمحل لہجے میں کہا اور میں نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی۔ ہائپون کی یہ تجویز مجھے بے حد پسند آئی تھی۔

ہم لوگ اس وقت تک مقابلے دیکھتے رہے جب تک شاہ اپی ٹس نے مقابلے بند کرنے کا اعلان نہ کر دیا۔ یعنی اب آرام کا وقت تھا اور جسے میں دوسرا دن کہتا تھا اس دن مقابلے دوبارہ شروع ہو سکتے تھے یعنی آج کے مقابلے ختم ہو گئے تھے۔ ان مقابلوں میں باقی رہنے والے صرف چودہ افراد تھے اور ان چودہ میں سے چھ ایسے تھے جو اپنے مقابلوں کو شکست دیتے رہے اور کامیاب و کامران تھے۔ یہ سب کے سب بڑے قوی ہیکل اور خونخوار نظر آ رہے تھے۔ ان کے جسم کی پھرتی دیکھنے کے قابل تھی۔ اگر انہیں اجازت دی جاتی کہ مقابلہ اس وقت تک جاری رکھا جائے جب تک صرف ایک شخص باقی نہ رہ جائے تو میرا خیال ہے کہ وہ پیچھے نہ ہٹتے۔ لیکن شاہ اپی ٹس سکون سے فیصلہ چاہتا تھا۔ چنانچہ مقابلوں کا دوسرا دور شروع ہوا اور وہ بھی اسی انداز میں ختم ہو گیا۔ یعنی آج ان چودہ افراد میں صرف دو افراد باقی بچے تھے۔ باقی سب نئے لوگ آ چکے تھے۔ بیشمار لوگ تھے جو مقابلوں کے لئے تیاریاں کر کے آتے تھے اور ان ہلاک ہونے والوں اور زخمیوں سے سبق نہیں لے رہے تھے۔

اس دوران ہائپون مسلسل کوشش میں مصروف رہا تھا کہ مجھے سمجھائے اور باز رکھنے کی کوشش کرے لیکن میرے ذہن میں تو پری فون بسی ہوئی تھی یقیناً وہ سوچ رہی ہو گی کہ ابھی تک میں میدان میں نہیں آیا۔ حالانکہ میں نہیں جانتا تھا کہ پری فون ان مقابلوں کو دیکھنے کے لئے آتی ہو گی یا نہیں لیکن میں اب اس کے سامنے اس وقت تک نہیں جانا چاہتا تھا جب تک میں کوئی خاص حیثیت اختیار نہ کر لوں۔ بار بار جا کر اسے متاثر کرنا نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی خود الجھنوں کا شکار ہونا چاہتا تھا۔ یقینی طور پر وہ ان مقابلوں کو دیکھ کر بددل ہوئی ہو گی اور اب جب کہ میں اس کے پاس جاؤں گا تو وہ مجھے انہی باتوں کے لئے مجبور کرے گی جن کا کرنا میرے لئے پسندیدہ نہ ہو گا۔ بالآخر اس طویل ہنگامے کے بعد وہ وقت آ گیا جب صرف دو مقابل ایک دوسرے سے نبرد آزما رہ گئے۔

اور ہوا یوں کہ اپی ٹس نے فوری طور پر اعلان کر دیا کہ اب جتنے لوگ مقابلے میں شریک ہونا چاہیں تو ہو جائیں کیونکہ جشن کے ایام ختم ہو رہے ہیں اور مقابلے میں شرکت کی اجازت صرف انہیں دی جائے گی جو پہلے سے اعلان کر دیں گے۔

تو وہ وقت آ گیا تھا جب مجھے اس مقابلے میں شریک ہو جانا تھا۔ سو میں بھی کھڑا ہو گیا اس مقابلے میں۔

ہائپون نے مضمحل انداز میں مجھے دیکھا اور منہ سے ایک لفظ بھی نہ کہا اور وہ بڑا بددل نظر آ رہا تھا لیکن میں نے اس کی پرواہ نہ کی۔

آخری بار جو آدمی آئے تھے ان کی تعداد کل آٹھ تھی۔ دو آدمی تو وہ تھے جو مقابلہ کر رہے تھے۔ سو کل تعداد دس تھی اور اب انہیں دس آدمیوں میں مقابلہ ہونا تھا جن میں، میں بھی شامل تھا۔

ان دس آدمیوں کا فیصلہ ہونے میں زیادہ دیر نہ لگتی لیکن شاہ اپی ٹس نے کچھ نئے قوانین وضع کر دیئے۔ جن کے تحت صرف دو دو آدمیوں کو مقابلے کے لئے میدان میں رہنا تھا۔ وہ اس مقابلے کو کچھ اور دلچسپ بنانا چاہتا تھا۔ کیونکہ مقابلہ اب آخری دور میں داخل ہو گیا تھا۔

میری باری ابھی نہیں تھی۔ صرف وہ دو مقابل میدان جنگ میں تھے جو پہلے سے مقابلہ کر رہے تھے۔ دونوں بہت پھرتیلے تھے۔ اس کے

علاوہ خونخوار بھی تھے۔ میں واپس آ گیا تھا اور اس بار میں بائیون کے نزدیک نہیں گیا تھا بلکہ خود اس سے بچنے کی کوشش میں لوگوں کی بھیڑ میں داخل ہو گیا تھا۔

میں ایک جگہ جا کر کھڑا ہو گیا۔ تب میں نے دیکھا کہ ایک دبلا پتلا سا نوجوان سا خوبصورت سا آدمی میرے نزدیک آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے میری جانب دیکھا اور آہستہ سے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

''میرا نام فیرونا ہے۔'' میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

''کیا چاہتے ہو؟'' میں نے سوال کیا۔

''تم سے اہم گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔'' اس نے جواب دیا۔

''ٹھیک۔'' میں نے کہا اور اس نے آہستہ سے گردن ہلا دی۔ وہ شخص مجھے دوسرے لوگوں سے ہٹا کر کچھ فاصلے پر لے گیا اور کہنے لگا۔

''تم میں سے کسی بھی شخص کو میں اپنی مقصد براری کے لئے آمادہ کر سکتا ہوں اور اس کے لئے نجانے کیوں میں نے تمہارا ہی انتخاب کیا ہے۔'' اس کا لہجہ پراسرار تھا اور انداز بڑا ہی تعجب خیز۔ میں نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا، بلاشبہ خوبصورت نوجوان تھا لیکن اس کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی اور بدن بہت ہی دبلا پتلا تھا۔

''میں پھر تم سے یہی سوال کروں گا کہ کیا چاہتے ہو؟'' میں نے کہا۔

''میرے دوست میں جانتا ہوں کہ یہاں بے شمار لوگ مقابلوں میں حصہ لینے کے لئے آئے ہیں۔ بہتوں نے جان گنوائی اور بہت سے زخمی ہوئے لیکن ان سب کے ذہنوں میں صرف ایک ہی مقصد ہے اور وہ ہے اپی ٹس کی حکومت کا حصول اور اگر حکومت کے ساتھ انہیں پری فون بھی مل جائے تو کون ہے جو اس حسینہ کو نظر انداز کرے گا۔ لیکن میرے دوست مجھے ایک صاحب دل کی تلاش ہے۔ سو ماجرا یہ ہے کہ میں بہت چھوٹی سے عمر کے اس وقت سے جب مجھے حسن وعشق کا کوئی احساس بھی نہ تھا۔ میں پری فون کو چاہتا ہوں اس سے محبت کرتا ہوں لیکن میرے حالات اور میرے جسم نے مجھے اس کی اجازت نہیں دی کہ جب پری فون کے حصول کا وقت آئے تو میں ان بہادروں سے نبرد آزما ہوں جو اسے حاصل کرنے کے لئے آئے ہیں لیکن میں نے اپنے علم کی قوتوں کو اس قدر بڑھا لیا کہ میں کسی کو بھی اپنی جانب سے کھڑا کر سکتا ہوں اور اسے کامیاب بنوا سکتا ہوں۔ یہ نعم البدل تھا میری جسمانی قوتوں میں کمی کا۔ سو میں اس کام کے لئے تمہیں منتخب کرتا ہوں اور سنو ایک پیشکش بھی کرتا ہوں وہ یہ کہ جب تم مقابلے میں کامیاب ہو جاؤ اور قانون کے مطابق پری فون کے مالک بن جاؤ تو مجھے اپنا آقا تسلیم کر کے یہ اعلان کر دینا کہ تم نے میرے لئے جنگ کی تھی اور تم میرے کاس ہو۔ اور جب پری فون میری ملکیت بن جائے گی اور اس کا مالک ہونے کی حیثیت سے میں اس حکومت کا مالک بن جاؤں گا تو تمہیں حکومت کی وہ اہم ذمے داریاں سونپ دوں گا جن کے تحت تم مجھ سے کم درجہ نہ رکھو۔ یعنی حکومت کے حصول کی خواہش جو تمہارے ذہن میں پرورش پا رہی ہے اور تمہیں یہاں تک لے آئی ہے اس انداز میں پوری ہو جائے گی۔ تم تحت الثریٰ میں جہاں تک اپی ٹس کی حکومت ہو گی جو کچھ چاہو گے کرنے کے لئے آزاد ہو گے اس زمین کی حسین عورتیں تمہاری غلام ہوں گی اور اس زمین کا چپہ چپہ تمہارے زیر تحت ہو گا۔ گویا اصل حکمران تم ہو گے۔

میں تو صرف پرسی فون کا شوہر ہوں گا...... اور میرے دوست میرے یہ خواہش ناجائز نہیں ہے کیونکہ میں بچپن سے اسے چاہتا ہوں اور اسے حاصل کرنے کے خواب دیکھتا رہا ہوں۔ میری بدبختی کہ میں اس قدر طاقتور نہ بن سکا کہ اس کے مقابلے میں براہ راست حصہ لے سکوں۔''

''تو کیا تمہارا علم تمہاری ہیت میں تبدیلی نہیں کر سکتا؟'' میں نے سوال کیا۔

''نہیں۔ میں اپنے لئے اپنے علم سے کچھ نہیں کر سکتا۔ ہاں دوسرے کو میں ناقابل تسخیر بنا سکتا ہوں یہی میرا علم ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

''لیکن میرے خیال میں تمہارا یہ علم بالکل ناکارہ ہے جو تمہیں بذاتِ خود کچھ نہ دے سکا اور تم دوسروں کے محتاج ہو۔''

''میں محتاج نہیں ہوں لیکن بس یہ علوم کی پیچیدگیاں ہیں، میں اپنے لئے وہ کچھ نہیں کر سکتا بلکہ دوسروں سے کرا سکتا ہوں؟''

''اور تم پرسی فون کو چاہتے بھی ہو؟''

''ہاں۔''

''اور کیا وہ بھی تمہیں اسی انداز سے چاہتی ہے، جس طرح تم؟''

''نہیں۔ وہ ایک مغرور شہزادی ہے حالانکہ وہ مجھے اچھی طرح جانتی ہے لیکن اس نے کبھی مجھ سے التفات کا اظہار نہیں کیا اور ہمیشہ مجھے ایک عام حیثیت دیتی رہی۔''

''لیکن میرے دوست میں تمہیں بھی وہ حیثیت نہیں دے سکتا کیونکہ میں خود بھی پرسی فون کو چاہتا ہوں۔''

''کیا مطلب؟'' اس نے خونخوار نگاہوں سے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

''ہاں اگر تم اپنے علم کے ذریعے ان لوگوں کو شکست دے سکو تو پرسی فون مجھے دے دینا اور حکومت تم خود لے لینا۔ میں اس پر تیار ہوں۔'' میں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا اور وہ مجھے گھورنے لگا۔ پھر اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔

''یہ تو تمہاری خوش بختی تھی کہ میں تمہاری مدد پر آمادہ ہو گیا لیکن شاید تمہاری بدنصیبی تمہاری ذات پر مسلط ہے۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے وقت کا انتظار کرو تم دیکھو گے ان میں سے صرف وہ شخص کامیاب ہوگا جو میری شرائط قبول کرے گا۔'' وہ آگے بڑھ گیا اور میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ خوب عاشق تھا یہ بھی جو دوسروں کے ذریعے اپنے محبوب کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔

☆☆☆☆

فیرونا نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ جیسا کہ اس نے کہا تھا کہ وہ اپنے علم کی قوت سے کسی بھی شخص کو فاتح بنا سکتا تھا۔ چنانچہ یہی کہا جا سکتا تھا کہ اب وہ کسی دوسرے شخص کا انتخاب کرے گا اور گویا میرے مقابلے پر کوئی ایسی قوت ہوگی جس کے ساتھ فیرونا کا علم بھی شامل ہوگا۔ میں نے لڑنے والوں کو دیکھا، وہ ایک دوسرے کو ہر قیمت پر زیر کرنے کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔

اور یہ اتفاق تھا کہ میری نگاہ اس شخص پر پڑ گئی جس کے نزدیک دبلا پتلا فیرونا کھڑا ہوا تھا۔

وہ شخص بڑے پرتپاک انداز سے فیرونا سے گفتگو کر رہا تھا اور پھر اس نے بڑی گرم جوشی سے فیرونا سے ہاتھ ملایا تھا۔ گویا معاملہ پکا ہو گیا۔

خوب..... اب ذرا اس شخص کے کارنامے بھی دیکھ لئے جائیں اور اندازہ لگایا جائے کہ فیرونا جس کا مددگار ہے، وہ کیا کارنامے سرانجام دیتا ہے۔ یہ شخص میدان جنگ میں اترا ہی چاہتا تھا لیکن فیرونا کی پیشکش پر وہ بہت جلد راضی ہوگیا تھا۔ گویا وہ پری فون کو فیرونا کے حوالے کرنے پر تیار ہوگیا تھا۔ یا پھر اس نے سوچا ہوگا کہ وعدہ کر لینے میں کیا حرج ہے، اس کے ہتھیار اسے فاتح بنائیں گے اور وہ کہہ دے گا کہ فیرونا کے علم کو تو اس نے آواز ہی نہیں دی تھی اور عمدہ طریقہ ہے یہ۔

تب میں نے اسے جنگ کرتے دیکھا۔ عمدہ لڑاکا تھا، شاندار جنگ کر رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنے مقابل کی گردن اتار دی اور اس کی تلوار سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے۔ وہ خوش ہو کر زور زور سے تلوار ہلا رہا تھا۔

''اور کون ہے ہشارا کا مقابل؟'' اس کی للکار میدان میں گونج اٹھی لیکن مقابلہ کرنے والوں کی کیا کمی تھی۔ سب کے سب اپنے زعم میں تھے۔ فوراً ہی دوسرا مقابل آ گیا اور ہشارا نے اپنی تلوار ہلائی۔ جھنکار گونجی اور اس بار ہشارا نے معمولی سے مقابلے کے بعد اپنے مقابل کو سخت زخمی کر دیا۔ یعنی وہ اس قابل نہ رہا کہ مقابلہ جاری رکھ سکے اور بہت جلد ہشارا کی آواز پھر ابھری۔

بلاشبہ اگر یہ فیرونا کی قوت تھی تو خوب تھی اور اگر یہ جوان بذات خود اتنی عمدہ کارکردگی کا حامل تھا تو قابل داد تھا۔ بہت ہی مختصر وقت میں اس نے پانچ مقابل ٹھنڈے کر دیئے اور اس کی تلوار کا رنگ سرخ ہوگیا اور اب وہ نئے خون کی تلاش میں تھا۔

میں نے سوچا کہ بس اب مجھے عمل کے میدان میں اتر آنا چاہئے۔ چنانچہ اس بار اس کی للکار میں نے قبول کی تھی۔ میں میدان میں نکل آیا۔ میرے دوست ہاپون کو میری اس کارروائی کے بارے میں کوئی علم نہ تھا۔ اگر وہ اس وقت مجھے دیکھ رہا ہوگا تو یقینی طور پر شدید اضطراب کا شکار ہو گا کیونکہ اس نے اس شخص کی جس کا نام ہشارا تھا، کارروائی دیکھ لی ہوگی اور اندازہ لگا رہا ہوگا کہ اس نے اپنے تمام رقیبوں کو شکست فاش دی ہے..... اور اس وقت میرا اس شخص کے سامنے آ جانا ہاپون کی نظر میں ایک صدمۂ جانکاہ ہوگا۔ وہ یہ سمجھے گا کہ بس اب اس کا دوست بھی چند ساعت کا اس دنیا میں مہمان ہے۔

لیکن میرے ذہن میں کچھ اور ہی تھا۔ ہشارا نے مجھے دیکھا اور اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے اپنی تلوار کو جھٹکا دیا جس سے بے شمار خون کے قطرے نیچے جا پڑے۔

''تُو نے اسے دیکھا، یہ سرخ لہو ان تمام دلوں کا ہے جو پری فون اور اس حکومت کے خواہشمند تھے۔ تجھے اندازہ ہوگا کہ تیرا حشر بھی ان سے مختلف نہ ہوگا۔ پھر کون سا جذبہ تجھے میرے سامنے لے آیا ہے؟''

''صرف ایک جذبہ۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''وہ کون سا؟''

''یہ کہ تیری تلوار کے اس خون کو تیرے مردہ جسم سے رنگین کر دوں اور پھر سر بدن سے صاف کر دوں اور ان تمام لوگوں کا انتقام لوں جنہیں تُو نے ختم کیا ہے۔''

''اوہو..... گویا تو صرف انتقام کا خواہشمند ہے؟''

''نہیں۔ ساری چیزوں کا خواہشمند ہوں ..... اور سب سے پہلی خواہش یہ ہے کہ تجھے قتل کردوں۔''

''بس اب زیادہ باتیں بنانے کی ضرورت نہیں ہے، سامنے آؤ۔''

میں نے بھی اپنی تلوار سنبھال لی اور مقابلہ شروع ہوگیا۔ تلواروں کی جھنکار میدان میں گونجنے لگی۔

ہشارا کا خیال تھا کہ جس طرح اس نے اپنے تمام مقابلہ کرنے والوں کو چند ساعت میں زیر کرلیا ہے، اسی طرح اس کا ایک اور شکار اس کے سامنے آگیا ہے چنانچہ اس نے پینترے بدل بدل کر صرف ایسے وار کیے جو کارآمد ہوں۔ اس کا خیال تھا کہ وہ زیادہ تھکنے نہ پائے اور مقابلہ کرنے والے کو صرف دو تین وار میں ٹھنڈا کردے..... تاکہ دوسرے مقابلہ کرنے والے کے لئے اس کی قوت بحال رہے اور اب تک وہ اسی کارروائی پر عمل پیرا تھا۔ اس کی وجہ شاید اس کی بے پناہ جنگی مہارت اور شمشیر زنی کا اعلیٰ معیار تھا۔ لیکن اس بار اس کا یہ معیار خود بخود ختم ہوگیا کیونکہ اس کے تمام وار میں نے کچھ اس انداز میں خالی کردیئے تھے کہ وہ حیران رہ گیا تھا۔ میں نے اس کے لئے کوئی محنت نہیں کی تھی، بس تلوار کی ہلکی سی جنبش سے اسے چکر دیتا رہا تھا۔

تب چند ساعت کے بعد وہ سنبھل گیا۔ اس نے سوچا، صورتحال درست نہیں ہے۔ یہ ضروری تو نہیں تھا کہ ہر مقابلہ کرنے والا ان لوگوں کی مانند ہوتا جو اب تک اپنے احمق پن سے اس کے نشانوں کا شکار ہوئے تھے۔

چنانچہ میں نے دیکھا، اس کے وار کرنے کے انداز میں تبدیلی پیدا ہوگئی تھی۔ اب وہ سنبھل کر وار کررہا تھا اور لوگ جو اس کی ہر جنبش کو تیز نظروں سے دیکھنے کے عادی ہوگئے تھے، اس کی جانب اور متوجہ ہوگئے۔ ان کے انداز میں بے پناہ جوش پیدا ہوگیا تھا اور وہ ہشارا کے ہر حملے کی داد دے رہے تھے۔

اب میدان میں کافی آوازیں بلند ہونے لگی تھیں اور ہشارا دانت پیس پیس کر میری جانب حملے کررہا تھا۔

میں نے اس دوران جو اندازہ لگایا تھا، وہ یہ تھا کہ ہشارا کافی مضبوط شخصیت کا مالک ہے۔ جنگی مہارت اس میں بے پناہ ہے اور اگر اب اس میں فیرونا کا علم بھی شامل ہے تو وہ کس انداز میں..... میں اس سے ناواقف تھا۔

ہشار کے حملے تیز سے تیز تر ہوتے جارہے تھے۔

میں چند ساعت کے لئے پیچھے ہٹ گیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کس انداز سے ہشارا پر حاوی ہوں۔ میں نے یہ بھی سوچا کہ کیوں نہ مدافعتی انداز ختم کردیا جائے اور خود بڑھ کر حملے کروں۔ چنانچہ میں نے یہ کوشش شروع کردی ..... اور یہ کوشش میرے حق میں یعنی ہسکی کے حق میں بہتر ہی ثابت ہوئی تھی۔

چند ہی ساعت کے بعد میں نے محسوس کیا کہ میرے تابڑ توڑ حملوں سے ہشارا کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار نمودار ہوگئے ہیں۔ پھر اس نے بھی کافی فاصلہ کرنے کے بعد پناہ لی اور میں نے محسوس کیا کہ اس کی نگاہیں چاروں طرف کسی کو تلاش کررہی ہیں۔ اس کی آنکھوں میں چھپا ہوا

اضطراب صاف محسوس کر رہا تھا۔ غالباً اسے یہ احساس ہوگیا تھا کہ اس بار اسے خطرناک مقابل سے واسطہ پڑا ہے اور اب تک وہ جن لوگوں کو شکست دے چکا ہے، ان کا مسئلہ بالکل مختلف تھا...... اور اس کی بھٹکتی ہوئی نگاہیں، لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں سمجھ سکتے تھے لیکن میں ضرور غور کرسکتا تھا۔ گویا یہ فیرونا سے مدد کی درخواست تھی کہ اس کٹھن وقت میں فیرونا اس کی مدد کرے۔

میں نے چند ساعت کے لئے رک کر چاروں طرف دیکھا اور میری نگاہ کافی تیز تھی۔

دبلا پتلا مدقوق سا فیرونا آگے آگیا تھا اور اب سامنے ہی موجود تھا۔ ہشارہ کی نگاہ اس پر پڑی اور میں نے دیکھا کہ فیرونا نے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں اس کے سامنے کر دیں۔ اس نے ان ہتھیلیوں کو اس انداز میں جنبش دی جیسے کچھ کر رہا ہو اور ہشارا کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس بار وہ بڑے اعتماد سے تلوار لے کر میرے سامنے آگے بڑھا تھا اور میں نے خود کو اس کے لئے تیار کر لیا تھا۔

گویا اس نے محسوس کر لیا تھا کہ اب اس کی فتح یقینی ہے تو پروفیسر ہمیکی کی حیثیت سے مجھے خوفزدہ بھی ہونا چاہئے تھا۔ سو ایک لمحے کے لئے میرے دل میں ایسے احساسات ابھرے جو اس سے قبل نہیں ابھرے تھے۔

اس کی تلوار میری تلوار پر پڑی تو مجھے محسوس ہوا جیسے ایک عظیم وزن میری تلوار پر آ پڑا ہو۔ آہ، یہ فیرونا تو واقعی کام کی چیز تھی۔ ورنہ تلوار کے وزن اور پہاڑ کے وزن میں تو فرق ہوتا ہے۔ میں اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ ہشارا کو بھی احساس ہوگیا کہ صورتحال یکدم بدل گئی ہے چنانچہ اس نے دوسرا حملہ کیا۔ یہ حملہ بھی ایسا تھا کہ میں پینترہ بدل کر وار خالی نہیں دے سکتا تھا بلکہ مجھے اسے تلوار پر روکنا ضروری تھا۔ میں نے تلوار سامنے کی اور میری تلوار دو ٹکڑے ہوگئی۔ میں اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

اصول یہ تھا کہ اگر کسی کے ساتھ ایسا کوئی واقعہ پیش آ جائے تو وہ فوراً شکست کا اعتراف کرلے اور پیچھے ہٹ جائے۔ ایسی صورت میں اسے معاف کیا جاسکتا تھا۔ دوسری صورت میں وہ اعتراف نہ کرے تو اس کے مقابل کو حق تھا کہ وہ اسے قتل کر دے۔ ہاں، جس کے ساتھ حادثہ پیش آ جائے وہ اگر بہت پھرتیلا ہو اور مقابلہ کرنا چاہتا ہو تو دوبارہ ہتھیار حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ یہ ہتھیار ایک مخصوص حصے میں سجے ہوئے تھے اور ان میں تمام آلات حرب موجود تھے لیکن اگر نہتا لڑاکا ہتھیاروں کی طرف لپکے تو اس کے مقابل کو حق تھا کہ وہ اسے ہتھیاروں تک پہنچنے سے قبل قتل کر دے۔ چنانچہ ہشارا متجسس نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا اور اندازہ لگا رہا تھا کہ میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔

''شکست قبول کر رہے ہو لڑاکے؟'' بالآخر اس نے مجھے مخاطب کیا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ''اگر تم نے با آواز بلند شکست قبول نہ کی اور دونوں ہاتھ اوپر نہ اٹھا دیئے تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔''

''اوہ...... وہ میرا ساتھی۔'' میں نے خوش ہو کر ہشارا کے عقب میں دیکھا اور ہشارا بے اختیار دوسری طرف پلٹا۔ اول تو میں نہتا تھا لیکن اگر میرے پاس کوئی ہتھیار رہتا بھی تو میں اس انداز میں اس پر فتح حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔ یہ مہلت صرف میں نے اس لئے طلب کی تھی کہ ہتھیاروں تک پہنچ سکوں۔ اور میں نے یہی کیا۔ میں نے برق رفتاری سے ہتھیاروں کی طرف چھلانگ لگائی تھی۔

ہشارا کو تو بعد میں احساس ہوا کہ میں کیا چال چل گیا اور جب وہ ہوشیار ہوا تو میں اپنا کام کر چکا تھا یعنی ہتھیاروں کے قریب تھا۔ ہشارا

میری طرف دوڑا لیکن مجھے خاصا موقع میسر تھا۔

اعلیٰ قسم کے تمام ہتھیار موجود تھے لیکن میری نگاہ ایک انتہائی لمبے چوڑے کھانڈے پر پڑی اور اس کے ساتھ ہی میرے بدن میں جھرجھری سی دوڑ گئی۔ شاید میری شخصیت میرے اندر ابھر آئی تھی اور اس وقت یہ ضروری تھا۔ ہبکی کی حیثیت سے میں مقابلے میں کمزور پڑ رہا تھا کیونکہ اس کے ساتھ فیرونا کا علم تھا۔ اس علم کے سامنے آنے کے لئے میرا اپنا کردار ضروری تھا اور میں نے خود کو خود میں محسوس کیا۔ تب تیشہ میرے ہاتھ میں آ گیا اور لوگوں نے اتنا لمبا چوڑا کھانڈا میرے ہاتھ میں دیکھ کر قہقہہ لگایا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ میں اس وزنی کھانڈے کو ایک ہاتھ سے ہلا بھی نہیں سکوں گا۔

ہشارا میرے سامنے آ کر رک گیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

''تو بے حد چالاک ہے نوجوان۔''

''کیوں؟'' میں نے سوال کیا۔

''تو نے خوب دھوکا دیا مجھے۔''

''جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن یوں لگتا ہے جیسے تیرا ذہنی توازن خراب ہو گیا ہے۔''

''وہ کیوں میرے دوست؟''

''کیا تو اس نمائشی کھانڈے سے جنگ کرے گا؟''

''تجھے اس کی کاٹ پر شک ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

''نہیں۔ یہ ایک مکمل ہتھیار ہے لیکن اس سے قبل اسے کبھی استعمال نہیں کیا گیا ہوگا۔ اسے استعمال کرنے کے لئے تو قارازکا کوئی جن ہی اترے گا۔''

''میں قارازکا جن ہوں۔''

''خوب۔ کیا نام ہے تیرا؟''

''ہبکی۔''

''افسوس۔ ان کے ہاں یہ نام نہیں ہوتے لیکن میں تجھے ایک مشورہ دے سکتا ہوں۔''

''وہ کیا؟''

''کوئی ہلکا ہتھیار لے لے تاکہ تجھ سے جنگ کا لطف اٹھا سکوں۔ تو کھانڈے کو گھماتا رہ جائے گا اور میں تیری کمر کے دو ٹکڑے کر دوں گا۔''

''مشورے کا شکریہ لیکن میرا خیال ہے کہ میں زیادہ محنت کرنے کے بجائے جلد ہی مر جانا پسند کروں گا بس یہی میرا فیصلہ ہے۔''

''تو پھر آ جا۔'' ہشارا چند قدم پیچھے ہٹ گیا اور میں نے تیشے کو اپنی گرفت میں لے لیا۔

لوگوں نے پھر اس مقابلے میں دلچسپی لینا شروع کر دی تھی۔ وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ وہ شخص جو ہشارا کی تلوار کا وزن اپنی تلوار پر برداشت نہ کر سکا، اب تیشے کو کس طرح استعمال کر سکتا ہے۔

لیکن میں بدل گیا تھا۔ میری مٹھی میں وزنی تیشہ دبا ہوا تھا اور میں ذرا بھی گرانی محسوس نہیں کر رہا تھا۔ تب ہشارا نے دو تین بار تلوار کو نمائشی انداز میں گھمایا اور پھر میری طرف لپکا..... میں نے تیشے کا زبردست وار کیا تھا۔

لیکن ہشارا کافی طاقتور تھا۔ اس نے اس وار سے خود کو بچا لیا۔ لیکن تیشہ جس انداز میں اس کی جانب گھوما تھا وہ لوگوں کے لئے تعجب خیز بات تھی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ میں اس انداز میں اسے نہ گھما سکوں گا۔ میں نے اس پر دو تین حملے کئے اور ہشارا چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔ شاید اس نے اندازہ کر لیا تھا کہ جو کچھ وہ سوچ رہا ہے، وہ درست نہیں تھا۔ صورتحال خاصی خراب تھی۔ چنانچہ کافی احتیاط کے ساتھ وہ پینترے بدل بدل کر مجھ پر حملے کرنے لگا۔ شاید وہ اس وار کی تلاش میں تھا جو مجھے ناکامی سے دوچار کر دیتا اور اس میں زیادہ دیر نہ لگی۔

میں نے تیشے کا ایک پورا ہاتھ گھمایا اور ہشارا نے پیچھے ہٹ کر میرے وار کو روکنے کی کوشش کی لیکن یہ اس کی حماقت تھی۔ میرا تیشہ اس کے بازو پر پڑا اور اس کا بازو کٹ کر الگ جا گرا۔ تلوار اسکے ہاتھ سے چھوٹ گئی تھی اور ہشار کے حلق سے درد و کرب میں ڈوبی ہوئی ایک خوفناک چیخ نکلی تھی۔

پورا مجمع چیخ پڑا تھا۔ لوگوں کو اس کامیابی کا یقین نہیں تھا لیکن بہر صورت حقیقت سے کون انکار کر سکتا تھا۔ میں نے فتح حاصل کر لی تھی۔ فیرونا کا علم بے کار ہو گیا تھا۔ اس کا علم زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا۔

اس کے بعد صرف چھ لڑاکے میرے سامنے آئے تھے لیکن اب صورتحال دوسری تھی۔ میں بآسانی انہیں ایک ایک دو دو وار میں درست کر رہا تھا اور لوگ حیران تھے کہ تیشہ جب سے میرے ہاتھ میں آیا ہے میں کیا سے کیا بن گیا ہوں۔ بالآخر وہ وقت آ گیا کہ میرا کوئی مقابل نہ رہا اور اپی تس نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر دیئے۔ میرے مداح میری طرف دوڑ پڑے اور ان میں میرا دوست ہاپون بھی تھا۔

ہاپون میرے لئے ڈھال بن گیا تھا۔ اس نے میری کمر میں دونوں ہاتھ ڈال رکھے تھے اور چیخ چیخ کر گیت گا رہا تھا۔ ایک عجیب ہنگامہ تھا، ایک عجیب شور و غوغا تھا جس سے میں خود کو آزاد کرانا ممکن نہیں پا رہا تھا چنانچہ مجھے ان لوگوں کے رحم و کرم پر ہی رہنا پڑا تھا۔

اپی تس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا اور وہ میرے پاس آ گئے۔ میں نے اپنے دوست ہاپون کو ساتھ لے لیا اور سپاہی ہمیں لے کر چل پڑے۔ ہاپون کا چہرہ خوشی سے سرخ ہو رہا تھا۔ وہ متعجبانہ انداز میں بار بار مجھے دیکھ رہا تھا۔ ہم سپاہیوں کے درمیان چل رہے تھے لیکن دونوں خاموش تھے۔ تب ہمیں ایک اعلیٰ رہائش گاہ میں ٹھہرایا گیا۔ اب میں اپی تس کا وارث اور اس کی بیٹی کا شوہر تھا۔ لوگ میری زیارت کو آ رہے تھے اور اس کے لئے باقاعدہ انتظام کیا گیا تھا۔ ایک شدید ہنگامہ تھا، ایسا ہنگامہ کہ کانوں کے پردے پھٹے جا رہے تھے۔ بہرحال ہاپون کو اور مجھے کافی دیر کے بعد مہلت مل سکی کہ ہم آرام سے بیٹھ کر گفتگو کر سکتے۔

تب ہاپون متحیرانہ انداز میں میرے نزدیک پہنچ گیا۔ وہ چاروں طرف دیکھنے لگا، پھر عجیب سے انداز میں بولا۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا..... میری سمجھ میں نہیں آتا کہ..... کہ۔'' وہ تعجب خیز لہجے میں اپنی بات کو ادھورا چھوڑ کر مجھے دیکھنے لگا۔

''کیا؟''میں نے پوچھا۔

''یہی کہ کیا ہیکی۔ وہ ہیکی جو بھیڑیں چراتا ہے۔ کیا تو وہی ہے کیا تو وہی بھیڑیں چرانے والا ہیکی ہے لیکن تیرے بازوؤں میں یہ کاٹ، یہ قوت کہاں سے آگئی، میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا ہیکی۔''

''دراصل ہائپون۔ میں نے تجھ سے کہا تھا کہ میں پری فون کا شوہر بنوں گا اور حالات جس انداز میں میرے تابع ہوئے تھے یہ تو تجھے اس سے ہی اندازہ لگالینا چاہئے تھا لیکن تو نے اپنے دوست کو کبھی اس قابل ہی نہ سمجھا''۔

''افسوس، افسوس ہیکی۔ میں تجھے ان معاملات کے روکتا رہا۔ اگر تو ان مقابلوں میں حصہ نہ لے پاتا تو کتنا بڑا المیہ ہوتا۔ وہ جو دوسروں کو شکست دینے کی صلاحیت رکھتا ہے خود اس صلاحیت سے فائدہ اٹھانے سے محروم رہے۔ آہ۔ تو نے چرواہوں کی اس بستی کی تقدیر بدل دی ہیکی۔ اب وہ بستی..... حکمرانوں کی بستی کہلائے گی اور تیرا باپ مجھے یقین نہیں آتا ہیکی بالکل بھی نہیں آتا۔''

ہائپون نجانے کیا کیا بکواس کرتا رہا لیکن میری نگاہوں میں پری فون کا چہرہ تھا۔ وہ پری فون جو ستاروں کو تراش کر بنائی گئی تھی۔ وہ پری فون جس کے یاقوتی لبوں پر ہر وقت شیریں مسکراہٹ رہتی تھی۔ وہ پری جو اپنے حسن میں یکتا تھی اور اب، اب وہ میری زندگی کے کتنی قریب تھی۔ اب وہ میری بیوی تھی۔ یہ تصور ہی میرے لئے بڑا عجیب وغریب تھا اور پروفیسر نجانے کیوں میری سوچ میں ہیکی کی سوچ شامل ہوگئی تھی۔ حالانکہ اگر میں اپنے طور پر سوچتا تو پری فون تو کیا دنیا کی کوئی عورت بھی میرے لئے اتنی بڑی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔ آخر کار میں ان سب سے منفرد تھا۔

اس کے بعد کیا ہوگا مجھے معلوم نہیں تھا لیکن جو کچھ ہوا وہ انتہائی بے تکا تھا۔ شور وہنگامہ یوں بھی مجھے زیادہ پسند نہ تھا لیکن میرا دوست ہائپون ان سارے ہنگاموں میں بے حد دلچسپی لے رہا تھا۔

لوگ ہمارے آگے پیچھے جا رہے تھے۔ ہر وہ سہولت اور تعیش ہمیں فراہم کیا جا رہا تھا جو ممکن ہوسکتا تھا۔ ہمارے خیموں کے سامنے ایک مخصوص وقت میں رقاصاؤں کی لائن لگ جاتی۔ وہ اپنی اداؤں سے ہمیں محظوظ کرنے کی کوشش کرتیں۔ ہر چیز کا خاص طور سے خیال رکھا گیا تھا۔ شاہ اپی ٹس نے ابھی مجھ سے ملاقات نہیں کی تھی لیکن بالآخر وہ وقت بھی آگیا جب اپی ٹس نے مجھے اپنے دربار میں طلب کرلیا۔

میں اس لباس کو پہن کر دربار میں داخل ہوا جو اپی ٹس نے میرے لئے بھجوایا تھا۔ گو بدلی ہوئی شکل میں میری وہ شان نہیں تھی جو اگر اصل حیثیت سے ہوتی تو وہ لوگ حیران رہ جاتے لیکن بہرصورت ہیکی بھی ایک خوبصورت نوجوان تھا اور جس لباس میں تھا اس میں خوب بیچ رہا تھا۔ شاہ اپی ٹس نے تخت سے اٹھ کر میرا استقبال کیا۔ اس کے ہونٹوں پر پُرمحبت مسکراہٹ تھی اور اس کی آنکھوں کا اظہار ہو رہا تھا اس لئے درباری بھی احتراماً کھڑے ہوگئے تھے۔ تب شاہ اپی ٹس نے کہا۔

''میرے معزز مہمان، میرے دوست اور ہماری روایات کے فاتح میں تجھے اپنے دربار میں خوش آمدید کہتا ہوں اور صدیوں سے ہماری روایات میں اگر کوئی شخص جو خود کو ان صلاحیتوں کا اہل ثابت کردے، جو ہمارے ہاں صدیوں سے مانی جاتی ہیں تو پھر اس حکمران کی کوئی حیثیت نہیں رہتی جو وقت کا حکمران ہوتا ہے چنانچہ بادشاہ اپی ٹس بصد خلوص اپنا یہ تخت اپنا یہ اعزاز اور اپنا یہ تاج تیرے حوالے کرنے کے لئے تیار ہے۔ رہی پری

فون کی بات تو وہ صرف تیری مرضی ہوگی اگر تو یعنی موجودہ شاہ اس سے شادی کرنا پسند کرے تو یہ پرسی فون کی خوش نصیبی ہوگی چنانچہ تاج حکومت آج تیرے سپرد کیا جاتا ہے اور پرسی فون کو تیری خادمہ کی حیثیت دی جاتی ہے اگر تو چاہے تو اس خادمہ کو اپنی بیوی بنا کر عزت بخش۔ ورنہ تیری مرضی تو جس طرح چاہے ہمیں رکھ سکتا ہے یہ تیرے اوپر منحصر ہے۔ تو ادھر آ معزز دروسا۔ یہ تاج اب اس نوجوان کا حق ہے جس کا نام ہکی ہے۔ ہاں۔ اس نوجوان سے چند سوالات میں ضرور کروں گا تا کہ اس کے لئے راہیں متعین کی جاسکیں۔ کیا تو میرے سوالات کے جواب دینے کے لئے تیار ہے نوجوان فاتح اور مستقبل کے حکمران۔'' شاہ اپی ٹس نے مجھ سے سوال کیا۔

''ہاں۔'' میں نے پرغرور انداز میں جواب دیا۔

''تیرا نام ہکی ہے تو کون سے علاقے سے تعلق رکھتا ہے۔''

''پہاڑوں کی اس بستی سے جو صرف غریبوں کی بستی ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''خود تیری کیا حیثیت ہے؟''

''ایک چرواہے کی۔''

''کیا مطلب؟''

''ہاں اس سے قبل میں صرف ایک چرواہا تھا۔''

''خوب..... خوب۔'' شاہ اپی ٹس کے چہرے پر کوئی خاص تغیر پیدا نہیں ہوا اور اس نے اپنے آدمیوں کو دیکھ کر کہا۔

''اور وہ شخص جو ابتدا سے امور سلطنت اور فنون جنگ میں نہیں ہوتا سو جب وہ ایسے فاتح کی حیثیت سے ابھرے کہ دوسرے اس کے مقابل نہ ہوں تو سمجھا جائے کہ وہ عظیم تر صلاحیتوں کا مالک ہے جو ان میں نہیں تھیں جو ان کاموں میں مصروف رہتے ہیں گویا وہ اپنی کل صلاحیتوں سے ابھرا ہے اور اس کے بعد حکومت میں جو تغیرات رونما ہوتے ہیں وہ ہر شخص کے لئے خوش نما ہوتے ہیں۔ سو میں امید کرتا ہوں کہ لوگوں تمہارا نیا حکمران بلاشبہ اعلیٰ صلاحیتوں کا مالک ہوگا اور چونکہ وہ تم میں سے ایک ہے اس لئے تمہیں اچھی طرح جانتا ہوگا۔ میں بے حد پرامید ہوں اور اس بات کا دعویٰ کرسکتا ہوں کہ ہمارا نیا حکمران ہمارے لئے سود مند ہوگا۔ تم بھی خلوص دل سے اسے اپنا آقا تسلیم کرو۔'' شاہ اپی ٹس نے کہا۔

''ہم تسلیم کرتے ہیں۔'' پورے دربار سے آوازیں آنا شروع ہوگئیں اور لوگوں نے اس بات کا اعتراف کیا۔

تب وہ شخص جسے دروسا کے نام سے مخاطب کیا گیا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھا وہ ایک باریش بوڑھا تھا جس کی عمر مجھے بعد میں معلوم ہوئی۔ اس کی عمر پندرہ صدیاں تھیں۔ وہ آگے آیا اور آنے کے بعد اس نے وہ تاج اٹھایا جو اپی ٹس نے اتار کر تخت پر رکھ دیا تھا۔ اس نے وہ تاج اٹھالیا اور میرے سر پر رکھ دیا۔ تمام درباریوں نے فتح کے نعرے لگائے تھے اور ہکی کو پرخلوص مبارکباد دینے کے ساتھ ساتھ اپنی خدمات کا اعادہ بھی کیا گیا تھا۔

یوں مجھے حکمران بنا دیا گیا۔ میرا دوست ہائپون میرے ساتھ تھا اسے کوئی منصب دینا میرا کام تھا۔ ہاں میرے ذہن میں ایک بات تھی وہ یہ کہ اب حکومت حاصل کرنے کے بعد پرسی فون کا مسئلہ بھی حل کرلیا جائے جس کا ایک عاشق فیروناً اپنے علوم کے ذریعے اس کے حصول میں ناکام رہا

تھا۔ نہ جانے اس کا کیا حال ہوگا اور اب وہ اپنے علوم کو کون سی شکل دے رہا ہوگا۔

سوہکی چرواہا اس عظیم حکومت کا حکمران بن گیا اور حکمران کے جو فرائض ہوتے ہیں انہیں انجام دینے کے لئے لوگ اس کی مدد پر متعین ہو گئے۔ دن اور رات سے خالی یہ مملکت ایک نئے حکمران کے کاندھوں پر آ گئی۔

لیکن ہمکی کو حکومت سے دلچسپی ہو سکتی تھی مجھے نہیں۔ البتہ تحت الثریٰ کے ماضی کی حسینہ پرسی فون میرے تصورات کا مرکز تھی اور جب خاصے وقت تک وہ میرے نزدیک نہ آئی تو بالآخر میں نے اپنے دوست ہاپون کو طلب کیا۔

''شہنشاہ کی خدمت میں آداب۔'' ہاپون نے مقامی انداز میں کہا۔

''زیادہ گڑبڑ کی تو اچھا نہ ہوگا۔''

''میں نہیں سمجھا مالک۔'' ہاپون نے اسی انداز میں کہا۔

''تم مجھے ان فضول ناموں سے مخاطب نہ کیا کرو۔''

''میں آپ کی رعیت ہوں سرکار۔''

''تم صرف میرے دوست ہو۔''

''اب بھی؟''

''ہاں اور آئندہ بھی۔''

''تب میں خوش نصیبی کے گیت گاؤں گا۔''

''میری ایک مشکل حل کرو۔''

''اب ہمکی کے لئے کوئی مشکل، مشکل نہیں ہے۔''

''ہاپون وقت سے پہلے مت بول پڑا کرو پہلے سن تو لو میں کیا چاہتا ہوں جو کچھ میں چاہتا ہوں اس کے لئے تم سے زیادہ بہتر آدمی اور کوئی نہیں ہوسکتا اور میں یہ بات صرف تم ہی سے کہہ سکتا ہوں۔''

''کہو سرکار کہو۔'' ہاپون بدستور اسی انداز میں بولا۔

''یار میں سب کچھ بن گیا ہوں مگر وہ ابھی تک نظر نہیں آئی۔''

''کون؟''

''پرسی فون۔'' میں نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور ہاپون ہنس پڑا۔

''یہ تو واقعی دلچسپ بات ہے شاہ معظم مگر ایک بات اور فرمائیے کیا پرسی فون کو کبھی آپ نے طلب کیا ہے؟''

''نہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''پھر اس کی کیا مجال کہ شہنشاہ کے حکم کے بغیر تم تک پہنچے۔''

''گویا اسے بلانے کے لئے بھی شہنشاہیت کا سہارا لینا پڑے گا؟'' میں نے سوال کیا۔

''ہاں۔ غالباً وہ اسی بات کی منتظر ہوگی کہ شاہ وقت اسے طلب کرے۔'' ہائیون نے جواب دیا۔

''تو پھر میں اسے کیسے طلب کروں؟'' میں نے کہا

''ہاں۔ یہ کام آپ ہائیون کے سپرد کردیں۔''

''بس تو تمہیں بلایا ہی اس لئے ہے کہ تم جاؤ اور پری فون کو ہمارے دربار میں حاضر کروں۔'' میں نے مسخرانہ انداز میں کہا۔ ہائیون نے بھی اسی مسخرانہ انداز میں گردن جھکائی اور وہاں سے باہر نکل گیا۔

میں انتظار کرتا رہا اور پھر کافی دیر کے بعد دو خدام اندر آئے۔ آنے کے بعد گردن جھکائی اور بولے۔

''اپی ٹس کی بیٹی پری فون باریابی کی منتظر ہے۔''

''بلاؤ'' میں نے جواب دیا۔ یہ سارے الفاظ، یہ سارے آداب میرے لئے اجنبی تھے۔ مجھے ان کی عادت نہیں تھی کیونکہ میں تو ایک چرواہے کا بیٹا تھا اور پوری زندگی میں نے انہی الفاظ میں گزاری تھی اور یہی سادہ سے اور عام سے الفاظ میری سمجھ میں آتے تھے۔ ادب آداب کے یہ الفاظ میرے لئے مشکل تھے لیکن آجکل کئی استاد مجھے شہنشاہ کی حیثیت سے زندگی گزارنے کے آداب کی تربیت دے رہے تھے اور مجھے الفاظ کا مفہوم سمجھایا جارہا تھا جو ایک شہنشاہ کے لئے ضروری تھے۔

اپی ٹس میری شخصیت سے بے حد متاثر تھا، اس نے بھرے دربار میں بھی یہی بات کہی تھی کہ جو شخص اپنی صلاحیتوں سے ایک عظیم حکومت حاصل کرسکتا ہے وہ حکومت کے لئے واقعی ایک بہتر شخص ہوگا اور تھوڑی سی تربیت اسے اس قابل بنادے گی کہ وہ حکومت کے امور کو بآسانی سمجھ سکے۔

پری فون میرے سامنے آئی۔ اس کی آنکھوں میں محبت کھلی ہوئی تھی اور چہرے پر والہیت تھی۔ میرے نزدیک آکر وہ مجھے دیکھتی رہی پھر آہستہ سے جھک کر کھڑی ہوگئی اور مسکراتے ہوئے بولی۔

''مجھے یاد کیا گیا؟'' اس نے شریں لہجے میں کہا۔

''ہاں پری فون کیا تم مجھے بھول گئیں؟''

''نہیں۔'' اس نے جواب دیا۔

''بتاؤ میں کون ہوں؟''

''وہ جو ندی کے کنارے ایک چمکدار پتھر کے ساتھ مجھے ملے تھے۔''

''کیا تمہیں یقین تھا پری فون کہ پتھر کی رہنمائی میں آنے والا تمہاری زندگی کا مالک بن جائے گا۔'' میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر پوچھا۔

''یقین تو نہیں تھا لیکن جب میں نے خود کو ٹٹولا تو میرے دل نے یہی کہا کہ کاش وہ تم ہی ہو جو میری تقدیر کا مالک بنے، میں نے خلوص

دل سے اس بات کو چاہا اور اننا نے یہی کہا تھا۔'' پری فون بولی۔

''کیا؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''جانتے ہو بوڑھی اننا کی عمر کتنی تھی۔'' وہ پراسرار انداز سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔

''نہیں۔''

''بیس صدیاں۔ اور اس کے بعد جب اس کی راکھ فضا میں منتشر ہوگئی تو اس میں یہ قدرت رہی کہ جب چاہے اپنی راکھ کو سمیٹ لے۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی۔ کئی بار اس نے اپنا جسم سمیٹ کر مجھ سے گفتگو کی ہے اور یہ اس اننا نے کہا تھا کہ ساری زندگی میں صرف ایک بار... صرف ایک بار تم جو خواہش کروگی تو وہ ضرور پوری ہوگی۔ بشرطیکہ وہ خواہش میرے دل کے اندرونی گوشوں میں بیدار ہو سیکی میرے ذہن میں اس وقت یہ خیال بھی نہ تھا کہ اننا نے مجھ سے کہا تھا لیکن جب میں نے یہ خواہش کی تو مجھے اننا کا قول یاد آ گیا اور مجھے یقین ہوگیا کہ تم کامیاب ہو جاؤ گے۔''

''انوکھی بات ہے۔'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔

''کیوں؟'' وہ تعجب سے بولی۔

''مجھے اس کامیابی کے لئے شدید محنت کرنا پڑی ہے۔ فیرونا کا خیال تھا کہ وہ جس شخص کو اپنی قوتیں بخش دے گا وہ فاتح ہوگا لیکن وہ تمہیں چاہتا تھا اور حکومت کے عوض تمہیں مانگتا تھا۔ بھلا یہ حکومت تم سے زیادہ دلکش کیسے ہوسکتی ہے۔ وہ تو اجنبی ہی ہوگا یا پھر اس کا نام ہشارا ہوگا کہ جو تمہیں فیرونا کے حوالے کر کے خود صرف حکومت چاہتا ہو۔ ہاں فیرونا اگر مجھ سے حکومت مانگتا اور تمہیں میرے حوالے کرنے پر تیار ہو جاتا تو شاید میں اس سے اس کا علم مانگ لیتا۔''

''فیرونا۔'' پری فون چونک کر بولی۔

''ہاں فیرونا۔''

''تو کیا وہ تم تک پہنچ گیا؟'' پری فون تعجبانہ انداز میں مجھے غور سے دیکھتے ہوئے بولی۔

''ہاں۔''

''کیا کہتا تھا وہ؟''

''اس نے مجھے پیشکش کی تھی کہ اگر میں حکومت کے لئے جنگ کروں تو وہ اپنی قوت سے اپنی علمیت سے میری مدد کر سکتا ہے اور فاتح میں ہی ہوں گا لیکن شرط یہ ہے کہ پری فون کو اس کے حوالے کر دیا جائے۔''

''بھیکی۔ تم نہیں جانتے۔ تم نہیں جانتے۔ یہ فیرونا کون ہے کیا میں تمہیں اس کے بارے میں بتاؤں؟''

''ضرور۔'' میں نے دلچسپی سے کہا اور پری فون کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر ایک نشست گاہ کے قریب لے گیا۔ پھر اس نے اسے پیار سے بٹھایا اور خود اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ میں اس حسین عورت کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

''فیرونا انا کا بیٹا ہے۔ بوڑھی انا کا جس کی عمر میں صدیاں تھیں اور ہمکی وہ بوڑھی بے پناہ قوتوں کی مالک تھی اس کے باوجود انصاف پسند تھی۔ سو جب وہ اپنے جسم میں سمٹ کر میرے سامنے آئی تو میں نے فیرونا کی خواہش اس کے سامنے ظاہر کی۔ تب اس نے یہ پیشکش مجھے کر دی تھی کہ فیرونا بلاشبہ بے پناہ قوتوں کا مالک ہے لیکن جب وہ مجھے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا تو ناکام رہے گا لیکن مجھے تعجب ہے کہ وہ تمہارے پاس کس طرح پہنچ گیا۔''

''کوئی خاص بات نہیں۔ جب میں مقابلے میں حصہ لینے کے لئے تیار تھا تو اس نے مجھے یہ پیشکش کی تھی لیکن کیا تمہیں علم ہے کہ فیرونا تمہیں ایک طویل عرصے سے چاہتا ہے۔'' میں نے پری فون سے سوال کیا۔

''ہاں...... اور میں نے اس سے یہ بات بارہا کہی کہ میں کسی طور اسے اپنی زندگی میں شامل نہیں کر سکتی۔''

''گویا وہ ایک ناکام عاشق ہے؟''

''شاید۔'' پری فون مسکرا کر بولی۔

''ٹھیک ہے پری فون، میں نے جس طرح بھی مقابلہ کر کے فتح حاصل کی اور اس کے ساتھ تمہیں اور تمہاری سلطنت کو پایا ہے، وہ دیگر چیز ہے لیکن ابھی ایک فتح حاصل کرنا باقی ہے اور میں اس کے بارے میں مکمل بھروسے سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔''

''کیا مطلب؟'' پری فون تعجب سے بولی۔

''انسانوں سے مقابلہ کر کے حکومتیں حاصل کی جا سکتی ہیں لیکن دلوں کی فتح سب سے مشکل کام ہے۔''

''میں اب بھی نہیں سمجھی۔''

''میں تمہارے دل کی سلطنت پر قابض ہونا چاہتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور پری فون کے چہرے پر شرمگیں سی سرخی چھا گئی۔

''تم اس قدر اجنبی کیوں ہو؟'' وہ آہستہ سے بولی۔

''اجنبی؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں...... دل کی حکومت تو اسی دن تسخیر ہو گئی تھی ہمکی جب چمکدار پتھر تمہیں میرے نزدیک لایا تھا ورنہ میں تمہاری کامیابی کی خواہش کیوں کرتی؟''

''کیا واقعی؟'' میں نے خوش ہو کر پوچھا۔

''ہاں ہمکی۔ میں تمہاری فتح کے بعد انگاروں پر لوٹتی رہی ہوں اور سوچتی رہی ہوں کہ شاید حکومت حاصل کرنے کی خوشی۔ میں تم مجھے بھول گئے تم نے مجھے ذہن سے نکال دیا اور میرے پاس کوئی ذریعہ نہ تھا کہ میں تمہاری توجہ کے بغیر تم تک پہنچ سکتی۔ بس یہی سوچ رہی تھی کہ تم طلب کرو اور اگر تم طلب نہ کرتے تو میں خود کو دنیا کی بدقسمت لڑکی سمجھتی اور بلاشبہ میری پناہ گاہ کوئی گہرا کنواں ہی ہوتا۔ میں نے تمہیں روز اول ہی سے اپنے دل میں بسا لیا تھا ہمکی۔ یقین کرو میں اس انتظار میں تھی کہ تم مجھے کب بلاؤ گے۔''

''تم مجھے اس قدر چاہتی ہو پرسی۔''میں نے اس کے نزدیک پہنچ کر کہا۔

''تم جتنا تصور کر سکتے ہو اس سے کہیں زیادہ۔''پرسی فون نے اپنا سر میرے سینے پر ٹکا دیا۔

اور مجھے وہ سب کچھ نصیب ہو گیا جس کا میں خواہش مند تھا۔ پرسی فون کی قربت، اس کی محبت مجھے حاصل ہو گئی تھی۔ گویا اب میری فتح مکمل ہو چکی تھی سو ہم دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ میں نے پرسی فون سے کہا کہ ہم اس ندی کے کنارے اسی کونے تک چلیں گے جہاں ہم نے ایک دوسرے کو دیکھا تھا اور بھلا یہ کس کی مجال تھی کہ مجھے میرے ارادے سے روکتا۔ سو انتظام کیا گیا ہمارے لئے اور ہمارے گھوڑے دوڑنے لگے اس ندی کی طرف جہاں ہماری ملاقات پہلی بار ہوئی تھی اور سیاہ پتھروں کی کرسیوں پر بیٹھ کر ہم نے تجدید محبت کا عہد کیا۔

پرسی فون نے میرے ساتھ زندگی گزارنے کی قسمیں کھائیں اور میں نے اسے اپنی بستی اپنے وطن کے بارے میں بتایا۔ کہا اس سے میں نے کہ ہم چلیں گے جلد ہی اپنی بستی کی جانب اور ملیں گے ان عزیزوں سے جو میرے باپ، ماں اور بہن ہیں اور جو اس بات پر قطعی متفق نہ تھے کہ میں حصہ لوں اس مقابلے میں اور حصول کی کوشش کروں حکومت کی۔ کہ تھا بیٹا میں چرواہے کا اور میری بھیڑیں مجھ سے اس قدر مانوس تھیں کہ اگر میں دور سے گزرتا تو میری خوشبو سونگھ کر وہ مجھ تک پہنچ جاتیں۔ میں نہیں تھا اس حکومت کے قابل لیکن پرسی فون تمہاری محبت نے مجھے اس حکومت کا فاتح بھی بنا دیا اور تمہاری محبت عطا کر دی ہے۔ یہ کرشمہ ہے تمہاری محبت کا اور وہ سرشار ہو گئی میری گفتگو سے اور ہم یکجا ہو گئے کوئی رخنہ کوئی دوری ہمارے درمیان نہ رہی۔ تب دیر گزر گئی اور ہم واپس چل پڑے۔ میں دنیا کی تمام خوشیوں سے مالا مال ہو گیا تھا۔

اور یقین کرو پروفیسر میں اپنی اصلی زندگی کو بھول چکا تھا۔ میرے اندر جب تک ہیکی بیدار رہتا تھا میں صرف ہیکی کے انداز میں سوچتا لیکن میں ہیکی کو نظر انداز کر دیتا اور میری اصلی شخصیت ابھر آتی تو بلاشبہ پرسی فون میرے لئے کوئی حیثیت نہ رکھتی، میں اسے ایک عام عورت سمجھتا تھا۔ میری زندگی تو ان چیزوں سے عبارت تھی۔

ہاپون میرا دوست فخر سے سربلند کئے پھرتا تھا اور جب ہم انتظامات کر رہے تھے اپنے وطن واپس جانے کے لئے تو ہاپون نے کہا۔

''کہا تھا تمہارے باپ نے کہ میں تمہیں مقابلے میں حصہ نہ لینے دوں کہ مارے جاؤ گے اور وہ اپنے بیٹے سے محروم ہو جائے گا اور میں نے اسے وعدہ کیا تھا کہ میں اسے صرف اس جشن میں لے جاؤں گا اور نہ شامل ہونے دوں گا مقابلے میں اور کوشش کروں گا ہر ممکن کہ وہ باز رہے اس مقابلے سے جو ہونا تھا پرسی فون کے لئے۔ لیکن بوڑھے چرواہے کے ذہن میں یہ خیال بھی نہ ہو گا کہ جب اس کا بیٹا پہنچے گا واپس بستی میں تو اس کی شخصیت ہی بدلی ہو گی۔ وہ حکمران ہو گا۔ وقت کا اور ہو گا اس کے پیچھے ایک انبوہ عظیم جو اس کا تابع ہو گا اور وہ اس کا حکمران اور جب ہم پہنچیں گے اس بستی میں تو کیا ہی عظیم سماں ہو گا۔'' ہاپون مستقبل کے نقشے کھینچتا رہتا تھا۔

اور جب ہم روانہ ہوئے تو پرسی فون ایک خوبصورت رتھ میں میرے ساتھ سوار تھی۔ رتھ جسے بیس گھوڑے کھینچ رہے تھے اور کیا ہی شان و شوکت تھی ایپی لس کی حکومت کے نئے حکمران کے واپس جانے کی۔

دربار، پہاڑ، میدان طے کرتے ہوئے بالآخر ہم اپنی بستی کے نزدیک پہنچ گئے بستی والوں کو اس بارے میں کچھ نہ معلوم تھا اور جب دیکھا

انہوں نے دربار سے ایک لشکرِ عظیم کو تو خوفزدہ ہو گئے اور دوڑ پڑے ہمارے جانب یہ معلوم کرنے کے لئے کہ ہم کون ہیں اور بلاشبہ بستی والوں کے لئے یہ خبر بڑی تعجب خیز تھی کہ بستی کا چرواہا ہیکی یعنی ہیڈس کا بیٹا ایک ایسی حیثیت سے اس لشکر میں شامل ہے جو حکمران کہلاتی ہے تو وہ تعجب سے ساکت و جامد رہ گئے اور جب انہیں ہوش آیا تو دوڑ پڑے وہ تمام لوگ بستی کی جانب اور پھیلا دی یہ خبر چپے چپے پر کہ ہیڈس کا بیٹا ہیکی حکمران ہو گیا ہے اس سرزمین کا اور نکل آیا بوڑھا ہیڈس بھی اور دیکھنے لگا تعجب سے اس لشکر کو جس کے سب سے آگے اس کا بیٹا ہیکی شاہانہ وقار کے ساتھ چلا آ رہا تھا اور اس کا دوست ہاپیون اس کے ساتھ تھا۔

ہیڈس کی نگاہوں میں بھی وہ کیفیت تھی جو دوسرے لوگوں کی نگاہوں میں۔ خود اسے بھی یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ جو وہ دیکھ رہا ہے ایک حقیقت ہے یا خواب۔ ہاں اپنے بیٹے کی غیر موجودگی میں اس نے جو خواب دیکھے تھے وہ بڑے سنسنی خیز تھے۔ ان خوابوں سے وہ اکثر پریشان رہا کرتا تھا۔ وہ دیکھتا تھا کہ اس کا بیٹا مقابلے میں حصہ لینے کے لئے میدان میں اترا ہے اور پھر لوگوں نے اس کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد وہ اکثر راتوں کو جاگتا رہتا تھا اور اسے شدید بے چینی تھی کہ کب ہیکی اور ہاپیون واپس آتے ہیں۔

لیکن ہیکی کی واپسی جشن سے جس انداز میں ہوئی تھی وہ بوڑھے ہیڈس کے لئے ناقابلِ یقین تھی اور اسے بھی وہ بے چینی کی نگاہوں سے اس لشکرِ عظیم کو دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ کیا واقعی اس کا بیٹا حکمرانوں کی ٹولی میں شامل ہے۔

تب میں بوڑھے ہیڈس کے سامنے پہنچ گیا اور بوڑھے ہیڈس کو دیکھ کر میں اپنے گھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ بلاشبہ میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ میرا باپ ہی ہے حالانکہ لفظ باپ سے میں ہمیشہ سے ناآشنا تھا پروفیسر لیکن جس بدلی ہوئی شخصیت میں، میں تھا۔ اس میں مجھے ماں کا بھی احساس تھا، باپ کا بھی اور بہن کا بھی۔

میں نے دور سے اپنی اس محبوبہ کو بھی دیکھا جسے میں اکثر نظر انداز کرتا رہا تھا۔ پشکا جو دور کھڑی عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔ بلاشبہ اس کے چہرے پر محبت کے تاثرات تھے لیکن میں نے اس کی جانب قطعی توجہ نہ دی۔

ہیڈس آگے بڑھا اور کئی قدم چل کر میرے نزدیک پہنچ گیا۔ میں نے اپنے دونوں بازو پھیلا دیئے۔ ہیڈس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے پھر اس کے چہرے پر پھیکی سی مسکراہٹ نظر آئی۔ اس کے بعد اس کی آنکھوں سے لرزتے ہوئے آنسوؤں کے قطرے بہنے لگے۔ وہ دوڑ کر مجھ سے لپٹ گیا۔

''آہ۔ میرے بیٹے، میرے بچے کیا تو ہی ہے کیا میں یقین کر لوں، کیا یقین کر لوں۔'' ہیڈس نے جذباتی لہجے میں کہا۔

''ہاں بابا تم یقین کر لو اور میں نے جو کچھ تم سے کہا تھا اس کے بارے میں بھی سوچو کہ میں نے کبھی غلط نہیں کہا تھا۔''

''نہیں مجھے یقین نہیں ہے، مجھے اب بھی یقین نہیں۔'' بوڑھا اپنے آنسو خشک کرتا ہوا بولا۔

''تمہیں ہر بات پر یقین آ جائے گا۔'' میں نے اس کی کمر تھپتھپاتے ہوئے کہا تب میری ماں اور میری بہن بھی مجھ سے آ کر لپٹ گئیں اور عجیب منظر تھا۔

بستی کے سارے لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ تحت الثریٰ کا شہنشاہ ایک چرواہا ان میں سے ہے اس کا اپنا ہے جس کے بارے میں وہ ہمیشہ گفتگو کرتے رہے تھے اور جس کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے رہے تھے اور اب وہ اس انداز میں ان کے سامنے آیا تھا اور اب بھی وہ انہیں اجنبی نہیں سمجھتا تو ان کی خوشیوں کی انتہا نہ رہی۔ ایک ایک فرد مجھے گلے لگا کے ملا اور یہاں پر بھی وہی ہنگامہ تھا جس سے میں پہلے سے نمٹتا چلا آ رہا تھا۔

میرے باپ نے مجھ سے پوچھا کہ میں کہاں قیام کروں گا، سو میں نے جواب دیا۔ اسی جگہ جہاں میں پیدا ہوا، پلا بڑھا، اسی ٹوٹے سے جھونپڑے میں جہاں میں نے اپنی زندگی کے ماہ و سال گزارے ہیں۔ بھلا میں اسے کیسے بھول سکتا ہوں۔ لشکر والوں کی مرضی تھی کہ وہ میرے لئے عمدہ خیمے کا بندوبست کریں لیکن میں کیسے پسند کرتا اس بات کو۔ سو میں پری فون کے ساتھ اس گھر میں ٹھہرا میری ماں، بہن اور دوسرے لوگوں کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اور میں اس انداز میں ان سب کے ساتھ پیش آ رہا تھا جیسے کہ پہلے آیا تھا۔ کوئی تبدیلی نہ تھی میرے اندر۔ اور میرا دوست ہائیون۔ وہ تو مجھ سے زیادہ خوش تھا۔

وہ خوشی سے سینہ پھلائے پھلائے پھر رہا تھا، بہرصورت بستی والوں کی خوشیوں کی کیفیات کا میں صحیح تجزیہ نہیں کر سکا۔ بستی والے بہت خوش تھے وہ میرے نزدیک رہ کر یہ جاننے کی کوشش کر رہے تھے کہ ایک چرواہے سے شہنشاہ بننے تک کے عمل میں مجھ میں کیا تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ کیا میں وہی ہیکی ہوں یا مجھ میں کچھ تبدیلیاں بھی رونما ہوئی ہیں چنانچہ تم اتنا ہی سمجھ لو پروفیسر کہ وہ لوگ عجیب سی کیفیات کا شکار تھے۔ ہر شخص انوکھے انداز میں میرے قریب آنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن میرے ذہن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تھی سوائے اس کے کہ اب بڑی ذمہ داری مجھ پر تھی اور پری فون میری بیوی تھی۔ وہ رات کو میرے کمرے میں میرے ساتھ ہی تھی۔

''ہیکی۔'' اس نے مسکرا کر مجھے مخاطب کیا۔ ''یہ تمہاری دنیا ہے؟''

''ہاں پری یہ ہماری دنیا ہے لیکن تمہاری دنیا سے مختلف۔''

''لیکن ہیکی میں کچھ اور محسوس کر رہی ہوں۔''

''کیا۔؟''

''وہی کہ یہ دنیا بھی بے حد دلکش ہے۔ یہاں جس انداز میں خلوص مل رہا ہے اس سے پہلے میں نے ایسا خلوص، ایسی محبت کہیں نہیں دیکھی۔ کیا غریب لوگوں کی دنیا ایسی ہی ہوا کرتی ہے؟''

''ہاں پری فون۔ یہ شاہی محلات سے بہت زیادہ مختلف ہے۔''

''ہاں یہاں زندگی با آسانی گزاری جا سکتی ہے۔'' پری فون نے کہا اور ایک گہری سانس لے کر بولی۔ ''محبت کے سہارے انسان بہت کچھ کر سکتا ہے ہیکی۔ اگر محبت نہ ہو تو محلوں کی اونچی اونچی دیواریں بے مقصد ہو جاتی ہیں۔ ان دیواروں سے محبت نہیں ٹپکتی، ان دیواروں کی آنکھیں نہیں ہوتیں لیکن یہاں میں لوگوں کو دیکھ رہی ہوں جن میں پیار بھرا ہوا ہے اور یہ پیار اتنا انوکھا اتنا حلاوت انگیز ہے کہ میں اپنی روح کو اس میں محصور محسوس کر رہی ہوں۔ یہ پیار بہت عظیم ہے۔''

''ہاں پیار بہت عظیم ہوتا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

پری فون کی محبت، اس کی معیت، اس کی رفاقت میکی کی حیثیت سے میرے لئے بہت عظیم تھی لیکن جب میرے اندر میری اپنی شخصیت عود کر آتی تو میں ان سارے معاملات کے بارے میں سوچنے لگتا۔ میں سوچتا کہ سلانوس نے یہ لمبا کھیل کس لئے رچایا ہے اور اب اس کھیل کا انجام کیا ہے ہاں میں جاننا چاہتا تھا۔ سو ایک طویل عرصہ گزرا۔ میں چاہتا تھا کہ اس زندگی کو اختتام پر لے آؤں۔ سو میں نے اپنے باپ سے کہا کہ میں اپنی سلطنت میں واپس جانا چاہتا ہوں وہ تیاریاں کرے۔

''نہیں بیٹے۔ ہم اپنی اس چھوٹی سی بستی میں خوش ہیں۔'' میرے باپ ہیڈس نے جواب دیا۔

''نہیں بابا یہ کیسے ممکن ہے جہاں میں ہوں وہاں تم ہو گے اور بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ تم پہاڑوں میں بھیڑیں چراتے پھرو اور میں تختِ شہنشاہ پر بیٹھوں۔'' میں نے اپنے باپ سے پیار سے کہا۔

''بیٹے ہمیں یہیں رہنے دو، ہمیں یہ بستی ہمیشہ سے عزیز ہے اور جب ہم بھی تمہارے بارے میں سوچیں گے تو پہنچ جائیں گے تم تک۔ ہاں تم تک پہنچنا ہمارے لئے ناممکن نہ ہوگا کیونکہ تم ہمارے بیٹے ہو۔ جس طرح شہنشاہوں تک پہنچنا ناممکن ہوتا ہے، اب وہ صورتِ حال نہیں ہوگی۔ ہم جب چاہیں گے تم تک پہنچ جائیں گے۔''

''بہتر بابا۔'' میں نے جواب دیا۔ جب میرا باپ ہیڈس اپنی دنیا میں مگن تھا تو پھر کیا حق تھا مجھے کہ اس سے اس کی خوشیاں چھین لیتا۔

سو جب میں واپس چلا تو میرے ساتھ میرا باپ نہیں تھا۔ البتہ اس نے میری ماں اور بہن کو اجازت دے دی تھی کہ وہ میرے ساتھ کچھ عرصے کے لئے چلی جائیں اور میں انہیں عزت و احترام کے ساتھ لے کر اپنی حکومت کی جانب واپس چل دیا۔

یہ ہمارے سفر کے نجانے کتنے روز کی بات ہے۔ دن اور رات کا تعین نہ ہونے کی وجہ سے میں کسی چیز کے بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتا ہم سفر کا کتنا وقت طے کر چکے تھے۔ تب میں نے دور سے دیکھا کہ چند گھوڑے میدان میں اتر رہے ہیں اور وہ ہماری ہی جانب آ رہے تھے غالباً ہمارے حکومت کے پایہ تخت سے کوئی خبر لائے تھے۔ میں رک کر ان کا انتظار کرنے لگا۔ میرے ساتھ موجود تمام لشکر بھی رک گیا تھا۔

جب وہ قریب آئے تو دیکھا میں نے کہ سربراہ تھا ان کا وہی دبلا پتلا مدقوق لیکن خوبصورت فیرونا۔ اپنے علم سے دوسروں کو فتح دلانے کی ناکام کوشش کرنے والا فیرونا، دوسروں کے ذریعے اپنی محبوبہ کو حاصل کرنے والا فیرونا، جس سے میں اس وقت کے بعد آج مل رہا تھا اور جو نجانے کہاں غائب تھا۔

فیرونا ہماری طرف ہی آ رہا تھا میں مسکراتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا اور کرنے لگا انتظار کہ وہ قریب آ جائے۔ پری فون رتھ میں ہی تھی وہ حسین رتھ جسے بارہ گھوڑے کھینچ رہے تھے۔ رتھ بھی رک چکا تھا ہم سب فیرونا کا انتظار کر رہے تھے۔ تب فیرونا ہمارے نزدیک پہنچ گیا۔

''شہنشاہ میکی کی خدمت میں آداب پیش کرتا ہوں۔'' اس نے معمول کے مطابق سرخم کرتے ہوئے کہا۔

''آؤ فیرونا۔ تمہارا کیا خیال ہے کیا میں تمہیں بھول گیا ہوں۔'' میں نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''شہنشاہ کی یادداشت اتنی کمزور تو نہ ہونا چاہیے۔''

''نہیں ہے۔'' میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''شہنشاہ غالباً اپنی مملکت کی جانب سفر کر رہے ہیں؟'' فیرونا کے انداز سے مکاری کا احساس ہو رہا تھا۔

''ہاں۔ تمہیں کوئی اعتراض ہے؟''

''نہیں۔''

''پھر کہنا کیا چاہتے ہو اور یہاں کیسے آئے؟''

''میں شہنشاہ سے کچھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں، اگر مناسب سمجھا جائے تو اس وادی میں قیام کر لیا جائے تاکہ چند لمحے ہم ساتھ گزار سکیں۔''

''تم اگر چاہو تو میرے ساتھ سفر کر سکتے ہو۔ میں قیام نہیں کر سکتا۔'' میں نے جواب دیا۔

''مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن کیا شہنشاہ مجھے اپنی معیت کا کچھ وقت عطا فرمائیں گے؟''

''ہاں ہمارے ساتھ چلو۔'' میں نے جواب دیا اور فیرونا نے گردن جھکا دی۔ پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور انہوں نے گھوڑوں کے رخ موڑ لئے۔

''نہیں فیرونا۔ ان سے کہو عقب میں چلے جائیں اور میرے لشکر کے ساتھ سفر کریں۔'' میں نے کہا اور فیرونا نے پھر گردن جھکا دی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی اور وہ سب گھوڑے دوڑاتے ہوئے لشکر کے عقب میں پہنچ گئے جہاں دوسرے لوگ سفر کر رہے تھے۔

اب صورت حال یہ تھی کہ میری ایک جانب ہائیون تھا اور دوسری جانب فیرونا۔ ہائیون کو میں نے اس کی مرضی کے مطابق اس کے اپنے علاقے میں جانے کی اجازت نہیں دی تھی البتہ میں نے یہ ضرور کہا تھا کہ سلطنت میں پہنچنے کے بعد میں اسے کچھ وقت ضرور دوں گا کہ وہ اس دوران اپنے عزیز واقارب سے مل کر واپس آ جائے۔ ہائیون اس وقت خاموش ہو گیا تھا لیکن اس نے یہی کہا تھا کہ وہ...... اس موضوع پر مجھ سے بعد میں گفتگو کرے گا لیکن وہ میرے حکم کی خلاف ورزی کی مجال نہیں رکھتا۔ میں نے ہنس کر اس کی بات ٹال دی تھی چنانچہ ہم پھر چل پڑے۔

پرسی فون کا رتھ لشکر کے بیچ میں تھا اور اس دوران میں اس سے دور ہی رہا تھا۔ البتہ ہم اپنے قیام میں آپس میں مل سکتے تھے۔

ہائیون مسکراتی نگاہوں سے فیرونا کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے میری جانب جھک کر کہا۔ ''یہ شخص سمجھ میں نہیں آیا۔''

''میں نے تمہیں اس شخص کے بارے میں بتایا تھا نا۔ یعنی وہ شخص جس نے مجھے پیشکش کی تھی کہ میں چاہوں تو اس کے علم کا سہارا لے کر فاتح بن جاؤں اور پرسی فون کو اس کی ملکہ بنا کر حکومت خود حاصل کر لوں۔''

''اوہو...... اوہو۔ مجھے یاد آیا۔ یہی فیرونا ہے؟''

''ہاں۔''

''ٹھیک ہے بالکل ٹھیک۔ اب یہ یہاں کیوں آیا ہے؟''

''یہ تو معلوم ہو جائے گا۔'' میں نے جواب دیا۔

میں نے فیرونا کو اس وقت تک گفتگو پر مجبور نہ کیا جب تک کہ ہم نے قیام نہ کر لیا۔ ہاں جس وادی میں ہم نے قیام کیا تھا وہ حسن کی وادی تھی۔ ہاں تحت الثریٰ کا تو ہر منظر قابلِ دید تھا۔ یہاں کی ہر چیز دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ چنانچہ اس حسین وادی میں خیموں کا شہر آباد ہو گیا۔ وہ وادی جو نجانے کب سے سنسان پڑی تھی جس نے انسانوں کو بہت کم دیکھا تھا۔ اس وقت انسانوں سے بھری ہوئی تھی۔

لشکر کے تمام لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے، میرا بڑا خیمہ ایک خوبصورت جگہ ایستادہ کر دیا گیا تھا جس کے عقب میں ایک ننھی سی جھیل آسمان کی جانب نگاہیں اٹھائے دیکھ رہی تھی۔ اس کے کنارے ایستادہ درخت جھیل کے محافظ معلوم دے رہے تھے اور ان محافظوں کے درمیان یہ جھیل بے پناہ خوبصورت محسوس ہو رہی تھی۔ ہم خیمے کے عقب سے اس جھیل کا منظر بآسانی دیکھ سکتے تھے۔ بائیون نے تھوڑی دیر کے لئے مجھ سے اجازت طلب کر لی تھی اور اپنے ان ساتھیوں کے پاس پہنچ گیا تھا جن کے لئے خیمے ایستادہ کر دیئے گئے تھے۔ تب ضرورت سے فارغ ہونے کے بعد میں پری فون کے پاس جا بیٹھا۔ اس سے کافی دیر گفتگو کرتا رہا۔ پری فون مجھے بہت چاہتی تھی جس کا اظہار اس کی آنکھیں تھیں، وہ اتنی چاہت سے مجھے دیکھتی، اتنی محبت سے بلاتی کہ میں ہکی کے روپ میں خود پر رشک کرتا تھا۔ پری کا خیمہ میرے خیمے کے ساتھ ہی تھا۔

تب کافی دیر کے بعد میں نے ایک قاصد کے ذریعے فیرونا کو پیغام بھیجا اور فیرونا آ گیا۔ میں نے فیرونا کو بیٹھنے کی پیشکش کی اور وہ نگاہیں جھکائے میرے سامنے بیٹھ گیا۔

''فیرونا تم جانتے ہو میں نے تمہیں کس لئے طلب کیا ہے۔ میں تم سے وہ ساری باتیں جاننا چاہتا ہوں جن کے لئے تم اب میرے پیچھے آئے ہو۔''

فیرونا نے کسی قدر حسرت زدہ نگاہوں سے میری جانب دیکھا اور پھر اس کے چہرے پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی پھر وہ بولا۔

''میں تیری تقدیر پر رشک کرتا ہوں ہکی۔ چونکہ میں جانتا ہوں کہ تو نے صرف بھیڑوں کے درمیان زندگی گزاری ہے۔ تو نے پہاڑوں کی وادیوں میں صرف بھیڑوں پر حکم چلایا ہے لیکن کیا تو سوچ سکتا تھا کہ بھیڑوں پر حکمرانی کرنے والا چرواہا انسانوں پر بھی حکمرانی کر سکتا ہے۔''

فیرونا کی گفتگو زیادہ دلچسپ اور دلکش نہ تھی اور نہ ہی ایسی تھی کہ میرے لئے زیادہ پسندیدہ ہوتی لیکن میں متحمل اور بردبار مزاج کا مالک تھا چنانچہ میں نے صبر و سکون سے اس کی یہ ساری باتیں سنیں۔ میں جانتا تھا کہ میرے ایک اشارے پر اس کی گردن اتار کر زمین پر رکھ دی جائے گی۔ تو جو شخص اپنے سامنے اتنا تابع ہو جس شخص کی اپنے سامنے حیثیت صرف اتنی ہو، بھلا اس شخص کی باتوں کا برا ماننا بھی کوئی جواز رکھتا ہے چنانچہ میں نے فراخ دلی سے اس گفتگو کو نظر انداز کیا اور کہنے لگا۔ ''ٹھیک ہے فیرونا، میں تیری ہر بات کا اعتراف کرتا ہوں لیکن کیا تو یہ بتانا پسند کرے گا کہ ان باتوں سے تیرا مقصد کیا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''بس۔ میں تیری تقدیر پر رشک کر رہا ہوں ہکی کو تو نہ صرف تحت الثریٰ کی حکومت بلکہ حسن کی پوری سلطنت کا بھی مالک ہے، جس کے سامنے ساری سلطنتیں ہیچ ہیں۔'' فیرونا نے ایک سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔

''تیری مراد پری فون سے ہے؟''

''ہاں۔ میری مراد اسی حسینہ سے ہے۔''

''لیکن اب وہ میری ملکہ ہے، اس حکومت کے شاہ کی بیوی ہے۔ کیا تو اس بات کا خیال نہیں رکھتا؟''

''بلاشبہ، اور میں اس کی شان میں کوئی گستاخی نہ کروں گا جو تجھے ناگوار گزرے۔'' فیرونا نے جواب دیا۔

''تو نے تو کوشش کی تھی فیرونا کہ ہشارا کو میرے مقابلے میں کامیاب کرائے لیکن تو ناکام رہا۔ اور تو نے اس بات کو محسوس کیا کہ تیرا علم میرے سامنے ناکام رہا۔''

''اس کے بارے میں تجھ سے معلومات حاصل کرنے آیا ہوں ہیکی۔ مجھے بتا وہ کون سا علم تھا جس نے میری قوتوں کو زیر کر دیا۔''

''فیرونا۔ کیا میرے اوپر تیرے سوال کا جواب ضروری ہے؟'' میں نے کہا۔

''ایک انسان کی حیثیت سے ضروری ہے ہیکی۔ ہاں تو شاہ بھی ہے میں اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔'' فیرونا نے جواب دیا۔

''لیکن میں اپنے اس علم کے بارے میں تمہیں نہیں بتانا چاہتا جس سے میں نے تجھ پر فتح حاصل کی۔''

''ٹھیک ہے میں کہہ چکا ہوں ہیکی کہ میرے پاس کوئی جواز نہیں ہے کہ میں تجھے مجبور کر سکوں اور نہ ہی میں تجھے مجبور کروں گا البتہ میں تجھ سے کچھ درخواست ضرور کروں گا انہیں بھی ماننا یا نہ ماننا تیرا کام ہے۔''

''بول کیا چاہتا ہے؟'' میں نے پوچھا۔

''میری خواہش ہے کہ مجھے میرے ساتھیوں کے سامنے زمین میں دفن کر دیا جائے۔'' فیرونا نے کہا۔

''کیا مطلب؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں۔ پری فون کے بغیر میں مرجانا چاہتا ہوں۔''

''تو اس کے لئے میرے پاس ہی کیوں آیا ہے فیرونا؟'' میں نے طنزیہ انداز میں اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''میں یہ چاہتا ہوں کہ... ان حالات سے آگاہ کر دوں جو میری موت کے بعد تجھے پیش آئیں گے۔''

''اوہ، کیسے حالات، کیا اب پھر تو اپنے علم سے میرے لئے کوئی گڑھا کھودنا چاہتا ہے اور کیا اسی سلسلے کی کوئی کڑی ہے کہ تو چاہتا ہے کہ میں تجھے زمین کھود کر دفن کر دوں۔'' میں نے سوال کیا۔

''نہیں ہیکی۔ حالات نے تجھے فتح سے ہمکنار کرایا ہے اور فیرونا ناکام رہا ہے لیکن پری فون کی تجھ سے قربت مجھے موت کے بعد بھی سکون نہیں لینے دے گی۔ میں مرنے کے بعد بھی... رقابت کی آگ میں جلتا رہوں گا اور میں نے اس کے لئے بندوبست کر لیا ہے۔''

''کیسا بندوبست؟'' میں نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔

''میں زندگی میں تجھ سے انتقام نہیں لے سکا لیکن میں نے اپنے علم سے سوال کیا کہ کیا پوری زندگی کی کوشش بھی مجھے ایسی کوئی چیز نہیں

دے سکتی، جس کے ذریعے میں اپنے دشمن سے انتقام لے سکوں۔''

''پھر تیرے علم نے تجھے کیا جواب دیا۔''

''اس کے لئے ایک کڑی شرط میرے سامنے آئی لیکن وہ کڑی شرط نہ تھی بلکہ میرے دل کی آواز تھی، میری آرزو تھی۔''

''میں جاننا چاہتا ہوں فیرونا۔''

''میرے علم میں ایک ایسی کڑی نکل آئی جس کے ذریعے میں تجھ سے انتقام لے سکتا تھا لیکن اس کے خراج کے طور پر مجھے اپنی زندگی بھینٹ چڑھانا تھی۔''

''وہ کڑی کیا تھی۔'' میں نے سوال کیا لیکن فیرونا نے میری بات پر توجہ نہ دی۔ اس کے ہونٹوں پر ایک شیطانی مسکراہٹ ابھر رہی تھی۔

''دل تو چاہ رہا ہے تجھے نہ بتاؤں اور ساری زندگی تجھے اس اذیت میں گزارنے دوں کہ آخر وہ کیا انتقام ہے جو میں نے تجھ سے لیا لیکن یہ میں تجھے بتاؤں گا کیونکہ زندگی دے کر میں نے جو کچھ خریدا ہے وہ اتنا کمزور نہیں تھا جتنا تو سمجھ رہا ہے یعنی جو کچھ میں تیرے لئے کر جاؤں گا تو اسے رد نہیں کر سکے گا۔''

''تو خود تذبذب کا شکار ہے فیرونا۔ تو خود نہیں جانتا کہ تو کیا کہہ رہا ہے اور کیا کہنا چاہتا ہے۔'' میں نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

''تو سن۔ تو اپنے ہی خون کے ہاتھوں موت کا شکار ہوگا اور تیری بیوی پری فون تیرے نطفے سے ایک ایسے بچے کو جنم دے گی کہ ساری بستیاں تجھ پر ہنسیں گی۔ پھر تحت الثریٰ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوگا۔''

''اور کچھ؟''

''اسے کم نہ سمجھ۔ یہ تیری تقدیر ہے اور تو۔ تو خوش نہ رہ سکے گا۔ وہ حشر ہوگا تیرا کہ دنیا تجھ پر افسوس کرے گی اور اس وقت تیری کوئی قوت تیرا ساتھ نہ دے سکے گی۔''

''عمدہ بات ہے لیکن تو نے یہ سوچا فیرونا کہ اگر میں اس شخص کو شکست دے سکتا ہوں جو تیرے علم کے سہارے جنگ کر رہا تھا تو کیا تیری اس بددعا کو میں ناکام نہ بنا سکوں گا۔''

''یہ اتنی مضبوط ہے کہ تو ایسا نہ کر سکے گا۔'' فیرونا نے خوشی سے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا غصے ہونے کی بجائے مجھے ہنسی آگئی۔

''خوب فیرونا، بہرحال تو کیا جانے کہ یہ سب کچھ بھی میرے لئے ایک دلچسپ تجربے سے زیادہ نہ ہوگا۔'' میں نے آہستہ سے کہا لیکن اس وقت میں چونک پڑا جب فیرونا نے اچانک خنجر نکال کر اپنے پہلو میں گھونپ لیا۔ یہ سب کچھ اس نے اتنی برق رفتاری سے کیا تھا کہ میں اسے روک بھی نہ سکا۔ فیرونا کی ساری رگیں پھول گئیں۔ چہرہ سرخ ہوگیا لیکن وہ اذیت کے عالم میں بھی قہقہے لگا رہا تھا۔

''تو۔ تو خوش نہیں رہ سکے گا جمکی۔ تو۔'' وہ زمین پر گر کر تڑپنے لگا لیکن اب وہ بول نہیں رہا تھا اور پھر اسی طرح ہنستے ہنستے اس نے دم توڑ دیا۔

میں اسے سنجیدہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا اور میرے ذہن میں صرف ایک ہی خیال تھا وہ یہ کہ فیرونا پاگل ہوگیا تھا۔ وہ پری فون کی جدائی

برداشت نہ کر سکا تھا۔

فیرونا کے ساتھی اس کی لاش دیکھ کر افسردہ ہو گئے تھے۔ خود میرا دوست ہائپون بھی عجیب سی کیفیت کا شکار تھا۔

''یوں تو بے شمار لوگ مرتے ہیں، فنا ہوتے ہیں لیکن وہ جو خود کو کسی مقصد کے تحت ہلاک کرے نہ بھولنے والی افسوسناک چیز ہوتی ہے۔'' ہائپون نے کہا۔ میں نے ہائپون کو فیرونا کی پیشگوئی بتائی لیکن ہائپون نے بڑی سنجیدگی سے اسے سنا اور میرے ہنسنے کے باوجود وہ نہ ہنسا۔

''کیوں ہائپون۔ کیا تم اس کی بکواس سے خوفزدہ ہو گئے تھے؟'' بالآخر میں نے سوال کیا۔

''خود تیرا کیا خیال ہے ہمکی۔'' ہائپون پرانے لہجے میں بولا۔

''وہ لوگ جو کچھ کرنے کے لئے جان کی قربانی دیتے ہیں پاگل نہیں ہوتے۔''

''میرے خیال میں وہ صرف پاگل تھا۔''

''کیوں؟''

''اس لئے کہ وہ پری فون کی جدائی برداشت نہیں کر سکا تھا اور اس نے اس دیوانگی میں جان دے دی۔'' میں نے جواب دیا۔

''نہیں ہمکی۔ وہ صاحب علم تھا اور اس کے ساتھی یہی بتاتے ہیں۔''

''تو آپ کے خیال میں جو کچھ اس نے کہا ہے وہ ہوگا۔''

''میری دعا ہے کہ نہ ہو۔''

''اوہ نہیں۔ یہ دعا نہ کر مرنے والے کی روح کو بے چین نہ کر۔ میں چاہتا ہوں کہ فیرونا کی خواہش پوری ہو اور میں اسے ایک بار پھر ناکام دیکھوں۔ اسی طرح جیسے میدان جنگ میں وہ اس شخص کی ناکامی دیکھ رہا تھا جس کے اوپر اس کے علم کا سایہ تھا اور جس کی تلوار بہت وزنی ہو گئی تھی لیکن بالآخر میں نے اسے شکست دی۔''

''ایسا ہی ہو ہمکی ایسا ہی ہو۔'' ہائپون کے چہرے پر اب بشاشت نہیں پیدا ہوئی تھی اور وہ بدستور فکر مند نظر آ رہا تھا۔

''خیر ہائپون۔ یہ تو بعد کی باتیں ہیں یعنی وہ جو ابھی نہیں ہوا ہے اور جسے ہونے میں ابھی وقت لگے گا۔ سو ہم آنے والے وقت کے لئے فکر مند نہ ہو۔ اب تو یہ بتا کہ فیرونا کی لاش کا کیا جائے۔'' میں نے ہائپون کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

''اس کے ساتھیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔'' ہائپون نے پوچھا۔

''ہماری ان سے کوئی دشمنی نہیں ہے۔ فیرونا کی لاش ان کے حوالے کر دی جائے اور ان سے کہا جائے کہ یہاں سے دور نکل جائیں۔'' میں نے کہا اور ہائپون نے گردن ہلا دی۔ پھر اس نے میرے احکامات فیرونا کے ساتھیوں تک پہنچا دیئے اور میرے احکامات کی تعمیل میں تعرض کی مجال کسے ہو سکتی تھی۔

وہ لوگ چلے گئے اور ہم آگے بڑھ گئے۔

تو پروفیسر، تحت الثریٰ کی حکومت مجھے مل گئی اور خوب انتخاب کیا تھا میرے دوست سلانوس نے۔ یعنی ایک ایسا کردار مجھے دیا جس کے عیش ہی عیش تھے لیکن اگر سلانوس مجھے مل جاتا تو میں اس سے سوال ضرور کرتا کہ اگر ہیکی صرف ہیکی ہوتا تو کیا وہ ہشارا سے جنگ جیت سکتا تھا، ماضی خود کو دہرا رہا تھا لیکن ماضی کا ہیکی ہشارا سے جنگ کس طرح جیت سکا اور تحت الثریٰ کی حکومت میں عیش ہی عیش تھے۔ پری فون کی حسین آغوش اور اس کی مدھ بھری ادائیں اور پھر حکومت کے دوسرے تعیشات کبھی اپنے طور پر سوچتا.... پروفیسر! تو ہنسی آتی لیکن ہیکی کی حیثیت سے یہ سب کچھ بہت دلکش تھا اور میں اس سے خوش تھا۔

اب میں نے نظام حکومت بہ آسانی سے سنبھال لیا تھا کوئی وقت باقی نہیں رہی تھی میرے لئے اور میں عیش کر رہا تھا۔ فیرونا میرے ذہن سے نکل گیا تھا۔ لیکن ایک دن تنہائی میں جب پری فون میری آغوش میں تھی۔ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ہم اپنے محل کے ایک سرسبز گوشے میں داد عیش دے رہے تھے۔ نزدیک ہی پانی کا ساز بج رہا تھا تو پری فون نے میرے سینے میں منہ چھپاتے ہوئے ذرا بدلے ہوئے انداز میں مجھے آواز دی۔ ''ہیکی۔''

''کیا بات ہے پری؟'' میں نے اس کے سنہرے بالوں کو اس کے چہرے سے ہٹا کر غور سے دیکھا تھا۔

''ایک بات کہوں۔'' پری کے ہونٹوں پر ایک اجنبی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

''کہو۔''

''کیا تم۔ کیا تم اپنی عظیم الشان حکومت کے لئے ایک حکمراں کے خواہش مند نہیں ہو؟''

''ہوں۔''

''کیا چاہتے ہو؟''

''وہی جو تم۔'' میں نے جواب دیا۔ نہ جانے کیوں میں اس کی گفتگو میں دلچسپی لے رہا تھا۔

''یعنی۔''

''تم کیا چاہتی ہو؟''

''ایک بچہ۔ ایک خوبصورت سا بچہ یہاں ہمارے درمیان لیٹ کر انگوٹھا چوسے گا اور پھر جو ہمارے درمیان کھیلتا ہوگا اور پھر جو ہمارے درمیان ایک خوبصورت ناقابل تسخیر نوجوان کی حیثیت سے کھڑا ہوگا۔''

''میں بھی یہی چاہتا ہوں۔''

''لیکن ہیکی ہم ابھی تک اس سے محروم کیوں ہیں؟''

''ایں۔'' میں چونک پڑا۔ مجھے اچانک خیال آیا۔ میں ہیکی کی حیثیت سے نہ جانے۔ کیا بن گیا تھا لیکن اپنی اصل حیثیت میں تو میں پری فون کی یہ خواہش کبھی پوری نہیں کر سکتا تھا۔

''میرا خیال ہے پری۔ ہم زیادہ دنوں تک محروم نہیں رہیں گے۔''

''واقعی۔'' پرسی فون نے مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

''ہاں۔'' میں نے اسے خود میں جذب کرلیا اور پرسی فون گہری گہری سانسیں لینے لگی۔

لیکن طویل عرصہ گزر گیا اور پرسی فون اولاد سے محروم رہی۔ نہ جانے کیوں میں بھی پریشان رہنے لگا تھا۔ حالانکہ بعض اوقات میں اپنی اس پریشانی پر ہنسنے لگتا تھا۔ بھلا میں اولاد کے لئے پریشان کیوں ہوتا۔ مجھے کیا کرنا تھا اولاد کا لیکن کم بخت پرسی فون اب شدت سے اولاد کے جنون میں مبتلا ہوگئی تھی وہ ہر وقت اسی بات کا رونا روتی رہتی تھی۔ بعض اوقات میں اسے سمجھاتا تھا۔

''پرسی فون۔ آخر تم اس قدر پریشان کیوں رہتی ہو؟''

''میں اولاد چاہتی ہوں۔''

''جو وقت سے پہلے تمہیں نہیں مل سکتی۔''

''وقت کب آئے گا؟''

''کیا اس سے پہلے تمہارے دوسرے لوگ یہ بات جانتے رہے ہیں۔''

''نہیں۔ لیکن۔''

''ہر وقت اولاد کی رٹ مت لگایا کرو۔'' اس وقت مجھے غصہ آگیا اور پرسی فون چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔

''تو کیا تمہیں اولاد کی خواہش نہیں ہے؟''

''ہے لیکن تمہاری طرح پاگل نہیں ہوں۔''

''لیکن ہیکی۔''

''بیٹا تو تمہارے باپ کے ہاں بھی نہیں تھا۔ اس نے دوسرے کا سہارا لیا۔''

''اولاد تو تھی لیکن ہمارے ہاں۔''

''اپنی فکر کرو۔ اولاد کی رٹ مت لگائے رکھا کرو۔''

''لیکن مجھے اولاد چاہیے۔''

''جاؤ میرے پاس سے ہٹ جاؤ۔ اور اب اپنا ذہن صاف کر کے میرے نزدیک آنا میں اب تمہارے منہ سے اولاد کا لفظ نہیں سننا چاہتا۔'' میں نے کہا اور پرسی فون اٹھ گئی۔ پھر وہ خاموشی سے میرے کمرے سے باہر نکل گئی اور پرسی فون سے شادی کے بعد میں نے پہلی تنہائی اس سے دور گزاری۔ اس حساب سے آرام کے اوقات میں کبھی اس سے دوری نہیں ہوئی تھی لیکن یہ تنہائی اس کے بغیر تھی۔ پھر جب میں بے کل ہونے لگا تو اس کی تلاش میں نکل پڑا۔ میں نے سوچا تھا کہ وہ اپنی آرام گاہ میں ہوگی لیکن۔ جب میں اس کی آرام گاہ میں پہنچا تو وہ کہیں سے آرہی تھی۔ اس سے قبل وہ کہاں تھی؟

اور س سوال کا جواب مجھے کچھ وقفے کے بعد مل گیا۔ طویل عرصہ نہیں گزرا تھا اور پروفیسر اس بار جو کچھ ہو رہا تھا وہ سب غیر متوقع تھا۔ میرے لئے ایک مشکل لمحہ تھا۔ تحت الثریٰ میں میرا ایک خادم خاص کوزال تھا۔ ایک بدشکل دیو قامت جو گونگا تھا اور بول نہیں سکتا تھا لیکن اس کا عضو عضو بولتا تھا ایسے خوبصورت بدن کا مالک جو تمام تر مردانہ خصوصیات سے سجا ہوا تھا اور میں نے پرسی فون کو، کوزال کے ہمراہ ایک عیش گاہ سے باہر آتے دیکھا تھا۔

طویل وقفے تک میں نے سوچا اور پھر پرسی فون سے گفتگو کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پرسی کا چہرہ اب شگفتہ نظر آتا تھا۔

''تم بہت خوش ہو پرسی فون؟''

''ہاں۔''

''اس کی وجہ جان سکتا ہوں؟''

''نہیں۔'' اس نے جواب دیا۔

''کیا مطلب؟''

''جو کچھ میں نے کہا میرا مطلب اس سے مختلف نہیں ہے۔'' پرسی فون کا لہجہ خشک تھا۔ میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

''لیکن تم میری بیوی ہو پرسی فون۔''

''ہاں۔ لیکن تم میری خواہشات پوری کرنے میں ناکام رہے ہو۔''

''کون سی خواہشات؟''

''میں ابھی تک اولاد سے محروم ہوں۔''

''اولاد کے حصول کے لئے تم نے دوسرے راستے اختیار کئے ہیں؟''

''ہاں۔ اپنے حق کے مطابق۔'' اس نے بے خوفی سے جواب دیا، تب میں نے اس حق کا جائزہ لیا۔ اور پروفیسر۔ مجھے یہ بات معلوم ہوئی کہ واقعی وہ حقدار ہے اس زمین کے اصول مختلف تھے اور بھلا میں ان اصولوں سے کس طرح انحراف کر سکتا تھا۔ ایک لمحے کے لئے میرے اندر دلچسپی جاگی۔ بہرحال یہ ایک تجربہ تھا۔

لیکن جس حیثیت سے مجھے یہ تجربہ ہوا تھا۔ وہ حیثیت اس بات کو قبول نہیں کر رہی تھی۔ پرسی فون اپنے معمولات میں مشغول تھی۔ میں حکومت کے دوسرے کام دیکھ رہا تھا لیکن ذہنی طور میں الجھا ہوا تھا۔ میرا مشیر ہائپون گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتا تھا لیکن ابھی تک میں نے اپنا مسئلہ اس کے سامنے پیش نہیں کیا تھا۔

بالآخر ایک دن اس نے مجھ سے سوال کر ہی ڈالا۔ ''ایک خادم کی حیثیت سے میرے حقوق محدود ہیں لیکن تم نے ہمیشہ مجھے دوست کی حیثیت دی ہے اور اسی حیثیت سے میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔''

''پوچھو ہائپون۔''

''ان دنوں تم کچھ پریشان نظر آرہے ہو؟''

''ہاں۔ہائپون۔''میں نے گہری سانس لے کر کہا۔

''ہائپون کو اس کی وجہ نہیں بتاؤ گے؟''

''وجہ؟''میں نے اسے غور سے دیکھا۔ پھر میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا''ہاں ہائپون میرا خیال ہے میں تمہیں اس راز میں شریک کرلوں۔''

''ہائپون تمہارا خادم ہی نہیں دوست بھی ہے اور دوست ہونے کی حیثیت سے وہ تمہارے راز کا امین ہے۔''

''مجھے بھروسہ ہے۔''میں نے جواب دیا۔

''تو بتاؤ کیا راز ہے؟''

''پری فون غلط راستوں پر نکل گئی ہے۔''

''پری فون؟''ہائپون نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں۔''

''تمہاری بیوی؟''اسے یقین نہیں آرہا تھا۔

''تمہیں اتنی حیرت کیوں ہو رہی ہے؟''

''اس لئے کہ تم۔تم دونوں ایک دوسرے کو پیار کرتے ہو۔''

''کرتے تھے۔اب نہیں کرتے۔''

''کیوں؟''

''پری فون بدل گئی ہے۔''

''اس کی وجہ؟''

''اولاد۔''

''اوہ۔تم میں سے کون اولاد کا زیادہ خواہش مند ہے؟''

''وہ۔''

''لیکن ہمیکی۔ کیا تم دونوں میں سے کوئی اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں ہے؟''ہائپون نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

''میں نہیں جانتا۔''

''پری فون نے کوئی قدم اٹھایا ہے؟''

''ہاں۔''

''کیا؟'' ہاپون نے پوچھا۔

''کوزال۔ اس کا گونگا خادم، اس کی توجہ کا مرکز ہے۔''

''تجھے یقین ہے؟''

''ہاں۔'' میں نے سنجیدگی سے جواب دیا اور ہاپون گہری سوچ میں گم ہو گیا۔ پھر اس نے طویل سانس لے کر کہا۔

''بلاشبہ یہ صورتِ حال میرے لئے تکلیف دہ ہوگی۔ لیکن پری فون اپنی مرضی سے ایسے اقدامات کر سکتی ہے اسے اس کا حق حاصل ہے۔''

''یہ انوکھا حق ہے؟''

''ہاں۔ یہ اس سرزمین کی ریت ہے اور اگر تمہارے ہاں کوئی اولاد پیدا ہو جاتی ہے تو بلاشبہ وہ اس سلطنت کی مالک ہوگی کیونکہ سلطنت تمہیں پری فون کے خاندان سے ملی ہے اور تم خود ایک چرواہے کے بیٹے ہو۔''

''لیکن ہاپون۔ میرے لئے یہ ناقابلِ برداشت ہے۔''

''یقیناً ہوگا۔''

''میں کیا کروں؟''

''ہاپون کرے گا لیکن تم ایک اور کام ضرور کرو...... پری فون کو احساس دلاؤ کہ خود تمہیں اس کی زیادہ پروا نہیں ہے اور محل کنیزوں کے ساتھ دادِ عیش دو۔''

''کیا مجھے اس کا حق حاصل ہے؟''

''تمہیں تو اس کا بھی حق حاصل ہے کہ پری فون کو قتل کر دو۔''

''اوہ۔'' میں نے پُرخیال انداز میں گردن ہلائی۔ میرا یہ مشیر خوب تھا اور اس نے جو کچھ مجھے بتایا تھا وہ بھی عمدہ تھا۔

ہاپون رخصت ہو گیا اور میں نے اپنے طور پر اپنی ذہنی کیفیت کا جائزہ لیا۔ میں ان معاملات سے زیادہ متاثر تو نہیں تھا۔ ہاں ہیکلی کی حیثیت سے اس بات کا رنج ضرور تھا کہ میری بیوی نے مجھ سے بے وفائی کی۔

لیکن اندرونی طور پر میں ہیکلی نہیں تھا۔ میں نے ایک بات ذہن نشین کر لی یعنی ایسے واقعات جو میرے ذہن کے لئے ناقابلِ قبول ہوں۔ مجھے اپنی اصل حیثیت سے قبول کرنا چاہئیں۔ اس طرح میں ذہنی الجھن سے محفوظ رہ سکوں گا اور اس طرح تحت الثریٰ کے ماضی کی ان داستانوں سے خود کو نکال سکوں گا۔ اور جب میں نے آواز دی خود کو محسوس کیا کہ ساری کہانی ایک مذاق ہے۔ دلچسپ مذاق۔ خواب کی مانند یا اس طرح جیسے میں صرف ایک دیکھنے والا ہوں اور خود میرا اس داستان سے کوئی تعلق نہ ہو۔

لیکن میرا دوست ہاپون صرف تماشائی نہ رہ سکا۔ محل میں اونچی نیچی سرگوشیوں سے میں نے معلوم کیا کہ کوزال کی لاش اس کے کمرے میں

ملی ہے اور اس کی گردن اس کے شانوں سے بہت دور پائی گئی ہے۔ میں نے لاش دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ نہ ہی یہ معلوم کیا کہ اس لاش کو کہاں ٹھکانے لگایا گیا۔

ہاں پرسی فون کی کیفیت کے بارے میں معلوم کرنا میرے لئے زیادہ دلکش تھا۔ اور تنہائی کے لمحات میں وہ میرے پاس آگئی۔ لیکن اس کی آنکھوں کی چمک میں اس کے گالوں کی شفق میں کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ اس نے مخصوص انداز میں میرے گردن میں بانہیں ڈال دی تھی اور میں نے بھی کسی تغیر کا اظہار نہیں کیا۔

لیکن وہ خود ہی ہنستی ہوئی بولی۔

''بے چارہ کوزال بھی خوب مارا گیا لیکن کیا برا ہوا۔ اس کی حیثیت اس سے زیادہ کیا تھی کہ وہ صرف ایک غلام تھا لیکن تمہیں یہ جان کر شاید مسرت ہو کہ میں خود اس کی موت کی خواہش مند تھی اور اس بارے میں سوچ رہی تھی کہ کس طرح اسے راستے سے ہٹاؤں۔'' پرسی فون نے کہا اور میں چونک پڑا۔

''کیوں؟'' میں نے اس سے سوال کیا۔ ''وہ تو تمہارا منظورِ نظر تھا۔''

''نہیں میری روح۔ پیار تو میں تم سے کرتی ہوں۔''

''خوب۔ اب بھی؟''

''اب بھی اور ہمیشہ۔''

''دلچسپ محبوبہ ہو۔''

''یہ بات نہیں۔ دراصل تم غلط فہمی کے شکار ہوئے تھے۔''

''کیوں؟''

''وہ میری محبت نہیں میری ضرورت تھا۔''

''ضرورت؟''

''ہاں۔ میں چاہتی تھی کہ حکومت میرے خاندان ہی میں رہے اور یہی خواہش میرے باپ ایپی ٹس کی تھی۔''

''تو پھر؟''

''میں نے کوزال سے اپنی ضرورت پوری کر لی اور جب غلاموں سے کوئی ایسی ضرورت پوری کی جائے جو ان کی حیثیت سے بڑھ کر ہو تو پھر ان کی زندگی مناسب نہیں ہوتی کیونکہ وہ اس قابل نہیں ہوتے کہ ان پر اعتبار کیا جائے اور ناقابلِ اعتبار لوگوں کا مر جانا ہی بہتر ہوتا ہے۔'' پرسی فون نے کہا۔

کیا کہنا چاہتی ہو پرسی فون؟''

''کوئی خاص بات نہیں ہےکیں، صرف یہ کہ اس سے میں جو چاہتی تھی وہ پورا ہوگیا اور میں بہت خوش ہوں۔''

''یعنی؟''

''یعنی یہ کہ اب میرے بدن میں اس ریاست کا حکمران موجود ہے۔''

''اوہ۔'' میرا خون کھول گیا۔ ''لیکن وہ حکمران کوزال کا بیٹا یا بیٹی ہوگی۔'' میں نے طیش کے عالم میں کہا۔

''نہیں کوزال کا نہیں۔ پرسی فون کی بیٹی یا بیٹا ہوگا۔''

''لیکن میرا اس سے کیا تعلق ہوگا؟''

''تم اس کے باپ ہوگے۔''

''کیوں؟''

''اس لئے کہ آقاؤں کے غلاموں سے ہر ضرورت پوری کرنے کا حق ہوتا ہے لیکن کیا غلاموں کی یہ مجال کہ وہ کسی چیز پر اپنا دعویٰ کرسکیں۔''

''لیکن پرسی فون۔ میں تو اسے اپنی اولاد تسلیم نہیں کروں گا۔''

''اس طرح تم تحت الثریٰ سے بغاوت کردگے۔'' پرسی فون نے نہایت سکون سے کہا۔

''تحت الثریٰ کے قوانین سے بغاوت۔'' میں نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ہاں۔''

''کیوں؟''

''اس لئے کہ تم اس قانون کے امین ہو۔ تم تحت الثریٰ کے شاہ ہو ایسی صورت میں لازم ہے تم پر کہ تم ان قوانین کی پابندی کرو۔''

''اوہ۔۔۔ اوہ۔۔۔'' میرا خون کھول اٹھا۔ میرے بدن سے چنگاریاں پھوٹنے لگیں لیکن دفعتاً میں سنبھل گیا۔ میں نے اپنے کو محسوس کیا اور اس طرح اپنی اس کیفیت پر قابو پالیا جو مجھے برانگیختہ کررہی تھی۔ چنانچہ میرے ہونٹوں پر بھی مسکراہٹ پھیل گئی۔ ''ہاں تم نے ٹھیک تو یاد دلایا پرسی فون تحت الثریٰ کے قوانین سے بغاوت۔ بلاشبہ ہم میں سے ہر ایک اس بات کا مختار ہے کہ جس طرح چاہے زندگی گزارے۔''

''یقیناً۔'' پرسی فون نے جواب دیا۔ وہ نہایت دلکش انداز میں مسکرا رہی تھی۔ پھر وہ میرے سینے سے چمٹ گئی۔ میں نے بھی اس سے تعرض نہیں کیا تھا۔ ظاہر ہے میں اب جس حیثیت میں تھا وہ مختلف تھی مجھے اب وہ احساس نہ رہا تھا جو کچھ دیر قبل تھا چنانچہ میں نے پرسی فون کے ان جذبات کی پذیرائی کی جن کی تکمیل وہ اس وقت مجھ سے چاہتی تھی اور پرسی فون مطمئن ہوکر میرے نزدیک سے اٹھ گئی۔

لیکن اس کے بعد میں نے جو کچھ سوچا تھا اور ہائپون نے مجھے جو کچھ مشورہ دیا تھا۔ میں نے اس پر عمل کیا۔ محل کی حسین ترین کنیزیں میری خلوت میں آنے لگیں اور میں نے محسوس کیا کہ چند ہی دنوں کے بعد پرسی فون کے چہرے کا رنگ اڑنے لگا ہے۔ اس کے ہونٹوں پر وہ مسکراہٹ باقی نہ رہی جو کبھی اس کے حسن کا خاصا تھی۔ گویا اب وہ ان حالات کا شکار تھی جن کا کچھ وقت پہلے میں تھا اور مجھے اس صورت حال سے کافی مسرت محسوس

ہوتی تھی کیونکہ میں دیکھ رہا تھا کہ پرسی فون کا پیٹ بڑھتا جارہا ہے۔ گویا کوزال اس میں موجود تھا اور یہ تصور مجھے پرسی فون کے اترے ہوئے چہرے سے پوری طرح لطف اندوز ہونے کا موقع دیتا تھا بھلا مجھے اب اس بات کی کیا پرواہ ہو سکتی تھی۔ میں نے جو کچھ کیا تھا اس کی نشانیاں اس کے سارے وجود سے عیاں تھی اور میں جو کچھ کررہا تھا اسے میں چھپانا نہیں چاہتا تھا۔

چنانچہ کنیزیں آتی رہیں جاتی رہیں۔ ان میں سے چند تو ایسی تھیں جو مجھے بے حد پسند تھیں اور ایک طرح سے وہ مستقل میری خلوت کی راز دار تھیں۔ پھر وہی ہوا جس کا امکان تھا یعنی پرسی فون ایک دن آتش فشاں کی طرح پھٹ پڑی۔

''تم ... تم۔'' اسنے مٹھیاں بھینچتے ہوئے خونخوار لہجے میں کہا۔ ''تم نے مجھے بالکل نظر انداز کر دیا ہے ہیکی۔''

''کیا مطلب پرسی فون؟''

''تم نے مجھے۔ تم نے مجھے ایک کنیز سے بھی بدتر سمجھ لیا ہے۔''

''نہیں۔ نہیں۔ ایسی تو کوئی بات نہیں۔ کنیزیں اپنا مقام رکھتی ہیں اور تم اپنا۔ کیا یہ بات تحت الثریٰ کے قوانین کے خلاف ہے۔ کیا ایک شہنشاہ کنیزوں سے لطف اندوز نہیں ہو سکتا؟'' میں نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ اور پرسی فون کسی زخمی سانپ کی مانند تلملانے لگی۔

ظاہر ہے وہ اس بات کا کیا جواب دے سکتی تھی لیکن میں بھی خاموش نہ رہ سکا تھا۔ ''تو تم نے جواب نہیں دیا پرسی فون۔ میں تمہاری رائے جاننے کا خواہش مند ہوں۔''

''لیکن یہ محبت کے خلاف ہے۔''

''محبت نہیں پرسی فون تمہارا خیال غلط ہے۔ محبت کا مسئلہ ہمارے تمہارے درمیان کوئی بہت بڑی حیثیت نہیں رکھتا۔ کیا تمہارے خیال میں، میں کوزال کو بھول سکوں گا جو آج بھی تمہارے پیٹ میں موجود ہے۔''

''اوہ۔ تو تم نے انتقاماً......''

''انتقاماً تو نہیں۔ تم نے اپنا حق استعمال کیا اور میں نے اپنا۔ اس میں انتقام کی کیا بات ہے؟''

''لیکن میں۔ میں یہ سب کچھ نہیں ہونے دوں گی۔''

''پرسی فون۔ تم میرے ایک اشارے پر اپنی زندگی کھو سکتی ہو۔ اس لئے شہنشاہ ہیکی کے سامنے سوچ سمجھ کر بات کیا کرو۔'' میں نے درباری لہجے میں کہا اور وہ مجھے دیکھنے لگی۔ پھر اس نے آہستہ سے گردن ہلائی اور ہونٹ بھینچتی ہوئی باہر نکل گئی۔

میں جانتا تھا کہ عورت کیا کرے گی اور عورت جو کچھ کرے گی اس کے جواب میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ کیونکہ میں باخبر تھا اور بات یوں تھی کہ بلاشبہ محل میں کنیزوں کا اضافہ ہونے لگا تھا۔ میرے وہ مداح اور جاں نثار جو میری خوشیاں چاہتے تھے اس تگ و دو میں مصروف ہو گئے تھے کہ حسین ترین لڑکیاں میرے پاس لائیں اور میری کنیزوں میں شامل کریں اور بھلا جب ایک شہنشاہ بھی یہی چاہے تو کون اسے روک سکتا ہے۔ چنانچہ حسینوں کے جھرمٹ میں، میں پرسی فون کو تقریباً بھول ہی گیا ہاں ایک دن ہائیون نے بتایا کہ پرسی فون اب محل میں نہیں رہتی۔

''تو وہ کہاں گئی؟'' میں نے سوال کیا۔

''اور اس کا باپ بھی اس کے ساتھ غائب ہے۔''

''خوب۔ خوب، لیکن ہاپون اس بات سے تم کیا مقصد لیتے ہو؟'' میں نے سوال کیا۔

''کچھ نہیں۔ غالباً اس کا خیال ہوگا کہ وہ ایک بچے کو جنم دینے کے بعد دوبارہ تمہارے پاس آئے گی اور پھر تمہیں اس کی پرورش کے لئے مجبور ہونا پڑے گا۔''

''کیا یہ بھی تحت الثریٰ کا قانون ہے؟''

''ہاں۔ پرسی فون کا بچہ خواہ اس کا ذمہ دار کوئی بھی ہو بہر صورت تمہاری اولاد اور تمہارا جائز وارث کہلائے گا۔''

''ہوں......'' میں کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ لیکن پھر وہی مسئلہ سامنے آ گیا۔ یعنی یہاں جو کچھ بھی ہوتا ہے۔ میری اپنی شخصیت ۔لیکن اس کے بعد میں نے خاموشی اختیار کر لینا ہی مناسب سمجھی۔ ہاں البتہ پرسی فون ایک طویل عرصہ تم میرے نزدیک نہ آئی۔

جن حالات میں، میں زندگی گزار رہا تھا وہ میرے لئے غیر تسلی بخش نہیں تھے۔ ہاپون میرا ساتھی تھا اور امور حکومت بآسانی چل رہے تھے البتہ جب بھی مجھے اپی ٹس اور پرسی فون کا خیال آتا میں سوچنے لگتا کہ دیکھیں جب وہ نمودار ہوتے ہیں تو کون کون سے ہنگاموں کے ساتھ اور بالآخر وہ دن بھی آ گیا جب یہ ہنگامہ نگاہوں کے سامنے تھا۔ پرسی فون نے ایک بچہ کو جنم دیا تھا اور اس کے لئے اس نے امراء کو طلب کر لیا تھا جو حکومت میں ایک خاص حیثیت رکھتے تھے ہاں جب اس نے امراء کو طلب کیا تو امراء نے مجھ سے بھی اجازت طلب کی تھی اور میں نے انہیں بخوشی اجازت دے دی تھی۔ ظاہر ہے جب ان حالات کو میں قبول کر چکا تھا تو باقی معاملات میں خواہ مخواہ ٹانگ اڑانے کی کیا ضرورت تھی لیکن جب وہ سب واپس آئے اور انہوں نے مجھے بتایا کہ پرسی فون نے ایک ایسے بچے کو جنم دیا ہے جس کے خدوخال جنگل میں رہنے والے اس جانور سے ملتے ہیں جو انسانوں کی مانند ہوتا ہے لیکن اس کے بدن پر لمبے لمبے بال ہوتے ہیں اور اس کا چہرہ انسانوں سے مختلف ہوتا ہے۔ گویا وہ بن مانس کی بات کر رہے تھے۔ میں یہ سن کر ششدر رہ گیا۔ یہ کیا تھا، وہ سب کچھ کیا تھا، اس سلسلے کی ایک کڑی تھا جس کے لئے میں پریشان تھا نجانے کیوں اس دن مجھے فیرونا یاد آ گیا۔ فیرونا کی پیش گوئیاں یاد آئیں اور ایک لمحے کے لئے میں واقعی پریشان ہو گیا۔ اگر وہ بن مانس کی شکل ہے تو پھر۔ تو پھر۔ ممکن ہے فیرونا کی بددعاؤں کا کوئی دخل ہو۔

حالانکہ مجھے ان بددعاؤں سے بددل نہیں ہونا چاہیے تھا۔ یہ بددعائیں میرا کیا بگاڑ سکتی تھیں۔ اگر وہ بچہ بن مانس کی شکل کا تھا تو اس سے مجھے کیا فرق پڑتا تھا ہوگا۔ میری اولاد تو تھی نہیں اور یوں بھی پروفیسر نہ تو مجھے اولاد کی خواہش تھی اور نہ ہی کسی اور چیز کی۔

یوں جب بھی میں اس بارے میں غور کرتا تو ایک چیز مجھے ہمیشہ سکون بخشتی تھی کہ بہر صورت میں اس بات کو نہیں بھول سکا تھا کہ میں سالانوس کے اس دانش کدے کے ذریعے ماضی کے اس جزیرے تک پہنچا ہوں اور یہاں کے مناظر دیکھ رہا ہوں اور جب میں یہاں سے واپس جاؤں گا تو میری وہی حیثیت ہوگی جو پہلے تھی لیکن اس زندگی میں تبدیلی کی چاشنی تھی۔

پرسی فون جو شاید اس وقت تک کے لئے ہی غیر حاضر ہوئی تھی جب تک کہ کوزال کے بچے کو جنم نہ دے لے۔ بالآخر میرے پاس پہنچ گئی۔ مجھے اس کی آمد کی اطلاع اپنی عیش گاہ میں ملی تھی۔ اس کے ساتھ اس کا باپ اپی ٹس بھی تھا لیکن میں جاننا چاہتا تھا کہ خود پرسی فون کا اس بارے میں کیا خیال ہے چنانچہ جب وہ محل میں پہنچے تو میں نے ان کا پرتپاک انداز میں استقبال کیا۔ وہ بچہ اس کے ساتھ نہیں تھا جو اس نے جنم دیا تھا۔ میں نے دیکھا پرسی فون کا شباب ڈھل چکا تھا وہ جوانی، وہ شادابی جو اس کے چہرے کا خاصہ تھی مفقود ہو چکی تھی۔ وہ اجڑی اجڑی نظر آ رہی تھی۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر غالباً وہ اور چڑ گئی۔ اس نے مجھ سے کوئی بات نہ کی۔ میں نے شاہ اپی ٹس کی جانب دیکھا۔ شاہ اپی ٹس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔

''میرے معزز عزیز، میرے بزرگ، میرے مربی۔'' میں نے اپی ٹس کو سینے سے لگاتے ہوئے کہا اور پھر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔'' شاہ اپی ٹس میں آپ سے تنہائی میں کچھ گفتگو کرنے کا خواہش مند ہوں۔'' اپی ٹس نے عجیب سی نگاہوں سے میری جانب دیکھا۔ پھر اپنی بیٹی پرسی فون کی طرف۔ پرسی فون کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ مجھ سے ہونے والی گفتگو میں دخل دینا نہیں چاہتی تھی۔ سو میں نے کہا۔'' میں ان تمام کارروائیوں کا مقصد جاننا چاہتا ہوں۔'' اپی ٹس نے نگاہیں اٹھا کر میری جانب دیکھا اور بولا۔

''مقصد کیا ہو سکتا ہے؟''

''جو کچھ بھی ہے شاہ اپی ٹس بے شک یہ حکومت تیری ہے اور میں نے مقامی اصولوں کے مطابق اسے حاصل کیا لیکن اب میں محسوس کرتا ہوں کہ جیسے میں ہمیشہ سے اس علاقے کا حکمران رہا ہوں اور میرے ذہن میں وہ تمام چیزیں سرایت کر چکی ہیں جو کسی شہنشاہ کے ذہن میں ہوا کرتی ہیں۔ اس لحاظ سے میں ہر وہ بات تم سے کر سکتا ہوں جو عام حالات میں نہیں کر سکتا تھا۔''

''بے شک تجھے اس کا اختیار حاصل ہے۔'' اپی ٹس نے جواب دیا۔

''تب میں تم سے کہتا ہوں کہ بالکل حقیقت بتاؤ سچ بولو، جو کچھ میں تم سے پوچھتا ہوں سچ سچ بتاؤ۔''

''میں سچ بولوں گا۔'' اپی ٹس نے جواب دیا۔

''مجھے بتاؤ کہ جو افواہ میں نے سنی ہے کیا وہ درست ہے؟''

''بچے والی؟''

''ہاں۔''

''بالکل درست ہے شاہ میکی۔ اور میں حیران ہوں کہ یہ سب کیا ہوا۔ انسانی جسم سے ایک جانور کیوں برآمد ہوا ہے؟''

''ہوں۔ اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے اپی ٹس کہ وہ جانور کس کا نطفہ ہے۔'' میں نے سوال کیا۔

''ہاں۔ غلام کوزال کا۔'' اپی ٹس نے جواب دیا۔

''گویا تمہاری بیٹی قابل اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی اس قابل کہ وہ میرے بچے کی ماں بنے، لیکن شاہ اپی ٹس اب کیا کرو گے، اس بن مانس کو تحت الثریٰ کا حکمران بناؤ گے؟''

''میں نہیں جانتا، میں کچھ نہیں جانتا۔ یہ تمہارے آپس کے معاملات ہیں۔ میں تو ایک طرح سے ان تمام چیزوں سے بری الذمہ ہو چکا ہوں۔ اگر میری بیٹی مجھے اپنی مدد کے لئے مجبور نہ کرتی تو شاید میں اس کے ساتھ جانا بھی پسند نہ کرتا۔''

''تو پھر کان کھول کر سن لو اپی ٹس کہ اس بن مانس کو مرجانا ہوگا۔'' میں نے بھاری لہجے میں کہا۔

''لیکن یہ میری بیٹی کا بچہ ہے اس کے بدن سے نکلا ہے۔''

''اور میرے نام سے منسوب ہوگا۔'' میں نے طنزیہ انداز میں کہا۔ ''گویا میں ایک بن مانس کا باپ ہوں۔''

''دیکھو ہیکی میرے ذہن میں ایک تجویز ہے اگر تم چاہو تو اس پر عمل کرو۔''

''ہاں ہاں۔ کہو تم شاہ ہو پرانے تجربہ کار۔'' میں نے کہا۔

''ابھی اس جانور نما انسان کو قتل نہ کرو، اسے پرورش پانے دو اور پرسی فون کی توجہ اور محبت دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش کرو، یہ کوشش کرو کہ اس کے بدن سے دوبارہ تمہاری اولاد پیدا ہو۔ اس کے بعد اس بن مانس کی حیثیت خود بخود ختم ہو جائے گی۔''

''خوب کہا تم نے شاہ اپی ٹس۔ کیا میں اس عورت کو قبول کر سکوں گا جس کے بارے میں مجھے اندازہ ہے کہ وہ مجھ سے نفرت کرتی رہی ہے اور ایک ایسے شخص کو اس نے مجھ پر ترجیح دی جو کسی طرح بھی قابلِ اعتبار نہ تھا۔ کیا میں یہ سب کچھ کر سکتا ہوں شاہ اپی ٹس؟''

''اگر نہیں کرو گے تو اس میں تمہارا نقصان ہے؟''

''بھلا کیا؟''

''یہی کہ وہ بن مانس خواہ وہ جانوروں کی سی خصوصیات کیوں نہ رکھتا ہو اس علاقے کا حکمران بنے گا۔''

''ہوں'' میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ ''ٹھیک ہے ہم یہ تماشہ بھی دیکھیں گے شاہ اپی ٹس۔ ہم دیکھیں گے کہ ایک جانور کی حکمرانی کیسی ہوتی ہے اور تم نے ٹھیک ہی کہا۔ ہاں میرے ذہن میں یہ بات بالکل نئے انداز میں آئی ہے کہ اس جانور کی حکمرانی سے تمہارا نام کیسے زندہ رہتا ہے۔'' میں نے کہا اور اپی ٹس گردن ہلانے لگا۔

''گویا تم نے اسے قتل کرنے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے۔''

''ہاں شاہ اپی ٹس، ہیکی ایک چرواہے کا بیٹا ہے اس نے اپنے بارے میں سوچا ہے نہ کہ اپنی پشتوں کے بارے میں اگر میری اولاد بھی اس طرح بھیڑیں چراتی جس طرح اپنی طویل زندگی میں نے گزاری ہے تو میرے اوپر اس کا کیا اثر پڑتا اور اگر میں ایک طویل عرصہ تک حکمرانی کی زندگی گزارنے کے بعد بھیڑیں چرانے کے لئے واپس چلا جاؤں تب بھی میں یہ نہ سوچوں گا کہ کچھ برا ہوا۔''

''ہوں۔ میں تیرا مطلب سمجھ رہا ہوں ہیکی لیکن میرا تجربہ کچھ اور کہتا ہے۔''

''میں جان سکتا ہوں؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں۔ صدیوں کی طویل زندگی گزارنے کے لئے ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ عمدہ ماحول میں سانس لے۔ شاہ کی گدی سے

اترنے کے بعد جو کیفیت ہوتی ہے وہ تو اپی ٹس سے پوچھ۔"

"اوہ گویا تم افسردہ ہو؟"

"ہاں۔"

"لیکن میرا خیال ہے تمہیں وہ تمام مراعات حاصل ہیں جو پرسکون زندگی کے لئے ضروری ہوتی ہے۔"

"بیشک۔ لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ تو میری بیٹی کے ساتھ برا سلوک بند کردے۔" اپی ٹس نے جواب دیا۔

"اوہ۔ تو اس سلوک سے افسردہ ہے؟"

"ہاں۔ بالآخر باپ ہوں۔"

"لیکن کیا تو اس کے قصور کو تسلیم نہیں کرے گا اپی ٹس؟"

"مجھے تو یہی نہیں معلوم کہ اس کا قصور کیا ہے؟"

"کیا تمہارے خیال میں یہ قصور کافی نہیں ہے کہ وہ میری بیوی ہونے کے باوجود کسی دوسرے بچے کی ماں ہے۔"

"لیکن تم اس کی خواہش پوری نہیں کر سکے تھے۔"

"یہ الزام بھی اس نے لگایا ہوگا۔"

"الزام کیا، یہ جیتا جاگتا ثبوت نہیں ہے؟" اپی ٹس نے سوال کیا مجھے اس کی بات پر بہت غصہ آیا تھا لیکن اس غصے کے اظہار کا طریقہ میں نے کچھ اور سوچا اور پھر میں نے خاموشی اختیار کرلی۔

"تم خاموش کیوں ہو گئے ہیکی؟"

"یہی بہتر ہے بس۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

"لیکن اس سے قبل میں کچھ اور کہنا چاہتا ہوں۔"

"کیا؟" میں نے اسے دیکھا۔

"بچے کو کونسل کے سامنے پیش کر کے تحت الوبی کی حکومت کا جائز وارث قرار دیا جائے گا۔ اس سے قبل وہ عوام کے سامنے آئے گا اور جائز وارث کی پرورش کونسل کی ذمے داری ہوتی ہے۔ اس کے بعد ساری اولادیں والدین پرورش کرتے ہیں۔ ایک اور بات بھی سن لو ہیکی۔ حکومت کے وارث کے قتل کی کوشش کی سزا یقینی موت ہوتی ہے خواہ حکمران وقت ہی یہ کوشش کیوں نہ کرے۔"

"میں اسے قتل نہیں کروں گا اپی ٹس۔ بس اب جاؤ۔" میں نے کہا اور اپی ٹس گردن ہلاتا ہوا باہر چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد میں دیر تک سوچتا رہا۔ ان باپ، بیٹی نے مل کر میرے خلاف سازش تیار کی تھی لیکن میرے خیال میں دونوں بے وقوف تھے کیونکہ میں...... ان سے متاثر نہیں تھا۔ رہی دوسری باتیں تو بہرحال میری الگ حیثیت تھی۔ اگر ایک بن مانس اس زمین کا حکمران بن جاتا

تو میرا کیا جاتا اور ہر ماضی ماضی ہے جو گزر چکا ہے۔ احمق لوگ یہ بات نہیں جانتے تھے۔

میری بیوی، میری محبت پرسی فون واپس آ گئی تھی اور اب اسے یقیناً میری ضرورت ہوگی چنانچہ تنہائیوں کے وقت میں اس کے پاس پہنچ گیا۔ ایک خوبصورت بچے کو جنم دینے کے بعد پرسی فون زیادہ حسین ہو گئی تھی۔

اس نے مسکراتے ہوئے میرا استقبال کیا۔ گویا کوئی بات نہیں تھی لیکن بات تو بہت کچھ تھی بس پرسی فون خود کو بہت زیادہ مضبوط اعصاب کی مالک ثابت کرنے پر تلی ہوئی تھی اور میں اس کی اعصابی قوت کو بھی شکست دینا چاہتا تھا۔

میں نے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور پرسی فون میری بانہوں میں آ گئی۔ ''آہ میری بیوی، میری محبوبہ۔'' میں نے محبت بھرے لہجے میں کہا اور پرسی فون کے ہونٹوں کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہو گئی۔ وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اتنے دن سے اس کی جدائی نے میرے ذہن پر اثر کیا ہے اور میں اس کی تمام کوتاہیاں بھول گیا ہوں۔ اس نے میرا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لے لیا اور کہنے لگی۔

''کیسے ہو ہمکی ؟''

''بالکل ٹھیک۔ میری زندگی میری روح بس تمہارے بارے میں اکثر سوچتا رہتا تھا۔''

''چلو شکر ہے تم نے سوچنا شروع کیا اور مجھے بلاشبہ اس کے لئے کافی محنت کرنا پڑی ہے۔'' وہ مجھے چومتے ہوئے بولی۔

''یقیناً یقیناً۔ لیکن سوچتا تو میں تمہارے بارے میں پہلے بھی تھا پرسی فون۔'' میں نے محبت سے کہا۔

''ہاں ہمکی ہمارے اور تمہارے درمیان عجیب و غریب حالات جنم لے رہے ہیں۔ ہماری تمہاری ابتداء بڑے خوبصورت ماحول میں ہوئی تھی۔ بڑا ہی چمکدار پتھر تھا وہ۔ میں آج بھی اس پتھر کو نہ بھولی جو ہماری زندگی میں بہت بڑی حیثیت لے کر آیا تھا اور جب میں وہاں سے پلٹی تو میں نے صرف ایک چہرے کو اپنے ذہن میں سجایا اور میرے دل و ذہن کے دریچہ خانوں میں سجنے والا چہرہ تمہارا تھا۔ میں سوچتی تھی ہمکی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تمہیں حاصل نہ کر سکوں اور تم یقین جانو، اس وقت میری ذہنی کیفیت بہت ہی عجیب تھی۔ اس وقت اگر تمہارے علاوہ اور کوئی جنگ میں فتح حاصل کر لیتا تو میں اپنے اختیارات سے کام لے کر اسے مروا دیتی اور اس کے بعد اعلان کرا دیتی کہ میں نے اس شخص کو پسند کر لیا ہے جو میری زندگی اور میری حکومت کا مالک ہے یعنی جس کا نام ہمکی ہے۔ گویا وہ تم تھے صرف تم۔ لیکن ہمکی میں نہیں جانتی کہ ہمارے درمیان کون سی چیز رخنہ انداز ہو گئی اور تم مجھ سے دور ہوتے گئے۔ نجانے کیوں حالانکہ روز اول کی طرح میں آج بھی تمہیں اتنا ہی چاہتی ہوں اور میری اس چاہت میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔'' وہ یگانگت بھرے لہجے میں بولی۔

''میرا خیال ہے وہ صرف تمہاری ضد تھی پرسی فون۔'' میں نے کہا۔

''ضد نہیں ہر انسان کی ایک خواہش ہوتی ہے جس طرح اس وقت میں سوچا تھا۔''

''کیا؟'' میں نے سوال کیا۔

''یہ کہ اگر تم میری زندگی کے مالک نہ بن سکے تو میں اس شخص کو قتل کرا دوں گی جو میری زندگی کا مالک بن کر تم پر سبقت لے جانے کی

کوشش کرے گا۔ سو میں تمہیں حاصل کر لوں گی۔ اس طرح ہر خواہش ایک شدت رکھتی ہے اور میرے ذہن میں شدت سے یہ خواہش تھی کہ میں جلد از جلد کسی بچے کی ماں بن جاؤں۔ اور تم یقین کرو ہمیکی میں ہر وقت یہی سوچتی تھی کہ نجانے کیوں تم اور ہم اس نعمت سے محروم رہے ہیں۔ یہاں بات سلطنت کے وارث کی نہیں بلکہ میری خواہش کی تھی۔ سو ہمیکی تمہیں اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ تم نے میری اس خواہش کو تسلیم نہیں کیا تھا اور تمہارا تسلیم نہ کرنا ہی میری نفرت کا باعث بنا تھا لیکن وہ نفرت نہیں محبت تھی کیونکہ جس وقت میں کوزال کی آغوش میں ہوتی تھی تو میرے ذہن میں تمہارا ہی تصور رہتا تھا تاہم نجانے کیوں اس بچے کی شخصیت نہ تو کوزال سے ملتی ہے اور نہ ہی تم سے، ہاں یہ بات میں کہوں گی کہ اس وقت میرے ذہن میں خوف کے تاثرات ہوا کرتے تھے، جب یہ بچہ میرے بدن میں تھا اور ممکن ہے اسی خوف نے یہ بھیانک شکل اختیار کر لی ہو۔ ہم کتنے بدنصیب ہیں ہمیکی کہ ہمارا بچہ ایک انسان کا بچہ نہیں بلکہ ایک بن مانس ہے لیکن تمہارا خیال ہے کیا ایک ماں اپنے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچے کو خواہ وہ کیسی ہی شکل کا ہو اپنے ہاتھوں سے قتل کر سکتی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ میرا خیال ہے تم باپ ہونے کے باوجود ایسا نہیں کر سکو گے۔''

پرسی فون کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے تھے اور میں چپکی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ عجیب و غریب کردار تھا۔ نجانے کیسی باتیں کر رہی تھی گویا بالکل معصوم ہو، گویا اس کے ذہن میں یہ خیال ہی نہ ہو کہ وہ جو کچھ کر چکی ہے وہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اور میں اتنا عجیب و غریب انسان ہوں کہ میں نے اس کی حرکتوں کو معاف کر دیا ہے لیکن وہ یہی سوچ رہی تھی۔ تب میں نے کہا۔ ''سو اب تمہارے ذہن میں کیا خیال ہے پرسی فون؟''

''میرے ذہن میں کوئی خیال نہیں ہے البتہ تم سے بہت سی باتیں کرنا چاہتی ہوں۔'' پرسی فون نے جواب دیا۔

''کرو ضرور کرو۔'' میں نے بدستور پیار بھرے لہجے میں کہا۔

''تم یہ بتاؤ ہمیکی کہ ہمارا بچے کے ساتھ کیا سلوک رہے گا؟''

''اوہ۔ میرا خیال ہے کہ وہ کوزال کا بیٹا ہے اور تمہارے بدن سے پیدا ہوا ہے اس لئے اس کے بارے میں تم بہتر سوچ سکتی ہو۔''

''نہیں ہمیکی۔ کیا تم نے اب بھی اپنے ذہن سے وہ نفرت انگیز خیالات نہیں نکالے جو ہمارے اور تمہارے درمیان تھے۔''

''نفرت انگیز خیالات؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں۔ میرا مقصد یہی ہے کیا تم اب بھی اپنے ذہن سے وہ ساری باتیں فراموش نہیں کرو گے جو گزر چکی ہیں کوزال مر گیا۔ تم نے اسے قتل کرا دیا لیکن میں نے اس پر کسی تاسف کا اظہار نہیں کیا کیونکہ وہ میرا محبوب نہیں تھا۔ میرے محبوب تم تھے لیکن اس کے باوجود جو کچھ ہوا ہمیکی وہ بس عدم اعتماد کی بنا پر ہوا تھا۔ میں اب تمہارے اوپر مکمل اعتماد کرنا چاہتی ہوں۔'' وہ خلوص سے بولی۔

''ایک بات کا جواب دو گی پرسی؟''

''ہاں۔''

''کیا تم آج بھی مجھے چاہتی ہو؟''

''ہاں کیوں نہیں۔ روز اول کی مانند۔''

''نہیں پری فون۔ یہ غلط ہے میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ ہاں اگر تم مجھے چاہتی ہوں تو میرے احکامات کی تعمیل بھی کرسکتی ہو۔''

''بسر و چشم۔ تم مجھ سے کہو اور دیکھو کہ میں تمہارے لئے کیا کرسکتی ہوں۔'' پری فون نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

''تب میری خواہش ہے پری فون کہ تم اس بن مانس کو قتل کردو۔'' میں نے کہا اور پری فون کا پورا بدن لرز گیا اس نے خوفزدہ نگاہوں سے میری جانب دیکھا اور سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''گویا آج بھی تم...... اس سے اتنی ہی نفرت کرتے ہو۔''

''نہ صرف آج پری فون بلکہ میں ہمیشہ اس سے نفرت کروں گا۔''

''لیکن کیوں؟''

''اس لئے کہ وہ میرا نہیں کوزال کا بیٹا ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

''لیکن کیا تم آج بھی اپنے ذہن سے یہ ساری باتیں فراموش نہیں کرسکو گے؟'' پری فون نے سوال کیا۔

''نہیں یہ بات نہیں۔ میں اس بچے کو معاف کرسکتا ہوں پری فون لیکن انہیں معاف نہیں کرسکتا جو اسے لائے ہیں۔''

''کیا مطلب؟''

''ہاں پری فون میں تم سے انتقام لینا چاہتا ہوں زبردست انتقام۔'' اب میرے لہجے میں شدید نفرت امنڈ آئی تھی اور پری فون خوفزدہ انداز میں مجھ سے الگ ہوگئی۔ ''گویا۔ گویا؟'' وہ چونک کر خاموش ہوگئی۔

''ہاں پری فون میں تم سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔''

''گویا... گویا میں تمہیں متاثر نہیں کرسکی ہوں۔'' اس نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

''بات یہ ہے پری فون کہ میں تمہیں بے پناہ چاہتا تھا۔ اگر میں تمہاری صورت نہ دیکھتا اور تمہارے بارے میں ذہن میں یہ تصورات نہ رکھتا تو اپنی اس حسین بستی سے نکل کر یہاں تم تک نہ آتا۔ حکومت کی کشش مجھے یہاں نہیں لائی تھی پری فون۔ ورنہ تو فیرونا نے بھی حکومت کے بدلے تمہیں مانگا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ فیرونا اپنے کہنے پر عمل نہ کرسکا لیکن بہرصورت میں فتح صرف تمہاری چاہتا تھا حکومت کی نہیں اور میں نے فتح حاصل کرلی۔ حکومت کی بھی اور تمہاری بھی اور پری فون اس کے بعد میں نے تم سے بے پناہ محبت کی لیکن اس کے جواب میں تم نے ایک ایسی ضد کی خاطر جو فوری طور پر ہونا ممکن نہیں تھی تم نے مجھ سے نفرت مول لے لی اور بالآخر تم اپنی ایک غلط خواہش کی تکمیل کرنے کے بعد واپس آگئی ہو تو کیا تمہارا خیال ہے میں تمہاری ان کوتاہیوں کو تسلیم کرلوں گا۔ ہرگز نہیں پری فون میں اس ریاست کا شاہ ہوں اور میرے اختیار میں بہت کچھ ہے اتنا کچھ کہ اگر میں چاہوں تو اس کونسل کو بھی معطل کرسکتا ہو جو اس بچے کی پرورش کی ذمے دار ہوگی لیکن میری جنگ صرف تم سے ہے۔''

''جنگ......؟'' پری فون بدستور خوفزدہ تھی۔

''ہاں جنگ۔''

''لیکن کیوں؟''

''اس لئے کہ پہلا قتل تم کر چکی ہو۔ پہلا وار تم نے کیا ہے۔''

''قتل؟''

''ہاں اعتماد کا قتل۔ اگر تم صرف میری بیوی ہوتیں ایسی عورت جو صرف اس لئے میرے حصے میں آ جاتی کہ میں نے حکومت حاصل کر لی تھی لیکن تم اس عورت کے بارے میں کیا کہو گی جس کے لئے جنگ کی گئی اور حکومت اس کے بعد ہاتھ آئی۔''

''لیکن ہیکی۔ آخر میں نے ایسا کون سا جرم کیا؟''

''گویا تم اب بھی خود کو معصوم سمجھتی ہو؟''

''ہاں۔ میں نے صرف اپنی خوشی ہی تو پوری کی تھی اور آخر تم مخالفت نہ کرتے تو میں اس راز میں تمہیں شریک کر لیتی۔''

''گویا تم مجھے بتاتیں کہ تم کوزال سے اپنی خواہش پوری کر رہی ہو۔''

''ہاں۔ ہم اگر ایک دوسرے سے تعاون کرتے ہیں تو پھر ہمیں یہ احساس نہیں ہونا چاہیے کہ ہم کس کے اعتماد کو قتل کر رہے ہیں۔ یہ چیز ضرورت کے لئے ہوتی ہے۔ بلاضرورت کسی چیز کا وجود ہے؟ سوچو کیا ہم ایسی کسی بات کی طرف توجہ دیتے ہیں، ایسی کسی چیز کو دیکھتے ہیں یا اسے اپنے قریب لانے کی کوشش کرتے ہیں جو ہماری ضرورت نہ ہو۔'' پری فون فلسفیانہ انداز میں بولی۔

''انوکھی منطق ہے تمہاری پری فون لیکن اس کے لئے میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ تم اپی ٹس کی بیٹی ہو شاہ اپی ٹس کی بیٹی جس نے طویل عرصے تک تخت الشری پر حکومت کی ہے اور اس نے تمہیں بھی دلائل سکھا دیئے ہوں گے لیکن تمہارا باپ یہ بات تسلیم کرتا ہے کہ میں نے اپنی خصوصیات کی بنا پر ہی حکومت حاصل کی ہے۔''

''وہ آج بھی اس کا قائل ہے۔''

''ہاں لیکن ایک دوست کے انداز میں نہیں۔''

''آخر کیوں؟''

''اس لئے کہ اس نے تمہارے ساتھ شامل ہو کر میرے خلاف سازش میں تمہاری مدد کی ہے۔'' میں نے جواب دیا۔

اور اب پری فون باقاعدہ رونے لگی۔ وہ بڑے معصومانہ انداز میں رو رہی تھی اور میں اس کی معصومیت کو دیکھ رہا تھا۔ واقعی مکار عورت تھی۔ خود کو ماحول میں ضم کرنا اور اپنی جگہ بنانا جانتی تھی لیکن میرے دل میں اس کے لئے صرف نفرت تھی۔

''ہیکی۔ ہمارے لئے اتنے برے خیالات ذہن میں مت لاؤ۔'' اس نے التجا کی۔

''میرے احکامات پر عمل کرو۔'' میں نے کہا۔

''لیکن میں ماں ہوں اور بچہ میری خواہش تھا۔ میں اسے کس طرح قتل کروں گی۔''

''تمہارے خیال میں، میں تمہارے قانون سے واقف نہیں ہوں۔''

''کون سے قانون سے؟''

''شاہ اپی نس کے قانون سے۔''

''لیکن کیا وہ قانون اب تمہارا نہیں ہے اگر تم چاہو تو اس میں ترمیم کر سکتے ہو اگر تم چاہو تو دوسروں کو اپنے دلائل سے متاثر کر سکتے ہو۔''

''میں نہیں چاہتا۔''

''آخر کیوں اور کون سے قانون کی بات کر رہے ہو تم؟'' اس نے پوچھا۔

''شہنشاہ ہسکی اپنی قلمرو کے ہر شخص کی جان و مال کا مالک ہے، وہ اپنے کسی بھی حکم کے تحت کسی بھی شخص کو زندگی کے بوجھ سے نجات دلا سکتا ہے لیکن خود اس کی بیوی کے بطن سے ہونے والا بچہ اس کی ملکیت نہیں ہوتا۔''

''ہاں یہ درست ہے کیونکہ وہ ایک امانت ہوتا ہے۔''

''لیکن اس وقت تک وہ بچہ جب تک شیر خوار ہو ماں کی ملکیت ہوتا ہے اور اگر وہ ماں کے ہاتھوں میں مر جائے تو ماں پر کوئی جرم عائد نہیں ہوتا۔''

''یہ...... یہ درست ہے۔'' پری فون کے لہجے میں پر خوف بھر آ گیا۔

''اس لئے اسے صرف تم قتل کر سکتی ہو۔''

''لیکن تم اس کی زندگی کے دشمن کیوں ہو گئے ہو؟''

''بتا چکا ہوں کہ وہ کوزال کا بیٹا ہے۔''

''وہ میرا بھی بیٹا ہے ہسکی۔ اس لئے میں اسے کبھی قتل نہیں کروں گی۔ ہاں وعدہ ہے کہ اگر تمہارا بیٹا پیدا ہو گیا تو میں اس پر ضد نہ کروں گی کہ اس جانور کو کوئی فوقیت دی جائے۔ اس کے علاوہ تمہاری کوئی شرط مجھے منظور نہیں ہے۔''

''خوب۔ اور اس کا نتیجہ جانتی ہو؟''

''کچھ بھی ہو؟''

''بہت کچھ ہو گا پری فون بہت کچھ ہو گا۔''

''تو میں یہ سمجھوں کہ تم مجھ سے تعاون نہیں کرو گے۔''

''عدیم المثال تعاون کروں گا جانِ من۔ تم دیکھو گی۔ میں تمہارے سلسلے میں پہلی بار اپنے اختیارات سے کام لوں گا۔'' میں نے کہا اور پری فون کے کمرے سے نکل آیا۔

اور اس کے بعد پروفیسر ایک ہنگامی دور شروع ہو گیا۔ پری فون کے کمرے سے نکل کر میں نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے ایک مضبوط افسر کو طلب کیا۔ اس کا نام ہیراز تھا اور میری نظر میں وہ میرا وفادار تھا۔

''شاہ ایپی ٹس کی اب کیا حیثیت ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

''ایک عام انسان سے زیادہ نہیں۔''

''کسی دور میں تم اس کے خادم تھے؟''

''وہ میرا فرض تھا۔''

''تمہارا دوسرا فرض یہ ہے کہ اس وقت تک ایپی ٹس اور اس کی بیٹی کی نگرانی کرو جب تک میں تمہیں کوئی دوسرا حکم نہ دوں۔''

''تعمیل ہوگی۔''

''لیکن ایک ذمہ داری بھی تمہارے اوپر عائد ہوتی ہے۔''

''حکم۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''ایپی ٹس اور پری فون کسی طور باہر نہیں نکلنا چاہیے ورنہ میں تمہیں غداروں میں شمار کروں گا۔''

''بہتر۔ میں ان پر سختی کرسکتا ہوں۔''

''ہاں۔ اگر وہ باہر جانے کی کوشش کریں۔''

''کچھ اور لوگوں سے مدد لے سکتا ہوں۔''

''اگر ضرورت محسوس کرو۔'' میں نے کہا اور اس نے گردن ہلا دی۔ چنانچہ میں اس طرف سے مطمئن ہوگیا۔ میں اگر چاہتا تو اس کونسل کو مطالبے سے روک سکتا تھا جو ولی عہد کو اپنی تحویل میں لینے کی خواہش مند تھی لیکن میں نے اسے نہ روکا تب ایپی ٹس کی ضرورت محسوس ہوئی اور ایپی ٹس نے میرے آدمیوں کی مدد سے وہ بچہ کونسل کے حوالے کر دیا۔

خوب بندر تھا۔ چہرہ سیاہ باقی بدن سفید۔ لمبے لمبے ناخن اور مکمل جانور، میں تو یہ بھی سوچنے لگا تھا کہ اس میں بھی پری فون کی کوئی چال نہ ہو اور یہ بندر سرے سے اس سے پیدا ہی نہ ہوا ہو لیکن بہر حال میں یہ باتیں تسلیم کر چکا تھا۔ کونسل کے ممبران خود حیران تھے کہ یہ جانور کس طرح عنانِ حکومت سنبھالے گا لیکن وہ سب مجبور تھے۔ ایپی ٹس نے درخواست کی تھی کہ اسے بھی کونسل کا ممبر بنالیا جائے لیکن میں نے اس درخواست کو رد کر دیا اور اسے بھی اس کی بیٹی پری فون کے پاس قید میں ڈلوا دیا۔

سو پروفیسر۔ ہیکل کی حیثیت سے دن گزرتے رہے اور یہاں زندگی اتنی طویل ہوتی تھی کہ انسان دل کی ساری حسرتیں نکال لے، بچپن اور بڑھاپے کا تو تجربہ نہیں تھا لیکن جوانی خوب تھی اور حسیناؤں کی بھی کمی نہیں تھی۔ ان حالات میں پری فون کو کون یاد کرتا۔ وہ تنہا زندگی گزار رہی تھی اور اس کا باپ اس کے ساتھ تھا۔

تب ایک بار ایپی ٹس کی درخواست مجھے ملی۔ وہ مجھ سے ملاقات کا خواہش مند تھا۔ میں نے اسے بلوا بھیجا۔ ان دنوں نے ایپی ٹس کو ضرورت سے زیادہ بوڑھا کر دیا تھا اور وہ نڈھال نظر آ رہا تھا۔

''کیسے ہو اپی لس؟''

''تمہاری حکومت میں تکلیف کا شکار ہوں۔''

''اوہ۔ کیا تکلیف ہے تمہیں؟''

''میرے لئے سب سے بڑا دکھ میری بیٹی ہے۔''

''پری فون؟''

''ہاں۔ میری ایک ہی بیٹی تو تھی اور وہ میرے ساتھ ہے۔''

''کیوں اسے کیا تکلیف ہے؟''

''وہ تم سے عفو کی درخواست کرتی ہے۔''

''کس بات پر؟''

''جس کے لئے تم نے اسے قید کیا ہے۔''

''کیا چاہتی ہے وہ؟'' میں نے پوچھا۔

''تمہاری محبت، تمہاری قربت۔''

''کیوں۔ کیا اس کے خیال میں وہ اپنا گناہ دھو چکی ہے؟''

''ہاں۔ وہ اب تمہاری خدمت کر کے اپنی بقیہ زندگی گزارنا چاہتی ہے۔''

''لیکن مجھے اس کی خدمات درکار نہیں ہیں کیونکہ میں پوری طرح مطمئن ہوں۔ تحت العربی کی حسینائیں میری قربت سے مسرور ہیں۔ میں ان کی زندگی میں پری فون کی مداخلت نہیں چاہتا۔ رہی پری فون تو اسے چاہیے کہ وہ کوزال کو یاد کرتی رہے۔''

میں نے بے رحمی سے شاہ اپی لس کو واپس قید خانے میں بھجوا دیا اور پروفیسر۔ اس کے بعد میں نے ایک طویل زندگی اسی انداز میں گزاری۔ نہ جانے کتنا وقت گزرا کتنی صدیاں بیت گئیں۔ میں بھول گیا تھا کہ پری فون نامی کوئی عورت بھی اس محل کے گوشے میں موجود ہے۔

لیکن ایک دن سب کچھ یاد آ گیا۔ کونسل کی طرف سے مجھے ایک درخواست ملی تھی۔ ایک نوجوان مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔

''کون ہے وہ؟''

''ایک اجنبی جس کی خواہش ہے کہ وہ آپ سے ملے۔''

''لیکن اس کا مقصد؟''

''وہ آپ ہی کو بتانا چاہتا ہے۔''

''ٹھیک ہے اسے دربار میں پیش کیا جائے۔''

اور جب دربار لگا تو مجھے یاد بھی نہیں رہا تھا کہ مجھ سے کسی نے ایسی درخواست کی ہے۔ ہاں جب دوبارہ اجازت طلب کی گئی تو میں نے اجازت دے دی اور جو جوان مجھ سے ملاقات کرنے آیا اسے دیکھ کر نہ جانے کیوں مجھے ایک خوف کا احساس ہوا تھا۔

ایک طویل القامت گوریلا جس کے پورے بدن پر سفید بال تھے اور جس کی چال میں بے حد وقار تھا۔ اس سے قبل کسی جانور کو اس انداز میں چلتے نہیں دیکھا گیا تھا اور اس جانور کے بارے میں، میں بخوبی جانتا تھا۔

لیکن مجھے افسوس ہوا کہ اس سے قبل میں نے اسے کیوں نہ دیکھا۔ یہ کوئی بڑی بات نہ تھی اگر میں چاہتا تو کونسل کی پرورش گاہ میں جا کر اسے دیکھ سکتا تھا۔ ہاں پرسی فون کا بیٹا ہی تھا لیکن نوجوان۔ یہ نوجوان ہی تھا سو میں نے کونسل سے کہا۔

''کیا یہ پرسی فون کا بیٹا ہے اور تمہاری سلطنت کا ہونے والا تاجدار ہے میں نے سوال کیا؟''

''ہاں۔'' جواب ملا۔

''لیکن میرے دوستوں کیا تمہارے لئے یہ ایک دلچسپ تجربہ نہ ہوگا کہ ایک جانور تمہارا حکمران ہو۔ بلاشبہ شاہ اپی لس کی بیٹی پرسی فون اس معاملے میں یکتائے روزگار ہے اور اس نے تخت الغری کی تاریخ میں ایک ایسے باب کا اضافہ کیا ہے جس کو تم ایک عرصہ دراز تک نہ بھول سکو گے۔''

''میں نے غلط تو نہیں کہا تھا لیکن میری اس بات کا کوئی جواب نہ ملا تب میں نے کونسل کے بوڑھے ممبر کو دیکھا جو شاید کونسل کا منتظم تھا اور تم۔تم جواب دو کہ یہ نوجوان کیا مجھ سے میری زبان میں گفتگو کرے گا؟''

''نہیں۔شاہ ہیکی، بلکہ اس نے اپنے لئے ایک ترجمان مقرر کیا ہے۔'' بوڑھے منتظم نے جواب دیا۔

''تو میں اس ترجمان کو چاہتا ہوں۔'' میں نے جواب دیا اور ترجمان کی حیثیت سے جو شخص سامنے آیا وہ میرے لئے اتنا ہی حیران کن تھا کیونکہ یہ شاہ اپی لس تھا۔ بوڑھا اپی لس جواب بہت ہی نڈھال نظر آ رہا تھا لیکن پھر بھی اس کی چال میں مردانگی اور وقار اسی مانند موجود تھا۔ وہ میرے نزدیک آ کر رکا اور جھک کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ پھر بولا۔

''میں اس کا ترجمان ہوں۔''

''خوب خوب۔ لیکن مجھے یہ بتاؤ اپی لس کو تم اپنی رہائش گاہ سے نکل کیسے آئے؟''

''یہ ایک لمبی کہانی ہے معزز ہیکی لیکن اگر تم چاہو تو میں تمہیں مختصر الفاظ میں بتا دوں۔'' اپی لس نے کہا۔

''ہاں ضرور، میں سننا پسند کروں گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''جب تم اپنی کوششیں کر چکے ہیکی تو میں نے اپنی کوششوں کا آغاز کیا اور جب ایک شخص ایک سلطنت کو طویل عرصے تک چلا چکا ہو۔ جب وہ تخت سے اترتا ہے تو اپنے کچھ ہمدرد ایسے ضرور چھوڑتا ہے جو ہر وقت ضرورت اس کے کام آ جائیں چنانچہ میں نے ایسے ہمدرد تلاش کئے اور انہوں نے مجھے موقع دیا کہ میں خود اپنے نواسے اور آنے والی حکومت کے سربراہ کی تربیت کر سکوں چنانچہ تمہارے قید خانے میں بھی رہ کر میں اپنے فرائض کو نہیں بھولا اور بالآخر میں نے آنے والی نسل کے نئے حکمران کو اس قابل بنا دیا کہ وہ حکمرانی کا اہل ثابت ہو سکے اور کونسل کے ممبروں اور درباروں

میں یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب کوئی شاہ تخت پر بیٹھا ہوا اور اس کا بیٹا یہ بات محسوس کرے کہ اب وہ عنان حکومت سنبھالنے کے قابل ہے اور شاہ کو معزول ہونا چاہئے تو وہ دربار میں شاہ سے ملتا ہے اور اپنی اس خواہش کا اظہار کرتا ہے سو اس وقت شاہ پر یہ فرض عائد ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے بیٹے کے حوالے وہ حکومت کر دے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ اگر وہ اسے دشمن کی نگاہ سے دیکھے تو پھر اسے ایک اجنبی کی حیثیت سے للکار دے اور اس سے جنگ کرے۔ سو اس وقت یہ نوجوان اس ارادے سے یہاں آیا ہے اور کیا اسے روکنے کا کوئی قانون موجود ہے۔''

اپی ٹس نے سوال کیا اور کونسل کے تمام ارکان اور دوسرے لوگ کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ پھر ان میں سے ایک انتہائی بوڑھے شخص نے جس کی عمر تقریباً سات صدیاں تھیں اٹھ کر کہا۔

''نہیں۔ پرسی فون کے بیٹے کو یعنی سلطنت کے ولی عہد کو حکومت کرنے سے روکنے کا کوئی قانون موجود نہیں ہے۔ وہ حکومت کر سکتا ہے اور اس قانون میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے''۔ چنانچہ شاہ اپی ٹس کی بات پر سبھی نے اتفاق کیا اور میں نے اچانک ہی محسوس کیا جیسے کہ میں تنہا رہ گیا ہوں۔

''تو بول مکی۔ تو کیا چاہتا ہے۔ کیا اس نوجوان کو تو اپنا بیٹا تسلیم کر کے عنان حکومت اس کے حوالے کرنے کو تیار ہے یا پھر اس سے جنگ کرنا چاہتا ہے۔''

''لوگو۔ تم خود غور کرو۔ ایک جانور جو جنگل میں رہتا ہے اور جسے کسی سازش کے تحت حاصل کر کے ایسی تربیت دی گئی ہے کہ وہ انسانوں کی مانند چل سکے اور شاید جنگ بھی کر سکے لیکن کیا وہ تمہاری سربراہی کے قابل ہے؟''

''ہاں۔ اس لئے کہ اسے اس وقت ہمارے حوالے کیا گیا تھا جب یہ بہت چھوٹا تھا اور اس وقت جبکہ ہم نے خود اپنے کانوں سے سنا تھا کہ پرسی فون نے ایک ایسی مخلوق کو جنم دیا ہے جو اس سے پہلے کسی عورت نے نہیں جنا لیکن جب اسے ولی عہد کے لئے تسلیم کر لیا گیا اور اس کے بعد کوئی ولی عہد منظر عام پر نہیں آیا تو پھر سارے حقوق اس کے نام پر منتقل ہو جاتے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اگر وہ حکومت نہ سنبھال سکے تو پھر کوئی دوسری شخصیت اسے قتل کر کے اس کی جگہ حاصل کر لے۔'' جواب ملا اور اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں اس جانور، اس بن مانس کو خود اپنے ہاتھوں سے قتل کر دوں۔ چنانچہ میں نے کھڑے ہو کر اس بات کا اعلان کیا کہ میں ایک اجنبی کی حیثیت سے اس جانور سے جنگ کروں گا اور خاص طور سے اس لئے بھی کہ وہ میرا نہیں کوزال کا بیٹا ہے اور پرسی فون کے گناہوں کا پھل۔ سو اس بات پر کسے اعتراض ہو سکتا تھا چنانچہ سارے معاملے صاف تھے اور کوئی پیچ نہیں تھی اس لئے بات طے پا گئی۔

لیکن میرے ذہن میں سخت نفرت تھی۔ میں بہت سے لوگوں سے متنفر تھا لیکن غور کیا تو تھوڑی سی غلطی میری بھی نکلی۔ یعنی کہ میں اس دوران پرسی فون اور اپی ٹس کو بالکل بھولے رہا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اپی ٹس میرے خلاف کوئی سازش کر رہا ہے۔

بہرحال چونکہ سارے کام مقامی قانون کے مطابق ہو رہے تھے اس لئے کسی خاص کوشش کی گنجائش نہیں تھی۔ اس وقت اپی ٹس اور پرسی فون ایک فریق بن گئے تھے اور ان کی آزادی ضروری تھی۔

چونکہ میں نے اپنی شہنشاہیت پر قبضہ رکھنے کے لئے انفرادی جنگ قبول کر لی تھی اس لئے کوئی اور بات نہ ہوئی سوائے اس کے کہ جنگ

کے وقت کا تعین کرلیا جائے۔ اس وقت میرے دوست ہائیون نے مجھ سے ملاقات کی اور یہاں ہم دونوں تنہا تھے۔

''تم نے دربار میں اس گوریلے سے جنگ قبول کرلی۔'' ہائیون نے پوچھا۔

''ہاں ہائیون۔''

''لیکن کچھ باتیں باقی ہیں۔''

''کیا؟''

''کیا تم اس سے کشتی کرو گے؟''

''کیوں؟''

''وہ بندر فنون جنگ کے بارے میں کیا جانتا ہوگا؟''

''یہ بات تو وہی بتا سکتے ہیں جو اسے حکمراں بنانا چاہتے ہیں۔ ویسے میں نے ایک بات ضرور محسوس کی ہے۔''

''کیا؟''

''اس کی حرکات انسانوں کی مانند ہیں۔''

''ممکن ہے وہ فن جنگ سے واقف ہو۔''

''میں بالکل ہراساں نہیں ہوں ہائیون۔ جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔ ویسے وہ کوزال کا بیٹا ہے اور میں اس بات سے واقف ہوں۔''

''میں اب بھی تمہاری کامیابی کا خواہاں ہوں لیکن تمہاری بتائی ہوئی ایک بات مجھے پریشان کرتی ہے۔''

''وہ کیا؟''

''مجھے فیرونا یاد آرہا ہے۔ پرسی فون کا جادوگر عاشق۔ اس نے جو پیش گوئی کی تھی وہ درست ثابت ہورہی ہے۔''

''ہاں ہائیون۔ وہ مجھے بھی یاد ہے لیکن اس کے باوجود میں پریشان نہیں ہوں۔ میں اب بھی فیرونا کو شکست دوں گا۔'' میں نے کہا اور ہائیون گردن ہلانے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ چلا گیا۔

بالآخر وہ وقت آگیا جب ایک بار پھر میں اپنی پسندیدہ جگہ پہنچ گیا یعنی میدان جنگ جس میں خونخوار گوریلا میرے مقابلے پر موجود تھا لیکن کسی چاق و چوبند نوجوان لڑکے کی مانند اور خاص بات یہ تھی کہ اس کے ہاتھ میں ایک وزنی کھانڈا تھا۔ کھانڈا دیکھ کر میرے بدن میں جھرجھری آگئی۔

میں نے دوسرا کھانڈا طلب کیا لیکن اتنا وزنی کھانڈا دوسرا موجود نہیں تھا اور جنگ کا وقت قریب آگیا تھا۔ میں نے اپنی قوتوں کو آواز دی لیکن نہ جانے کیوں میں اپنے بدن میں وہ چستی نہ پا سکا اور میرے مقابل نے مجھ پر حملہ کردیا۔ میری تجربہ کار تلوار گھومی لیکن گوریلا برق سے بنا ہوا تھا اور بلاشبہ وہ فنون جنگ میں ماہر تھا۔ ایک جانب ایپی نس اس کی ہمت بندھا رہا تھا اور دوسری طرف اس کی ماں ...... اور ہمارے درمیان گھمسان کی جنگ ہورہی تھی۔

اس وقت مجھے احساس ہوا کہ میں ہلکا پڑ رہا ہوں اور اپنی اس کیفیت پر میں سخت جھنجلا رہا تھا۔ پھر گوریلے نے کھانڈے کا ایک بھرپور ہاتھ میرے سر پر مارا اور کھانڈا میرے بدن میں نیچے تک اتر گیا۔ میرے دو ٹکڑے ہو گئے تھے اور چاروں طرف شور مچ گیا تھا۔ گوریلے نے فتح حاصل کر لی تھی۔

لیکن نہ جانے کیوں میں زمین پر نہیں گرا۔ میرے دونوں حصے علیحدہ علیحدہ ایک سمت میں چل پڑے۔ تب میں نے دور سے ہاپون کو دیکھا۔ وہ میری جانب آرہا تھا اور اس نے میرے بدن کے ایک حصے کو دھکا دے کر نیچے گرا دیا اور دوسرے حصے کو خود سنبھال لیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔

''ہاپون۔'' میں نے اسے آواز دی۔

''آگے بڑھو۔''

''لیکن.....'' میں نے کہا اور اچانک میری آواز بند ہو گئی۔ ایک خوبصورت ہشت پہلو وادی میری نگاہوں میں آ گئی اور تیز ہواؤں کے شور کے سارے منظر سمٹنے لگے تھے۔ تب میں نے دیکھا میرا ہاتھ سلانوس کے ہاتھ میں ہے۔

''سلانوس۔'' میں نے اسے آواز دی۔

''کاس۔'' سلانوس مسکرایا۔

''یہ۔ یہ سب''۔ میں نے تعجب سے چاروں طرف دیکھا۔

''کیوں۔ واپسی کا خیال نہیں تھا؟'' اس نے مسکرا کر پوچھا۔

''اوہ۔ تو کیا ہم۔ ہم۔ لیکن تم کہاں تھے؟''

''کیا مطلب؟''

''کیا ہم ماضی کے سفر سے واپس آ گئے؟''

''ہاں۔ اس دور کی کہانی ختم ہو گئی۔ یعنی میکی کی کہانی۔ اس کی موت کے بعد گوریلا یہاں کا حکمراں بنا اور انوکھی حکومت تھی وہ۔ اگر تم چاہو تو تمہیں اس دور حکومت کی سیر بھی کرا سکتا ہوں۔''

''اوہ۔ سلانوس۔'' میں نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔

''کیوں پسند نہیں آئی ماضی کی یہ کہانی؟''

''بڑی دلکش تھی۔ آہ۔ میں ان حسیناؤں کو کبھی نہ بھول سکوں گا۔ پرسی فون بھی بری نہیں تھی لیکن سلانوس۔''

''ہاں کہو۔''

''تم کہاں تھے؟''

''کیا مطلب؟''

''کیا ماضی کے اس سفر میں تم میرے ساتھ نہیں تھے؟''

''کیوں نہیں۔''

''کہاں تھے؟''

''تمہارے ساتھ۔''

''میرے ساتھ کہاں؟''

''آہ میرے دوست۔ ہاپون تو شروع سے ہی تمہارے ساتھ تھا۔ کیا وہ پہلا کردار نہیں تھا جو تمہارے نزدیک تھا۔''

''تو تم ہاپون۔ ارے ہاں۔ تم ہی تو میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے لائے تھے۔ کمال ہے میں نے ایک بار بھی اس بارے میں غور نہیں کیا۔ واقعی تم تو قدم قدم پر میرے ساتھ تھے اور خوب تھا تحت الثریٰ کا یہ ماضی۔ واقعی دلکش ترین لیکن کچھ باتیں میرے ذہن میں اب بھی الجھ رہی ہیں۔'' میں نے متعجبانہ انداز میں کہا۔

''مثلاً۔''

''گوریلے سے جنگ کے دوران میں اپنی صحیح قوتوں کو استعمال نہیں کر سکا تھا۔''

''ہاں مجھے اندازہ ہے۔''

''کیوں؟''

''اس لئے کہ ماضی کبھی نہیں بدلتا۔ اور کہانی یہیں ختم ہوتی تھی اس لئے کہانی میں کوئی اضافہ ممکن نہیں تھا۔''

''اس کا مطلب ہے کہ ماضی میرے اوپر بھاری ہے۔''

''ہرگز نہیں کاس۔ تم حال میں تبدیلی کر سکتے ہو۔ ماضی چونکہ گزری ہوئی چیز ہے اس لئے اس میں تحریف بے اثر ہوگی۔''

''اوہ۔'' میں نے گردن ہلائی۔ ''یہ تو ٹھیک ہے لیکن ہسکی کی حیثیت سے بعض اوقات میں خود کو بے بس پاتا تھا۔''

''اس کی وجہ بھی ماضی ہی ہے۔ اس کے علاوہ اگر تمہارا ذہن بعض چیزوں کو قبول نہیں کر سکا تو اس کی بھی ایک خاص وجہ ہے۔''

''کیا؟'' میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

''مثلاً تم اس بات پر آخر تک پریشان رہے کہ پرسی فون نے کوزال سے جسمانی تعلقات کیوں قائم کر لئے؟''

''ہاں۔ پوری کہانی کی بنیاد ہی یہی ہے۔''

''نہیں۔ اسے تم نے بنیاد سمجھا جبکہ بنیاد دوسری تھی۔ تحت الثریٰ کے قانون میں یہ کوئی اہم بات نہیں تھی۔ اہم بات یہ تھی کہ خود ہسکی اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا اور اس کی یہ صلاحیت فیرونا نے چھین لی تھی۔''

''اوہ تعجب ہے۔ ویسے سلانوس یہ تجربات میرے لئے بے حد دلکش تھے۔ باقی معاملات میں، میں نے اپنی فطرت کو بدستور پایا۔''

''ہاں۔ یہ تمہارے ساتھ رعایت تھی۔'' سلانوس بھی ہنستے ہوئے بولا۔'' بہرحال مجھے خوشی ہے کہ میری یہ کوشش تمہارے لئے پسندیدہ رہی۔ اب کیا ارادہ ہے۔''

''تمہیں چھوڑنے کا کیا سوال سلانوس اور ابھی تو ہمارے پاس بہت کچھ باقی ہے لیکن میرا خیال ہے اب مستقبل کا کوئی ذریعہ تلاش کیا جائے۔''

''سوچ لو۔'' سلانوس مسکرایا۔

''کیوں؟''

''مستقبل تمہارے لئے اجنبی ہوگا۔ وہ ماحول وہ وقت جو ابھی تک نہیں آیا۔ اور جوان ساری چیزوں سے مختلف ہے۔ مسائل نئے، ماحول نیا لیکن تم ماضی میں بہت کچھ دیکھ چکے ہو اور وہ تمہارے لئے ایک ہی انداز کا ہوتا ہے۔''

''میں نہیں کہہ سکتا سلانوس آئندہ میری زندگی کس انداز کی رہے اس لئے میں مستقبل دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''مجھے اعتراض نہیں ہے لیکن اس کے لئے ہمیں بہت سی تیاریاں کرنا ہوں گی۔ ایک وقت کا تعین کرنا ہوگا۔''

''بس ٹھیک ہے تیاریاں شروع۔'' میں نے کہا سلانوس گردن ہلانے لگا۔

☆..........☆..........☆

تحت الثریٰ کا مدبر، ماضی، حال اور مستقبل کا شہنشاہ اپنے کام میں مصروف ہوگیا اور میں اس کی دانش گاہ میں وقت گزارنے لگا۔ یہ دانش گاہ میرے لئے کھلی ہوئی تھی، اور بوڑھے مدبر نے مجھے اس کی تمام تر دلچسپی سے آگاہ کر دیا تھا۔

بلاشبہ ایک ایسے انسان کے لئے اس طلسمی دنیا کی کوئی دلچسپی نہیں تھی جو علم وفن سے متاثر ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور اسے دنیا کی سطحی باتوں سے دلچسپی ہو۔ لیکن میری نگاہوں میں صدیاں تھیں اور میں نے انسان کی ترقی وتنزل کا بارہا مشاہدہ کیا تھا۔ اس لئے مضبوط اور فنی باریکیوں سے مرصع یہ دانش گاہ میری خطرت کے لئے بے حد سکون بخش تھی اور اسے دیکھ کر ہی میں نے سوچا تھا کہ اگر انسان کچھ چھوڑنا چاہے کچھ بتانا چاہے تو اسے اپنی عکاسی کے لئے ایسا ہی کوئی فن کدہ تعمیر کرنا چاہیے۔

میں نے بوڑھے سلانوس کو اس کے کام کے لئے چھوڑ دیا اور خود اس کی تخلیقات کا مشاہدہ کرنے لگا۔ پھر جب اس کام سے تھوڑی سی طبیعت اکتائی تو میں نے اپنی کتاب اٹھالی اور اس میں تحت الثریٰ کے بارے میں تحریر کرنے لگا۔

اور پروفیسر جب اس کہانی کا اختتام لکھنے لگا تو اچانک مجھے ایک انوکھا احساس ہوا۔ میں اس کہانی میں ادھورا تھا۔ ہاں پروفیسر صدیوں کی اس عظیم کتاب میں کہیں کوئی ایسا واقعہ نہیں تھا جہاں میں شکست خوردہ ہوکر ختم ہوا ہوں۔ کتاب کا وہ باب مجھے بہت بدنما معلوم ہوا کہ اس میں میری ذات تشنہ تھی اور اس تشنگی کا مجھے شدت سے احساس ہونے لگا۔ سو میں نے سوچا کہ یہ باب مکمل ہی ہونا چاہیے۔

تب بوڑھے سلانوس کے وہ الفاظ یاد آئے۔ اس نے کہا تھا اس دور کی کہانی ختم ہوگی۔ گوریلا یہاں کا حکمران بنا اور وہ انوکھی حکومت تھی۔ تم اگر چاہتے ہو تو تمہیں اس دور کی حکومت کی بھی سیر کرا سکتا ہوں۔

اور میں نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی تھی بلکہ مستقبل کی سیر کے لئے تیار ہو گیا تھا۔ آخر کیوں۔ میری سرشت میں یہ تبدیلی کیوں ہوئی تھی۔ میں تو صدیوں کا امین تھا اور اس طویل تر زندگی میں کوئی واقعہ ایسا نہیں تھا جہاں مجھے شکست ہوئی ہو۔ ادوار مجھے شکست نہیں دے سکتے تھے۔ پھر یہ تبدیلی کیوں۔

اور اچانک مجھے احساس ہوا جیسے میرے خلاف کوئی سازش کی گئی ہو۔ میرے غرور، میری انا پر کسی سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ضرب لگائی گئی ہو اور یہ ضرب لگانے والا سلانوس تھا۔ آخر وہ مجھے اسی وقت واپس کیوں لے آیا جب ہمکی کی حیثیت سے میری موت واقع ہوئی تھی یقیناً وہ وقت واپسی کے لئے مناسب نہیں تھا۔

بوڑھے سلانوس کے لئے میرے دل میں ایک داغ آ گیا۔ حالانکہ اس کی علمیت، اس کے فن اور اس کے خلوص کی طرف سے میں مشتبہ نہیں تھا۔ لیکن یہ بات سوچی جا سکتی تھی۔ خود سلانوس علم وفن کا شہنشاہ تھا۔ لیکن جو بات میری تھی وہ اس کی نہیں تھی اور ممکن ہے یہاں آ کر اس کی کسی انا کو تسکین ملی ہو۔ لیکن پھر میرے ذہن نے پلٹا کھایا۔ اس شخص کو قصور وار سمجھ لینا مناسب نہیں ہے۔ ممکن ہے یہ محض اتفاق ہو۔ بات اس کی نیت کی تھی، اور اس سلسلہ میں میرے دوست ستارے میری الجھن دور کر سکتے تھے۔

چنانچہ میں نے ان سے مدد لی اور ستارے میرے اس خیال پر مسکرانے لگے۔ پھر انہوں نے میری رہنمائی کی اور مجھے بتایا کہ سلانوس ایک سیدھا سچا مخلص انسان ہے۔

''لیکن میری ذات؟؟''

''ماضی کی ٹھوس حقیقت۔'' ستاروں نے جواب دیا۔

''میری کتاب کا سیاہ باب؟''

''حالات کی تشنگی۔''

''گویا کہانی کی تکمیل کی جائے۔''

''ایک سچے تاریخ داں کو کہانی ادھوری نہیں چھوڑنا چاہیے۔ کیونکہ یہ کتاب رہنما کتاب ہے اور تمہاری کہانی روشنی کا راستہ ہوگی۔''

سو غلط نہیں کہا تھا میرے دوستوں نے۔ اور چونکہ میرا دل صاف ہو چکا تھا اپنے مدبر رہنما سلانوس کی جانب سے۔ سو میں نے اسے الجھانا مناسب سمجھا اپنے مسئلہ میں اور پہنچ گیا دانش گاہ میں ان علوم کے لئے جو میرے لئے تعجب خیز تھے اور جو میرے لئے بے پناہ متاثر کن تھے۔

اور انہیں دیکھ کر میں نے سوچا تھا کہ نہ تو وقت محدود ہے اور نہ انسان اور ہر دور میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے اتنا کچھ کیا ہے جو ان سے پہلے لوگوں نے نہیں کیا تھا۔

سلانوس شاید ابھی اپنے اس عمل میں کامیاب نہیں ہوا تھا جس میں وہ کوشاں تھا۔ سو اس نے مجھے مسکراتے ہوئے دیکھا اور خوش اخلاقی سے میری جانب دیکھ کر بولا۔

''آؤ میرے عظیم دوست آؤ۔ غالباً تم دانش گاہ کے ماحول سے اکتا کر کسی انسان کی تلاش میں چلے آئے ہو۔''

''نہیں سلانوس، ظاہر ہے تمہارے نزدیک آنے پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ البتہ ایک مسئلہ میرے نزدیک الجھ گیا ہے۔''

''وہ کیا؟'' سلانوس نے پوچھا۔ لیکن میں نے اپنی بات جاری رکھی تھی۔

''جہاں تک بات رہی تمہاری دانش گاہ کی تو میں تم سے بارہا کہہ چکا ہوں کہ یہ اکتانے والی جگہ نہیں ہے۔ جس کا اعتراف میں نے بار بار کیا ہے اور یہاں رہ کر وہ تمام علوم وفنون باسانی حاصل کئے جا سکتے تھے۔ چنانچہ اس دانش گاہ سے اکتاہٹ کا تذکرہ کر کے اس کی توہین نہ کر وہاں ایک مسئلہ مجھے تمہارے پاس لے آیا ہے۔''

''اوہو۔ کہو میرے دوست کیا مسئلہ ہے۔'' سلانوس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''بابا سلانوس، ماضی کی کتاب میرے ان کارناموں سے بھری پڑی ہے جو میں نے صدیوں میں انجام دیئے۔ اس کتاب میں میری برتری کی توصیف ہے۔ گو یہ کتاب میری تحریر ہے۔ لیکن یقین کرو میں نے ایک سچے اور منصف تاریخ دان کی حیثیت سے اس میں کوئی تحریف نہیں کی ہے میں نے وہ سب کچھ اس میں لکھا ہے جو حقیقت تھا اور اس کتاب میں ادوار کے ان بہت سارے واقعوں کو نظر انداز بھی کیا گیا ہے جو میری نگاہوں سے پوشیدہ تو نہ تھے لیکن میں خود ان میں ضم ہوا ہوں، اور میں نے سطحی طور پر ان کو دیکھا اور ان سے مس کرتا ہوا گزر گیا۔

لیکن بابا سلانوس ان سارے واقعات میں کہیں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے جہاں کہیں بھی میری شکست کا تذکرہ ہوا ہو۔ تو پھر یہ کیوں ہوا کہ اس انوکھے جانور نے میرے بدن کے دو ٹکڑے کیے اور تم ان ٹکڑوں کو سمیٹ کر واپس حال میں لے آئے۔''

بوڑھا غور سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ غالباً اندازہ لگانا چاہتا ہو گا کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔ تو شاید اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور وہ کوئی ایسا منتخب لفظ تلاش کرنے لگا جس سے اپنی کیفیت کی وضاحت کرے لیکن میں نے اس کی یہ الجھن دور کرنا مناسب سمجھا اور اسے زیادہ تشویش میں مبتلا نہ کیا۔ سو میں نے کہا۔

''میری مراد ہے کہ اس کے بعد کی کہانی ہم تشنہ میں چھوڑ آئے۔ کیا ہم ماضی میں کچھ اور آگے نہیں بڑھ سکتے تھے؟'' میں نے سوال کیا۔

''مثلاً کہاں تک؟''

''وہاں جہاں اس گوریلے حکمراں کی کہانی ختم ہوتی ہو۔''

''شاید میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا میرے دوست کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں اس دور کی سیر بھی کرا سکتا ہوں۔''

''ہاں تم نے کہا تھا لیکن میں نے اس نکتے پر غور نہیں کیا تھا اور جب میں اپنی کتاب لکھنے بیٹھا تو میں نے محسوس کیا کہ میری کتاب میں کوئی ایسا سقم رہ گیا ہے جو اگر میں نے مکمل نہ کیا تو کتاب کا یہ باب ہمیشہ تشنہ رہے گا۔ چنانچہ میں اس تشنگی کو مٹانے کا خواہشمند ہوں اور اس سلسلے میں تم سے یہی کہنا چاہتا ہوں کہ کیوں نہ ہم اس دور میں چلیں جہاں میرے دو ٹکڑے کرنے کے بعد اس گوریلے نے اپنی حکمرانی قائم کی تھی۔''

''اوہ..... گویا تم مستقبل کی سیر کا ارادہ ترک کر چکے ہو؟'' بابا سلانوس نے سوال کیا۔

''نہیں یہ ارادہ ترک کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ میری کتاب کی تشنگی مجھے اس بات پر مجبور کر رہی ہے کہ میں اس دور کی کہانی کو مکمل کروں اور بابا سلاتوس میں اس کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑنا چاہتا۔''

''تب ٹھیک ہے۔ میں جس حد تک کوششیں کر چکا ہوں انہیں پس پشت ڈال دیتا ہوں اور تمہیں ماضی کے اس دور میں لے جانے کا عمل شروع کر دیتا ہوں جہاں سے تمہاری کہانی ختم ہوئی تھی۔ رہی کہانی کی بات تو میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ ماضی میں کوئی تحریف ممکن نہیں ہے۔ جس طرح تم اپنی کتاب میں کوئی تحریف نہیں چاہتے اس طرح گزرا ہوا وقت کوئی تحریف گوارا نہیں کر سکتا۔ سو جب کوزال کے بیٹے نے اپنے اس باپ کو قتل کیا جو اس کی ماں کا شوہر تھا لیکن اس کا باپ نہ تھا تو اس کے بعد ہیکی کی کہانی ختم ہوگئی اور اب ہم ہیکی کو زندہ کر کے اس کے بیٹے جو پری فون سے تھا، سے انتقام کے راستے تعمیر نہیں کر سکتے کیونکہ ماضی کے مردہ مسافر جن راستوں پر گامزن ہو جاتے ہیں وہاں سے ان کی واپسی ناممکن ہوتی ہے۔''

''تو پھر اس کتاب کا یہ باب مکمل کیسے ہوگا؟'' میں نے سوال کیا۔

''کردار...... بے شمار کردار...... ہاں اگر تمہارے دل میں انتقام کی آگ ہے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ ماضی اس سلسلے میں کیا کہتا ہے۔''

''لیکن یہ تمہاری دنیا کی کہانی ہے، تحت الثریٰ کی کہانی، کیا تم اس حکمراں کے اس دور سے واقف نہیں ہو؟''

''بہت معمولی طور پر۔ میں نے تم سے یہ جملے بھی کہے تھے کہ انوکھی حکومت تھی اس بن مانس کی اور میں نے صرف اس کے بارے میں سنا تھا۔ ماضی کے اس دور میں، میں نے کبھی نہیں جھانکا۔ لیکن اگر تم چاہو تو ہم خود اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے بابا سلاتوس۔ میں واپس اس دور میں جانا چاہتا ہوں۔'' میں نے کہا۔

''اور یہ میرے لئے مشکل نہ ہوگا۔ صرف زاویئے کی معمولی سی تبدیلی ہمیں اس ماحول میں پہنچا سکتی ہے۔'' سلاتوس پر خیال انداز میں بولا۔

''لیکن تم اس کردار کی بات کر رہے تھے جس میں ہمیں اس دور میں پہنچنا ہے۔''

''ہاں۔ میں نے تمہیں بتایا نا کہ ہم اسی دور کا کوئی کردار تلاش کریں گے اور اس کے بعد خود کو اس میں ضم کر لیں گے۔ لیکن وہ کردار بہت پہلے سے ہماری نگاہ میں نہیں ہو سکتے۔ ہیکی کا کردار ایک چرواہے کے بیٹے کا تھا اور اس نے تحت الثریٰ پر حکومت کی تھی اور یہ بات میری نگاہوں سے پوشیدہ نہیں تھی۔ چنانچہ ہیکی کا کردار پیش کرنے میں مجھے کوئی دقت پیش نہ آئی لیکن اس دور میں جب اس گوریلے نے تحت الثریٰ کی زمین پر حکومت کی تو کوئی اور ایسا کردار ہماری نگاہوں میں نہیں آیا جو اس کی کہانی سے برتر ہوتا۔ شاید اسی وجہ سے اس کی کہانی دبی رہ گئی ہے۔'' بابا سلاتوس بولا۔

''ہوں تو گویا ہم کسی مخصوص کردار کو اپنا کر ماضی میں سفر نہیں کر سکتے؟'' میں نے سوال کیا۔

''اس کی ضرورت بھی کیا ہے پورنا...... اور تم کیوں چاہتے ہو کہ ایک ایسے انسان کی حیثیت سے کسی ایسے دور میں داخل ہو جو اپنے طور پر ایک اعلیٰ شخصیت کا مالک ہو۔ بعض اوقات مشاہدے کے لئے صرف تماشائی بننا کافی ہوتا ہے اور اس تماشائی کی حیثیت سے کسی بھی ماحول میں زیادہ لطف اٹھایا جا سکتا ہے تو کیوں نہ ہم خود کو جب ماضی کے دھارے پر چھوڑیں اور وقت کی ہوائیں ہمیں جس جگہ لا کھڑا کر دیں ہم وہیں سے اپنے مشاہدے کا آغاز کر دیں ضروری تو نہیں ہے کہ ماضی یا مستقبل کا سفر کرنے کی صورت میں خود کو کسی اور کا رنگ بھی دیا جائے۔''

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ بات وہیں آ جاتی تھی، یعنی میری اپنی حیثیت اور کتاب کا وہ باب جہاں میں قتل ہو گیا تھا۔

لیکن پروفیسر دفعتاً میرے ذہن میں ایک خیال آیا تھا اور بڑا انوکھا ہی خیال تھا یہ۔ جسے بعد میں تم کوئی بھی معنی، کوئی بھی رنگ دے دینا۔ لیکن حقیقت ہے کہ ماضی کی اس کتاب میں تمہیں جو کچھ بھی سنا رہا ہوں کبھی تحریف کا قائل نہیں رہا اور نہ ہی یہ کوئی بدلی ہوئی کہانی ہے۔ یعنی جو کچھ ہوا وہی میں نے بجنسہ اس میں تحریر کر دیا کہیں کوئی تبدیلی نہیں کی۔

سوایسی کوئی بات نہیں ہے پروفیسر کہ میں اپنی اس خفت کو مٹانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ تم جہاں میری کتاب میں کوئی کہانی دیکھو گے تو تمہیں اس کے بعد کی کہانی بھی ملے گی۔

گویا میں نے ماضی کی تلاش ضرور کی ہے۔ اس میں کوئی ترمیم نہیں کی، چنانچہ میں نے یہ سوچا کہ کیوں نہ بوڑھے سلانوس کے کہنے کے مطابق اس دور کا سفر کیا جائے اور کوئی ایسا کردار نہ بنا جائے جو کوئی خاص حیثیت رکھتا ہو لیکن اپنے طور پر اس وقت وہ انتقام لینے کی کوشش کی جائے جو میرے ذہن میں پوشیدہ ہے۔

اور یہ فیصلہ کرنے کے بعد میں مطمئن ہو گیا اور میں نے اس کا اظہار سلانوس سے بھی نہیں کیا کہ میں اپنے طور پر یہ سب کچھ کرنا چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر تک میں سلانوس کے پاس رہا اور پھر وہاں سے واپس چلا آیا میں نے اس سے اپنے دل کی بات کہہ دی تھی اور مجھے یقین تھا کہ وہ اپنی سوچ کے دھارے بدل دے گا۔ بلاوجہ میں نے اس شخص پر شک کیا تھا۔

زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ سلانوس نے مجھ سے رابطہ قائم کیا اور میں خوش ہو گیا۔ ''میں نے تم سے کہا تھا کہ وہ زاویہ میری نگاہوں میں ہے اور اس کے بعد کا وقت تلاش کرنے میں زیادہ دقت نہیں ہوگی۔ چنانچہ وہی ہوا۔ ہاں صرف یہ بتاؤ کہ کیا تم تیار ہو؟''

''ہاں۔ میں تیار ہوں۔''

''اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس بار ہم نے کسی کردار کا انتخاب نہیں کیا ہے۔ لیکن وقت کی لہریں ہمیں جہاں پھینک دیں گی ہم اس ماحول کو قبول کر لیں گے۔''

''مناسب۔''

''گویا ہم نے خود کو ہواؤں کی تحویل میں دے دیا ہے اور تم اس کے لئے پوری طرح تیار ہو۔''

''تم بار بار یہ سوال کیوں کر رہے ہو سلانوس؟''

''اس کی ایک خاص وجہ ہے۔''

''کیا؟''

''ان حالات میں ہمیں اپنے ذہن سے ہر تحفظ کا خیال نکال دینا چاہیے گویا ہمیں اس بار ایسے حالات بھی پیش آ سکتے ہیں جو ناخوشگوار ہوں۔''

''اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟''

''بس ٹھیک ہے۔ یہی مقصد تھا۔'' سلانوس نے کہا اور ہم اپنی سفر گاہ میں آ گئے۔ تب سلانوس نے صحیح زاویے کا انتخاب کیا اور ماضی کی ہوائیں ہمارے بدن کو چھونے لگیں۔ ہمارا ذہن منتشر ہوا اور ہم وقت کی الٹی دھار پر بہنے لگے۔

پھر جب ہمارے قدموں نے زمین چھوئی تو نہ جانے کہاں سے بہت سا بوجھ ہمارے بدن پر آ پڑا اور میں نے اپنے ساتھی سلانوس کو دیکھا تو اس کی شکل بدلی ہوئی تھی۔ ایک نوجوان آدمی تھا اور بڑا خوبصورت نظر آ رہا تھا۔

''تم ...... تم سلانوس ہو نا؟'' میں نے اس سے پوچھا اور اس نے کھوئی کھوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔

''نہیں میرا نام نوماس ہے۔'' وہ آہستہ سے بولا۔

''نوماس لیکن میرے نزدیک تو میرا دوست سلانوس تھا۔

''اوہ۔ رائن تم پھر خوابوں میں بھٹک گئے ہو۔ میں نے کتنی بار کہا ہے تم سے کہ یہ ارمناس کی حسین وادیاں نہیں ہیں جہاں تمہارے سازوں سے پھوٹنے والے نغمے حسین جھرنوں کی آواز سے ہم آہنگ ہو کر سحر پھیلاتے ہیں اور کنواری حسینائیں راتوں کی نیند کھو بیٹھتی ہیں۔ وہ تمہارے فراق میں کروٹیں بدلتی رہتی ہیں اور ان کے دل تمہارے گرد رقص کرتے ہیں۔ یہ سنگلاخ چٹانوں کا قید خانہ ہے جہاں ہم زندگی کے سارے لمحات گزارنے آئے ہیں۔ سوچو جب ہم ان پتھروں کو ایک حسین شہر میں بدل دیں گے تو ہمارے لئے اس شہر میں کوئی جگہ کوئی گنجائش نہیں ہوگی جسے ہم نے تعمیر کیا ہے۔'' سلانوس کے لہجے میں بے چارگی تھی۔

تب میں نے سوچا اور یہ سوچ میری اپنی تھی۔ شاید میں قوی تر تھا اور میری اپنی قوتیں بحال تھیں جبکہ سلانوس کسی کردار میں گم ہو چکا تھا اور بلاشبہ وہ مقابل نہیں تھا۔ ایک فانی انسان جو اپنی تمام تر قوتوں کو چھوڑ کر رخصت ہو جاتا ہے۔ جبکہ میں باقی رہنے والا تھا اور اس طرح مجھے اس کی تمام تر صلاحیتوں کے باوجود اس پر برتری حاصل تھی۔

''لیکن میرے دوست۔ جب تم ہائیون تھے تو تمہیں سب کچھ یاد تھا۔ کیا اس وقت تمہاری وہ قوت تمہارے ساتھ نہیں ہے؟''

''رائن۔ رائن۔ مقدایلا کے لئے اپنے خوابوں سے نکل آؤ۔ ان خوابوں نے تمہیں کبھی کچھ نہیں دیا۔ اس کے باوجود تم نے انہیں خود پر مسلط رکھا ہے۔ وہ دیکھو۔ زنداں کا نگراں ہماری طرف آ رہا ہے۔ وہ ہمارے جسموں کو کوڑوں سے داغدار کر دے گا۔ ایسے حالات سے بچو۔ چلو اپنا کام شروع کرو'' اس نے کہا اور پھر اس کے مضبوط ہاتھ وزنی کدال سے پتھر توڑنے لگے۔

اس کے ہاتھوں اور پیروں کی زنجیریں ایک عجیب آواز پیدا کر رہی تھیں۔ میں نے انہیں تعجب سے دیکھا اور ہنس پڑا۔

''بھائی سلانوس اس نے کہا ہے کہ ہواؤں پر کبھی بھروسہ نہ کرو...... بعض اوقات یہ ساری تدبیریں الٹی کر دیتی ہیں۔ برے پھنس گے نا تم سوچ بھی نہیں سکتے ہو گے کہ جس ماضی میں تم جا رہے ہو وہاں تمہارے ساتھ یہ بھی بیتے گی۔''

لیکن سلانوس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے میری طرف دیکھا بھی نہیں تھا اور بدستور پتھر توڑنے میں مصروف تھا۔ لیکن میں نے اس کے چہرے کے خوف کو محسوس کیا تھا۔ شاید وہ خوف کی وجہ سے میرے الفاظ کو ان سنی کر رہا تھا۔

تب اچانک میرے بدن پر ایک سرسراہٹ ہوئی اور میں نے پلٹ کر دیکھا۔ قوی ہیکل نگراں کے ہاتھوں میں دبے ہوئے چمڑے کے مضبوط کوڑے نے میرے بدن کو چھوا تھا اور شاید اس کی آواز بھی ابھری تھی۔ لیکن اس بار میں ؔیکی نہیں بننا چاہتا تھا جو اپنے بدن کے دو ٹکڑے لے کر واپس حال میں پہنچ جائے۔ اس بار میں ماضی کا باغی تھا جو اس میں اپنی حیثیت تلاش کرنے آیا تھا اس لئے میں نے ماضی کے کردار میں تبدیل ہونے کے باوجود اپنی اصلیت کو نہیں چھوڑا تھا۔

''حرام خوری کر رہے ہو۔'' نگراں دہاڑا۔

''وہ کیا ہوتی ہے؟'' میں نے ہنس کر پوچھا اور میرے اردگرد پھیلے ہوئے میرے جیسے بے شمار لوگوں کے چہرے خوف سے سکڑ گئے۔ کسی نگراں سے مذاق۔ صرف موت کا مذاق ہوتا تھا۔ انہیں اختیار تھا کہ جب چاہیں جس کی چاہیں زندگی چھین لیں۔

''کیا تم گفتگو کر رہے تھے؟''

''یہاں گفتگو کرنے کے لئے کون ہے سوائے ان چٹانوں کے اور چٹانوں سے کوئی گفتگو کرو وہ جواب کہاں دیتی ہیں۔'' میں نے سکون سے جواب دیا۔

''میرا نام جانتے ہو؟'' نگراں نے ہونٹ بھینچ کر کہا۔

''اس کا موقع کہاں ملتا ہے۔ تم تو ہمیشہ اس چابک کی زبان میں گفتگو کرتے ہو۔ ویسے کیا نام ہے تمہارا؟'' میں نے کہا اور نگراں نے شائیں سے ایک کوڑا میری کمر پر رسید کر دیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

''یہی نام ہے تمہارا؟'' میں نے کہا۔

''ہاں اور اگر تم فوراً کام میں نہ مصروف ہو گئے تو پھر میں اپنا پورا شجرہ نسب بتا دوں گا؟'' نگراں نے کہا۔

''آج کام کرنے کو دل نہیں چاہ رہا۔ بہتر ہے کہ تم اپنے بارے میں پوری تفصیل بتا دو۔'' میں نے کہا اور نگراں چاروں طرف دیکھنے لگا۔ شاید پہلی بار کوئی قیدی کسی نگراں سے اتنی بے تکلفی سے گفتگو کر رہا تھا۔ ورنہ قیدی تو ان کی صورت سے خوف کھاتے تھے۔ انہیں قریب دیکھ کر ان کے بدن کانپنے لگتے تھے۔

قرب و جوار کے سارے قیدی گو اپنے کاموں میں مصروف تھے لیکن ان کے کان ہماری آوازوں پر ہی لگے ہوئے تھے اور نگراں نے یہ بات صاف محسوس کی۔ چنانچہ اسے اپنی ہتک کا احساس ہوا اور اس احساس کو مٹانے کی ایک ہی ترکیب تھی۔ چنانچہ اس نے اپنی ساکھ بحال کرنے کی پوری پوری کوشش شروع کر دی۔ کوڑے کی شائیں شائیں گونج رہی تھی۔ لیکن میں محافظ کو زچ کر کے دلچسپی محسوس کر رہا تھا اور پھر میری نگاہ اپنے قریب کام کرتے ہوئے نوماس پر پڑی اور میرا دل ایک لمحے کے لئے دکھ گیا۔

نوماس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ دوسرے لمحے میں نے ایک قہقہہ لگایا اور میرے بے تکے قہقہے سے نگراں ایک لمحے کے لئے چکرا گیا اس کا ہاتھ رک گیا۔ ''دیکھو۔ دیکھو میرا دوست تمہاری اس دردناک کہانی پر رو رہا ہے۔''

چند لمحات کے لئے تمام قیدیوں کے ہاتھ رک گئے۔ ان کے خیال میں میرے حلق سے اس قہقہے کی بجائے موت کی آخری چیخ نکلنا چاہیے تھی کیونکہ محافظ پسینہ پسینہ ہو گیا تھا اس نے رک کر نوماس یا سلانوس کی طرف دیکھا۔ اور سلانوس کے چہرے پر موت کی زردی کھنڈ گئی۔

''یہ..... یہ پاگل ہو گیا ہے۔ کئی دنوں سے بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے۔'' نوماس کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

''اور تم اس کے پاگل پن پر آنسو بہا رہے ہو۔ کیوں۔؟'' نگران کا رخ بدل گیا تھا۔

بیچارے نوماس کا بدن نمایاں طور پر کانپنے لگا تھا۔ ''اور تم ہی اس سے باتیں بھی کر رہے تھے۔'' نگران دانت پیستا ہوا بولا اور پھر اس نے میرا غصہ نوماس پر نکالنے کی کوشش کی۔ اس نے چمڑے کا چابک اٹھایا۔ لیکن یہ میرے لئے گوارا نہ تھا۔ بیچارے سلانوس کا اس میں کیا قصور تھا۔ اگر اس کے دو چار چابک پڑ جاتے تو وہ شاید ہی زندہ رہتا، چنانچہ اس بار میں پھرتی سے آگے بڑھا اور نگران کے نزدیک پہنچ گیا۔

میں نے پھرتی سے آگے بڑھ کر نگران کا ہاتھ پکڑ لیا۔

''او ہو ہو۔ تمہاری کہانی سننے کے لئے تو میں ہی کافی ہوں میرے دوست۔ وہ بوڑھا آدمی تمہاری کہانی سے دلچسپی نہیں رکھتا۔'' میں نے کہا اور محافظ نے خوفناک غراہٹ کے ساتھ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھڑانے کی کوشش کی لیکن میں نے اپنی گرفت ڈھیلی نہ کی۔ محافظ زور لگاتا رہا۔ پھر میں نے ایک مخصوص انداز میں اس کے ہاتھ کو مروڑ کر ایک جانب جھٹکا دیا اور اس کا بازو اکھڑ گیا۔

قیدیوں نے اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی۔ انہیں اندازہ ہو چکا تھا کہ کوئی خوفناک واقعہ ظہور پذیر ہونے والا ہے۔ سب ہی کی شامت آ جائے گی۔ چنانچہ وہ اور زیادہ تیزی و تندہی سے اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔

سب کی زبانیں گنگ تھیں۔ خود نوماس بھی کھڑا ہوا پھٹی پھٹی نگاہوں سے محافظ کو دیکھ رہا تھا۔ تب میں نے دیوانہ وار محافظ کو اپنے دونوں بازوؤں میں اٹھایا اور بلند کر دیا۔ محافظ میرے بازوؤں کی گرفت میں تڑپ رہا تھا۔

''کیا کر رہے ہو رائن۔ کیا کر رہے ہو۔ ایلا کے واسطے۔ ایلا کے واسطے۔'' نوماس کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

''میں اس سارے کھیل کا رخ بدلنا چاہتا ہوں نوماس۔'' میں نے کہا اور محافظ کو اٹھا کر چٹانوں پر دے مارا۔

محافظ کا سر پاش پاش ہو گیا تھا۔ اس کے بدن کی تمام ہڈیاں ٹوٹ گئیں تھیں۔ اس نے آخری چیخ ماری اور اتفاق سے یہ آخری چیخ سن لی گئی۔ کانپتے ہوئے قیدی بری طرح ادھر ادھر بھاگنے لگے اور ان کے بھاگنے سے دوسرے نگرانوں کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ کوئی خاص واقعہ ہو گیا ہے چنانچہ وہ سب دوڑ پڑے۔ اور اب تقریباً بیس کوڑے بردار محافظ نگران کی لاش کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے چہرے خون کی طرح سرخ ہو رہے تھے۔ انہوں نے نگران کی لاش دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''اسے کس نے قتل کیا ہے۔'' اس میں سے ایک نگران نے سرد لہجے میں پوچھا تخاطب دوسری قیدی سے تھا۔

''میں نے۔'' اور تمام نگاہیں میری جانب اٹھ گئیں۔

''کیوں؟'' سوال کیا گیا۔

''بس وہ مجھے اپنا شجرہ نسب سنا رہا تھا اور وہ اتنا غیر دلچسپ تھا کہ میں نے اسے اٹھا کر چٹانوں پر دے مارا۔''

''یہ۔ یہ۔ پاگل ہو گیا ہے۔'' نوماس پھر بولا۔ اس کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے اور اس محافظ نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

''مارو۔ اس سالے کو مارو۔'' محافظ نے غرا کر کہا۔ اور وہ بیس پچیس آدمی مجھ پر پل پڑے۔ وہ مجھے کوڑے مار رہے تھے لیکن مجھے لطف ہی آ گیا۔ وہ سب حسب توفیق مجھ پر کوڑوں کی بارش کر رہے تھے اور مجھے ہلکی ہلکی آنچ اپنے بدن پر محسوس ہو رہی تھی۔ ایک لذت انگیز ایک سرور انگیز آنچ، ایسا لگ رہا تھا جیسے ہلکی ہلکی شمعوں کی لپٹیں میرے بدن سے پھوٹ رہی ہوں اور میں نے پر سرور انداز میں آنکھیں بند کر لیں۔ محافظ بھی اب مجھے مارتے مارتے تھک گئے تھے اور سب کے سب بری طرح نڈھال نظر آ رہے تھے۔ تب میں نے مسکرا کر ان کی جانب دیکھا۔

''تم لوگوں کا بھی شجرہ نسب مکمل نہیں ہے۔'' قیدی میری اس حیرت انگیز قوت پر ششدر رہ گئے۔ وہ تعجب سے دیکھ رہے تھے مجھے لیکن بہرحال میرے لئے یہ بہت ہی دلچسپ مناظر تھے۔

اس بار میں ایک مقامی کردار میں تھا۔ گو یہ کردار ماضی کا تھا اور میں نہیں جانتا تھا کہ یہ کردار کیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود میں ماضی کا باغی تھا اور کسی بھی قیمت پر اس کردار کو اپنی شخصیت پر مسلط ہونے نہیں دینا چاہتا تھا میں نے پہلی بار ماضی کے اس کردار کا مزہ چکھا تھا۔ جب میں بکلی کے روپ میں ایک چرواہے کا بیٹا ہونے کی حیثیت سے تحت الثریٰ کے ماضی کی سیر کرنے آیا تھا اور اس کے بعد میرا بدن دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔

مجھے اس واقعے سے آج بھی شدید ندامت تھی اور اب میں خود کو ماضی کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ بوڑھے سالانوس کو اس بات پر شدید حیرت ہو گی کہ ماضی کے اس کردار میں بھی میری اپنی صلاحیتیں برقرار ہیں لیکن بہرصورت اس بار میں وہ تبدیلی کرنا چاہتا تھا جو نہ تو سالانوس کے ذہن میں تھی اور نہ کسی اور کے ذہن میں۔

مجھے مارنے والے نگراں دیوانگی کا شکار ہو گئے تھے۔ وہ بری طرح مجھے پیٹ رہے تھے۔ ان کے ایک ساتھی کی لاش ان کے سامنے پڑی تھی اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اتنے سارے قیدیوں کو اپنی قوت بازو سے کنٹرول کرنا بڑا مشکل کام تھا۔ وہ صرف اپنی ساکھ رکھتے تھے اور شاید اس بات کا دعویٰ بھی کہ قیدیوں کی اس بے پناہ تعداد کو وہ اپنے ساتھ رکھیں اور ان کی پوری پوری نگرانی کریں کسی قیدی کو بغاوت کی اتنی بھرپور سزا دیں کہ دوسرے قیدیوں کو اس سے عبرت حاصل ہو۔ چنانچہ ان پر وہی دیوانگی طاری تھی جیسی اس نگراں پر، جب اس نے مجھے مارنے کی کوشش کی تھی اور یہ بھول اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہوئی تھی اب اس کا سر پاش پاش ہو چکا تھا اٹھنے والے ہاتھ بے جان پڑے تھے اور یہ منظر نہ صرف میرے لئے دلکش تھا بلکہ بے حد دلچسپ بھی تھا۔

اور پروفیسر نہ جانے کیوں اس بار میری طبیعت میں ایک عجیب سی جولانی تھی۔ میں بے پناہ سرور حاصل کر رہا تھا۔ عجیب سی کیفیات مجھ پر طاری تھیں۔ شاید یہ سوچ کہ میں ماضی کا باغی ہوں اور ماضی سے بغاوت کر رہا ہوں۔ مجھ پر حاوی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ تحت الثریٰ کے ماضی میں شامل ہو کر ایسے دلچسپ کارنامے انجام دوں کہ جنہیں ماضی کی تاریخ میں کوئی مقام حاصل ہو۔ لیکن میں یہ دعویٰ کر سکوں کہ میں ماضی میں تبدیلی کرنے کا بانی ہوں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ جس کردار کو میں نے اپنایا تھا اس کی ماہیت کیا تھی۔ اس میں خوبیاں تھیں اور کیا خامیاں اور نہ ہی میرا دوست

سالانوس اس کردار کے بارے میں کچھ جانتا تھا۔ لیکن بہر صورت مجھے بھی اس کردار کی خوبیوں اور خامیوں سے کوئی زیادہ لگاؤ نہیں تھا۔ میں تو صرف اپنے من کی باتیں کرنا چاہتا تھا۔

اور پروفیسر میں نے محافظوں کو اتنا زچ کیا کہ وہ مرنے مارنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور پروفیسر جب میرے مقابل اس بات پر آمادہ ہو جاتے ہیں تو موت توانہی کی ہوتی تھی۔ چنانچہ میں نے ان میں سے دو کی گردنیں پکڑ لیں اور ان کے سر آپس میں اتنی زور سے ٹکرائے کہ ان کے بھیجے باہر نکل پڑے۔ محافظ چیخ پڑے تھے۔ اور اب وہ اپنے ہتھیار لینے کے لئے دوڑ پڑے تھے۔ اور چند ساعت کے بعد وہ تلواریں اور کھانڈے لے کر میرے سامنے آ گئے۔

میرے بدن پر چاروں طرف سے تلواروں کے وار ہوئے اور یہاں بھی میں نے اپنی انفرادیت برقرار رکھنے کی کوشش کی۔

میں نے ان میں سے دو آدمیوں کو پکڑ لیا اور پھر انہیں اس طرح سے گھمایا کہ جو تلواریں میرے بدن پر پڑنے والی تھیں وہ ان کے اپنے ہی ساتھیوں کے بدن کے ٹکڑے کر گئیں۔ تب مرنے والوں کی تلواریں میرے ہاتھ میں آ گئیں اور میں نے وہ دونوں تلواریں سنبھال لیں۔

قیدی بھی اپنے اپنے کام چھوڑ کر کھڑے ہوئے تھے اور پروفیسر جب میرے ہاتھ میں ہتھیار ہوں اور سامنے صرف تھوڑے سے آدمی تو پھر ان میں سے کوئی میرے سامنے نہیں رہتا اور تھوڑی دیر کے بعد اکیس لاشیں میرے سامنے پڑی تھیں۔

ایک عجیب سا ہنگم شور تھا۔ تمام قیدی عجیب و غریب نعرے لگا رہے تھے۔ لیکن ابھی تک پہاڑوں میں کام کرنے والے آدمیوں کو یہ جرأت نہ ہوئی تھی کہ وہ دیکھ سکتے کہ محافظوں سے کون مقابلہ کر رہا ہے۔ چنانچہ جو قرب و جوار میں تھے وہ خوشی سے چیخ رہے تھے۔ ''ہم آزاد ہیں۔ ہم آزاد ہیں۔ ہمارا نگراں کوئی نہیں ہے سب مارے جا چکے ہیں۔ ہم آزاد ہیں۔'' اور سب قیدی دوڑتے ہوئے میری طرف آنے لگے۔ ان کے جسموں میں بجلی سی دوڑ گئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد وہ سب میرے گرد جمع تھے اور سالانوس حیرت زدہ انداز میں میری جانب دیکھ دیکھ کر پلکیں جھپکا رہا تھا۔ پھر وہ میرے نزدیک آیا اور کہنے لگا۔

''ارمناس کے بربط نواز یہ تو نے کیا کیا۔ کیا تو نے شاہ اپنوس سے بغاوت کا اعلان نہیں کر دیا اور کیا شاہ اپنوس تیری اس جسارت کو معاف کر دے گا؟''

''اور ارمناس ہی کے بزدل فنکار۔ کیا تجھے زندگی سے اس قدر رغبت ہے کہ تو اپنی ہر سانس کو قید رکھنا چاہتا ہے؟''

''میں نہیں جانتا بربط نواز کہ تیرے اندر یہ قوت کہاں سے آئی۔ لیکن اپنی اس بے مثال قوت سے کام لے کر تو صرف خود کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ تیری حسین وادی کے در و دیوار تمہارا راہ جائیں گے۔ پھولوں کے...... وادی کی تنہائیوں پر روئیں گے۔ ہمارے کھیتوں سے دھواں اٹھے گا۔ بول اور اس کے سوا کچھ ہوگا۔ اور کس لئے ...... یہ سب کس لئے۔''

''اپنوس۔'' میں نے دانت پیس کر کہا اور میرے ذہن میں وہی بے نور چہرہ ابھر آیا۔ خوفناک چمکتی ہوئی آنکھیں۔ بھنچے ہوئے خوفناک جبڑے میرا مقابل۔ ''اپنوس کی موت کے لئے۔'' میری آواز میں غراہٹ تھی۔

''شکر ہے یہاں کوئی دوسرا موجود نہیں ہے۔'' تو ماس نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''بہت جلد یہ خبر ایبوس کے ہرکاروں تک پہنچ جائے گی۔'' ایک قیدی نے کہا۔

''ہاں۔ اس سے قبل ہی کچھ سوچ لینا چاہیے۔'' دوسرے نے کہا۔

''بھاگو۔ بھاگ نکلو۔ جہاں سینگ سمائیں بھاگ جاؤ۔'' چند قیدی بولے۔ لیکن میں نے ہاتھ اٹھا کر انہیں روکا۔

''رک جاؤ بزدل انسانوں رک جاؤ۔ بیشک زندگی بے حد قیمتی ہے لیکن اس سے زیادہ قیمتی ایک اور چیز ہے۔ اپنی عزت اپنی آن۔ کہاں جاؤ گے اس جادوگر گوریلے سے بچ کر۔ وہ تمہیں تلاش کرے گا اور اس کے بعد تمہیں اور تمہارے اہل خاندان کو زندہ جلا دے گا۔ کیا تمہیں یہ موت پسند ہے؟''

''تو پھر ہم کیا کریں۔ بول ہم کیا کریں۔ اس موت سے ہمیں کہیں پناہ مل سکتی ہے؟''

''تو نے ہمارے لئے مصیبتیں کھڑی کر دی ہیں نوجوان قیدی۔ تو اپنی قوت سے کام لے کر ان سے بچ سکتا ہے۔ لیکن بول ہم کیا کریں گے۔ ہم کس طرح زندگیاں بچائیں۔''

''بزدلوں۔ میں نے صرف اپنے دشمنوں کو قتل کیا ہے۔ تم میں سے جو ایبوس کے وفادار قیدی ہیں وہ اس کی خدمت میں واپس چلے جائیں اور اسے اپنی گرفتاری پیش کر دیں۔ نہ صرف گرفتاری پیش کریں بلکہ ہمارے خلاف نشاندہی کریں اور ہمیں گرفتار کرانے میں اس کی مدد بھی۔'' میں نے کہا۔

پہاڑی چٹانوں میں سناٹا چھا گیا۔ ہر قیدی خاموش کھڑا تھا۔ لوگ ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہے تھے پھر ایک بوڑھے قیدی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

''ہمارا یہ مقصد نہیں نوجوان۔ لیکن اب بول ہمیں کیا کرنا چاہیے اگر ہم فرار ہونے کی کوشش کریں گے تو اس کا جادو ہمارا تعاقب کرے گا۔ وہ ہمیں زمین کی بلندیوں میں بھی نہیں چھوڑے گا۔''

''گویا موت تمہارا مقدر ہے؟''

''ہاں۔ اس کی دشمنی موت سے کم نہیں ہے۔''

''پھر تم اپنی پسند کی موت کیوں نہیں حاصل کرتے۔''

''کیا مطلب؟''

''بغاوت۔ اس کے خلاف ایک بھرپور بغاوت اور اس کے مظالم کے خلاف ایک بھرپور آواز۔ کیا تمہاری آواز اتنی کمزور ہے؟''

''نہیں۔ ہماری اجتماعی قوت کمزور نہیں رہے گی۔''

''تو پھر سوچنے کی کیا ضرورت ہے۔ فیصلہ کر لو اور اس کے خلاف کھڑے ہو جاؤ۔''

''اور اس بغاوت کی قیادت کون کرے گا؟'' بوڑھے نے پوچھا۔

''میں۔'' میں نے جواب دیا۔

''ہمیں منظور ہے۔'' چند نوجوان بیک وقت بولے۔

''میں جذباتی نعرے نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ تم صرف زندگی بچانے کی خاطر میرے ہمنوا بن جاؤ۔ بلکہ تمہیں یہ احساس دلانا چاہتا ہوں کہ اپوس کے دورِ حکومت میں لوگوں پر جس طرح عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا ہے کیا تمہیں اس سے اختلاف ہے۔ تم جو کچھ کرو گے وہ میری ذات کے لئے نہیں ہوگا۔ تمہارے ذہن میں یہ خیال بھی ہوگا کہ اپوس جیسے شیطان درندے کی سرکردگی میں تمہارے دشمن اور تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش کرنے والے کافی مضبوط ہیں۔ تمہیں ان کے خلاف جنگ کرنا ہوگی۔ چنانچہ تم خوفزدہ بھی ہو گے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم ہر خوف کو ذہن سے نکال کر اس بارے میں فیصلہ کرو۔ تم میں سے جو یہ بہتر نہیں سمجھتا وہ واپس جا سکتا ہے اور کہیں بھی گم ہو کر اپنی زندگی بچانے کی کوشش کر سکتا ہے تو میں اسے نہیں روکوں گا لیکن جو میرا ساتھ دے گا اور خلوصِ دل سے اپوس کے خلاف بغاوت کرے گا میں صرف اسے دعوت دیتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ مل کر کام کرے یا پھر میں تمہیں کہتا ہوں کہ تم جاؤ۔ تم سب چلے جاؤ۔ میں اپوس کے خلاف جو قدم اٹھاؤں گا اگر وہ ایک اچھا قدم ہوا اور تمہارے ذہنوں میں یہ بات آ جائے کہ میری سرکردگی تحت الثریٰ میں رہنے والوں کے لئے اور اپوس کے خلاف ایک بہتر قیادت ہو سکتی ہے تو میں تمہارا انتظار کروں گا اور خوشی سے تمہیں اپنے ساتھ رکھوں گا۔ تمہارا مفاد ہمیشہ میری نظر میں رہے گا۔''

نوماس تعجب سے میری شکل دیکھ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ ارمناس کی ایک حسین وادی میں جو زرخیز تھی، اس کی پر محبت اور رومان پرور وادیوں کا ایک بربط نواز جو اپنے عشق کے قصوں میں مصروف تھا اچانک اپوس جیسے شیطان صفت شاہ کی بغاوت پر کیوں آمادہ ہو گیا اور یہ بغاوت اس کے ذہن میں اتنی درندگی سے پرواز کیوں کر رہی ہے۔

میں نے دوسرے لوگوں کی جانب دیکھا۔ ان میں سے کسی کو میری اصلیت معلوم نہیں تھی۔ ہاں اگر وہ اندازہ لگا سکتے تھے تو صرف اس بات کا کہ میں نے تنہا اپوس کے اکیس آدمیوں کو قتل کر دیا تھا جو اپوس کے خیال میں ہزاروں قیدیوں پر بھاری تھے۔

سو میری یہ حیثیت انہیں ضرور متاثر کرتی تھی۔ قیدیوں نے چھوٹے چھوٹے گروہ بنائے اور آپس میں تبادلہ خیال کرنے لگے۔ وہ فیصلے کر رہے تھے کہ انہیں کیا کرنا چاہیے کس کا ساتھ دینا چاہیے۔

اور بہرصورت مجھے اس بات پر اعتراض نہیں تھا۔ یہ ان کا حق تھا اور کسی حقدار کے حق کو ختم کر کے غاصب بننا مجھے کسی بھی طرح پسند نہیں تھا۔ اور مجھے اس مسئلہ میں اتنی جلدی بھی نہیں تھی کہ وہ فیصلہ کر لیتے۔ کیونکہ جس جگہ قیدیوں سے کام لیا جا رہا تھا وہ عام آبادی سے اتنی دور تھی کہ اگر کوئی وہاں تک پہنچنے کی کوشش بھی کرتا تو اسے ایک طویل وقت درکار تھا گویا سارا کھیل ان محافظوں کا تھا، جو قیدیوں کو جانور تصور کرتے تھے اور ان پر بھرپور تسلط رکھتے تھے۔

قیدی آپس میں صلاح و مشورے کر رہے تھے۔ میں نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اور خود ایک چٹان پر آ بیٹھا۔

میرا دوست نوماس میرے نزدیک ہی سر جھکائے بیٹھا تھا۔ وہ بھی کسی گہری سوچ میں تھا۔ سو اچانک اس نے گردن اٹھائی اور عجیب سی نظروں سے میری جانب دیکھنے لگا۔

''نہیں۔نہیں۔ میں یقین نہیں کر سکتا۔ میں یقین نہیں کر سکتا۔''

''کس بات پر نوماس؟'' میں نے اس سے پوچھا۔

''تیرے بربط کے تار تو دکھ بھرے نغمے الاپتے تھے اور کبھی اگر ان سے خوشی کی لے نکلتی تو اس وقت جب تیری محبوبہ تیرے نزدیک ہوتی یا وہ حسین لڑکی جو تیری بربط کے تاروں سے متاثر ہو کر تجھ تک پہنچ جایا کرتی تھی اور اے بدنام بربط نواز تو صرف اپنی اسی خوبی کے لئے مشہور تھا کہ تو حسیناؤں کے دل موہ لینے میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا۔ اور اس سے زیادہ تیری حیثیت کسی نے تسلیم نہیں کی تھی۔ لیکن اچانک میں نہیں سمجھتا کہ کون سی چٹان کے سینے سے کوئی قوت ابھری اور تجھ پر چھا گئی اور جس نے تجھے محافظوں کے خونخوار کوڑوں سے محفوظ رکھا اور یہ طاقت دی کہ تو ان کا خاتمہ کر دے۔ مجھے بتا، مجھے بتا میرے دوست میں تیرا ساتھی ہوں۔ تیرا دوست نوماس ہوں۔ وہ نوماس جو بچپن سے تیرے ساتھ ہے اور میں نے کبھی نہیں دیکھا تجھے اس حال میں۔ تو بتا تو سہی کہ اچانک ایتوس کے خلاف تیرے ذہن میں یہ نفرت کیوں ابھری اور تو نے ایسا کیوں سوچا۔'' نوماس نے سوال کیا۔

''نوماس میرے دوست۔ جب تو مجھے بچپن سے جاننے کا دعویٰ رکھتا ہے تو تیرے ذہن میں یہ بات بھی ہوگی کہ بربط نواز سینے میں حساس دل رکھتا ہے۔ وہ اپنے تن کی ستائش کے لئے ان جانے والی حسیناؤں کا دل موہ لینے کی آرزو رکھتا تھا لیکن کیا کبھی کوئی کیا ایسا المیہ بھی ہوا جس سے اس کی ذات دوسروں کے لئے ناپسندیدہ ہوگئی ہو۔

ہاں میں نے اپنے نغمے پہاڑوں کو سنائے، میرے بربط کے سر جھرنوں میں شامل ہو کر لوگوں کے کانوں میں رس انڈیلتے رہے اور بس۔ اس سے زیادہ میری ذات سے کسی کو تکلیف نہیں پہنچی۔ اے نوماس کیا حساس دل رکھنے والے اس ماحول کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ سکتے ہیں۔ جوان پہاڑی چٹانوں میں بکھرا ہوا تھا۔ خونخوار چٹانوں کے درمیان پہاڑی چڑیوں کی طرح کانپتے ہوئے لوگ جو سب کے سب بے گناہ ہیں اور اس بات کا شکار ہیں کہ انہوں نے ایتوس کے لئے دل میں محبت نہ رکھی اور اس کی ذات سے نفرت کی اور تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ مجھ سے میری وادیاں کیوں چھینی گئیں۔ صرف اس لئے کہ جب ایتوس کی ملکہ ترتانا ان وادیوں کی سیر کر آئی اور اس نے بربط نواز کے نغمے سنے تو نہ رہ سکی اور طلب کیا اس نے اس بربط نواز کو اور کہا کہ وہ سارے نغمے جو اس کے بربط سے نکلتے ہیں اس کے نام وقف کر دے تو کیا نغمے کبھی قید ہو سکے ہیں۔؟ مگر ہاں بربط نواز قید کر لیا گیا کیونکہ اس نے ملکہ کے حکم کو ٹھکرا دیا تھا اور اس کا نغمہ اس لڑکی کے لئے ابھرا تھا۔ جو اسے سننے کے لئے بے چین تھی۔ کیا اتنی سی بات کی اتنی بڑی سزا مناسب تھی، تو تو اس بات کا گواہ ہے نوماس اور کیا تجھے صرف اس لئے قید نہیں کیا گیا کہ تو نے میرے اہل خاندان سے ہمدردی اور محبت کا اظہار کیا تھا۔ سو ایسا ظالم شخص کس طرح قابل محبت ہو سکتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوئی اس کے خلاف سر ابھارنے کی قوت نہ رکھتا ہو۔ اور جرأت نہ کر پاتا ہو اس بات کی کہ اس پر احتجاج کرے۔''

''یہ ساری باتیں ٹھیک ہیں رائن۔ مگر تو یہ تو بتا کہ تو اس بغاوت کی قیادت کیسے کرے گا؟ مجھے تو صرف اس بات پر تعجب ہے کہ ایک نغمہ نواز

جس کی انگلیوں نے صرف بربط کے تاروں کو چھیڑا ہے اور جس کے ذہن نے صرف محبت کے بارے میں سوچا ہے۔ اس کے ہاتھ تلوار کے دستے پر کتنی گرفت قائم کر سکتے ہیں اور اس کا ذہن جادوگر گور یلے کے خلاف کس حد تک استعمال ہو سکتا ہے۔''

''نوماس تو نے دیکھا کہ جب جذبے سچے ہوتے ہیں تو وہ قوتیں خود بخود ابھر آتی ہیں جنہیں عام حالات میں نہیں جگایا جا سکتا اور اس کا ثبوت محافظوں کی وہ اکیس لاشیں ہیں جو تیرے سامنے پڑی ہیں۔ سو جب کوئی قیادت ابھرتی ہے تو اسے وہ لافانی قوتیں حاصل ہو جاتی ہیں جو سچے جذبوں کی امین ہوتی ہیں۔ سو میرے دوست وسوسوں کو ذہن سے نکال دے اگر ہم ان ہی چٹانوں میں رہتے اور یہ نیا شہر آباد کرنے کے لئے پتھروں کو توڑتے رہتے۔ زمین کو ہموار کرتے رہتے تو آخر کب تک؟ ہم میں سے کتنے زندہ بچتے کیا اس پر صعوبت کام میں زندگی تھی۔ کیا اس کا انجام موت نہیں تھی۔ اور اگر موت ہی کو اپنایا جائے تو اپنی مرضی کے مطابق کیوں نہ اپنایا جائے۔''

نوماس پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ لیکن پھر رفتہ رفتہ اس کے چہرے پر بحالی آ گئی تھی اور پھر اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔

''کسے معلوم تھا...... کون جانتا تھا...... کہ وہ بربط نواز...... جو ایک برگد کے درخت کے نیچے دھونی جمائے بیٹھا نغمے الاپتا رہتا تھا اور جسے علاقے کے لوگ ایک نکما اور ناکارہ انسان سمجھتے تھے، ایک دن اس طاقت کے خلاف اٹھ کھڑا ہو گا جو پر ہیبت اور پر نفرت طاقت ہے اور جس کے لئے لوگوں کے دلوں میں شدید خواہش ہے کہ جلد از جلد اس طاقت کا خاتمہ ہو، سو جو اس کے لئے قدم اٹھانے والا اور اس کے خلاف جدوجہد کرنے والا پہلا شخص ہو تو اس کی عزت کیوں نہ کی جائے اور جو باتیں تو نے کہیں بلاشبہ وہ ایک وزن رکھتی ہیں۔ ایک ایسا جامع وزن جس کے لئے کسی کی بھی مخالفت حماقت سے زیادہ نہیں ہے۔ بلاشبہ رائن تیرے جذبے سچے ہیں اور میں ان سچے جذبوں کی تائید کرتا ہوں۔ میں سب سے پہلے تیرا ساتھی بننے کا اعزاز حاصل کرتا ہوں۔''

نوماس اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور اس نے اٹھ کر میرے دونوں ہاتھ چومے۔ قیدی جو ہماری جانب دیکھ رہے تھے اور دور ہی سے ہمارا ساتھ دینے پر آمادہ تھے، نوماس کی یہ حرکت دیکھ کر خود بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور پھر ایک تانتا بندھ گیا۔ وہ لوگ میرا ہاتھ چوم کر مجھے اپنا رہنما مان رہے تھے۔

اور پروفیسر میں دل ہی دل میں بہت کچھ سوچتا رہا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا پھر ماضی کی ایک کہانی زندہ ہو گئی ہے اور ماضی کا یہ مسافر صدیوں کا بیٹا۔ کیا پھر اپنے رنگ میں جلوہ نما ہے۔ اور ماضی کی ہوائیں اس پر وہ اثر نہیں ڈال سکی ہیں جو اس پر ماضی کا ایک کردار ہونے کی وجہ سے پڑ سکتا تھا۔ میں اپنی اصلیت میں ہوں اور درحقیقت اگر غور کیا جائے تو یہ میری فتح تھی۔

میں نے ماضی کو قبول نہیں کیا تھا اور اب ماضی بھی میرے تابع تھا۔ بلاشبہ یہ بات میرے جیسے کے لئے قابل فخر تھی۔

سو بے شمار قیدیوں کی تعداد میرے گرد جمع ہو گئی۔ لیکن ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جنہوں نے خاموشی سے وہاں سے بھاگ جانا پسند کیا وہ بزدل تھے اور موت سے پناہ چاہتے تھے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایک ایسی قوت کے خلاف بغاوت کریں جو ناقابل تسخیر ہے، اور ایسی بغاوت کے بارے میں سوچنا ایک حماقت ہے۔

سو بھاگ جانے والوں کو میں نے کچھ نہ کہا اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا اور جب دیکھا میں نے اپنے ساتھیوں کو ان کی تعداد بے شمار تھی۔ یہ سب وہ قیدی تھے جو مشقتوں میں زندگی گزار رہے تھے اور مجھے ان سب کے لئے ایک لائحہ عمل مرتب کرنا تھا۔

اور یہ تو میری زندگی کا خاصہ رہا ہے پروفیسر کہ میں نے جب بھی کسی مسئلہ میں قدم اٹھایا تو اس کے ہر پہلو پر غور کیا کوئی جذباتی کوشش میں نے ایسی نہیں کی جس سے نہ صرف میں خود کو بلکہ اپنے ساتھیوں کو بھی نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا اور مجھے تو بہرحال نقصان پہنچ ہی نہ سکتا تھا میں تو زندہ رہنے والوں میں سے تھا اور میرا بدن ایک ایسی ٹھوس اور مضبوط چٹان تھا جس پر کوئی ہوا اثر انداز نہیں ہوتی تھی۔

چنانچہ میں نے اپنے ہمنوا قیدیوں کو اکٹھا کیا۔ اس جگہ پر جتنی خوراک تھی قبضے میں کی اس کے علاوہ قیدیوں کی بے شمار کدالیں اور پھاوڑے بھی ساتھ لے لئے۔ یہ چیزیں ہر طرح مفید تھیں، بہت سے موقعوں پر کام آسکتی تھیں، اس لئے میں نے خصوصی طور پر انہیں ساتھ رکھنے کی ہدایت کی۔

قیدیوں کے اس قافلے کو لے کر میں وہاں سے چل پڑا۔ میں کہہ چکا ہوں کہ اس بار میں ماضی میں اپنے کردار کا تابع نہیں رہنا چاہتا تھا اور وہ سب کچھ کرنا چاہتا تھا جو میری اپنی مرضی ہو۔ یہ ایک تجربہ تھا اور اس تجربے کے بارے میں میں نے سلانوس سے بھی مشورہ نہیں کیا تھا لیکن سلانوس اس حیثیت میں بھی مجھ سے تعاون کر رہا تھا۔

قیدی بہت سوچ سمجھ کر میرے ساتھ شریک ہوئے تھے اور جو لوگ میرے ساتھ شریک ہوئے تھے وہ واقعی سمجھدار تھے۔ میں اپنی شخصیت کے واقف کار کی حیثیت سے یہ بات بخوبی جانتا تھا کہ ان قیدیوں کے لئے زندگی اور آزادی کا کوئی تصور کوئی امکان نہیں تھا۔ انہیں ساری عمر یا کم از کم اس وقت تک اسی طور زندگی گزارنا تھی جب تک گوریلا شہنشاہ ایبوس زندہ تھا۔ اس لحاظ سے ایک جانی پہچانی موت کے انتظار کی بجائے انہوں نے جدوجہد کر کے مرنے کا دانشمندانہ فیصلہ کر لیا تھا۔

قیدیوں کا یہ قافلہ صعوبتیں برداشت کرتا ہوا چلتا رہا۔ یہ سب بھوکے پیاسے تھے۔ تحت الثریٰ کے جنگلوں میں اگر کوئی باغ نظر آجاتا تو یہ پوچھے بغیر اسے تاراج کر دیتے۔ اس کے کچے پکے سارے پھل توڑ کر کھا لیتے اور اس طرح گزارا ہو رہا تھا۔

''تم آخر کون سی جگہ کی تلاش میں ہو؟'' ایک روز نوماس نے مجھ سے پوچھا۔

''وہ جگہ جو ہماری جدوجہد کے لئے مناسب ہو۔''

''پھر بھی۔ میرا خیال ہے تم دور دراز علاقوں کو چھوڑ کر ایسے علاقوں کی طرف نکل آئے ہو جو آبادیوں سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔''

''کیا واقعی؟'' میں نے سوال کیا۔

''ہاں۔ وہ دور تمہیں پگڈنڈیاں نظر آرہی ہیں یہ شاہی قافلوں کی گزرگاہیں ہیں اور وہاں سے ہمیں بآسانی دیکھا جا سکتا ہے۔''

''آہ میرے دوست۔ اتفاق ہے کہ تم نے ایسی جگہ یہ سوال کیا مجھے ایسی ہی کسی جگہ کی تلاش تھی۔'' میں نے خوش ہو کر کہا۔

''کیا مطلب؟'' نوماس نے تعجب سے پوچھا۔

''ہاں۔ میں اپنے پیارے شہنشاہ ایتھوس سے زیادہ دور نہیں رہنا چاہتا۔'' میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

نوماس متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھتا رہا۔ پھر ایک گہری سانس لے کر بولا۔ ''رائن۔ دیوتاؤں کی قسم میں سخت حیران ہوں۔ اتنا حیران کہ بیان نہیں کر سکتا۔''

''کیوں نوماس؟''

''ارے بستی والوں کی نگاہ میں تو بستی کا سب سے ناکارہ انسان تھا جسے صرف بربط بجانے اور لڑکیوں سے عشق کرنے کے سوا کچھ نہیں آتا تھا.... جو ذمہ داریوں کو قریب نہیں پھٹکنے دیتا تھا اور ہر اس کام سے بھاگتا تھا جس میں مشقت ہو۔ کون تھا جو تجھے اچھی نگاہوں سے دیکھتا تھا سوائے تیرے دوست نوماس کے۔''

''ہاں مجھے یاد ہے۔''

''اور آج تو ایک قیادت بن گیا ہے۔ تو نے وہ کیا ہے جس کے بارے میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ سچ کہوں تو میں اب بھی شبہے کا شکار ہوں۔''

''کیسا شبہ؟'' میں نے پوچھا۔

''کوئی وقتی جذبہ تیرے اندر بیدار ہو گیا ہے۔ کسی کا جادو تیرے اندر سرایت کر گیا ہے اور تو اس کا شکار ہے۔ جس دن تیرے ہاتھ کوئی ساز لگ گیا تو سب کچھ بھول جائے گا۔ ان قیدیوں کو بھی جواب تجھے اپنا سب کچھ مانتے ہیں اور اس مشن کو بھی جس کے لئے تو نے انہیں تیار کیا ہے اور اس کے بعد کیا ہوگا؟''

''یہ بھی تو ہی بتا دے نوماس۔'' میں نے اس کی بات کا برا مانے بغیر کہا۔

''یہ بے یار و مددگار لوگ شاہی عتاب کا شکار بن جائیں گے اور پھر زمین کے چہرے پر کوئی انہیں موت سے پناہ دینے والا نہ ہوگا۔''

''تیری تسلی کے لئے میں کیا کہوں نوماس؟'' میں نے پوچھا۔

''میری بات نہ کر میرے عزیز دوست۔ میں نے تو ہمیشہ تیرا ساتھ جینے اور تیرے ساتھ مرنے کی تمنا کی ہے۔ میں تو صرف تیری بدلی ہوئی کیفیت کو جاننا چاہتا ہوں۔''

''میری جو کیفیت ہے تیرے سامنے ہے نوماس۔ ہاں تجھ سے یہ وعدہ ضرور کر سکتا ہوں کہ جب تک اپنے مشن کی تکمیل نہ کر لوں بربط کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔''

''نہیں نہیں۔ میں ایسا کوئی وعدہ تجھ سے نہیں لینا چاہتا۔ بس میں تیری ذات کی اس تبدیلی میں بھٹکا ہوا ہوں۔''

''میں اپنے مشن میں تیرا بھرپور تعاون چاہتا ہوں۔''

''یہ کہنے کی بات نہیں ہے۔ کون سا وقت ہے جو میں نے تیرے بغیر سوچا ہے۔''

''ہاں مجھے تیری دوستی پر فخر ہے۔'' میں نے جواب دیا اور نوماس کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے گردن اٹھا کر کہا۔

''لیکن تیری یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔''

''کون سی بات؟''

''تو آبادیوں سے قریب رہنا چاہتا ہے۔''

''ہاں نوماس۔''

''آخر کیوں؟''

''تیرے خیال میں کیا ہونا چاہیے؟''

''میں تو سوچتا ہوں بغاوت کی تیاری کے لئے آبادیوں سے جس قدر فاصلے ممکن ہوں رکھنے چاہئیں۔ تاکہ اس وقت تک کسی کو بھنک نہ مل سکے جب تک تیاریاں مکمل نہ ہو جائیں۔''

''کیا ہمارے پاس اتنے وسائل ہیں نوماس کہ ہم آبادیوں سے دور رہ کر اپنا کام انجام دے سکیں۔ ہاں میرے ذہن میں اس بغاوت کی تکمیل کے لئے اور دوسرے منصوبے ہیں جن پر میں تبدریج عمل کروں گا۔''

''اوہ۔ تم تو آبادیوں سے رابطہ رکھو گے۔''

''ضروری ہے۔'' میں نے کہا اور نوماس کسی سوچ میں گم ہو گیا پھر اس نے ہونٹ سکوڑ کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

''خطرناک۔ بے حد خطرناک۔ مجھے تو یہ عرصہ مشکل نظر آتا ہے بہرحال تم بہتر سمجھتے ہو گے۔ جو کر کے دکھا چکے ہو اس کے بعد کھل کر تم سے اختلاف بھی نہیں کر سکتا۔''

''نہیں نوماس مجھے تمہارے ان الفاظ سے اختلاف ہے۔''

''کیوں؟''

''تم ہمیشہ مجھ سے ایسی گفتگو کیا کرو۔ تم ہمیشہ ان خطرات کے بارے میں سوچا کرو جو ہمیں پیش آ سکتے ہیں۔ اس طرح میں ان سے آگاہ ہوتا رہوں گا اور ان سے بچاؤ کرتا رہوں گا۔''

''اب یہی بات لے لو۔ اتنی ذہانت کی بات ہے کہ میں اس کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔'' نوماس نے ہنستے ہوئے کہا۔

''ہمیں یہاں کشادہ غار تلاش کرنے چاہئیں نوماس۔ مجھے پگڈنڈیوں کے جال نظر آ رہے ہیں اور اس کا مقصد ہے کہ یہاں سے قافلے گزرتے رہتے ہیں۔''

''ہاں۔ یہ تو راس ہے۔ یہاں سے مختلف بستیوں کی گزرگاہیں ہیں۔''

''تب اس سے اچھا مقام اور کوئی نہیں ہو سکتا۔''

''تو آؤ غار تلاش کریں۔'' نوماس نے کہا۔ ''پیچھے ہم جتنی پہاڑیاں چھوڑ آئے تھے ان میں بھی بے شمار غار موجود تھے اور ان پہاڑیوں میں

بھی چھوٹے بڑے غاروں کی کمی نہیں تھی۔ میں نے ان میں سے بہت سے غاروں کا انتخاب کیا۔ درحقیقت میرے ذہن میں کھچڑی پک رہی تھی۔ اپیوس کی بادشاہت کے بارے میں میری معلومات بھی محدود نہیں تھیں اور میں جانتا تھا کہ اس زیرک گوریلے کے خلاف کوئی کھیل شروع کرنا آسان نہیں ہوگا اس لئے پہلے میں بھرپور اور مضبوط انتظامات کرنا چاہتا تھا۔

چنانچہ ان میں سے جن غاروں کا ہم نے انتخاب کیا تھا ان میں یہ تمام لوگ بہ آسانی سما سکتے تھے۔ تباہ حال قیدیوں کی امنگیں جوان تھیں۔ انہوں نے موت سے فرار کے منصوبے بنائے تھے اور زندگی کے حصول کے لئے وہ سب کچھ کرنے کو تیار تھے جو ممکن ہو۔

خوراک ختم ہو چکی تھی۔ صرف جو باغ انہوں نے تاراج کئے تھے ان کے پھل وغیرہ خاصی مقدار میں موجود تھے۔ جن میں کچھ خشک ہو گئے تھے کچھ تازہ تھے۔ میں نے ان پھلوں کا ایک ذخیرہ کرلیا۔ تا کہ اسے آہستہ آہستہ خرچ کروں اور پھر میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کی تقسیم شروع کر دی سب میری ایک ایک جنبش سے تعاون کر رہے تھے اور مجھے اسی بات کی سب سے زیادہ خوشی تھی کہ میرے ساتھی بہرحال تعاون کر رہے تھے۔

چنانچہ پہلے میں ایک کسی قدر روشن غار کا انتخاب کیا اور پھر اسے کنوؤں کا غار قرار دیا۔ بیشمار قیدی کنوئیں کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ زیادہ تعداد ہونے کی وجہ سے وہ یہ کام آسانی سے کر لیتے تھے۔ تھوڑی ہی عرصہ میں زمین میں لاتعداد گہرے سوراخ بن گئے جن سے پانی رسنے لگا۔ پھر اس پانی کو باہر نکالنے کا بندوبست کیا گیا۔ ایک چوڑے گڑھے کو پانی کا ذخیرہ جمع کرنے کے لئے تیار کیا گیا۔ یوں پہلا بندوبست ہوا اور اتنا پانی حاصل ہونے لگا جو ضرورت کے لئے کافی ہو۔

لیکن خوراک کا مسئلہ سنگین ہوتا جا رہا تھا۔ میں نے نوماس سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ ''تم کام دیکھ رہے ہو نوماس؟'' میں نے پوچھا۔

''ہاں میرے دوست۔''

''کیا خیال ہے؟''

''میں سخت حیران ہوں۔''

''کیوں؟''

''تمہارے اندر تو بے پناہ انتظامی صلاحتیں موجود ہیں۔''

''بس اب میری تعریف و توصیف کرنا چھوڑ دو۔ بلکہ ان کاموں میں دلچسپی لو جو میں کر رہا ہوں۔''

''کہیں شکایت ہوئی ہے مجھ سے؟'' نوماس نے پوچھا۔

''یہ بات نہیں۔ میں ایسے ہی کہہ رہا ہوں۔''

''بات یہ ہے رائن کہ میرا ذہن تمہاری اس حیثیت کو قبول نہیں کر رہا اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں عرصہ سے تمہارا دوست ہوں۔''

''ہاں یہی بات ہے۔ بہرحال اب ان باتوں کو چھوڑو۔ اب ایک اہم مسئلہ پر تم سے گفتگو کرنا ہے۔''

''کہو۔'' نوماس نے پوری دلچسپی سے کہا۔

''خوراک کا مسئلہ سب سے اہم ہے۔ دیکھ رہے ہو۔ خوراک نہ ملنے کی وجہ سے ہمارے ساتھی کمزور ہوتے جا رہے ہیں۔''

''ہاں یہ بات میرے ذہن میں بھی ہے۔''

''پانی کا مسئلہ تو حل ہو گیا ہے۔ لیکن غذا کا مسئلہ اس سے زیادہ اہم ہے۔''

''بیشک۔''

''تو پھر اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟''

''فی الحال ہم غذا پیدا نہیں کر سکتے اس کے لئے ہمیں کچھ اور ہی سوچنا ہوگا۔''

''مثلاً؟'' میں نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ لیکن نوماس نے کوئی جواب نہیں دیا اور میں اس کی شکل دیکھتا رہا۔

''کوئی ٹھوس بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر ہم نے بستیوں سے خوراک حاصل کرنے کی کوشش کی تو اس کے عوض ہم انہیں کیا دیں گے؟''

''زندگی۔'' میں نے جواب دیا اور نوماس چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

''کیا مطلب؟ میں نہیں سمجھا۔'' نوماس نے کہا۔

''ہاں۔ اگر انہوں نے ہمیں خوراک نہ دی تو ہم ان پر موت نازل کر دیں گے۔ اس لئے انہیں ہمارے لئے خوراک کا انتظام کرنا ہی ہوگا۔''

''تم قوت استعمال کرو گے؟''

''ہاں نوماس۔ ہمیں جو کچھ کرنا ہے اس کے لئے قوت کا استعمال سب سے ضروری ہے۔ ہمیں فی الحال صرف اپنے مشن سے ہمدردی اور دلچسپی ہونا چاہیے۔ اس کے علاوہ ہم کسی سے ہمدردی کرنے کے قابل نہیں ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''تمہاری منطق بھی خوب ہے۔ بہر حال میں تو تم سے تعاون کرنے والوں میں ہوں۔'' نوماس نے جواب دیا۔

''ہمیں فی الوقت کسی ایسی بستی کا انتخاب کرنا ہے جو زیادہ دور نہ ہو۔ کیونکہ ہمارے پاس سواری کا بندوبست نہیں ہے۔''

''تب میرے خیال میں تم مجھے یہ کام سونپو۔''

''کون سا کام؟''

''کسی قریبی بستی کی تلاش۔''

''کتنا وقت صرف کرو گے اس میں؟''

''جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔'' نوماس نے کہا۔

''کیا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی جائے گا؟''

''چنداں ضرورت نہیں۔ لیکن اگر تم چاہو تو کسی کا انتخاب کر دو۔'' نوماس نے جواب دیا اور پھر میں نے چند معمر اور تجربے کار افراد کو نوماس کے ساتھ روانہ کر دیا اور انہیں جلدی واپسی کی ہدایت بھی کر دی۔

اس کارخانے کا نظام پورے اصول وعمل کے ساتھ چل رہا تھا گو قیدیوں میں بے چینی پائی جاتی تھی اور بے چینی فی الوقت صرف خوراک کے لئے تھی۔ لیکن اس بے چینی کا کوئی اظہار ابھی تک سامنے نہیں آیا تھا۔ وہ لوگ فاقہ کشی کی زندگی گزار رہے تھے۔ لیکن نہ جانے کیوں انہیں میری ذات پر کافی اعتماد ہو گیا تھا اور وہ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ میں ان کے کسی مفاد کو نظر انداز نہیں کروں گا۔

چنانچہ نوماس وغیرہ کے جانے کے بعد میں نے سب سے پہلے ایک فیصلہ کیا۔ وہ یہ کہ تنہا میں یا نوماس ان سارے لوگوں کی مشکلات اور ان کے مزاج کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکتے تھے۔ چنانچہ مناسب یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں چند ایسے لوگوں کو مقرر کیا جائے جو زیرک ہوں اور اس بارے میں میرے مددگار ثابت ہوں۔

سو میں نے طلب کیا۔ قیدیوں کے اس عظیم الشان گروہ میں سے چند لوگوں کو۔ میرے انتخاب میں چالیس آدمی شامل تھے اور یہ سب ضعیف العمر اور تجربہ کار تھے۔

میں نے ان لوگوں کو اپنا مافی الضمیر بتایا اور یہ وہ تھے جو مجھ سے بہر طور تعاون کرنے پر تیار تھے۔ چنانچہ انہوں نے بڑی خوشی سے میری اس بات کو قبول کیا اور پھر میں نے ان کی زیر نگرانی یا ان کے تحت تھوڑے تھوڑے قیدیوں کو دے دیا۔

میں نے ان سے کہا کہ وہ فوری طور پر مجھے قیدیوں کی سوچ کے بارے میں تفصیلات مہیا کریں اور پروفیسر جب انہوں نے مجھے اپنی رپورٹ دی تو وہ میرے لئے خاصی تسلی بخش تھی۔

انہوں نے بتایا کہ قیدی بہر صورت اس بات پر بے پناہ خوش ہیں کہ انہیں اس خوفناک قید سے نجات مل گئی جس کا اختتام ان کی موت کے سوا کچھ نہ ہوتا۔

اور میرے نزدیک بیٹھا ہوا نوماس مسکرا دیا میں نے اس کی جانب دیکھا اور سوال کیا۔

''کیوں نوماس ایسی کیا بات ہے جو تمہیں دلچسپ محسوس ہوئی؟'' میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں رائن یہ تو تیری ذات کا کرشمہ ہے۔ میں اس حقیقت سے بخوبی واقف تھا کہ اس جگہ جتنے بھی قیدی موجود ہیں سب کے سب تیرے شکر گزار ہیں تیرے عقیدت مند ہیں۔''

''شکریہ نوماس۔'' میں نے جواب دیا۔ اور اس بوڑھے شخص کی جانب دیکھا جو مجھ سے ابھی بہت کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن بات نوماس کے مسکرانے کی وجہ سے ختم ہو گئی تھی۔ سو میں نے بوڑھے سے سوال کیا۔

''ہاں ارغماز۔ تم کیا کہہ رہے تھے؟''

''میں یہ کہہ رہا تھا عظیم رائن کہ قیدی تمہاری مشکلات سے بخوبی واقف ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ تم بھی ان ہی میں سے ایک ہو اور جو کچھ تم ان کے لئے کر رہے ہو وہ صرف خلوص پر مبنی ہے۔ ظاہر ہے تم فوری طور پر ان کے لئے خوراک کا بندوبست کیسے کر سکتے ہو؟ لیکن اس کے علاوہ وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اب تمہارا اگلا قدم کیا ہو گا؟''

''میری طرف سے انہیں اطلاع دے دو کہ انہیں اس وقت تک کسی سخت کام کے لئے نہیں کہا جائے گا جب تک کہ ان کی خوراک کا مسئلہ

نہ حل ہو جائے۔ رہی خوراک کے حصول کی بات تو اس کے لئے ہمیں چھوٹی چھوٹی بستیوں کو تاراج کرنا ہوگا۔ ہم کوشش کریں گے کہ بستی میں رہنے والے ہمارے ہاتھوں ظلم کا نشانہ نہ بنیں۔ لیکن اگر مدافعت کی گئی تو پھر مجبوری ہوگی کیونکہ ہمیں غذا کی ضرورت ہے اس وقت خوراک اور غذا ہماری زندگی کی پہلی ضرورت ہے اس کے حصول کے بعد ہی ہماری صحیح جدوجہد کا آغاز ہو سکتا ہے۔''

چنانچہ میرے مشیروں نے یہ بات اپنے تمام ساتھیوں تک پہنچا دی اور قیدیوں نے خود اپنی زبان سے مجھے اپنے اس بھرپور تعاون کا یقین دلایا میں ان لوگوں سے بے حد خوش تھا، کم از کم احسان ماننے والوں میں سے تھے اور میرے لئے یہ بہت بڑی بات تھی۔ ایسے لوگوں کے لئے جو کچھ بھی کر دیا جاتا مناسب تھا۔

چنانچہ زیادہ وقت نہ لگا۔ نوماس اور اس کے ساتھی واپس آئے تو کافی خوش نظر آ رہے تھے۔ یعنی ان کے پاس خوبصورت اور دراز قامت گھوڑے تھے اور ان گھوڑوں پر کچھ سامان بھی لدا ہوا تھا۔

ہمیں غار کے اندر اطلاع مل گئی تھی کہ نوماس اور اس کے ساتھی واپس آ گئے ہیں۔ چنانچہ میں نے غار سے باہر جا کر اس کا استقبال کیا اور نوماس مسکراتا ہوا میرے نزدیک آ گیا۔

میں نے مسکراتی نگاہوں سے اس کے گھوڑے کو دیکھا تھا تب نوماس نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

''تمہارا مشورہ مشعل راہ بنا کر میں نے سب سے پہلے زندگی کے اس دور کو اپنا لیا ہے رائن جسے تم اپنانے جا رہے ہو۔''

''ہاں میں دیکھ رہا ہوں نوماس۔ تم میں کافی نمایاں تبدیلیاں ہیں۔'' میں نے جواب دیا۔

''نہ صرف نمایاں تبدیلیاں رائن بلکہ ایک بہت اچھی خوشخبری بھی اگر یوں کہو کہ ہماری سوچ ہمارے اچھے مستقبل کے راستے کی راہبر بن گئی ہے تو غلط نہ ہوگا۔''

''اندر آؤ نوماس اور اپنے ان گھوڑوں کو بھی اندر لے آؤ۔ میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ ہمیں بہرصورت سواریوں کی ضرورت ہوگی اور اس کے لئے میں نے مناسب بندوبست کے بارے میں سوچا تھا جو تمہارے علم میں ہے۔''

''ہاں۔ میں نے بھی اسی لئے سواری کے بارے میں غور کیا تھا کیونکہ تمہارا بندوبست میری نگاہ میں تھا۔''

''دوست مجھے بھی یقین تھا کہ جب تم اپنے تمام کام کے لئے روانہ ہو گے تو اس بارے میں غافل نہ رہو گے۔''

''غافل رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا رائن۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم سب مشترک ہیں اور مشترکہ طور پر ایک دوسرے کے لئے کچھ کرنا چاہتے ہیں۔'' نوماس نے جواب دیا۔

''بالکل ٹھیک کہا تم نے نوماس، ہمیں ہر اس پہلو کو مضبوط کرنا ہوگا جو ہماری نگاہوں میں ہے۔''

''بے شک۔'' نوماس نے کہا اور پھر وہ میرے ساتھ غار کے اندر داخل ہو گیا۔ اس کے تمام ساتھی میرے ساتھ ہی تھے۔

تب میں ان لوگوں کو لئے ہوئے اس جگہ تک پہنچ گیا جو میری قیام گاہ تھی یعنی جہاں میں آرام کرتا تھا۔

نوماس نے ایک طویل سانس لی اور کہنے لگا۔ ''ہم یہاں سے گھڑ پیدل کا راستہ پگڈنڈیوں کے ذریعے طے کرتے ہوئے ابھی زیادہ دور

نہیں پہنچے تھے کہ ہمیں سامنے دو گھڑ سوار آتے نظر آئے۔ یہ شاہی دستے کے لوگ تھے اور شاید کہیں جا رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ کیوں نہ ابتدا کر ہی دی جائے۔ چنانچہ ہم چٹانوں کے پیچھے چھپ گئے اور ہم نے ایسے گول پتھر اٹھا لئے جو نوکدار بھی تھے۔ پھر جونہی وہ ہمارے نزدیک سے گزرے تو ہم نے ان گول اور نوکدار پتھروں سے گھوڑوں کے اگلے پیروں پر نشانہ لگایا اور دونوں گھوڑے اور سوار اوندھے منہ گر پڑے۔ ہم نے کوشش کی تھی کہ گھوڑوں کو زیادہ چوٹ نہ لگے صرف اتنا ہو کہ وہ بدک جائیں اور ان کے سوار منہ کے بل نیچے آ گریں۔ چنانچہ یہی ہوا۔

تب ہم نے ان دونوں سواروں کو چٹانوں کے عقب میں کھینچ لیا اور ان کی گردنیں دبا کر وہیں چٹان کے پیچھے چھپا دیا۔ گھوڑوں پر زادراہ موجود تھا۔ یعنی خوراک اور دوسرا سامان۔

چنانچہ ہم نے انہیں قبضے میں کر لیا اور ان کے لباس پہن لئے یہ لباس جو تم دیکھ رہے ہو شاہی دستوں کے سپاہیوں کے لباس ہیں اور مجھے یقین ہے کہ یہ لباس ہمارے لئے کافی حد تک معاون ثابت ہوں گے۔ اس کے بعد ہم نے تھوڑا سا سفر کیا اور ایک بستی میں پہنچ گئے۔

یہ بستی لویا کہلاتی ہے اور اس کی آبادی تقریباً ڈیڑھ دو ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ چاروں طرف کھیت ہیں جو غلے سے لدے ہوئے ہیں اور غلہ کافی حد تک پک چکا ہے اور کافی سے زیادہ غلے کے انبار کھلے میدان میں پڑے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسری چیزوں کی بھی بہتات ہے۔ گویا سبزیاں اور ایسی ہی خوراک کی دوسری اشیاء۔ مویشی کثرت سے نظر آ رہے ہیں۔ اس لئے ان کی چراگاہیں بھی کافی ہیں۔ اگر ہم کھل کر صرف اسی ایک بستی پر قناعت کریں اور اس میں سے ایک ایسا حصہ حاصل کر لیں کہ بستی والوں کی زندگی خطرے میں نہ پڑ جائے تب بھی ہم کافی وقت مناسب طور پر گزار سکتے ہیں لیکن جو خوشخبری تمہیں دینے والا ہوں رائن وہ بستی کی خوشخبری سے زیادہ اہم ہے۔''

''اوہ.....اوہ۔'' میں جو اس بستی کے بارے میں تفصیلات سن کر بہت خوش ہو رہا تھا نوماس کی یہ بات سن کر اچھل پڑا۔

''گویا اس سے بڑی بھی کوئی خوشخبری ہے؟'' میں نے سوال کیا۔

''ہاں۔''

''وہ کیا؟''

''تقریباً چار سو گھوڑے اور بے شمار ساز وسامان۔''

''کیا مطلب؟'' میں نے تعجب سے پوچھا۔

''ایک قافلہ اس بستی کے ایک کنارے پر پڑاؤ کئے ہوئے ہے اور بستی کے دوسرے علاقے کی جانب روانہ ہونے والا ہے۔ یہ قافلہ اب سے کچھ وقت کے بعد روانہ ہوگا۔ چونکہ میں نے قافلے والوں میں روانگی کی تیاریوں کو محسوس کیا ہے اور رائن اگر ہم ان پگڈنڈیوں کو چھوڑ کر راناماسا کے علاقے کی جانب روانہ ہوں تو ہم اس قافلے تک جا پہنچیں گے۔ جو راناماسا کی بستی اور لویا کے درمیان میں ہے۔ گویا لویا اور راناماسا کے درمیان تک پہنچ کر ہم انہیں جا لیں گے۔''

''نوماس تم بڑی ذہانت کی باتیں کر رہے ہو۔ لیکن تمہیں اس قافلے کے بارے میں کیسے معلوم ہوا؟''

''جب مجھے قافلے کے بارے میں پتہ چلا رائن تو میں نے یہی سوچا کہ تم اس سلسلے میں ضرور دلچسپی لو گے چنانچہ میں نے اور میرے

ساتھیوں نے ان تمام جگہوں کے نام پتے معلوم کیے اور ہم ان کا پتہ لگانے کے بعد ہی واپس آئے۔''

''دونوں باتیں نہایت خوشگوار ہیں نوماس اور ہمارے کاموں میں بے حد معاون۔'' میں نے کہا اور نوماس نے خوشی سے گردن ہلا دی۔ گویا جو کارنامہ وہ انجام دے کر آیا تھا اس پر وہ بے حد نازاں تھا۔ بہر حال نوماس کی اطلاعات کے بعد ہم نے تیاریاں کیں اور چل پڑے۔

میرے تمام ساتھی باہمت تھے اور میری سرکردگی میں خوش خوش سفر کر رہے تھے۔ جن لوگوں کو میں نے ساتھ لیا تھا ان کی تعداد بہت کافی تھی۔ نوماس نے قافلے والوں کے بارے میں جو اندازہ لگایا تھا اس کے تحت چار سو گھڑ...... سوار تھے۔ ان کے ساتھ مزید گھوڑے تھے جن پر ساز و سامان لدا ہوا تھا۔ میں نے بھوکے اور تھکے ماندے قیدیوں میں سے آٹھ سو افراد لئے تا کہ دو آدمی مل کر قافلے کے ایک آدمی سے نمٹ سکیں۔

گو ہمیں تنگ اور ناہموار راستوں سے سفر کرنا پڑ رہا تھا لیکن یہ سفر اسی انداز میں ضروری تھا کیونکہ اس طرح راستہ مختصر اور محفوظ تھا۔ نوماس نے مجھے گھوڑا پیش کیا تھا اور اصرار کیا تھا کہ میں ان کے رہنما کی حیثیت سے گھوڑے پر سفر کروں لیکن میں نے انکار کر دیا۔

''آخر کیوں؟'' نوماس نے پوچھا۔

''یہ مناسب نہ ہوگا نوماس۔'' میں نے نرمی سے جواب دیا۔

''یہی تو پوچھ رہا ہوں کہ کیوں مناسب نہ ہوگا؟''

''جب تک میرے تمام ساتھیوں کے پاس گھوڑے نہ ہوں گے میں اپنے لئے کوئی گھوڑا نہیں لوں گا۔'' میں نے جواب دیا۔

''یہ صرف جذباتیت ہے۔''

''کیوں آخر کیوں؟'' میں نے کہا۔

''اس لئے کہ تم راہبر ہو اور سب سے زیادہ باعمل ہو۔ تمہیں ہر حال میں چاق و چوبند رہنا چاہیے۔'' نوماس نے جواب دیا۔

''میں جس وقت تمہیں تھکا نظر آؤں گا اپنا گھوڑا مجھے دے دینا۔''

''اپنا گھوڑا۔ گویا تمہارے خیال میں چونکہ یہ گھوڑا میں نے حاصل کیا اس لئے یہ میرا ہے۔''

''نہیں۔ یہاں کوئی چیز تمہاری نہیں ہے۔ کوئی چیز میری نہیں ہے ہم سب یکساں حقوق رکھتے ہیں۔''

''پر تم نے یہ بات کیوں کہی؟''

''تمہارے سپرد اہم ذمہ داری ہے اب تم دونوں اس پگڈنڈی پر سفر کرو گے اور قافلے کا پتہ چلاؤ گے۔ تمہارے پاس شاہی دستاویزات تو موجود ہیں ہی ان کی مدد سے تم خود کو قاصد کہہ سکتے ہو اور کوئی تم پر شک نہ کر سکے گا۔''

''اوہ۔ یہ بات ہے۔'' نوماس نے گردن ہلائی۔

''ہاں۔ اب جواب دو۔''

''ٹھیک ہے تمہارا ہی کہنا درست ہے۔'' نوماس نے ہار مان لی۔

''ارے ہاں نوماس۔ وہ شاہی دستاویزات کہاں ہیں اور ان میں کیا تحریر ہے تمہیں اس بات کا علم ہے؟''

''نہیں۔''

''نہ ہی تم نے انہیں دیکھنے کی کوشش کی؟''

''نہیں۔اس کی فرصت ہی نہیں مل سکی۔ میں دوسرے معاملات میں بہت پر جوش تھا اس لئے انہیں نہ دیکھ سکا۔''

''تب تم وہ دستاویزات مجھے دے دو۔'' میں نے کہا اور نوماس نے میری ہدایت پر عمل کیا۔ میں نے وہ دستاویزات لے لی تھیں۔ لیکن چونکہ سفر کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں اور پہلے قافلے کی خبر لینا ضروری تھا اس لئے میں نے خود بھی ان دستاویزات کو نہیں دیکھا اور انہیں اپنے ساتھ رکھ لیا۔ لیکن دوران سفر انہیں دیکھنے کی فرصت مل گئی۔ میں نے دستاویز کھولی۔ کسی باج گزار لیناسی کے نام اہوس کی تحریر تھی اور یہ تحریر بھی میرے لئے بے حد دلچسپ تھی۔ اس نے لکھا تھا کہ وہ دو قاصدوں کو روانہ کر رہا ہے ان کے ساتھ لیناشی اپنے آدمیوں کو اجناس اور مویشی لے کر روانہ کر دے کیونکہ بستی ترایکا کو اس کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ہی اشیاء کی تعداد تحریر کی گئی تھی۔

میں خوشی سے اچھل پڑا۔ اگر تقدیر کا کوئی وجود ہے تو وہ اس وقت بھرپور طور پر ہمارا ساتھ دے رہی تھی۔ چاروں طرف سے کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں۔

جیسا کہ میرا خیال تھا۔ نوماس میرا زیرک ساتھی اور ایسا قابل اعتماد دوست تھا جو جب تک کچھ نہ تھا، ایک بیکار شخصیت کا مالک تھا لیکن جب کچھ بن گیا تو پھر ایک انتہائی کارآمد شخص۔ وہ ہمیں صحیح راستوں سے لے کر بالآخر ایک ایسی پہاڑی پر پہنچ گیا جس کے دوسری سمت کے ڈھلان زیادہ دشوار گزار نہیں تھے اور اسی پہاڑی کے دامن میں وہ پگڈنڈی تھی جو قافلے کی گزرگاہ تھی۔

''وہ قافلہ یہیں سے گزرے گا۔'' نوماس نے مجھے بتایا۔

''عمدہ جگہ ہے نوماس۔'' میں نے خوشی سے کہا۔

''ہاں یہاں سے تمہارے آدمی بہ آسانی نیچے اتر سکیں گے۔'' نوماس نے کہا۔

''بیشک۔ اب تم اسی ساتھی کے ساتھ روانہ ہو جاؤ اور خبر لاؤ کہ قافلہ کتنی دور ہے کس رفتار سے چل رہا ہے تاکہ ہم تیار رہیں۔''

''بہتر ہے۔'' نوماس نے جواب دیا اور پھر وہ روانہ ہو گیا۔ میرا ذہن گہری سوچ میں تھا۔ پہاڑی پر چاروں طرف چٹانیں بکھری ہوئی تھیں اور اگر اس وقت اوپر سے چند چٹانیں لڑھکا دی جاتیں تو پورا قافلہ ہلاک ہو سکتا تھا۔ اس طرح میرے ساتھیوں میں سے کسی کو زک بھی نہ پہنچتی اور قافلے والے مارے جاتے۔

☆☆☆☆☆

(اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ واقعات پانچویں حصے میں ملاحظہ فرمائیں)